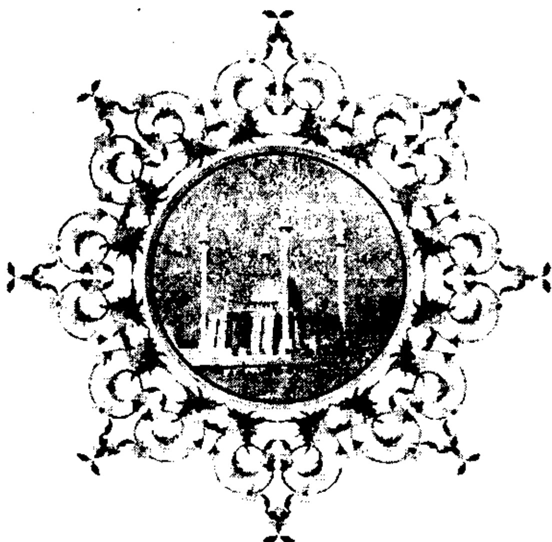


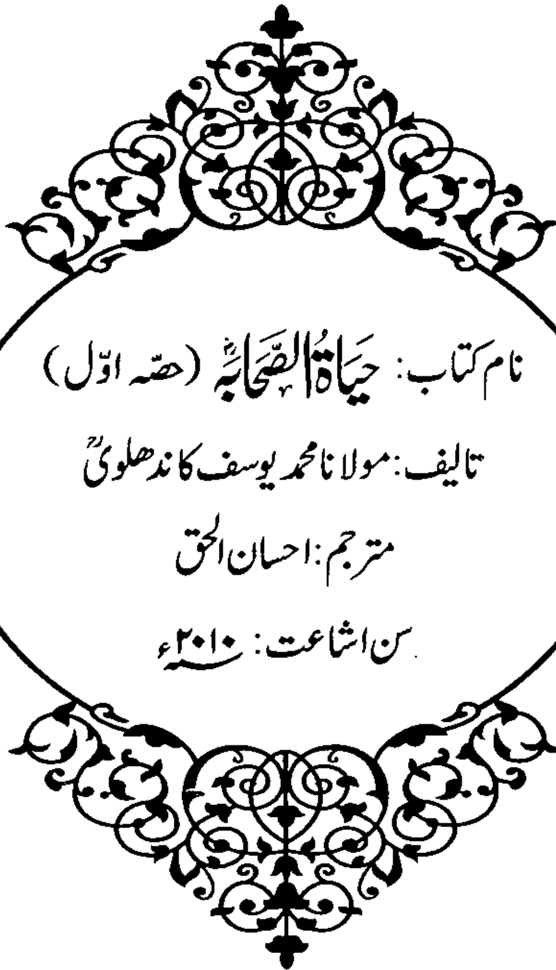
حیاۃ الصحابہؓ

حصہ اوّل

مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

یاسین بکڈپو

2127، رودگران، گلی پیرجی والی، لال کنواں، دہلی۔6



نام کتاب: حیاۃ الصحابہؓ (حصہ اوّل)

تالیف: مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

مترجم: احسان الحق

سن اشاعت: ۲۰۱۰ء

یاسین بکڈپو

2127، رودگران، گلی پیرجی والی، لال کنواں، دہلی۔6

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

فہرست مضامین

اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے بھوک برداشت کرنا

ہجرت کا باب ۴۳۰

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن نے کس طرح اپنے پیارے وطنوں کو چھوڑا حالانکہ وطن کا چھوڑنا انسان کے لئے بڑا مشکل کام ہے اور انہوں نے وطن بھی اس طرح چھوڑا کہ موت تک اپنے وطن کو واپس نہ گئے اور یہ وطن چھوڑنا کس طرح ان کو دنیا اور متاع دنیا سے زیادہ محبوب ہو گیا تھا اور انہوں نے دین کو کس طرح دنیا پر مقدم کیا اور نہ دنیا کے ضائع ہونے کی پرواہ کی اور نہ اس کے فنا ہونے کی طرف توجہ کی اور وہ کس طرح اپنے دین کو فتنہ سے بچانے کے لئے ایک علاقے سے دوسرے علاقہ کی طرف بھاگے پھرتے تھے (ان کی حالت ایسی تھی کہ) گویا کہ وہ آخرت ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور وہ صرف آخرت ہی کی فکر کرنے والے ہیں چنانچہ (اس کے نتیجہ میں) ایسا نظر آتا تھا کہ دنیا صرف ان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ۴۳۰

عورتوں اور بچوں کی ہجرت

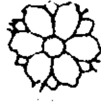
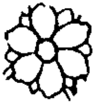
نصرت کا باب ۴۸۳

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دین متین اور صراطِ مستقیم کی نصرت کرنا کس طرح ہر چیز سے زیادہ محبوب تھا؟ اور دنیاوی عزت پر ان میں سے کوئی اتنا فخر نہیں کرتا تھا جتنا کہ وہ اس نصرت پر فخر کرتے تھے اور کس طرح سے انہوں نے دین کی نصرت کی وجہ سے دنیاوی لذتوں کو چھوڑا؟ گویا کہ انہوں نے یہ سب کچھ اللہ عزّ وجلّ کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے حکم پر چلنے کے لئے کیا۔

جہاد کا باب

کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے راستے میں جہاد کیا کرتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لیئے ہر حال میں نکلا کرتے تھے، چاہے ہلکے ہوں یا بوجھل دل چاہے یا نہ چاہے اور تنگی اور فراخی اور سردی اور گرمی ہر زمانے میں اس کے لیئے تیار رہتے تھے۔

حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنہُم کی بہادری

باسمہ تعالیٰ

عرضِ مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دین کی بنیاد ہیں، دین کے اوّل پھیلانے والے ہیں۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا۔ یہ وہ مبارک جماعت ہے کہ جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور پیارے رسول کی مصاحبت کے لیئے چنا اور اس کی مستحق ہے کہ اس مبارک جماعت کو نمونہ بنا کر اس کا اتباع کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، جو اس اُمت کا افضل ترین طبقہ ہے۔ قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلّف اور تصنّع ان میں کالعدم تھا، اللہ جل شانہٗ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لیئے چُنا تھا، اس لیئے ان کی فضیلت اور برگزیدگی کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو، اس لیئے کہ وہی ہدایت کے راستے پر تھے۔ (مشکوٰۃ)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لیئے حضرات صحابہ ہی کی زندگی معیار ہو سکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس جماعت ہے جس نے براہِ راست مشکوٰۃ نبوت سے استفادہ کیا اور اس پر آفتابِ نبوت کی شعاعیں بلا کسی حائل و حجاب کے بلا واسطہ پڑیں ان میں جو ایمان کی حرارت اور نورانی کیفیت تھی وہ بعد والوں کو میسّر آنا ممکن نہ تھی۔ اس لیئے قرآن حکیم نے مِنْ حَیْثُ الجَمَاعت اگر کسی پوری کی پوری جماعت کی تقدیس کی ہے تو وہ حضرات صحابہ کرام ہی کی جماعت ہے، اس لیئے کہ اس کو مجموعی طور پر راضی و مَرضی اور راشد و مُرشد فرمایا ہے۔ اسی لیئے استمرار کے ساتھ اُمتِ مُسلمہ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام کُل کے کُل عُدول اور مُتقی ہیں اور ان کا اجماع شرعی حُجت ہے۔ ان کا منکر دائرۂ اسلام

سے خارج ہے۔ حضرات صحابہ کی مقدس جماعت کمالات نبوت کی آئینہ دار اور اوصافِ رسالت کی مظہرِ اتم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کریمہ خصائلِ حمیدہ، شمائلِ فاضلہ، اخلاقِ عظیمہ اور شریعت کے تمام مسائل و دلائل اور حقائق و آداب کی علماً اور عملاً سچی ترجمان ہے۔ اس لئے ان کی راہ کی اتباع ضروری ہے جو امتِ مسلمہ کو ہر گمراہی سے بچا سکتی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی نانی محترمہ امی بی، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی رابعہ سیرت صاحبزادی تھیں اور حضرت مولانا نے انہیں کی گود میں پرورش پائی۔ موصوفہ کی آپ پر حد درجہ شفقت تھی۔ فرمایا کرتی تھیں کہ الیاس تجھ سے صحابہ کی خوشبو آتی ہے، کبھی شفقت سے پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرماتیں کہ کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں۔ اس کے ماسوا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یاد آجاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کا بیان ہے کہ ہم اور ہمارے بعض دوسرے صاحب بصیرت احباب اس بارے میں ہم خیال و یک زبان تھے کہ اس زمانہ میں ایسی شخصیت اللہ کی قدرت کی نشانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جس کو دین کے مؤثر اور زندہ جاوید ہونے کے ثبوت کے طور پر اور صحابہ کرام کے عشق اور خیر القرون کے دینی جنون اور بے قراری اور اس دور کی خصوصیات کا ایک اندازہ کرنے کے لئے اس زمانہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ حضرات صحابہ کرام کے واقعات پڑھوا کر سنا کرتے اور ان سے کیف و سرور کی کسی دوسری دنیا میں مستغرق ہو جاتے، انہوں نے اپنے فخرِ زمانہ بھتیجے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ سے اردو میں ایک کتاب "حکایات صحابہ" لکھوائی جو حضرات صحابہ کی مبارک زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مختلف عنوانات کے تحت ترتیب دی گئی ہے اور جس کی عند اللہ مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے تراجم انگریزی، فرانسیسی، جاپانی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہ کو بھی سیرت نبوی اور حالات صحابہ سے

عشق وشغف ورثہ میں ملا۔ بچپن ہی سے وہ حضرات صحابۂ کرام کے حالات و واقعات کا مطالعہ کیا کرتے۔ چنانچہ بچپن میں صَمصَامُ الاِسلام اور محاربات صحابہ کے پڑھنے اور سنانے سے بہت زیادہ دلچسپی تھی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں عشاء کی نماز کے بعد سیرت کی کتابوں کے سنانے کی عظیم خدمت پر مولانا محمد یوسف صاحب ہی مامور تھے۔ حضرتؒ کے وصال کے بعد بھی تاحیات آپ کا یہ معمول جاری رہا، چنانچہ بارہا اس کا مشاہدہ ہوا کہ جس وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حیاۃ الصحابہ پڑھتے اور ان مبارک واقعات کی تشریح فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا صحابۂ کرام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یا حضرت ان کے گھر کے مخصوص لوگوں میں سے ہیں اور یہ سب واقعات حضرت کے سامنے گزرے ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قُدِّس سِرُّہٗ چاہتے تھے کہ حضرات صحابہ کی سیرت کو دعوت کے طرز پر پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لیئے انہوں نے اپنے لائق فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نوّر اللہ مرقدہ ہی کا انتخاب کیا اور "امانی الاحبار" کا کام درمیان میں رکوا کر اس کتاب کو ترتیب دلانا شروع کر دیا اور بالآخر اس کا نام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کی تجویز پر "حیاۃ الصحابہؓ" رکھا گیا۔ اہل علم کی رائے ہے کہ سیرت صحابہ پر آج تک ایسی جامع اور مانع کتاب مُنصّۂ شہود پر نہیں آئی۔

گزشتہ چند سالوں سے مخدوم گرامی حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری مدظلہم بندہ سے تقاضا فرما رہے تھے کہ اس مبارک کتاب کا اُردو میں ترجمہ کر ڈالو مگر یہ ناکارہ اپنی کم مائگی بے بضاعتی، ناتجربہ کاری، تصنیف و تالیف سے عدم مناسبت نیز رائے ونڈ کی مسجد و مدرسہ کی دعوتی و تدریسی مصروفیات کی وجہ سے اس خدمت کی ہمت نہ کر سکا۔ لیکن رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع نومبر ۱۹۹۰ء کے بعد دہلی واپسی کے موقع پر لاہور ہوائی اڈہ پر حضرت جیؒ[1] دامت برکاتہم العالیہ نے محترم الحاج محمد عبدالوہاب صاحب سے صراحتًا حکم فرمایا کہ احسان حیاۃ الصحابہ کا اُردو ترجمہ کرے، چنانچہ موصوف نے کہا کہ حضرت جی کے حکم و ارشاد کے بعد اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے بندہ یہ سُن کر ششدر رہ گیا اور اپنی نا اہلی کی وجہ سے بہت بوجھ محسوس ہُوا اور طبیعت آمادہ نہیں ہو رہی تھی مگر امتثالِ امر میں اس اُمید پر قلم اُٹھا لیا کہ جن مبارک نفوس کے حکم اور تقاضے سے یہ کام شروع کیا جا

[1] اس سے مراد حضرت مولانا انعام الحسن دامت برکاتہم ہیں۔

رہا ہے ان کی سرپرستی، توجہ اور دعا کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ تکمیل ہو جائے گی چنانچہ بنام خدا ۲۱ نومبر ۱۹۹۰ء سے ترجمہ شروع کیا۔

ابتداءً "حیاۃ الصحابہ" مطبوعہ حیدر آباد، دکن پیش نظر رہی لیکن "حیاۃ الصحابہ" مرتبہ مولانا محمد الیاس صاحب بارہ بنکوی (مقیم بنگلہ والی مسجد بستی حضرت نظام الدینؒ دہلی) کی اشاعت کے بعد مؤخر الذکر کو اساس بنا کر ترجمہ کی تکمیل کی، ترجمہ میں سادہ اور عام فہم زبان کا بطور خاص اہتمام والتزام کیا گیا ہے تاکہ دینی اصطلاحات سے ناواقف عمومی استعداد کے اہل ایمان بھی بے تکلف استفادہ کر سکیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ترجمہ کو قبول فرما کر امت مسلمہ کے لئے مفید بنائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی عالی محنت پر امت کے پڑ جانے اور عملاً حضرات صحابہ کرام والی زندگی اختیار کرنے کے لئے اس کتاب کو ذریعہ قویہ فرمائے، آمین۔

مترجم، معاونین ترجمہ اور کتابت وطباعت میں اعانت کرنے والے تمام حضرات کے لئے دعاء خیر کی درخواست ہے۔

محمد احسان الحق

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور۔ پاکستان

۵ رجب ۱۴۱۲ھ (۱۱ جنوری ۱۹۹۲ء)



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

مقدّمہ کتاب

(عربی سے اردو)

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہم العالی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَمَنۡ تَبِعَھُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُم کی سیرت اور تاریخ اس قوتِ ایمانی اور جوشِ اسلامی کے طاقتور ترین سرچشموں میں سے ہے جس کو اُمتِ مُسلمہ نے دل کی انگیٹھیوں کو سلگانے اور دعوتِ ایمان کے شعلہ کو تیز تر کرنے میں استعمال کیا ہے جو مادیت کی تیز و تند آندھیوں سے بار بار سرد ہو جاتی ہیں، اور اگر یہ انگیٹھیاں سرد ہو جائیں تو ملتِ اسلامیہ کے پاس قوت و تاثیر اور امتیاز کا سرمایہ نہ رہے اور یہ لاشۂ بے جان ہو کر رہ جائے جس کو زندگی اپنے کاندھوں پر اُٹھائے پھر رہی ہو۔

یہ ان مردانِ خدا کی تاریخ ہے کہ جب ان کے پاس اسلام کی دعوت پہنچی تو انہوں نے اس کو دل و جان سے قبول کیا اور اس کے تقاضوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا۔

اور اپنا ہاتھ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ہاتھ میں دے دیا۔ چنانچہ ان کے لئے اللہ کے راستے کی مشقتیں معمولی اور جان و مال کی قربانی آسان ہو گئی، حتیٰ کہ اس پر ان کا یقین محکم اور پختہ ہو گیا اور بالآخر دل و دماغ پر چھا گیا، غیب پر ایمان، اللہ اور اس کے رسول کی محبت، اہلِ ایمان پر شفقت، کفار پر شدت نیز آخرت کو دنیا پر، اُدھار کو نقد پر، غیب کو شہود پر اور ہدایت کو جہالت پر ترجیح اور ہدایتِ عامہ کے بے پناہ شوق کے عجیب و غریب واقعات رونما ہونے لگے۔ اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانے، مذاہب کے ظلم و جور سے اسلام کی عدل گستری میں پہنچانے، دنیا کی تنگیوں سے آخرت کی وسعتوں میں لے جانے اور دنیوی مال و متاع اور زیب و زینت سے بے پرواہ ہو

جانے، اللہ سے ملنے اور جنّت میں داخل ہونے کے شوق کے مُحیّر العقول واقعات سامنے آنے لگے۔ انہوں نے اسلام کی نعمت کو ٹھکانے لگانے، اس کی برکتوں کو اقصائے عالم میں عام کرنے اور چپّے چپّے کی خاک چھاننے کے بے پایاں جذبات میں بلند ہمتی و دقیقہ رسی کے باعث اپنے گھر بار کو چھوڑا، راحت و آرام کو خیر باد کہا اور اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔ حتیٰ کہ دین کی بنیادیں قائم ہوگئیں، دل اللہ کی طرف مائل ہو گئے اور ایمان کے ایسے مبارک، جاں فزا اور طاقتور جھونکے چلے جس سے توحید و ایمان اور عبادت و تقویٰ کی سلطنت قائم ہو گئی، جنّت کا بازار گرم ہو گیا، دنیا میں ہدایت عام ہو گئی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

تاریخ کی کتابیں یہ واقعات اور قصّے اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں، واقعات کے مجموعے ان سچّے قصّوں کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں، کیونکہ یہ واقعات اور قصّے اپنے اندر مسلمانوں کے لیے حیاتِ نو کا پیغام اور تجدید کا سامان رکھتے ہیں، اسی لئے اسلام کے اہلِ دعوت و اصلاح ان واقعات پر اپنی ہمّت و توجّہ صرف کرتے رہے اور مسلمانوں کے اندر جوشِ ایمانی کو بیدار کرنے حمیّتِ اسلامی پیدا کرنے اور ان کی ہمتوں پر مہمیز کا کام کرنے کے لئے استعمال کرتے رہے۔

لیکن مسلمانوں پر ایک ایسا وقت بھی آیا جب وہ اس تاریخ سے بیگانہ ہو کر اس کو فراموش کر بیٹھے، ہمارے اہلِ وعظ و ارشاد اور اہلِ قلم و مصنّفین نے اپنی تمام تر توجّہ اولیاءِ مُتأخرین کے واقعات اور اربابِ زہد و مشیخت کی حکایات، بیان کرنے پر صَرف کر دی اور لوگ بھی اس پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ وعظ و ارشاد کی مجالس، درس و تدریس کے حلقے اور اس دَور کی ساری تصانیف اور کتابیں، انہیں واقعات سے بھر گئیں اور سارا علمی سرمایہ صوفیائے کرام کے احوال و کرامات کی نذر ہو گیا۔

جہاں تک راقم السطور کو علم ہے، صحابۂ کرام کے واقعات و حالات کا اسلامی دعوت و تربیت میں کیا مقام ہے اور اس گنجِ گراں مایہ کی اصلاح و تربیت کے میدان میں اہمیت، تاثیر کی افادیت اور قدر و قیمت کی جانب، پہلی بار مشہور داعی الی اللہ، مُصلحِ کبیر حضرت مولانا محمد الیاس رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ (۱۳۶۳ھ) کی توجّہ ہوئی جو پوری ہمّت اور بلند حوصلگی کے ساتھ اس کے مطالعہ میں منہمک ہو گئے۔ میں نے ان میں سیرتِ نبوی ؐ اور صحابہ کے حالات کا بے پناہ شوق پایا۔ وہ اپنے عقیدت مندوں اور ساتھیوں سے انہیں کی باتیں کرتے، اسی کا مذاکرہ

کرتے، چنانچہ ہر شب مولانا محمد یوسف صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ یہ واقعات پڑھ کر سناتے، وہ پوری توجہ اور عظمت کے ساتھ ہمہ تن شوق بن کر سُنتے اور چاہتے تھے کہ ان کی نشر و اشاعت کی جائے۔ ان کے بھتیجے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نَوَّرَاللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے ایک متوسط رسالہ صحابہ کرام کے حالات میں تالیف کیا جس سے حضرت مولانا محمد الیاسؒ بہت مسرور ہوئے اور تمام کام کرنے والوں اور دعوت کے راستے میں نکلنے والوں کے لیئے اس کتاب کا مطالعہ و مذاکرہ ضروری قرار دیا۔ چنانچہ یہ کتاب دعوت کے کام کرنے والوں کے نصاب میں داخل ہے اور دینی حلقوں میں اس کو ایسا قبولِ عام حاصل ہے جو کم کتابوں کو حاصل ہُوا ہو گا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد مولانا محمد یوسف صاحبؒ اپنے عظیم المرتبت والد کے جانشین اور وارث ہوئے، دعوت کی ذِمّہ داریاں بھی ان کے حصّے میں آئیں، سیرتِ نبویؐ اور حالاتِ صحابہ سے شغف بھی ورثہ میں ملا اور دعوت کے سخت مشاغل کے باوجود سیرت و تاریخ اور طبقات الصحابہ کی کتابوں کا مطالعہ اور اس کا انہماک جاری رکھا۔ چنانچہ جن لوگوں کو میں جانتا ہوں۔ ان میں مولانا محمد یوسف صاحب جیسا، صحابہ کے حالات پر نظر رکھنے والا، ان سے زیادہ استحضار رکھنے والا، ان سے اچھا استشہاد کرنے والا، اپنی تقریروں اور گفتگو میں ان کے واقعات کو نگینے کی طرح جڑنے والا، وسیع النظر اور باریک بیں عالم میں نے نہیں دیکھا۔ قریب قریب یہی سب واقعات اور سچے قصّے ان کی قوت کلام کا سرچشمہ، ان کی اثر انگیزی اور سحر آفرینی کا ذریعہ تھے، جماعتوں کو بڑی سے بڑی قربانی دینے، بڑے سے بڑے ایثار کے لیئے تیار کرنے، سخت سے سخت تکلیفیں جھیلنے اور بڑی سے بڑی مصیبت اُٹھانے اور دعوت کے راستے میں سختیاں برداشت کرنے کا بہت بڑا ہتھیار تھے۔

دعوت ان کے زمانہ میں ہندوستان سے نکل کر اسلامی ممالک اور یورپ و امریکہ، جاپان و جزائر ہند تک پہنچ گئی تھی اور ایک ایسی ضخیم کتاب کی سخت ضرورت تھی کہ جس کا مطالعہ و مذاکرہ دعوت میں لگنے والے اور بیرونی اسفار میں جانے والے کر سکیں۔ تاکہ اس سے ان کے دل و دماغ کو غذا حاصل ہو، دینی جذبات میں تحریک ہو، دعوت کے ساتھ ان کی اِتباع کا جذبہ اور جان و مال لگا دینے کا شوق بیدار ہو اور وہ ہجرت و نصرت

فضائل اعمال و مکارم اخلاق کے لئے مہمیز کا کام کرے۔ جب کبھی وہ ان واقعات وحکایات کو پڑھیں اور سنیں تو اس میں ایسا کھو جائیں، جیسے چھوٹے موٹے دریا سمندر میں کھو جاتے ہیں اور قد آور انسان پہاڑ کے سامنے پست ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اپنے یقین پر پر شبہ ہونے لگے، اعمال نظروں میں حقیر ہو جائیں اور زندگی بے حیثیت نظر آنے لگے۔ ان کی ہمتیں بلند ہوں، دلوں میں شوق ہو اور عزم و ارادہ میں پختگی اور جوش ہو۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ سے، دعوت کی عزت و فضیلت کے ماسوا، اس بلند پایہ کتاب کی تالیف کا شرف بھی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو ملا۔ حالانکہ ان کی زندگی کے مشاغل، اسفار کی کثرت، مہمانوں کا ہجوم، وفود کی آمد اور درس و تدریس کے اشتغال کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کوئی امکان نہ تھا، لیکن انہوں نے اللہ کی توفیق و مدد، بلند ہمتی اور قوت و عزیمت سے تصنیف و تالیف کا کام بھی انجام دیا اور اس طرح دعوت و تصنیف کو جمع کر دیا، جن کا اجتماع یقیناً سخت دشوار اور مشکل ہے۔ انہوں نے نہ صرف تین ضخیم جلدوں میں صحابہ کرامؓ کے حالات جمع کئے اور سیرت و تاریخ اور طبقات کی کتابوں میں جو مواد منتشر تھا، اس کو یکجا کر دیا، بلکہ امام طحاویؒ کی کتاب، شرح معانی الآثار، کی شرح تیار کی، جو اللہ کی توفیق سے کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔

مصنف گرامی قدر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے واقعات سے ابتداء کی ہے اور ساتھ ساتھ صحابہ کے حالات بھی تحریر کیئے ہیں اور خاص طور پر دعوتی اور تربیتی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ اس طرح یہ دعاۃ کا ایسا تذکرہ ہے، جو کام کرنے والوں کے لیئے زادِ راہ اور مسلمانوں کے ایمان و یقین کا سرچشمہ ہے۔

انہوں نے اس کتاب کے اندر صحابہ کرامؓ کے وہ حالات و واقعات درج کیئے ہیں جن کا کسی ایک کتاب میں ملنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ قصے اور حکایات مختلف حدیث کی کتابوں یا تاریخ و طبقات کے مجموعوں اور کتب مسانید سے حاصل کیئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ ایک ایسا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) تیار ہو گیا ہے جو اس زمانے کی تصویر سامنے رکھ دیتا ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی زندگی، ان کے اخلاق و خصائص کے تمام پہلوؤں اور باریکیوں کے ساتھ نظر آتی ہے۔

واقعات و روایات کے استقصاء اور مکمل بیان کی وجہ سے کتاب میں ایک ایسی

تاثیر پیدا ہو گئی ہے جو ان کتابوں میں نہیں پائی جاتی جو اجمال و اختصار اور معانی کے اظہار پر تصنیف کی جاتی ہیں۔ اس لئے ایک قاری اس کی وجہ سے ایمان و دعوت، سرفروشی اور فضیلت اور اخلاص و زہد کے ماحول میں وقت گزارتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہے کہ کتاب مؤلف کا عکس جمیل اور جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے اور جس کیفیت و معنویت، جذبہ و لگن، روح اور تاثیر سے تصنیف کی جاتی ہے، اس کی مظہر ہوتی ہے، تو میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ کتاب مؤثر، طاقتور اور کامیاب ہے چونکہ صحابہ کرامؓ کی محبت، ان کی رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی اور دل و دماغ میں رُوح بس گئی تھی، اس لئے مؤلف نے اس کو حُسنِ عقیدت، جذبہ اُلفت اور جوش محبت کی لازوال کیفیات کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

مؤلف کی عظمت و اخلاص کے پیشِ نظر اس کتاب کو کسی مقدمے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ خود جہاں تک میرے علم میں ہے، ایمان کی قوت، دعوت میں فنائیت اور یکسوئی کے اعتبار سے عطیۂ ربانی اور زمانے کی حسنات میں سے تھے اور ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

وہ ایک ایسی دینی تحریک و دعوت کی قیادت کر رہے تھے جو وسعت و طاقت، عظمت اور اثر انگیزی میں سب سے بڑی تحریک ہے لیکن اس ناچیز کو انہوں نے اس کے ذریعہ عزت بخشی اور اس عظیم الشان کام میں اس کا بھی حصہ ہو گیا۔ تقرب الی اللہ میں میں نے یہ کلمات تحریر کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولِ عام عطا فرمائے اور بندگانِ خدا کو نفع پہنچائے۔

ابوالحسن علی ندوی سہارن پور
۲ رجب ۱۳۷۸ھ

ترجمہ از عربی بقلم
مولانا سید عبد اللہ حسنی ندوی
اکتوبر ۱۹۹۱ء

پیش لفظ
برائے اُردو ترجمہ حیاۃُ الصحابہؓ

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہم العالی

یہ کتاب اصلاً عربی میں لکھی گئی تھی جو اسلام اور مسلمانوں کی عالمگیر اور دائمی، مُستند اور محبوب، مذہبی اور علمی زبان ہے اور ہمیشہ رہے گی، اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

(ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم اس کی دائمی طور پر حفاظت کرنے والے ہیں) کسی کتاب اور صحیفہ کی حفاظت کے وعدے میں یہ بات خود بخود شامل ہو جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ پڑھا اور سمجھا جائے گا، اور اس کے لیئے ضروری ہے کہ وہ جس زبان میں ہے، وہ بھی زندہ اور محفوظ ہو اور بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ مرکز نظام الدین دہلی سے شروع ہونے والی تبلیغی دعوت و تحریک، مُصنّفِ کتاب حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانے میں حجازِ مقدس اور ممالکِ عربیہ میں پہنچنے لگی تھی اور وہاں کے اہلِ علم حضرات اس سے مُتاثر ہو رہے تھے، اس لیئے اس کتاب کا اصلاً اور ابتداءً عربی میں تالیف کرنا مناسب اور برمحل تھا، چنانچہ یہ کتاب پہلی مرتبہ دائرۃ المعارفِ العثمانیہ حیدر آباد کے عربی پریس سے طبع ہونے کے بعد اہلِ علم کے حلقے اور عربی ممالک میں شوق و احترام کے ساتھ لی گئی۔ پھر دمشق کے دارُالقلم سے بڑے اہتمام اور حسنِ طباعت کے ساتھ شائع ہوئی اور دینی و علمی حلقوں میں قبول ہوئی اور ابھی اس کا سلسلہ جاری ہے (اُمید ہے کہ اس کے ابھی مزید ایڈیشن نکلیں گے)

لیکن اس کے ساتھ ضرورت تھی کہ بّرِصغیر (ہند و پاک)، اور بعض ان بیرونی ممالک کے لیئے جہاں ہند و پاک کے لوگ بڑی تعداد میں اقامت گزیں ہیں اور وہاں اُردو بولی اور سمجھی جاتی ہے، اس کا اُردو میں سلیس اور معتبر ترجمہ شائع کیا جائے، تاکہ ان ملکوں میں جانے والی جماعتیں اور خود وہاں کے دینی ذوق اور جذبہ رکھنے والے اور دعوتی کام میں حصہ لینے والے، اس سے براہِ راست اِستفادہ کر سکیں۔ اپنی ایمانی چنگاریوں کو فروزاں

اور اپنی زندگی اور معاشرت، اخلاق اور جذبات نیز رجحانات کو مومنین اوّلین اور آغوشِ نبوت کے پروردہ داعیانِ دین کے نقش قدم پر ڈال سکیں۔ عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی لیکن ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے، چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے دیرینہ رفیق اور جانشین، دعوت کی عظیم الشان محنت کے موجودہ امیر حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب اطال اللہ بقاء و نفع بہ المسلمین کی اجازت اور ایماء سے کتاب مذکور کے ترجمہ کا آغاز ہوا اور اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت مولوی محمد احسان الحق صاحب (استاذ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ) کے حصے میں رکھی تھی۔ موصوف مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے مجاز اور خود تبلیغی جماعت کے مدرسۂ فکر و عمل کے تربیت یافتہ اور اسی کی آغوش کے پروردہ ہیں اس لیئے کہ کسی ایسی کتاب کے ترجمہ کے لیئے جو کسی دعوت کی ترجمان ہو اور جذبہ و تاثیر سے معمور ہو محض اس زبان کا جاننا جس میں وہ کتاب ہے اور اس کو اپنی زبان میں منتقل کر دینے کی صلاحیت کافی نہیں اس کے لیئے خود اس جذبہ کا حامل ہونا اور ان مقاصد کا داعی ہونا بھی ضروری ہے جن کی پرورش اور تبلیغ کے لیئے یہ کتاب لکھی گئی۔ الحمد للہ کتاب کے مترجم میں یہ سب شرائط پائی جاتی ہیں، وہ ذاتی اور خاندانی، ذہنی و علمی اور باطنی و روحانی، ہر طریقہ پر اس دعوت و جماعت کے اصول و مقاصد سے نہ صرف متفق و متأثر ہیں بلکہ ان کے ترجمان و داعی بھی ہیں۔ پھر اس اُردو ترجمہ پر متعدد اہلِ علم حضرات نے نظر ڈالی ہے اور اپنے مشوروں سے مستفید بھی کیا ہے۔ جن میں مفتی زین العابدین صاحب، مولانا محمد احمد صاحب انصاری، مولانا ظاہر شاہ صاحب، مولانا نذر الرحمٰن صاحب، مولانا جمشید علی صاحب، پاکستانی علماء میں سے اور مرکز نظام الدین دہلی کے بزرگوں اور فضلاء میں سے حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ یہ ترجمہ ہر طرح سے مفید و مؤثر ثابت ہوگا اور اپنے اہم و بلند مقصد کو پورا کرے گا۔ آخر میں یہ ملحوظ رہے کہ یہ ترجمہ دینی اصطلاحات سے ناواقف، عام سادہ مسلمان کی سطح کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے، اور وہ سادہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ مؤثر اور دلآویز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ سے زیادہ نفع پہنچائے اور قبولیت سے نوازے۔

ابوالحسن علی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۹ ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۱ء



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ



کتاب حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

حصہ اوّل

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں قرآنی آیات

(۱)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿﴾

(الفاتحۃ ۱تا۷)

سب تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں، جو پالنے والا سارے جہاں کا، بیحد مہربان نہایت رحم والا۔ مالک روزِ جزاء کا۔ تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ بتلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا۔ جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

(۲)

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿﴾

(اٰلِ عمران ۵۱)

بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا۔ سو اس کی بندگی کرو۔ یہی راہ سیدھی ہے۔

(۳)

قُلۡ اِنَّنِیۡ ہَدٰىنِیۡ رَبِّیۡۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۬ۚ دِیۡنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ۚ وَ مَا کَانَ مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿﴾ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ

تو کہدے مجھ کو سجھائی میرے رب نے راہ سیدھی، دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (الانعام ۱۶۱ تا ۱۶۳)

والوں میں ۔ تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے، جو پالنے والا سارے جہان کا ہے، کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں ۔

(۴)

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف ۔ ۱۵۸)

تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف، جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ۔ وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر، جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔

(۵)

وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ (النسآء ۔ ۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں ، اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا بُرا کیا تھا ، آتے تیرے پاس، پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا ، تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان ۔

(۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (الانفال ۔ ۲۰)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس سے مت پھرو سن کر ۔

(۷)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (آل عمران ۔ ۱۳۲)

اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو۔

(۸)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ

اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد

تَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○
(الانفال - ۴۶)

ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو۔ بیشک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے۔

(۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۵۹﴾
(النساء - ۵۹)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسُول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں، تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسُول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر، یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

(۱۰)

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ○
(النور - ۵۱-۵۲)

ایمان والوں کی بات یہی تھی کہ جب بلایئے ان کو اللہ اور رسُول کی طرف فیصلہ کرنے کو ان میں، تو کہیں، ہم نے سُن لیا اور حکم مان لیا اور وہ لوگ کہ انہی کا بھلا ہے اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسُول کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے، سو وہی لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے۔

(۱۱)

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ○ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ

تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسُول کا، پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا ذمہ ہے جو بوجھ اس پر رکھا۔ اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا۔ اور اگر اس کا کہا مانو تو راہ پاؤ۔ اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر۔ وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں، جیسا حاکم کیا

تُرْحَمُوْنَ ○

(النور ۔ ۵۴۔۵۵)

تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لیئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن ۔ میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو ۔ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو رسُول کے تاکہ تم پر رحم ہو ۔

(۱۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○

(الاحزاب ۔ ۷۰۔۷۱)

اے ایمان والو ! ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی ، کہ سنوار دے تمہارے واسطے تمہارے کام اور بخش دے تم کو تمہارے گناہ اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسُول کے ، اس نے پائی بڑی مراد ۔

(۱۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَأَنَّهٗ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۲۴

(الانفال ۔ ۲۴)

اے ایمان والو ! حکم مانو اللہ کا اور رسُول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع ہو گے ۔

(۱۴)

قُلْ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○

(آل عمران ۔ ۳۲)

تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور رسُول کا ، پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے ۔

(۱۵)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ○

(النساء ۔ ۸۰)

جس نے حکم مانا رسُول کا ، اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر نگہبان ۔

(۱۶)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾
ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾
(النسآء-۶۹-۷۰)

اس کے رسُول کا، سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

(۱۷)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ○ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ
حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ ○ ع
(النسآء-۱۳-۱۴)

اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کرے گا جنتوں میں، جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی ہے بڑی مُراد ملنی۔ اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسُول کی اور نکل جاوے اس کی حدود سے، ڈالے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لیئے ذِلّت کا عذاب ہے۔

(۱۸)

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ
لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ
كَرِيْمٌ ○ ع (الانفال ۱ تا ۴)

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا۔ تو کہہ دے کہ مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا، سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو۔ ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان۔ اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہی ہیں سچے ایمان والے۔ ان کے لیئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور

روزی عزت کی۔

(۱۹)

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○
(التوبۃ۔ ۷۱)

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں، سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے، وہی لوگ ہیں جن پر رحم کرے گا اللہ۔ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

(۲۰)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○
(آل عمران۔ ۳۱)

تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی۔ تو میری راہ چلو۔ تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۲۱)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱
(الاحزاب ۲۱)

تمہارے لئے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال۔ اس کے لئے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا۔

(۲۲)

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا
(الحشر۔ ۷)

اور جو دے تم کو رسول، سو لے لو۔ اور جس سے منع کرے، سو چھوڑ دو۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِطاعت اور آپ کے اِتباع اور آپ کے خُلفاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے اِتباع کے بارے میں احادیث

حضرت اَبُوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس نے، میری اِطاعت کی اس نے اللہ کی اِطاعت کی۔ جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اِطاعت کی اس نے میری اِطاعت کی۔ اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی[1]

حضرت اَبُوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری ساری اُمت جنت میں داخل ہوگی لیکن جو انکار کرے گا۔ (وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا) عرض کیا گیا اور کون انکار کرے گا۔ آپ نے فرمایا جس نے میری اِطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا[2]

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں کہ چند فرشتے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئے اور آپ سو رہے تھے۔ ان فرشتوں نے (آپس میں) کہا کہ تمہارے اس ساتھی کے لیئے ایک مثال ہے اس مثال کو بیان کرو۔ بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں اور بعض فرشتوں نے کہا کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے تو فرشتوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے کہ جس نے ایک گھر بنایا اور اس گھر میں کھانے کی ایک دعوت کا انتظام کیا اور ایک بلانے والے کو بھیجا تو جس نے اس بلانے والے کی بات مانی وہ گھر میں داخل ہوا۔ اور اس دعوت میں سے کھایا اور جس نے اس بلانے والے کی بات نہ مانی نہ وہ گھر میں داخل ہوا اور نہ اس دعوت میں سے کھایا پھر فرشتوں نے کہا کہ اس مثال کا مطلب ان کے سامنے بیان کرو۔ تاکہ یہ سمجھ جائیں۔ اس پر بعض فرشتوں نے کہا کہ یہ تو سو

---

[1] بخاری [2] بخاری کذا فی الجامع (ج ۲ ص ۲۳۳)

رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے تب فرشتوں نے یہ مطلب بیان کیا کہ وہ گھر جنّت ہے اور بُلانے والے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں لہٰذا جس نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِطاعت کی اس نے اللہ کی اِطاعت کی اور جس نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وجہ سے لوگوں کی دو قسمیں ہوگئیں (جس نے آپ کی مانی اس نے اللہ کی مانی اور جنّت میں جائے گا اور جس نے آپ کی نہ مانی اس نے اللہ کی نہ مانی اور وہ جنّت میں نہیں جائے گا)۔[1]

حضرت اَبُو موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری اور اس دین کی مثال جس کو دیکر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اس آدمی جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے (دشمن کے بڑے لشکر کو (تمہاری طرف آتے ہوئے) دیکھا ہے میں تم کو بے غرض ہو کر ڈرا رہا ہوں لہٰذا (یہاں سے بھاگنے میں) جلدی کرو جلدی کرو چنانچہ اس کی قوم میں سے کچھ لوگوں نے اس کی بات مان لی اور سرِ شام چل دیئے اور آرام سے چلتے رہے اور وہ تو بچ گئے اور اس قوم میں سے کچھ لوگوں نے اسے جھوٹا سمجھا اور وہیں ٹھہرے رہے تو دشمن کے لشکر نے ان پر صبح صبح حملہ کر کے ہلاک کر دیا اور ان کو بالکل ختم کر دیا یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے میری بات مانی اور جو دینِ حق میں لے کر آیا اس پر عمل کیا اور ان لوگوں کی جنہوں نے میری نافرمانی کی اور جو دینِ حق لے کر میں آیا اس کو جُھٹلایا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عَمْرو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو کچھ بنی اسرائیل پر آیا وہ سب کچھ میری اُمّت پر ضرور آئے گا۔ (اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی) جیسے کہ دونوں جُوتے ایک دوسرے کے برابر کیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ کھُلّم کھُلّا زنا کیا ہوگا تو میری اُمّت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو اس کام کو کرے گا اور بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے میری اُمّت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک فرقہ کے علاوہ باقی تمام فرقے جہنّم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ وہ ایک فرقہ کونسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو اس راستے پر چلے جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔[3]

---

[1] بخاری واخرج الدارمی عن ربیعۃ الجرشی بمعناہ کما فی المشکوٰۃ (ص ۲۱) [2] بخاری ومسلم [3] ترمذی

حضرت عِرباض بن سَارِیہ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حُضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں نماز پڑھائی، اور پھر اپنے چہرۂ انور کے ساتھ ہم لوگوں کی طرف مُتوجہ ہوئے اور ایسا مُؤثر وعظ بیان فرمایا کہ جس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل کانپ گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ آپ کا یہ وعظ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ جانے والے کا (آخری) وعظ ہُوا کرتا ہے۔ لہٰذا آپ ہمیں کن خاص باتوں کی تاکید فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور امیر کی بات سُنو اور مانو اگرچہ وہ حبشی غلام ہو کیونکہ تم میں سے میرے بعد جو بھی زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا تو ایسی صورت میں میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سُنّت پر عمل کرتے رہنا اور اسے تھامے رکھنا۔ اور دانتوں سے مضبوط پکڑے رکھنا اور نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے[1]۔

حضرت عُمر رَضِیَ اللّٰہُ عنہ حُضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رَبّ سے اپنے بعد صحابہؓ میں ہونے والے اختلاف کے بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے پاس یہ وحی بھیجی کہ اے محمد! آپ کے صحابہؓ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں۔ ہر ستارے میں نُور ہے لیکن بعض ستارے دوسروں سے زیادہ روشن ہیں۔ جب صحابہؓ کی کسی امر کے بارے میں رائے مختلف ہو جائے تو جو آدمی ان میں سے کسی بھی ایک کی رائے پر عمل کرلے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ اور آپ نے فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے[2]۔

حضرت حُذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عنہ حُضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میں تم میں کتنا عرصہ رہوں گا اور حضرت ابو بکر حضرت عُمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے بعد ان دونوں کی اقتداء کرنا اور عمّار کی سیرت اپناؤ اور ابنِ مسعود تمہیں جو بھی بتائیں اسے سچا مانو[3]۔

حضرت بلال بن حارِث مُزنی رَضِیَ اللّٰہُ عنہ حُضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس نے میرے بعد میری کسی مٹی ہوئی سُنّت کو زندہ کیا تو جتنے لوگ اس سُنّت پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اسے اَجر ملے گا اور اس سے ان لوگوں

[1] ترمذی و ابوداؤد واللفظ لہ [2] رزین کذافی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۰۱) [3] ترمذی

کے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے گمراہی کا کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا جس سے اللہ اور اس کے رسول کبھی راضی نہیں ہو سکتے تو جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اسے گناہ ہو گا اور اس سے ان لوگوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔[1]

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ دین حجاز کی طرف ایسے سمٹ آئے گا جیسے کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے اور دین حجاز میں اپنی جگہ اس طرح ضرور بنائے گا جس طرح پہاڑی بکری (شیر کے ڈر کی وجہ سے) پہاڑی کی چوٹی پر اپنی جگہ بناتی ہے۔ دین شروع میں اجنبی تھا اور عنقریب پھر پہلے کی طرح اجنبی ہو جائے گا۔ لہٰذا ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جن کو دین کی وجہ سے اجنبی سمجھا جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد میری جس سنت کو لوگ بگاڑ دیں یہ اس سنت کو ٹھیک کر دیتے ہیں۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اگر تم ہر وقت اپنے دل کی یہ کیفیت بنا سکتے ہو کہ اس میں کسی کے بارے میں ذرا بھی کھوٹ نہ ہو تو ضرور ایسے کرو پھر آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے یہ میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت جس نے میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا یہ روایت بیہقی کی ہے اور طبرانی میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ اسے ایک شہید کا ثواب ملے گا۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری امت کے بگڑنے کے وقت، میری سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے کو

---

[1] ترمذی و اخرج ابن ماجۃ ایضاً نحوہ عن کثیر بن عبداللہ بن عمرو عن ابیہ عن جدہ [2] ترمذی [3] ترمذی [4] کذا فی ترغیب (ج ۱ ص ۴۴)

ایک شہید کا اجر ملے گا[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میری اُمت کے اختلاف کے وقت میری سُنت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہاتھ میں چنگاری لینے والے کی طرح ہوگا[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو میری سُنت سے اعراض کرے اس کا میرے سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ روایت مُسلم کی ہے اور ابنِ عساکر میں یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور اس کے شروع میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جس نے میری سُنت پر عمل کیا اس کا مجھ سے تعلق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جس نے سُنت کو مضبوطی سے تھاما وہ جنت میں داخل ہوگا[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس نے میری سُنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا[4]



---

[1] طبرانی وابونعیم فی الحلیۃ [2] کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۴۷) [3] دارقطنی [4] سجزی

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں قرآنی آیات

(۱)

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

(الاحزاب-۴۰)

محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسُول ہے اللہ کا اور مُہر سب نبیوں پر، اور ہے اللہ سب چیزوں کو جاننے والا۔

(۲)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

(الاحزاب-۴۴-۴۵)

اے نبی! ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بُلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ۔

(۳)

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝

(الفتح ۸-۹)

ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسُول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی عظمت رکھو اور اس کی پاکی بولتے رہو صبح اور شام۔

(۴)

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

(البقرۃ-۱۱۹)

بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دے کر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی۔

(۵)

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝

(فاطر ۲۴)

ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا۔

(۶) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سبا - ۲۸)

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

(۷) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ (الفرقان - ۵۶)

اور تجھ کو ہم نے بھیجا یہی خوشی اور ڈر سنانے کے لئے۔

(۸) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء - ۱۰۷)

اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر۔

(۹) هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبة - ۳۳)

اسی نے بھیجا اپنے رسُول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے بُرا مانیں مشرک۔

(۱۰) وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ (النحل - ۸۹)

اور جس دن کھڑا کریں گے، ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا ان پر انہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتلانے کو ان لوگوں پر اور اُتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لیئے۔

(۱۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرہ ۱۴۳)

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمت مُعتدِل، تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر، اور ہو رسُول تم پر گواہی دینے والا۔

(۱۲) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ○ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ○ (الطلاق ۱۰-۱۱)

بیشک اللہ نے اتاری ہے تم پر نصیحت، رسُول ہے جو پڑھ کر سناتا ہے تم کو اللہ کی آیتیں، کھول کر سُنانے والی تاکہ نکالے ان لوگوں کو جو کہ یقین لائے اور کیئے بھلے کام، اندھیروں سے اُجالے میں اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر اور کرے کچھ بھلائی، اس کو داخل کرے باغوں میں، نیچے بہتی ہیں جن کے نہریں،

سدا رہیں ان میں ہمیشہ، البتہ خوب دی
اللہ نے اس کو روزی۔

(۱۳)
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○
(اٰل عمران ۱۶۴)

اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول ان ہی میں کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی، اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب، اور کام کی بات، اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔

(۱۴)
كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○
(البقرۃ - ۱۵۱-۱۵۲)

جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا، پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری، اور پاک کرتا ہے تم کو، اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب، اور اس کے اسرار، اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے۔ سو تم یاد رکھو مجھ کو، میں یاد رکھوں تم کو، اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو۔

(۱۵)
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○
(التوبۃ - ۱۲۸)

آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا، بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے، حریص ہے تمہاری بھلائی پر، ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے۔

(۱۶)
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○
(اٰل عمران ۱۵۹)

سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو، اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل، تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے، سو تو ان کو معاف کر، اور ان کے واسطے بخشش مانگ، اور ان سے مشورہ لے کام میں، پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر، اللہ کو محبت ہے توکل

(۱۷)

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِىَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ اِذۡ يَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَـتَهٗ عَلَيۡهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوۡدٍ لَّمۡ تَرَوۡهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا السُّفۡلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الۡعُلۡيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ○
(التوبۃ - ۴۰)

اگر تم نہ مدد کرو گے رسُول کی، تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے، جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے، کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا، جب وہ دونوں تھے غار میں، جب وہ کہہ رہا تھا اپنے رفیق سے، تو غم نہ کھا، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اتار دی اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

(۱۸)

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ تَرٰٮهُمۡ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا سِيۡمَاهُمۡ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمۡ فِى التَّوۡرٰٮةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمۡ فِى الۡاِنۡجِيۡلِ ۛۚ كَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطْئَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰى عَلٰى سُوۡقِهٖ يُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَـغِيۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا ○ ع
(الفتح - ۲۹)

محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم) رسُول اللہ کا، اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں، زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں، ڈھونڈھتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، نشانی ان کی ان کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے، یہ شان ہے ان کی تورات میں اور مثال ان کی انجیل میں۔ جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا، پھر اس کی کمر مضبوط کی، پھر موٹا ہوا، پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر، خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو، تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام، معافی کا اور بڑے ثواب کا۔

(۱۹)

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ١ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ١ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ ؑ

(الاعراف - ۱۵۷)

وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی اُمّی ہے، کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے بُرے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیئے سب پاک چیزیں، اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں، اور اتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ، اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے، اور اس کی رفاقت کی، اور اس کی مدد کی، اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اُترا ہے، وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا نبئ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُم اَجْمَعِیْن کے بارے میں فرمان

(۱)

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ١ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌۙ (۱۱۷) وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا١ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ١ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا١ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ

اللہ مہربان ہوا نبی پر، اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں بعضوں کے ان میں سے، پھر مہربان ہوا ان پر، بیشک وہ ان پر مہربان ہے رحم کرنے والا۔ اور ان تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا، یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادہ

الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾

(التوبۃ ۱۱۷-۱۱۸)

ہونے کے، اور تنگ ہو گئیں ان پر ان کی جانیں، اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے، مگر اسی کی طرف۔ پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں بے شک اللہ ہی ہے مہربان رحم والا۔

(۲)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

(الفتح ۱۸-۱۹)

تحقیق اللہ خوش ہوا، ایمان والوں سے، جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے، پھر معلوم کیا جو ان کے جی میں تھا، پھر اُتارا ان پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت غنیمتیں جن کو وہ لیں گے۔ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

(۳)

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾

(التوبۃ ۱۰۰)

اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے، اور وہ راضی ہوئے اس سے، اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ، کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں، رہا کریں انہی میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی۔

(۴)

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿٨﴾ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ

واسطے ان مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے، جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے، اور اپنے مالوں سے، ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل، اور اس کی رضا مندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ وہ لوگ وہی ہیں سچے اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں، ان سے پہلے سے

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٩﴾
(الحشر ٨-٩)

وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے، اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے، تو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے۔

⑤

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○
(الزمر ٢٣)

اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب آپس میں ملتی، دہرائی ہوئی، بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔ یہ ہے راہ دینا اللہ کا، اس طرح راہ دیتا ہے جس کو چاہے اور جس کو راہ بھلائے اللہ، اس کو کوئی نہیں سُجھانے والا۔

⑥

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (السجدۃ) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○
(السجدۃ ١٥تا١٧)

ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھائے ان سے، گر پڑیں سجدہ کر کر، اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی، خوبیوں کے ساتھ اور وہ بڑائی نہیں کرتے۔ جُدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے، پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے، اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چُھپا دھری ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک، بدلا اس کا جو کرتے تھے۔

(۷)

وما عند الله خير وابقى للذين امنوا وعلى ربهم يتوكلون ○ والذين يجتنبون كبٰئر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا هم يغفرون ○ والذين استجابوا لربهم واقاموا الصلوٰة وامرهم شورٰى بينهم ومما رزقنٰهم ينفقون ○ والذين اذا اصابهم البغي هم ينتصرون ○

(الشوریٰ ۳۶ تا ۳۹)

اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے، بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے واسطے ایمان والوں کے، جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، اور جو لوگ کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے، اور جب غصہ آوے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔ اور جنہوں نے کہ حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کیا نماز کو اور کام کرتے ہیں مشورہ سے آپس کے۔ اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ جب ان پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔

(۸)

من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا ﴿۲۳﴾ ليجزي الله الصٰدقين بصدقهم ويعذب المنٰفقين ان شاء او يتوب عليهم ان الله كان غفورا رحيما ﴿۲۴﴾

(الاحزاب ۲۳-۲۴)

ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے، پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ۔ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا اور بدلا نہیں ایک ذرہ۔ تاکہ بدلہ دے اللہ سچوں کو ان کے سچ کا، اور عذاب کرے منافقوں پر اگر چاہے۔ یا توبہ ڈالے ان کے دل پر، بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

(۹)

امن هو قانت اٰناء الليل ساجدا وقائما يحذر الاٰخرة ويرجوا رحمة ربه قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(الزمر-۹)

بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں، سجدے کرتا ہوا، اور کھڑا ہوا، خطرہ رکھتا ہے آخرت کا، اور اُمید رکھتا ہے اپنے رب کی مہربانی کی۔ تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ۔

قرآن مجید سے پہلی کتابوں میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم

اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنہُم کا تذکرہ

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات بتائیں جو تورات میں آئی ہیں. انہوں نے فرمایا بہت اچھا خدا کی قسم! تورات میں بھی آپ کی وہی صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن مجید میں ہیں (چنانچہ تورات میں ہے) اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اُمیوں کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے. آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں. میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، نہ آپ سخت گو ہیں نہ سخت دل. نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں، اور نہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ آپ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت دنیا سے اُٹھائیں گے جبکہ لوگ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہہ کر ٹیڑھے دین کو سیدھا کر لیں گے. ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے[1]

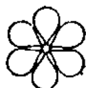
حضرت وَہب بن مُنَبِّہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی کہ اے داؤد! تمہارے بعد عنقریب ایک نبی آئے گا جس کا نام احمدؐ اور محمدؐ ہوگا وہ سچے اور سردار ہوں گے. میں ان سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ ہی وہ مجھے کبھی ناراض کریں گے، اور میں نے ان کی اگلی پچھلی تمام لغزشیں کرنے سے پہلے ہی معاف کر دی ہیں اور آپ کی اُمت میری رحمت سے نوازی ہوئی ہے. میں نے ان کو وہ نوافل عطا کیے جو انبیاء کو عطا کیے اور ان پر وہ چیزیں فرض کیں جو انبیاء اور رسولوں پر فرض کیں. حتّٰی کہ وہ قیامت کے دن میرے پاس اس حال میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء کے نور جیسا ہوگا. اللہ تعالیٰ

---

[1] اخرجہ احمد و اخرجہ البخاری نحوہ عن عبداللہ والبیہقی عن ابن سلام وفی روایۃ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء واخرجہ ابن اسحاق عن کعب الاحبار بمعناہ و اخرجہ البیہقی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مختصرا.

نے یہاں تک فرما دیا کہ اے داؤد! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو تمام اُمتوں پر فضیلت دی ہے[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کی صفات بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (تورات) میں ان کی یہ صفات پاتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت اللہ کی خوب تعریف کرنے والے ہیں۔ اچھے بُرے ہر حال میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہیں گے اور چڑھائی پر چڑھتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَر کہیں گے اور نیچائی پر اُترتے ہوئے سُبْحَانَ اللّٰہ کہیں گے۔ ان کی اذان آسمانی فضا میں گونجے گی۔ وہ نمازمیں ایسی دھیمی آواز سے اپنے رب سے ہمکلام ہوں گے جیسے چٹان پر شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے اور فرشتوں کی صفوں کی طرح ان کی نماز میں صفیں ہوں گی، اور نماز کی صفوں کی طرح ان کی میدانِ جنگ میں صفیں ہوں گی اور وہ جب اللہ کے راستے میں جہاد کے لیئے چلیں گے تو مضبوط نیزے لے کر فرشتے ان کے آگے اور پیچھے ہوں گے۔ اور جب وہ اللہ کے راستہ میں صف بنا کر کھڑے ہوں گے تو اللہ تعالےٰ ان پر ایسے سایہ کیئے ہوئے ہوں گے (حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتلایا) جیسے کہ گدھ اپنے گھونسلے پر سایہ کرتے ہیں اور میدانِ جنگ سے یہ لوگ کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ حضرت کعبؓ سے اسی جیسی ایک اور روایت بھی منقول ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ان کی اُمت اللہ کی خوب تعریف کرنے والی ہوگی۔ ہر حال میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہیں گے اور ہر چڑھائی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہیں گے۔ (اپنی نمازوں کے اوقات کے لیئے) سورج کا خیال رکھیں گے اور پانچوں نمازیں اپنے وقت پر پڑھیں گے اگرچہ کوڑے کرکٹ والی جگہ پر ہوں میانِ کمر پر لنگی باندھیں گے، اور وضو میں اپنے اعضاء کو دھوئیں گے[2]



---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۲ - ص ۳۲۶)

[2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۵ ص ۳۸۶) واخرج ایضاً باسناد آخر عن کعب مطولاً (ج ۵ ص ۳۸۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بارے میں احادیث

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے اور میرا دل چاہتا تھا کہ وہ ان اوصافِ جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان اوصافِ جمیلہ کو ذہن نشین کر کے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں (حضرت حسن رضی اللہ عنہ، کی عمر حضورؐ کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اس لئے کم سنی کی وجہ سے آپ کے اوصافِ جمیلہ کو غور سے دیکھنے اور محفوظ کرنے کا ان کو موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ خود اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبے والے تھے۔ آپ کا چہرۂ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا قدِ مبارک بالکل درمیانے قدوالے سے کسی قدر لمبا تھا لیکن زیادہ لمبے قدوالے سے چھوٹا تھا۔ سرِ مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔ (یعنی اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی تو نکال لیتے)، جس زمانہ میں آپ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے بڑھ جاتے تھے۔ آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا اور پیشانی کشادہ۔ آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ کی ناک بلندی مائل تھی۔ اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ ابتدائً دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند

نہیں ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان تھی۔ آپ کی پتلی نہایت سیاہ تھی۔ رُخسار مبارک ہموار اور ہلکے تھے۔ گوشت لٹکے ہوئے نہیں تھے۔ آپ کا دَہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ مُنہ نہ تھا) آپ کے دندان مبارک باریک اور آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسے کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔ آپ کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پُرگوشت تھے اور بدن گٹھا ہُوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا، لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور بڑی تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) آپ کے بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں ڈھکا رہتا ہو۔ سینہ اور ناف کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی۔ اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے۔ آپ کی کلائیاں لمبی تھیں، اور ہتھیلیاں فراخ۔ آپ کی ہڈیاں معتدل اور سیدھی تھیں۔ ہتھیلیاں اور دونوں قدم گُداز اور پُرگوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرے اور چکنے ہونے کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے اور آگے کو جُھک کر تشریف لے جاتے۔ قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا نیچان میں اُتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔ آپ کی نظر نیچی رہتی تھی۔ آپ کی نظر بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ آپ کی عادت شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی۔ زیادہ شرم و حیاء کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ چلنے میں صحابہؓ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور خود پیچھے رہ جاتے تھے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں جان سے کہا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی گفتگو کی کیفیت مجھے بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ؐ امت کے بارے میں مسلسل غمگین اور ہمیشہ فکر مند رہتے تھے کسی گھڑی آپ کو چین نہیں آتا تھا۔ اکثر اوقات خاموش رہتے۔ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپ کی تمام گفتگو شروع سے آخر تک منہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی بولنے والے کے ذہن میں رہی جیسے کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ کلام فرماتے، جن کے الفاظ کم اور معنی زیادہ ہوتے، آپ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا۔ نہ اس میں فضول باتیں ہوتیں اور نہ ضرورت سے اتنی کم ہوتیں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو۔ آپ نرم مزاج تھے۔ آپ نہ سخت مزاج تھے اور نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے۔ اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اُس کو بہت بڑا سمجھتے تھے۔ نہ اس کی کسی طرح مذمت فرماتے تھے اور نہ اس کی زیادہ تعریف فرماتے۔ مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ کی نعمت ہے۔ زیادہ تعریف نہ فرمانا اس لیئے تھا کہ اس سے حرص کا شُبہ ہوتا ہے۔ جب کوئی حق کے آڑے آجاتا تو پھر کوئی بھی آپ کے غصّہ کی تاب نہ لاسکتا تھا اور آپ کا غصّہ اس وقت ٹھنڈا ہوتا جب آپ اس کا بدلہ لے لیتے اور ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ دنیا اور دنیاوی اُمور کی وجہ سے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کبھی غصّہ نہ آتا تھا۔ (چونکہ آپ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اس لیئے کبھی دنیاوی نقصان پر آپ کو غصّہ نہ آتا تھا) البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات کے کوئی آڑے آتا تو اُس وقت آپ کے غصّہ کی کوئی شخص تاب نہ لاسکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا بدلہ لے لیں۔ اپنی ذات کے لیئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے، نہ اس کا انتقام لیتے تھے۔ جب کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے یا آپ نے اُنگلی سے اشارہ کو توحید کی طرف اشارہ کرنے کے ساتھ مخصوص فرما رکھا تھا) جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو (کبھی گفتگو کے ساتھ) ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصّہ پر مارتے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا درگزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ

سے آنکھیں جھکا لیتے. آپ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی. اس وقت آپؐ کے دندان مبارک اولے کی طرح چمکدار اور سفید ظاہر ہوتے تھے. حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسین بن علیؓ سے حضورؐ کی ان صفات کا ایک عرصہ تک تذکرہ نہیں کیا لیکن جب میں نے ان کے سامنے ان صفات کو بیان کیا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ تو ماموں جان سے یہ باتیں مجھ سے پہلے ہی پوچھ چکے ہیں اور یہ بھی مجھے پتہ چلا کہ وہ اپنے والد محترم سے رسُول پاک عَلَیہِ السّلام کے مکان تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور مجلس میں تشریف فرما ہونے اور حضورؐ کے طرز و طریقے کو بھی معلوم کر چکے تھے اور ان میں سے ایک بات بھی انہوں نے نہیں چھوڑی تھی۔

چنانچہ حضرت حُسَین رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنہُ سے حضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے مکان تشریف لے جانے کے حالات دریافت کیئے تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو مکان جانے کی (اللہ کی طرف سے) اجازت تھی اور آپ مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصّوں میں تقسیم فرماتے تھے. ایک حِصّہ اللہ کی عبادت میں خرچ فرماتے یعنی نماز وغیرہ پڑھتے تھے. دوسرا حِصّہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے (مثلاً ان سے ہنسنا، بولنا، بات کرنا، ان کے حالات معلوم کرنا) تیسرا حِصّہ خاص اپنی ضروریات راحت و آرام کے لیئے رکھتے تھے. پھر اس اپنے والے حِصّہ کو بھی دو حصّوں پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے. اس طرح پر کہ خصوصی حضرات صحابہ کرامؓ اس وقت میں حاضر ہوتے ان خواص کے ذریعہ سے آپ کی بات عوام تک پہنچتی. ان لوگوں سے کسی چیز کو اُٹھا کر نہ رکھتے تھے (یعنی نہ دین کے اُمور میں نہ دنیاوی منافع میں. غرض ہر قسم کا نفع بلا دریغ پہنچاتے تھے) اور اُمّت کے اس حِصّہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ ان آنے والوں میں اہل فضل یعنی علم و عمل والوں کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے. اس وقت کو ان کی دینی فضیلت کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے. کوئی ایک حاجت لے کر آتا اور کوئی دو اور کوئی بہت ساری حاجتیں لے کر حاضر ہوتا. آپ ان کی حاجتیں پوری کرنے میں لگ جاتے اور ان کو ایسے اُمور میں مشغول فرماتے جو خود ان کی اور تمام اُمّت کی اصلاح کے لیئے مفید اور کار آمد ہوں. آپ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ان آنے والوں سے عام مسلمانوں کے دینی حالات پوچھتے اور جو ان کے مناسب بات ہوتی وہ ان کو بتا دیتے اور ان کو یہ فرما دیتے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور

ضروری باتوں کو غائبین تک بھی پہنچا دیں اور یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ جو لوگ (کسی عذر، پردہ یا دوری یا شرم یا رُعب کی وجہ سے) مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کر سکتے تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچا دیا کرو۔ اس لیئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے حضورؐ کی مجلس میں ضروری اور مفید باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی اُمور کو حضورؐ خوشی سے سُنتے تھے۔ اس کے علاوہ (لایعنی اور فضول باتیں) سُننا گوارا نہیں کرتے تھے صحابہؓ حضورؐ کی خدمت میں دینی اُمور کے طالب بن کر حاضر ہوتے تھے اور کچھ نہ کچھ چکھ کر ہی واپس جاتے تھے۔ (چکھنے سے مراد اُمورِ دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہو سکتا ہے اور کسی چیز کا کھانا بھی مراد ہو سکتا ہے) صحابہؓ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے لیئے مشعل اور رہنما بن کر نکلتے تھے۔

حضرت حُسینؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حضورؐ کی باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا کہ آپ باہر تشریف لا کر کیا کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ ضروری اُمور کے علاوہ اپنی زبان کو استعمال نہیں فرماتے تھے۔ آنے والوں کی تالیفِ قلوب فرماتے، ان کو مانوس فرماتے، مُتوحش نہیں بناتے تھے۔ (یعنی تنبیہہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو حاضری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے اُمور ارشاد نہ فرماتے، جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) اور ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام فرماتے اور اس کو خود اپنی طرف سے بھی اسی قوم پر مُتولّی، سردار مقرّر فرما دیتے۔ لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے (یا مُضر اُمور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے سے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خُلقی نہیں ہٹاتے اور اپنے صحابہؓ کی خبر گیری فرماتے۔ لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے۔ اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے اور بُری بات کی بُرائی بتا کر اسے زائل فرماتے اور روک دیتے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر امر میں اعتدال اور میانہ رَوی اختیار فرماتے۔ بات پکّی اور صحیح فرماتے، نہ اس طرح کہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے کہ مبادا وہ دین سے غافل ہو جائیں یا حق سے

ہٹ جائیں۔ ہر کام کے لئے آپکے ہاں ایک خاص انتظام تھا۔ امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے خلقت کے بہترین افراد ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جو ہر ایک کا بھلا چاہنے والا ہو اور آپ کے نزدیک بڑے رتبہ والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے حضورؐ کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی اور آپ اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی جگہ مخصوص کرنے سے منع فرماتے تھے اور جب کسی جگہ آپ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں جگہ خالی مل جایا کرے بیٹھ جایا کرو۔ آپ حاضرینِ مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اس کا حق ہوتا اس کو پورا فرماتے۔ آپ کے پاس کا ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضورؐ میرا سب سے زیادہ اکرام فرما رہے ہیں۔ جو آپ کے پاس کسی کام سے بیٹھتا یا آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تو آپ اس کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ وہ خود ہی چلا جائے۔ جو آپ سے کوئی چیز مانگتا تو آپ اُس کو وہ چیز مرحمت فرما دیتے یا (اگر نہ ہوتی تو) نرمی سے جواب فرماتے۔ آپ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے شفقت میں والد جیسا معاملہ فرماتے۔ اور حق بات میں تمام لوگ آپ کے نزدیک برابر تھے آپ کی مجلس میں حلم وحیاء، صبر وامانت پائی جاتی تھیں اور یہی صفات اس مجلس سے سیکھی جاتی تھیں اور آپ کی مجلس میں نہ شور و شغب ہوتا تھا اور نہ کسی کی بے عزتی اور آبرو ریزی کی جاتی تھی۔ آپ کی مجلس میں اوّل تو کسی سے لغزش ہوتی نہیں تھی، سب محتاط ہو کر بیٹھتے تھے اور اگر کسی سے ہو جاتی تھی تو اس کا آگے تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔ آپس میں سب برابر شمار کئے جاتے تھے۔ (حسب ونسب کی بڑائی نہ سمجھتے تھے البتہ) ایک دوسرے پر فضیلت تقویٰ سے ہوتی تھی۔ ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آتا تھا۔ بڑوں کی تعظیم کرتے تھے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے۔ حاجت مند کو ترجیح دیتے تھے اور اجنبی مسافر آدمی کی خبرگیری کرتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا اپنے اہلِ مجلس کے ساتھ کا طرز پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے یعنی چہرۂ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا۔ آپ نرم مزاج تھے۔ یعنی کسی بات میں لوگوں کو آپ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تھی تو آپ سہولت سے مُوافق ہوجاتے تھے۔ آپ نہ سخت گو تھے نہ سخت دل اور نہ آپ چلّا کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے، نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیب پکڑیں، نہ زیادہ مذاق کرنے والے، آپ ناپسند بات سے تغافل برتتے تھے یعنی ادھر التفات نہ فرماتے گویا کہ سُنی ہی نہیں۔ دوسرے کی کوئی اُمید اگر آپ کو پسند نہ آتی تو اُس کو مایوس بھی نہ فرماتے اور اس کو محروم بھی نہ فرماتے (بلکہ کچھ نہ کچھ دے دیتے یا دلجوئی کی بات فرما دیتے)، آپ نے اپنے آپ کو تین باتوں سے بالکل علیحدہ فرما رکھا تھا۔ جھگڑے سے، زیادہ باتیں کرنے سے، اور لایعنی و بیکار باتوں سے اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے، نہ کسی کو عار دلاتے تھے اور نہ کسی کے عُیوب تلاش فرماتے تھے۔ آپ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو باعثِ اجر و ثواب ہو۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو حاضرینِ مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ ذرا بھی حرکت ان میں نہ ہوتی تھی کہ پرندہ ذرا سی حرکت سے اُڑ جاتا ہے) جب آپ چُپ ہوجاتے تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی حضورؐ کی گفتگو کے درمیان میں کوئی شخص نہ بولتا تھا۔ جو کچھ کہنا ہوتا حضورؐ کے چُپ ہونے کے بعد کہتا تھا) آپ کے سامنے کسی بات میں جھگڑتے نہیں تھے جس بات سے سب ہنستے آپ بھی اس بات سے تبسم فرماتے اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپ تعجب میں شریک رہتے۔ یہ نہیں کہ سب سے الگ چُپ چاپ بیٹھے رہیں بلکہ معاشرت اور طرزِ کلام میں حاضرینِ مجلس کے شریکِ حال رہتے۔ اجنبی مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بدتمیزی کے سوال پر صبر فرماتے (چونکہ اجنبی مسافر لوگ ہر قسم کے سوالات کر لیتے تھے، اس وجہ سے) بعض صحابہؓ ایسے اجنبی مسافروں کو آپ کی مجلس میں لے آتے تھے (تاکہ اُن کے ہر قسم کے سوالات سے خود بھی مُنتفع ہوں اور ایسی باتیں جن کو ادب کی وجہ سے یہ حضرات نہیں پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہوجائیں) آپ یہ بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو تو اُس کی امداد کیا کرو۔ اگر آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپ اس کو گوارہ نہ فرماتے۔ البتہ اگر آپ کے کسی احسان کے بدلہ میں بطورِ شکریہ کے کوئی آپ کی تعریف کرتا تو

آپ سکوت فرماتے کہ احسان کا شکر اس پر ضروری تھا۔ اس لئے گویا وہ اپنا فرضِ منصبی ادا کر رہا ہے کسی کی بات کاٹتے نہیں تھے۔ البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اُس کو روک دیتے تھے یا مجلس سے کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ وہ خود رُک جائے۔

حضرت حُسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ محترم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی کی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ چار موقعوں پر خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ برداشت[1] کرنا اور بیدار مغز ہونا اور اندازہ لگانا اور غور و فکر کرنا۔ آپ دو باتوں کا اندازہ لگایا کرتے تھے کہ کس طرح سے تمام لوگوں کے ساتھ دیکھنے میں اور بات سُننے میں برابری کا معاملہ ہو۔ آپ باقی رہنے والی آخرت اور فنا ہونے والی دُنیا کے بارے میں غور و فکر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حلم و صبر دونوں صفتوں سے نوازا تھا۔ چنانچہ آپ کو کسی چیز کی وجہ سے اتنا غصہ نہیں آتا تھا کہ آپے سے باہر ہو جائیں[1]۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار چیزوں کے بارے میں بیدار مغزی عطا فرمائی تھی۔ ایک بھلی بات کو اختیار کرنا دوسرے ان اُمور کا اہتمام کرنا جن سے اُمت کا دُنیا و آخرت میں فائدہ ہو (اس روایت میں چار چیزوں میں سے صرف دو کا ذکر ہے) اور کنزالعمال کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار چیزوں کے بارے میں بیدار مغزی عطا فرمائی تھی۔ ایک نیک بات کو اختیار کرنا تاکہ اس نیک بات میں لوگ آپ کی اقتداء کریں۔ دوسرے بُری بات کو چھوڑنا تاکہ لوگ بھی اس سے رُک جائیں۔ تیسرے اپنی اُمت کی بھلائی والے کاموں کے بارے میں خوب سوچ بچار کرنا۔ چوتھے اُمت کے لئے ان اُمور کا اہتمام کرنا جس سے ان کی دُنیا اور آخرت کا فائدہ ہو[2]۔

---

[1] وقد روی ہذا الحدیث بطولہ الترمذی فی الشمائل عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال سالت خالی۔ فذکرہ وفیہ حدیثہ عن اخیہ الحسین عن ابیہ علی بن ابی طالب وقد رواہ البیہقی فی الدلائل عن الحاکم باسنادہ عن الحسن قال: سالت خالی ہند بن ابی ہالۃ۔ فذکرہ کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۲)، قلت وساق اسناد ہذا الحدیث الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۶۴۰) ثم قال۔ فذکر الحدیث بطولہ واخرجہ ایضاً الرویانی والطبرانی وابن عساکر کما فی کنز العمال (ج ۴ ص ۳۲) والبغوی کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۶۱۱) [2] وہکذا ذکرہ فی المجمع (ج ۸ ص ۲۷۵) عن الطبرانی۔

صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنہُم کی صفات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال

اللہ تعالےٰ کے قول "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" تم ہو بہتر سب اُمّتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں" کی تفسیر کے بارے میں حضرت سُدّی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہتے تو "اَنْتُمْ" فرماتے (جس کا ترجمہ "تم" ہے) پھر تو ہم سب مراد ہوتے (چاہے ہم اَمر بالمعرُوف اور نہی عَن المنکر کریں یا نہ کریں) لیکن اللہ تعالےٰ نے "کُنْتُمْ" فرمایا جو محمد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں خاص ہے (اس کا ترجمہ "تھے تم" ہے) وہ "خیر اُمّت" ہیں اور جو اُن جیسے کام کرے گا وہ "خیر اُمّت" بنے گا۔[1]

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ جو شخص اس (خیر) اُمّت میں سے ہونا چاہتا ہے وہ اس شرط کو پورا کرے جو اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں (خیر اُمّت ہونے کے لیئے) ذکر فرمائی ہے[1] (اور وہ شرط امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے تمام بندوں کے دلوں پر پہلی دفعہ نگاہ ڈالی تو ان میں سے محمد صَلَّی اللہُ علیہ وسلم کو پسند فرمایا اور انہیں اپنا رسُولؐ بنا کر بھیجا اور ان کو اپنا علمِ خاص عطا فرمایا۔ پھر دوبارہ لوگوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی اور آپ کے لیئے صحابہؓ کو چُنا اور ان کو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی ذمہ داری کا اُٹھانے والا بنایا۔ لہٰذا جس چیز کو مومن (یعنی صحابہ کرامؓ) اچھا سمجھیں گے وہ چیز اللہ کے ہاں بھی اچھی ہوگی اور جس چیز کو بُرا سمجھیں گے وہ چیز اللہ کے ہاں بھی بُری ہوگی[2]

---

[1] کنز العمال (ج ۱ ص ۲۳۸)

[2] ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۷۵) واخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۶) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ بمعناہ ولم یذکر فمارآہ المؤمنون الی آخرہ واخرجہ الطیالسی (ص ۳۳) ایضا نحو حدیث ابی نعیم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو دنیا سے جا چکے ہیں اور یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جو کہ اس اُمت میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ نیک دل اور سب سے زیادہ گہرے علم والے اور سب سے کم تکلف برتنے والے تھے، یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کیلئے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے چُن لیا ہے۔ لہٰذا ان جیسے اخلاق اور ان جیسی زندگی گزارنے کے طریقے اپناؤ۔ ربِ کعبۃ اللہ کی قسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام صحابہ ہدایت مستقیم پر تھے[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ (اپنے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب ہوتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ روزے رکھتے ہو اور زیادہ نمازیں پڑھتے ہو اور زیادہ محنت کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے زیادہ بہتر تھے لوگوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن (یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) وہ ہم سے کیوں بہتر ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا اس لیئے کہ وہ تم سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کے تم سے زیادہ مشتاق تھے[2]

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ ایک آدمی یوں کہہ رہا تھا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور آخرت کے مشتاق ہیں تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ وہ تو جابیہ والے وہ لوگ ہیں (جابیہ مُلک شام کی ایک بستی کا نام ہے جو کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلامی لشکروں کا مرکز تھا جن کا قیصر روم سے مقابلہ ہوا تھا) جن میں سے پانچ سو مسلمانوں نے یہ عہد کیا تھا کہ قتل ہو جائیں گے مگر واپس نہیں جائیں گے لہٰذا ان لوگوں نے (اس زمانے کے رواج کے مطابق جان دینے کے لیئے) سر منڈوا دیئے۔ اور دشمن میں گھس گئے اور ایک کے علاوہ باقی سب شہید ہو گئے۔ اسی نے آکر اُن کے شہید ہونے کی خبر دی[3]

حضرت ابن عُمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی سے سُنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دُنیا سے بے رغبت ہیں اور آخرت کے مشتاق ہیں تو حضرت ابن عُمر نے اُسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں دکھا کر کہا کہ ان کے بارے میں

---

[1] ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۵) [2] ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۶) [3] ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۳۵)

تم پوچھ رہے ہو۔[1]

حضرت ابو اراکہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور داہنی طرف رُخ کر کے بیٹھ گئے تو ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ بے چین اور غمگین ہیں حتیٰ کہ جب سورج مسجد کی دیوار سے ایک نیزہ بلند ہوا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے ہاتھ کو پلٹ کر فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو دیکھا ہے آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا ہے۔ صبح کے وقت ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ رنگ زرد اور بال بکھرے ہوئے اور جسم غبار آلود ہوتا تھا۔ ان کی پیشانی پر (سجدہ کا) اتنا بڑا نشان نمایاں ہوتا تھا جتنا بڑا نشان بکری کے گھٹنے پر ہوتا ہے۔ ساری رات اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے گزار دیتے تھے اور سجدہ اور قیام ہی میں راحت حاصل کرتے تھے۔ جب صبح ہو جاتی اور وہ اللہ کا ذکر کرتے تو ایسے جھومتے جیسے کہ تیز ہوا کے دن (یا بادِ صبا کے وقت) درخت جھومتا ہے اور اس طرح روتے کہ کپڑے گیلے ہو جاتے۔ خدا کی قسم (ان کے رونے سے یوں نظر آتا تھا کہ) گویا انہوں نے رات غفلت میں گزار دی ہو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس کے بعد کبھی آہستہ ہنستے ہوئے بھی نظر نہ آئے یہاں تک کہ اللہ کے دشمن ابن مُلجم فاسق نے آپ کو شہید کر دیا۔[2]

حضرت ضرار بن ضمرہ کنانی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے تو حضرت معاویہ نے ان سے فرمایا کہ میرے سامنے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کیجئے تو حضرت ضرار نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے معاف رکھیں۔ اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں معافی نہیں دوں گا ضرور بیان کرنے ہوں گے تو حضرت ضرار نے کہا کہ اگر ان کے اوصاف کو بیان کرنا ضروری ہی ہے تو سنیئے کہ حضرت علی اُونچے مقصد والے (یا بڑی عزت والے)، اور بڑے طاقت ور تھے۔ فیصلہ کُن بات کہتے اور عدل و انصاف والا فیصلہ کرتے تھے۔ آپ کے ہر پہلو سے علم پھوٹتا تھا۔ (یعنی آپ کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات سے لوگوں کو علمی فائدہ ہوتا تھا) اور ہر طرف سے دانائی ظاہر ہوتی تھی۔ دنیا اور دنیا کی رونق سے ان

---

[1] ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۷) [2] البدایہ (ج ۸ ص ۶) و اخرجہ ایضا ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷۶) والدینوری والعسکری و ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۸ ص ۲۱۹)

کو وحشت تھی۔ رات اور رات کے اندھیرے سے ان کا دل بڑا مانوس تھا (یعنی رات کی عبادت میں ان کا دل بہت لگتا تھا) اللہ کی قسم! وہ بہت زیادہ رونے والے اور بہت زیادہ فکرمند رہنے والے تھے۔ اپنی ہتھیلیوں کو اُلٹتے پلٹتے اور اپنے نفس کو خطاب فرماتے (سادہ) اور مختصر لباس اور موٹا جھوٹا کھانا پسند تھا۔ اللہ کی قسم! وہ ہمارے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح رہتے۔ جب ہم ان کے پاس جاتے تو ہمیں اپنے قریب بٹھا لیتے۔ اور جب ہم اُن سے کچھ پوچھتے تو ضرور جواب دیتے۔ اگرچہ وہ ہم سے بہت گُھل مل کر رہتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دانت پروئے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آتے۔ دینداروں کی قدر کرتے مسکینوں سے محبت رکھتے۔ کوئی طاقتور اپنے غلط دعوے میں کامیابی کی آپ سے توقع نہ رکھ سکتا اور کوئی کمزور آپ کے انصاف سے ناامید نہ ہوتا۔ اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان کو ایک دفعہ ایسے وقت میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور ستارے ڈوب چکے تھے اور آپ اپنی محراب میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے جُھکے ہوئے تھے اور اس آدمی کی طرح تلملا رہے تھے جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو اور غمگین آدمی کی طرح رو رہے تھے اور ان کی صدا گویا اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے کہ بار بار "یَا رَبَّنَا یَا رَبَّنَا" فرماتے اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے۔ پھر دُنیا کو مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے دُنیا! تو مجھے دھوکہ دینا چاہتی ہو۔ میری طرف جھانک رہی ہو۔ مجھ سے دُور رہو جاؤ، مجھ سے دُور ہو جاؤ کسی اور کو جا کر دھوکہ دو۔ مَیں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ کیونکہ تیری عمر بہت تھوڑی ہے اور تیری مجلس بہت گھٹیا ہے تیری وجہ سے آدمی آسانی سے خطرہ میں مُبتلا ہو جاتا ہے (یا تیرا درجہ بہت معمولی ہے) ہائے ہائے (کیا کروں) زادِ سفر تھوڑا ہے اور سفر لمبا ہے اور راستہ وحشت ناک ہے۔ یہ سُن کر حضرت مُعاویہ کے آنسو آنکھوں سے بہنے لگے۔ ان کو روک نہ سکے اور اپنی آستین سے ان کو پونچھنے لگے۔ اور لوگ ہچکیاں لے کر اتنے رونے لگے کہ گلے رُندھ گئے۔ اس پر حضرت مُعاویہ نے فرمایا بیشک ابو الحسن (یعنی حضرت علیؓ) ایسے ہی تھے۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ اے ضرار! تمہیں ان کی وفات کا کیسا رنج ہے؟ حضرت ضرار نے کہا اس عورت جیسا غم ہے جس کا اکلوتا بیٹا اُس کی گود میں ذبح کر دیا گیا ہو کہ نہ اُس کے

آنسو تھمتے ہیں اور نہ اس کا غم کم ہوتا ہے پھر حضرت ضرار اُٹھے اور چلے گئے۔[1]

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہنسا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں مگر اس حال میں کہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یمن کے چند رفقاءِ سفر کو دیکھا جن کے کجاوے چمڑے کے تھے۔ تو ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جو آدمی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جیسے لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ان کو دیکھ لے۔[3]

حضرت ابو سعید مقبری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے فرمایا اے معاذ! تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ چنانچہ حضرت معاذ نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں یہ بیان فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گناہوں سے پکی سچی توبہ کرو۔ کیونکہ اللہ کا جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اللہ اس کی ضرور مغفرت فرما دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں ایسے آدمی کے جانے کا رنج وصدمہ ہوا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ کینے سے پاک ہو اور ان سے زیادہ نیک دل اور ان سے زیادہ شر و فساد سے دُور رہنے والا اور ان سے زیادہ آخرت سے محبت کرنے والا اور ان سے زیادہ تمام لوگوں کی بھلائی چاہنے والا ہو۔ لہٰذا ان کے لئے دعائے رحمت کرو اور ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے باہر میدان میں چلو۔ خدا کی قسم آئندہ ان جیسا تمہارا کوئی امیر نہیں ہوگا۔ پھر لوگ میدان میں جمع ہوگئے اور حضرت ابو عبیدہ کا جنازہ لایا گیا اور حضرت معاذ نے آگے بڑھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر جب جنازہ قبر تک پہنچا تو ان کی قبر میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ضحاک بن قیس اُترے اور ان کی نعش کو بغلی قبر میں اُتارا۔ اور باہر آ کر ان کی قبر پر مٹی ڈالی۔ پھر حضرت معاذ بن جبل نے (قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر حضرت ابو عبیدہ کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا اے ابو عبیدہ! میں تمہاری ضرور تعریف کروں گا اور (اس

---

[1] ابونعیم (ج ۱ ص ۸۴) واخرجہ ایضا ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۲۰۴) عن الحرمازی رجل من ہمدان عن ضرار الصدائی بمعناہ [2] ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱۱) [3] کنزالعمال (ج ۷ ص ۱۶۳)

تعریف کرنے میں، کوئی غلط بات نہیں کہوں گا، کیونکہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے اللہ کی قسم جہاں تک میں جانتا ہوں آپ ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں اور جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جو جہالت کی بات کا ایسا جواب دیتے ہیں جس سے شر ختم ہو جائے اور جو مال خرچ کرنے کے موقع پر خرچ کرنے میں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ضرورت سے کم خرچ کرتے ہیں بلکہ ان کا خرچ اعتدال پر ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو دل سے اللہ کی طرف جھکنے والے اور تواضع کرنے والے ہیں جو یتیم اور مسکین پر رحم کرتے ہیں اور خائن اور متکبر قسم کے لوگوں سے بغض رکھتے ہیں۔[1]

حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آنے کی اجازت چاہی اور حضرت معاویہ کے پاس قریش کے مختلف خاندان بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت معاویہ نے حضرت ابن عباس کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے سعید! میں ابن عباس سے ایسے سوالات کروں گا جن کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ حضرت سعید نے ان سے فرمایا کہ ابن عباس جیسے آدمی کے لئے تمہارے سوالات کے جوابات دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ جب حضرت ابن عباس آکر بیٹھ گئے تو ان سے حضرت معاویہ نے فرمایا کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے۔ وہ اللہ کی قسم قرآن کی تلاوت فرمانے والے اور کجی سے دُور اور بے حیائی سے غفلت برتنے والے اور بُرائی سے روکنے والے اور اپنے دین کو خوب اچھی طرح جاننے والے اور اللہ سے ڈرنے والے اور رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے اور دُنیا سے محفوظ اور مخلوق کے ساتھ عدل و انصاف کا عزم رکھنے والے اور نیکی کا حکم کرنے اور خود نیکی پر چلنے والے اور تمام حالات میں اللہ کا شکر کرنے والے اور صبح و شام اللہ کا ذکر کرنے والے اور دینی ضرورتوں کے لیئے اپنے نفس کو دبا لینے والے تھے اور وہ پرہیزگاری اور قناعت میں اور زہد اور پاکدامنی میں اور نیکی اور احتیاط میں اور دُنیا کی بے رغبتی اور حُسنِ سلوک کا اچھا بدلہ دینے میں، اپنے تمام ساتھیوں سے آگے تھے جو ان پر عیب لگائے اس پر قیامت

[1] حاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۲۶۴)

تک اللہ کی لعنت ہو۔ حضرت مُعاویہ نے فرمایا کہ آپ حضرت عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ ابو حفص (یہ حضرت عُمر کی کنیت ہے) پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم وہ اسلام کے مددگار ساتھی اور یتیموں کا ٹھکانہ، ایمان کا خزانہ اور کمزوروں کی جائے پناہ اور پکّے مسلمانوں کی جائے قرار اور اللہ کی مخلوق کے لیئے قلعہ اور تمام لوگوں کے لیئے مددگار تھے۔ وہ صبر واحتساب کے ساتھ اللہ کے دین حق کو لے کر کھڑے ہوئے (آخرت کے ثواب اور اللہ کی رضامندی کی اُمید میں ہر تکلیف پر صبر کیا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو غالب فرما دیا اور کئی مُلکوں پر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی، اور تمام علاقوں میں چشموں اور ٹیلوں پر تمام اطراف واکناف عالم میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونے لگا۔ وہ بدگوئی کے وقت بڑے وقار والے اور فراخی وتنگی ہر حال میں اللہ کا شکر کرنے والے، ہر گھڑی اللہ کا ذکر کرنے والے تھے۔ جو ان سے بُغض رکھے یوم حسرت تک (یعنی قیامت تک) اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ حضرت مُعاویہ نے فرمایا کہ آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عَمرو (یہ حضرت عثمان کی کُنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے۔ وہ بڑے شریف سسرال والے اور نیک لوگوں سے بہت جوڑ رکھنے والے اور مجاہدین میں سب سے زیادہ جم کر مقابلہ کرنے والے اور بڑے شب بیدار اور اللہ کے ذکر کے وقت بہت زیادہ رونے والے، دن رات اپنے مقصد کے لیئے فکر مند رہنے والے، ہر بھلے کام کے لیئے تیار اور ہر نجات دینے والی نیکی کے لیئے بھاگ دوڑ کرنے والے اور ہر ہلاک کرنے والی بُرائی سے دُور بھاگنے والے تھے۔ انہوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کو بہت سارا سامان دیا تھا۔ اور یہودی سے خرید کر بیر رُومہ (کنواں) مسلمانوں کے لیئے وقف کر دیا تھا۔ آپ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ان کی دو صاحبزادیوں سے شادی کی تھی۔ جو اُن کو بُرا بھلا کہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے تاقیامت پشیمانی میں مُبتلا رکھے۔ پھر حضرت مُعاویہ نے فرمایا آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوالحسن (یہ حضرت علی کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے اللہ کی قسم وہ ہدایت کا جھنڈا اور تقویٰ کا غار اور عقل کا گھر اور رونق کا ٹیلہ تھے۔ رات کی اندھیریوں میں چلنے والوں کے لیئے روشنی تھے اور عظیم سیدھے راستے کی دعوت دینے والے اور پہلے آسمانی صحیفوں اور کتابوں کو جاننے والے،

قرآن کی تفسیر بیان کرنے والے اور وعظ ونصیحت کرنے والے اور ہدایت کے اسباب میں ہمیشہ لگے رہنے والے اور ظلم واذیت رسانی کے چھوڑنے والے اور ہلاکت کے راستوں سے ہٹ کر چلنے والے تھے۔ تمام مومنوں اور متقیوں میں سے بہترین اور تمام کرتہ اور چادر پہننے والے انسانوں کے سردار اور حج وسعی کرنے والوں میں سے افضل اور عدل ومساوات کرنے والوں میں سب سے بڑے جوانمرد تھے اور انبیاء اور نبی مصطفیٰ علیہم السلام کے علاوہ تمام دنیا کے انسانوں سے زیادہ اچھے خطیب تھے۔ جنہوں نے دونوں قبلوں بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی۔ کیا کوئی مسلمان ان کی برابری کر سکتا ہے؟ جبکہ وہ تمام عورتوں میں سے بہترین عورت (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے خاوند تھے اور حضورؐ کے دو نواسوں کے والد تھے۔ میری آنکھوں نے نہ ان جیسا کبھی دیکھا اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی دیکھ سکیں گی۔ جو ان پر لعنت کرے اس پر اللہ اور اس کے بندوں کی قیامت تک لعنت ہو۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اللہ کی قسم وہ دونوں پاکباز، نیک، صاف ستھرے مسلمان شہید اور عالم تھے۔ ان دونوں سے ایک لغزش ہوئی جسے اللہ تعالیٰ انشاء اللہ اس وجہ سے ضرور معاف فرما دیں گے کہ ان دونوں حضرات نے شروع سے دین کی مدد کی اور ابتداء سے حضورؐ کی صحبت میں رہے اور بہت نیک اور عمدہ کام کیے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ حضرت ابو الفضل (یہ حضرت عباس کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے وہ اللہ کی قسم! حضورؐ کے والد ماجد کے سگے بھائی اور اللہ کے برگزیدہ انسان یعنی حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک اور تمام لوگوں کے لیے جائے پناہ اور حضورؐ کے تمام چچوں کے سردار تھے۔ تمام امور میں بڑی بصیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ انجام پر نظر رہتی تھی۔ علم سے آراستہ تھے۔ ان کی فضیلت کے تذکرہ کے وقت دوسروں کی فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتیں۔ ان کے خاندان کے قابل فخر کارناموں کے سامنے دوسرے خاندانوں کے کارنامے پیچھے رہ گئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ جب کہ ان کی تربیت اُس عبد المطلب نے کی جو ہر نقل وحرکت والے انسانوں میں سے سب سے زیادہ بزرگ اور قریش کے تمام پیادہ اور سواروں سے زیادہ قابل فخر تھے۔ یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے[1]

[1] قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۶۰) رواہ الطبرانی وفیہ من لم اعرفہم۔

دعوت کا باب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اللہ اور رسول کی طرف دعوت دینا، کس طرح ہر چیز سے بہت زیادہ محبوب تھا اور ان کے دل میں اس بات کی کتنی زیادہ تڑپ تھی کہ تمام لوگ ہدایت پا جائیں اور اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں اور اللہ کی رحمت میں غوطے کھانے لگیں اور دعوت کے ذریعہ مخلوق کو خالق کے ساتھ جوڑنے کے لئے کیسی زبردست کوشش کرتے تھے۔

دعوت سے محبّت اور شغف

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ (سو ان میں بعضے بدبخت ہیں اور بعضے نیک بخت) اور اس جیسی قرآنی آیات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی بہت زیادہ تڑپ تھی کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور آپ سے ہدایت پر بیعت ہو جائیں۔ آپ کی یہ بے قراری دیکھ کر اللہ عزّ وجل نے آپ کو یہ بتایا کہ صرف وہی انسان ایمان لائیں گے جن کے لئے لوح محفوظ میں پہلے سے ہی (ایمان لانے کی) سعادت لکھی جا چکی ہے اور صرف وہی انسان گمراہ ہوں گے جن کے لئے لوح محفوظ میں پہلے سے ہی بدبختی لکھی جا چکی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ (الشعرآء-۳-۴)

جس کا ترجمہ یہ ہے:

"شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان، اس بات پر کہ وہ یقین نہیں کرتے۔ اگر ہم چاہیں تو اتاریں ان پر آسمان سے ایک نشانی۔ پھر رہ جائیں ان کی گردنیں اس کے آگے نیچی۔"[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش کی

[1] طبرانی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۸۵) رجالہ وثقوا الا ان علی بن ابی طلحۃ لم یسمع من ابن عباس۔ انتہیٰ

ایک جماعت ان کے پاس آئی جس میں ابوجہل بھی تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے اور یوں یوں کرتا ہے اور یوں یوں کہتا ہے۔ لہٰذا آپ ان کے پاس کسی آدمی کو بھیج کر ان کو بلالیں اور ایسا کرنے سے ان کو روک دیں۔ چنانچہ انہوں نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ آپ تشریف لے آئے اور گھر میں داخل ہوئے تو اس وقت ابوطالب کے قریب ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ابوجہل لعنۃ اللہ کو اس بات کا خطرہ ہُوا کہ اگر حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم ابوطالب کے پہلو میں بیٹھ گئے تو (اتنے قریب بیٹھنے کی وجہ سے) ابوطالب کے دل میں حضورؐ کے لیئے زیادہ نرمی پیدا ہوجائے گی چنانچہ وہ چھلانگ لگاکر خود اُس جگہ جا بیٹھا اور حضورؐ کو اپنے چچا کے قریب بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی تو چنانچہ آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابوطالب نے آپ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے۔ کیا بات ہے؟ کہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری شکایت کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور یُوں یُوں کہتے ہیں۔ حضرت ابن عبّاس فرماتے ہیں کہ اس پر سب لوگوں نے بولنا شروع کر دیا۔ آپ نے گفتگو شروع فرمائی اور فرمایا کہ اے میرے چچا! میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ صرف ایک کلمہ کا اقرار کرلیں تو تمام اہلِ عرب ان کے ماتحت اور فرمانبردار بن جائیں گے اور تمام اہلِ عجم ان کو جزیہ دینے لگ جائیں گے۔ آپ کی یہ بات سُن کر وہ لوگ چوکنے ہوگئے اور (بیتاب ہوکر) کہا آپ کے والد کی قسم (اتنی بڑی بات کے لیئے) ایک کلمہ تو کیا ہم دس کلموں کو ماننے کے لیئے تیار ہیں۔ آپ بتائیں وہ کلمہ کیا ہے؟ ابوطالب بھی کہنے لگے کہ اے میرے بھتیجے وہ ایک کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ سن کر وہ لوگ پریشان ہوکر اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بہت عجیب اور انوکھی بات ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس موقعہ پر اَجَعَلَ الْاٰلِہَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ○ سے لے کر بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ○ تک آیات نازل ہوئیں[1]

[1] رواہ الامام احمد والنسائی وابن ابی حاتم وابن جریر کلھم فی تفاسیرہم ورواہ الترمذی وقال حسن کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۲۸) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۸۸) ایضاً والحاکم (ج ۲ ص ۴۳۲) بمعناہ وقال حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔ اھ

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عُتبہ بن رَبیعہ اور شَیبہ بن رَبیعہ اور ابوجہل بن ہِشام اور اُمیّہ بن خَلَف اور ابُوسفیان بن حرب اور دیگر سرداران قریش ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے (حُضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں) بات کرنی چاہی تو انہوں نے کہا اے ابوطالب! آپ کو ہم میں جتنا بڑا مقام حاصل ہے وہ آپ جانتے ہیں اور آپ کی بیماری کی حالت آپ کے سامنے ہے اور ہمیں آپ کی زندگی کا خطرہ ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے اسے بھی آپ خوب جانتے ہیں۔ آپ ان کو بلائیں کچھ ہمارے مطالبے مان کر اور کچھ اُن کے مطالبے مان کر ہماری اور اُن کی صُلح کرا دیں تاکہ ہم ایک دوسرے کو کچھ کہنے سے رُک جائیں اور وہ ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیں اور ہم اُن کو ان کے دین پر چھوڑ دیں۔ ابوطالب نے آپ کے پاس آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا۔ آپ ابوطالب کے پاس تشریف لے آئے تو ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے سردار اور بڑے لوگ ہیں اور تمہاری وجہ سے یہ اکٹھے ہو کر آئے ہیں تاکہ وہ آپ کے کچھ مطالبے پورے کر دیں اور آپ اُن کے کچھ مطالبے پورے کر دیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حُضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا۔ تمُ ایک کلمہ مان جاؤ جس سے تم پورے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور سارا عجم تمہارا ماتحت و فرمانبردار ہو جائے گا۔ ابوجہل نے کہا (اس بات کے لئے) ایک کلمہ نہیں، تمہارے والد کی قسم! دس کلمے ماننے کو تیار ہیں تو آپ نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہو۔ اور اللہ کے علاوہ جن خداؤں کی عبادت کرتے ہو ان کو نکال پھینکو۔ یہ سُن کر ان سب نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا اے محمد! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ تمام خُداؤں کا ایک خُدا بنا دیں؟ آپ کی یہ بات بہت عجیب ہے۔ حضرت ابن عبّاس فرماتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یہ آدمی تمہارا کوئی بھی مطالبہ ماننے والا نہیں ہے چلے جاؤ اور اپنے آباؤ اجداد کے دین پر چلتے رہو حتّٰی کہ اللہ ہی ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کرے۔ پھر وہ بکھر گئے حضرت ابن عبّاس فرماتے ہیں کہ پھر ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! میرا خیال یہ ہے کہ تم نے ان سے حد سے زیادہ کسی بات کا مطالبہ نہیں کیا (تمہارا مطالبہ صحیح ہے) یہ سُن کر حُضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو ابوطالب کے ایمان لانے کی کچھ اُمید بندھی تو آپ ان سے فرمانے لگے، اے میرے چچا! آپ تو یہ کلمہ ضرور پڑھ لیں تاکہ اس کی وجہ سے میں آپ کے لئے قیامت کے دن شفاعت کی اجازت لے سکوں۔ ابوطالب نے آپ

کی یہ تڑپ دیکھ کر جواب دیا کہ اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! اگر مجھے دو باتوں کا ڈر نہ ہوتا تو میں یہ کلمہ ضرور پڑھ لیتا۔ ایک تو یہ کہ میرے بعد تمہیں اور تمہارے خاندان کو گالیاں پڑیں گی اور دوسرے یہ کہ قریش یہ طعنہ دیں گے کہ میں نے موت سے ڈر کر یہ کلمہ پڑھا ہے اور یہ کلمہ پڑھتا بھی تو صرف آپ کو خوش کرنے کے لیئے۔[۱]

حضرت مُسَیَّب سے روایت ہے کہ جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لے گئے تو ابوجہل وہاں پہلے سے موجود تھا۔ آپ نے فرمایا اے میرے چچا لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ پڑھ لو۔ تاکہ اس کلمہ کی وجہ سے میں اللہ کے سامنے آپ کی حمایت کر سکوں۔ اس پر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیّہ نے کہا اے ابوطالب کیا عبدالمُطَّلب کا دین چھوڑنے لگے ہو؟ اور دونوں بار بار اسی بات کو دُہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوطالب کے منہ سے آخری بول یہی نکلا کہ میں عبدالمُطَّلب ہی کے دین پر ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تک مجھ کو منع نہ کیا جائے گا میں آپ کے لیئے ضرور استغفار کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ (التوبۃ ۱۱۳)

جس کا ترجمہ یہ ہے "لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے، جبکہ کھُل چکا ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے" اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ (قصص ۵۶)

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے[۲] اسی جیسی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حُضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ابوطالب پر کلمہ کو پیش فرماتے رہے اور وہ دونوں بھی اپنی بات دُہراتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب کا آخری بول عَلٰی مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تھا کہ میں عبدالمُطَّلب ہی کے دین پر ہوں اور لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ غور سے سُنو کہ جب تک مجھے منع نہ کیا جائے گا اس وقت

---

[۱] عند ابن اسحاق کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۲۳) وفیہ راو مبہم لایعرف حالہ۔ [۲] بخاری وَمُسلم۔

تک میں آپ کے لئے ضرور استغفار کرتا رہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں پچھلی آیتیں نازل فرمائیں۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کا آخری وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا، اے چچا جان! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیجئے تاکہ میں قیامت کے دن آپ کا گواہ بن جاؤں تو ابوطالب نے جواب دیا کہ اگر قریش کے اس کہنے کی عار نہ ہوتی کہ ابوطالب نے صرف موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھوں کو ضرور ٹھنڈا کر دیتا۔ اور میں یہ کلمہ صرف اس لئے پڑھتا تاکہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

(قصص ۵۶)

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے"۔[2]

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش ابوطالب کے پاس آئے (پوری حدیث آگے سختیاں برداشت کرنے کے باب میں انشاء اللہ آئے گی لیکن اس کا کچھ حصہ یہ ہے) ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! جیسے کہ تمہیں خود بھی معلوم ہے میں ہمیشہ تمہاری بات مانتا رہا ہوں (لہٰذا اب تم بھی میری تھوڑی سی بات مان لو اور وہ یہ ہے کہ) تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آکر یہ کہہ رہے ہیں کہ تم کعبہ میں اور ان کی مجلسوں میں جا کر ان کو وہ باتیں سناتے ہو جن سے ان کو تکلیف ہوتی ہے لہٰذا اگر تم مناسب سمجھو تو ایسا کرنا چھوڑ دو۔ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا جس کام کو دے کر مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس کو چھوڑنے کی میں بالکل قدرت نہیں رکھتا ہوں جیسے کہ تم میں سے کوئی سورج میں سے آگ کا شعلہ لانے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔[3]

---

[1] اخرجہ البخاری ومسلم من طریق آخر عنہ بنحوہ۔ [2] ھکذا رواہ الامام احمد ومسلم والنسائی والترمذی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۲۴) [3] اخرجہ الطبرانی والبخاری فی التاریخ۔

بیہقی میں یہ روایت اس طرح سے ہے کہ ابوطالب نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا کہ اے میرے بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگوں نے میرے پاس آکر یوں یوں کہا۔ اب تم میری جان پر اور اپنی جان پر ترس کھاؤ اور مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالو کہ جس کو نہ میں اُٹھا سکوں اور نہ تم۔ لہٰذا تم ان لوگوں کو وہ باتیں کہنی چھوڑ دو جو ان کو پسند نہیں ہیں۔ یہ سن کر آپ کو یہ گمان ہُوا کہ آپ کے بارے میں چچا کے خیالات میں تبدیلی آچکی ہے اور وہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر آپ کو قوم کے حوالے کر دیں گے اور اب ان میں آپ کا ساتھ دینے کی ہمت نہیں رہی۔ اس پر آپ نے فرمایا اے میرے چچا! اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیا جائے تو بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا (اور میں اس کام میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو غالب کر دیں یا اس کام کی کوشش میں میری جان چلی جائے۔ اتنا کہہ کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ رو دیئے (پوری حدیث آئندہ آئے گی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللّٰہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن قریش نے جمع ہو کر یہ کہا کہ تم ایسے آدمی کو تلاش کرو جو تم میں سب سے بڑا جادوگر اور سب سے بڑا کاہن (نجومی) اور سب سے بڑا شاعر ہو تاکہ وہ اس آدمی (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے پاس جائے جس نے ہم میں پھوٹ ڈال دی اور ہمارے جوڑ کو پارہ پارہ کر دیا اور ہمارے دین میں بہت سے عیب نکال دیئے اور جا کر اس سے (کھُل کر) بات کرے اور دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے علم میں اس کام کے لئے عُتبہ بن رَبیعہ سے بہتر کوئی آدمی نہیں چنانچہ انہوں نے عُتبہ سے کہا اے ابوالولید (یہ عُتبہ کی کُنیت ہے) تم ان کے پاس جاؤ چنانچہ عتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا اور یہ کہا کہ اے مُحمَّد! آپ بہتر ہیں یا (آپ کے والد) عبداللہ؟ آپ خاموش رہے۔ پھر اس نے کہا آپ بہتر ہیں یا آپ کے دادا) عبدالمطّلب؟ آپ پھر خاموش رہے۔ پھر اس نے کہا کہ اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ آپ سے بہتر تھے تو یہ ان خداؤں کی عبادت کرتے تھے جن میں آپ عیب نکالتے ہیں اور اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ ان سے بہتر ہیں تو آپ یہ بات ہمیں سمجھائیں۔ ہم آپ کی بات سُنتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نے ایسا کوئی نوجوان نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لئے (نعُوذُ باللّٰہ) آپ سے زیادہ منحوس ثابت ہُوا ہو۔ آپ نے ہم میں پھُوٹ ڈال دی اور ہمارے جوڑ کو بالکل ختم کر دیا اور ہمارے

دین میں بہت سے عیب نکال دیئے اور سارے عرب میں ہمیں رسوا کر دیا یہاں تک کہ سارے عرب میں یہ مشہور ہو گیا کہ قریش میں ایک جادوگر ہے اور قریش میں ایک نجومی ہے۔ اللہ کی قسم! (ہمارے آپس کے تعلقات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ) ہم بس اس انتظار میں ہیں کہ حاملہ عورت کی طرح ایک چیخ سنائی دے اور ہم سب ایک دوسرے پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں یہاں تک کہ ہم سب ایک دوسرے کو ختم کر دیں۔ اے آدمی! اگر آپ کو (مال کی) ضرورت ہے تو ہم آپ کے لئے اتنا مال اکٹھا کر دیں گے کہ آپ قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے اور اگر آپ کو عورتوں کی خواہش ہے آپ اپنے لئے قریش کی عورتیں پسند کر لیں ایک کیا دس سے شادی کرا دیں گے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی بات کہہ چکے؟ تو عتبہ نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ○ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ سے لے کر فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ○ (حٰمٓ السجدة ۱-۱۳) تک آخری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ "پھر اگر وہ ٹلائیں تو تو کہہ میں نے خبر سنا دی تم کو ایک سخت عذاب کی، جیسے عذاب آیا عاد اور ثمود پر" یہ سن کر عتبہ نے کہا بس بس آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر عتبہ قریش کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پوچھا وہاں کیا بات چیت ہوئی؟ تو اس نے کہا میرے خیال میں آپ لوگ ان سے جتنی باتیں کہنا چاہتے تھے وہ سب باتیں میں نے اُن کو کہہ دیں۔ تو انہوں نے پوچھا کہ انہوں نے تمہیں کچھ جواب دیا؟ تو عتبہ نے کہا ہاں لیکن پھر کہنے لگا نہیں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے کعبہ کو عبادت کا گھر بنایا اس نے جتنی باتیں کیں ان میں سے مجھے صرف یہی ایک بات سمجھ میں آئی کہ وہ تم کو عاد و ثمود جیسے عذاب سے ڈرا رہا ہے تو لوگوں نے کہا تیرا ناس ہو (عجیب بات ہے کہ) وہ آدمی تم سے عربی زبان میں بات کرتا ہے اور تمہیں سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو عتبہ نے کہا (میں کیا کروں) اس نے جتنی باتیں کہیں ان میں سے عذاب والی بات کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی [1] بیہقی وغیرہ نے حاکم سے اس روایت کو نقل کیا ہے

---

[1] واخرج عبد بن حمید فی مسندہ عن ابن ابی شیبۃ باسنادہ عن جابر۔

جس میں یہ مضمون مزید ہے کہ عتبہ نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم اپنے سارے جھنڈے آپ کے سامنے گاڑ دیں گے (اس زمانے کا دستور تھا کہ جھنڈا سردار کے گھر گاڑا جاتا تھا) اور پوری زندگی آپ ہمارے سردار رہیں گے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ الآیۃ تو عتبہ نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ آپ (مزید قرآن پڑھنا) بس کر دیں۔ اس کے بعد عتبہ گھر جا کر بیٹھ رہا اور قریش کے پاس نہ گیا۔ تو ابو جہل نے کہا اللہ کی قسم! اے قریش ہمیں تو یہی نظر آ رہا ہے کہ عتبہ محمدؐ کی طرف مائل ہو گیا ہے اور اُسے محمدؐ کا کھانا پسند آ گیا اور یہ اس نے اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ غریب ہو گیا ہے۔ چلو ہم اس کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ سب عتبہ کے پاس پہنچے تو ابو جہل نے کہا او عتبہ اللہ کی قسم ہم تمہارے پاس اس وجہ سے آئے ہیں کہ تم محمدؐ کی طرف مائل ہو گئے ہو اور تمہیں ان کی بات پسند آ گئی ہے اگر تمہیں مال کی ضرورت ہے تو ہم تمہیں اتنا مال جمع کر کے دے دیں گے کہ تمہیں محمدؐ کے کھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس پر عتبہ بگڑ گیا اور اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ وہ کبھی محمدؐ سے بات نہیں کرے گا اور کہا کہ تم لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں قریش کے سب سے زیادہ مالدار لوگوں میں سے ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں محمدؐ کے پاس گیا تھا پھر عتبہ نے سارا واقعہ تفصیل سے بیان کیا اور کہا اللہ کی قسم! محمدؐ نے میری بات کا ایسا جواب دیا جو نہ جادو ہے نہ شعر ہے اور نہ کہانت ہے اور محمدؐ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سے لے کر فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝۱۳ تک تو میں نے اُن کے مُنہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ان کو رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ بس کر دیں اور تم جانتے ہو کہ محمدؐ جب کوئی بات کہتے ہیں وہ غلط نہیں ہوتی تو مجھے ڈر ہُوا کہ تم پر کہیں عذاب نہ اُتر آئے[1]

---

[1] کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۶۲) واخرجہ ابو یعلی عن جابر رضی اللہ عنہ مثل حدیث عبد بن حمید واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۷۵)، بنحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۰)، وفیہ الاجلح الکندی وثقہ ابن معین وغیرہ وضعفہ النسائی وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے اور آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو عتبہ بن ربیعہ نے قریش سے کہا مجھے اجازت دو، میں محمدؐ کے پاس جاکر ان سے بات کروں۔ مجھے اُمید ہے کہ میں تم لوگوں کی بنسبت ان سے زیادہ نرم بات کروں گا۔ عتبہ وہاں سے اُٹھ کر آپ کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے میرے بھتیجے! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ ہم سب میں سب سے زیادہ بہترین گھر والے اور سب سے زیادہ بڑے رُتبے والے ہیں لیکن آپ نے اپنی قوم کو ایسی مصیبت میں مبتلا کر دیا کہ کسی نے اپنی قوم کو ویسی مصیبت میں مبتلا نہ کیا ہوگا۔ اگر اس کام سے آپ مال جمع کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی قوم اس بات کی ذمہ دار ہے کہ وہ آپ کو اتنا مال جمع کر کے دیں گے کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔ اگر آپ سرداری حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سب سے بڑا سردار بنالیں گے کہ آپ کی قوم میں آپ سے بڑا کوئی سردار نہ ہوگا اور ہم آپ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا کریں گے اور اگر یہ سب کچھ جنات کے ایسے اثر کی وجہ سے ہے جسے آپ اپنے سے خود زائل نہیں کر سکتے ہیں تو جب تک آپ ہم کو مزید علاج کی تلاش میں معذور نہیں قرار دے دیں گے ہم آپ کے علاج کرانے کے لیئے اپنے خزانے خرچ کرتے رہیں گے۔ اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابوالولید! تم اپنی بات پوری کر چکے؟ عُتبہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ آپ نے سورت حٰمٓ سجدہ پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ آیت سجدہ بھی پڑھ لی۔ پھر آپ نے سجدۂ تلاوت کیا۔ لیکن عُتبہ اپنی پُشت کے پیچھے ہاتھ ٹیکے بیٹھا رہا۔ (یعنی اس نے سجدہ نہ کیا)، اس کے بعد آپ نے باقی سُورت تلاوت فرمائی۔ جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو عُتبہ وہاں سے کھڑا ہوگیا (لیکن وہ ان آیات کو سُن کر اتنا مرعوب ہو گیا تھا کہ، اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی قوم کو جاکر کیا بتائے۔ جب قریش نے اُس کو واپس آتے ہوئے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ جس حالت کے ساتھ یہ تمہارے پاس سے گیا تھا اب اس کا چہرہ بتا رہا ہے کہ اب اس کی وہ حالت باقی نہیں رہی۔ عُتبہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے جماعتِ قریش! میں نے اُن کو وہ تمام باتیں کہہ دیں جن کا تم نے مجھ کو حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب میں اپنی بات پوری کہہ چکا تو اُس نے

مجھے ایسا کلام سنایا کہ اللہ کی قسم میرے کانوں نے ویسا کلام کبھی نہیں سُنا اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا جواب دوں۔ اے قریش! آج تم میری مان لو آئندہ چاہے نہ ماننا۔ اس آدمی کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس سے الگ تھلگ رہو۔ کیونکہ اللہ کی قسم! وہ جس کام پر لگے ہوئے ہیں وہ اسے چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ باقی عربوں میں لسے کام کرنے دو۔ کیونکہ اگر وہ ان عربوں پر غالب آ گئے تو ان کی برتری تمہاری برتری ہو گی اور ان کی عزت تمہاری عزت ہو گی اور اگر وہ عرب ان پر غالب آ گئے تو تمہارے بیچ میں آئے بغیر دوسروں کے ذریعہ سے تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اس پر قریش نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے اے ابوالولید! کہ تم بھی بے دین ہو گئے ہو۔[1]

حضرت مِسوَر بن مخرمہ اور حضرت مَروان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (عمرہ کے ارادے سے) مدینہ سے صلح حُدیبیہ کے موقع پر چلے۔ اس کے بعد بخاری نے پوری حدیث ذکر کی ہے جیسے کہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بننے والے اخلاق کے باب میں آئے گی۔ اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ وادی حُدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں بُدیل بن وَرقاء اپنی قوم خُزاعہ کی ایک جماعت کو لے کر آئے اور یہ لوگ اہل تہامہ میں سے آپ کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں کعب بن لُؤی اور عامر بن لؤی کے پاس سے آ رہا ہوں۔ انہوں نے حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالا ہُوا ہے اور وہ (لڑنے کے لیئے پوری طرح تیار ہو کر سارا سامان لے کر آئے ہیں حتّٰی کہ) اُن کے ساتھ نئی بیاہی اور پرانی بیاہی اونٹنیاں بھی ہیں اور وہ آپ سے لڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو بیتُ اللہ سے روکیں گے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہم کسی سے لڑنے کے لیئے نہیں آئے بلکہ ہم تو عمرہ کرنے آئے ہیں (ہم بہت حیران ہیں کہ وہ لڑائی کے لیئے تیار ہو کر آ گئے ہیں حالانکہ) لڑائیوں نے تو قریش کو بہت تھکا دیا ہے اور ان کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں ان سے ایک عرصہ تک کے لیئے صُلح کرنے کو تیار ہوں۔ اس عرصہ میں

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۷۶) وھکذا ذکرہ ابن اسحاق بطولہ کما ذکر فی البدایۃ (ج ۳ ص ۶۳) و اخرجہ البیہقی ایضاً من حدیث ابن عمر مختصراً قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۳ ص ۶۴) وھذا حدیث غریب جداً من ہذا الوجہ۔

وہ میرے اور لوگوں کے درمیان کوئی مداخلت نہیں کریں گے (اور میں اس عرصہ میں دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا رہوں گا) اگر دعوت دے کر میں لوگوں پر غالب آگیا (اور لوگ میرے دین میں داخل ہوگئے)، تو پھر قریش کی مرضی ہے اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہوجائیں جس میں دوسرے لوگ داخل ہوئے ہوں گے اور اگر میں غالب نہ آیا (اور دوسرے لوگوں نے غالب آکر مجھے ختم کردیا) تو پھر یہ لوگ آرام سے رہیں گے اور اگر وہ (اس دین میں داخل ہونے سے) انکار کردیں تو اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مَیں ان سے اس دین کے لیے ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن میرے جسم سے الگ ہوجائے (یعنی مجھے مار دیا جائے) اور اللہ کا دین ضرور چل کر رہے گا[۱] طَبَرانی میں ان دونوں حضرات حضرت مِسوَر اور حضرت مَرْوَان سے یہی حدیث منقول ہے۔ جس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ آپ نے فرمایا۔ قریش کی حالت پر بڑا افسوس ہے کہ لڑائی ان کو کھا گئی ہے (یعنی لڑائی نے ان کو بہت کمزور کردیا ہے اور وہ پھر لڑنے کے لیئے تیار ہوگئے ہیں) اس بات میں ان کا کیا نقصان ہے کہ وہ مجھے دوسرے عربوں میں دعوت کا کام کرنے دیں اور بیچ میں مداخلت نہ کریں۔ اگر دوسرے عربوں نے غالب آکر مجھے ختم کردیا تو قریش کی دلی منشا پوری ہوجائے گی اور اگر اللہ نے مجھے عربوں پر غالب کردیا تو وہ قریش بھی سارے کے سارے اسلام میں داخل ہوجائیں اور اگر قریش اسلام میں داخلہ قبول نہ کریں تو مجھ سے لڑلیں اور اُس وقت ان کے پاس قوت بھی ہوگی۔ قریش کیا سمجھتے ہیں اللہ کی قسم جس دین کو دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے میں اس کی وجہ سے ان سے لڑتا رہوں گا یہاں تک کہ یا تو اللہ تعالیٰ مجھے غالب کردے گا یا یہ گردن میرے جسم سے الگ ہوجائے گی[۲]

حضرت سہل بن سَعْد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دُوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرمائیں گے اور وہ اللہ اور اُس کے رسُول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسُول بھی اُس سے

---

[۱] بخاری [۲] کذافی کنزالعمال (ج ۲ ص ۲۸۷) وھکذا اخرجہ ابن اسحاق عن طریق الزہری وفی حدیثہ فما تظن قریش فواللہ لا ازال اجاھد علی ھذا الذی بعثنی اللہ بہ حتیٰ یظہرہ اللہ او تنفرد ھذہ السالفۃ۔ کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۶۵)

محبت کرتے ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ساری رات اس فکر میں گزاری کہ دیکھئے صبح جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر ایک کو یہ تمنا تھی کہ جھنڈا اس کو ملے تو آپ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ ان کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے آدمی بھیج کر حضرت علی کو بلایا۔ وہ آئے تو اُن کی آنکھوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دم فرمایا اور ان کے لیئے دعا فرمائی وہ فوراً ایسے صحت یاب ہو گئے کہ جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی اور ان کو جھنڈا دیا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! کیا مَیں ان سے اس لیئے لڑوں تاکہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم اطمینان سے چلتے رہو۔ یہاں تک کہ اُن کے میدان میں پہنچ جاؤ۔ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حق اُن پر واجب ہیں وہ ان کو بتاؤ۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دیں یہ تمہارے لیئے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہیں سُرخ اُونٹ مل جائیں[1]۔

حضرت مِقداد بن عَمرو رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ مَیں نے حَکَم بن کَیسان کو گرفتار کیا تو ہمارے امیر صاحب نے اُن کی گردن اُڑانے کا ارادہ کیا تو مَیں نے کہا آپ اسے رہنے دیں ہم اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر جائیں گے۔ چنانچہ ہم انہیں حضورؐ کی خدمت میں لے کر آئے۔ حضورؐ ان کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور بہت دیر تک دعوت دیتے رہے۔ جب زیادہ دیر ہو گئی تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ! آپ اس سے کس اُمید پر بات کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ کبھی بھی مُسلمان نہیں ہو گا۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ مَیں اس کی گردن اُڑا دُوں تاکہ یہ جہنّم رسید ہو جائے لیکن حضورؐ نے حضرت عمر کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور اسے مسلسل دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ حَکَم مُسلمان ہو گئے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جونہی مَیں نے ان کو مسلمان ہوتے ہوئے دیکھا تو اگلے پچھلے تمام خیالات نے مجھے گھیر لیا، اور مَیں نے اپنے دِل میں کہا کہ جس بات کو حضورؐ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں مَیں اس بات میں کیسے جسارت کر بیٹھتا ہوں۔ پھر مَیں نے یہ سوچا کہ مَیں نے اللہ و رسولؐ کی خیر خواہی میں بات کی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حَکَم مسلمان ہوئے

---

[1] بخاری و اخرجہ ایضاً مسلم (ج ۲ ص ۲۰۹) نحوہ۔

اور بہت اچھے مسلمان بنے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ بیر مَعُونہ کے موقع پر شہادت کا مرتبہ پایا اور حضورؐ اُن سے راضی تھے اور وہ جنت میں داخل ہوئے[1]

حضرت زُہری کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت حَکَم نے پوچھا کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دو کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔ اِس پر حضرت حَکَم نے کہا کہ میں نے اسلام کو قبول کر لیا۔ اِس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر میں اس کے بارے میں ابھی تمہاری بات مان کر اسے قتل کر دیتا تو یہ دوزخ میں چلا جاتا[2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللّٰہ عَنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت حمزہ رضی اللّٰہ عَنہ کے قاتل وحشی بن حَرب کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے آدمی بھیجا۔ حضرت وحشی نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ مجھے کیسے اسلام کی دعوت دے رہے ہیں حالانکہ آپ خود یہ کہتے ہیں کہ قاتل اور مشرک اور زانی دوزخ میں جائیں گے اور قیامت کے دن اُن پر عذاب دُگنا ہوگا اور ہمیشہ ذلیل ہو کر جہنم میں پڑے رہیں گے اور میں نے یہ سب کام کیئے ہیں تو کیا میرے لیئے آپ کے خیال میں ان بُرے کاموں کی سزا سے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟ تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی۔

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۝ (فرقان ۷۰)

جس کا ترجمہ یہ ہے: "مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ، برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان"۔ اِس آیت کو سُن کر حضرت وحشی نے کہا توبہ اور ایمان اور عمل صالح کی شرط بہت کڑی ہے شاید میں اسے پورا نہ کر سکوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ (النسآء ۔ ۴۸)

جس کا ترجمہ یہ ہے "کہ بے شک اللہ نہیں بخشتا اُس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے" اس پر حضرت وحشی نے کہا مغفرت تو اللہ کے چاہنے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۳۷) [2] اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۴ ص ۱۳۸)

پر موقوف ہوگئی پتہ نہیں اللہ مجھے بخشیں گے یا نہیں۔ کیا اس کے علاوہ کچھ اور گنجائش ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ (زمر - ۵۳)

جس کا ترجمہ یہ ہے "اے بندو میرے! جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے، بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان"۔ اس پر حضرت وحشی نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اور مسلمان ہو گئے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے بھی وہی گناہ کئے ہیں جو حضرت وحشی نے کئے تھے تو یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے[1]۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کچھ مشرک لوگوں نے خوب قتل کیا تھا اور خوب زنا کیا تھا۔ وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے آپ جو بات کہتے ہیں اور جس کی آپ دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھی ہے۔ آپ ہمیں بتائیں کہ ہم نے جو گناہ کئے ہیں کیا ان کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہے؟ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ اور قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ

(پچھلی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آیات حضرت وحشی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اس حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ یہ آیات چند مشرک لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں[2]۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ آپ نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۱۰۰) وفیہ ابین بن سفیان ضعفہ الذہبی۔ [2] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۷۱۰)، واخرجہ ایضاً مسلم (ج ۱ ص ۷۶) وابوداؤد (ج ۲ ص ۲۳۸) والنسائی کما فی العینی (ج ۹ ص ۱۲۱) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۹۸) بنحوہ۔

اور آپ کو یہ بات پسند تھی کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جائیں اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں پھر حضرت فاطمہ کے گھر جائیں اور اس کے بعد اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لائے اور اپنی ازواج مطہرات کے گھروں سے پہلے حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت فاطمہ نے اپنے گھر کے دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور آپ کے چہرۂ انور اور آنکھوں کا بوسہ لینے لگیں اور رونے لگیں تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی یہ حالت دیکھ کر رو رہی ہوں کہ آپ کا رنگ (سفر کی مشقت کی وجہ سے) بدل چکا ہے اور آپ کے کپڑے پرانے ہو گئے تو ان سے آپ نے فرمایا اے فاطمہ! مت روؤ۔ اللہ نے تمہارے باپ کو ایسا دین دے کر بھیجا ہے جس کو اللہ روئے زمین کے ہر پکے گھر میں اور ہر کچے گھر میں اور ہر اونی خیمہ میں ضرور داخل کریں گے جو اسلام میں داخل ہوں گے وہ عزت پائیں گے اور جو داخل نہیں ہوں گے وہ ذلیل ہوں گے اور دنیا کے جتنے حصہ میں رات پہنچتی ہے اتنے حصہ میں یہ دین بھی پہنچے گا یعنی ساری دنیا میں پہنچ کر رہے گا۔[1]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جہاں تک دن رات پہنچتے ہیں (یعنی ساری دنیا میں) یہ دین ضرور پہنچے گا اور ہر پکے اور کچے گھر میں اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور داخل کریں گے، ماننے والے کو عزت دے کر اور نہ ماننے والے کو ذلیل کر کے۔ چنانچہ اسلام اور اہل اسلام کو اللہ پاک عزت دیں گے اور کفر کو ذلیل و رسوا کریں گے۔ حضرت تمیم داری فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس منظر کو اپنے خاندان میں اچھی طرح دیکھا کہ ان میں سے جو مسلمان ہوئے خیر و شرافت اور عزت نے ان کے قدم چومے اور جو کافر رہے وہ ذلیل ہوئے ان کو چھوٹا بننا پڑا

---

[1] اخرجہ الطبرانی وابونعیم فی الحلیۃ والحاکم۔ کذافی کنز العمال (ج ۱ ص ۷۷) وقال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۶۲) رواہ الطبرانی وفیہ یزید بن سنان ابو فروۃ وہو مقارب الحدیث مع ضعف کثیر انتہی وقال الحاکم (ج ۳ ص ۱۵۵) ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وتعقبہ الذہبی فقال یزید بن سنان ہو الرہاوی ضعفہ احمد وغیرہ وعقبۃ (ای شیخہ) نکرۃ لا تعرف انتہی وذکر عقبۃ فی اللسان فقال قال البخاری فی صحتہ نظر وذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ انتہی۔

اور جزیہ دینا پڑا[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے تُستر کی فتح کی خوشخبری سنانے کے لیئے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ قبیلہ بکر بن وائل کے چھ آدمی مُرتد ہوکر مشرکین سے جا ملے تھے ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ بکر بن وائل کے ان آدمیوں کا کیا ہُوا؟ مَیں نے کہا اے امیر المؤمنین! وہ لوگ مُرتد ہوکر مشرکین سے جا ملے تھے۔ ان کا علاج تو یہی تھا کہ ان کو قتل کر دیا جاتا تو حضرت عمر نے فرمایا وہ لوگ صحیح سالم میرے ہاتھ آجاتے تو یہ مجھے ساری دُنیا کے سونے چاندی سے زیادہ پسند ہوتا میں نے کہا اے امیرالمؤمنین! اگر وہ آپ کے ہاتھ آجاتے تو آپ ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے؟ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ وہ اسلام کے جس دروازے سے باہر نکل گئے تھے میں ان پر اسی دروازے میں واپس آجانے کو پیش کرتا پھر اگر وہ اسلام کی طرف واپس آجاتے تو میں ان کے اسلام کو قبول کر لیتا۔ ورنہ انہیں جیل خانہ میں ڈال دیتا[2]

حضرت عبدالرحمٰن قاری کہتے ہیں حضرت ابُوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک آدمی امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضرت عمر نے اس سے لوگوں کے حالات پوچھے جو اس نے بتائے۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا کوئی عجیب و غریب بات تمہارے ہاں پیش آئی ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ عجیب بات پیش آئی کہ ایک آدمی مسلمان ہوکر پھر کافر ہوگیا۔ حضرت عمر نے فرمایا تم نے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اس نے کہا اسے بُلا کر اس کی گردن اُڑادی۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا تم نے اُسے تین دن قید کیا اور روزانہ اُسے ایک روٹی کھلائی اور اس سے توبہ کروائی؟ (اگر تم ایسا کر لیتے تو) شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ کے دین میں واپس آجاتا۔ اے اللہ! اس موقع پر مَیں موجود نہیں تھا۔ اور نہ ایسا کرنے کا مَیں نے حکم دیا تھا اور اب جب مجھے اس واقعہ کا علم ہُوا مَیں اس سے راضی بھی نہیں ہُوا[3]

---

[1] اخرجہ احمد والطبرانی۔ کذافی المجمع (ج ۶ ص ۱۴ و ج ۸ ص ۲۶۲) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۴) رجال احمد رجال الصحیح انتہی۔ واخرجہ الطبرانی نحوہٗ عن المقداد ایضاً۔ [2] اخرجہ عبدالرزاق کذافی الکنز (ج ۱ ص ۷۹) واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۲۰۷) ایضاً بمعناہ [3] اخرجہ مالک والشافعی وعبدالرزاق وابوعبید فی الغریب والبیہقی (ص ۲۰۷)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا کہ وہ اسلام میں داخل ہوا پھر کافر ہو گیا، پھر اسلام میں داخل ہوا پھر کافر ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایسا اُس نے کئی مرتبہ کیا۔ کیا اس سے اسلام قبول کیا جائے گا؟ تو حضرت عمر نے ان کو یہ جواب لکھا کہ جب تک اللہ پاک لوگوں سے اسلام قبول کرتے رہیں، تم بھی اُس سے اسلام قبول کرتے رہو۔ لہٰذا اب اس پر اسلام پیش کر کے دیکھو اگر وہ قبول کرلے تو اسے چھوڑ دو ورنہ اس کی گردن اُڑا دو۔[1]

حضرت ابو عمران جَونی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک راہب کے پاس سے گزر ہُوا۔ آپ وہاں کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے راہب کو پکار کر کہا یہ امیر المومنین ہیں۔ اس نے جھانک کر دیکھا تو اس پر تکالیف اُٹھانے اور مجاہدہ کرنے اور ترک دنیا کے آثار نمایاں تھے (یعنی مجاہدوں کی کثرت کی وجہ سے بہت خستہ حال اور کمزور ہو رہا تھا) اسے دیکھ کر حضرت عمر رو دیئے تو ان سے کسی نے کہا (آپ مت روئیں) یہ تو نصرانی ہے (مسلمان نہیں ہے)، تو حضرت عمر نے فرمایا یہ مجھے معلوم ہے لیکن مجھے اس پر ترس آرہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝

یاد آرہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (بہت سے لوگ) "محنت کرنے والے تھکے ہوئے ہیں" گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں (یعنی کافر لوگ جو دنیا میں بڑی بڑی ریاضت کرتے ہیں۔ اللہ کے ہاں کچھ قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے دُنیا کی مشقتیں اُٹھانے کے باوجود دوزخ میں جائیں گے) مجھے اس بات پر ترس آیا کہ دنیا میں تھکا دینے والی محنت کر رہا ہے اور اتنے مجاہدے برداشت کر رہا ہے لیکن مر کر پھر بھی دوزخ میں جائے گا۔[2]

---

[1] اخرجہ مسدد و ابن عبد الحکم عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۹۷)
[2] اخرجہ البیہقی و ابن المنذر والحاکم کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۱۷۵)

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا افراد کو دعوت دینا

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو دعوت دینا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا فرماتی ہیں. حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانۂ جاہلیت کے دوست تھے. ایک دن حضورؐ کی ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلے. آپ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا اے ابوالقاسم (یہ حضورؐ کی کنیت ہے) کیا بات ہے. آپ اپنی قوم کی مجلسوں میں نظر نہیں آتے ہیں اور لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ ان کے آباؤ اجداد وغیرہ کے عُیوب بیان کرتے ہیں. حضورؐ نے فرمایا میں اللّٰہ کا رسول ہوں اور تم کو اللّٰہ کی دعوت دیتا ہوں. جونہی حضورؐ نے اپنی بات پوری فرمائی، حضرت ابوبکر فوراً مسلمان ہوگئے. حضورؐ حضرت ابوبکر کے اسلام لانے سے اس قدر خوشی کے ساتھ واپس ہوئے کہ کوئی بھی مکہ کی ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان، جن کو اَخشبین کہتے ہیں، آپ سے زیادہ خوش نہ تھا اور حضرت ابوبکر وہاں سے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عُبَیْدُاللّٰہ، حضرت زُبیر بن العوام اور حضرت سَعد بن ابی وقاص کے پاس تشریف لے گئے. یہ حضرات بھی مسلمان ہوگئے. دوسرے روز حضرت ابوبکر حضورؐ کے پاس حضرت عثمان بن مَظعُون، حضرت ابوعُبَیدہ بن الجرّاح، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسَلَمہ بن عبدالاسد اور حضرت اَرقم بن ابی الاَرقم کو لے کر حاضر ہوئے اور یہ سب حضرات بھی مشرف باسلام ہوئے[1]

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے عرض کیا اے محمّد! قریش جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا وہ صحیح ہے کہ آپ نے ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے اور آپ نے ہمیں بے وقوف بتایا ہے اور ہمارے

---

[1] اخرجہ الحافظ ابوالحسن الاطرابلسی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۹)

آباؤ اجداد پر کفر کا الزام لگایا ہے ؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ سب صحیح ہے ۔ بے شک میں اللہ کا رسُول اور نبی ہوں ۔ اللہ نے مجھے اس لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں اُس کا پیغام پہنچاؤں ۔ مَیں تمہیں یقین کے ساتھ اللہ کی دعوت دیتا ہوں ۔ اللہ کی قسم ! بے شک حق یہی ہے ۔ اے ابو بکر ! میں تم کو ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرتے رہو ۔ اس کے بعد آپ نے قرآن پڑھ کر سنایا ۔ حضرت ابو بکر نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار ۔ اور اسلام لے آئے اور بُت پرستی چھوڑ دی اور اللہ کے شریکوں کو بھی چھوڑ دیا اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کر لیا اور ایمان و تصدیق کے ساتھ حضرت ابو بکر واپس ہوئے[1]

دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی وہ ضرور ہچکچایا اور تردد میں پڑا ۔ اور کچھ دیر سوچ کر اسلام کو قبول کیا ۔ لیکن جب مَیں نے ابو بکر کو دعوت دی وہ نہ ہچکچائے اور نہ تردد میں پڑے بلکہ فوراً اسلام لے آئے[2] لہٰذا پہلی روایت میں جو یہ الفاظ گزرے ہیں کہ ابو بکر نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا ۔ یہ صحیح نہیں ہے ۔ کیونکہ ابن اسحاق وغیرہ بہت سے راویوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکر بعثت سے پہلے ہی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہر وقت ساتھ رہنے والے تھے اور اچھی طرح سے جانتے تھے کہ حضورؐ سچے اور امانتدار ہیں اور عمدہ طبیعت اور بہترین اخلاق کے مالک ہیں کبھی مخلوق کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے ہیں تو اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں لہٰذا جونہی حضورؐ نے ان سے یہ بات ذکر کی کہ اللہ نے ان کو رسُول بنا کر بھیجا ہے انہوں نے فوراً اس کی تصدیق کی اور ذرہ برابر بھی نہ ہچکچائے اور نہ دیر کی ۔ بخاری شریف میں حضرت ابو دَرْدَاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا ۔ اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تھا ۔ اس وقت تم سب نے کہا تھا کہ مَیں غلط کہتا ہوں لیکن ابو بکر نے کہا تھا کہ یہ صحیح کہتے ہیں اور جان و مال سے انہوں نے میری ہمدردی کی تھی تو کیا تم لوگ میری وجہ سے میرے اس ساتھی کو چھوڑ دو گے ؟ یہ جملہ حضورؐ نے دو دفعہ ارشاد فرمایا ۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر کو کسی نے کبھی

---

[1] ذکرہ ابن اسحاق [2] وقال ابن اسحاق حدثنی محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الحصین التیمی۔

کچھ تکلیف نہیں دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر سب سے پہلے اسلام لائے[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ قوّت عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا حضرت عمر بن خطاب کے حق میں قبول فرمالی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی بنیادوں کے مضبوط ہونے کا اور بت پرستی کی عمارت کے گرجانے کا ذریعہ بنایا[2]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث صحابہ کرامؓ کے سختیاں برداشت کرنے کے باب میں آگے آئے گی، اس میں حضرت عمر کی بہن فاطمہ اور ان کے خاوند سعید بن زید کے تکلیف برداشت کرنے کا ذکر ہے اور پھر اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر جھنجھوڑا اور فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے اور تم کیوں آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا کہ آپ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ میرے سامنے پیش فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عمر یہ سنتے ہی اسی جگہ اسلام لے آئے اور حضرت عمر نے عرض کیا آپ (اس گھر کو چھوڑیں اور مسجد حرام) تشریف لے چلیں (وہاں جاکر کافروں کے سامنے کھلم کھلا اللہ کی عبادت کریں[3])۔

حضرت اسلم کہتے ہیں کہ ہم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں اپنے ابتداء اسلام کا قصہ بیان کروں؟ ہم نے کہا جی ضرور۔ آپ نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے دشمنوں میں سے تھا۔ صفا پہاڑی کے قریب ایک مکان میں

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶ و ۲۷) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۶۱) رجالہ رجال الصحیح غیر مجالد بن سعید وقد وثق۔ انتہیٰ [3] اخرجہ الطبرانی۔

حضورؐ تشریف فرما تھے. میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا. آپؐ نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا اے خطّاب کے بیٹے! مسلمان ہوجا اور ساتھ ہی یہ دُعا کی کہ اے اللہ اسے ہدایت عطا فرما. میں نے فوراً کہا،

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

فرماتے ہیں میرے اسلام لاتے ہی مسلمانوں نے اتنی بلند آواز سے تکبیر کہی کہ جو مکّہ کی تمام گلیوں میں سنائی دی[1].

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حضرت عثمان بن عفّان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو دعوت دینا

حضرت عمرو بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی خالہ اَروٰی بنت عبدالمطّلب کے پاس اُن کی بیمار پرسی کے لئے گیا. کچھ دیر بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں تشریف لے آئے میں آپ کو غور سے دیکھنے لگا اور آپ کی نبوت کا تھوڑا بہت تذکرہ ان دنوں ہو چکا تھا. آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عثمان! تمہیں کیا ہوا؟ (مجھے غور سے دیکھ رہے ہو) میں نے کہا میں اس بات پر حیران ہوں کہ آپ کا ہمارے میں بڑا مرتبہ ہے اور پھر آپ کے بارے میں ایسی باتیں کہی جارہی ہیں. اس پہ آپ نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اللہ گواہ ہے کہ میں یہ سُن کر کانپ گیا. پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی.

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ○ (الذّٰریٰت - ۲۲ - ۲۳)

جس کا ترجمہ یہ ہے:

"اور آسمان میں ہے روزی تمہاری، اور جو تم سے وعدہ کیا گیا. سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو" پھر حضورؐ کھڑے ہوئے اور باہر تشریف لے گئے میں بھی آپؐ کے پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا[2].

---

[1] فذکر الحدیث اخرجہ البزار ایضاً بسیاق آخر کما سیاتی۔ اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۴۱) [2] اخرجہ المدائنی کذا فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۲۲۵)

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت علی نے پوچھا اے محمّد یہ کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے لئے پسند کیا ہے۔ اور جسے دے کر اپنے رسُولوں کو بھیجا میں تم کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں جو کہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور لات وعزیٰ دونوں بُتوں کا انکار کردو۔ حضرت علی نے کہا یہ ایسی بات ہے جو آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں سُنی۔ اس لئے میں اپنے والد ابوطالب سے پوچھ کر ہی اس کے بارے میں کچھ فیصلہ کروں گا۔ آپ نے اس بات کو پسند نہ فرمایا کہ آپ کے اعلان کرنے سے پہلے آپ کا راز فاش ہو جائے۔ تو ان سے فرمایا اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو اس بات کو چھپائے رکھو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی حال میں رات گزاری پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں مسلمان ہونے کا شوق پیدا فرما دیا۔ اگلے روز صبح ہوتے ہی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کل میرے سامنے آپ نے کیا بات پیش فرمائی تھی؟ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو کہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور لات وعزیٰ کا انکار کردو۔ اور اللہ کے تمام شریکوں سے برأت کا اظہار کرو۔ حضرت علی نے حضورؐ کی بات مان لی اور اسلام لے آئے اور ابوطالب کے ڈر سے آپ کے پاس چُھپ چُھپ کر آتے رہے اور اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔ بالکل ظاہر نہ ہونے دیا۔[1]

حبّہ عُرنی کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک دن منبر پر ہنستے ہوئے دیکھا اور اس سے پہلے کبھی اتنا زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا کہ آپ کے دانت ظاہر

---

[1] ذکرہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۴)

ہو جائیں پھر فرمایا مجھے ابوطالب کی ایک بات یاد آئی کہ ایک روز ابوطالب ہمارے پاس آئے اور میں بطن نخلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے تم دونوں کیا کر رہے ہو؟ حضورؐ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ تم دونوں جو کچھ کر رہے ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (اور سجدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے سرین (سجدہ کی حالت میں) میرے سے اُوپر ہو جائیں یعنی میں سجدہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر حضرت علی اپنے والد کی اس بات پر تعجب کرتے ہوئے ہنسے۔ پھر فرمایا اے اللہ! میرے علم کے مطابق آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس اُمت میں سے کسی بندے نے میرے سے پہلے آپ کی عبادت نہیں کی ہے۔ یہ بات تین دفعہ کہی اور فرمایا میں نے تمام لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھنی شروع کر دی تھی[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت شداد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو اُمامہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے پوچھا کہ آپ کس بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام لانے میں آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ انہوں نے فرمایا میں زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کو سراسر گمراہی پر سمجھتا تھا اور بت میرے خیال میں کوئی چیز ہی نہ تھے۔ پھر میں نے ایک آدمی کے بارے میں سُنا کہ وہ مکہ میں (غیب کی) خبریں بتلاتا ہے اور نئی نئی باتیں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر فوراً مکہ پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپ کر رہتے ہیں اور آپ کی قوم آپ کے درپئے آزار اور بہت بے باک ہے اور میں بڑی حیلہ جوئی کے بعد آپ تک پہنچا اور میں نے عرض کیا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا اللہ کا نبی کسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی طرف سے پیغام لانے والے کو۔ پھر میں نے عرض کیا کیا واقعی اللہ نے آپ کو پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اللہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے یہ پیغام

---

[1] اخرجہ احمد وغیرہ (قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۰۲) رواہ احمد و ابو یعلی باختصار والبزار والطبرانی فی الاوسط واسنادہ حسن۔ انتہیٰ

دے کر بھیجا ہے کہ اللہ کو ایک مانا جائے اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کیا جائے۔ اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور صلہ رحمی کی جائے یعنی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا جائے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اس دین کے معاملے میں آپ کے ساتھ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام۔ میں نے دیکھا تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ اور حضرت ابوبکر کے غلام حضرت بلال تھے۔ میں نے عرض کیا میں آپ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی اسلام کو ظاہر کر کے یہاں مکہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا فی الحال تمہارا میرے ساتھ رہنا تمہاری طاقت سے باہر ہے۔ اس لیئے اب تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ مجھے غلبہ ہو گیا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔ حضرت عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہو کر میں اپنے گھر واپس آ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ میں آپ کی خبریں اور آپ کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ وہ مکی آدمی جو مکہ سے تمہارے ہاں آیا ہے اس کا کیا حال ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ان کی قوم نے ان کو قتل کرنا چاہا لیکن وہ قتل نہ کر سکے۔ اور نصرت الٰہی ان کے اور قوم کے درمیان رکاوٹ بن گئی اور ہم لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ سب آپ کی طرف لپک رہے ہیں۔ حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تم وہی نہیں ہو جو مکہ میں میرے پاس آئے تھے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں وہی ہوں۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں۔ اس میں سے کچھ آپ مجھے سکھا دیں۔ اس کے بعد حدیث کا کافی حصہ ابھی باقی ہے[1]۔

حضرت عمرو بن عبسہ کی ایک حدیث اور بھی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ صلہ رحمی کی جائے اور انسانی جانوں کی حفاظت کی جائے اور راستوں کو پُر امن رکھا جائے اور بتوں کو توڑا جائے اور ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو

---

[1] اخرجہ احمد (ج ۴ ص ۱۱۲)، وھکذا اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ق ۱ ص ۱۵۸) عن عمرو بن عبسہ مطولاً۔

شریک نہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا یہ احکامات جو اللہ نے آپ کو دے کر بھیجا ہے بہت اچھے ہیں اور میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لا چکا ہوں اور میں آپ کو سچا مانتا ہوں کیا میں آپ کے ساتھ ٹھہر جاؤں یا آپ جو مناسب سمجھیں۔ آپ نے فرمایا تم خود دیکھ رہے ہو کہ جس دین کو دے کر میں آیا ہوں لوگ اسے کتنا بُرا سمجھ رہے ہیں۔ لہٰذا اب تم اپنے گھر جا کر رہو اور جب تم میرے متعلق یہ سُن لو میں اپنی ہجرت والی جگہ پر پہنچ گیا ہوں تو اس وقت میرے پاس آ جانا۔[1]

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حضرت خالد بن سَعید بن العاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو دعوت دینا

حضرت خالد بن سعید بن العاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ شروع میں مسلمان ہوئے تھے، اور اپنے بھائیوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور ان کے اسلام لانے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں، انہوں نے بتایا کہ اس آگ کی لمبائی چوڑائی اتنی زیادہ ہے کہ اللہ ہی جانتے ہیں اور انہوں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ ان کے والد ان کو آگ میں دھکیل رہے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کی کمر کو پکڑے ہوئے ہیں تاکہ وہ آگ میں نہ گر جائیں۔ وہ گھبرا کر نیند سے اُٹھے اور کہنے لگے کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ بالکل سچا خواب ہے۔ اس کے بعد ان کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مُلاقات ہوئی اور ان کو اپنا خواب سنایا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا تمہارے ساتھ (منجانب اللہ) بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یہ اللہ کے رسُول صَلَّی اللہ علیہ وَسَلَّم ہیں تم ان کا اِتباع کرو۔ (تمہارے خواب کی تعبیر یہی ہے کہ) تم ان کا اتباع ضرور کرو گے اور ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاؤ گے اور اسلام ہی تم کو آگ میں داخل ہونے سے

---

[1] اخرجہ ایضاً احمد (ج ۴ ص ۱۱۱) و اخرجہ ایضاً مسلم والطبرانی و ابونعیم کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۶) وابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۵۰۰) من طریق ابی امامۃ بطولہ وابونعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۸۶)

بچائے گا اور تمہارا باپ آگ میں جائے گا حضورؐ اجیاد محلہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خالد نے وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمدؐ! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تم کو ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور ان پتھروں کی عبادت چھوڑ دو' جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے حضرت خالد نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھ لیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے اسلام لانے سے حضورؐ کو بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خالد اپنے گھر سے غائب ہو گئے اور ان کے والد کو ان کے مسلمان ہونے کا پتہ چل گیا۔ اس نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ جو ان کو ان کے والد کے پاس لے کر آئے۔ والد نے ان کو خوب ڈانٹا اور جو کوڑا اس کے ہاتھ میں تھا اس سے ان کی اس قدر پٹائی کی کہ وہ کوڑا ان کے سر پر توڑ دیا اور کہا کہ اللہ کی قسم! میں تمہارا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ حضرت خالد نے کہا اگر تم بند کر دو گے تو اللہ تعالیٰ مجھے ضرور اتنی روزی دے دیں گے جس سے میں اپنی زندگی گزار لوں گا۔ یہ کہہ کر حضورؐ کے پاس چلے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ہر طرح کا خیال رکھتے اور یہ حضورؐ کے ساتھ رہتے۔[1]

دوسری روایت میں یہ مضمون ہے کہ ان کے والد نے ان کی تلاش میں اپنے غلام رافع اور اپنے ان بیٹوں کو بھیجا جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو تلاش کر لیا اور ان کو ان کے والد ابو اُحَیحَہ کے پاس لے آئے۔ اُن کے والد نے ان کو خوب ڈانٹا اور جھڑکا اور اس کے ہاتھ میں ایک قمچی تھی جس سے ان کو اس قدر مارا کہ وہ قمچی ان کے سر پر ٹوٹ گئی پھر کہنے لگا تم محمدؐ کے پیچھے لگ گئے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ اپنی قوم کی مخالفت کر رہے ہیں اور اپنی قوم کے خداؤں میں اور ان کے آباؤ اجداد جو جا چکے ہیں' ان میں عیب نکال رہے ہیں۔ حضرت خالد نے کہا اللہ کی قسم! وہ سچ کہتے ہیں اور میں نے

---

[1] اخرجہ البیہقی عن جعفر بن محمد بن خالد بن الزبیر عن ابیہ او عن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان۔ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۲)

اُن کا اتباع کرلیا ہے۔ اس پر ان کے والد ابواُحیحہ کو بڑا غصہ آیا اور ان کو بہت بُرا بھلا کہا اور گالیاں دیں اور کہا او کمینے! جہاں تیرا دل چاہتا ہے چلا جا۔ اللہ کی قسم! مَیں تمہارا کھانا پینا بند کر دوں گا۔ حضرت خالد نے کہا اگر تم بند کر دو گے تو اللہ عزّ وجلّ مجھے اتنی روزی ضرور دے دیں گے جس سے میں گزارہ کر لوں گا۔ اس پر ان کے والد نے ان کو گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہا تم میں سے کوئی اس سے بات نہ کرے ورنہ میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو میں نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خالد حضورؐ کے پاس چلے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ہر طرح کا خیال فرماتے اور یہ حضورؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے[1]

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خالد مکہ کے گرد و نواح میں جا کر اپنے والد سے چھپ گئے اور جب حضورؐ کے صحابہؓ حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کرنے لگے تو اس وقت انہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی[2] ان کا باپ سعید بن العاص بن اُمیہ جب بیمار ہوا تو کہنے لگا اگر اللہ نے مجھے اس بیماری سے شفا دی تو ابن ابی کبشہ (یعنی حضورؐ) کے خدا کی مَیں مکہ میں کبھی عبادت نہ ہونے دوں گا۔ اس پر حضرت خالد نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! اسے بیماری سے شفا نہ دے۔ چنانچہ وہ اسی بیماری میں مرگیا[3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ضماد مکہ آئے اور یہ قبیلہ اَزدِ شَنُوءَۃ میں سے تھے اور یہ پاگل پن اور جنات کے اثرات وغیرہ کا جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کیا کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ کے چند بے وقوفوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) دیوانے ہیں۔ حضرت ضماد نے کہا یہ آدمی کہاں ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھوں شفا عطا فرما دے۔ حضرت ضماد کہتے ہیں میری حضورؐ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُن سے عرض

---

[1] اخرجه الحاكم في المستدرك (ج ٣ ص ٢٤٨) من طريق الواقدي عن جعفر بن محمد بن خالد بن الزبير عن محمد بن عبدالله بن عمرو بن عثمان فذكره واخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۹۴) عن الواقدي عن جعفر بن محمد عن محمد بن عبدالله نحوه مطولاً [2] هكذا ذكره في الاستيعاب (ج ١ ص ٤٠١) من طريق الواقدي
[3] اخرجه الحاكم (ج ٣ ص ٢٤٩) وهكذا اخرجه ابن سعد (ج ۴ ص ۹۵)

کیا، میں ان خارجی اثرات کا جھاڑ پھونک سے علاج کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہیں میرے ہاتھوں شفاء عطا فرما دیتے ہیں تو آؤ میں آپ کا بھی علاج کروں۔ اس پر حضورؐ نے خطبۂ مسنونہ کا ابتدائی حصہ تین مرتبہ پڑھ کر سنایا جس کا ترجمہ یہ ہے: کہ بے شک تمام تعریفیں اللہ کے لیئے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اُس کا کوئی شریک نہیں حضرت ضمادؓ نے خطبہ سُن کر کہا اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں اور جادوگروں اور شاعروں کے کلام کو بہت سُنا ہے لیکن ان جیسے کلمات کبھی نہیں سُنے۔ لائیے ہاتھ بڑھائیے، میں آپ سے اسلام پر بیعت ہوتا ہوں۔ چنانچہ ان کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بیعت فرمالیا اور ان سے فرمایا کہ یہ بیعت تمہاری قوم کے لیئے بھی ہے۔ حضرت ضمادؓ نے عرض کیا، بہت اچھا میری قوم کے لیئے بھی ہے۔ چنانچہ بعد میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک لشکر بھیجا جن کا حضرت ضمادؓ کی قوم پر گزر ہوا تو لشکر کے امیر نے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم نے اس قوم کی کوئی چیز لی ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا میں نے ان کا ایک لوٹا لیا ہے، تو امیر نے کہا وہ ان کو واپس کر دو کیونکہ یہ حضرت ضمادؓ کی قوم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ضمادؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یہ کلمات آپ دوبارہ سنائیں کیونکہ یہ کلمات بلاغت کے سمندر کی گہرائی کو پہنچے ہوئے ہیں[1]۔

حضرت عبدالرحمٰن عَدَوی کہتے ہیں کہ حضرت ضماد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے بیان فرمایا میں عُمرہ کرنے کے لیئے مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں میں ایک مجلس میں بیٹھا جس میں ابوجہل اور عُتبہ بن رَبِیعہ اور اُمیّہ بن خَلَف تھے۔ ابوجہل نے کہا کہ اس آدمی نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی۔ ہمیں بے وقوف بتایا اور ہم میں سے جو مر چکے ہیں انہیں گمراہ قرار دیا اور ہمارے خداؤں میں عیب نکالے۔ اُمیّہ نے کہا کہ اس آدمی کے پاگل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ) حضرت ضمادؓ کہتے ہیں کہ اس کی بات کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا، اور میں نے اپنے

---

[1] اخرجہ مسلم والبیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۶) واخرجہ ایضا النسائی والبغوی ومسدد فی مسندہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۱۰)

جی میں کہا میں بھی تو جنّوں وغیرہ کا علاج کرلیتا ہوں چنانچہ میں اس مجلس سے کھڑا ہوا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تلاش کرنے لگا لیکن آپ مجھے سارا دن کہیں نہ ملے یہاں تک کہ اگلا دن آگیا۔ اگلے دن پھر ڈھونڈنے نکلا تو مجھے آپ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے مل گئے۔ میں بیٹھ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو میں آپ کے قریب آکر بیٹھا اور میں نے کہا اے ابن عبدالمطلب آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں جنّوں وغیرہ کا علاج کرلیتا ہوں۔ اگر آپ پسند کریں تو آپ کا بھی علاج کر دوں اور آپ اپنی بیماری کو بُرا نہ سمجھیں کیونکہ میں نے آپ سے بھی زیادہ سخت بیماروں کا علاج کیا تو وہ ٹھیک ہوگئے۔ میں آپ کی قوم کے پاس سے آرہا ہوں۔ وہ آپ کے بارے میں چند بُری خصلتوں کا تذکرہ کر رہے تھے کہ آپ ان کو بے وقوف بتاتے ہیں اور آپ نے ان کی جماعت میں تفریق ڈال دی ہے اور ان میں سے جو مر چکے ہیں ان کو آپ گمراہ قرار دیتے ہیں اور ان کے خداؤں میں عیب نکالتے ہیں تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ ایسے کام تو پاگل (یا آسیب زدہ) ہی کرسکتا ہے۔ میری ساری بات سُن کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسنون خطبہ پڑھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں اور اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ جس کو وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسُول ہیں۔ حضرت ضماد فرماتے ہیں میں نے حضورؐ سے ایسا کلام سُنا کہ اس سے اچھا کلام اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سُنا تھا۔ میں نے آپ سے اس خطبہ کے دوبارہ پڑھنے کی گزارش کی جس پر آپ نے دوبارہ خطبہ پڑھا۔ پھر میں نے کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بُتوں کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد کرلو اور اس بات کی گواہی دو کہ میں اللہ کا رسُول ہوں۔ میں نے کہا اگر میں ایسا کردوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا تمہیں جنت ملے گی تو میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اپنی گردن سے بُتوں کو اُتار کر ان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں اور

اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر میں آپ کے ساتھ رہنے لگ گیا، یہاں تک کہ میں نے قرآن شریف کی بہت سی سورتیں یاد کرلیں پھر میں اپنی قوم میں واپس آگیا۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن عَدوی بیان کرتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کا امیر بنا کر بھیجا۔ ان لوگوں کو ایک جگہ بیس اُونٹ ملے۔ وہ ان کو ساتھ لے کر چل پڑے۔ حضرت علی بن ابی طالب کو پتہ چلا کہ یہ اُونٹ حضرت ضِماد کی قوم کے ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ اُونٹ ان کو واپس کر دو چنانچہ وہ سب اُونٹ واپس کر دیئے گئے۔[1]

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حضرت عمران رضی اللہ عنہ، کے والد حضرت حُصَین رضی اللہ عنہ، کو دعوت دینا

قریش حضرت حُصَین رضی اللہ عنہ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ایک دفعہ قریش ان کے پاس آئے اور ان سے کہا آپ ہماری طرف سے جا کر اس آدمی سے بات کریں کیونکہ وہ ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے چنانچہ قریش حضرت حُصَین کے ساتھ چلے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دروازے کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا بڑے میاں (یعنی حضرت حُصَین) کے لیئے جگہ خالی کر دو۔ حضرت حُصَین کے صاحبزادے حضرت عمران رضی اللہ عنہ، اور ان کے بہت سے ساتھی حضورؐ کی خدمت میں پہلے سے جمع تھے۔ حضرت حُصَین نے کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ ہمیں آپ کی طرف سے یہ باتیں پہنچ رہی ہیں کہ آپ ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتے ہیں حالانکہ آپ کے والد تو بہت محتاط اور بھلے آدمی تھے؟ اس پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اے حُصَین! میرے والد اور تمہارے والد دونوں جہنم میں ہیں۔ اے حُصَین اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم کتنے خداؤں کی عبادت کرتے ہو؟ حضرت حُصَین نے کہا میرے سات خدا زمین پر ہیں اور ایک خدا آسمان میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جب تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچتا

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۷۷) من طریق الواقدی قال حدثنی محمد بن سلیط عن ابیہ عن عبدالرحمٰن العدوی۔

ہے توکس خدا کو پکارتے ہو؟ حضرت حُصَین نے کہا آسمان والے خدا کو۔ آپ نے فرمایا جب مال ہلاک ہو جائے توکس کو پکارتے ہو؟ حضرت حُصَین نے کہا آسمان والے کو۔ حضور نے فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ تمہاری پکار پر وہ اکیلا تمہاری فریاد رسی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ اور خداؤں کو شریک کرتے ہو۔ کیا تم آسمان والے خدا کی رضا و اجازت سے ان دیوتاؤں کو شریک کرتے ہو یا ان دیوتاؤں سے ڈرتے ہو کہ اگر تم ان کو شریک نہیں کرو گے تو وہ تم پر غالب آجائیں گے۔ حضرت حُصَین نے کہا ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہے۔ حضرت حُصَین کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ آج تک ان جیسی بڑی ہستی سے میں نے بات نہیں کی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اے حُصَین! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ حضرت حُصَین نے کہا میری قوم ہے اور میرا خاندان ہے۔ (اگر اسلام لاؤں گا تو ان سے مجھے خطرہ ہے،) اس لیے اب میں کیا کہوں آپ نے فرمایا یہ دُعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اَسْتَھْدِیْکَ لِاَرْشَدِ اَمْرِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا یَّنْفَعُنِیْ۔

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے اللہ میں اپنے معاملہ میں زیادہ رشد و ہدایت والے راستے کی آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور مجھے علم نافع اور زیادہ عطا فرما"۔ چنانچہ حضرت حُصَین نے یہ دُعا پڑھی اور اسی مجلس میں اُٹھنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت عمران نے کھڑے ہو کر اپنے والد حضرت حُصَین کے سر اور ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ لیا۔ جب حضورؐ نے یہ منظر دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا عمران کے رویہ کی وجہ سے مجھے رونا آگیا کہ ان کے والد حُصَین جب اندر آئے تو وہ کافر تھے۔ اس وقت عمران نہ ان کے لیے کھڑے ہوئے اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوئے لیکن جب وہ مسلمان ہو گئے تو فوراً ان کا حق ادا کر دیا۔ اس کی وجہ سے مجھ پر رقّت طاری ہوئی۔ جب حضرت حُصَین باہر جانے لگے تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا۔ اُٹھو اور انہیں ان کے گھر تک پہنچا آؤ۔ حضرت حُصَین جونہی دروازے سے باہر آئے تو قریش نے دیکھتے ہی کہا یہ تو بے دین ہو گیا اور سارے قریش انہیں چھوڑ کر اِدھر اُدھر بکھر گئے۔[1]

---

[1] اخرجہ ابن خزیمۃ عن عمران بن خالد بن طلیق بن محمد بن عمران بن حصین قال حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۳۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے صحابی کو دعوت دینا جن کا نام نہیں بیان کیا گیا

حضرت ابو تمیمہ ہجیمی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ایک آدمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا (یا حضرت ابو تمیمہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا وہاں ایک آدمی آیا) اور اس آدمی نے پوچھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں یا یہ پوچھا کہ آپ محمدؐ ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کہ آپ کس کو پکارتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا اکیلے اللہ عزّ وجل کو پکارتا ہوں جس کی صفت یہ ہے کہ جب تم کو کوئی نقصان پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے نقصان کو دُور کر دے اور جب تم پر قحط سالی آجائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے لیے غلّہ اُگا دے اور جب تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری گُم ہو جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کر دے۔ یہ بات سن کر وہ آدمی فوراً مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کو کبھی گالی نہ دینا (حکم راوی کو شک ہوا کہ اس موقع پر حضورؐ نے شَیْئاً فرمایا یا اَحَدًا فرمایا مطلب دونوں کا ایک ہی ہے) وہ صاحب کہتے ہیں کہ حضورؐ کے وصیت فرمانے کے بعد میں نے آج تک کبھی کسی اُونٹ یا کسی بکری کو بھی گالی نہیں دی۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت مُعاویہ بن حَیدہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت مُعاویہ بن حَیدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں اب تک اس لیے نہیں آیا تھا کہ میں نے ہاتھوں کے پوروں کی تعداد سے بھی زیادہ مرتبہ قسم کھائی تھی کہ نہ میں کبھی

---

[1] اخرجہ احمد وقال الہیثمی (ج ۸ ص ۷۲)، وفیہ الحکم بن فضیل وثقہ ابوداؤد وغیرہ وضعفہ ابو زرعۃ وغیرہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح اھ

آپ کے پاس آؤں گا اور نہ آپ کے دین کو اختیار کروں گا اور حضرت معاویہ نے یہ فرماتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رکھتے ہوئے پوروں کی تعداد کی طرف اشارہ فرمایا۔ (لیکن اب اللہ تعالیٰ مجھے آپ کے پاس لے ہی آیا ہے) تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میری حالت یہ ہے کہ میرے پاس تھوڑا سا علم ہے۔ میں آپ کو اللہ کی عظیم ذات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ ہمارے رب نے آپ کو کیا دے کر ہمارے پاس بھیجا ہے؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، دینِ اسلام دے کر بھیجا ہے۔ حضرت مُعَاوِیہ نے پوچھا۔ دینِ اسلام کیا ہے؟ حضور نے فرمایا، دینِ اسلام یہ ہے کہ تم یہ کہو میں نے اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار بنا دیا اور اللہ کے علاوہ باقی سب سے میں الگ ہو گیا، اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لیئے قابلِ احترام ہے۔ دونوں مسلمان آپس میں بھائی اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور مشرک آدمی جب مسلمان ہو گیا تو اب اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اس وقت قبول فرمائیں گے جب وہ مشرکوں سے جُدا ہو جائے (یعنی ہجرت کرلے) مجھے کیا ضرورت تھی کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تم لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤں مگر سُنو بات یہ ہے کہ میرا رب مجھے بلائے گا اور مجھ سے پوچھے گا کیا میرا دین تو نے میرے بندوں تک پہنچا دیا تھا تو میں عرض کر سکوں گا اے میرے رَبّ ہاں میں نے پہنچا دیا تھا۔ غور سے سُنو! تم میں سے جو یہاں حاضر ہیں وہ غائبین تک میرا دین پہنچائیں۔ غور سے سُنو! تمہیں قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں بلایا جائے گا کہ تمہارے مُنہ بند کئے ہوئے ہوں گے (یعنی تم بات نہیں کر سکو گے) اور سب سے پہلے ہر آدمی کی ران اور ہتھیلی اس کے اعمال کی خبر دے گی۔ حضرت مُعَاوِیہ فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسُول اللہ یہی ہمارا دین ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہی تمہارا دین ہے۔ جہاں بھی رہ کر تم اس پر اچھی طرح چلو گے یہ دین تمہارے لیئے کافی ہو جائے گا۔[1]

---

[1] اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب وصححہ وذکر تمام الحدیث فہذا ہو الحدیث الصحیح بالاسناد الثابت المعروف وانما ہو لمعاویۃ بن حیدۃ لا لحکیم ابی معاویۃ وقد اخرج قبلہ حدیث حکیم ہذا انہ قال یا رسُولَ اللہ ربنا بم ارسلک؟ قال تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیاً وتقیم الصلاۃ وتوتی الزکاۃ وکل مسلم علی کل مسلم محرم ہذا دینک وانیما تکن یکفک ہکذا ذکرہ ابن ابی خیثمۃ وعلی ہذا الاسناد عول فیہ وہو اسناد ضعیف کذا فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۲۲) وقال الحافظ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۵۰) ولکن یحتمل ان یکون ہذا آخر ولا بعد فی ان یتوارد

(بقیہ حاشیہ ص ۹۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی خبر ملی (یا آپ کے دعوائے نبوت کی خبر ملی) تو مجھے یہ بہت برا لگا۔ چنانچہ میں اپنے وطن سے نکل کر روم کی طرف چلا گیا اور بعض روایات میں ہے کہ میں قیصر کے پاس چلا گیا اور میرا یہ روم میں آکر قیصر کے پاس چلے جانا مجھے حضورؐ کے ہجرت فرمانے سے بھی اور زیادہ برا لگا اور میں نے اپنے دل میں کہا مجھے اس آدمی کے پاس جانا چاہیئے اگر یہ جھوٹا ہو گا تو میرا نقصان نہیں کر سکے گا اور اگر سچا ہو گا تو مجھے پتہ چل جائے گا فرماتے ہیں مَیں مدینہ پہنچا تو لوگ (خوش ہو کر) کہنے لگے عدی بن حاتم آگئے عدی بن حاتم آگئے۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے تین دفعہ فرمایا اے عدی بن حاتم! مسلمان ہو جاؤ۔ سلامتی پاؤ گے۔ میں نے کہا۔ مَیں خود ایک دین پر چل رہا ہوں حضورؐ نے فرمایا۔ میں تمہارے دین کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے (حیران ہو کر) کہا آپ میرے دین کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تم فرقہ رکوسیہ میں سے نہیں ہو۔ (یہ نصاریٰ اور صابئین کے درمیان کا فرقہ ہے) اور تم اپنی قوم کا چوتھائی مالِ غنیمت کھا جاتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا حالانکہ تمہارے لیئے یہ تمہارے دین میں حلال نہیں ہے۔ میں نے کہا جی ہاں حلال نہیں ہے۔ حضورؐ نے اتنی ہی بات کی تھی کہ میں آپ کی بات کے سامنے جھک گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سنو میں اس بات کو بھی خوب جانتا ہوں جو تمہیں اسلام سے روک رہی ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ ان کے پیچھے چلنے والے تو کمزور قسم کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوئی قوت نہیں ہے اور تمام عرب نے ان کو الگ پھینک رکھا ہے۔ (یا تمام عرب نے ان کو نشانہ بنا رکھا ہے) کیا تم حیرہ شہر کو جانتے ہو؟ میں نے

(از صفحہ ۹۵)
اثنان علی سوال واحد ولا سیما مع تباین المخرج وقد ذکرہ ابن ابی عاصم فی الوحدان واخرج الحدیث عن عبدالوہاب بن نجدہ وھو الحوطی شیخ ابن ابی خثیمۃ فیہ۔ انتہی۔

کہا اسے دیکھا تو نہیں ہے البتہ اس کا نام سُنا ضرور ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ اس دین کو ضرور پورا کر کے رہیں گے۔ (اور ایسا امن و امان ہو جائے گا کہ) پردہ نشین عورت تن تنہا حیرہ سے چلے گی اور اکیلے بَیْتُ اللہ کا طواف کرے گی اور کوئی اس کے ساتھ نہ ہوگا اور کسریٰ بن ہرمُز کے خزانے فتح کئے جائیں گے۔ میں نے (حیران ہو کر) کہا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں کسریٰ بن ہرمز کے خزانے اور مال خوب خرچ کیا جائے گا حتیٰ کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ یہ قصہ سنانے کے بعد حضرت عَدی بن حَاتم نے فرمایا دیکھو یہ تن تنہا عورت حیرہ سے آ رہی ہے اور اکیلی بیت اللہ کا طواف کر رہی ہے اور اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے اور میں خود ان لوگوں میں تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کئے اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تیسری بات بھی ضرور ہو کر رہے گی اس لئے کہ حضورؐ فرما چکے ہیں[1]

حضرت عَدی بن حَاتم رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں ہم لوگ مقام عَقرب میں تھے کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا بھیجا ہُوا گھوڑے سواروں کا ایک دستہ آیا جو میری پھوپھی اور کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے لے گئے اور حُضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب یہ سب آپ کے سامنے ایک صف میں کھڑے کئے گئے تو میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ میرا مددگار نمائندہ جُدا ہو گیا۔ اولاد ختم ہو گئی۔ میں خود بہت بوڑھی عمر رسیدہ ہو چکی اور مجھ سے کوئی خدمت بھی نہیں ہو سکتی۔ آپ مجھ پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ حُضورؐ نے فرمایا تمہارا مددگار نمائندہ کون ہے؟ پھوپھی نے کہا عَدی بن حَاتم۔ آپ نے فرمایا وہی جو اللہ اور رسُول سے بھاگا ہُوا ہے۔ پھوپھی فرماتی ہیں کہ آپ نے مجھ پر احسان فرما دیا۔ جب آپ واپس جانے لگے تو ایک آدمی آپ کے ساتھ تھا۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت علی تھے۔ انہوں نے پھوپھی سے کہا حُضورؐ سے سواری مانگ لو۔ پھوپھی نے حُضورؐ سے سواری مانگی حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا ان کو سواری دے دی جائے۔ حضرت عَدی فرماتے ہیں کہ وہاں سے پھوپھی میرے پاس آئیں اور مجھ سے یہ کہا تم نے ایسا کام کیا ہے کہ تمہارا باپ تو کبھی نہ کرتا۔ (یعنی تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے) اور کہا تمہارا دل چاہے یا ڈر کی وجہ سے نہ چاہے ان کے پاس

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۶۶) واخرجہ البغوی ایضاً فی معجمہ بمعناہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۶۸)

ضرور جاؤ۔ فلاں ان کے پاس گیا اسے حضورؐ سے خوب ملا اور فلاں گیا اسے بھی حضورؐ سے خوب ملا۔ حضرت عدی فرماتے ہیں (پھوپھی کے کہنے پر) میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت حضورؐ کے پاس ایک عورت اور دو بچے یا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا جو کہ آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے (یوں عورت اور بچوں کے پاس بیٹھنے سے) میں سمجھ گیا کہ یہ کسریٰ وقیصر والی بادشاہت نہیں ہے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اے عدی بن حاتم! کس وجہ سے بھاگ رہے ہو؟ کیا اس وجہ سے بھاگ رہے ہو کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا پڑے گا؟ تو کیا اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے؟ کس وجہ سے بھاگ رہے ہو؟ کیا اس وجہ سے بھاگ رہے ہو کہ اللّٰہُ اکبر کہنا پڑے گا؟ کیا کوئی چیز اللہ عزّوجل سے بڑی ہے؟ یہ سن کر میں مسلمان ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ (میرے اسلام لانے پر) آپ کا چہرہ کھل گیا اور آپ نے فرمایا "مَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ" جن پر اللہ ناراض ہوا وہ یہودی ہیں اور ضَآلِّیْنَ جو گمراہ ہوئے وہ نصاریٰ ہیں۔ حضرت عدی فرماتے ہیں پھر کچھ لوگوں نے آپ سے مانگا۔ (آپ کے پاس کچھ تھا نہیں، اس لئے آپ نے صحابہؓ کو دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی) چنانچہ آپ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا اے لوگو! ضرورت سے زائد مال خرچ کرو۔ کوئی ایک صاع۔ کوئی صاع سے کم۔ کوئی ایک مٹھی کوئی مٹھی سے کم۔ شعبہ راوی کہتے ہیں، جہاں تک مجھے یاد ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کوئی ایک کھجور دے کوئی کھجور کا ٹکڑا۔ اور تم میں سے ہر آدمی اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے یہ پوچھیں گے جو میں تمہیں بتا رہا ہوں کیا میں نے تمہیں دیکھنے اور سننے کی نعمت نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد نہیں دی تھی۔ تم نے آگے کے لئے کیا بھیجا ہے؟ یہ سن کر آدمی آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھے گا لیکن کچھ نہ پائے گا۔ جہنم سے صرف اللہ کی ذات کے ذریعہ سے ہی بچا جا سکتا ہے لہٰذا آگ سے بچو اور (آگ سے بچنے کے لئے دینے کو کچھ نہ ہو تو) کھجور کا ٹکڑا ہی دے دو اور اگر کھجور کا ٹکڑا بھی نہ ہو تو نرم بات ہی کر دیا کرو مجھے تم پر فقر وفاقہ کا ڈر نہیں ہے۔ اللہ پاک تمہاری ضرور مدد فرمائیں گے اور تمہیں بہت زیادہ دیں گے اور بہت زیادہ فتوحات کریں گے یہاں تک کہ پردہ نشین عورت تن تنہا حیرہ اور یثرب کے درمیان یا اس سے بھی زیادہ لمبا سفر کیا کرے گی اور اسے چوری کا ڈر نہ ہوگا[1]

[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا
حضرت ذوالجوشن ضبابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ کو دعوت دینا

حضرت ذوالجوشن ضبابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فارغ ہوئے تو میں اپنی قرحاء نامی گھوڑی کا بچھیرا لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا اے محمدؐ! میں آپ کے پاس قرحاء گھوڑی کا بچھیرا لے کر آیا ہوں تاکہ آپ اسے اپنے استعمال کے لیئے لے لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں بدر کی زرہوں میں سے تمہاری پسند کی ایک زرہ دے دوں۔ میں نے کہا کہ میں اس کو آج اعلیٰ درجہ کے ایک گھوڑے کے بدلہ میں دینے کو تیار نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے ذوالجوشن! تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے تاکہ شروع میں اسلام لانے والوں میں سے ہو جاؤ؟ میں نے کہا نہیں' آپ نے فرمایا کیوں؟ میں نے کہا اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے۔ آپ نے فرمایا بدر میں ان کی شکست کے بارے میں تمہیں کیسی خبر پہنچی؟ میں نے کہا مجھے ساری خبر پہنچ چکی ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیں تو تمہیں اللہ کی سیدھی راہ بتاتی ہے۔ میں نے کہا مجھے منظور ہے بشرطیکہ آپ کعبہ کو فتح کر کے وہاں رہنے لگ جائیں۔ آپ نے فرمایا، اگر تم زندہ رہے تو اسے بھی دیکھ لوگے۔ پھر آپ نے ایک آدمی کو فرمایا او فلانے اس آدمی کا تھیلا لے لو اور اس میں راستے کے لیئے عجوہ کھجوریں ڈال دو۔ جب میں واپس ہونے لگا تو آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا یہ شخص بنی عامر کے بہترین شہسواروں میں سے ہے۔ حضرت ذوالجوشن فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں مقامِ غور میں اپنے گھر والوں میں تھا کہ اتنے میں ایک سوار آیا۔ میں نے اس سے پوچھا لوگوں

حاشیہ صفحہ گزشتہ۔
۱؎ اخرجہ احمد وقد رواہ الترمذی وقال حسن غریب لانعرفہ الامن حدیث سماک و اخرج البیہقی شیئاً منہ من آخرہ وہکذا اخرجہ البخاری مختصراً کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۶۵)

کا کیا بنا؟ اس نے بتایا کہ اللہ کی قسم، محمدؐ کعبہ پر غالب آچکے ہیں اور اس میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو میں نے یہ سن کر کہا کاش میں پیدا ہوتے ہی مرجاتا اور میری ماں کی گود مجھ سے خالی ہو جاتی۔ کاش کہ جس روز آپ نے فرمایا تھا میں اسی روز مسلمان ہوجاتا اور پھر میں آپ سے خیرہ مقام بھی مانگتا تو آپ مجھے بطور جاگیر ضرور دے دیتے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ تمہیں اسلام لانے سے کونسی چیز روک رہی ہے؟ میں نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کو (آپ کے شہر مکے سے) نکال دیا اور اب آپ سے جنگ کر رہے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں اب آپ کیا کریں گے؟ اگر آپ ان پر غالب آگئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا اور آپ کا اتباع کروں گا اور اگر وہ آپ پر غالب آگئے تو آپ کا اتباع نہیں کروں گا[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا نذیر۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (آج سے تمہارا نام) بشیر ہے۔ آپ نے مجھے صُفّہ چبوترا پر ٹھہرایا (جہاں فقراء مہاجرین ٹھہرتے تھے)، آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کے پاس ہدیہ آتا تو خود بھی اسے استعمال فرماتے اور ہمیں بھی اس میں شریک فرما لیتے اور جب صدقہ آتا تو سارا ہمیں دے دیتے۔ ایک رات آپ گھر سے نکلے میں بھی بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر یہ دعا پڑھی:۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اور پھر فرمایا تم نے بہت بڑی خیر حاصل کرلی اور بڑے شر اور فتنہ سے بچ کر تم آگے نکل گئے

---

[1] اخرجہ الطبرانی وقال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۶۲) رواہ عبداللہ بن احمد وابوہ ولم یسق المتن والطبرانی ورجالہما رجال الصحیح وروی ابوداؤد بعضہ انتہی۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کون ہے ؟ میں نے کہا بشیر۔ آپ نے فرمایا تم عمدہ گھوڑوں کو کثرت سے پالنے والے قبیلہ ربیعہ میں سے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اپنے رہنے والوں کو لے کر الٹ جاتی۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اس قبیلہ میں سے اللہ پاک نے تمہارے دل اور کان اور آنکھ کو اسلام کی طرف پھیر دیا۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! بالکل راضی ہوں۔ آپ نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا مجھے اس بات کا ڈر ہُوا کہ آپ کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے یا زمین کا کوئی زہریلا جانور نہ کاٹ لے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے صحابی کو دعوت دینا جن کا نام نہیں بیان کیا گیا

قبیلہ بلعدویہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا نے اپنے اسلام لانے کا قصہ اس طرح سے سنایا کہ میں مدینہ کے ارادہ سے چلا تو ایک وادی کے پاس میں نے پڑاؤ ڈالا تو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں بکری کا سودا کر رہے ہیں اور خریدار بیچنے والے سے کہہ رہا ہے کہ مجھ سے خرید و فروخت میں اچھا معاملہ کرو۔ تو میں نے دل میں کہا کیا یہ وہی ہاشمی ہے جس نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے ؟ اتنے میں ایک اور آدمی آتا ہُوا نظر آیا۔ جس کا جسم بہت خوبصورت اور پیشانی کشادہ اور ناک پتلی اور بھویں باریک تھیں اور سینے کے اوپر والے حصے سے ناف تک کالے دھاگے کی طرح سے کالے بالوں کی ایک لکیر تھی اور وہ دو پرانی چادروں میں تھے۔ ہمارے قریب آکر انہوں نے السلام علیکم کہا۔ ہم نے ان کو سلام کا جواب دیا۔ ان کے آتے ہی خریدار نے پکار کر کہا یا رسولؐ اللہ! آپ اس بکری والے سے فرمادیں کہ وہ مجھ سے معاملہ اچھی طرح کرے۔ آپ نے ہاتھ اُٹھا کر فرمایا تم لوگ اپنے مالوں کے خود مالک ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح حاضری دوں کہ تم میں سے کوئی

---

[1] اخرجہ ابن عساکر وعندہ ایضا والطبرانی والبیہقی یا بشیر! الا تحمد اللہ الذی اخذ بناصیتک الی الاسلام من بین ربیعۃ قوم یرون ان لولاہم لائتفکت الارض بمن علیہا کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۴۶)

بھی مجھ سے اپنے مال یا جان یا عزت کے بارے میں کسی قسم کے ناحق ظلم کا مطالبہ نہ کر رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو خریدنے اور بیچنے میں، لینے اور دینے میں نرمی کا معاملہ کرے اور قرض کی ادائیگی اور قرض کے مطالبے میں نرمی کرے۔ پھر وہ آدمی چلا گیا۔ پھر میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم میں اس آدمی کے حالات اچھی طرح معلوم کروں گا کیونکہ اس کی باتیں اچھی ہیں۔ میں آپ کے پیچھے ہو لیا اور میں نے آواز دی اے محمدؐ آپ میری طرف پوری طرح مڑ کر متوجہ ہوئے اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا آپ وہی ہیں جس نے (نعوذ باللہ) لوگوں کو گمراہ کیا اور انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے آباؤ اجداد جن خداؤں کی عبادت کرتے تھے ان سے روک دیا۔ آپ نے فرمایا یہ سارے کام تو اللہ نے کیے ہیں۔ میں نے کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کے بندوں کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ میں نے کہا آپ اس دعوت میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمدؐ اللہ کا رسول ہوں اور اللہ نے جو کچھ مجھ پر نازل فرمایا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور لات اور عُزّیٰ کا انکار کرو۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ میں نے کہا زکوٰۃ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ہمارے مالدار اپنے مال میں سے کچھ ہمارے غریبوں کو دیں۔ میں نے کہا آپ جن چیزوں کی دعوت دیتے ہیں وہ تو بہت اچھی ہیں۔ میرے دادا کہتے ہیں کہ اس ملاقات اور گفتگو سے پہلے میرے دل کی یہ حالت تھی کہ روئے زمین کا کوئی انسان مجھے آپ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا لیکن اس گفتگو کے بعد میرے دل کی یہ حالت ہو گئی کہ آپ مجھے اپنی اولاد اور والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے اور ایک دم میری زبان سے نکلا کہ میں پہچان گیا۔ آپ نے فرمایا "تم پہچان گئے؟" میں نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں محمدؐ اللہ کا رسول ہوں اور جو کچھ اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے اس پر ایمان لاتے ہو۔ میں نے کہا "جی ہاں" یا رسول اللہ میرا خیال یہ ہے کہ فلاں چشمے پر جاؤں جس پر بہت سے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں اور جن باتوں کی آپ نے مجھے دعوت دی ہے میں جا کر ان کو ان باتوں کی دعوت دوں مجھے امید ہے وہ سب آپ کا اتباع کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا "ہاں جاؤ" ان کو دعوت دو (چنانچہ انہوں نے وہاں جا کر سب کو دعوت دی) اور اس چشمہ والے تمام مرد اور عورت مسلمان ہو گئے

(خوش ہو کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک آدمی کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے ماموں جان آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں۔ انہوں نے کہا میں ماموں ہوں یا چچا؟ آپ نے فرمایا آپ چچا نہیں ماموں ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں۔ انہوں نے کہا کیا یہ میرے لیے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک یہودی لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا۔ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے پھر اس سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ۔ اس کا باپ بھی وہیں اس کے پاس تھا۔ وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا۔ باپ نے کہا ابوالقاسم (یعنی حضورؐ) کی مان لو۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اُسے دوزخ کی آگ سے بچایا۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔ اس نے کہا میرا دل نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا دل نہ چاہے تب بھی (مسلمان ہو جاؤ)[4]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دینا

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ سے فرمایا آپ مسلمان ہو جائیں سلامتی پالیں گے۔[5] حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

---

[1] اخرجہ ابویعلی عن حرب بن سریج قال حدثنی رجل من بلعدویۃ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۸) وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ وثقوا انتہی

[2] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح [3] اخرجہ البخاری وابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۲۴) [4] اخرجہ احمد وابویعلی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رجالہما رجال الصحیح

[5] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رجالہ رجال الصحیح انتہی

فرماتی ہیں، جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکہ میں داخل ہوئے اور اطمینان کے ساتھ مسجد میں بیٹھ گئے تو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ (اپنے والد) حضرت ابوقحافہ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ نے اُن کو (آتے ہوئے) دیکھا تو فرمایا اے ابوبکر! بڑے میاں کو وہیں کیوں نہیں رہنے دیا۔ میں ان کے پاس چل کر جاتا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ ان پر زیادہ حق بنتا ہے کہ یہ آپ کے پاس چل کر آئیں بنسبت اس کے کہ آپ ان کے پاس چل کر تشریف لے جاتے۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا اور ان کے دل پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا آپ مسلمان ہو جائیں سلامتی پالیں گے چنانچہ حضرت ابوقحافہ مسلمان ہو گئے اور کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ جب حضرت ابوقحافہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لائے گئے تو ان کے سَر اور داڑھی کے بال ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھے۔ آپ نے فرمایا اس سفیدی کو بدل دو لیکن کالا خضاب نہ کرنا۔[1]

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اُن مُشرکوں کو فرداً فرداً دعوت دینا جو مُسلمان نہیں ہُوئے

حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں، سب سے پہلے دن جو میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پہچانا اس کا قِصّہ یوں ہُوا کہ میں اور ابوجہل بن ہشام مکہ کی ایک گلی میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک ہماری حضورؐ سے مُلاقات ہو گئی۔ حُضورؐ نے ابوجہل سے فرمایا اے ابوالحکم! آؤ اللہ اور اس کے رسُول کی طرف۔ میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں ابوجہل نے جواب دیا اے محمّدؐ! کیا تم ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہنے سے باز نہیں آؤ گے؟ آپ یہی چاہتے ہیں کہ ہم گواہی دے دیں کہ آپ نے (اللہ کا) پیغام پہنچا دیا۔ چلیں ہم گواہی دیئے دیتے ہیں کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے تو میں آپ کا اِتباع ضرور کر لیتا۔ یہ سن کر حضورؐ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ابوجہل میری طرف متوجّہ ہو کر کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ

---

[1] عند ابن سعد (ج ۵ ص ۴۵۱)

جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے لیکن میں ان کی بات اس وجہ سے نہیں مانتا کہ (وہ بنی قصی میں سے ہیں اور) بنی قصی نے کہا کہ بیت اللہ کی دربانی ہمارے خاندان میں ہوگی۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے کہا حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت ہمارے خاندان میں ہوگی۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے کہا مجلس شوریٰ کا انتظام ہمارے ذمہ ہوگا۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے کہا لڑائی کا جھنڈا ہمارے خاندان میں ہوگا۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے پھر انہوں نے کھانا کھلایا اور ہم نے بھی کھانا کھلایا حتیٰ کہ جب کھانا کھلانے میں ہم اور وہ برابر ہوگئے تو وہ کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک نبی ہے۔ اللہ کی قسم ان کی یہ بات میں کبھی نہیں مانوں گا۔[1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ولید بن مغیرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے اسے قرآن پڑھ کر سنایا۔ بظاہر قرآن سن کر وہ نرم پڑ گیا۔ ابوجہل کو یہ خبر پہنچی۔ ولید کے پاس آکر اس نے کہا اے چچا جان! آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ ولید نے پوچھا کس لیے؟ ابوجہل نے کہا آپ کو دینے کے لیے۔ کیونکہ آپ محمدؐ کے پاس اس لئے گئے تھے تاکہ آپ کو ان سے کچھ مل جائے۔ ولید نے کہا قریش کو خوب معلوم ہے کہ میں ان میں سب سے زیادہ مالداروں میں سے ہوں۔ (مجھے محمدؐ سے مال لینے کی ضرورت نہیں ہے) ابوجہل نے کہا تو پھر آپ محمدؐ کے بارے میں ایسی بات کہیں جس سے آپ کی قوم کو یہ پتہ چل جائے کہ آپ محمدؐ کے منکر ہیں (ان کو نہیں مانتے ہیں)، ولید نے کہا میں کیا کہوں؟ اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اَشعار اور اَشعار کے رجز اور قصیدے کو اور جنّات کے اَشعار کو جاننے والا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! وہ (محمدؐ) جو کچھ کہتے ہیں وہ ان میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے۔ اور اللہ کی قسم! وہ جو کچھ فرماتے ہیں اس میں بڑی حلاوت (اور مزا) اور بڑی خوبصورتی اور کشش ہے اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ ایسا تناور درخت ہے جس کا اُوپر کا حصہ خوب پھل دیتا ہے اور نیچے کا حصہ خوب سرسبز ہے اور آپ کا کلام ہمیشہ اُوپر رہتا ہے

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۶۴) اخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ بنحوہ کما فی الکنز (ج ۷، ص ۱۲۹) وفی حدیثہ یا اباالحکم ہلم الی اللہ والی رسولہ والی کتابہ ادعوک الی اللہ۔

کوئی اور کلام اس سے اُوپر نہیں ہو سکتا اور آپ کا کلام اپنے سے نیچے والے کلاموں کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ ابوجہل نے کہا آپ کی قوم آپ سے اس وقت تک راضی نہیں ہو گی جب تک آپ ان کے خلاف کچھ کہیں گے نہیں۔ ولید نے کہا اچھا ذرا ٹھہرو۔ میں اس بارے میں کچھ سوچتا ہوں۔ کچھ دیر سوچ کر ولید نے کہا ان کا (محمدؐ کا) کلام ایک جادو ہے جسے وہ دوسروں سے سیکھ سیکھ کر بیان کرتے ہیں۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔
ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۝
جن کا ترجمہ یہ ہے "چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جس کو میں نے بنایا اکا۔ اور دیا میں نے اس کو مال پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے"۔[1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دو ۲ آدمیوں کو دعوت دینا

حضرت مُعاویہ رضی اللّٰہُ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوسُفیان رضی اللّٰہُ عنہ اپنی بیوی ہندہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا کر اپنے کھیت کی طرف چلے۔ میں بھی دونوں کے آگے آگے چل رہا تھا اور میں نوعمر لڑکا اپنی گدھی پر سوار تھا کہ اتنے میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے پاس پہنچے۔ ابوسُفیان نے کہا اے مُعاوِیہ! نیچے اُتر جاؤ تاکہ مُحمّدؐ سوار ہو جائیں۔ چنانچہ میں گدھی سے اُتر گیا اور اس پر حضورؐ سوار ہو گئے۔ آپ ہمارے آگے آگے کچھ دیر چلے پھر ہماری طرف مُتَوجّہ ہو کر فرمایا اے ابوسُفیان بن حَرب، اے ہِند بنت عُتبہ، اللہ کی قسم! تم ضرور مرو گے۔ پھر تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر نیکوکار جنت میں جائے گا اور بدکار دوزخ میں۔ اور میں تم کو بالکل صحیح اور حق بات بتا رہا ہوں اور تم دونوں ہی سب سے پہلے (اللہ کے عذاب) سے ڈرائے گئے ہو۔ پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ سے لے کر قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ تک آیات

---

[1] اخرجہ اسحاق بن راہویہ ہکذا رواہ البیہقی عن الحاکم عن عبداللّٰہ بن محمد الصنعانی بمکۃ عن اسحاق وقد رواہ حماد بن زید عن ایوب عن عکرمۃ مرسلا فیہ انہ قرأ علیہ ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۶۰)، واخرجہ ابن جریر عن عکرمۃ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۴۴۳)۔

تلاوت فرمائیں تو ان سے ابوسفیان نے کہا اے محمدؐ! کیا آپ اپنی بات کہہ کر فارغ ہو گئے؟ آپ نے فرمایا جی ہاں اور حضورؐ گدھی سے نیچے اتر آئے اور میں اس پر سوار ہو گیا۔ حضرت ہندؓ نے حضرت ابوسفیان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا اس جادوگر کے لیئے تم نے میرے بیٹے کو گدھی سے اتارا تھا؟ ابوسفیان نے کہا نہیں اللہ کی قسم! وہ جادوگر اور جھوٹے آدمی نہیں ہیں۔[1]

حضرت یزید بن رُومان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عُبیداللہ رضی اللہ عنہما دونوں حضرت زُبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چلے اور دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دونوں پر اسلام کو پیش فرمایا اور قرآن پڑھ کر سنایا اور دونوں کو اسلام کے حقوق بتائے اور ان دونوں سے اللہ کی طرف سے اکرام و اعزاز ملنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ وہ دونوں ایمان لے آئے اور دونوں نے تصدیق کی۔ حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ابھی ملک شام سے چلا آرہا ہوں (اس سفر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ)، ہم لوگ مَعان اور زرقاء کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے اور ہماری حالت سونے والوں جیسی تھی کہ اچانک کسی پکارنے والے نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے سونے والو! اٹھو کیونکہ مکہ میں احمدؐ کا ظہور ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم مکہ میں آئے تو آتے ہی آپ کی خبر ہم نے سنی اور حضرت عثمان شروع زمانہ میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔[2]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، دارِ ارقم کے دروازے پر حضرت صُہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تشریف فرما تھے۔ میں نے حضرت صہیب سے کہا کس ارادے سے آئے ہو؟ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کس ارادے سے آئے ہو؟ میں نے کہا میں اس ارادے سے آیا ہوں کہ محمدؐ کی خدمت میں جا کر ان کی باتیں سنوں۔ انہوں نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ چنانچہ ہم دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہم پر اسلام کو پیش فرمایا۔ ہم دونوں مسلمان

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۹۴)، و اخرجہ الطبرانی ایضا مثلہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۰)، حمید بن منہب لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۵)

ہو گئے۔ پھر اس دن شام تک ہم وہیں ٹھہرے رہے پھر وہاں سے ہم چھپ کر نکلے حضرت عمّار اور حضرت صُہیب تیس سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے بعد مسلمان ہوئے[1]

حضرت خُبَیب بن عبدالرحمٰن رَحمۃُ اللہِ عَلَیہِ کہتے ہیں حضرت اسعد بن زُرارہ اور ذکوان بن عبد قیس رَضِیَ اللہُ عَنہما مدینہ سے مکہ عُتبہ بن ربیعہ سے اپنا کوئی فیصلہ کروانے کے لیے چلے۔ وہاں آکر دونوں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے بارے میں کچھ سُنا وہ دونوں حُضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں پہ اسلام پیش فرمایا اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے اور عُتبہ بن رَبیعہ کے قریب بھی نہ گئے، اور ویسے ہی مدینہ کو واپس چلے گئے اور یہ دونوں سب سے پہلے مدینہ میں اِسلام کو لے کر پہنچے[2]

حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا دو سے زیادہ کی جماعت پر اِسلام کی دعوت پیش کرنا

حضرت ابنِ عَبّاس رَضِیَ اللہُ عَنہما فرماتے ہیں عُتبہ بن رَبیعہ، شَیبہ بن رَبیعہ اور ابوسفیان بن حَرب اور بنو عبدالدار کے ایک آدمی اور بنو الاَسد کے ابوالبختَری اور اَسود بن عبدالمطلب بن اَسد اور زمعہ بن اَسود اور ولید بن مُغیرہ اور ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی اُمیّہ اور اُمیّہ بن خَلَف اور عاص بن وائل اور نُبَیہ بن حجّاج سَہمی اور مُنبّہ بن حجّاج سَہمی، اور کم و بیش سب کے سب سورج ڈوبنے کے بعد کعبہ کے پیچھے کی جانب جمع ہوئے اور آپس کے مشورہ سے یہ بات طے کی کہ محمدؐ کو آدمی بھیج کر بلاؤ اور ان سے کھل کر بات کرو اور ان سے اتنا جھگڑو کہ لوگ سمجھ لیں کہ ہم نے پوری کوشش کی ہے۔ چنانچہ ایک آدمی کو یہ پیغام دے کر حُضورؐ کے پاس بھیجا کہ آپ کی قوم کے سردار آپ سے بات کرنے کے لئے یہاں جمع ہیں۔ آپ جلدی سے ان کے پاس اس خیال سے تشریف لے آئے کہ شاید اسلام قبول کرنے کے بارے میں ان لوگوں کی رائے بن گئی ہے کیونکہ آپ ان کے ایمان لانے کے لیئے بے چین رہا کرتے تھے اور دل سے چاہتے تھے کہ ان کو ہدایت مل جائے اور ان کا نقصان

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۴۷) عن ابی عبیدۃ بن محمد بن عمار [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۰۸)

اور بگاڑ آپ پر بہت گراں تھا۔ آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے تو انہوں نے کہا اے محمدؐ! ہم نے تم کو آدمی بھیج کر اس لئے بلایا ہے تاکہ تم کو سمجھانے میں ہم اپنا سارا زور لگا دیں اور لوگ سمجھ جائیں کہ ہم نے سمجھانے کی پوری کوشش کرلی ہے۔ اللہ کی قسم ہمیں پورے عرب میں کوئی آدمی ایسا نظر نہیں آتا جس نے اپنی قوم کو ان پریشانیوں میں مبتلا کیا ہو جن میں آپ نے اپنی قوم کو مبتلا کیا ہے۔ آپ نے ان کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہا اور ان کے دین میں عیب نکالے اور ان کو بے وقوف بتایا اور ان کے خداؤں کو برا بھلا کہا اور ان کی جماعت میں پھوٹ ڈال دی۔ ہم سے تعلقات بگاڑنے والا ہر برا کام کیا۔ اگر آپ کا ان باتوں سے مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع کردیں گے کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہوجائیں گے اور اگر آپ ہمارا سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنالیں گے اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں گے اور اگر یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب کچھ جنات کے اثر سے ہو رہا ہے۔ جس کے سامنے آپ بے بس ہیں تو ہم اس کا علاج کروانے کے لئے اپنی ساری دولت خرچ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ یا تو آپ ٹھیک ہوجائیں یا آپ کے مزید علاج میں ہم معذور سمجھے جائیں یعنی یہ پتہ چل جائے کہ یہ لاعلاج مرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا جتنی باتیں تم کہہ رہے ہو ان میں سے کوئی بات بھی میرے دل میں نہیں ہے جس دعوت کو لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں اس سے مقصد نہ تو تمہارے مال حاصل کرنا ہے نہ تمہارا سردار یا بادشاہ بننا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ تم میں سے جو مان جائے اسے خوشخبری سناؤں اور جو نہ مانے اسے اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور میں نے تمہیں اللہ کے پیغام پہنچا دیئے اور میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں جو دعوت لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگر تم اسے قبول کرو گے تو دنیا و آخرت میں تمہارا نصیبہ ہے اور اگر قبول نہیں کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا یہاں تک کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے یہ سن کر قریش کے سرداروں نے کہا اے محمدؐ! جو باتیں ہم نے آپ کو پیش کی ہیں اگر وہ آپ کو قبول نہیں ہیں تو آپ کو خوب معلوم ہے کہ دنیا میں کوئی ہم سے زیادہ تنگ شہر والا اور ہم سے زیادہ کم مال والا اور ہم سے زیادہ سخت زندگی والا نہیں ہے تو آپ کے جس رب نے آپ کو یہ دعوت دے کر بھیجا ہے۔ اس سے

آپ ہمارے لئے یہ سوال کریں کہ وہ ان پہاڑوں کو ہم سے دُور ہٹا دے جن کی وجہ سے ہمارے شہر تنگ پڑ گئے ہیں اور ہمارے شہروں کو وسیع بنا دے اور یہاں شام و عراق جیسی نہریں چلا دے۔ اور جو ہمارے آباؤ اجداد مر چکے ہیں ان کو دوبارہ زندہ کر دے۔ ان میں سے خاص طور سے قصّیٰ بن کلاب کو بھی زندہ کرے کیونکہ وہ سچے بزرگ تھے۔ پھر ہم اُن سے پوچھیں گے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ حق ہے یا غلط ہے۔ جتنی باتوں کا ہم نے آپ سے مطالبہ کیا ہے اگر آپ ان کو پُورا کر دیں گے اور ہمارے آباؤ اجداد آپ کی تصدیق کر دیں گے تو ہم بھی آپ کو سچا مان لیں گے اور اس سے ہمیں پتہ چلے گا کہ اللہ کے ہاں آپ کا بڑا مرتبہ ہے اور جیسے آپ کہہ رہے ہیں واقعی اس نے آپ کو رسُول بنا کر بھیجا ہے۔ اس پر آپ نے ان سے فرمایا مجھے ان کاموں کے لئے نہیں بھیجا گیا اور میں تمہارے پاس وہی باتیں لے کر آیا ہوں جن کو دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور جو کچھ دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ وہ سب میں تمہیں پہنچا چکا ہوں۔ اگر تم انہیں قبول کر لو گے تو تمہیں دُنیا اور آخرت میں خوش قسمتی ملے گی اور اگر تم قبول نہ کرو گے تو میں اللہ کے حُکم کا انتظار کروں گا۔ یہاں تک کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ اس پر ان سرداروں نے کہا اگر آپ ہمارے لئے یہ باتیں کرنے کو تیار نہیں ہیں تو کم از کم اپنے لئے اتنا تو کرو کہ اپنے رَبّ سے کہو کہ وہ ایک فرشتہ بھیج دے جو آپ کی باتوں کی تصدیق کرے اور آپ کی طرف سے ہمیں جواب دیا کرے اور اپنے رَبّ سے کہو کہ وہ آپ کے لئے باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محلات بنا دے جس کی وجہ سے آپ کو ان باتوں کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے جن کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو بازاروں میں جا کر ہماری طرح روزی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اگر آپ کا رب ایسا کر دے گا تو اس سے ہمیں پتہ چلے گا کہ آپ کا اپنے رَبّ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور جیسے آپ کہہ رہے ہیں واقعی آپ اس کے رسُول ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ ہی میں یہ کروں گا اور نہ ہی میں اپنے رَبّ سے یہ مانگوں گا اور نہ ہی مجھے اس کام کے لئے تمہارے پاس بھیجا گیا ہے اللہ نے تو مجھے خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تو جو باتیں لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں اگر تم ان کو قبول کر لو گے تو دنیا اور آخرت میں تمہارا نصیبہ ہے اور اگر قبول نہیں کرو گے تو مَیں اللہ کے حُکم کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ اس پر ان سرداروں نے کہا آپ ہم پر آسمان گرا دیں جیسے کہ آپ کا کہنا ہے کہ

اگر آپ کا رَبّ چاہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے کیونکہ جب تک آپ ایسا نہیں کریں گے ہم ہرگز آپ کو سچا نہیں مانیں گے۔ ان سے آپ نے فرمایا یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا کر بھی دے۔ ان سرداروں نے کہا۔ کیا آپ کے رَبّ کو اس کا علم نہیں تھا کہ ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے اور ہم آپ سے یہ سوالات اور مطالبے کریں گے؟ تو آپ کو وہ پہلے سے ہی یہ سب کچھ بتا دیتا اور ہمارے جوابات آپ کو سکھا دیتا اور آپ کو یہ بھی بتا دیتا کہ اگر ہم آپ کی لائی ہوئی باتوں کو قبول نہیں کریں گے تو وہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ ہمیں تو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک آدمی سکھاتا ہے جسے رحمان کہا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم ہرگز رحمان پر ایمان نہیں لائیں گے اور اے محمدؐ! ہم نے آپ کے سامنے اپنے تمام اَعذار رکھ دیئے ہیں اور آپ کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اللہ کی قسم! اب ہم آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے اور جو کچھ آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے ہم اس کا بدلہ لے کر رہیں گے۔ یہاں تک کہ یا تو ہم آپ کو ختم کر دیں یا آپ ہمیں ختم کر دیں۔ ان میں سے ایک بولا کہ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں جو کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) اور دوسرے نے کہا ہم آپ کو اس وقت سچا مانیں گے جب آپ ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) لا کر کھڑا کریں گے۔ جب وہ یہ باتیں کرنے لگے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں سے کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المُطّلب کا بیٹا عبد اللہ بن ابی اُمَیّہ بن المُغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مَخزوم بھی کھڑا ہوا اور اس نے آپ سے کہا اے محمدؐ! آپ کی قوم نے آپ کے سامنے مال اور سرداری اور بادشاہت کی پیش کش کی لیکن آپ نے ان سب کو ٹھکرا دیا۔ پھر انہوں نے آپ سے اپنے فائدے کے کچھ کام کروانے چاہے تاکہ ان کو ان کاموں کے ذریعہ سے اللہ کے ہاں آپ کے درجے کا پتہ چل جائے لیکن آپ نے وہ بھی نہ کیا۔ پھر انہوں نے آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان کو جس عذاب سے ڈراتے ہیں وہ عذاب جلدی لے آئیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ پر تب ایمان لاؤں گا جب آپ آسمان تک سیڑھی لگا کر اس پر چڑھنے لگ جائیں اور میں آپ کو دیکھتا رہوں یہاں تک کہ آپ آسمان تک پہنچ جائیں اور وہاں سے اپنے ساتھ کھلا ہوا صحیفہ لے کر اتریں اور آپ کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو اس بات کی گواہی دیں کہ آپ ویسے ہی ہیں جیسے کہ آپ کا دعویٰ ہے اور اللہ کی قسم! آپ اگر اس طرح کر بھی دیں، تو بھی میرا خیال یہی ہے کہ

پھر بھی میں آپ کو سچا نہیں مانوں گا یہ کہہ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اپنے گھر تشریف لے آئے اور دو باتوں کی وجہ سے آپ کو بڑا غم اور افسوس تھا۔ ایک تو یہ کہ آپ ان کے بلانے پر جس چیز کی امید لگا کر گئے تھے وہ پوری نہ ہوئی۔ دوسرے یہ کہ آپ نے دیکھا کہ وہ آپ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔[۱]

حضرت محمود بن لبید قبیلہ بنو عبد الاشہل والے بیان کرتے ہیں کہ جب ابو الحیسر انس بن رافع (مدینہ سے) مکہ آیا اور اس کے ساتھ بنو عبد الاشہل کے کچھ نوجوان بھی تھے جن میں ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور یہ لوگ اپنی قوم قبیلہ خزرج کی طرف سے قریش کے ساتھ دوستی اور مدد کا معاہدہ کرنا چاہتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنے کی خبر سنی. آپ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس بیٹھ کر فرمایا تم جس کام کے لیئے آئے ہو اس سے بہتر بات تم کو نہ بتا دوں؟ انہوں نے کہا وہ کونسی بات ہے؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ نے بندوں کی طرف بھیجا ہے میں ان کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی۔ پھر آپ نے اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ حضرت ایاس بن معاذ جو نوعمر لڑکے تھے۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم! تم جس کام کے لیئے آئے ہو واقعی یہ اس سے بہتر ہے تو ابو الحیسر انس بن رافع نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر حضرت ایاس کے چہرے پر ماری اور کہا اس بات کو چھوڑو۔ میری جان کی قسم! ہم تو کسی اور کام کے لیئے آئے ہیں۔ حضرت ایاس خاموش ہو گئے اور حضورؐ وہاں سے کھڑے ہو کر تشریف لے گئے اور یہ لوگ مدینہ واپس چلے گئے پھر اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث کا واقعہ پیش آیا جس کے کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت ایاس کا انتقال ہو گیا۔ محمود بن لبید کہتے ہیں میری قوم کے جو لوگ حضرت ایاس کے انتقال کے وقت ان کے پاس موجود تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ لوگ ان سے

---

[۱] اخرجہ ابن جریر و ہکذا رواہ زیاد بن عبد اللہ البکائی عن ابن اسحاق عن بعض اہل العلم عن سعید بن جبیر و عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فذکر مثلہ سواء کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۶۲) والبدایۃ (ج ۳ ص ۵۰)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللّٰہُ اَکْبَر اور سُبْحَانَ اللّٰہِ مرتے دم تک سنتے رہے۔ اور اس بات میں انہیں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا حالتِ اسلام پر انتقال ہوا ہے۔ جس مجلس میں انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اسلام کی دعوت کو سنا تھا اسی مجلس میں اسلام کو قبول کر لیا تھا۔[1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مجمع کے سامنے دعوت کو پیش فرمانا

حضرت ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝

جس کا ترجمہ یہ ہے "اور ڈرسنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو" تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر تشریف لائے اور مَرْوہ پہاڑی پر چڑھ گئے اور آپ نے پکار کر کہا اے آلِ فہر! تو قریش آپ کے پاس آگئے ابو لہب بن عبد المطلب نے کہا یہ فہر قبیلہ آپ کے پاس حاضر ہے لہٰذا آپ فرمائیں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے آلِ غالب! تو فہر کی اولاد میں سے بنو مُحَارِب اور بنو حارِث واپس چلے گئے۔ آپ نے فرمایا اے آلِ لُؤَیّ بن غالب! تو بنو تَیْم الاَدْرَم بن غالب واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے آلِ کعب بن لُؤَیّ، تو بنو عامر بن لُؤَیّ واپس چلے گئے پھر آپ نے فرمایا اے آلِ مُرّۃ بن کعب تو بنو عَدِی بن کعب اور بنو سَہم اور بنو جُمَح بن عَمرو بن ہُصَیص بن کعب بن لُؤَیّ واپس چلے گئے پھر آپ نے فرمایا اے آلِ کِلاب بن مُرّۃ! تو بنو مخزوم بن یَقَظَہ بن مُرّۃ اور بنو تَیم بن مُرّہ واپس چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے آلِ قُصَیّ! تو بنو زُہرہ بن کِلاب واپس چلے گئے پھر آپ نے فرمایا اے آلِ عبد مَناف! تو بنو عبد بن قصی اور بنو اسد بن عبد العزّیٰ بن قصی اور بنو عبد بن قصی واپس چلے گئے۔ ابو لہب نے کہا یہ بنو عبد مَناف آپ کے پاس حاضر ہیں۔ آپ فرمائیں

---

[1] اخرجہ ابو نعیم کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۱۱) واخرجہ ایضاً احمد والطبرانی ورجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۶) واسندہ ایضاً ابن اسحاق فی المغازی عن محمود بن لبید بنحوہ رواہ جماعۃ عن ابن اسحاق وہو من صحیح حدیثہ کما قال فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۹۱)

کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور آپ لوگ ہی قریش میں سے میرے قریبی رشتہ دار ہو۔ اور میرا اللہ کے سامنے کوئی اختیار نہیں چلتا ہے اور نہ میں آخرت میں تمہارے لئے کچھ کرا سکتا ہوں جب تک کہ تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار نہ کر لو اور جب تم اس کا اقرار کر لوگے تو اس کلمہ کی وجہ سے تمہارے رب کے سامنے تمہارے لئے گواہی دے سکوں گا اور اس کی وجہ سے تمام عرب تمہارے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں گے اور تمام عجم تمہاری مان کر چلیں گے اس پر ابولہب بولا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) تو برباد ہو جائے کیا اسی لئے ہم لوگوں کو بلایا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَہَبٍ سورت نازل فرمائی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے یعنی اس کے ہاتھ برباد ہو گئے۔[1]

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ آیت نازل فرمائی تو آپ صفا پہاڑی پر تشریف لے گئے اور اس پر چڑھ کر زور سے پکارا یَا صَبَاحَاہُ یعنی اے لوگو! صبح صبح دشمن حملہ کرنے والا ہے۔ اس لئے یہاں جمع ہو جاؤ چنانچہ سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے کوئی خود آیا۔ کسی نے اپنا قاصد بھیج دیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے بنو عبد المطلب! اے بنو فہر! اے بنو کعب! ذرا یہ تو بتاؤ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں گھوڑے سواروں کا ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم مجھے سچا مان لوگے؟ سب نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے اس سے ڈرانے والا ہوں۔ ابولہب بولا تو برباد ہو جائے۔ ہمیں محض اسی لئے بلایا تھا اور اللہ عزّ وجلّ نے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَہَبٍ وَّتَبَّ ۝ سورت نازل فرمائی۔[2]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا موسم حج میں قبائل عرب پر دعوت کو پیش فرمانا

حضرت عبد اللہ بن کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۷۷)، [2] اخرجہ احمد واخرجہ الشیخان نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۸)

نبوّت کے بعد تین سال تک چھپ کر دعوت کا کام کرتے رہے پھر چوتھے سال آپ نے علی الاعلان دعوت کا کام شروع کر دیا جو وہاں دس سال تک چلتا رہا۔ اس عرصہ میں آپ موسم حج میں بھی دعوت کا کام کیا کرتے تھے اور عُکاظ اور مجنّہ اور ذی المجاز بازاروں میں حاجیوں کے پاس ان کی قیام گاہوں میں جایا کرتے تھے اور انہیں اس بات کی دعوت دیا کرتے کہ وہ آپ کی مدد کریں اور آپ کی حفاظت کریں تاکہ آپ اپنے رب عزّوجل کا پیغام پہنچا سکیں اور ان کو اس کے بدلہ میں جنّت ملے گی لیکن آپ اپنی مدد کے لئے کسی کو بھی تیار نہ پاتے۔ حتیٰ کہ آپ ایک ایک قبیلہ کے بارے میں اور اس کی قیام گاہ کے بارے میں پوچھتے اور ہر قبیلہ کے پاس جاتے اور اسی طرح چلتے چلتے آپ بنی عامر بن صَعصعہ کے پاس پہنچے۔ آپ کو کبھی کسی کی طرف سے اتنی اذیت نہیں پہنچی جتنی ان کی طرف سے پہنچی یہاں تک کہ جب آپ ان کے پاس سے واپس چلے تو وہ آپ کو پیچھے سے پتھر مار رہے تھے۔ پھر آپ بنو مُحارب بن خَصفہ کے پاس تشریف لے گئے ان میں آپ کو ایک بوڑھا ملا جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی آپ نے اس سے گفتگو فرمائی اور اس کو اسلام کی دعوت دی اور اس بات کی دعوت دی کہ وہ آپ کی مدد اور حفاظت کرے تاکہ آپ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں۔ تو اس بڈھے نے جواب دیا او آدمی! تیری قوم تیرے حالات کو (ہم سے) زیادہ جانتی ہے۔ اللہ کی قسم! جو بھی تجھے اپنے ساتھ اپنے علاقہ میں لے کر جائے گا۔ وہ حاجیوں میں سب سے زیادہ بُری چیز کو لے کر جائے گا (نعوذ باللہ) اپنے آپ کو ہم سے دُور رکھو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اور ابولہب وہاں کھڑا ہوا اُس مُحاربی بڈھے کی باتیں سُن رہا تھا تو وہ اس مُحاربی بڈھے کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ اگر سارے حاجی تیری طرح (سخت جواب دینے والے) ہوتے تو یہ آدمی اپنے دین کو چھوڑ دیتا۔ یہ ایک بے دین اور جھوٹا آدمی ہے (نعوذ باللہ)۔ اس مُحاربی بڈھے نے جواب دیا تم اس کو زیادہ جانتے ہو یہ تمہارا بھتیجا اور رشتہ دار ہے۔ اے ابوعُتبہ! شاید اسے جنون ہے ہمارے ساتھ قبیلہ کا ایک آدمی ہے جو اس کا علاج جانتا ہے۔ ابولہب نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن وہ جب بھی آپ کو عرب کے کسی قبیلہ کے پاس کھڑا ہوا دیکھتا تو دُور ہی سے چلا کر کہتا یہ بے دین اور جھوٹا آدمی ہے[1]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۱۰۱) وفی اسنادہ الواقدی۔

حضرت وابصہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ منیٰ میں جمرۂ اُولیٰ جو مسجدِ خیف کے قریب ہے، اس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہماری قیام گاہ میں تشریف لائے اور آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے حضرت زید بن حارثہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں دعوت دی جسے ہم نے اللہ کی قسم! قبول نہ کیا اور یہ ہم نے اچھا نہیں کیا اور ہم نے اسی موسمِ حج میں آپ کے اور آپ کی دعوت کے بارے میں سن رکھا تھا۔ آپ نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر دعوت دی جسے ہم نے قبول نہیں کیا۔ ہمارے ساتھ حضرت مَیسرہ بن مَسرُوق عَبسی بھی تھے۔ وہ کہنے لگے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس آدمی کو سچا مان لیں اور اسے اپنے ساتھ اپنے علاقہ میں لے جا کر اپنے بیچ میں ٹھہرا لیں تو یہ بہت اچھی رائے ہوگی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس آدمی کی بات غالب ہو کر رہے گی حتیٰ کہ دنیا میں ہر جگہ پہنچ جائے گی۔ قوم نے مَیسرہ سے کہا ان باتوں کو چھوڑو ایسی بات ہم پر کیوں پیش کرتے ہو جس کے برداشت کی ہم میں طاقت نہیں مَیسرہ کی باتیں سن کر حضورؐ کو مَیسرہ کے ایمان لانے کی کچھ اُمید ہوگئی اور آپ نے مَیسرہ سے مزید بات کی۔ مَیسرہ نے کہا آپ کا کلام بہت ہی خوبصورت اور بہت نورانی ہے لیکن میری قوم میری مخالفت کر رہی ہے اور آدمی تو اپنی قوم کے ساتھ ہی چلا کرتا ہے۔ جب آدمی کی قوم ہی آدمی کی مدد نہ کرے تو دشمن تو اور زیادہ دور ہیں یہ سن کر حضورؐ واپس تشریف لے گئے اور وہ قوم اپنے علاقہ کو واپس جانے لگی تو ان سے حضرت مَیسرہ نے کہا آؤ فَدَک چلتے ہیں۔ کیونکہ وہاں یہودی رہتے ہیں ان سے ہم اس آدمی کے بارے میں پوچھیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ یہودیوں کے پاس گئے (اور ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھا) وہ اپنی ایک کتاب نکال کر لائے اور سامنے رکھ کر اس میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک پڑھنے لگے۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آپ اَن پڑھ اور عربی نبی ہیں۔ اُونٹ پر سوار ہوا کریں گے۔ معمولی چیز پر یا ٹکڑے پر گزارہ کر لیں گے۔ ان کا قد نہ زیادہ لمبا ہوگا اور نہ چھوٹا۔ اور ان کے بال نہ بالکل گھنگریالے ہوں گے نہ بالکل سیدھے۔ ان کی آنکھوں میں سُرخ ڈورا ہوگا اور ان کا رنگ سفید سُرخی مائل ہوگا۔ اتنا پڑھنے کے بعد یہودیوں نے یہ کہا جس آدمی نے تمہیں دعوت دی ہے اگر وہ ایسا ہی ہے تو تم اس کی دعوت قبول کر لو اور اس کے دین میں داخل ہو جاؤ کیونکہ ہم حسد کی وجہ سے ان کا اِتباع نہیں کریں گے اور ہمارے ان سے زبردست معرکے ن گے۔ عرب کا رہنے

والا ہر آدمی یا تو آپ کا اتباع کرے گا یا آپ سے لڑے گا۔ لہٰذا تم ان کا اتباع کرنے والوں میں سے بن جاؤ۔ حضرت مَیْسَرہ نے کہا اے میری قوم! اب تو بات بالکل واضح ہو گئی۔ قوم نے کہا اگلے سال حج پر جا کر ان سے ملیں گے۔ چنانچہ وہ سب اپنے علاقہ کو واپس چلے گئے۔ ان کے سرداروں نے ان کو اس سے روک دیا اور ان میں سے کوئی بھی حضورؐ کا اتباع نہ کر سکا۔ جب حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے اور حَجَّۃُ الوداع میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مَیْسَرہ سے ملاقات ہوئی اور حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو پہچان لیا تو حضرت مُیْسَرہ نے عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ! جس دن آپ ہمارے ہاں اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اسی دن سے میرے دِل میں آپ کے اِتباع کی بڑی آرزو ہے۔ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کو میرا اتنی دیر سے مسلمان ہونا ہی منظور تھا۔ اس موقعہ پر جتنے لوگ میرے ساتھ تھے ان میں سے اکثر مر گئے ہیں۔ اے اللہ کے نبی! اب وہ کہاں ہوں گے؟ حُضورؐ نے فرمایا جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرا ہے وہ اب دوزخ میں ہے۔ حضرت مُیْسَرہ نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے مجھے بچا لیا اور حضرت مُیْسَرہ مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمان بن کر زندگی گزاری اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ان کا بڑا درجہ تھا۔[1]

حضرت ابنِ رُومان اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر وغیرہ حضرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم فرماتے ہیں۔ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بازار عُکَاظ میں قبیلہ کِندہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ ان سے زیادہ نرم مزاج قبیلہ کے پاس کبھی نہیں گئے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ نرم ہیں اور بہت محبت کر رہے ہیں تو آپ نے ان سے دعوت کی بات شروع کر دی کہ مَیں تمہیں ایک اللہ کی دعوت دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح تم میری بھی حفاظت کرو۔ پھر اگر مَیں غالب آ گیا تو تمہیں پورا اختیار ہو گا۔ اکثر قبیلہ والوں نے کہا یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن ہم انہی خداؤں کی عبادت کریں گے جن کی عبادت ہمارے

---

[1] اخرجہ ابونعیم (ص ۱۰۲) ایضاً من طریق الواقدی عن عبداللہ بن وابصۃ العبسی عن ابیہ و ذکرہ فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۴۵) عن الواقدی باسنادہ مثلہ۔

آباؤ اجداد کیا کرتے تھے قوم میں سے ایک چھوٹی عمر والے نے کہا اے میری قوم! دُوسروں کے ماننے اور ساتھ لے جانے سے پہلے تم ان کی مان کر ان کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اللہ کی قسم! اہل کتاب بیان کیا کرتے ہیں کہ ایک نبی حرم سے ظاہر ہوگا جس کا زمانہ قریب آچکا ہے۔ قوم میں ایک کانا آدمی تھا اس نے کہا چُپ کرو میری بھی سُنو۔ اس کو تو اس کے خاندان نے نکال دیا ہے اور تم اس کو پناہ دے کر پورے عرب کی لڑائی مُول لینا چاہتے ہو۔ نہیں، نہیں ایسا ہرگز نہ کرو۔ یہ سُن کر آپ وہاں سے بڑے غمگین ہو کر واپس تشریف لے آئے۔ اور وہ لوگ اپنی قوم میں واپس گئے۔ اور ان کو اپنے سارے حالات سنائے تو ایک یہودی نے ان سے کہا تم نے بڑا سنہرا موقعہ ضائع کر دیا۔ اگر تم دُوسروں سے پہلے اس آدمی کی مان لیتے تو تم تمام عرب کے سردار بن جاتے۔ ان کی صفات اور حُلیہ کا بیان ہماری کتاب میں موجود ہے۔ وہ یہودی کتاب میں سے حُضور کی صفات اور حُلیہ پڑھ کر سناتا جاتا اور جو حُضورؐ کو دیکھ کر آئے تھے وہ اس سارے کی تصدیق کرتے جاتے۔ اس یہودی نے کہا ہماری کتاب میں یہ بھی ہے کہ ان کا ظہور مکہ میں ہوگا اور وہ ہجرت کر کے یثرب (مدینہ) جائیں گے۔ یہ سُن کر ساری قوم نے طے کیا کہ اگلے سال موسمِ حج میں جا کر حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ضرور ملیں گے لیکن ان کے ایک سردار نے ان کو اگلے سال حج پر جانے سے روک دیا چنانچہ ان میں سے کوئی بھی آپ سے نہ مل سکا اور اس یہودی کا انتقال ہوگیا اور لوگوں نے سُنا کہ مرتے وقت وہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تصدیق کر رہا تھا اور ایمان کا اظہار کر رہا تھا۔[۱]

حضرت عبدالرحمٰن عامری اپنی قوم کے چند بزرگوں سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ بازارِ عُکاظ میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں ہمارے پاس حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے۔ اور آپ نے فرمایا تم کونسے قبیلے کے لوگ ہو؟ ہم نے کہا بنو عامر بن صَعصَعہ کے۔ آپ نے فرمایا بنو عامر کے کون سے خاندان کے ہو؟ ہم نے کہا بنو کعب بن ربیعہ کے۔ آپ نے فرمایا تمہارا دبدبہ اور رُعب کیسا ہے؟ ہم نے کہا کسی کی مجال نہیں ہے کہ کوئی ہمارے علاقہ میں آکر کسی چیز کو ہاتھ لگا سکے یا ہماری آگ پر ہاتھ تاپ سکے۔ یعنی ہم بڑے بہادر ہیں۔ ہمارا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا میں اللہ کا رسُول ہوں۔ تو اگر میں تمہارے

---

[۱] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۰۳) ایضاً من طریق الواقدی حدثنی محمد بن عبداللہ بن کثیر بن الصلت۔

پاس آجاؤں تو تم لوگ میری حفاظت کروگے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں اور میں تم میں سے کسی کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا ہوں تو اس قبیلہ والوں نے کہا آپ قریش کے کون سے خاندان سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بنو عبدالمطّلب کے خاندان سے ہوں. تو انہوں نے کہا بنو عبد مناف نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ آپ نے فرمایا انہوں نے تو سب سے پہلے مجھے جھٹلایا اور دھتکارا. انہوں نے کہا ہم آپ کو نہ دھتکارتے ہیں اور نہ آپ پر ایمان لاتے ہیں. البتہ (آپ کو اپنے علاقہ میں لے جائیں گے اور) آپ کی ہر طرح حفاظت کریں گے تاکہ آپ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں. چنانچہ آپ (ان کے ساتھ جانے کے ارادے سے) سواری سے اُتر کران کے پاس بیٹھ گئے. وہ لوگ بازار میں خرید وفروخت کرنے لگے اتنے میں ان کے پاس بَیحرہ بن فراس قشیری آیا اور اس نے پوچھا یہ مجھے تمہارے پاس کون نظر آرہا ہے جسے میں پہچانتا نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا یہ محمد بن عبداللہ قریشی ہیں. اس نے کہا تمہارا ان سے کیا تعلق؟ وہ کہنے لگے انہوں نے ہمارے پاس آکر یہ کہا کہ وہ اللہ کے رسُول ہیں اور ہم سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ہم ان کو اپنے علاقہ میں لے جائیں اور ان کی ہر طرح حفاظت کریں تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں. اس نے پوچھا تم نے ان کو کیا جواب دیا؟ انہوں نے کہا ہم نے ان کو خوش آمدید کہا اور یہ کہا کہ ہم آپ کو اپنے علاقہ میں لے جائیں گے. اور اپنی جانوں کی طرح آپ کی بھی حفاظت کرینگے. بحیرہ بولا جہاں تک میرا خیال ہے اس بازار والوں میں سے تم سب سے زیادہ بُری چیز لے کر جا رہے ہو. تم ایسا کام کرنے لگے ہو جس کی وجہ سے تمام لوگ تمہارے دشمن بن کر تمہارا بائیکاٹ کردیں گے اور سارے عرب تم سے مل کر تم سے لڑیں گے. اس کی قوم اس کو اچھی طرح جانتی ہے، اگر ان لوگوں کو ان میں کوئی بھلائی نظر آتی تو ان کا ساتھ دینے میں اپنی بڑی سعادت سمجھتے، یہ اپنی قوم کا ایک کم عقل آدمی ہے (نعوذ باللہ) اور اسے اس کی قوم نے دھتکار دیا ہے۔ اور جھٹلایا ہے اور تم اسے ٹھکانہ دینا چاہتے ہو اور اس کی مدد کرنا چاہتے ہو. تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا ہے پھر اُس نے حضورؐ کی طرف مُڑ کر کہا کہ اُٹھو اور اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ. اللہ کی قسم! اگر تم میری قوم کے پاس نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن اُڑا دیتا. چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُٹھے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے. خبیث بَیحرہ نے حضورؐ کی اُونٹنی کی کوکھ میں لکڑی سے زور سے چوکا دیا جس سے آپ کی اُونٹنی بدک گئی اور آپ

اُونٹنی سے نیچے گر گئے اور اس دن حضرت ضُبَاعہ بنت عامر بن قُرط رضی اللہ عنہا اپنے چچازاد بھائیوں سے ملنے کے لیئے اس قبیلہ بنو عامر میں آئی ہوئی تھیں اور وہ ان عورتوں میں سے تھیں. جو مسلمان ہو کر مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا کرتی تھیں. وہ یہ منظر دیکھ کر بیتاب ہو کر بول اٹھیں اے عامر کی اولاد! آج تم میں سے کوئی بھی عامر کی طرح میری مدد کرنے والا نہیں رہا. یا آج سے میرا قبیلۂ عامر سے کوئی تعلق نہیں. کیا تمہارے سامنے اللہ کے رسول کے ساتھ یہ بُرا سلوک کیا جا رہا ہے اور تم میں سے کوئی بھی ان کی مدد کے لیئے کھڑا نہیں ہوتا. چنانچہ ان کے تین چچازاد بھائی بَحِیرہ کی طرف لپکے اور دو آدمی بَحِیرہ کی مدد کے لیئے اُٹھے. ان تینوں بھائیوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک کو پکڑ کر زمین پر گرا لیا. اور ان کے سینوں پر بیٹھ کر ان کے چہروں پر خوب تھپڑ مارے. اس پر حضورؐ نے فرمایا اے اللہ ان (تینوں بھائیوں) پر برکت نازل فرما اور ان تینوں پر لعنت کر. راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ کی مدد کرنے والے تینوں بھائی مسلمان ہوئے اور انہوں نے شہادت کا مرتبہ پایا اور باقی تینوں ذِلّت کی موت مَرے اور جن دو آدمیوں نے بَحِیرہ بن فِراس کی مدد کی ان میں سے ایک کا نام حَزن بن عبد اللہ اور دوسرے کا نام مُعاویہ بن عُبادہ ہے اور جن تین بھائیوں نے حضورؐ کی مدد کی وہ غِطریف بن سَہل اور غَطفان بن سَہل اور عُروہ بن عبد اللہ ہیں[1]

حضرت زُہری بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنو عامر بن صَعصَعہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا. (کہ وہ آپ کی مدد کریں) ان میں سے بَحِیرہ بن فِراس نامی آدمی نے کہا کہ اگر میں قریش کے اس نوجوان کا دامن پکڑ لوں تو میں اس کے ذریعہ سارے عرب کو ختم کر سکتا ہوں. پھر اس نے حضورؐ سے کہا آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ کے کام میں ہم آپ کا ساتھ دیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مخالفوں پر غالب کر دے تو آپ کے بعد کیا حکومت ہمیں مل جائے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا اختیار تو اللہ کو ہے. وہ جسے چاہے

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۱۰۰) و اخرجہ الحافظ سعید ابن یحییٰ بن سعید الاموی فی مغازیہ عن ابیہ بہ کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۴۱)

دے۔ اس نے کہا واہ! واہ! آپ کو بچانے کے لئے عربوں کے سامنے ہم اپنے سینے کر دیں اور جب اللہ آپ کو غالب کر دے تو حکومت دوسروں کو مل جائے۔ ہمیں آپ کے کام کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ کہہ کر ان سب نے حضورؐ کو انکار کر دیا۔ جب حاجی لوگ واپس جانے لگے تو بنو عامر بھی اپنے علاقہ کو واپس گئے وہاں ایک بڑے میاں تھے جن کی بہت زیادہ عمر تھی جو ان کے ساتھ حج کا سفر نہیں کر سکتے تھے، اور جب ان کے قبیلے والے حج کر کے واپس آتے تو ان کو اس حج کی ساری کارگزاری سنایا کرتے۔ چنانچہ اس سال جب قبیلہ کے لوگ حج کر کے واپس ہوئے تو انہوں نے اس حج کے سارے حالات ان سے پوچھے۔ انہوں نے یہ بتایا کہ ایک قریشی نوجوان جو بنو عبد المطّلب میں سے تھے۔ وہ ہمارے پاس آئے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ وہ نبی ہیں اور ہمیں اس بات کی دعوت دے رہے تھے کہ ہم ان کی حفاظت کریں اور ان کا ساتھ دیں اور ان کو اپنے علاقہ میں لے آئیں۔ یہ سُن کر اس بڑے میاں نے اپنا سر پکڑ لیا اور کہا اے بنی عامر! کیا اس غلطی کی کوئی تلافی ہو سکتی ہے؟ کیا اس پرندے کی دُم ہاتھ میں آ سکتی ہے؟ یعنی تم نے ایک سنہرا موقع کھو دیا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں فلاں کی جان ہے، آج تک کبھی کسی اسماعیلی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ ان کا دعویٔ نبوّت بالکل حق ہے تمہاری عقل کہاں چلی گئی تھی؟[1]

حضرت زُہری رَحمۃُ اللہِ عَلَیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم قبیلہ کِندہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور ان میں مُلَیح نامی ان کا ایک سردار بھی تھا، آپ نے ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا (کہ مجھے اپنے ساتھ اپنے علاقے میں لے جاؤ تاکہ میں اللہ کا پیغام پہنچا سکوں)، لیکن سب نے انکار کر دیا۔[2]

حضرت مُحَمَّد بن عبد الرَّحمٰن بن حُصَین بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم قبیلہ کلب کے خاندان بنو عبد اللہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا۔ یہاں تک کہ آپ ان کو (آمادہ کرنے کے لئے) یہ فرما

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۳۹) وذکرہ الحافظ ابو نعیم (ص ۱۰۰) عن ابن اسحاق عن الزہری من قولہ فلما صدر الناس رجعت بنو عامر الی شیخ لہم الی آخرہ۔

[2] اخرجہ ابن اسحاق۔

رہے تھے کہ اے بنو عبداللہ! اللہ نے تمہارے باپ کا نام بہت اچھا رکھا ہے لیکن انہوں نے آپ کی پیش کردہ دعوت کو قبول نہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی حنیفہ کے پاس ان کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور اپنے آپ کو ان پر پیش کیا لیکن عربوں میں سے کسی نے آپ کی دعوت کو ان سے زیادہ بُرے طریقے سے نہیں ٹھکرایا[1]

حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس اپنی حفاظت کا سامان نظر نہیں آرہا ہے۔ کیا آپ مجھے کل بازار لے جائیں گے تاکہ ہم مختلف قبائل کی قیام گاہوں میں جاکر ان کو دعوت دے سکیں اور ان دنوں عرب وہاں اکٹھے تھے۔ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور سے عرض کیا کہ یہ قبیلہ کندہ اور اس کے ہم خیال لوگ ہیں اور یہ یمن سے حج کے لیئے آنے والوں میں سے سب سے اچھے لوگ ہیں اور یہ قبیلہ بکر بن وائل کی قیام گاہ ہے اور یہ قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کی قیام گاہ ہے۔ آپ ان میں سے کسی کو اپنے لیئے پسند فرمالیں چنانچہ آپ نے قبیلہ کندہ سے دعوت کی ابتداء فرمائی اور ان کے پاس تشریف لے جاکر فرمایا کہ آپ لوگ کہاں کے ہیں؟ انہوں نے کہا یمن کے۔ آپ نے فرمایا یمن کے کونسے قبیلہ کے؟ انہوں نے کہا قبیلہ کندہ کے۔ آپ نے فرمایا قبیلہ کندہ کے کونسے خاندان کے؟ انہوں نے کہا بنی عمرو بن معاویہ کے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اپنی بھلائی کو تمہارا دل چاہتا ہے؟ انہوں نے کہا وہ بھلائی کی بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دو اور نماز قائم کرو اور جو کچھ اللہ کے پاس سے آیا ہے اس پر ایمان لاؤ[2] انہوں نے کہا کہ اگر آپ کامیاب ہوگئے تو اپنے بعد بادشاہت آپ ہمیں دے دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ بادشاہت دینے کا اختیار تو اللہ کو ہے وہ جس کو چاہے دے دے۔ تو انہوں نے کہا جو دعوت آپ ہمارے پاس لے کر آئے ہیں ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کلبی کی روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے کہا۔ کیا آپ اس لیئے ہمارے پاس آئے ہیں تاکہ آپ ہمیں ہمارے خداؤں

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۳۹) [2] قال عبداللہ بن الاجلح وحدثنی ابی عن اشیاخ قومہ ان کندۃ قالت لہ۔

سے زدک دیں اور ہم سارے عرب کی مخالفت مول لے لیں. آپ اپنی قوم کے پاس چلے جائیں ہمیں آپ کی کوئی ضرورت نہیں. چنانچہ آپ ان کے پاس سے اُٹھ کر قبیلہ بکر بن وائل کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا آپ کا کونسا قبیلہ ہے ؟ انہوں نے کہا بکر بن وائل آپ نے فرمایا بکر بن وائل کا کونسا خاندان ؟ انہوں نے کہا . بنو قیس بن ثعلبہ . آپ نے فرمایا آپ لوگوں کی تعداد کتنی ہے ؟ انہوں نے کہا کہ ریت کے ذرّوں کی طرح بہت ساری. آپ نے فرمایا کہ تمہارا رُعب اور دبدبہ کیسا ہے ؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں. اہلِ فارس ہمارے پڑوسی ہیں نہ ہم ان سے حفاظت کر سکتے ہیں اور نہ ہم ان کے مقابلہ میں کسی کو پناہ دے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ مرتبہ اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللہ کی رضا کے لیئے پڑھنا اپنے ذمّہ کر لو تو اگر اللہ نے تمہیں باقی رکھا تو تم اہلِ فارس کے گھروں پر قبضہ کر لوگے اور ان کی عورتوں سے نکاح کر لوگے اور ان کے بیٹوں کو اپنا غلام بنا لوگے۔ انہوں نے کہا آپ کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسُول ہوں. پھر آپ وہاں سے آگے چل دیئے. کلبی کی روایت میں یہ ہے کہ آپ کا چچا ابولہب آپ کے پیچھے چل رہا تھا اور لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ ان کی بات نہ مانو. چنانچہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کے پاس سے چلے گئے تو ابولہب ان کے پاس سے گزرا. انہوں نے ابولہب سے کہا تم اس آدمی کو جانتے ہو ؟ اس نے کہا ہاں . یہ ہمارے قبیلہ میں چوٹی کا آدمی ہے. تم ان کی کس چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو ؟ حضورؐ نے ان کو جس بات کی دعوت دی تھی. وہ ساری بات انہوں نے ابولہب کو بتائی اور یہ کہا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اللہ کے رسُول ہیں ۔ ابولہب نے کہا خبردار اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دو. کیونکہ وہ دیوانہ ہے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) پاگل پن میں اُلٹی سیدھی باتیں کہتا رہتا ہے. انہوں نے کہا کہ انہوں نے فارس والوں کے بارے میں جو کچھ کہا اس سے بھی ہمیں یہی اندازہ ہوا۔[1]

حضرت ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نوجوان لڑکا اپنے والد کے ساتھ منیٰ میں تھا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عرب کے قبائل کی قیام گاہوں میں تشریف لے جاتے تھے اور ان سے فرماتے تھے اے بنی فلاں ! مجھے اللہ نے تمہارے پاس اپنا رسُول بنا کر بھیجا ہے

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۴۰)

مَیں تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور اللہ کے علاوہ جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہرا کر عبادت کر رہے ہو اُن کو چھوڑ دو اور مجھ پر ایمان لاؤ اور میری تصدیق کرو اور میری حفاظت کرو تاکہ جو پیغام دے کر مجھے اللہ نے بھیجا ہے وہ میں اس کی طرف سے واضح طور پر پہنچا سکوں۔ حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ آپ کے پیچھے ایک بھینگا اور خوبصورت آدمی تھا جس کی دو زلفیں تھیں۔ عدنی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی گفتگو اور اپنی دعوت سے فارغ ہو گئے تو اس آدمی نے کہا اے بنی فلاں! یہ آدمی تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ تم لات اور عزّیٰ کو اور بنی مالک بن اُقَیش کے حلیف جنّوں کو اپنی گردن سے اُتار پھینکو اور جس بدعت اور گمراہی کو یہ لایا ہے اُسے اختیار کر لو۔ اس کی بات ہرگز نہ مانو اور نہ اس کی بات سُنو۔ حضرت ربیعہؓ فرماتے ہیں۔ مَیں نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان! یہ آدمی کون ہے؟ جو ان کے پیچھے لگا ہُوا ہے اور جو وہ کہتے ہیں اس کی تردید کرتا ہے۔ میرے والد نے کہا یہ ان کا چچا عبدالعُزّیٰ بن عبدالمطّلب ابولَہَب ہے[1]۔

مُدرِک سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مَیں نے اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ جب ہم منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ہم لوگوں نے ایک جگہ مجمع دیکھا میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ مجمع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ایک بے دین آدمی ہے (نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ) جس کی وجہ سے لوگ جمع ہیں۔ میں نے وہاں دیکھا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لوگوں سے یہ فرما رہے تھے کہ اے لوگو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ پڑھ لو، کامیاب ہو جاؤ گے[2]۔

حضرت حارث بن حارث غامدی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مَیں نے اپنے والد سے پوچھا یہ مجمع کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہ سب ایک بے دین آدمی کی وجہ سے جمع ہیں۔ فرماتے ہیں مَیں نے گردن اُونچی کر کے دیکھا تو نظر آیا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دے رہے ہیں اور لوگ آپ کی بات کا

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۳۸) و اخرجہ ایضًا عبداللہ بن احمد والطبرانی عن ربیعۃ بمعناہ قال الہیثمی (ج ۳ ص ۳۶) و فیہ حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ و ہو ضعیف و وثقہ ابن معین فی روایۃ انتہٰی قلت وفی روایۃ ابن اسحاق رجل لم یُسم [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱) رجالہ ثقات۔

انکار کر رہے ہیں لہ

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج کرنے گیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ اور آپ کے صحابہؓ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جا رہی تھیں۔ چنانچہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ (اس وقت تک حضرت عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے) وہ بنی عمرو بن مؤمّل کی ایک باندی کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے۔ پھر حضرت عمر حضرت زنیرہ کے پاس آکر رُکے اور ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے ؎

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ عزّ وجلّ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم دیا کہ آپ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ منیٰ تشریف لے گئے۔ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ ہم عرب کی مجلسوں میں سے ایک مجلس میں پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا حضرت ابوبکر ہر دم پیش قدمی کرنے والے تھے اور وہ عرب کے انساب سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ تو انہوں نے کہا تم کس قوم کے لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ربیعہ کے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم ربیعہ کے کون سے خاندان کے ہو؟ اس کے بعد ابو نعیمؒ نے بہت لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر ہم ایک باوقار مجلس میں پہنچے اس میں بہت سے بلند مرتبہ اور باعزت بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ ہر دم پیش قدمی کرنے والے تھے تو ان سے حضرت ابوبکرؓ نے کہا تم کس قوم کے لوگ ہو؟ انہوں نے کہا ہم بنو شیبان بن ثعلبہ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ان کی قوم میں ان سے زیادہ معزز کوئی نہیں ہے۔ اس وقت اس قوم میں مفروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ اور مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک موجود تھے اور ان میں حضرت ابوبکرؓ کے سب سے زیادہ قریب مفروق بن عمرو تھے اور مفروق بیان اور گفتگو میں اپنی قوم پر چھائے ہوئے تھے اور

لہ اخرجہ البخاری فی التاریخ والبوزرعۃ والبغوی وابن ابی عاصم والطبرانی کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۵۰۷)
؎ اخرجہ الواقدی کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۱۲)

ان کی دو زلفیں تھیں جو اُن کے سینہ پر پڑی ہوئی تھیں۔ چونکہ یہ مجلس میں حضرت ابوبکرؓ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا تمہارے قبیلہ کی تعداد کتنی ہے؟ تو انہوں نے کہا ہم ہزار سے زیادہ ہیں۔ اور ایک ہزار کم ہونے کی وجہ سے شکست نہیں کھا سکتے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا تمہارے ہاں حفاظت کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے باقی ہر قوم کی اپنی اپنی قسمت ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان لڑائی کا کیا حال ہوتا ہے؟ مفروق نے کہا جب ہم لڑتے ہیں تو ہم بہت زیادہ غصہ میں ہوتے ہیں اور جب ہمیں غصہ آجاتا ہے تو ہم بہت سخت قسم کی لڑائی لڑتے ہیں اور ہم عمدہ گھوڑوں کو اولاد پر اور ہتھیاروں کو دودھ دینے والے جانوروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ یعنی سامانِ جنگ ہمیں سب سے زیادہ پیارا ہے اور مدد تو اللہ کی طرف سے آتی ہے کبھی اللہ تعالیٰ ہمیں غالب کر دیتے ہیں اور کبھی دوسروں کو۔ شاید آپ قبیلہ قریش کے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ قریش میں اللہ کے ایک رسول ہیں تو وہ یہ ہیں۔ مفروق نے کہا ہاں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ قریش کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر مفروق نے حضورؐ کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ اے قریشی بھائی! حضورؐ آگے بڑھ کر بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر حضورؐ پر اپنے کپڑے سے سایہ کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی دعوت دیتا ہوں کہ مجھے اپنے ہاں رہنے کی جگہ دے دو اور میری ہر طرح سے حفاظت کرو اور میری مدد کرو تاکہ میں اللہ کے حکم کو پہنچا سکوں کیونکہ قبیلہ قریش اللہ کے دین کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور اللہ کے رسول کو جھٹلا رہے ہیں اور باطل میں لگ کر انہوں نے حق کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور اللہ سے بے نیاز ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر حال میں ساری مخلوق سے بے نیاز اور قابلِ تعریف ہے۔ مفروق نے حضورؐ سے کہا اے قریشی بھائی! آپ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا سے لے کر فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ تک (الانعام ۱۵۱ تا ۱۵۳)

جن کا ترجمہ یہ ہے تو کہہ، تم آؤ میں سناؤں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے۔ ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور پاس نہ جاؤ بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور مار نہ ڈالو اس جان کو، جس کو حرام کیا ہے اللہ نے، مگر حق پر۔ تم کو یہ حکم کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے، مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو، یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو طاقت ہو اور جب بات کہو تو حق کی کہو۔ اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو۔ اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور حکم کیا ہے کہ یہ راہ ہے میری سیدھی، سو اس پر چلو، اور مت چلو اور رستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ کے راستہ سے۔ یہ حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم بچتے رہو۔ مفروق نے حضورؐ سے کہا اے قریشی بھائی! آپ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ زمین والوں کا کلام نہیں ہے اور اگر یہ زمین والوں کا کلام ہوتا تو ہم اسے ضرور پہچان لیتے پھر حضورؐ نے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ سے لے کر لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ تک تلاوت فرمائی۔ (النحل۔ ۹۰)

جن کا ترجمہ یہ ہے " اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے۔ تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو" مفروق نے کہا اے قریشی، اللہ کی قسم! تم نے بڑے عمدہ اخلاق اور اچھے اعمال کی دعوت دی ہے اور جس قوم نے آپ کو جھٹلایا ہے اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کی ہے انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ مفروق نے یہ مناسب سمجھا کہ اس گفتگو میں ہانی بن قبیصہ بھی ان کے شریک ہو جائیں۔ اس وجہ سے انہوں نے کہا کہ یہ ہانی بن قبیصہ ہیں جو ہمارے بزرگ اور ہمارے دینی امور کے ذمہ دار ہیں۔ ہانی نے حضورؐ سے کہا۔ اے قریشی بھائی، میں نے آپ کی بات سنی ہے اور آپ کی بات کو میں سچا مانتا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ آپ کی ہمارے ساتھ یہ پہلی مجلس ہے۔ اس سے پہلے کبھی ملاقات نہیں ہوئی اور آئندہ کی کوئی خبر نہیں اور ہم نے ابھی تک آپ کے معاملہ میں غور نہیں کیا اور آپ کی دعوت کے انجام کے بارے میں سوچا نہیں اور ابھی سے ہم

اپنے دین کو چھوڑ کر آپ کے دین کو اختیار کر لیں تو اس فیصلہ میں غلطی کا امکان ہے اور یہ کم عقل ہونے اور انجام میں غور نہ کرنے کی نشانی ہے۔ جلدی کے فیصلے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پیچھے بڑا خاندان ہے۔ جن کے بغیر ہم کوئی معاہدہ کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ فی الحال آپ بھی واپس تشریف لے جائیں اور ہم بھی واپس جاتے ہیں آپ بھی غور کریں اور ہم بھی غور کرتے ہیں اور ہانی نے بھی یہ بات مناسب سمجھی کہ اس گفتگو میں مُثنیٰ بن حارثہ بھی شریک ہو جائیں چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ مُثنیٰ بن حارثہ ہمارے بزرگ اور ہمارے جنگی اُمور کے ذمہ دار ہیں۔ اس پر مُثنیٰ نے حضورؐ سے کہا کہ میں نے آپ کی بات سُنی اور اے قریشی بھائی! مجھے آپ کی بات اچھی لگی اور آپ کا کلام مجھے پسند آیا لیکن میری طرف سے بھی وہی جواب ہے جو ہانی بن قبیصہ نے جواب دیا ہے۔ ہم دو ملکوں کی سرحدوں کے درمیان رہتے ہیں۔ ایک یمامہ ہے اور دوسرا سماوہ ہے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کونسے دو ملکوں کی سرحدیں ہیں مُثنیٰ نے کہا ایک طرف تو ملک عرب کی سرزمین اور اونچے ٹیلے اور پہاڑ ہیں اور دوسری طرف فارس کی سرزمین اور کسریٰ کی نہریں ہیں اور ہمیں وہاں رہنے کی اجازت کسریٰ نے اس شرط پر دی ہے کہ ہم وہاں کوئی نئی چیز نہ چلائیں اور نہ کسی نئی تحریک چلانے والے کو وہاں رہنے دیں اور بہت ممکن ہے کہ آپ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ بادشاہوں کو ناپسند ہو۔ سرزمینِ عرب کے آس پاس کے علاقے کا دستور یہ ہے کہ خطا وار کی خطا معاف کر دی جاتی ہے اور اس کا عُذر قبول کر لیا جاتا ہے اور سرزمین فارس کے آس پاس کے علاقہ کا دستور یہ ہے کہ نہ خطاوار کی خطا معاف کی جاتی ہے اور نہ اس کا عُذر قبول کیا جاتا ہے۔ اس لیئے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اپنے علاقہ میں لے جائیں اور عربوں کے مقابلہ میں ہم آپ کی مدد کریں تو ہم اس کی ذمہ داری لے سکتے ہیں (لیکن اہلِ فارس کے مقابلہ میں کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا جب تم نے سچی بات صاف صاف کہہ دی، تو یہ تم نے بُرا جواب نہیں دیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ کے دین کو لے کر وہی کھڑا ہو سکتا ہے جو دین کی ہر جانب سے حفاظت کرے پھر حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے اس کے بعد ہم اوس و خزرج کی مجلس میں پہنچے۔ ہمارے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے ہی وہ حضورؐ سے (اسلام پر) بیعت ہو گئے۔ حضرت علیؓ

نے فرمایا کہ یہ اَوس و خَزرَج والے رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑے سچے اور بڑے صابر تھے۔[1]
صاحب بدایہ نے اس حدیث میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کے دین کو لے کر وہی کھڑا ہو سکتا ہے جو دین کی ہر جانب سے حفاظت کرے۔ پھر آپ نے فرمایا تم مجھے ذرا یہ بتاؤ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ پاک تمہیں ان کا ملک اور مال دیدے اور ان کی بیٹیوں کو تمہارا بچھونا بنا دے یعنی وہ تمہاری بیویاں یا باندیاں بن جائیں۔ کیا تم اس کے لیئے اللہ کی تسبیح تقدیس بیان کرنے کے لیئے تیار ہو؟ نُعمان بن شریک نے حضورؐ سے کہا اے قریشی! آپ کی یہ بات ہمیں منظور ہے۔ پھر آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝
وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (احزاب ۴۵ - ۴۶)

جن کا ترجمہ یہ ہے۔ "ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ" پھر حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضورؐ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے علیؓ! زمانہ جاہلیت میں عرب کے اخلاق کیا ہیں؟ یہ کتنے بلند ہیں۔ ان اخلاق کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں ایک دوسرے کی حفاظت کر لیتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا پھر ہم اَوس و خَزرَج کی مجلس میں پہنچے ہمارے اُٹھنے سے پہلے ہی وہ حضورؐ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ وہ اَوس و خَزرَج بڑے سچے اور بڑے صابر تھے۔ انساب عرب کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کی اتنی زیادہ معلومات سے حضورؐ بڑے خوش ہوئے۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے پاس آکر فرمایا کہ اللہ کی بہت ہی حمد بیان کرو۔ کیونکہ آج بنو ربیعہ نے اہل فارس پر کامیابی حاصل کر لی ہے۔ ان کے بادشاہوں کو قتل کر دیا ہے۔ ان کے لشکر کو بالکل تباہ کر دیا ہے اور ان کی یہ ساری مدد میری وجہ سے ہوئی ہے۔[2] دوسری روایت میں یہ تفصیل بھی ہے کہ جب بنو ربیعہ کی فارس والوں

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۹۶) [2] اخرجہ فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۴۲) رواہ ابو نعیم والحاکم والبیہقی والسیاق لابی نعیم وقال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۴۵) ہذا حدیث غریب جدا کتبناہ لما فیہ من دلائل النبوۃ ومحاسن الاخلاق ومکارم الشیم و فصاحۃ العرب۔

سے جنگ ہوئی اور فرات کے قریب قُراقر مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا تو بنو ربیعہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنا شعار اور خاص نشانی بنا لیا جس کی وجہ سے فارس کے خلاف اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور بنو ربیعہ اس جنگ کے بعد اسلام میں داخل ہوگئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن انصار کی فضیلت اور ان کے پرانا ہونے اور اسلام میں سبقت لے جانے کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو انصار سے محبت نہ کرے اور ان کے حقوق کو نہ پہچانے، وہ مومن نہیں ہے۔ انہوں نے اسلام کی ایسے دیکھ بھال کی جیسے گھوڑے کے بچھیرے کی کی جاتی ہے وہ اپنے ہتھیاروں کی مہارت اور اپنی گفتگو کی طاقت اور اپنے دلوں کی سخاوت کی وجہ سے اسلام کی دیکھ بھال کے لئے کافی ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موسم میں قبائل کے پاس تشریف لے جاکر ان کو دعوت دیا کرتے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی آپ کی بات کو نہ مانتا اور آپ کی دعوت کو قبول نہ کرتا۔ آپ مَجَنَّۃ اور عُکاظ اور منیٰ کے بازاروں میں ان قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور ہر سال جاکر ان کو دعوت دیا کرتے۔ آپ ان کے پاس اتنی بار گئے کہ قبائل والے لوگ (آپ کی استقامت سے حیران ہوکر) کہنے لگ گئے کہ کیا اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ آپ ہم لوگوں سے ناامید ہوجائیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے اس قبیلہ کو نوازنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ان انصار پر اسلام کو پیش فرمایا جسے انہوں نے جلدی سے قبول کرلیا، اور انہوں نے آپ کو (مدینہ میں) اپنے پاس ٹھہرا لیا اور آپ کے ساتھ نصرت اور غمخواری کا معاملہ کیا۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ ہم مہاجرین ان کے پاس گئے تو انہوں نے ہمیں اپنے ساتھ گھروں میں ٹھہرایا۔ اور کوئی بھی ہمیں دوسرے کے پاس بھیجنے کو تیار نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ ہمیں اپنا مہمان بنانے کے لئے قرعہ اندازی کیا کرتے۔ پھر انہوں نے خوشی خوشی اپنے اموال کا ہمیں اپنے سے بھی زیادہ حقدار بنا دیا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہم اجمعین کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کو قربان کر دیا۔[2]

حضرت اُمّ سعد بنت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] وقال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری (ج ۷، ص ۱۵۶) اخرج الحاکم وابونعیم والبیہقی فی الدلائل باسناد حسن عن ابن عباس رضی اللہ عنہما حدثنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فذکر شیئاً من ہذا الحدیث

[2] اخرجہ ابونعیم ایضاً فی الدلائل (ص ۱۰۵) من طریق الواقدی عن اسحاق بن حباب عن یحیی بن یعلی۔

جب تک مکہ میں رہے قبائل کو اللہ عزّ وجلّ کی دعوت دیتے رہے جس کی وجہ سے آپ کو تکلیفیں پہنچائی جاتی رہیں اور برُا بھلا کہا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے اس قبیلہ کو (نصرتِ اسلام کی) شرافت سے نوازنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ آپؐ انصار کے کچھ لوگوں کے پاس پہنچے جو عقبہ کے پاس بیٹھے ہوئے (منیٰ میں) اپنے سر مونڈ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں میں نے (حضرت امّ سعد سے) پوچھا کہ وہ کون لوگ تھے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ چھ یا سات آدمی تھے جن میں بنی نجّار کے تین آدمی تھے۔ اسعد بن زرارہ اور عفراء کے دو بیٹے۔ انہوں نے باقی حضرات کا نام مجھے نہیں بتایا۔ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ان کے پاس بیٹھ کر ان کو اللہ عزّ وجلّ کی دعوت دی اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اللہ اور رسول کی بات کو مان لیا اور وہ اگلے سال بھی (حج پر) آئے۔ یہ (بیعت) عقبہ اُولیٰ کہلاتی ہے۔ اس کے بعد (بیعت) عقبہ ثانیہ ہوئی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امّ سعد سے پوچھا کہ حضورؐ مکہ میں کتنا عرصہ رہے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے ابوصرمہ قیس بن ابی انس رضی اللہ عنہ کا کلام نہیں سنا؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ چنانچہ انہوں نے مجھے ان کا یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

ثَوٰی فِیْ قُرَیْشٍ بِضْعَ عَشَرَۃَ حِجَّۃً　　یُذَکِّرُ لَوْلَا قِیْ صَدِیْقًا مُّوَاتِیًا

ترجمہ: آپ نے قریش میں دس سال سے زیادہ قیام فرمایا اور اس سارے عرصہ میں نصیحت اور تبلیغ فرماتے رہے (اور آپ یہ چاہتے تھے کہ) کوئی موافقت کرنے والا دوست آپ کو مل جائے اور بھی کئی شعر پڑھے جن کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں باب نصرت میں عنقریب آئے گا۔[1]

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت زُہری فرماتے ہیں، جب مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت زیادہ سختی کا معاملہ شروع کیا تو آپ نے اپنے چچا عبّاس بن عبدالمطّلبؓ سے فرمایا اے میرے چچا! اللہ عزّ وجلّ اپنے دین کی مدد ایسی قوم کے ذریعہ سے کریں گے جن کو قریش کی جابرانہ مخالفت معمولی بات معلوم ہوگی اور جو اللہ کے ہاں عزت کے طلب گار ہوں گے۔ آپ مجھے بازارِ عکاظ لے چلیں اور مجھے عرب کے قبائل کی

---

[1] اخرجہ ابونعیم ایضاً فی الدلائل (ص ۱۰۵)

قیام گاہیں دکھائیں تاکہ میں ان کو اللہ عزّ وجل کی دعوت دوں اور اس بات کی دعوت دوں کہ وہ میری حفاظت کریں اور مجھے اپنے ہاں لے جاکر رکھیں تاکہ میں اللہ عزّ وجلّ کی طرف سے اللہ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچا سکوں۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! آپ عکاظ چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں آپ کو قبائل کی قیام گاہیں دکھاؤں گا۔ چنانچہ حضورؐ نے قبیلہ ثقیف سے ابتدا فرمائی اور پھر اس سال حج میں قبائل کو تلاش کر کے دعوت دیتے رہے پھر جب اگلا سال ہوا جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھلم کھلا دعوت دینے کا حکم دیا تو اوس اور خزرج کے چھ آدمیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی جن کے نام یہ ہیں۔ اسعد بن زرارہ اور ابوالہیثم بن التیہان اور عبداللہ بن رواحہ اور سعد بن ربیع اور نعمان بن حارثہ اور عبادہ بن صامت۔ حضورؐ کی ان سے ملاقات منیٰ کے دنوں میں جمرۂ عقبہ کے پاس رات کے وقت ہوئی۔ آپ ان کے پاس بیٹھے اور ان کو اللہ عزّ وجل کی اور اس کی عبادت کرنے کی اور اس کے اس دین کی مدد کرنے کی دعوت دی جو دین دے کر اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے۔ انہوں نے درخواست کی کہ حضورؐ (آسمان سے آنے والی) وحی کو ان پر پیش فرمائیں چنانچہ آپ نے سورۃ ابراہیم وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا۔ سے لے کر آخر تک پڑھ کر سنائی۔ جب انہوں نے قرآن سنا تو ان کے دل نرم پڑ گئے اور اللہ کے سامنے عاجزی کرنے لگے اور (حضورؐ کی دعوت کو) قبول کر لیا۔ جب حضورؐ کی اور ان کی گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت عباس بن عبدالمطلب پاس سے گزرے تو انہوں نے حضورؐ کی آواز کو پہچان لیا اور فرمایا اے میرے بھتیجے! یہ تمہارے پاس کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا اے میرے چچا! یہ یثرب کے رہنے والے اوس و خزرج کے لوگ ہیں۔ ان کو بھی میں نے اسی بات کی دعوت دی جس کی دعوت ان سے پہلے دوسرے قبیلوں کو دے چکا ہوں۔ انہوں نے میری دعوت کو قبول کر کے میری تصدیق کی اور یہ کہا کہ وہ مجھے اپنے علاقہ میں لے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب اپنی سواری سے نیچے اترے اور اپنی سواری کی ٹانگیں باندھ دیں۔ پھر ان سے کہا: اے جماعتِ اوس و خزرج! یہ میرا بھتیجا ہے اور یہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اگر تم نے ان کی تصدیق کی ہے اور تم ان پر ایمان لے آئے ہو۔ اور ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو میں تم سے اپنے دلی اطمینان کے لیے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم ان کو لے جاکر

وہاں بے یار و مددگار نہیں چھوڑو گے اور ان کو دھوکا نہیں دو گے کیونکہ تمہارے پڑوسی یہودی ہیں اور یہودی ان کے دشمن ہیں۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ وہ ان کے خلاف تدبیریں کریں گے۔ حضرت عباسؓ نے جب حضرت سعدؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کیا تو یہ بات حضرت اسعد بن زُرارہ پر بڑی گراں گزری۔ اس لیئے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہمیں حضرت عباسؓ کو ایسا جواب دینے کی اجازت دیں جس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی جس سے آپ کو غصہ آئے یا آپ کو ناگوار گزرے بلکہ ایسا جواب دینگے جس میں آپ کی دعوت کو قبول کرنے کی تصدیق ہوگی اور آپ پر ایمان کا اظہار ہوگا۔ آپ نے فرمایا اچھا! تم حضرت عباسؓ کو ضرور جواب دو۔ مجھے تم پر پورا اطمینان ہے۔ حضرت اسعد بن زُرارہ نے حضورؐ کی طرف چہرہ کر کے کہا یا رسول اللہ! ہر دعوت کا ایک راستہ ہوتا ہے۔ کسی کا راستہ نرم ہوتا ہے اور کسی کا سخت۔ آج آپ نے ایسی دعوت دی ہے جو نئی بھی ہے اور لوگوں کے لیئے سخت اور کٹھن بھی ہے۔ آپ نے ہمیں اس بات کی دعوت دی ہے کہ ہم اپنا دین چھوڑ کر آپ کے دین کی اتباع کر لیں اور یہ بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے آپ کی اس بات کو قبول کر لیا۔ اور آپ نے ہمیں اس بات کی دعوت دی ہے کہ لوگوں سے ہمارے دور اور قریب کے جتنے رشتے ہیں اور ان سے جس طرح کے تعلقات ہیں ان سب کو ہم ختم کر دیں (یعنی دین کے معاملہ میں صرف آپ کی مانیں اور کسی کی نہ مانیں) یہ بھی بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے اسے بھی قبول کر لیا۔ ہمارا مضبوط جتھا ہے جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ہماری بڑی عزت ہے اور وہاں ہماری سب چیزیں محفوظ ہیں۔ کوئی اس بات کو سوچ بھی نہیں سکتا ہے کہ ہمارا سردار باہر کا ایسا آدمی بن جائے جس کو اس کی قوم نے تنہا اور اس کے چچوں نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہو اور آپ نے ہم کو دعوت دی (کہ آپ کو ہم اپنا سردار بنالیں) یہ بھی بڑا مشکل کام اور سخت گھاٹی ہے لیکن ہم نے آپ کی اس بات کو بھی قبول کر لیا۔ لوگوں کو یہ تمام کام ناپسند ہیں۔ ان کاموں کو صرف وہی پسند کرے گا۔ جس کی ہدایت کا اللہ نے فیصلہ کر دیا ہو اور جو ان کاموں کے انجام میں خیر چاہتا ہو۔ ہم نے آپ کے ان تمام کاموں کو دل و جان سے قبول کر لیا ہے اور انہیں قبول کرنے کا زبان سے اقرار کر رہے ہیں اور ان کے پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت خرچ کریں گے۔ اور آپ جو کچھ لائے ہیں اس پر ہم ایمان لا رہے ہیں۔

اور اس معرفتِ خداوندی کی ہم تصدیق کر رہے ہیں جو ہمارے دلوں میں پیوست ہو گئی ہے۔ ان تمام باتوں پر ہم آپ سے بیعت ہوتے ہیں اور ہم اپنے رب اور آپ کے رب سے بیعت ہوتے ہیں۔ اللہ (کی مدد) کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے اور آپ کے خون کی حفاظت کے لیئے ہم اپنے خون بہادیں گے اور آپ کی جان کو بچانے کے لیئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور ان تمام چیزوں سے ہم آپ کی حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے اس عہد کو پورا کریں گے تو اللہ کے لیئے پورا کریں گے اور اگر ہم اس عہد کی خلاف ورزی کریں گے تو یہ اللہ سے غدّاری ہوگی جو ہماری انتہائی بدنصیبی ہوگی۔ یا رسُول اللہ! یہ ہماری تمام گزارشات سچی ہیں۔ اور (ان گزارشات کے پورا کرنے کے لیئے) ہم اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت اَسعد نے حضرت عبّاس بن عبدالمطّلب کی طرف چہرہ کر کے کہا اے وہ شخص جو اپنی بات کہہ کر ہمارے اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے درمیان آگیا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ کا ان باتوں سے کیا مقصد ہے؟ آپ نے یہ کہا ہے کہ یہ آپ کے بھتیجے ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ کو محبوب ہیں تو ہم نے بھی ان کی وجہ سے اپنے قریب اور دور کے تمام رشتہ داروں سے تعلّقات توڑ لیئے ہیں اور ہم اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ یہ اللہ کے رسُول ہیں۔ اللہ نے ان کو اپنے پاس سے بھیجا ہے، یہ جھوٹے نہیں ہیں اور جو کلام یہ لائے ہیں وہ انسانوں کے کلام سے ملتا جلتا نہیں ہے۔ باقی آپ نے جو یہ کہا ہے کہ آپ ان کے بارے میں ہم سے تب مطمئن ہوں گے جب آپ ہم سے پختہ عہد لے لیں گے تو حضورؐ کے لیئے ہم سے جو بھی کوئی پختہ عہد لینا چاہیں ہمیں اس سے انکار نہیں ہے۔ لہٰذا آپ جو عہد لینا چاہتے ہیں لے لیں اور پھر حضُورؐ کی طرف متوجّہ ہو کر عرض کیا یا رسُول اللہ! اپنی ذات کے لیئے آپ جو عہد ہم سے لینا چاہیں لے لیں اور اپنے رَبّ کے لیئے جو شرطیں ہم پر لگانا چاہیں لگالیں۔ آگے حدیث میں ان حضرات کے بیعت ہونے کا پورا قصّہ مذکور ہے[1]

[1] اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۰۵) وستاتی احادیث البیعۃ فی البیعۃ علی النصرۃ واحادیث الباب فی باب النصرۃ فی ابتداء امر الانصار ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا بازار میں جا کر دعوت کو پیش کرنا

حضرت ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ جو قبیلہ بنی دیل کے ہیں جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا اور مسلمان ہو گئے تھے، وہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ جاہلیت میں بازار ذی المجاز میں دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے اے لوگو! لا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہو کامیاب ہو جاؤ گے اور لوگ آپ کے ارد گرد جمع تھے اور آپ کے پیچھے ایک روشن چہرے والا بھینگا آدمی تھا جس کی دو زلفیں تھیں اور وہ یہ کہہ رہا تھا (نعوذ باللہ) کہ یہ بے دین اور جھوٹا آدمی ہے۔ جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے وہ آپ کے پیچھے ہوتا۔ میں نے اس آدمی کے بارے میں پوچھا (کہ یہ کون ہے؟)، لوگوں نے بتایا کہ ان کا چچا ابولہب ہے[1]۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ابولہب سے بھاگتے تھے اور وہ آپ کا پیچھا کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ لوگ آپ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ لوگوں میں سے میں نے کسی کو (آپ کے سامنے، بولتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ مسلسل دعوت دیتے جاتے تھے خاموش نہیں ہوتے تھے[2]۔

حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بازار ذی المجاز میں تھا کہ اچانک ایک نوجوان آدمی گزرا جس نے سرخ دھاریوں والا جوڑا پہنا ہوا تھا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا اے لوگو! لا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہو کامیاب ہو جاؤ گے اور اس کے پیچھے ایک آدمی تھا جس نے اس نوجوان کی ایڑیوں اور پنڈلیوں کو زخمی کر رکھا تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا کہ اے لوگو! یہ جھوٹا ہے۔ اس کی بات مت مانو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کسی نے کہا یہ بنی ہاشم کا نوجوان ہے جو اپنے کو اللہ کا رسول بتاتا ہے اور

---

[1] اخرجہ احمد واخرجہ البیہقی بنحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۴۱)، وقال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۲)، رواہ احمد وابنہ والطبرانی فی الکبیر بنحوہ والاوسط باختصار باسانید واحد اسانید عبداللہ بن احمد ثقات الرجال۔ انتہی وعزاہ الحافظ فی الفتح (ج ۷، ص ۱۵۶)، الی البیہقی واحمد وقال صححہ ابن حبان انتہی۔
[2] قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۲)، وقد تقدم لہ طریق فی عرضہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعوۃ علی القبائل۔

دوسرا اس کا چچا عبد العزیٰ (ابولہب) ہے آگے حدیث اور بھی ہے[1]

بنی مالک بن کنانہ کے ایک آدمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بازار ذی المجاز میں پھرتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے اے لوگو لا الٰہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔ وہ صاحب کہتے ہیں کہ ابوجہل آپ پر مٹی پھینکتا اور کہتا خیال رکھنا یہ آدمی تمہیں تمہارے دین سے ہٹا نہ دے۔ یہ تو چاہتا ہے کہ تم اپنے خداؤں کو اور لات وعزیٰ کو چھوڑ دو اور حضورؐ اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرماتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ حضور کا حلیہ اور اس وقت کی حالت بیان کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سرخ دھاریوں والی چادریں پہنی ہوئی تھیں۔ آپ کا قد درمیانہ اور جسم بھرا ہوا اور چہرہ انتہائی حسین اور بال بہت کالے اور آپ خود بہت گورے چٹے تھے اور آپ کے بال پورے اور گنجان تھے[2]۔ اور قبائل پر دعوت پیش کرنے کے باب میں حضورؐ کا بازار عکاظ میں دعوت دینا پہلے (ص ۱۱۹ پر) گزر چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قریبی رشتہ داروں پر دعوت کو پیش کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اور ڈر سنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا اے فاطمہ بنت محمدؐ! اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے اولاد عبد المطلب! (اپنی بیٹی اور پھوپھی کو اور دادا عبد المطلب کی اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا) اللہ سے لے

---

[1] اخرجه الطبراني قال الهيثمي (ج ٦ ص ٢٢) وفيه ابو جناب الكلبي وهو مدلس وقد وثقه ابن حبان وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى۔ [2] اخرجه احمد وقال الهيثمي (ج ٦ ص ٢١) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح انتهى واخرجه البيهقي ايضاً بمعناه الا انه لم يذكر نعته صلى الله عليه وسلم كما في البداية (ج ٣ ص ١٣٩) وقال كذا قال في هذا السياق ابو جهل وقد يكون وهما ويحتمل ان يكون تارة يكون ذا وتارة يكون ذا وانهما كانا يتنا وبان على اذاته صلى الله عليه وسلم انتهى۔

کر تمہیں کچھ دینے میں میرا کوئی زور نہیں چلتا ہے ہاں میرے مال میں سے جو چاہو مانگ سکتے ہو۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو حضورؐ نے اپنے خاندان والوں کو جمع فرمایا تیس آدمی جمع ہو گئے۔ سب نے کھایا پیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ان سے یہ فرمایا تم میں کون ایسا ہے جو میرے قرضہ کی ادائیگی اور میرے وعدوں کے پورا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے؟ جو یہ ذمہ داری لے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا اور وہ میرے اہل میں میرا قائم مقام ہو گا۔ ایک آدمی نے کہا آپ تو سمندر ہیں آپ کی ان ذمہ داریوں کو کون نبھا سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس بات کو تین مرتبہ پیش فرمایا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ بات اپنے گھر والوں پر بھی پیش کی، اس پر حضرت علیؓ نے کہا میں تیار ہوں۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا یا آپ نے ان کو بلایا۔ اور یہ ایسے لوگ تھے کہ ان میں سے ہر ایک سالم بکرا کھا جاتا تھا اور تین صاع یعنی ساڑھے دس سیر تک پی جاتا تھا لیکن آپ نے ان کے لئے ایک مُد (چودہ چھٹانک) کھانا تیار کیا۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کھانا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اسے ہاتھ ہی نہ لگا ہو پھر آپ نے ایک چھوٹا پیالہ منگوایا جسے انہوں نے پیا تو وہ سیراب ہو گئے اور وہ مشروب ویسے ہی باقی رہا جیسے کسی نے اسے ہاتھ ہی نہ لگایا ہو یا اُسے کسی نے پیا ہی نہ ہو۔ اور آپ نے فرمایا اے بنو عبدالمطلب! مجھے تمہاری طرف خاص طور سے اور تمام انسانوں کی طرف عام طور سے بھیجا گیا ہے اور تم میرا یہ معجزہ دیکھ چکے ہو (کہ تم سب نے سیر ہو کر کھایا اور پیا اور کھانے اور پینے میں کوئی کمی نہیں آئی) تم میں سے کون میرا بھائی اور میرا ساتھی بننے پر مجھ سے بیعت کرتا ہے؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی کھڑا نہ ہوا تو میں کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ میں ان سب میں چھوٹا تھا۔ آپ نے (مجھ سے) فرمایا بیٹھ جاؤ۔ آپؐ نے ان سے تین مرتبہ یہ مطالبہ کیا۔ ہر دفعہ میں ہی کھڑا ہوتا رہا اور آپ مجھے فرما دیتے کہ بیٹھ جاؤ۔ تیسری مرتبہ

---

[1] اخرجہ احمد و انفرد باخراجہ مسلم [2] اخرجہ احمد۔

میں آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا (یعنی مجھے بیعت کیا)[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! بکری کی ایک دستی کا سالن بنالو اور ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر آٹے کی روٹیاں تیار کرلو اور بنی ہاشم کو میرے پاس بلالاؤ اس وقت بنی ہاشم کی تعداد چالیس یا انتالیس تھی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں (بنی ہاشم کے جمع ہونے کے بعد) حضورؐ نے کھانا منگوا کر ان کے سامنے رکھ دیا ان سب نے خوب سیر ہوکر کھایا حالانکہ ان میں بعض ایسے بھی تھے جو اکیلا ہی سالم بکرا مع شوربے کے کھا جائے پھر آپ نے ان کو دودھ کا ایک پیالہ دیا۔ سب نے اس کو پیا اور سب سیراب ہوگئے تو ان میں سے ایک نے کہا۔ ہم نے آج جیسا جادو کبھی نہیں دیکھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کہنے والا ابولہب تھا (دوسرے دن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! بکری کی ایک دستی کا سالن بناؤ۔ اور ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر آٹے کی روٹیاں تیار کرلو۔ اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ تیار کرلو حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے یہ سارا انتظام کرلیا۔ انہوں نے پہلے دن کی طرح سے خوب کھایا اور خوب پیا اور پہلے دن کی طرح کھانا اور دودھ بچ گیا (ان میں برکت ہو گئی) اس دن بھی ایک آدمی نے کہا ہم نے آج جیسا جادو کبھی نہیں دیکھا (تیسرے دن) حضورؐ نے پھر فرمایا اے علیؓ! بکری کی ایک دستی کا سالن بنالو اور ایک صاع آٹے کی روٹیاں تیار کرلو اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ تیار کرلو۔ چنانچہ میں نے سب کچھ تیار کرلیا۔ آپ نے فرمایا اے علیؓ! بنی ہاشم کو میرے پاس بلالاؤ۔ میں ان سب کو بلالایا۔ ان سب نے کھایا اور پیا حضورؐ نے ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی گفتگو شروع فرمادی۔ اور فرمایا تم میں سے کون ایسا ہے؟ جو میرے قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتا ہے؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں بھی چپ رہا اور باقی لوگ بھی چپ رہے۔ آپ نے دوبارہ یہی بات ارشاد فرمائی تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں تیار ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم اے علیؓ! تم اے علیؓ! یعنی اس کام کے لیئے تم ہی مناسب ہو۔[2]

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۵۰) [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۸ ص ۳۰۲) رواہ البزار واللفظ لہ واحمد باختصار والطبرانی فی الاوسط باختصار ایضاً ورجال احمد واحد اسنادی البزار رجال الصحیح غیر شریک وھو ثقۃ۔ انتہٰی۔

ابن ابی حاتم نے بھی اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کون میرے قرضے کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتا ہے اور میرے بعد میرے اہل میں میرا قائم مقام بننے کے لئے تیار ہے؟ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سب لوگ خاموش رہے اور حضرت عباسؓ بھی اس ڈر کی وجہ سے خاموش رہے کہ حضورؐ کے قرضے کو ادا کرنے کے لئے کہیں ان کو سارا مال نہ خرچ کرنا پڑ جائے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اس وجہ سے خاموش رہا کہ حضرت عباسؓ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اور پھر خاموش ہیں۔ پھر آپ نے یہی بات دوبارہ فرمائی۔ حضرت عباسؓ پھر خاموش رہے جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں تیار ہوں، حضرت علیؓ فرماتے ہیں (میں اس ذمہ داری کے لئے تیار تو ہو گیا)، لیکن میری شکل و صورت سب سے بُری تھی اور میری آنکھیں چُندھیائی ہوئی تھیں۔ پیٹ بڑا تھا ٹانگیں پتلی تھیں[1]۔ یہی حدیث مجمع پر دعوت پیش کرنے کے باب میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ایک اور طرح (صفحہ ۱۱۳) پر گزر چکی ہے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سفر میں دعوت کو پیش فرمانا

حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رہبر بن کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو رَکُوبہ گھاٹی کے راستے سے لے کر گئے تھے۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بھی تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی ایک شیر خوار بیٹی ہمارے ہاں بسلسلۂ رضاعت رہتی تھی اور حضورؐ چاہتے تھے کہ مدینہ کا سفر چھوٹے راستہ سے کریں تو ان سے حضرت سعد نے عرض کیا کہ رَکُوبہ گھاٹی کے نیچے سے جو راستہ جاتا ہے وہ زیادہ قریب ہے لیکن

---

[1] کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۵۱) واخرجہ البیہقی فی الدلائل و ابن جریر بابسط من ہذا السیاق بزیادات اخر باسناد ضعیف کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۳۵۰) والبدایۃ (ج ۳ ص ۳۹)

وہاں قبیلہ اسلم کے دو ڈاکو رہتے ہیں جن کو مُہانان کہا جاتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ان کے پاس سے گزرنے والے راستہ سے سفر کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ان ڈاکوؤں والے راستے سے ہمیں لے چلو۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ہم اس راستے سے چلے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ لو یہ یمانی آگیا۔ حضورؐ نے ان دونوں کو دعوت دی اور ان پر اسلام کو پیش فرمایا۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کے نام پوچھے انہوں نے کہا ہم مُہانان ہیں (یعنی دو گرے پڑے آدمی)، آپ نے فرمایا نہیں تم دونوں مُکرمان ہو (یعنی قابل اکرام ہو) پھر آپ نے انہیں اپنے پاس مدینہ آنے کا حکم دیا[1] آگے حدیث اور بھی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ سامنے سے ایک دیہاتی آیا۔ جب وہ حضورؐ کے قریب پہنچا تو اس سے حضورؐ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا اپنے گھر جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم کوئی بھلی بات لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا وہ بھلی بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ لو۔ اس نے کہا جو بات آپ کہہ رہے ہیں کیا اس پر کوئی گواہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت گواہ ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے اس درخت کو بلایا اور وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا۔ وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ آپ نے اس سے تین مرتبہ گواہی طلب فرمائی۔ اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضورؐ جیسے فرما رہے ہیں بات ویسے ہی ہے۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ وہ دیہاتی اپنی قوم کے پاس واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے اس نے حضورؐ سے یہ عرض کیا کہ اگر میری قوم والوں نے میری بات مان لی تو میں ان سب کو آپ کے پاس لے آؤں گا ورنہ میں خود آپ کے پاس واپس آجاؤں گا۔ اور آپ کے ساتھ رہا کروں گا۔[2]

---

[1] اخرجہ احمد (ج ۴ ص ۷۴)، قال الہیثمی (ج ۶ ص ۵۸)، رواہ عبداللہ بن احمد و ابن سعد اسمہ عبداللہ ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔ [2] واخرجہ الحاکم ابوعبداللہ النیسابوری وہذا اسناد جید ولم یخرجوہ ولا رواہ الامام احمد کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۲۵)، وقال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۹۲) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح ورواہ ابویعلی ایضًا والبزار انتہٰی۔

حضرت عاصم اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ غُمیم مقام پر پہنچے تو حضرت بُریدہ بن حُصیب رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ بھی مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ تقریباً اسی گھرانے بھی مسلمان ہوئے۔ پھر حضورؐ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور انہوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت دینے کے لئے پیدل سفر فرمانا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف والوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے طائف پیدل تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور پھر یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْا اِلَیْكَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَهَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی عَدُوٍّ یَّتَجَهَّمُنِیْ اَمْ اِلٰی قَرِیْبٍ مَلَّکْتَهٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ تَکُنْ غَضْبَانَ عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ غَیْرَ اَنَّ عَافِیَتَكَ اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَّنْزِلَ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَحِلَّ بِیْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

ترجمہ: اے اللہ تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی۔ اے اَرحَمَ الرّاحمین تو اَرحَمُ الرّاحمین ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے کسی ایسے دشمن کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا ایسے رشتہ دار کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی کی بھی

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۲۴۲)

پرواہ نہیں ہے۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں آپ کے اس چہرہ کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہوگئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہوجاتے ہیں، اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔ اللہ کے سوا کسی سے نیکی کی طاقت نہیں ملتی[1]۔ یہی حدیث دعوت الی اللہ کی وجہ سے تکلیفیں برداشت کرنے کے باب میں حضرت زہری وغیرہ کی روایت سے اور تفصیل سے آئے گی۔

میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم کو دعوت نہ دے لیتے اس وقت تک ان سے جنگ نہ فرماتے[2]۔

حضرت عبدالرحمن بن عائذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو ان کو یہ نصیحت فرماتے کہ لوگوں سے الفت پیدا کرو (ان کو اپنے سے مانوس کرو) جب تک ان کو دعوت نہ دے لو ان پر حملہ نہ کرنا اور چھاپہ نہ مارنا۔ کیونکہ روئے زمین پر جتنے کچے اور پکے مکان ہیں (یعنی جتنے شہر اور دیہات ہیں) ان کے رہنے والوں کو تم اگر مسلمان بنا کر میرے پاس لے آؤ۔ یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تم ان کی عورتوں اور بچوں کو میرے پاس لے آؤ اور ان کے مردوں کو قتل کر دو[3]۔

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی جماعت

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۵) وفیہ ابن اسحاق وہو مدلس ثقة وبقیة رجالہ ثقات انتہی۔
[2] اخرجہ عبدالرزاق وکذلک رواہ الحاکم فی المستدرک وقال حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ورواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی معجمہ کذافی نصب الرایة (ج ۲ ص ۲۷۸) وقال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۴) رواہ احمد وابویعلی والطبرانی باسانید ورجال احدھا رجال الصحیح انتہی واخرجہ ایضا ابن النجار کما فی کنزالعمال (ج ۲ ص ۲۹۸) والبیہقی فی سننہ (ج ۹ ص ۱۰۷) [3] اخرجہ ابن مندہ وابن عساکر کذا فی الکنز۔ (ج ۲ ص ۲۹۴) واخرجہ ایضا ابن شاہین والبغوی کما فی الاصابة (ج ۳ ص ۱۵۲) والترمذی (ج ۱ ص ۱۹۵)

یا لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرماتے تو اس کو خاص اپنی ذات کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتے اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بھی حکم دیتے اور یہ فرماتے کہ جب تمہارا مشرک دشمنوں سے سامنا ہو تو ان کو تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دینا۔ ان باتوں میں سے جو بات بھی وہ مان لیں تم اسے ان سے قبول کر لینا اور ان سے جنگ کرنے سے رک جانا۔ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے منظور کر لیں تو تم ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ پھر تم ان کو اپنا علاقہ چھوڑ کر دارُالمہاجرین یعنی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دو اور انہیں یہ بتلا دو کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کو وہ تمام منافع ملیں گے جو مہاجرین کو ملتے ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہوتی ہیں اور اگر وہ اسے نہ مانیں اور اپنے علاقے میں رہنے کو ہی پسند کریں تو انہیں یہ بتلا دو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح سے ہوں گے اور اللہ کے حکم جو عام مسلمانوں کے ذمہ ہیں وہ ان کے ذمہ ہوں گے اور انہیں فَئے اور مالِ غنیمت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا ہاں اگر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے تو حصہ ملے گا۔ اگر وہ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان جائیں تو تم اسے قبول کر لو اور ان سے رک جاؤ اور اگر وہ اسے بھی نہ مانیں تو اللہ سے مدد لے کر ان سے جنگ کرو۔ اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے تم سے یہ مطالبہ کریں کہ ہمیں اللہ کے حکم پر اُتارو تو تم ایسا نہ کرنا کیونکہ تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ان کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟ بلکہ تم ان سے اپنے فیصلے کے ماننے کا مطالبہ کرو۔ پھر تم ان کے بارے جو چاہو فیصلہ کرو۔[1]

حضرت اَنس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو ایک قوم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ پھر حضرت علیؓ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور اس قاصد کو یہ ہدایت کی کہ حضرت علیؓ کو پیچھے سے آواز

---

[1] اخرجہ ابوداؤد (ص ۳۵۸) واللفظ لہ ومسلم (ج ۲ ص ۸۲) وابن ماجۃ (ص ۲۱۰) والبیہقی (ج ۹ ص ۱۸۴) قال الترمذی حدیث بریدۃ حدیث حسن صحیح واخرجہ ایضاً احمد والشافعی والدارمی والطحاوی وابن حبان وابن الجارود وابن ابی شیبۃ وغیرہم کما فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۷)

نہ دینا (بلکہ ان کے قریب جاکر) ان سے یہ کہنا کہ جب تک اس قوم والوں کو دعوت نہ دے لیں ان سے جنگ نہ کریں۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک رُخ پر بھیجا۔ پھر ایک آدمی سے کہا کہ علیؓ کے پاس جاؤ اور انہیں پیچھے سے مت آواز دینا اور ان کو یہ پیغام دو کہ حضورؐ انہیں اپنا انتظار کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اور ان سے یہ بھی کہو کہ تم جب تک کسی قوم کو دعوت نہ دے لو ان سے جنگ نہ کرو۔[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھیجا تو ان سے فرمایا کہ جب تک تم کسی قوم کو دعوت نہ دے لو ان سے جنگ نہ کرو۔[3] اور صفحہ ۔۔۔ پر حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث بروایت بخاری وغیرہ گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ خیبر کے دن فرمایا۔ تم اطمینان سے چلتے رہو یہاں تک کہ ان کے میدان میں پہنچ جاؤ پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حق ان پر واجب ہیں وہ ان کو بتاؤ۔ اللہ کی قسم! تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دے۔ یہ تمہارے لئے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ تمہیں سُرخ اُونٹ مل جائیں۔

حضرت فَروہ بن مُسَیک الغُطَیفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنی قوم کے ماننے والوں کو لے کر قوم کے نہ ماننے والوں سے جنگ نہ کروں؟ آپ نے فرمایا ضرور کرو۔ پھر میری رائے کچھ بدل گئی تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ میں ان سے جنگ نہ کروں کیونکہ وہ اہلِ سبا ہیں۔ وہ بہت عزت والے اور بڑی طاقت والے ہیں لیکن حضورؐ نے مجھے امیر بنا دیا اور سبا سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ جب میں آپ کے پاس سے چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے سبا کے بارے میں قرآن کی آیات نازل فرمائیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ غطیفی کا کیا ہوا؟ آپ نے مجھے بلانے کے لئے میرے گھر ایک آدمی کو بھیجا۔ جب وہ آدمی میرے گھر پہنچا تو میں گھر سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رجالہ رجال الصحیح غیر عثمان بن یحییٰ القرقسائی وھو ثقۃ اھ۔ [2] اخرجہ ابن راہویہ کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۷) [3] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی نصب الرایۃ (ج ۲ ص ۳۷۸)

روانہ ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے راستہ سے واپس ہونے کو کہا چنانچہ میں واپس حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ارد گرد صحابہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا قوم کو دعوت دو۔ ان میں سے جو مان جائے اُسے قبول کر لو۔ اور جو نہ مانے اس کے بارے میں جب تک مجھے خبر نہ ہو جائے جلدی نہ کرنا۔ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا یا رسُول اللہ! سبا کیا چیز ہے کوئی جگہ ہے یا عورت ہے؟ آپ نے فرمایا سَبا تو عرب کا ایک مرد تھا جس کے دس بیٹے ہوئے ان میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں۔ جو شام میں آباد ہوئے ان کے نام لَخم اور جُذام اور غَسّان اور عاملہ ہیں اور یمن میں آباد ہونے والوں کے نام اَزد اور کِندہ اور حِمیَر اور اَشعَرِیّون اور اَنمار اور مَذحِج ہیں۔ اس آدمی نے پوچھا یا رسُول اللہ! انمار کون ہیں؟ آپ نے فرمایا اَنمار وہ ہیں جن میں خَثعَم اور بَجِیلہ قبیلہ کے لوگ ہیں[1]

حضرت فَروہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا میں اپنی قوم کے ماننے والوں کو لے کر نہ ماننے والوں سے جنگ کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنی قوم کے ماننے والوں کو لے کر نہ ماننے والوں سے جنگ کرو۔ جب میں واپس مُڑا تو آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ جب تک تم ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لو ان سے جنگ نہ کرنا۔ میں نے پوچھا یا رسُول اللہ! سَبا کیا چیز ہے، کیا وہ کوئی وادی ہے یا کوئی پہاڑ ہے یا اور کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں سَبا تو عرب کا ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے ہوئے۔ آگے حدیث اور بھی ہے[2]

---

[1] اخرجہ ابن سعد واحمد و ابوداؤد والترمذی (ج ۲ ص ۱۵۴) وحسنہ والطبرانی والحاکم کذافی کنزالعمال (ج ۱ ص ۲۶۰) [2] اخرجہ احمد ایضاً وعبد بن حمید وھذا اسناد حسن وان کان فیہ ابوجناب الکلبی وقد تکلموا فیہ لکن رواہ ابن جریر عن ابی کریب عن العنصری عن اسباط بن نصر عن یحیٰی بن ہانی المرادی عن عمہ او عن ابیہ شک اسباط قال قدم فروۃ بن مسیک علی رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّم وذکرہ کذافی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۵۳۱)۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا اور فرمایا کہ عرب کے جس قبیلہ پر تمہارا گزر ہو اور تمہیں اس قبیلہ سے اذان کی آواز سنائی دے تو ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ اور جس قبیلہ سے تمہیں اذان کی آواز سنائی نہ دے ان کو اسلام کی دعوت دینا۔[1]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لات اور عزّیٰ بتوں کے پاس رہنے والوں میں سے کچھ لوگ قیدی بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے (لانے والوں سے) پوچھا کیا تم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تھی؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے ان قیدیوں سے پوچھا کیا انہوں نے تمہیں اسلام کی دعوت دی تھی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا ان کا راستہ چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اپنی امن کی جگہ میں پہنچ جائیں پھر آپ نے یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○

ترجمہ: "ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ"۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ- آخر آیت تک۔

ترجمہ: "اور اترا ہے مجھ پر یہ قرآن، تاکہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جس کو یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں"۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لات و عزّیٰ کے پاس رہنے والوں کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ جنہوں نے عرب کے ایک قبیلہ پر رات کو اچانک حملہ کیا اور ان کے تمام لڑنے والوں کو اور ان کے بال بچوں کو قید کر لیا (اور حضور کی خدمت میں لے کر آئے) ان قیدیوں نے (حضورؐ سے) کہا انہوں نے دعوت دیئے بغیر ہم پر حملہ کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر والوں سے پوچھا۔ انہوں نے قیدیوں کی بات کی تصدیق کی۔ آپ نے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۷) و فی یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی وھو ضعیف۔
[2] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۰۷) قال البیہقی روح بن مسافر ضعیف۔

فرمایا ان کو ان کی امن کی جگہ میں واپس پہنچاؤ پھر ان کو دعوت دو۔[1]

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا افراد کو اللہ و رسولؐ کی دعوت دینے کے لئے بھیجنا

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب انصار نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بات سُن لی اور اس پر انہیں یقین آگیا اور ان کے دل آپ کی دعوت سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تو انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے اور یہ لوگ (سارے عالم کے لئے) بھلائی اور خیر کا سبب بنے اور انہوں نے اگلے سال موسم حج میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا اور اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور حضورؐ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس اپنے ہاں سے ایک ایسا آدمی بھیج دیں جو لوگوں کو کتاب اللہ کی دعوت دے کیونکہ آدمی کے آنے سے لوگ بات جلدی مان لیں گے تو حضورؐ نے حضرت مُصعب بن عُمیرؓ کو ان کے ہاں بھیج دیا۔ حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو عبدالدار میں سے تھے حضرت مُصعب قبیلہ بنی غنم میں حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے اور وہ لوگوں کو حضورؐ کی باتیں سُناتے اور قرآن شریف پڑھ کر سُناتے۔ پھر حضرت مُصعب حضرت سعد بن مُعاذ کے پاس ٹھہر کر دعوت کے کام میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں لوگوں کو ہدایت دیتے رہے حتیٰ کہ انصار کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے سرداروں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور حضرت عَمرو بن الجموح بھی مسلمان ہو گئے اور ان کے بُت توڑ دیئے گئے۔ حضرت مُصعب بن عُمیرؓ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس واپس چلے گئے اور ان کو مُقرِئ (پڑھانے والے) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔[2] طبرانی میں حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور زیادہ تفصیل سے مذکور ہے اور اس میں حضورؐ کے انصار پر دعوت کو پیش فرمانے کا ذکر بھی ہے۔ جیسے کہ امر انصار کی ابتداء کے باب میں انشاء اللہ آئے گا اور اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ انصار اپنی قوم میں واپس چلے گئے اور خفیہ طور

---

[1] عند الحارث من طریق الواقدی کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۷) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۷)

پر دعوت دینے لگے اور ان کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی اور جو دین دے کر اللہ نے آپ کو بھیجا ہے اس کے بارے میں ان کو بتایا اور قرآن سُنا کر انہیں حضورؐ کی اور دین کی دعوت دی۔ چنانچہ انصار کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ افراد مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس اپنے ہاں سے ایک ایسا آدمی بھیج دیں جو لوگوں کو کتابُ اللہ سنا کر اللہ کی طرف دعوت دے۔ کیونکہ آدمی کے آنے سے لوگ بات جلدی مان لیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے قبیلہ بنی عبد الدار کے حضرت مُصعب بن عُمیرؓ کو ان کے ہاں بھیج دیا اور وہ قبیلہ بنی غَنم میں حضرت اَسعد بن زُرارہؓ کے پاس ٹھہرے اور لوگوں کو دعوت دینے میں مشغول ہو گئے۔ اسلام پھیلنے لگا اور اسلام والے زیادہ ہونے لگے اور وہ خُفیہ طور پر دعوت دے رہے تھے۔ پھر حضرت عُروہ نے حضرت مُصعب کے حضرت سَعد بن مُعاذ کو دعوت دینے کا اور حضرت سَعدؓ کے مسلمان ہونے اور قبیلہ بنو عبد الاشہل کے مسلمان ہونے کا تذکرہ کیا جیسے کہ حضرت مُصعب کے دعوت دینے کے باب میں آگے آئے گا۔ پھر حضرت عُروہ نے فرمایا کہ بنی نجار نے حضرت مُصعب بن عُمیرؓ کو اپنے ہاں سے چلے جانے کو کہا اور (اس بارے میں ان کے میزبان، حضرت اَسعد بن زُرارہ پر انہوں نے سختی کی۔ چنانچہ حضرت مُصعب بن عُمیرؓ حضرت سَعد بن مُعاذؓ کے ہاں منتقل ہو گئے اور وہ دعوت کے کام میں لگے رہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں لوگوں کو ہدایت دیتے رہے حتّٰی کہ انصار کے ہر گھر میں کچھ نہ کچھ افراد ضرور مسلمان ہو گئے اور ان کے سردار اور شرفاء مُسلمان ہو گئے اور حضرت عَمرو بن الجَمُوحؓ بھی مسلمان ہو گئے اور ان کے بُت توڑ دیئے گئے اور مسلمان ہی مدینہ میں زیادہ مُعزز شمار ہونے لگے اور ان کا معاملہ ٹھیک ہو گیا۔ اور حضرت مُصعب بن عُمیرؓ حضورؐ کی خدمت میں واپس چلے گئے اور ان کو مُقرِیٔ (پڑھانے والے) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔[1] ابونُعیم نے زُہری سے حلیہ میں یہ روایت اس طرح بیان کی ہے کہ انصار مدینہ نے حضرت مُعاذ بن عَفراءؓ اور حضرت

---

[1] قال الہیثمی (ج ۶ ص ۴۲) وفیہ ابن لہیعۃ وفیہ ضعف وھو حسن الحدیث وبقیۃ رجالہ ثقات انتہیٰ۔ وھکذا اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۰۸) بطولہ وقد اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۷) عن الزہری بمعنی حدیث عروۃ عندہ مختصرًا۔

رافع بن مالک رضی اللہ عنہما کو حضورؐ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ اپنے ہاں سے ہمارے پاس ایک ایسا آدمی بھیج دیں جو لوگوں کو کتاب اللہ سُنا کر اللہ کی دعوت دے کیونکہ ان کی بات ضرور قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت مُصعب بن عُمیرؓ کو انصار کے ہاں بھیج دیا۔ آگے کا مضمون پچھلی روایت کی طرح ہے۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میری قوم کے پاس بھیجا تاکہ میں ان کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی دعوت دوں اور ان پر اسلام کے احکام کو پیش کروں۔ چنانچہ جب میں اپنی قوم کے پاس پہنچا تو وہ اپنے اونٹوں کو پانی پلا چکے تھے اور ان کا دودھ نکال کر پی چکے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو (خوش ہو کر) کہا صُدَیّ بن عَجلان کو خوش آمدید ہو۔ (صُدَیّ حضرت ابو اُمامہ کا نام ہے) اور انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اس آدمی کی طرف مائل ہو گئے ہو۔ میں نے کہا نہیں میں تو اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لایا ہوں اور مجھے اللہ کے رسُول نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تم پر اسلام اور اس کے احکام پیش کروں۔ فرماتے ہیں کہ ہماری یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ وہ کھانے کا ایک بڑا پیالہ لے آئے اور اسے بیچ میں رکھ کر سب اس کے اِردگرد جمع ہو گئے اور اس میں سے کھانے لگے اور مجھ سے کہا اے صُدَیّ! تم بھی آؤ۔ میں نے کہا تمہارا بھلا ہو۔ میں تمہارے پاس ایسی ذاتِ گرامی کے پاس سے آ رہا ہوں جو اللہ کا نازل کردہ حکم یہ بتاتے ہیں کہ جو جانور ذبح نہ کیا جائے وہ تم پر حرام ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس کے بارے میں انہوں نے کیا بتایا ہے؟ میں نے کہا یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ سے لے کر
وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ تک۔

ترجمہ: "حرام ہوا تم پر مُردہ جانور اور لہو اور گوشت سُور کا" سے لے کر "اور یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے" تک۔ چنانچہ میں ان کو اسلام کی دعوت دینے لگا۔ لیکن وہ انکار کرتے رہے۔ میں نے کہا تمہارا بھلا ہو ذرا مجھے پانی تو لا دو میں بہت پیاسا ہوں۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تمہیں پانی نہیں دیں گے تاکہ تم ایسے ہی پیاسے مر جاؤ۔ میرے پاس ایک پگڑی تھی میں نے اس میں اپنا سر لپیٹ لیا۔ اور میں سخت گرمی میں ریت پر لیٹ گیا۔ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی میرے پاس شیشے

کا گلاس لے کر آیا اس گلاس سے زیادہ خوبصورت گلاس کسی نے نہ دیکھا ہوگا اور اس میں ایک ایسی پینے کی چیز ہے جس سے زیادہ لذیذ اور پُرکشش کسی نے نہ دیکھی ہوگی اس نے وہ گلاس مجھے دے دیا جسے میں نے پی لیا۔ جب میں پی چکا تو میری آنکھ کھل گئی اور اللہ کی قسم! اس کے بعد مجھے کبھی پیاس نہیں لگی اور اب مجھے یہ بھی نہیں پتہ کہ پیاس کیا چیز ہوتی ہے؟[1] ابو یعلی نے یہ حدیث مختصر بیان کی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ میری قوم کے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ تمہاری قوم کے سرداروں میں سے ایک آدمی آیا ہے اور تم نے اس کی کوئی خاطر تواضع نہیں کی۔ چنانچہ وہ میرے پاس دُودھ لے کر آئے۔ مَیں نے ان سے کہا مجھے اس دُودھ کی ضرورت نہیں (اور مَیں نے ان کو خواب کا واقعہ بتایا)، اور پھر اپنا دبھرا ہُوا، پیٹ ان کو دکھایا جس پر وہ سب مسلمان ہوگئے بیہقی نے دلائل میں جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو ان کی قوم باہلہ کی طرف بھیجا تھا[2]

حضرت احنف بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ مَیں حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانے میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ اتنے میں بنو لیث کے ایک آدمی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کیا میں تم کو ایک خوشخبری نہ سنا دوں؟ مَیں نے کہا ضرور۔ اس نے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ مجھے حضورؐ نے تمہاری قوم کے پاس بھیجا تھا میں ان پر اسلام کو پیش کرنے لگا اور ان کو اسلام کی دعوت دینے لگا تو تم نے کہا تھا کہ تم ہمیں بھلائی کی دعوت دے رہے ہو اور بھلی بات کا حکم کر رہے ہو اور وہ (حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) بھلائی کی دعوت دے رہے ہیں تو حضورؐ کو جب تمہاری یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَحْنَفِ، اے اللہ! احنف کی مغفرت فرما۔ حضرت احنف فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایسا کوئی

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۸۷) وفیہ بشیر بن سریج وھو ضعیف اھ واخرجہ ابن عساکر ایضاً بطولہ مثلہ کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۹۴) [2] کذافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۸۲) واخرجہ الطبرانی ایضاً بسیاق ابی یعلی وغیرہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۸۷) رواہ الطبرانی باسنادین واسناد الاولی حسن فیہا ابو غالب وقد وثق انتہی۔ واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۶۴۱) قال الذھبی وصدقۃ ضعفہ ابن معین۔

عمل نہیں ہے جس پر مجھے حضور کی اس دعا سے زیادہ امید ہو۔ امام احمد اور امام طبرانی نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی قوم بنو سعد کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ تو تم نے (دعوت کو سن کر) کہا تھا کہ وہ (حضورؐ) بھلائی کی بات ہی کہہ رہے ہیں یا کہا تھا کہ میں اچھی بات ہی سن رہا ہوں پھر میں نے حضورؐ کی خدمت میں واپس آکر تمہاری بات بتائی جس پر حضورؐ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَحْنَفِ۔ اے اللہ احنف کی مغفرت فرما۔ حضرت احنف نے فرمایا مجھے حضورؐ کی اس دعا پر جتنی امید ہے اتنی اور کسی عمل پر نہیں ہے۔[۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے ایک آدمی کو زمانہ جاہلیت کے ایک بڑے سردار کے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کی دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ (دعوت کو سن کر) اس سردار نے کہا تم مجھے اپنے جس رب کی دعوت دے رہے ہو وہ کس چیز کا بنا ہوا ہے لوہے یا تانبے کا، چاندی یا سونے کا؟ ان صحابی نے حضورؐ کی خدمت میں آکر سارا قصہ بتایا۔ حضورؐ نے ان کو اس کے پاس (دعوت دینے کے لئے) دوبارہ بھیج دیا۔ اس دفعہ بھی اس نے وہی بات کہی۔ انہوں نے آکر حضورؐ کو پھر بتا دیا۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ پھر ان کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے پھر وہی بات کہی۔ انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بتا دیا تو حضورؐ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سردار پر بجلی گرائی جس نے اسے جلا دیا چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: "اور بھیجتا ہے کڑک بجلیاں، پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں، اور اس کی پکڑ سخت ہے"[۳] ابو یعلیٰ اور بزار کی ایک حدیث

---

[۱] اخرجہ ابن ابی عاصم وتفرد بہ علی بن زید وفیہ ضعف کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۰۰) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۶۱۴) بنحوہ۔

[۲] قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۲) رجال احمد رجال الصحیح غیر علی بن زید وھو حسن الحدیث

[۳] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۴۲) رواہ ابو یعلی والبزار بنحوہ۔

اسی جیسی اور ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو عرب کے فرعونوں میں سے ایک فرعون کی طرف بھیجا تو ان صحابی نے اس آدمی کے بارے میں یہ کہا کہ یا رسول اللہ! وہ تو فرعون سے بھی زیادہ سرکش ہے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان صحابی نے اس آدمی کے پاس جاکر تیسری مرتبہ پھر اپنی وہی بات دُہرائی (یعنی تیسری مرتبہ پھر اس کو اللہ کی دعوت دی) ابھی یہ صحابی اس آدمی سے بات کر ہی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کے سر پہ ایک بادل بھیجا۔ جو زور سے گرجا پھر اس بادل میں سے ایک بجلی اس آدمی پر گری جس نے اُس کی کھوپڑی کو اُڑا دیا[1] اور حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے باب میں صفحہ ۱۴۶ پر گزر چکی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا اور فرمایا کہ عرب کے جس قبیلہ پر تمہارا گزر ہو اور تمہیں اس قبیلہ سے اذان کی آواز سنائی دے تو ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا اور جس قبیلہ سے تمہیں اذان کی آواز سنائی نہ دے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور حضور ؐ کا حضرت عمرو بن مُرّۃ کو ان کی قوم کی طرف بھیجنے کا قصہ عنقریب آئے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی دعوت دینے کے لئے جماعتوں کو بھیجنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو بلاکر فرمایا تم تیاری کر لو کیونکہ میں تمہیں ایک جماعت کے ساتھ بھیجنا چاہتا ہوں اس کے بعد طویل حدیث ذکر کی گئی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن روانہ ہوئے اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔ اور پھر یہ حضرات وہاں سے آگے چلے حتیٰ کہ دُومۃُ الجندل مقام پر پہنچ گئے۔ (یہ مدینہ منورہ اور مُلکِ شام کے درمیان ایک قلعہ تھا جس کے ساتھ کئی بستیاں تھیں) چنانچہ جب دُومہ میں حضرت عبد الرحمٰن داخل ہوئے

---

[1] ونحوہ ھذا رواہ الطبرانی فی الاوسط وقال فرعدت وابرقت ورجال البزار رجال الصحیح غیر دیلم بن غزوان وھو ثقۃ وفی رجال ابی یعلی والطبرانی علی بن ابی سارۃ وھو ضعیف انتہی۔

تو انہوں نے دُومہ والوں کو تین دن اسلام کی دعوت دی۔ تیسرے دن اَصبَغ بن عَمرو کلبی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے جو کہ نصرانی تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے قبیلہ جُہینہ کے ایک آدمی حضرت رَافع بن مَکِیث رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضورؐ کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس میں تمام حالات لکھے تو حضورؐ نے ان کو جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ تم اَصبغ کی بیٹی سے شادی کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اس سے شادی کر لی۔ حضرت اَصبَغ کی اس بیٹی کا نام تُماضِر ہے جن سے حضرت عبدالرحمٰن کے بیٹے ابوسَلَمہ پیدا ہوئے [1]

حضرت محمد عبدالرحمٰن تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ عربوں کو اسلام کی طرف جلدی آنے کی دعوت دیں چونکہ ان کے والد عاص بن وائل کی والدہ یعنی ان کی دادی قبیلہ بنو بَلِی سے تھیں اس وجہ سے انہیں قبیلہ بنو بَلِی کی طرف بھیجا۔ آپ اس خاندانی رشتہ داری کی وجہ سے اس قبیلہ کو مانوس کرنا اور ان سے جوڑ بٹھانا چاہتے تھے۔ حضرت عَمرو علاقہ جُذام کے سَلاسِل نامی ایک چشمہ پر پہنچے۔ اسی چشمہ کی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ ذاتُ السَّلاسِل مشہور ہو گیا۔ جب یہ وہاں پہنچے اور انہیں زیادہ خطرہ محسوس ہُوا تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آدمی بھیج کر مزید مدد طلب کی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعُبَیدۃ بن الجَرّاح کو مہاجرین اوّلین کے ہمراہ ان کے پاس بھیجا جن میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔ آگے حدیث اور بھی ہے جیسے امارت کے باب میں اِنشاءَ اللہ آئے گی [2]

حضرت بَراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے یمن بھیجا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جانے والی جماعت میں مَیں بھی تھا۔ ہم چھ مہینے وہاں ٹھہرے۔ حضرت خالدؓ ان کو دعوت دیتے رہے لیکن انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ پھر حضورؐ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا اور ان سے فرمایا کہ حضرت خالدؓ کو تو واپس بھیج دیں اور ان کے ساتھیوں میں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ وہاں رہنا چاہیں وہ وہاں رہ جائیں۔ چنانچہ حضرت بَراء فرماتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو حضرت علیؓ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ جب ہم اہلِ یمن کے

---

[1] اخرجہ الدارقطنی کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۰۸)

[2] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۳)

بالکل نزدیک پہنچے تو وہ بھی نکل کر ہمارے سامنے آگئے۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر انہوں نے ہماری ایک صف بنائی اور ہم سے آگے کھڑے ہو کر ان کو حضورؐ کا خط پڑھ کر سنایا۔ چنانچہ قبیلہ ہمدان سارا ہی مسلمان ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے حضورؐ کی خدمت میں قبیلہ ہمدان کے مسلمان ہونے کی خوشخبری کا خط بھیجا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط پڑھا تو (خوشی کی وجہ سے) فوراً سجدہ میں گر گئے۔ پھر آپ نے (سجدہ سے) سر اٹھا کر قبیلہ ہمدان کو دعا دی کہ ہمدان پر سلامتی ہو ہمدان پر سلامتی ہو۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو حارث بن کعب کے پاس نجران بھیجا۔ اور ان سے فرمایا کہ قبیلہ بنو حارث سے لڑنے سے پہلے ان کو تین دن اسلام کی دعوت دینا۔ پھر اگر وہ اسلام کی دعوت کو قبول کر لیں تو تم بھی ان کے اسلام لانے کو تسلیم کر لینا اور اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر تم ان سے لڑائی کرنا۔ چنانچہ حضرت خالد مدینہ سے روانہ ہوئے اور قبیلہ بنو حارث کے پاس پہنچ گئے تو حضرت خالد نے ہر طرف سواروں کو گشت کرنے کے لیے بھیج دیا۔ جو یہ کہتے ہوئے اسلام کی دعوت دے رہے تھے اَیُّھَا النَّاسُ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا۔ اے لوگو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے۔ چنانچہ وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے اور جس اسلام کی انہیں دعوت دی گئی تھی اس میں وہ داخل ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو حکم دیا تھا کہ اگر قبیلہ بنو حارث مسلمان ہو جائیں اور جنگ نہ کریں تو حضرت خالد ان میں ٹھہر کر ان کو اسلام اور قرآن و حدیث سکھائیں۔ چنانچہ حضرت خالد ان میں ٹھہر کر اسلام اور قرآن و حدیث سکھانے لگے۔ پھر حضرت خالد نے حضورؐ کی خدمت میں خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

"بخدمت جناب حضرت نبی رسول اللہ من جانب خالد بن الولید۔ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اما بعد! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک۔ آپ نے بنو حارث بن کعب کی طرف مجھے بھیجا تھا اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب میں ان کے پاس پہنچ جاؤں تو ان سے تین دن جنگ نہ کروں بلکہ ان کو اسلام کی دعوت دوں اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو

---

[1] اخرجہ البیہقی ورواہ البخاری مختصرا کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۰۵)

ان کے اسلام کو تسلیم کروں اور ان کو اسلام کے احکام، قرآن اور حدیث سکھاؤں اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے جنگ کروں۔ چنانچہ جیسے اللہ کے رسول کا حکم تھا میں نے ان کے پاس پہنچ کر ان کو تین دن اسلام کی دعوت دی اور ان میں گشت کرنے کے لئے سواروں کی جماعتوں کو بھیج دیا۔ جو یوں دعوت دیتے تھے۔ اے بنو حارث مسلمان ہو جاؤ سلامتی پا لوگے۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے جنگ نہیں کی اور اب میں ان میں ٹھہرا ہوا ہوں اور جن کاموں کے کرنے کا اللہ نے ان کو حکم دیا ہے ان کو ان کاموں کا حکم دے رہا ہوں اور جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے ان کو ان کاموں سے روک رہا ہوں اور ان کو اسلام کے احکام اور حضورؐ کی سنت سکھا رہا ہوں۔ اب آئندہ کیا کرنا ہے میں اس کے بارے میں اللہ کے رسول کے خط کا منتظر ہوں۔ والسلام علیک یا رسول اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو یہ جواب ارسال فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

"محمد نبی رسول اللہ کی طرف سے خالد بن ولید کے نام۔ سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد۔ تمہارا خط تمہارے قاصد کے ساتھ میرے پاس پہنچا جس سے یہ معلوم ہوا کہ بنو حارث بن کعب تمہارے جنگ کرنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے اور انہوں نے تمہاری دعوت اسلام کو قبول کر لیا اور کلمہ شہادت: اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ پڑھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی ہدایت سے نواز دیا۔ لہٰذا اب تم ان کو خوشخبریاں سناؤ اور اللہ کے عذاب سے ڈراؤ اور پھر تم واپس آجاؤ اور تمہارے ساتھ ان کا ایک وفد بھی یہاں آئے۔ والسلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔

چنانچہ حضرت خالد حضورؐ کی خدمت میں واپس آگئے اور ان کے ساتھ بنو حارث بن کعب کا وفد بھی آیا۔ جب وہ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور آپ نے ان کو دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے آدمی معلوم ہوتے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بنو حارث بن کعب ہیں۔ جب وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے حضورؐ کو سلام کیا اور کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی اس بات

کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسُول ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم وہی لوگ ہو جن کو جب دھکا دیا جائے۔ جب وہ کام کے لیئے آگے بڑھتے ہیں سب خاموش ہے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا۔ پھر بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے چوتھی مرتبہ پوچھا۔ تو حضرت یزید بن عبدالمدان نے کہا: جی ہاں یا رسُولَ اللہ! ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو جب دھکا دیا جائے۔ جب وہ کام کے لیئے آگے بڑھتے ہیں اور یہ بات انہوں نے چار دفعہ کہی۔ (کیونکہ حضورؐ نے چار دفعہ پوچھا تھا) پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر حضرت خالد مجھے یہ نہ لکھتے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی ہے تو آج میں تمہارے (سر کٹوا کر) تمہارے پیروں تلے ڈلوا دیتا حضرت یزید بن عبدالمدان نے عرض کیا حضرت (اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں) ہم نے نہ آپ کی تعریف کی ہے اور نہ حضرت خالد کی۔ حضورؐ نے فرمایا پھر تم نے کس کی تعریف کی ہے؟ تو ان سب نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ہم نے اس اللہ کی تعریف کی ہے جس نے آپ کے ذریعہ ہمیں ہدایت سے نوازا۔ آپ نے فرمایا، تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم اپنے مقابل دشمن پر کس وجہ سے غالب آتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم تو کسی پر غالب نہیں آتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ تم لوگ تو اپنے مقابل دشمن پر غالب آجایا کرتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! ہم اپنے مقابل دشمن پر اس بات کی وجہ سے غالب آتے تھے کہ ہم متحد رہتے تھے اور ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوتے تھے اور کسی پر ظلم کرنے میں پہل نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر آپ نے حضرت قیس بن حُصَین کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔[1]

فرائضِ اسلام کی دعوت دینا

حضرت جریر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آدمی بھیج کر مجھے بلوایا (اور جب میں حاضرِ خدمت ہو گیا، تو آپ نے فرمایا اے جریر! تم کس وجہ

---

[1] ذکرہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۹۸) وقد اسندہ الواقدی من طریق عکرمۃ بن عبدالرحمٰن بن الحارث کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۶۰)

سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے لیئے آیا ہوں۔ پھر آپ نے مجھ پر ایک چادر ڈال دی اور اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عُمدہ اخلاق والا بہترین آدمی آجائے تو تم اس کا اکرام کرو (جیسے میں نے جَریر کا کیا)، پھر آپ نے فرمایا اے جَرِیر! مَیں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسُول ہوں۔ اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان لاؤ کہ جو کچھ بھلا یا بُرا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم فرض نماز پڑھو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو۔ چنانچہ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے۔[1]

حضرت ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنہُما فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے حضرت مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو یمن بھیجا تو ان کو یہ ہدایات دیں کہ تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہلِ کتاب ہیں۔ جب تم ان کے پاس پہنچ جاؤ تو ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسُول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر ان کو یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو پھر ان کو یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو اُن کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو دے دی جائے گی۔ اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو پھر تم ان کے عُمدہ مال لینے سے بچنا اور مظلُوم کی بد دعا سے بھی بچنا کیونکہ اس کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔[2]

حضرت حَوشَب ذی ظُلَیم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمّد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو غلبہ دے دیا تو میں نے عَبدِ شَر کے ساتھ آپ کی خدمت میں چالیس سواروں کی ایک جماعت بھیجی وہ میرا خط لے کر مدینہ حُضورؐ کی خدمت میں گئے۔ وہاں جا کر عَبدِ شَر نے پوچھا آپ لوگوں میں محمّدؐ کون ہے؟ صحابہؓ نے کہا یہ ہیں۔ عَبدِ شَر نے (حُضورؐ سے) عرض کیا آپ ہمارے پاس کیا لے کر آئے ہیں؟ اگر وہ حق ہو گا تو ہم آپ کا اتبّاع کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور انسانوں کے خون کی حفاظت کرو اور اَمر بالمعرُوف اور

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۸۷) واخرجہ ایضًا الطبرانی وابونعیم عن جریر بنحوہ کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۹) [2] اخرجہ البخاری وقد اخرجہ بقیۃ الجماعۃ کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۰۰)

نہی عن المنکر کرو۔ عبدِشر نے کہا آپ کی یہ تمام باتیں بہت اچھی ہیں آپ ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں (اسلام لانے کے لئے) آپ سے بیعت ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام عبدِشر ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم عبدِخیر ہو اور حضورؐ نے ان کو اسلام پر بیعت فرمایا حوشب ذی ظلیم کے خط کا جواب لکھ کر ان کے ہاتھ حوشب کو بھیجا جس پر حضرت حوشب ایمان لے آئے لہ

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قوم عبدالقیس کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے (ان کا استقبال کرتے ہوئے) فرمایا خوش آمدید ہو قوم کو (چونکہ تم لوگ خوشی سے مسلمان ہو کر آئے ہو اس وجہ سے) نہ دنیا میں تمہارے لئے رسوائی ہے نہ آخرت میں پشیمانی۔ اس وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا (مشہور جنگجو) قبیلہ پڑتا ہے۔ اس وجہ سے ہم آپ کی خدمت میں صرف ان مہینوں میں آسکتے ہیں جن میں لڑنا حرام ہے اس لئے آپ ہمیں دین کی مختصر اور موٹی موٹی باتیں بتا دیں جن پر عمل کر کے ہم جنّت میں داخل ہو جائیں اور جو ہمارے قبیلہ کے لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کو ان باتوں کی دعوت دیں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں وہ چار باتیں جن کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں وہ یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور پانچویں بات یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصّہ (اللہ اور رسول کو) دیا کرو اور جن چار چیزوں سے روکتا ہوں وہ کدّو کے تونبے اور درخت کی کھوکھلی جڑوں سے بنائے ہوئے برتن اور روغنی مرتبان اور رال لگائے ہوئے برتن ہیں۔ (یہ وہ برتن ہیں جن میں شراب اور نبیذ بنائی جاتی تھی) طیالسی نے بھی اسی طرح روایت ذکر کی ہے جس میں کچھ مضامین زیادہ ہیں اور آخر میں یہ بھی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان سے فرمایا کہ ان باتوں کو یاد رکھو اور جو تمہارے لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ان کو ان باتوں کی دعوت دو۔ ؎

حضرت علقمہ بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ میری قوم کے مزید چھ آدمی بھی تھے۔ ہم لوگوں نے حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔ پھر ہم نے آپ سے گفتگو کی۔ آپ کو ہماری گفتگو پسند آئی۔

لہ اخرجہ ابو نعیم کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۳۲۵) و اخرجہ ایضاً ابن مندہ و ابن عساکر کما فی الکنز ایضاً (ج ۱ ص ۸۴) و اخرجہ ایضاً ابن السکن بنحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۸۲)
؎ اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۴۶)

اور آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ ہم نے کہا (ہم) مومن ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت (اور نشانی) ہُوا کرتی ہے۔ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ پندرہ خصلتیں (ہمارے ایمان کی حقیقت اور نشانی) ہیں۔ پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کا آپ نے ہمیں حکم دیا اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کا آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا۔ اور پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کو ہم نے زمانۂ جاہلیت میں اختیار کیا تھا اور اب تک ہم ان پر باقی ہیں۔ ہاں اگر آپ ان سے منع کریں گے تو ہم ان کو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن کا میں نے تم کو حکم دیا؟ ہم نے کہا آپ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسُولوں پر اور تقدیر پر ایمان لائیں کہ بھلا یا بُرا جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر آپ نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں کونسی ہیں جن کا تم کو میرے قاصدوں نے حُکم دیا؟ ہم نے کہا آپ کے قاصدوں نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اس بات کی گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور رسُول ہیں اور اس بات کا حکم دیا کہ ہم فرض نماز قائم کریں اور فرض زکوٰۃ ادا کریں اور ماہِ رمضان کے روزے رکھیں اور اگر ہم سفر کی طاقت رکھیں تو بیتُ اللہ کا حج کریں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن کو تم نے زمانۂ جاہلیت میں اختیار کیا تھا؟ ہم نے کہا سہولت اور خوشحالی کے وقت اللہ کا شکر کرنا اور مصیبت اور آزمائش کے وقت صبر کرنا اور لڑائی کے موقع پر جمنا اور جوہر دکھانا اور اللہ کی قضا و تقدیر پر راضی رہنا اور دشمن پر جب مصیبت آئے تو اس سے خوش نہ ہونا۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (صحابہ کو مخاطب ہوکر) فرمایا یہ لوگ تو بڑے سمجھدار اور سلیقہ والے ہیں۔ ان عمدہ اور بہترین خصلتوں کی وجہ سے قریب تھا کہ یہ نبی ہو جاتے (یعنی ان کی یہ تمام خصلتیں نبیوں والی ہیں) اور ہمیں دیکھ کر آپ مُسکرائے پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں پانچ خصلتوں کی وصیت کرتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اندر خیر کی خصلتیں پوری کر دے۔

جو تم نے کھانا نہیں ہے اُسے جمع نہ رکھو (یعنی ضرورت سے زائد بچا ہُوا کھانا صدقہ کر دیا کرو) اور جس مکان میں رہنا نہیں ہے اسے مت بناؤ (یعنی ضرورت کے مطابق مکان بناؤ ضرورت سے زیادہ نہ بناؤ) اور جس دنیا کو چھوڑ کر تم کل چل دو گے اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ اور جس اللہ کے پاس تم نے جانا اور اس کے پاس جمع ہونا

ہے اس سے تم ڈرو۔ اور جس دارِ آخرت کو تم نے جانا ہے اور وہاں ہمیشہ رہنا ہے اس کی فکر کرو۔[1] اسی حدیث کو ابو نعیم[2] نے حضرت سُوَید بن الحَارِث رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت سُوَید فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کا وفد لے کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں گیا۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے گفتگو کی تو آپ کو ہمارا اندازِ گفتگو اور اندازِ نشست و برخاست اور لباس پسند آیا۔ آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا مومن ہیں۔ اس پہ آپ مسکرانے لگے اور فرمایا ہر بات کی ایک حقیقت اور نشانی ہُوا کرتی ہے۔ تمہارے اس قول اور ایمان کی کیا حقیقت اور نشانی ہے؟ حضرت سُوَید فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا پندرہ خصلتیں ہیں ان میں سے پانچ خصلتیں تو وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کے بارے میں آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان پر عمل کریں اور ان میں سے پانچ خصلتیں وہ ہیں جن کو ہم نے زمانۂ جاہلیت میں اختیار کیا تھا اور ہم اب تک اُن پر قائم ہیں لیکن اگر ان میں سے کسی کو آپ ناگوار سمجھیں گے تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ البتہ تقدیر پر ایمان لانے کے بجائے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو ذکر کیا۔ اور دشمن کی مصیبت پر خوش نہ ہونے کے بجائے دشمن کے خوش ہونے کے وقت صبر کرنے کو ذکر کیا۔ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ایسے آدمی کو دعوت دینا جس کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس باب میں صفحہ ۱۰۳ پر بَلْعَدَوِیَّہ قبیلہ کے ایک آدمی کی حدیث گزر چکی ہے جس کو وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ ان کے دادا نے کہا آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اللّٰہ کے بندوں کو اللّٰہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ مَیں نے کہا آپ اس دعوت میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللّٰہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مُحَمَّد اللّٰہ کا رسول ہوں اور اللّٰہ نے جو کچھ مجھ پر نازل فرمایا ہے اس پر ایمان لاؤ اور لات و عُزّٰی کا انکار کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

[1] اخرجہ الحاکم کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۶۹) و اخرجہ ایضاً ابو سعد النیسابوری فی شرف المصطفٰے عن علقمۃ بن الحارث رضی اللّٰہ عنہ و اخرجہ العسکری و الرشاطی و ابن عساکر عن سوید بن الحارث فذکر الحدیث بطولہ و ہذا اشہر کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۸) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۲۷۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام ملکوں کے بادشاہوں وغیرہ کے پاس اپنے صحابہؓ کو خط دے کر بھیجنا جن میں آپؐ نے ان کو اللہ عزّ وجلّ کی طرف اور اسلام میں داخلہ کی طرف دعوت دی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لاکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم میری طرف سے (میرا دین تمام انسانوں تک) پہنچاؤ اور جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے اختلاف کیا تم میرے سامنے ایسا اختلاف نہ کرنا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو اسی چیز کی دعوت دی تھی جس کی میں تم کو دعوت دینے لگا ہوں (یعنی ان کو دعوت دینے کے لئے دُور اور نزدیک بھیجنا چاہتے تھے)، چنانچہ ان میں سے جس کی تشکیل دور کی ہوئی اس نے اس کو ناگوار سمجھا (اور جن کی تشکیل نزدیک کی ہوئی وہ تیار ہوگئے) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اللہ عزّ وجلّ سے اس کی شکایت کی۔ چنانچہ اگلے دن ان میں سے ہر آدمی اس قوم کی زبان میں بات کر رہا تھا جس قوم کی طرف اس کی تشکیل ہوئی تھی اس پر عیسیٰ علیہ السلام نے ان حواریوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے یہ کام ضروری قرار دے دیا ہے۔ اس لئے اب تم اسے ضرور کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کی طرف سے (آپ کا دین تمام انسانوں تک) پہنچائیں گے۔ آپ ہمیں جہاں چاہیں بھیج دیں۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے پاس بھیجا اور سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو یمامہ کے نواب ہوزہ بن علی کے پاس بھیجا اور علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ہجر کے راجہ منذر بن ساوی کے پاس بھیجا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

کو عمان کے دو بادشاہوں جیفر اور عباد کے پاس بھیجا جو جلندی کے بیٹے تھے اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر کے پاس بھیجا اور شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو منذر بن حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس بھیجا اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا۔ علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی تمام حضرات حضورؐ کے انتقال سے پہلے واپس آگئے۔ علاء بن حضرمی حضورؐ کے انتقال کے وقت بحرین میں تھے[1]۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب سیر نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ حضورؐ نے مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو حارث بن عبد کلال کے پاس بھیجا اور جریر رضی اللہ عنہ کو ذی الکلاع کے پاس بھیجا اور سائب رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کے پاس بھیجا اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس کے پاس بھیجا[2]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے پہلے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی اور ہر سرکش متکبر بادشاہ کو خطوط بھیجے جن میں ان کو اللہ عزّ وجلّ کی طرف دعوت دی اور یہ وہ نجاشی نہیں ہیں جن کی آپ نے نماز جنازہ پڑھی تھی[3]۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے پہلے کسریٰ اور قیصر اور ہر ظالم اور سرکش بادشاہ کو (دعوت کے) خطوط بھیجے تھے[4]۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہِ حبشہ حضرت نجاشی کے نام مکتوبِ گرامی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نجاشی کے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی وفیہ محمد بن اسماعیل بن عیاش وہو ضعیف کذا فی المجمع (ج ۵ ص ۳۰۶)
[2] ذکرہ الحافظ فی الفتح (ج ۸ ص ۸۹)، [3] اخرجہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۶۲)، [4] اخرجہ احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵)، وفیہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔

نام یہ خط بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

"محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی اَصْحَم شاہِ حبشہ کے نام۔ سلامتی ہو تم پر، میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو بادشاہ ہے اور پاک ذات ہے اور امان دینے والا اور پناہ میں لینے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی (پیدا کی ہوئی) روح ہیں اور اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم بتول پاک صاف اور پاک دامن کی طرف القاء فرمایا تھا چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ اُمید سے ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی (خاص) روح اور اپنی (یعنی اپنے فرشتے کی) پھونک سے پیدا فرمایا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خاص قدرت اور پھونک سے پیدا فرمایا اور میں تم کو اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کی دعوت دیتا ہوں۔ اور اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم پابندی سے اللہ کی اطاعت کرتے رہو اور میرا اتباع کرو اور مجھ پر اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں نے تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا ہے۔ جب یہ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو اپنا مہمان بنا لینا اور تکبّر اور غرور چھوڑ دینا کیونکہ میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دعوت دیتا ہوں میں تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا چکا ہوں اور تمہارے بھلے کی بات کہہ چکا ہوں۔ تم میری نصیحت مان لو۔ اور اُس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے"۔

نجاشی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جواب میں یہ خط لکھا:

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

بخدمت حضرت محمد رسول اللہ نجاشی اَصْحَم بن اَبْجَر کی طرف سے:

اے اللہ کے نبی! اللہ کی طرف سے آپ پر سلامتی ہو اور رحمت ہو اور برکتیں ہوں۔ اس ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی یا رسول اللہ! آپ کا گرامی نامہ مجھے ملا۔ اس میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کچھ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ آسمان اور زمین کے رب کی قسم! آپ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ اس سے ذرّہ بھر بھی زیادہ نہیں ہے

جو پیغام آپ نے ہمارے پاس بھیجا ہے ہم نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ ہم نے آپ کے چچازاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کی اچھی طرح میزبانی کی ہے۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کی تصدیق کی گئی ہے۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اور میں آپ کے چچازاد بھائی سے بیعت ہو چکا ہوں اور میں ان کے ہاتھوں مسلمان ہو چکا ہوں اور اللہ رب العالمین کا فرمانبردار بن چکا ہوں۔ اے اللہ کے نبی! میں آپ کے پاس (اپنے بیٹے) اریحا بن اصحم بن ابجر کو بھیج رہا ہوں کیونکہ مجھے صرف اپنی جان پر ہی پورا اختیار ہے یا رسول اللہ! اگر آپ فرما دیں تو میں آپ کی خدمت میں خود حاضر ہونے کو بھی تیار ہوں، کیونکہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل حق ہے[1]۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا شاہِ رُوم قیصر کے نام مکتوبِ گرامی

حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خط دے کر قیصر کے پاس بھیجا میں نے قیصر کے پاس پہنچ کر اسے حضور کا خط دیا۔ اس کے پاس اس کا بھتیجا بیٹھا ہوا تھا جس کا رنگ سُرخ اور آنکھیں نیلی اور بال بالکل سیدھے تھے جب اس نے حضور کا خط پڑھا تو اس میں یہ مضمون تھا:۔

"محمد رسول اللہ کی جانب سے، روم والے ہرقل کے نام"

حضرت دِحیہ فرماتے ہیں اتنا پڑھ کر اس کا بھتیجا زور سے غرّایا اور گرج کر کہا کہ یہ خط آج ہرگز نہیں پڑھا جائے گا۔ قیصر نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اس وجہ سے کہ ایک تو اس نے خط اپنے نام سے شروع کیا ہے اور دوسرے یہ کہ آپ کو رُوم والا لکھا ہے شاہِ روم نہیں لکھا۔ قیصر نے کہا نہیں نہیں یہ خط ضرور پڑھنا پڑے گا۔ جب اس نے سارا خط پڑھ کر سنا دیا اور تمام درباری قیصر کے پاس سے چلے گئے تو قیصر نے مجھے اپنے پاس بلایا اور جو پادری مدار المہام اور خاص مشیر تھا اسے پیغام بھیج کر بلایا۔ لوگوں نے بھی

---

[1] اخرجہ البیہقی عن ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۸۳)

اس پادری کو ساری باتیں بتائیں اور قیصر نے بھی بتائیں اور اسے حضورؐ کا خط پڑھنے کے لئے دیا، تو اس پادری نے قیصر سے کہا یہ تو وہی شخص ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے، اور جن کی ہم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ قیصر نے پادری سے کہا میرے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ پادری نے جواب دیا میں تو ان کی تصدیق کروں گا اور ان کا اتباع کروں گا۔ قیصر نے اس سے کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میری بادشاہت چلی جائے گی۔ اس کے بعد ہم قیصر کے پاس سے باہر نکل آئے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ان دنوں (تجارت کے لئے) وہاں آئے ہوئے تھے ان کو بلا کر قیصر نے ان سے یہ پوچھا کہ جو آدمی تمہارے ہاں ظاہر ہوا ہے وہ کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا وہ جوان آدمی ہے۔ قیصر نے پوچھا ان کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا ان کا خاندان ایسا اونچا ہے کہ کوئی خاندان اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے۔ قیصر نے کہا یہ نبوت کی نشانی ہے پھر اس نے پوچھا کہ اس کی سچائی کس درجہ کی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو قیصر نے کہا کہ یہ بھی نبوت کی نشانی ہے۔ پھر قیصر نے پوچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ساتھیوں میں سے جو اُن سے جا ملتا ہے کیا وہ تمہاری طرف واپس آتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ قیصر نے کہا یہ بھی نبوت کی ایک علامت ہے۔ پھر قیصر نے پوچھا کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر جنگ کرتے ہیں تو کیا کبھی وہ پسپا بھی ہو جاتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا ہاں ان کی قوم نے ان سے کئی مرتبہ جنگ کی ہے کبھی وہ شکست دے دیتے ہیں کبھی ان کو شکست ہو جاتی ہے۔ قیصر نے کہا یہ بھی نبوت کی نشانی ہے۔ حضرت دحیہ فرماتے ہیں پھر قیصر نے مجھے بلایا اور کہا اپنے ساتھی کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ نبی ہیں لیکن میں اپنی بادشاہت نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ حضرت دحیہ فرماتے ہیں کہ پادری کا یہ ہوا کہ لوگ ہر اتوار کو اس کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ باہر ان کے پاس آکر ان کو وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا۔ اب جب اتوار کا دن آیا تو وہ باہر نہ نکلا اور اگلے اتوار تک وہ اندر ہی بیٹھا رہا۔ اور اس دوران میں اس کے پاس آتا جاتا رہا۔ وہ مجھ سے باتیں کیا کرتا اور مختلف سوالات کرتا رہتا۔ جب اگلا اتوار آیا تو لوگوں نے اس کے باہر آنے کا بڑا انتظار کیا لیکن وہ باہر نہ آیا بلکہ بیماری کا عذر کر دیا اور اس نے ایسا کئی مرتبہ کیا۔ پھر تو لوگوں نے اس کے پاس یہ پیغام بھیجا یا تو تم ہمارے پاس باہر آؤ نہیں تو ہم

زبردستی اندر آکر تم کو قتل کر دیں گے۔ ہم لوگ تو تجھے اسی دن سے بدلا ہوا پاتے ہیں جب سے یہ عربی آدمی آیا ہے۔ تو پادری نے (مجھ سے) کہا۔ میرا یہ خط لے لو اور اپنے نبی کو جاکر یہ خط دے دینا اور ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو یہ بتا دینا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کے رسُول ہیں اور یہ بھی بتا دینا کہ میں ان پر ایمان لا چکا ہوں اور ان کو سچا مان چکا ہوں اور میں ان کا اتباع کر چکا ہوں اور یہ بھی بتا دینا کہ یہاں والوں کو میرا ایمان لانا بُرا لگا ہے اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ بھی ان کو پہنچا دینا۔ اس کے بعد وہ پادری باہر نکلا تو لوگوں نے اسے شہید کر دیا۔[1]

بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ ہرقل نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارے حضرت اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور یہ وہی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور ان کا تذکرہ ہم اپنی کتاب میں پاتے تھے۔ لیکن مجھے رومیوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کا ضرور اتباع کر لیتا۔ تم ضغاطر پادری کے پاس جاؤ اور اپنے حضرت کی بات ان کے سامنے رکھو۔ کیونکہ ملک رُوم میں وہ مجھ سے بڑا ہے اور اس کی بات زیادہ چلتی ہے۔ چنانچہ حضرت دحیہ نے اسے جاکر ساری بات بتائی تو اس نے حضرت دحیہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے حضرت واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ ہم ان کو ان کی صفات اور ان کے نام سے جانتے ہیں۔ پھر وہ اندر گیا اور اس نے اپنے کپڑے اُتارے اور سفید کپڑے پہنے اور باہر اہلِ رُوم کے پاس آیا اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ وہ سب اس پر پل پڑے اور اسے شہید کر ڈالا۔[2]

حضرت سعید بن ابی راشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ تنوخ کے جس آدمی کو ہرقل نے اپنا قاصد بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا میں نے اس آدمی

---

[1] اخرجہ البزار وقال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۳۶ - ۲۳۷) وفیہ ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ وہو ضعیف انتہی واخرجہ ایضًا الطبرانی من حدیث دحیۃ رضی اللہ عنہ مختصرا وفیہ یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی وہو ضعیف کما قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۶) وہکذا اخرجہ ابونعیم فی الدلائل (ص ۱۲۱) بمعناہ مختصرًا واخرجہ ایضًا عبدان بن محمد المروزی عن عبداللہ بن شداد نحوہ واتم منہ۔ [2] اخرجہ عبدان عن ابن اسحاق وہکذا ذکرہ یحییٰ بن سعید الاموی فی المغازی والطبری عن ابن اسحاق کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۱۶)

کو حمص میں دیکھا وہ میرا پڑوسی تھا۔ بہت بوڑھا مرنے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ ہرقل نے حضورؐ کو جو پیغام بھیجا تھا اور پھر حضورؐ نے ہرقل کو جو جواب بھجوایا تھا، کیا آپ مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاتے؟ اس نے کہا ضرور۔ حضورؐ تبوک تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ نے دحیہ کلبی کو ہرقل کے پاس بھیجا۔ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا خط ہرقل کو ملا تو اس نے روم کے چھوٹے بڑے تمام پادریوں کو بلایا اور ان کو اپنے دربار میں جمع کر کے سب دروازے بند کروا دیئے اور اس نے کہا کہ یہ آدمی (یعنی حضورؐ) وہاں آ پہنچا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو (یعنی تبوک میں) اور اس نے مجھے خط بھیجا ہے جس میں اس نے مجھے تین باتوں کی دعوت دی ہے یا تو میں اس کے دین کا اتباع کر لوں یا ہم اسے جزیہ ادا کریں اور یہ ملک اور زمین ہمارے پاس رہے یا ہم اس سے جنگ کے لیئے تیار ہو جائیں۔ اللہ کی قسم تم آسمانی کتابوں کو پڑھ کر معلوم کر چکے ہو کہ یہ آدمی میرے قدموں کے نیچے کی زمین پر ضرور قبضہ کرے گا اس لیئے آؤ یا تو ہم اس کے دین کا اتباع کرلیں یا ہم اپنا ملک اور زمین بچا کر اس کو جزیہ دینے لگ جائیں۔ یہ سن کر وہ سب بیک آواز غرائے اور اپنے آپے سے باہر ہو کر اپنی ٹوپیاں اُتار پھینکیں اور کہنے لگے کہ تم ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ ہم نصرانیت کو چھوڑ دیں یا ہم اس اعرابی کے غلام بن جائیں جو حجاز سے آیا ہے۔ جب ہرقل نے یہ محسوس کیا کہ یہ لوگ اگر (اسی حال میں) باہر چلے گئے تو یہ اپنے ساتھیوں کو بغاوت پر آمادہ کرلیں گے اور ملک کا نظام درہم برہم کر دیں گے تو اس نے ان سے کہا میں نے تم سے یہ بات صرف اس لیئے کہی تھی تاکہ مجھے پتہ چل جائے کہ تم اپنے دین پر کتنے پکے ہو۔ اس کے بعد اس نے عرب کے تجیب قبیلہ کے اس آدمی کو بلایا جو عرب نصاریٰ کا حاکم تھا اور اس سے کہا کہ ایک آدمی میرے پاس لے کر آؤ جو بات یاد رکھ سکتا ہو اور عربی زبان جانتا ہو۔ اسے میں اس آدمی (یعنی حضورؐ) کے پاس خط کا جواب دے کر بھیجوں گا۔ چنانچہ وہ حاکم میرے پاس آیا (میں ہرقل کے پاس گیا) ہرقل نے مجھے (حضورؐ کے نام) خط دیا اور کہا کہ میرا خط اس آدمی کے پاس لے جاؤ اور اس کی باتوں کو غور سے سُننا اور تین چیزوں کو خاص طور سے یاد رکھنا ایک تو اس کا خیال رکھنا کہ جو خط انہوں نے مجھے لکھا ہے اس کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں۔ دوسرے اس کا خیال رکھنا کہ وہ میرا خط پڑھ کر رات کا ذکر کرتے ہیں یا نہیں؟ تیسرے ان کی پشت کی طرف غور سے دیکھنا کہ کیا ان کی پُشت پر کوئی ایسی خاص چیز ہے جس سے تمہیں شک پڑے؟ چنانچہ میں

ہرقل کا خط لے کر تبوک پہنچا تو حضورؐ ایک چشمہ کے کنارے اپنے صحابہؓ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے پوچھا آپ لوگوں کے حضرت کہاں ہیں ؟ مجھے بتایا گیا کہ یہی تو ہیں تو میں چلتے چلتے آپ کے سامنے جاکر بیٹھ گیا اور میں نے اپنا خط آپ کو دیا۔ آپؐ نے وہ خط اپنی گود میں رکھ لیا اور فرمایا تم کونسے قبیلہ کے ہو؟ میں نے کہا میں قبیلہ تنوخ کا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں داخل ہونا چاہتے ہو جو ہر غلط اور باطل سے پاک ہے ؟ میں نے کہا میں ایک قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں اور اسی قوم کے دین پر ہوں۔ جب تک اس قوم کے پاس واپس نہ چلا جاؤں ان کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی ۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○

ترجمہ : " تو راہ پر نہیں لاتا جس کو تو چاہے۔ پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے۔" اس کے بعد فرمایا اے تنوخی بھائی ! میں نے ایک خط نجاشی کو بھیجا تھا۔ اس نے میرا خط پھاڑ دیا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے ملک کو پھاڑ دیں گے (بظاہر یہ نجاشی اور ہے اور جو نجاشی حضورؐ کا خط پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے اور جن کی حضورؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی وہ اور ہیں) اور میں نے تمہارے بادشاہ (قیصر) کو بھی خط لکھا تھا۔ اس نے میرے خط کو سنبھال کر رکھا (اُسے پھاڑا نہیں)، اس لئے جب تک اس کی زندگی میں خیر مقدر ہے اس وقت تک لوگوں کے دلوں میں اس کا رُعب رہے گا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہرقل نے مجھے جن تین باتوں کے خیال رکھنے کا کہا تھا یہ ان میں سے ایک تو ہو گئی اور میں نے اپنے ترکش میں سے تیر نکال کر فوراً اپنی تلوار کے نیام کی کھال پر تیر سے لکھ لیا پھر حضورؐ نے وہ خط اپنی بائیں طرف والے ایک آدمی کو دیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ خط پڑھنے والے صاحب کون ہیں ؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت مُعاویہ ہیں۔ (حضرت مُعاویہ خط پڑھنے لگے) ہرقل کے اس خط میں یہ مضمون تھا کہ آپ مجھے ایسی جنت کی دعوت دے رہے ہیں جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (جب آسمانوں اور زمین کے برابر جنت ہو گئی تو) دوزخ کہاں ہو گی ؟ تو آپؐ نے فرمایا سُبحانَ اللہ جب دن آجاتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے ؟ میں نے اپنے ترکش میں سے تیر نکال کر اپنی تلوار کے نیام پر اس

بات کو بھی لکھ لیا۔ جب آپ میرے خط کو سن چکے تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم میرے پاس قاصد بن کر آئے ہو۔ تمہارا ہم پر حق ہے۔ اگر ہمارے پاس تحفہ کے طور پر دینے کے لئے کوئی چیز ہوئی تو ہم تمہیں ضرور دیں گے کیونکہ اس وقت ہم سفر میں ہیں اور زادِ راہ بالکل ختم ہو چکا ہے لوگوں میں سے ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا میں اس کو تحفہ دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنا سامان کھولا اور ایک صَفُوریّہ (اُردن کے شہر صفورہ کا بنا ہوا) جوڑا لا کر انہوں نے میری گود میں رکھ دیا۔ میں نے پوچھا یہ جوڑا دینے والے صاحب کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اس قاصد کو کون اپنا مہمان بنائے گا؟ ایک نوجوان انصاری نے کہا میں بناؤں گا وہ انصاری کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ جب میں آپ کی مجلس سے باہر چلا گیا تو آپ نے مجھے آواز دی۔ اے تنوخی بھائی! تو میں واپس آیا اور آپ کے سامنے پہلے جہاں بیٹھا ہوا تھا وہاں آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنی پُشت مُبارک سے چادر اُتار دی اور فرمایا جو کام تم کو کہا گیا تھا وہ کام تم اِدھر آکر کر لو۔ (یعنی مہرِ نبوّت دیکھ لو) میں گھوم کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پُشت کی طرف گیا۔ مجھے کندھے کی نرم ہڈی پر مہرِ نبوّت نظر آئی جو کبوتر کے انڈے کے برابر تھی[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بیان کیا کہ جس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفارِ قریش سے صلح کر رکھی تھی۔ اس زمانے میں حضرت ابوسفیان قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام گئے ہوئے تھے اور وہاں وہ لوگ ایلیا شہر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہرقل نے قاصد بھیج کر ان کو اپنے پاس بلایا۔ چنانچہ یہ لوگ ہرقل کے پاس گئے اس نے ان سب کو اپنے دربار میں بٹھایا اور وہاں روم کے بڑے بڑے سردار بھی تھے ان کو بھی جمع کیا اور ایک ترجمان کو بلا کر کہا کہ جس آدمی نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے تم میں سے کون نسب میں اس کے سب سے زیادہ قریب ہے؟ حضرت ابوسفیان فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں نسب میں ان کے سب سے

---

[1] اخرجہ عبداللہ بن احمد و ابویعلی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۳۵ - ۲۳۶) رجال ابی یعلی ثقات و رجال عبداللہ بن احمد کذلک انتہی و اخرجہ ایضاً الامام احمد کما فی البدایہ (ج ۵ ص ۱۵) وقال ہذا حدیث غریب و اسنادہ لاباس بہ تفرد بہ الامام احمد انتہی و اخرجہ ایضاً یعقوب بن سفیان کما فی البدایۃ ایضاً (ج ۶ ص ۲۷)

زیادہ قریب ہوں تو ہرقل نے کہا اس آدمی کو میرے قریب کردو اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے قریب ہی بٹھا دو پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے یہ کہو کہ میں نبوّت کا دعویٰ کرنے والے آدمی کے بارے میں اِن سے (یعنی ابوسُفیان سے) پوچھوں گا اگر یہ مجھ سے غلط بیانی کرے تو تم فوراً ٹوک دینا (حضرت ابوسُفیان فرماتے ہیں کہ) اللہ کی قسم اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میرے ساتھی مجھے جھوٹا مشہور کردیں گے تو میں حُضورؐ کے بارے میں اس دن ضرور غلط بیانی سے کام لے لیتا۔ پھر ہرقل نے مجھ سے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ اس آدمی کا تمہارے میں نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہمارے میں بڑے نسب والا ہے پھر اس نے پوچھا کیا اس سے پہلے تم میں کسی اور نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا بڑے اور طاقتور لوگوں نے اس کا اتباع کیا ہے یا چھوٹے اور کمزور لوگوں نے؟ مَیں نے کہا چھوٹے اور کمزور لوگوں نے۔ پھر اس نے پوچھا۔ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ میں نے کہا بڑھ رہی ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا ان کے ماننے والوں میں سے کوئی ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین کو بُرا سمجھ کر مُرتد ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کہ کیا اس دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا؟ مَیں نے کہا نہیں پھر اُس نے پوچھا کہ کیا کبھی وہ مُعاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں لیکن آجکل ہمارا ان سے ایک معاہدہ چل رہا ہے۔ ہمیں پتہ نہیں ہے کہ وہ اس معاہدے کے بارے میں کیا کریں گے۔ حضرت ابوسُفیان فرماتے ہیں کہ میں ساری گفتگو میں حُضورؐ کے خلاف اس جُملہ کے علاوہ اور کوئی جملہ نہیں بڑھا سکا پھر ہرقل نے پوچھا کیا کبھی تمہاری اس سے جنگ ہوئی ہے؟ مَیں نے کہا ہاں! اس نے کہا ان سے جنگ کرنے کا کیا نتیجہ نکلا؟ میں نے کہا برابر سرابر، کبھی وہ جیت جاتے ہیں اور کبھی ہم جیت جاتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ مَیں نے کہا وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہارے آباؤ اجداد جو کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے اور پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ اس نے ترجمان سے کہا کہ ان کو یہ کہو کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا تم نے بتایا کہ وہ

تم لوگوں میں بڑے نسب والے ہیں اور تمام رسُول اسی طرح اپنی قوم کے اعلیٰ نسب میں مبعوث ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی اور نے بھی یہ دعویٰ کیا ہے؟ تم نے بتایا کہ نہیں۔ تو میں نے دل میں کہا کہ اگر ان سے پہلے کسی اور نے بھی یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں یہ کہتا کہ اس کی دیکھا دیکھی یہ بھی وہی دعویٰ کرنے لگ گیا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے بتایا کہ نہیں۔ اگر ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ کہتا کہ یہ آدمی اپنے باپ دادا کی بادشاہت حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اس دعویٰ کرنے سے پہلے تم لوگوں نے ان پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا؟ تم نے کہا نہیں۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک آدمی انسانوں کے معاملے میں تو جھوٹ بولنا گوارا نہ کرے اور اللہ کے معاملہ میں جھوٹ بول دے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا بڑے اور طاقتور لوگوں نے اس کا اتباع کیا ہے یا چھوٹے اور کمزور لوگوں نے؟ تو تم نے یہ بتایا کہ چھوٹے اور کمزور لوگوں نے اس کا اتباع کیا ہے اور یہی لوگ (شروع میں) رسولوں کے ماننے والے ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟ تم نے بتایا کہ بڑھ رہی ہے اور ایمان کی شان یہی ہے۔ یہاں تک کہ پورا ہو۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے ماننے والوں میں سے کوئی ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین کو بُرا سمجھ کر مُرتد ہُوا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ اور ایمان کی حلاوت جب دلوں میں رچ جاتی ہے تو ایسے ہی ہُوا کرتا ہے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کبھی وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں۔ اور اسی طرح رسُول معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتے۔ اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور وہ تمہیں بُتوں کی عبادت سے روکتے ہیں اور تمہیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں جو تم نے کہی ہیں اگر یہ سچ ہیں تو یاد رکھو کہ وہ اس جگہ کے بھی مالک ہوکر رہیں گے جو میرے دونوں قدموں کے نیچے ہے مجھے یہ معلوم تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں لیکن میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہوں گے۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو میں ان کی مُلاقات کے

لئے سارا زور لگا دیتا اور اگر میں آپ کے پاس ہوتا تو آپ کے دونوں پیر دھوتا۔ پھر اس نے حضورؐ کا وہ خط منگوایا جو حضرت دِحیہ رضی اللہ عنہ لے کر حاکم بُصریٰ کے پاس آئے تھے اور حاکم بُصریٰ نے وہ خط ہرقل تک پہنچایا تھا۔ اس خط میں یہ مضمون تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

"اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہرقل کے نام جو روم کا بڑا ہے اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کو اختیار کیا۔ اما بعد! میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دُگنا اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تم نے اسلام سے منہ پھیرا تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے (اور وہ یہ ہے) کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم اللہ کے علاوہ ایک دوسرے کو خدا نہ بنائیں۔ اگر اہل کتاب اس دعوت سے منہ پھیر لیں تو (اے مسلمانو!) تم کہہ دو کہ ہم تو یقیناً مسلمان ہیں۔"

حضرت ابوسفیان فرماتے ہیں کہ جب وہ اپنی بات کہہ چکا اور خط سنا چکا تو اس کی مجلس میں ایک شور و شغب برپا ہو گیا اور سب لوگ زور زور سے بولنے لگے اور اس نے ہمیں مجلس سے باہر بھیج دیا۔ جب ہم باہر آئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابنِ ابی کبشہ (کفار مکہ حضورؐ کو ابن ابی کبشہ کہا کرتے تھے) کا معاملہ اتنا زوردار ہو گیا ہے کہ بنو الاصفر یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی ان سے ڈرنے لگ گیا ہے۔ اس کے بعد مجھے پختہ یقین ہو گیا تھا کہ حضورؐ غالب ہو کر رہیں گے حتیٰ کہ اللہ نے مجھے اسلام سے نواز دیا۔ زُہری کہتے ہیں کہ ابنِ ناطور ایلیا کا حاکم اور ہرقل کا دوست اور شام کے نصاریٰ کا بڑا پادری تھا اس نے بیان کیا کہ ہرقل جب ایلیا (یعنی بیتُ المقدس) آیا ہوا تھا تو ایک دن صبح کے وقت بڑا پریشان اور کبیدہ خاطر تھا تو اس سے اس کے ایک بڑے پادری نے کہا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک معلوم نہیں ہو رہی ہے۔ ابن ناطور کا بیان ہے کہ ہرقل نجومی تھا، اور ستاروں کا حساب جانتا تھا۔ پادری کے پوچھنے پر اس نے یہ بتایا کہ ستاروں میں غور کرنے سے مجھے پتہ چلا ہے کہ ختنہ والے بادشاہ کا دنیا میں ظہور ہو چکا ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سے کس قوم میں ختنہ کا رواج ہے؟ انہوں نے کہا کہ صرف یہودی ختنہ کرتے ہیں اور یہودیوں کی طرف سے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے ملک کے تمام شہروں

میں یہ حکم نامہ بھیج دیں کہ وہاں جتنے یہودی ہیں وہ سب قتل کر دیئے جائیں۔ ان لوگوں میں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں غسّان کے بادشاہ کا بھیجا ہوا قاصد آپہنچا اور اس نے ان کو حضورؐ کے بارے میں خبر دی۔ اس سے ساری خبر معلوم کر کے ان لوگوں سے یہ کہا کہ جاؤ اور پتہ کرو کہ اس قاصد نے ختنہ کرایا ہوا ہے یا نہیں؟ ان لوگوں نے تحقیق کرنے کے بعد ہرقل کو بتایا کہ اس نے ختنہ کرایا ہوا ہے پھر ہرقل نے اس قاصد سے عربوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ عربوں میں ختنہ کا رواج ہے۔ اس پہ ہرقل نے کہا کہ یہ عرب قوم کے بادشاہ ہیں جن کا ظہور ہو گیا ہے۔ پھر ہرقل نے اپنے ایک ساتھی کو (اس بارے میں) خط لکھا جو رومیہ میں رہتا تھا اور علم نجوم میں اسی طرح ماہر تھا اور خود ہرقل وہاں سے حمص چلا گیا۔ ابھی ہرقل حمص پہنچا نہیں تھا کہ رومیہ سے اس کے ساتھی کا جواب آگیا جس میں وہ ہرقل کی رائے سے پورا اتفاق کر رہا تھا کہ واقعی اس نبی کا ظہور ہو گیا ہے جو عرب قوم کا بادشاہ ہے۔ ہرقل نے حمص میں اپنے محل کے کھلے پارک میں روم کے بڑے سرداروں کو جمع کیا۔ پھر اس نے دروازے بند کرنے کا حکم دیا چنانچہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے پھر اس نے محل کے ایک جھروکے سے ان کے سامنے آکر ان سے یہ کہا اے روم کے سردارو! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم کو فلاح و بہبود اور ہدایت ملے اور تمہارے پاس تمہارا ملک باقی رہے؟ اگر تم یہ چاہتے ہو تو اس نبی کا اتباع کر لو۔ یہ سنتے ہی وہ سارے سردار بدک کر وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے لیکن انہوں نے دیکھا کہ دروازے تو سارے بند ہیں۔ ہرقل نے جب ان کا اس طرح بھاگنا دیکھا اور وہ ان کے ایمان قبول کرنے سے ناامید ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان سب کو میرے پاس واپس لاؤ (چنانچہ وہ واپس آئے) تو اس نے ان سے کہا کہ میں نے تو یہ بات صرف اس لئے کہی تھی تاکہ مجھے پتہ لگ جائے کہ تم اپنے دین پر کتنے پختہ ہو۔ اور اب مجھے یقین آگیا ہے کہ تم اپنے دین پر پکے ہو۔ اس پر وہ سب ہرقل کے آگے سجدہ میں گر گئے اور اس سے خوش ہو گئے۔ ہرقل کے قصہ کا آخری انجام یہی ہوا کہ وہ ایمان نہ لایا[۱]

[۱] اخرجہ البخاری وقد رواہ البخاری فی مواضع کثیرۃ فی صحیحہ بالفاظ یطول استقصاء ھا واخرجہ بقیۃ الجماعۃ الا ابن ماجۃ من طرق عن الزہری عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۶۶) واخرجہ ایضا ابن اسحاق عن الزہری بطولہ کما ذکر بقیہ ص۱۷۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہِ فارس کسریٰ کے نام گرامی نامہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے ہاتھ اپنا خط روانہ فرمایا اور ان صحابی کو حضورؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ وہ یہ خط بحرین کے گورنر کو دے دیں۔ چنانچہ بحرین کے گورنر نے وہ خط لے کر کسریٰ تک پہنچا دیا۔ جب کسریٰ نے وہ خط پڑھا تو اس نے خط کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت ابن مُسیّب نے فرمایا تھا کہ یہ سُن کر حضورؐ نے ان کے لیئے بد دعا کی کہ ان کے بھی ایسے ہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بیان فرمانے کے لیئے منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر آپ نے فرمایا: اما بعد! میں تم میں سے کچھ لوگوں کو عجم کے بادشاہوں کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں اور جیسے بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے اختلاف کیا تھا تم میرے سامنے ویسا اختلاف نہ کرنا تو مہاجرین نے کہا یا رسول اللہ! ہم کبھی بھی آپ کے سامنے کسی چیز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کریں گے۔ آپ ہمیں جو چاہیں حکم دیں اور جہاں چاہیں بھیج دیں۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کی طرف روانہ کیا۔ (حضرت شجاع کی آمد پر) کسریٰ نے اپنے محل کے سجانے کا حکم دیا اس کے بعد اس نے فارس بڑے بڑے سرداروں کو جمع کر کے حضرت شجاع بن وہب کو بلایا جب حضرت شجاع محل میں داخل ہو گئے تو کسریٰ نے کسی درباری کو حکم دیا کہ ان سے خط لے لے۔ حضرت شجاع بن وہب نے فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں تو حضورؐ کے حکم کے مطابق اپنے ہاتھ سے خود تمہیں خط دوں گا تو کسریٰ نے کہا اچھا پھر قریب آ جاؤ چنانچہ انہوں نے

وزص۱۷۳[1] فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۶۲) واخرجہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۱۱۹) من طریق الزہری بنحوہ مطولاً والبیہقی (ج ۹ ص ۱۷۸) بھذا الاسناد بنحوہ مطولاً [1] اخرجہ البخاری من حدیث اللیث عن یونس عن الزہری عن عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبۃ۔

آگے بڑھ کر کسریٰ کو وہ خط دیا پھر اس نے حیرہ کے رہنے والے اپنے ایک منشی کو بلایا. اس نے حضورؐ کا خط پڑھنا شروع کیا تو خط میں مضمون یوں تھا۔

"اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ کی جانب سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا ہے":

اس بات پر اسے بڑا طیش آیا کہ حضورؐ نے اپنا نام اس کے نام سے پہلے لکھا ہے اور اس نے بڑا شور مچایا. خط کو پڑھنے سے پہلے ہی اس نے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس نے حکم دے کر حضرت شجاع کو اپنے ایوان سے باہر نکال دیا۔ حضرت شجاع یہ منظر دیکھ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر چل دیئے اور فرمایا کہ میں نے حضورؐ کا خط کسریٰ کو پہنچا دیا ہے اب مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے چاہے وہ خوش ہو چاہے وہ ناراض ہو. راوی کہتے ہیں کہ جب کسریٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو اس نے حضرت شجاع کو اپنے پاس بلانے کے لئے ایک آدمی بھیجا. حضرت شجاع روانہ ہو چکے تھے اس لئے وہاں نہ ملے وہ آدمی تلاش میں حیرہ تک گیا لیکن حضرت شجاع وہاں سے بھی آگے نکل چکے تھے. حضرت شجاع نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر ساری کارگزاری سنائی اور یہ بتایا کہ کسریٰ نے حضورؐ کے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے. آپؐ نے فرمایا کسریٰ نے تو اپنے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا[1]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط کسریٰ کے پاس پہنچا اور اس نے پڑھ کر اسے پھاڑ ڈالا تو اس نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو خط لکھا کہ اپنے پاس سے دو مضبوط قسم کے آدمی حجاز کے اس (خط لکھنے والے) آدمی کے پاس بھیج دو تاکہ وہ اسے پکڑ کر میرے پاس لے آئیں۔ چنانچہ اس نے کسریٰ کے خط کی وجہ سے اپنے داروغہ کے ساتھ جدخمیرہ نامی فارسی آدمی کو بھیجا. اس داروغہ کا نام اباذوہ تھا. وہ منشی اور بڑا حساب دان تھا اور اس نے ان دونوں کے ساتھ حضور کے نام ایک خط بھیجا۔ جس میں یہ مضمون تھا کہ حضورؐ ان دونوں کی ہمراہی میں کسریٰ کے پاس چلے جائیں اور یمن کے گورنر نے اپنے داروغہ سے کہا کہ ان کی (یعنی حضورؐ کی) تمام چیزوں کو غور سے دیکھنا اور ان سے خوب بات چیت کرنا اور ان کے تمام حالات اچھی طرح معلوم کر کے آنا اور سب مجھے بتانا. وہ دونوں یمن سے چلے اور طائف پہنچے وہاں ان دونوں کو قریش کے چند تاجر ملے. انہوں نے تاجروں سے حضورؐ کے بارے میں دریافت کیا تو ان تاجروں نے

---

[1] قالہ عبداللہ بن وہب عن یونس عن الزہری کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۶۹)

بتایا کہ حضورؐ یثرب میں (یعنی مدینہ میں) ہیں۔ (حضورؐ کو کسریٰ کے پاس لے جانے کے لئے ان دو سپاہیوں کے آنے سے) وہ تاجر بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ اب تو حضورؐ کے مقابلہ میں کسریٰ کھڑا ہو گیا ہے لہٰذا اب حضورؐ سے نمٹنے کے لئے تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دونوں وہاں سے چلے حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گئے اور اَبانُوہ نے حضورؐ سے کہا کہ کسریٰ نے یمن کے گورنر باذان کو خط بھیجا کہ وہ (باذان) آپ کے پاس چند سپاہیوں کو بھیج دے جو آپ کو کسریٰ کے پاس پہنچا دیں چنانچہ باذان نے ہمیں اسی غرض سے بھیجا ہے تاکہ آپ ہمارے ساتھ کسریٰ کے پاس چلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تو تم دونوں واپس چلے جاؤ۔ کل میرے پاس آنا۔ جب اگلے دن صبح کو وہ دونوں حضورؐ کے پاس آئے تو حضورؐ نے ان کو بتایا کہ اللہ نے فلاں مہینے کی فلاں رات میں کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلّط کر دیا جس نے اسے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ان دونوں نے کہا کیا آپ سوچ سمجھ کر بول رہے ہیں؟ کیا یہ بات ہم باذان کو لکھ دیں؟ آپ نے فرمایا ہاں لکھ دو اور اس کو یہ بھی کہہ دینا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے گا تو جتنا علاقہ اس کے قبضہ میں ہے سب اسے ہی دے دوں گا۔ پھر آپ نے خُرخُسرہ کو ایک پٹکا دیا جو آپ کو ہدیہ میں ملا تھا اور اس میں سونا چاندی تھا۔ ان دونوں نے یمن واپس آکر باذان کو ساری بات بتائی۔ باذان نے کہا کہ اللہ کی قسم یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے ہم اس کی تحقیق کر لیتے ہیں۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد باذان کے پاس شیرویہ کا خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ میں نے اہلِ فارس کی حمایت کے لئے غصہ میں آکر کسریٰ کو قتل کر دیا ہے کیونکہ وہ اہلِ فارس کے شرفاء کو بلاوجہ قتل کرنے کو اپنے لئے درست سمجھتا تھا۔ اپنے علاقہ کے تمام لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لے لو اور جس آدمی (یعنی حضورؐ) کی گرفتاری کا کسریٰ نے تمہیں خط لکھا تھا۔ اَب اس آدمی کو کچھ نہ کہو۔ جب باذان نے شیرویہ کا خط پڑھا تو اس نے کہا کہ یہ آدمی (یعنی حضورؐ) تو یقیناً اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور وہ بھی مسلمان ہو گیا اور یمن میں جتنے فارسی شہزادے رہتے تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔[1]

[1] اخرجہ ابو سعد النیسابوری فی کتاب شرف المصطفیٰ من طریق ابن اسحاق عن الزہری وہکذا حکاہ ابونعیم الاصبہانی فی الدلائل عن ابن اسحاق بلا اسناد لکن سماہ خرخسرہ و وافق علی تسمیۃ رفیقہ ابانوہ کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۵۹)

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا خط دیکر حضرت عبد اللہ بن حُذافہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو کسریٰ کے پاس بھیجا اس خط میں آپ نے کسریٰ کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ جب کسریٰ نے وہ خط پڑھا تو اُسے پھاڑ دیا پھر اس نے یمن میں اپنے گورنر باذان کو خط لکھا۔ آگے سابقہ حدیث جیسا مضمون ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ دونوں آدمی مدینہ پہنچے اور بابَوَیہ نے حضورؐ سے یہ بات کہی کہ شہنشاہِ کسریٰ نے نواب باذان کو خط لکھ کر یہ حکم دیا ہے کہ وہ (باذان) آپ کے پاس آدمی بھیجے جو آپ کو کسریٰ کے پاس لے جائیں۔ اگر آپ خوشی خوشی چل دیں تو میں آپ کو ایک خط لکھ کر دُوں گا جو کسریٰ کے ہاں آپ کے کام آئے گا اور اگر آپؐ جانے سے انکار کرتے ہیں تو کسریٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو ہلاک کر دے گا اور آپ کے تمام علاقہ کو برباد کر دے گا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا ابھی تو تم واپس چلے جاؤ کل میرے پاس آنا۔ آگے سابقہ حدیث جیسا مضمون ہے[1]۔

حضرت یَزید بن ابی حبیب فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبد اللہ بن حُذافہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو شاہِ فارس کسریٰ بن ہُرمُز کے پاس بھیجا اور ان کو یہ خط لکھ کر دیا۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

"محمد رسول اللہ کی جانب سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا ہے۔ سلامتی ہو اس انسان پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں دنیا کے تمام انسانوں کی طرف بھیجا ہُوا اللہ کا رسول ہوں تاکہ میں ہر زندہ انسان کو اللہ سے ڈراؤں اور حجت کافروں پر ثابت ہو جائے۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو سلامتی پالو گے اور اگر انکار کر دگے تو تمام آتش پرست مجوسیوں (کے ایمان نہ لانے) کا گناہ تم پر ہو گا۔"

راوی کہتے ہیں کہ کسریٰ نے جب حضورؐ کا خط پڑھا تو اُسے پھاڑ ڈالا اور (غصّہ میں

---

[1] اخرجہ ایضاً ابن ابی الدنیا فی دلائل النبوۃ و اخرجہ ابن ابی الدنیا عن سعید المقبری مختصراً جدا کذافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۶۹)

آکر) کہا کہ میرا غلام ہوکر مجھے ایسا خط لکھتا ہے۔ پھر کسریٰ نے باذام کو خط لکھا۔ آگے راوی نے ابن اسحاق جیسا مضمون بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ دونوں سپاہی جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آئے تو ان دونوں نے اپنی داڑھیاں منڈوا رکھی تھیں اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں۔ آپ نے ناگواری کے ساتھ ان دونوں کو دیکھا اور فرمایا کہ تمہارا ناس ہو تمہیں ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا؟ تو ان دونوں نے کہا ہمارے رَبّ نے یعنی کسریٰ نے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ مجھے تو میرے رَبّ نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے۔[1]

حضرت ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مبعوث ہوئے تو کسریٰ نے یمن اور اس کے آس پاس کے علاقہ عرب کے اپنے گورنر باذام کو یہ پیغام بھیجا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے علاقہ میں ایک ایسا آدمی ظاہر ہوا ہے جو اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس سے کہہ دو یا تو وہ اس سے باز آجائے ورنہ میں اس کی طرف ایسا لشکر بھیجوں گا جو اسے اور اس کی قوم کو قتل کر ڈالے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ باذام کے قاصد نے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر یہ سارا پیغام پہنچایا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اگر یہ دعوائے نبوت میں نے اپنی طرف سے کیا ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتا وہ تو مجھے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے مبعوث فرمایا ہے اور اس کام پر لگایا ہے۔ وہ قاصد آپ کے ہاں ٹھہر گیا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ میرے رَبّ نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور آج کے بعد کسی کا لقب کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر کو قتل کر دیا اور آج کے بعد کسی کا لقب قیصر نہ ہوگا۔ چنانچہ قاصد نے وہ گھڑی اور وہ دن اور وہ مہینہ لکھ لیا جس میں آپ نے یہ بات بتائی تھی اور پھر وہ باذام کے پاس واپس چلا گیا تو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ واقعی کسریٰ مرچکا ہے اور قیصر قتل ہو چکا ہے۔[2]

حضرت دِحیہ کلبی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خط دے کر قیصر کے پاس بھیجا۔ آگے ویسی حدیث ذکر کی ہے جیسے کہ صفحہ ۱۷۲ پر حضورؐ کے قیصر کے نام خط کے بارے میں گزر چکی ہے اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے۔ پھر حضرت دحیہ حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے تو وہاں کسریٰ کے صنعا علاقہ کے جو گورنر تھے ان کی طرف سے

---

[1] اخرجہ ابن جریر من طریق ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۶۹) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۸۷) و رجالہ رجال الصحیح غیر کثیر بن زیاد و ہو ثقۃ وعند احمد طرف منہ وکذلک البزار انتہی۔

قاصد آئے ہوئے تھے اور کسریٰ نے صنعاء کے گورنر کو دھمکی آمیز خط لکھا تھا اور بڑے زور سے لکھا تھا کہ تم اس آدمی کا (یعنی حضورؐ کا) کا کام تمام کر دو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ) جو تمہارے علاقہ میں ظاہر ہوا ہے اور وہ مجھے اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ یا تو میں اس کا دین قبول کر لوں نہیں تو میں اس کو جزیہ دینے لگ جاؤں اور اگر تم نے اس کا کام تمام نہ کیا تو میں تم کو قتل کر دوں گا اور تمہارے ساتھ ایسا ویسا کروں گا چنانچہ صنعا کے گورنر نے حضورؐ کے پاس پچیس آدمی بھیجے جن کو حضرت دحیہ نے حضورؐ کے پاس موجود پایا۔ جب ان کا نمائندہ حضورؐ کو خط سنا چکا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو پندرہ دن تک کچھ نہ کہا۔ جب پندرہ دن گزر گئے تو یہ لوگ آپ کے سامنے آئے۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو ان کو بلا لیا اور ان سے فرمایا کہ جا کر اپنے گورنر سے کہہ دو کہ آج رات میرے رب نے اس کے رب کو قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور اپنے گورنر کو ساری سرگزشت سنائی اس نے کہا کہ اس رات کی تاریخ یاد رکھو اور یہ بھی کہا کہ مجھے بتاؤ کہ تم نے ان کو (یعنی حضورؐ کو) کیسا پایا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ان سے زیادہ برکت والا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا۔ وہ عام لوگوں میں بلا خوف وخطر چلتے پھرتے ہیں۔ ان کا لباس معمولی اور سیدھا سادا ہے۔ ان کا کوئی پہرے دار اور محافظ نہیں ہے۔ ان کے سامنے لوگ اپنی آواز بلند نہیں کرتے ہیں۔ حضرت دحیہ فرماتے ہیں کہ پھر یہ خبر آگئی کہ کسریٰ ٹھیک اسی رات قتل کیا گیا جو رات آپؐ نے بتائی تھی [1]



[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۰۹) وفیہ ابراہیم بن اسماعیل عن ابیہ وکلاہما ضعیف انتہیٰ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہِ اسکندریہ مقوقس کے نام گرامی نامہ

حضرت عبداللہ بن عبد قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو شاہ اسکندریہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ وہ حضور کا خط لے کر ان کے پاس پہنچے۔ مقوقس نے حضورؐ کے خط کو چوما اور حضرت حاطب کا بہت اکرام کیا۔ اور خوب اچھی طرح ان کی مہمان نوازی کی اور واپس بھیجتے ہوئے ان کا بڑا اکرام کیا اور حضرت حاطب کے ساتھ ایک جوڑا کپڑا اور زین سمیت ایک خچر اور دو باندیاں ہدیہ میں حضورؐ کی خدمت میں بھیجیں۔ ان باندیوں میں سے ایک (ماریہ قبطیہ ہیں جو) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور دوسری باندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن قیس عبدی کو دے دی تھی۔[1]

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ اسکندریہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ میں حضورؐ کا خط لے کر ان کے پاس گیا۔ اس نے مجھے اپنے محل میں ٹھہرایا۔ اس نے اپنے تمام بڑے پادریوں کو جمع کیا اور مجھے بلا کر کہا میں تم سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں تو تم میری باتیں اچھی طرح سمجھ لو۔ حضرت حاطب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ضرور پوچھو تو اس نے کہا مجھے اپنے حضرت کے بارے میں بتاؤ کہ کیا وہ نبی نہیں ہیں؟ میں نے کہا ہیں بلکہ وہ تو اللہ کے رسول بھی ہیں۔ اس نے کہا کہ جب وہ اللہ کے رسول تھے تو جب ان کو ان کی قوم نے ان کے شہر (مکہ) سے نکالا تو انہوں نے اپنی قوم کے لئے بددعا کیوں نہیں کی؟ میں نے کہا کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں (میں گواہی دیتا ہوں) تو میں نے کہا کہ جب ان کو ان کی قوم نے پکڑا اور وہ ان کو سولی دینا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان دنیا کی طرف اٹھا لیا تو انہوں نے اپنی قوم کے ہلاک ہونے کی بددعا کیوں نہیں کی؟ اس نے مجھ سے کہا کہ تم تو بڑے عقلمند اور سمجھدار ہو اور عقلمند اور

---

[1] اخرجہ البیہقی

سمجھدار انسان کے پاس سے آئے ہو اور یہ چند ہدیئے ہیں جو میں تمہارے ساتھ حضرت محمدؐ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور تمہارے ساتھ چند محافظ بھی بھیجوں گا جو تمہیں تمہارے محفوظ علاقے تک بحفاظت پہنچا کر واپس آئیں گے۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کی خدمت میں تین باندیاں بھیجیں جن میں سے ایک حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں۔ دوسری باندی حضورؐ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دیدی تھی اور مقوقس نے اپنے علاقہ کے نایاب اور خاص قسم کے تحفے بھی حضورؐ کی خدمت میں بھیجے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلِ نجران کے نام گرامی نامہ

عبدیسوع کے دادا پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ سورت طٰس سلیمان (یعنی سورۂ نمل) کے نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو یہ خط لکھا (مطلب یہ ہے کہ اس سورت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر ہے۔ اس لئے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ اپنے خطوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے لگ گئے چونکہ یہ خط اس سورت کے نازل ہونے سے پہلے لکھا گیا ہے۔ اس لئے اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں ہے)

"باسم الٰہ ابراہیم واسحاق ویعقوب (حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے پروردگار کے نام سے شروع کرتا ہوں) اللہ کے نبی اور اس کے رسول محمدؐ کی جانب سے نجران کے پادری اور نجران والوں کے نام۔ تم سلامتی میں رہو۔ میں تمہارے سامنے حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کے معبود کی تعریف بیان کرتا ہوں اما بعد۔ میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی عبادت چھوڑ کر اللہ کی عبادت اختیار کرو اور بندوں کی دوستی چھوڑ کر اللہ سے دوستی لگاؤ۔ اگر تم میری اس دعوت کو نہ مانو تو پھر جزیہ ادا کرو اور اگر تم جزیہ سے بھی انکار کرتے ہو تو پھر میری طرف سے تمہارے

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۲) و اخرج حدیث حاطب ایضا ابن شاہین کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۰۰)

لئے اعلان جنگ ہے۔ والسلام۔"

جب پادری کو حضورؐ کا یہ خط ملا اور اس نے پڑھا تو وہ ایک دم گھبرا گیا اور بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا اور اس نے اہل نجران میں سے ایک آدمی کو بلایا جس کا نام شرحبیل بن وداعہ تھا اور وہ قبیلہ ہمدان کا تھا اور کسی بھی مشکل امر کے پیش آنے پر اس سے پہلے کسی کو نہیں بلایا جاتا تھا حتیٰ کہ ایہم اور سید اور عاقب کو بھی اس سے پہلے نہیں بلایا جاتا تھا۔ (یہ تینوں ان کے اہم عہدوں کے نام ہیں) شرحبیل کے آنے پر پادری نے اس کو حضورؐ کا خط دیا۔ اس نے غور سے خط پڑھا۔ پادری نے پوچھا اے ابومریم! اس خط کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں نبی بھیجنے کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ آدمی وہی نبی ہو اور نبوت کے معاملہ میں کوئی رائے نہیں دے سکتا ہوں اور اگر دنیا کا کوئی معاملہ ہوتا تو میں آپ کو سوچ سمجھ کر اپنا مشورہ پیش کر دیتا۔ پادری نے شرحبیل سے کہا ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ شرحبیل ایک کونے میں بیٹھ گئے پھر پادری نے آدمی بھیج کر اہل نجران میں سے ایک اور آدمی کو بلایا جس کا نام عبداللہ بن شرحبیل تھا اور وہ قبیلہ حمیر کی ذی اصبح شاخ میں سے تھا۔ پادری نے اسے خط پڑھنے کے لئے دیا اور اس خط کے بارے میں اس کی رائے پوچھی۔ اس نے بھی شرحبیل جیسا جواب دیا تو اس سے پادری نے کہا ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا پھر پادری نے آدمی بھیج کر اہل نجران کے ایک اور آدمی کو بلایا جس کا نام جبار بن فیض تھا اور وہ قبیلہ بنو الحارث بن کعب کی شاخ بنو الحماس میں سے تھا اسے بھی پڑھنے کے لئے خط دیا اور اس خط کے بارے میں اس کی رائے پوچھی اس نے بھی شرحبیل اور عبداللہ جیسا جواب دیا۔ پادری کے کہنے پر وہ بھی ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ جب ان سب نے اس بارے میں ایک ہی رائے دی تو پادری کے حکم دینے پر گھنٹا بجایا گیا اور گرجا گھروں میں آگ روشن کی گئی اور ٹاٹ کے جھنڈے بلند کئے گئے۔ دن میں جب گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو وہ لوگ ایسا ہی کیا کرتے اور اگر رات کو گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو صرف گھنٹا بجاتے اور گرجا گھروں میں آگ روشن کرتے چنانچہ جب گھنٹا بجایا گیا اور ٹاٹ کے جھنڈے بلند کئے گئے تو وادی کے تمام اوپر نیچے کے رہنے والے جمع ہو گئے اور وہ وادی اتنی لمبی تھی کہ تیز سوار اسے ایک دن میں طے کرے

اور اس میں تہتر بستیاں اور ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو جوان تھے۔ پادری نے ان سب کو حضورؐ کا خط پڑھ کر سنایا اور ان سے اس خط کے بارے میں رائے پوچھی تو ان کے تمام اہل شوریٰ نے یہ رائے دی کہ شُرحبیل بن وداعہ ہمدانی اور عبد اللہ بن شُرحبیل اَصبحی اور جبار بن فیض حارثی کو حضورؐ کے پاس بھیج دیا جائے اور یہ تینوں حضورؐ کے تمام حالات معلوم کر کے آئیں چنانچہ ان تینوں کا وفد گیا۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے اپنے سفر کے کپڑے اُتار دیئے اور یمن کے بنے ہوئے مُزیّن اور لمبے جوڑے پہن لئے جو زمین پر گھسٹ رہے تھے اور ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا لیکن آپ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ وہ لوگ دن بھر حضورؐ سے گفتگو کا موقع تلاش کرتے رہے لیکن آپؐ نے ان سے کچھ گفتگو نہ فرمائی کیونکہ انہوں نے وہ جوڑے اور سونے کی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ پھر وہ تینوں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کی تلاش میں چلے ان لوگوں کی ان دونوں حضرات سے جان پہچان تھی وہ دونوں حضرات مہاجرین اور انصار کی ایک مجلس میں مل گئے تو ان لوگوں نے کہا اے عثمان اور اے عبدالرحمٰن! تمہارے نبی نے ہمیں خط لکھا جس کی وجہ سے ہم یہاں آئے ہیں۔ ہم نے ان کی خدمت میں جا کر سلام کیا لیکن انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا اور دن بھر ہم ان سے گفتگو کا موقع تلاش کرتے رہے لیکن انہوں نے ہمیں کوئی موقع نہیں دیا ہم تو اب تھک گئے۔ تو آپ دونوں کا کیا خیال ہے؟ کیا ہم واپس چلے جائیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسی مجلس میں موجود تھے تو ان دونوں حضرات نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے ابوالحسن! ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت علیؓ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے یہ جوڑے اور انگوٹھیاں اُتار دیں اور اپنے سفر والے کپڑے پہن لیں اور پھر حضورؐ کی خدمت میں جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو حضورؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے یہ لوگ جب پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے تو ابلیس بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر حضورؐ نے ان سے حالات پوچھے اور انہوں نے حضورؐ سے اپنے سوالات کئے۔ یونہی سوالات کا سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضورؐ سے یہ پوچھا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کیونکہ ہم عیسائی ہیں ہم اپنی قوم کے پاس واپس جائیں گے۔ اگر آپ

نبی ہیں تو ہماری خوشی اس میں ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کے خیالات سن کر جائیں۔ آپ نے فرمایا آج تو میرے پاس ان کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ آج تم لوگ ٹھہر جاؤ میرا رب عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ بتائے گا میں تمہیں اس کی خبر کر دوں گا۔ اگلے دن صبح کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ سے لے کر الْکٰذِبِیْنَ تک۔

"ترجمہ بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ ہو جا، وہ ہو گیا۔ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے۔ پھر تو مت رہ شک لانے والوں سے۔ پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں، بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی، تو تو کہہ دے آؤ بلادیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان۔ پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔"

حضور ﷺ نے ان کو یہ آیات سنائیں لیکن ان آیات کو سن کر انہوں نے ان کو ماننے سے انکار کر دیا (اور مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے) چنانچہ اگلے روز حضور ﷺ مباہلے کے لئے تشریف لائے اور اپنی چادر میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو لپیٹے ہوئے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں اور اس دن آپ کی بہت سی بیویاں تھیں۔ (یہ منظر دیکھ کر) شرحبیل نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ جب وادی کے اوپر اور نیچے کے رہنے والے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو سب میرے فیصلہ پر ہی مطمئن ہو کر واپس جاتے ہیں اور اللہ کی قسم! میں بہت مشکل اور کٹھن بات دیکھ رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! اگر یہ آدمی واقعی غصہ سے بھرا ہوا ہے (اور ہم ان کی بات نہیں مانتے ہیں)، تو ہم عربوں میں سب سے پہلے ان کی آنکھوں کو پھوڑنے والے اور ان کے امر کی سب سے پہلے تردید کرنے والے ہو جائیں گے۔ تو پھر ان کے اور ان کے ساتھیوں کے دل سے ہمارا خیال اس وقت تک نہیں نکلے گا یعنی ان کا غصہ اس وقت تک ٹھنڈا نہیں پڑے گا جب تک یہ ہمیں جڑ سے نہیں اکھیڑ دیتے ہیں اور ہم عربوں میں ان کے سب سے قریبی پڑوسی ہیں اور اگر یہ آدمی واقعی نبی اور رسول ہے اور ہم نے ان سے مباہلہ کر لیا تو روئے زمین کے ہم تمام عیسائی ہلاک ہو جائیں گے۔ ہم میں سے کسی کا بال اور ناخن تک نہیں بچے گا تو شرحبیل کے دونوں ساتھیوں نے کہا اے ابو مریم تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ شرحبیل نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ میں ان کو

حَکَم بنا لیتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایسے انسان ہیں جو کبھی بھی بے جا شرط نہیں لگائیں گے۔ ان دونوں نے کہا اچھا تم جیسے مناسب سمجھو۔ چنانچہ شُرَحْبِیل حضورؐ کی خدمت میں ملاقات کے لئے گیا اور اس نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مُباہلہ سے بہتر ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا (ہم آپ سے صلح کر لیتے ہیں) آپ رات بھر سوچ کر کل صبح ہمیں اپنی شرطیں بتا دیں۔ آپ جو بھی شرطیں لگائیں گے وہ ہمیں منظور ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری قوم کے لوگ تمہاری مخالفت کریں اور یوں صلح کرنے پر تم پر اعتراض کریں۔ شُرَحْبِیل نے کہا آپؐ میرے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھ لیں۔ آپؐ نے ان دونوں سے پوچھا تو ان دونوں نے کہا کہ ہماری وادی کے تمام لوگ شُرَحْبِیل کے فیصلہ کو دل و جان سے مان لیتے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ واپس تشریف لے گئے اور ان سے مُباہلہ نہ فرمایا۔ اگلے دن وہ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو یہ خط لکھ کر دیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

"یہ وہ معاہدہ ہے جو اللہ کے نبی مُحَمَّد رسُول اللہ نے نجران والوں کے بارے میں لکھا ہے کہ مُحَمَّدؐ کا ان کے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ تمام پھل سونا اور چاندی اور غلام وغیرہ سب نَجران والوں کے پاس رہے گا اور یہ مُحَمَّدؐ کی طرف سے ان پر فضل و احسان ہے" اور اس کے بدلہ میں وہ دو ہزار جوڑے دیا کریں گے۔ ایک ہزار جوڑے رَجب میں اور ایک ہزار جوڑے صَفر میں"۔

اور باقی تمام شرطیں بھی ذکر کیں[1]۔ البدایۃ (ج ۵ ص ۵۵) میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت ابوسُفیان بن حَرب اور حضرت غَیلان بن عَمرو اور بنی نَصر کے حضرت مالک بن عوف اور اَقرع بن حابس حَنظلی اور حضرت مُغیرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اس معاہدہ پر گواہ بنے اور آپؐ نے یہ معاہدہ لکھوایا۔ معاہدہ نامہ لے کر وہ نَجران کو واپس چل پڑے۔ جب یہ لوگ نَجران پہنچے تو پادری کے پاس اس کا ماں جایا چچا زاد بھائی موجود تھا جس کا نام بِشر بن مُعاویہ اور جس کی کُنیت ابوعَلقمہ تھی۔ ان لوگوں نے حضورؐ کا معاہدہ نامہ اس پادری کو دیا۔ وہ پادری اور

---

[1] اخرجہ البیہقی عن یونس بن بکیر عن سلمۃ بن عبد یسوع عن ابیہ عن جدہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۳۶۹)

اس کا بھائی ابو عَلقَمہ دونوں سواری پر جا رہے تھے اور پادری حضورؐ کا معاہدہ نامہ پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں بشیر کی اُونٹنی ٹھوکر کھا کر مُنہ کے بل گری اور بشیر بھی گر گیا اور اس نے حضورؐ کا صاف نام لے کر حضورؐ کے لیئے ہلاکت کی بد دعا کی۔ اس میں اشارے یا کنایہ سے کام نہیں لیا۔ اس پر پادری نے اس سے کہا اللہ کی قسم! تم نے ایک نبی اور رسُول کی ہلاکت کی بد دعا کی ہے (اس جملہ سے متأثر ہو کر) بشیر نے پادری سے کہا کہ اگر وہ واقعی نبی اور رسُول ہیں تو پھر میں اللہ کے رسُول کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اپنی اُونٹنی کے کجاوے کی کوئی بھی گرہ نہیں کھولوں گا۔ چنانچہ بشیر نے اپنی اُونٹنی کا منہ مدینہ کی طرف موڑ دیا۔ پادری نے بھی اپنی اُونٹنی ان کی طرف موڑ دی اور اس سے کہا ذرا میری بات سمجھ تو لو۔ مَیں نے تو یہ بات ڈرتے ڈرتے صرف اس لیئے کہہ دی تھی تاکہ میری طرف سے عربوں کو یہ بات پہنچ جائے کہ ہم نے آپ کے حق ہونے کو مان لیا ہے یا ہم نے آپ کی آواز (دعوائے نبوت) کو قبول کر لیا ہے یا ہم نے عاجز ہو کر آپ کی بات کا اقرار کر لیا ہے جس کا تمام عربوں نے بھی اقرار نہیں کیا، حالانکہ ہم عربوں میں زیادہ عزت والے اور زیادہ گھروں والے (یعنی زیادہ آبادی والے) ہیں۔ بشیر نے اس سے کہا کہ نہیں نہیں اللہ کی قسم! جو بات تم اب کہہ رہے ہو مَیں اسے کبھی بھی نہیں مانوں گا۔ اس کے بعد بشیر نے اپنی اُونٹنی کی رفتار تیز کرنے کے لیئے اسے مارا اور پادری کو پس پشت چھوڑ گئے اور وہ یہ رجزیہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ اِلَیْکَ تَعْدُو قَلِقًا وَضِینُھَا مُعْتَرِضًا فِی بَطْنِھَا جَنِینُھَا مُخَالِفًا دِیْنَ النَّصَارٰی دِیْنُھَا۔

ترجمہ: یا رسُول اللہ! میری یہ اُونٹنی آپ ہی کی طرف چل رہی ہے۔ اس کی پیٹی تیز چلنے کی وجہ سے خوب ہل رہی ہے اور اس کے پیٹ میں اس کا بچہ ٹیڑھا پڑا ہوا ہے اور اس کا دین یعنی اس کے سوار کا دین نصاریٰ کے دین سے مختلف ہو چکا ہے۔ چنانچہ بشیر حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور پھر زندگی بھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ (ایک غزوہ میں) وہ شہید ہو گئے۔ بہر حال وہ تین آدمیوں کا وفد نجران کے علاقہ میں پہنچا پھر یہ وفد ابن ابی شمر زبیدی راہب کے پاس گیا جو کہ اپنے گرجے کے اُوپر خلوت خانے میں تھا اور وفد نے اسے یہ بتایا کہ تہامہ میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں اور پھر انہوں نے اس راہب کو اپنے سفر کی کارگزاری سنائی کہ وہ حضور کی خدمت میں

گئے۔ حضورؐ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور بشیر بن معاویہ حضورؐ کی خدمت میں جا کر مسلمان ہو چکا ہے تو اس راہب نے کہا مجھے اس بالاخانہ سے نیچے اُتارو ورنہ میں اپنے آپ کو نیچے گرا دوں گا۔ چنانچہ لوگوں نے اسے نیچے اُتارا اور وہ چند ہدیے لے کر حضورؐ کی طرف چل دیا۔ ان ہدیوں میں وہ چادر بھی تھی جو خلفاء اوڑھا کرتے تھے اور ایک پیالہ اور ایک لاٹھی بھی تھی اور کافی عرصہ تک حضورؐ کی خدمت میں ٹھہر کر وحی کو سنتا رہا لیکن اس کے مقدر میں اسلام نہیں تھا اور جلد واپس آنے کا وعدہ کر کے اپنی قوم کی طرف چلا گیا لیکن حضورؐ کی خدمت میں واپس آنا بھی اس کے مقدر میں نہیں تھا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا اور ابوالحارث پادری سید اور عاقب اور اپنی قوم کے ممتاز لوگوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور یہ سب لوگ وہاں ٹھہر کر آسمان سے اُترنے والے قرآن کو سنتے رہے۔ حضورؐ نے نجران کے اس پادری کے لیے اور دوسرے پادریوں کے لیے یہ تحریر لکھ کر دی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے نبی محمدؐ کی طرف سے یہ تحریر ابوالحارث پادری اور نجران کے دوسرے پادریوں اور کاہنوں اور راہبوں کے لیے ہے۔

تھوڑی یا زیادہ جتنی چیزیں ان کے قبضہ میں ہیں وہ سب ان ہی کے پاس رہیں گی ان سب کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ کسی پادری اور راہب اور کاہن کو اس کے منصب سے نہیں ہٹایا جائے گا اور ان کے حقوق اور ان کے اقتدار اور ان کے عہدوں کو نہیں چھینا جائے گا اور اللہ و رسول کی یہ پناہ اس وقت تک ہے جب تک کہ یہ ٹھیک ٹھیک چلیں اور لوگوں کے ساتھ خیرخواہی کرتے رہیں۔ نہ ان پر ظلم کیا جائیگا نہ یہ کسی پر ظلم کریں۔"

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے یہ تحریر لکھی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکر بن وائل کے نام گرامی نامہ

حضرت مرثد بن ظبیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آیا ہمیں اپنے قبیلہ میں ایسا کوئی آدمی نہ ملا جو خط پڑھ سکے۔ چنانچہ قبیلہ بنو ضبیعہ کے

ایک آدمی نے وہ خط ہمیں پڑھ کر سنایا۔ خط کا مضمون یہ تھا یہ خط اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بکر بن وائل کے نام ہے۔ تم لوگ مسلمان ہو جاؤ سلامتی پالو گے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو جذامہ کے نام گرامی نامہ

حضرت معبد جذامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رفاعہ بن زید جذامی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ آپ نے ان کو ایک خط لکھ کر دیا۔ جس میں یہ مضمون تھا۔

"یہ خط لکھ کر محمد رسول اللہ نے رفاعہ بن زید کو دیا ہے میں ان کو اللہ و رسول کی طرف دعوت دینے کے لئے ان کی قوم اور جو ان میں شمار ہوتے ہیں ان کی طرف بھیج رہا ہوں جو ایمان لائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول کی جماعت میں داخل ہو جائے گا جو نہیں لائے گا اسے دو ماہ کی مہلت ہے۔"

جب یہ اپنی قوم کے پاس آئے تو سب نے ان کا کہا مان لیا۔[2]



---

[1] اخرجه احمد قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رجاله رجال الصحیح انتهی واخرجه ایضا البزار وابو یعلی والطبرانی فی الصغیر عن انس رضی اللہ عنہ بمعناه قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۰۵) رجال الاولین رجال الصحیح۔

[2] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۳۱۰) رواه الطبرانی متصلا هكذا ومنقطعا مختصرا عن ابن اسحاق وفی المتصل جماعة لم اعرفهم واسناد هما الی ابن اسحاق جید انتهی واخرجه الاموی فی المغازی من طریق ابن اسحاق من روایة کمیر بن معبد بن فلان الجذامی عن ابیه نحوه کما فی الاصابة (ج ۳ ص ۴۴۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق اور اعمال کے قصے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی

حضرت زید بن سُعنہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ جو کہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے،

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ عزّ وجل نے حضرت زید بن سُعنہ کو ہدایت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت زید بن سُعنہ نے اپنے دل میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوت کی تمام نشانیوں کو حضورؐ کے چہرہ میں پالیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی ہیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک آزمایا نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ نبی کی بردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی ہے دوسرے یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا زیادہ نادانی کا معاملہ کیا جائے گا اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی چنانچہ ایک دن آپ حجروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپؐ کے پاس ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا جو بظاہر بدو معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! فلاں قبیلہ کی بستی میں میرے چند ساتھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر وہ اسلام قبول کریں گے تو ان پر رزق کی بڑی وسعت ہو جائے گی لیکن اب وہاں قحط سالی آگئی اور بارش بالکل نہیں ہو رہی ہے۔ یا رسول اللہ! مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ جیسے وہ لالچ میں آکر اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی طرح لالچ میں آکر کہیں وہ اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کے لئے کچھ بھیج دیں۔ آپ کے پہلو میں جو آدمی تھا آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ تھے تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اس مال میں سے تو کچھ نہیں بچا۔ حضرت زید بن سُعنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے قریب جا کر کہا اے محمدؐ! اگر آپ چاہیں تو میں پیسے آپؐ کو ابھی دے دیتا ہوں اور اس کے بدلہ میں آپ فلاں قبیلہ کے باغ کی اتنی کھجوریں مجھے فلاں

وقت تک دے دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن کسی کے باغ کو معیّن مت کرو۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپؐ نے مجھ سے یہ سودا کرلیا۔ میں نے اپنی کمر سے ہمیانی کھولی اور ان کھجوروں کے بدلہ میں آپ کو اسّی مثقال سونا دے دیا۔ آپ نے وہ سارا سونا اس آدمی کو دے دیا اور اس سے فرمایا لو یہ ان کی امداد کے لیئے لے جاؤ اور ان میں برابر تقسیم کر دینا۔ حضرت زیدبن سُعنہ فرماتے ہیں کہ مقررہ میعاد میں ابھی دو تین دن باقی تھے کہ حضورؐ باہر تشریف لائے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان اور چند صحابہؓ بھی تھے۔ جب آپ نماز جنازہ پڑھا چکے اور ایک دیوار کے قریب بیٹھنے کے لیئے تشریف لے گئے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کا گریبان پکڑ لیا اور غصہ والے چہرے سے میں نے آپ کی طرف دیکھا اور میں نے آپؐ سے کہا او محمدؐ! آپ میرا حق کیوں ادا نہیں کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! تم اولاد عبدالمطّلب نے تو ٹال مٹول کرنا ہی سیکھا ہے اور اب ساتھ رہ کر بھی یہی نظر آیا ہے۔ اتنے میں میری نظر حضرت عمر پر پڑی تو غصہ کے مارے ان کی دونوں آنکھیں گول آسمان کی طرح گھوم رہی تھیں۔ انہوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور کہا اے اللہ کے دشمن تو اللہ کے رسُولؐ کو وہ باتیں کہہ رہا ہے جو میں سُن رہا ہوں اور ان کے ساتھ وہ سلوک کر رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اگر آپ کی مجلس کے ادب کا لحاظ نہ ہوتا تو ابھی اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑا دیتا اور حضورؐ مجھے بڑے سکون اور اطمینان سے دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمر! مجھے اور اسے کسی اور چیز کی ضرورت تھی۔ مجھے تو تم اچھی طرح اور جلدی ادا کرنے کو کہتے اور اسے ذرا سلیقہ سے مطالبہ کرنے کو کہتے اے عمر! انہیں لے جاؤ اور جتنا ان کا حق بنتا ہے وہ بھی ان کو دو اور جو تم نے ان کو دھمکایا ہے اس بدلے میں ان کو بیس صاع کھجور اور دو۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر مجھے لے گئے اور جتنی میری کھجوریں تھیں وہ بھی مجھے دیں اور بیس صاع کھجوریں مزید بھی دیں۔ میں نے کہا یہ زیادہ کھجوریں کیوں دے رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے حضور صلّی اللہ عَلَیہ وَسَلّم نے فرمایا تھا کہ میں نے جو تم کو دھمکایا ہے اس کے بدلے میں تم کو مزید کھجوریں بھی دوں۔ میں نے کہا اے عمر! کیا تم مجھ کو جانتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں۔ میں نے کہا میں زیدبن سُعنہ ہوں حضرت عمرؓ نے کہا وہ یہودیوں کے بڑے عالم؟ میں نے کہا ہاں وہی۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا (اتنے بڑے عالم ہوکر) تم نے اللہ کے رسُول کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ اور ان کو ایسی باتیں کیوں کہیں؟ میں نے کہا اے عمرؓ!

حضورؐ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی میں نے نبوّت کی تمام نشانیوں کو حضورؐ کے چہرہ میں پالیا تھا لیکن دو نشانیاں ایسی تھیں جن کو میں نے آپ میں ابھی تک آزمایا نہیں تھا۔ ایک یہ کہ نبی کی بُردباری اس کے جلد غصہ میں آجانے پر غالب ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ نبی کے ساتھ جتنا نادانی کا معاملہ کیا جائے گا اس کی بردباری اتنی بڑھتی جائے گی اور اب میں نے ان دونوں باتوں کو بھی آزمالیا ہے۔ اے عمر! میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ کے رَبّ ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے نبی ہونے پر دل سے راضی ہوں اور اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ساری اُمت کے لئے وقف ہے۔ اور میں مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا ساری اُمت کے بجائے بعض اُمت کہو کیونکہ تم ساری اُمت کو دینے کی گنجائش نہیں رکھتے ہو۔ میں نے کہا اچھا بعض اُمت کے لئے وقف ہے۔ وہاں سے حضرت عمر اور حضرت زَید حضورؐ کی خدمت میں واپس گئے اور حضرت زَید نے پہنچتے ہی کہا:

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اور حضورؐ پر ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضورؐ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک رہے اور غزوۂ تبوک میں واپس آتے ہوئے نہیں بلکہ آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے وفات پائی اللہ تعالیٰ حضرت زَید پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے [1]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۴۰) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات وروی ابن ماجۃ منہ طرفا انتہی واخرجہ ایضا ابن حبان والحاکم وابو الشیخ فی کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۵۶۶) وقال رجال الاسناد موثقون وقد صرح الولید فیہ بالتحدیث ومدارہ علی محمد ابن ابی السری الراوی لہ عن الولید وثقہ ابن معین ولینہ ابو حاتم وقال ابن عدی محمد کثیر الغلط واللّٰہ اعلم وجدت لقصتہ شاہدا من وجہ آخر لکن لم یسم فیہ قال ابن سعد حدثنا یزید حدثنا جریر بن حازم حدثنی من سمع الزہری یحدث ان یہودیا قال ماکان بقی شئی من نعت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فی التوراۃ الارایتہ الا الحلم فذکر القصۃ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۳)

صُلح حُدَیبیہ کا قِصّہ

حضرت مِسْوَر بن مَخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حُدیبیہ کے موقع پر مدینہ سے روانہ ہوئے. راستہ میں ایک جگہ حضورؐ نے فرمایا کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں کی ایک جماعت لے کر مقام غَمِیم پر حالات معلوم کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں. لہٰذا تم دائیں طرف کو ہو جاؤ. اللہ کی قسم! حضرت خالد کو حضورؐ کے قافلہ کی خبر اس وقت ہوئی جب کہ یہ لوگ عین ان کے سر پر پہنچ گئے اور انہیں اس قافلہ کا غبار نظر آیا. جب حضرت خالد کو پتہ چلا تو انہوں نے گھوڑا دوڑا کر قریش کو آپ کی آمد کی اطلاع دی. حضورؐ چلتے رہے یہاں تک کہ جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ کی طرف راستہ جاتا تھا تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی. اس اونٹنی کا نام قصواء تھا. لوگوں نے (اسے اٹھانے کے لئے عرب کے رواج کے مطابق) حَل حَل کہا لیکن وہ بیٹھی رہی تو لوگوں نے کہا قصواء اَڑ گئی ہے قصواء اَڑ گئی ہے. آپؐ نے فرمایا کہ قصواء اَڑی نہیں ہے اور نہ اس طرح اَڑ جانا اس کی عادت ہے بلکہ اس کو اسی ذات نے روکا ہے جس نے ہاتھیوں کو روکا تھا یعنی اللہ نے. پھر آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کفار مکہ مجھ سے جونسی بھی ایسی تجویز کا مطالبہ کریں گے جس سے وہ اللہ کی قابلِ احترام چیزوں کی تعظیم کر رہے ہوں گے. میں ان کی ایسی تجویز کو ضرور مان لوں گا. پھر آپؐ نے اس اونٹنی کو جھڑکا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی پھر آپؐ نے مکہ کا راستہ چھوڑ دیا اور وادی حُدیبیہ کے آخری کنارے پر پڑاؤ ڈالا جہاں ایک چشمہ میں سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل رہا تھا. صحابہؓ اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی لینے لگے تو تھوڑی دیر میں سارا پانی ختم ہو گیا اور صحابہؓ نے حضورؐ سے پیاس کی شکایت کی. آپؐ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا کہ اسے اس چشمہ میں گاڑ دو (صحابہؓ نے وہ تیر اس چشمہ میں گاڑ دیا)، تو جب تک صحابہؓ وہاں رہے اس چشمہ میں سے پانی جوش مار کر پھوٹتا رہا. اور صحابہؓ اس سے خوب سیراب ہوتے رہے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ وادی حُدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اتنے میں بُدَیل بن وَرقاء اپنی قوم خزاعہ کی ایک جماعت کو لے کر آئے اور یہ لوگ اہلِ تہامہ میں سے آپ کے سب سے زیادہ خیر خواہ

تھے انہوں نے کہا میں کعب بن لؤیؓ اور عامر بن لؤیؓ کے پاس سے آرہا ہوں۔ انہوں نے حُدَیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالا ہوا ہے (اور وہ لڑنے کے لیئے پوری طرح تیار ہو کر سارا سامان لے کر آئے ہیں حتّٰی کہ) ان کے ساتھ بیاہی اور بچے والی اونٹنیاں بھی ہیں، وہ آپ سے لڑنا چاہتے ہیں اور آپ کو بَیتُ اللہ سے روکیں گے تو آپ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے کے لیئے نہیں آئے بلکہ ہم تو عُمرہ کرنے آئے ہیں (ہم بہت حیران ہیں کہ وہ لڑائی کے لیئے تیار ہو کر آگئے ہیں حالانکہ) لڑائیوں نے تو قریش کو بہت تھکا دیا ہے اور ان کو بہت نقصان پہنچایا ہے اگر وہ چاہیں تو مَیں ان سے ایک عرصہ تک کے لیئے صلح کرنے کو تیار ہوں۔ اس عرصہ میں وہ میرے اور لوگوں کے درمیان کوئی مداخلت نہیں کریں گے (اور مَیں اس عرصہ میں دوسرے لوگوں کو دعوت دیتا رہوں گا) اگر دعوت دے کر میں لوگوں پر غالب آگیا (اور لوگ میرے دین میں داخل ہو گئے) تو پھر قریش کی مرضی ہے اگر وہ چاہیں تو وہ بھی اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں دوسرے لوگ داخل ہوئے ہوں گے اور اگر میں غالب نہ آیا (اور دوسرے لوگوں نے غالب آکر مجھے ختم کر دیا) تو پھر یہ لوگ آرام سے رہیں گے اور اگر وہ صلح کرنے سے انکار کر دیں تو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مَیں ان سے اس دین کے لیئے ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن میرے جسم سے الگ ہو جائے (یعنی مجھے مار دیا جائے) اور اللہ کا دین ضرور چل کر رہے گا۔ حضرت بُدَیلؓ نے کہا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں میں وہ سب اہلِ مکہ کو پہنچا دوں گا۔ چنانچہ حضرت بُدَیلؓ وہاں سے چل کر قریش کے پاس پہنچے اور ان سے کہا ہم اس آدمی کے پاس سے آپ کے پاس آرہے ہیں اور ہم نے اس کو ایک بات کہتے ہوئے سُنا ہے اگر آپ چاہیں تو ہم اس کی بات آپ کو پیش کر دیں۔ اہلِ مکہ کے نادان قسم کے لوگوں نے کہا ہمیں ان کی کوئی بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے سمجھدار لوگوں نے کہا تم نے ان سے جو سُنا ہے وہ ہمیں ضرور بتاؤ۔ حضرت بُدَیلؓ نے کہا میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سُنا اور ان کو حضورؐ کی ساری بات بتائی تو حضرت عُروہ بن مسعُودؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا میں تمہارے لیئے والد کا درجہ نہیں رکھتا ہوں؟ انہوں نے کہا رکھتے ہیں۔ عُروہ نے کہا کیا تم میرے لیئے اولاد کی طرح نہیں ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اولاد کی طرح ہیں۔ عُروہ نے کہا کیا تمہیں میرے بارے میں کوئی شک یا شبہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔

عُروہ نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اہلِ عکاظ کو تمہاری مدد کے لیئے آمادہ کیا تھا لیکن جب وہ تیار نہ ہوئے تو میں اپنے گھر والوں اور اپنے بچوں اور اپنے مطیع و فرمانبردار انسانوں کو لے کر تمہاری مدد کے لیئے آگیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں معلوم ہے۔ عُروہ نے کہا کہ اس آدمی نے (یعنی حضورؐ نے) تمہارے سامنے ایک بھلی اور اچھی تجویز پیش کی ہے تو تم اس کو قبول کر لو اور مجھے اس سلسلہ میں بات کرنے کے لیئے ان کے پاس جانے دو۔ مکّہ والوں نے کہا ضرور جاؤ۔ چنانچہ عُروہ حضورؐ کے پاس گئے اور حضورؐ سے بات کرنے لگے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے جو کچھ بُدیل کو فرمایا تھا وہی آپ نے ان سے بھی کہا۔ تو اس پر عُروہ نے کہا۔ اے محمّدؐ! آپ یہ بتایئے کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا تو کیا آپ نے سُنا ہے کہ آپ سے پہلے عرب کے کسی آدمی نے اپنے خاندان والوں کو جڑ سے اُکھیڑ دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی یعنی قریش تم پر غالب آ گئے تو میں تمہارے ساتھ قابلِ اعتماد اور وفادار لوگوں کا مجمع نہیں دیکھ رہا ہوں بلکہ اِدھر اُدھر کے مُتفرق لوگوں کی بھیڑ ہے، جو (جنگ شروع ہوتے ہی) تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللّٰہُ عَنہ نے کہا تو اپنے معبود لات بُت کی پیشاب گاہ چُوس، کیا ہم حضورؐ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عُروہ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ ابوبکر ہیں۔ عُروہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا میں اب تک بدلہ نہیں دے سکا تو میں تمہاری اس بات کا جواب ضرور دیتا۔ عُروہ حضورؐ سے گفتگو کرتے ہوئے حضورؐ کی داڑھی کو ہاتھ لگانے لگتے اور (عُروہ کے بھتیجے) حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللّٰہُ عَنہ ہاتھ میں تلوار لیئے اور سر پر خود پہنے ہوئے حضورؐ کے سرہانے کھڑے تھے۔ جب بھی عُروہ حضورؐ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو حضرت مُغیرہ اس کے ہاتھ کو تلوار کا دستہ مارتے اور کہتے کہ حضورؐ کی داڑھی مُبارک سے اپنا ہاتھ دور رکھو۔ چنانچہ عُروہ نے سر اُٹھا کر پوچھا یہ آدمی کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ مُغیرہ بن شُعبہ ہیں تو عُروہ نے کہا او غدار! کیا میں تیری غداری کو ابھی تک نہیں بُھگت رہا ہوں (یعنی تم نے جو قتل کیا تھا اس کا خُون بہا میں ابھی تک دے رہا ہوں اور جو تم نے مال لُوٹا تھا اس کا تاوان اب تک بھر رہا ہوں) حضرت مُغیرہ زمانۂ جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ سفر میں گئے تھے۔ ان کو قتل کر کے اور ان کا مال لے کر حضورؐ کی خدمت میں آ گئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ان سے صاف فرمایا تھا کہ

تمہارا اسلام تو قبول ہے لیکن تم جو مال لائے ہو اُس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے (عُروہ کا اشارہ اسی قصہ کی طرف تھا) پھر عُروہ حضورؐ کے صحابہؓ کو بڑے غور سے دیکھنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضورؐ جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ اور حضورؐ جب انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے تو صحابہؓ اسے فوراً کرتے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے وضو کے پانی کو لینے کے لیے صحابہؓ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہؓ آپ کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے اور صحابہؓ کے دل میں آپ کی اتنی عظمت تھی کہ وہ آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ عُروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے یہ کہا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمدؐ کے صحابہؓ محمدؐ کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! حضورؐ جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے کر اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا اور انہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیتے اس کام کو وہ فوراً کرتے اور وہ جب وضو کرتے تو ان کے وضو کا پانی لینے کے لیئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور وہ جب گفتگو فرماتے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے یعنی خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے صحابہؓ آپ کو نظر بھر کر نہ دیکھ سکتے اور انہوں نے تمہارے سامنے ایک اچھی تجویز پیش کی ہے۔ تم اسے قبول کر لو۔ اس کے بعد بنو کنانہ کے ایک آدمی نے کہا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ تو مکہ والوں نے کہا ضرور جاؤ۔ جب یہ آدمی حضورؐ اور صحابہؓ کے قریب پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں آدمی ہے اور یہ اس قوم کا آدمی ہے جو قربانی کے اونٹوں کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ لہٰذا تم جو قربانی کے اونٹ لے کر آئے ہو وہ اس کے سامنے کھڑے کر دو۔ چنانچہ وہ اونٹ اس کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے اور لوگوں نے لبیک پڑھتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے کہا سُبحان اللہ! ان لوگوں کو تو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکنا چاہیئے تو اس آدمی نے اپنے ساتھیوں کو واپس جا کر یہ کہا کہ میں یہ منظر دیکھ کر آیا ہوں کہ صحابہؓ نے قربانی کے اونٹوں کے گلے میں قلادہ (یعنی ہار) ڈالا ہوا ہے اور ان کے کوہان کو زخمی کیا ہوا ہے (اس زمانے میں قربانی کے اونٹ کے ساتھ یہ دو

کام کیئے جاتے تھے تاکہ ان نشانیوں سے ہر ایک کو پتہ چل جائے کہ یہ قربانی کا اُونٹ ہے یعنی وہ لوگ عُمرہ کے لیئے تیار ہو کر آئے ہیں اس لیئے) میری رائے نہیں ہے کہ ان لوگوں کو بیتُ اللہ سے روکا جائے۔ تو ان میں سے مِکرز بن حَفص نامی ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا ذرا مجھے ان کے پاس جانے دو۔ لوگوں نے کہا ضرور جاؤ۔ جب وہ حضورؐ کے قریب آیا تو حضورؐ نے فرمایا یہ تو مکرز ہے۔ یہ تو بڑا بدکار آدمی ہے۔ وہ آکر حضورؐ سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں سُہیل بن عَمرو آگئے۔ مَعمَر راوی کہتے ہیں مجھے ایّوب نے عِکرمہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب سُہیل بن عَمرو آئے تو حضورؐ نے ان کے نام سے نیک فال لیتے ہوئے کہا اب تمہارا کام آسان ہو گیا۔ مَعمَر کہتے ہیں کہ زُہری اپنی حدیث میں یوں بیان کرتے ہیں کہ سُہیل نے کہا آیئے صلح نامہ لکھ لیتے ہیں۔ حضورؐ نے لکھنے والے کو بلایا اور اس سے فرمایا لکھو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سُہیل نے کہا مجھے تو پتہ نہیں کہ رحمان کون ہوتا ہے؟ اس لیئے آپ بِاسۡمِکَ اللّٰھُمَّ لکھیں جیسے پہلے لکھا کرتے تھے۔ صحابہؓ نے کہا نہیں نہیں ہم تو صرف بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں بِاسۡمِکَ اللّٰھُمَّ لکھ دو۔ پھر آپ نے فرمایا یہ لکھو ھٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیۡہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔ کہ یہ وہ صلح نامہ ہے جس کا محمد رسُولُ اللہ نے فیصلہ کیا ہے تو سہیل نے کہا کہ اگر ہم یہ مان لیتے کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں تو نہ ہم آپ کو بیتُ اللہ سے روکتے اور نہ ہم آپ سے جنگ کرتے (اور صلح نامہ میں وہ بات لکھی جاتی ہے جو فریقین کو تسلیم ہو) اس لیئے محمد بن عبداللہ لکھو۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ کی قسم! چاہے تم نہ مانو، ہوں تو میں اللہ کا رسُول۔ لیکن محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت زُہری فرماتے ہیں کہ حضورؐ کافروں کی ہر بات اس لیئے مان رہے تھے کیونکہ قصواء اُونٹنی کے بیٹھ جانے پر آپ نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ کُفار مکہ مجھ سے جونسی بھی ایسی تجویز کا مُطالبہ کریں گے جس سے وہ اللہ کی قابلِ احترام چیزوں کی تعظیم کر رہے ہوں گے تو میں ان کی ایسی ہر تجویز کو ضرور مان لُوں گا۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ صلح کی شرط یہ ہو گی کہ تم ہمیں بَیتُ اللہ کا طواف کرنے دو گے تو سُہیل نے کہا کہ اگر آپ اسی سال بَیتُ اللہ کا طواف کریں گے تو سارے عرب میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ ہم مکہ والے آپ سے دَب گئے۔ اس لیئے آپ اس سال نہ کریں اگلے سال کر لینا۔ چنانچہ یہ بات صلح نامہ میں لکھی گئی (کہ اگلے سال طواف اور عُمرہ کریں گے) سُہیل نے کہا صلح نامہ کی

ایک شرط یہ ہوگی کہ ہم میں سے جو آدمی بھی آپ کے پاس چلا جائے گا چاہے وہ آپ کے دین پر ہو آپ اسے ہمارے پاس واپس کر دیں گے مسلمانوں نے کہا سُبْحَانَ اللہِ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے اور اسے مشرکوں کے پاس واپس کر دیا جائے؟ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ سُہیل بن عَمرو کے بیٹے حضرت اَبُوجَندل رضی اللہ عنہ بیڑیوں میں چلتے ہوئے آگئے۔ یہ مکہ کے نیچے والے حصہ میں قید تھے۔ وہاں سے کسی طرح نکل کر آگئے اور گرتے پڑتے مسلمانوں کے مجمع میں پہنچ گئے سُہیل نے کہا اے محمدؐ! میرا مطالبہ یہ ہے کہ صلح کی اس شرط کے مطابق آپ سب سے پہلے مجھے یہ آدمی واپس کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ابھی تو اس صلح نامہ کی تحریر پوری نہیں ہوئی (لہٰذا ابھی تو معاہدہ نہیں ہوا) سُہیل نے کہا اللہ کی قسم! پھر تو میں آپ سے ہرگز صلح نہیں کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا تم اسے میری وجہ سے ہی چھوڑ دو۔ سُہیل نے کہا نہیں میں اسے آپ کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو، چھوڑ دو۔ سُہیل نے کہا نہیں، مَیں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس پر مِکرز نے کہا اچھا ہم اسے آپ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت اَبُوجَندل نے کہا اے مسلمانو! میں تو مسلمان ہو کر آیا تھا اور اب مجھے مشرکوں کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں کتنی مصیبتیں اٹھا رہا ہوں؟ اور واقعی انہیں اللہ کی خاطر سخت مصیبتیں پہنچائی گئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہوں۔ پھر میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح کریں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ کا رسُول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا ہوں اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا تھا لیکن کیا مَیں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال بَیْتُ اللہ جائیں گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مَیں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہیں۔ مَیں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں نے کہا پھر ہم کیوں اتنا دب کر صلح

کریں ؟ حضرت ابوبکر نے کہا اے آدمی! وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے ہیں اور اللہ ان کا مددگار ہے۔ تم ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے انہوں نے کہا ہاں انہوں نے کہا تھا لیکن کیا انہوں نے تم کو یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بَیْتُ اللہ جاؤ گے ؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تم بَیْتُ اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس گستاخی کی معافی کے لیئے بہت سے اعمالِ خیر کیئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ جب صلح نامہ کی لکھائی سے فارغ ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا اُٹھو اپنی قربانی ذبح کرو پھر اپنے سَر مُونڈ لو۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! کوئی آدمی بھی کھڑا نہ ہوا حتّٰی کہ آپ نے یہ حکم تین مرتبہ فرمایا۔ جب ان میں سے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا تو حضورؐ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف سے آپ کو جو پریشانی پیش آرہی تھی وہ ان کو بتائی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ کروانا چاہتے ہیں ؟ آپ باہر تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں بلکہ اپنی قربانی ذبح کریں اور اپنے نائی کو بلا کر سَر مُنڈا لیں۔ چنانچہ آپ باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کی اور اپنی قربانی کو ذبح کیا اور اپنے نائی کو بلا کر اپنے بال مُنڈوائے۔ جب صحابہؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی کھڑے ہو کر اپنی قربانیاں ذبح کیں اور ایک دوسرے کے بال مُونڈنے لگے اور رنج اور غم کے مارے یہ حال تھا کہ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے پھر آپ کے پاس چند مومن عورتیں آئیں جن کے متعلق اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ سے لے کر بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ تک۔

ترجمہ: "اے ایمان والو جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر تو ان کو جانچ لو۔ اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف۔ نہ یہ عورتیں حلال ہیں ان کافروں کو اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو۔ اور دے دو ان کافروں کو جو ان کا خرچ ہوا ہو۔ اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کر لو ان عورتوں سے، جب ان کو دو ان کے مہر، اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں ناموس کافر عورتوں

کے" چنانچہ اس حکم کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنی دو عورتوں کو طلاق دے دی جو مشرک تھیں ان میں سے ایک سے مُعاویہ بن ابی سُفیان اور دوسری سے صَفوان بن اُمیہ نے شادی کی یہ دونوں حضرات بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، پھر حُضور صَلّی اللہُ عَلیہِ وسَلّم مدینہ واپس آگئے۔ اتنے میں قریش کے ابو بصیر رضی اللہُ عنہُ مسلمان ہو کر آپ کے پاس آگئے مکہ والوں نے ان کو واپس بلانے کے لیئے دو آدمی بھیجے کہ آپ نے ہم سے جو مُعاہدہ کیا ہے اسے پورا کریں، آپ نے حضرت ابو بصیرؓ کو ان دونوں کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں ان کو لے کر وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ ذوالحُلَیفہ پہنچ کر ٹھہر گئے اور کھجوریں کھانے لگے۔ حضرت ابو بصیرؓ نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا اے فلانے! مجھے تمہاری تلوار بڑی عمدہ نظر آرہی ہے۔ اس نے نیام سے تلوار نکال کر کہا ہاں اللہ کی قسم! یہ تو بہت عمدہ تلوار ہے اور میں نے اسے بہت لوگوں پر آزمایا ہے۔ حضرت ابو بصیرؓ نے کہا ذرا مجھے دکھاؤ میں اسے دیکھوں۔ اس نے تلوار ان کے حوالے کر دی۔ انہوں نے اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا وہاں سے مدینہ کی طرف بھاگ پڑا اور دوڑتا ہُوا مسجدِ نبوی میں داخل ہُوا۔ حُضورؐ نے اسے دیکھ کر فرمایا اس نے کوئی گھبراہٹ کی چیز دیکھی ہے۔ جب وہ حُضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے کہا میرا ساتھی تو مارا جا چکا اب میرا نمبر ہے۔ اس کے بعد ابو بصیرؓ پہنچے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کا عہد پورا کروا دیا کہ آپ نے تو مجھے واپس کر دیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں سے چھٹکارا دلا دیا ہے۔ حُضورؐ نے فرمایا اس کی ماں کا ستیاناس ہو یہ لڑائی بھڑکانے والا ہے۔ کاش کوئی اسے سنبھالنے والا ہوتا۔ جب حضرت ابو بصیرؓ نے یہ سُنا تو وہ سمجھ گئے (کہ اب بھی اگر مکہ سے ان کو کوئی لینے آیا، تو حُضورؐ ان کو واپس کر دیں گے چنانچہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آپڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو جَندل بن سُہیل بن عمرو رضی اللہُ عنہُما مکہ والوں سے چھوٹ کر حضرت ابو بصیرؓ کے پاس آگئے۔ اسی طرح قریش کا جو شخص بھی مسلمان ہوتا وہ حضرت ابو بصیرؓ سے جا ملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی۔ اللہ کی قسم ان لوگوں کو جب خبر لگتی کہ قریش کا کوئی تجارتی قافلہ ملک شام جا رہا ہے تو اس پر ٹوٹ پڑتے ان کو قتل کر دیتے اور ان کا مال لے لیتے۔ حتّٰی کہ کفارِ قریش نے (پریشان ہو کر) حُضورؐ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں (تاکہ یہ معاہدہ میں داخل ہو جائیں

اور ہمارے لیئے آنے جانے کا راستہ کھلے) اور اس کے بعد جو بھی آپ کے پاس آئے گا اسے امن ہے (ہم اسے واپس نہ لیں گے)، چنانچہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آدمی بھیج کر ان کو مدینہ بلوالیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَھُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْھُمْ بِبَطْنِ مَکَّۃَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْھِمْ۔ سے لے کر اَلْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ تک۔

ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے روک رکھا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے، بیچ شہر مکّہ کے، بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیا ان کو" سے لے کر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک" جب رکھی منکروں نے اپنے دلوں میں کد، نادانی کی ضد" ان کافروں کی ضد یہ تھی کہ انہوں نے نہ تو حضورؐ کے نبی ہونے کا اقرار کیا اور نہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھے جانے کو مانا اور مسلمانوں کے اور بَیْتُ اللّٰہ کے درمیان رکاوٹ بن گئے[1]

حضرت عُروہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ بیان فرماتے ہیں کہ صلح حُدیبیہ کے موقع پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے حُدیبیہ میں قیام فرمانے کی وجہ سے قریش گھبرا گئے، حضورؐ نے مناسب سمجھا کہ اپنے صحابہؓ میں سے کسی کو قریش کے پاس بھیجیں چنانچہ آپ نے قریش کے پاس بھیجنے کے لیئے حضرت عمر بن الخطّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو بلایا انہوں نے عرض کیا یا رسُول اللہ (آپ کے ارشاد پر عمل کرنے سے مجھے انکار نہیں ہے لیکن) مَیں اہلِ مکّہ کے نزدیک سب سے زیادہ مَبغُوض ہوں۔ اگر انہوں نے مجھے کوئی تکلیف پہنچائی تو مکّہ میں (میرے خاندان، بنو کعب میں سے ایسا کوئی نہیں ہے (جو میرا دفاع کرے اور) میری وجہ سے ناراض ہو۔ آپ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو بھیج دیں کیونکہ ان کا خاندان مکّہ میں ہے تو جو پیغام آپ بھیجنا چاہتے ہیں وہ اہلِ مکّہ کو پہنچا دیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت عثمان بن عفّان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کو بلا کر قریش کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ انہیں یہ بتا دو کہ ہم (کسی سے) لڑنے کے لیئے نہیں آئے ہیں ہم تو صرف عُمرہ کرنے آئے ہیں۔ اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دینا اور آپ نے حضرت عثمان کو یہ بھی حکم دیا کہ مکّہ میں جو مومن مرد اور عورتیں ہیں حضرت عثمان ان کے

---

[1] اخرجہ البخاری قال ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۷۷) ھذا سیاق فیہ زیادات وفوائد حسنۃ لیست فی روایۃ ابن اسحاق عن الزھری انتہٰی و اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۱۸) ایضا بطولہ۔

پاس جاکران کو فتح کی خوشخبری سنادیں اوران کو بتادیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب مکہ میں اپنے دین کو ایسا غالب کردیں گے کہ پھر کسی کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہیں رہے گی یہ خوشخبری دے کر آپ مکہ کے کمزور مسلمانوں کو (ایمان پر) جمانا چاہتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان تشریف لے گئے (مکہ کے راستے میں) مقام بُلدح میں ان کا قریش کی ایک جماعت پر گزر ہوا۔ قریش نے پوچھا کہاں (جارہے ہو؟) انہوں نے کہا حضورؐ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دوں اور تمہیں بتادوں کہ ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں ہم توصرف عُمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ جیسے حضورؐ نے فرمایا تھا انہوں نے ویسے ان کو دعوت دی۔ انہوں نے کہا ہم نے آپ کی بات سُن لی ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ اَبان بن سَعید بن عاص نے کھڑے ہوکر حضرت عثمان کا استقبال کیا اوران کو اپنی پناہ میں لیا اور اپنے گھوڑے کی زین کسی اور حضرت عثمان کو اپنے گھوڑے پر آگے بٹھاکر مکہ لے گئے پھر قریش نے بُدیل بن وَرقاء خزاعی اور قبیلہ بنوکنانہ کے ایک شخص کو حضورؐ کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد عُروہ بن مَسعود ثقفی آئے آگے حدیث اور بھی ہے۔[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہلِ مکہ سے (دب کر) صلح کی اوران کی ساری باتیں مان لیں۔ اگر حضورؐ کسی اور کو امیر بناکر بھیجتے اور وہ اس طرح کرتا جیسے حضورؐ نے کیا تو میں اس کی نہ کوئی بات سُنتا اور نہ مانتا۔ آپ نے ان کی یہ شرط بھی مان لی تھی کہ جو کافر (مسلمان ہوکر) مسلمانوں کے پاس جلئے گا مسلمان اسے واپس کردیں گے۔ اور جو مسلمان نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ کافر ہوکر) کافروں کے پاس جائے گا۔ کافر اسے واپس نہیں کریں گے۔[2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں فتح حُدَیبیہ سے بڑی کوئی فتح نہیں ہے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اوران کے رَبّ کے درمیان جو مُعاملہ تھا لوگ اسے سمجھ نہ سکے۔ بندے جلد بازی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی طرح جلد بازی نہیں کرتے بلکہ (اپنی

---

[1] اخرجہ ابن عساکر و ابن ابی شیبۃ کما فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۸۸) واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ من وجہ آخر بطولہ عن عروۃ کما فی کنز العمال ایضا (ج ۵ ص ۲۹۰) واخرجہ البیھقی (ج ۹ ص ۲۲۱) عن موسی بن عقبۃ رضی اللہ عنہ بنحوہ [2] اخرجہ ابن سعد کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۸۶) وقال سندہ صحیح۔

ترتیب اور ارادے کے مطابق، ہر کام کو اپنے مقرر کردہ وقت پر کرتے ہیں۔ یہ منظر بھی میرے سامنے ہے کہ حَجَّۃُ الوَدَاع کے موقع پر حضرت سُہَیل بن عَمرو قربان گاہ میں کھڑے ہو کر قربانی کی اُونٹنیاں حضورؐ کے قریب کر رہے تھے اور حضورؐ ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے تھے پھر آپ نے نائی کو بلا کر اپنے بال منڈوائے تو میں نے دیکھا کہ حضرت سُہیل حضورؐ کے بالوں کو چُن چُن کر اپنی آنکھوں پر رکھ رہے تھے اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ وہی سُہیل ہیں جنہوں نے صلح حُدَیبیہ کے موقع پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے اور مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے (معاہدہ نامہ میں) لکھے جانے سے انکار کر دیا تھا (یہ دیکھ کر) میں نے اس اللہ کی تعریف کی جس نے ان کو اسلام کی ہدایت دی۔[1]

حضرت عَمرو بن العَاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے اسلام لانے کا قصّہ

حضرت عَمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب ہم غَزوۂ خَندق سے واپس آئے تو میں نے قریش کے ان لوگوں کو جمع کیا جو میری رائے سے اِتفاق کیا کرتے تھے، اور میری بات سُنا کرتے تھے۔ میں نے ان سے یہ کہا اللہ کی قسم! تم لوگ جانتے ہو کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مُحمّد (عَلَیْہِ السَّلام) کا دین تمام دینوں پر بُری طرح غالب آتا جا رہا ہے۔ مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے تم لوگوں کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا وہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائیں اور وہیں رہا کریں۔ پھر اگر مُحمّد (عَلَیْہِ السَّلام) ہماری قوم پر غالب آگئے تو اس وقت ہم نجاشی کے پاس ہوں گے۔ کیونکہ نجاشی کے ماتحت ہو کر رہنا ہمیں مُحمّد (عَلَیْہِ السَّلام) کے ماتحت ہو کر رہنے سے زیادہ پسند ہے اور اگر ہماری قوم غالب آگئی تو ہم جانے پہچانے لوگ ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ بھلائی کا ہی معاملہ کریں گے۔ سب نے کہا یہ تو بہت اچھی رائے ہے۔ میں نے کہا اس کو دینے کے لئے کچھ ہدیے جمع کر لو۔ نجاشی کو ہمارے ہاں کے چمڑے کا ہدیہ سب سے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۸۶)

زیادہ پسند تھا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے یہاں کا تیار شدہ چمڑا کثیر تعداد میں جمع کیا۔ پھر ہم مکہ سے چلے اور اس کے پاس پہنچ گئے۔ اللہ کی قسم! ہم وہاں ہی تھے کہ اتنے میں عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ وہاں آئے اور حضورؐ نے ان کو نجاشی کے پاس حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بھیجا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن امیہ نجاشی کے پاس ملنے گئے اور پھر وہاں سے باہر آئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ہیں۔ اگر میں نجاشی کے پاس جاکر ان سے ان کو مانگ لوں اور وہ مجھے یہ دے دیں اور میں ان کی گردن اڑا دوں تو قریش یہ سمجھیں گے کہ میں نے محمد (علیہ السلام) کے قاصد کو قتل کرکے ان کا بدلہ لے لیا ہے۔ چنانچہ میں نے نجاشی کے دربار میں جاکر نجاشی کو سجدہ کیا جیسے میں پہلے کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا خوش آمدید ہو میرے دوست کو۔ اپنے علاقہ سے میرے لئے کچھ ہدیہ لائے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اے بادشاہ! میں آپ کے لئے ہدیہ میں بہت سے چمڑے لایا ہوں چنانچہ میں نے وہ چمڑے اس کے سامنے پیش کئے۔ وہ اسے بہت پسند آئے کیونکہ وہ اس کی مرضی کے مطابق تھے۔ پھر میں نے اس سے کہا اے بادشاہ! میں نے ایک آدمی کو آپ کے پاس سے نکلتا ہوا دیکھا ہے وہ ہمارے دشمن کا قاصد ہے آپ اسے میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اسے قتل کر دوں۔ کیونکہ اس نے ہمارے سرداروں اور معزز لوگوں کو قتل کیا ہے (یہ سنتے ہی) نجاشی کو ایک دم غصہ آگیا اور اس نے غصہ کے مارے اپنا ہاتھ اپنی ناک پر اس زور سے مارا کہ میں سمجھا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی ہے اور ڈر کے مارے میرا یہ حال تھا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس میں گھس جاتا۔ پھر میں نے کہا اے بادشاہ! اللہ کی قسم اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہ بات آپ کو ناگوار گزرے گی تو میں آپ سے اسے بالکل نہ مانگتا۔ نجاشی نے کہا تم مجھ سے اس آدمی کے قاصد کو مانگ کر قتل کرنا چاہتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر (جبرائیل علیہ السلام) آتے ہیں جو موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا کرتے تھے۔ میں نے کہا اے بادشاہ! کیا وہ ایسے ہی ہیں؟ اس نے کہا تیرا ناس ہو۔ اے عمرو! میری بات مان لے اور ان کا اتباع کرلے کیونکہ وہ حق پر ہیں اور وہ اپنے مخالفوں پر ایسے غالب آئیں گے جیسے حضرت موسیٰ بن عمران فرعون اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے۔ میں نے کہا کیا تم مجھے ان کی طرف سے اسلام پر بیعت کر دگے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا دیا اور میں ان کے ہاتھ اسلام پر بیعت ہوگیا پھر میں اپنے ساتھیوں کے

پاس باہر آیا تو میری رائے بدل چکی تھی۔ اپنے ساتھیوں سے میں نے اپنا اسلام چھپائے رکھا پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لانے کے ارادے سے میں وہاں سے چل پڑا۔ راستے میں مجھے حضرت خالد بن ولید ملے۔ وہ مکہ سے آرہے تھے۔ یہ واقعہ فتح مکہ سے کچھ پہلے کا ہے۔ میں نے کہا اے ابوسلیمان! کہاں (جا رہے ہو) انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بات واضح ہو گئی ہے اور یہ آدمی یقیناً نبی ہیں اللہ کی قسم! میں (ان کے پاس) مسلمان ہونے جا رہا ہوں۔ کب تک (ہم) اِدھر اُدھر بھاگتے رہیں گے، میں نے کہا اللہ کی قسم، میں بھی مسلمان ہونے جا رہا ہوں۔ چنانچہ ہم دونوں مدینہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت خالد بن ولید آگے بڑھ کر مسلمان ہوئے اور انہوں نے حضورؐ سے بیعت کی۔ پھر میں نے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں۔ آئندہ کے گناہوں کے متعلق مجھے خیال نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! بیعت ہو جاؤ کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ سے بیعت ہو گیا پھر واپس آگیا۔[1]

اس روایت کو بیہقی نے واقدی کے حوالے سے زیادہ مفصل اور زیادہ بہتر طریقہ سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے۔ پھر میں (حبشہ سے) چل دیا۔ یہاں تک کہ جب میں ہدّہ مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دو آدمی ذرا کچھ آگے جا کر پڑاؤ ڈال رہے ہیں ایک خیمہ کے اندر ہے اور دوسرا دونوں سواریوں کو تھامے ہوئے ہے۔ غور سے دیکھنے سے پتہ چلا کہ یہ تو خالد بن ولید ہیں۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا محمد (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے کیونکہ سارے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ کوئی ڈھنگ کا آدمی باقی نہیں رہا۔ اگر ہم یوں ہی ٹھہرے رہے تو ہماری گردن کو ایسے پکڑ لیا جائے گا جیسے کہ بھٹ میں بجّو کی گردن پکڑ لی جاتی ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میرا بھی محمد (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے اور میں بھی مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے خیمہ سے باہر آکر مجھے خوش آمدید کہا پھر ہم سب وہیں ٹھہر گئے۔ پھر ہم ایک ساتھ ہی مدینہ آئے۔ مجھے اس آدمی کی بات نہیں

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۴۲) اخرجہ ایضاً احمد والطبرانی عن عمرو نحوہ مطولا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۵۱) ورجالہما ثقات انتہی۔

بھولتی ہے جو ہمیں بیرِ ابوعتبہ کے پاس ملا۔ وہ یَارَباح یَارَباح یَارَباح! کہہ کر اپنے غلام کو پکار رہا تھا (رَباح اس کے غلام کا نام تھا لیکن اس کا لفظی ترجمہ نفع ہے) ہم نے اس کے ان الفاظ سے نیک فال لی۔ اور ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ پھر اس نے ہمیں دیکھ کر کہا ان دو (سرداروں) کے بعد مکہ نے اپنی قیادت ہمیں دے دی ہے۔ وہ یہ کہہ کر میری اور حضرت خالد بن ولید کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور وہ آدمی دوڑتا ہُوا مسجد گیا مجھے خیال ہُوا کہ یہ حُضورؐ کو ہمارے آنے کی خوشخبری سنانے گیا ہے چنانچہ ایسے ہی ہُوا۔ ہم نے اپنے اُونٹ مقامِ حَرّہ میں بٹھائے اور اپنے صاف سُتھرے کپڑے پہنے۔ پھر عصر کی اذان ہو گئی۔ ہم چل کر آپ کی خدمت میں آپہنچے آپ کا چہرہ مبارک (خوشی سے) چمک رہا تھا اور آپ کے چاروں طرف مسلمان بیٹھے ہوئے تھے جو ہمارے مسلمان ہونے سے بڑے خوش ہو رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید آگے بڑھ کر حُضورؐ سے بیعت ہوئے۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ آگے بڑھ کر بیعت ہوئے۔ پھر میں آگے بڑھا اللہ کی قسم! جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں شرم کی وجہ سے اپنی نگاہ نہ اُٹھا سکا اور مَیں نے آپ سے اس شرط پر بیعت کی کہ میرے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں اور بعد میں ہونے والے گناہوں کا مجھے خیال نہ آیا۔ آپ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے والے تمام گناہ مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے والے تمام گناہ مٹا دیتی ہے۔ اللہ کی قسم! جب سے ہم دونوں میں اور خالد بن ولید مسلمان ہوئے اس وقت سے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کسی بھی پریشان کُن اَمر میں اپنے کسی صحابی کو ہمارے برابر کا نہیں سمجھا[1]

حضرت خَالِد بن وَلِید رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے اسلام لانے کا قِصّہ

حضرت خالد رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا فرما دیا اور ہدایت کا راستہ میرے سامنے کُھل گیا اور مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ مُحَمَّد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے

---

[1] کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۳۷)

خلاف تمام لڑائیوں میں شریک ہُوا ہوں لیکن ہر لڑائی سے واپسی پر مجھے یہ خیال آتا تھا کہ میں یہ ساری بھاگ دوڑ بے فائدہ کر رہا ہوں اور یقیناً محمّد (علیہ السلام) غالب ہو کر رہیں گے۔
جب حضورؐ حُدَیبیہ کے لیئے روانہ ہوئے تو میں مشرکوں کے سواروں کا ایک دستہ لے کر نکلا اور عُسفان میں میرا حضورؐ اور صحابہؓ سے سامنا ہو گیا اور میں آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا میں نے آپ سے کچھ چھیڑ چھاڑ کرنی چاہی۔ آپ ہمارے سامنے اپنے صحابہؓ کو ظہر کی نماز پڑھانے لگے۔ ہم نے سوچا کہ ہم نماز کے دوران ہی آپ پر حملہ کر دیں لیکن ہم کسی فیصلہ تک نہ پہنچ سکے اس لیئے ہم نے حملہ نہ کیا اور اسی میں خیر تھی۔ آپ کو ہمارے اس ارادہ کا پتہ چل گیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتا دیا) چنانچہ آپ نے اپنے صحابہؓ کو عصر کی نماز صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر پڑھائی۔ اس بات کا ہمارے دلوں پر بہت اثر پڑا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس آدمی کی حفاظت کا مستقل (غیبی) انتظام ہے۔ آپ ہم سے ایک طرف ہو گئے اور ہمارے گھوڑوں کا راستہ چھوڑ کر دائیں طرف چلے گئے۔ جب آپ نے حُدَیبیہ میں قریش سے صُلح کر لی اور قریش نے آپ کو زبانی جمع خرچ سے واپس کر کے اپنی جان بچائی تو میں نے اپنے دل میں کہا۔ اب کونسی چیز باقی رہ گئی ہے؟ اب میں کہاں جاؤں نجاشی کے پاس؟ نجاشی نے تو محمّد (علیہ السلام) کا اتباع کر لیا ہے اور ان کے صحابہؓ اس کے پاس امن سے رہ رہے ہیں۔ کیا میں ہرقل کے پاس چلا جاؤں؟ تو مجھے اپنا دین چھوڑ کر نصرانیت یا یہودیت کو اختیار کرنا پڑے گا اور عجم میں رہنا پڑے گا۔ یا اپنے وطن میں باقی لوگوں کے ساتھ رہتا رہوں۔ میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ اچانک حضورؐ عمرہ کی قضا کرنے کے لیئے مکہ میں تشریف لے آئے میں مکہ سے غائب ہو گیا اور آپ کی آمد پر میں حاضر نہیں ہُوا اور میرے بھائی ولید بن ولید بھی حضورؐ کے ساتھ اس عُمرہ میں مکہ آئے۔ انہوں نے مجھے بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا تو انہوں نے مجھے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اَمّا بعد۔ ابھی تک اسلام لانے کی تمہاری رائے نہیں بنی۔ اس سے زیادہ عجیب بات میں نے کوئی نہیں دیکھی۔ حالانکہ تم بہت عقلمند ہو۔ اسلام جیسے مذہب سے بھی کوئی ناواقف رہ سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تھا کہ خالد کہاں ہیں؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ان کو ضرور لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا خالد جیسا آدمی بھی اب تک اسلام سے ناواقف ہے۔ اگر وہ اپنی ساری قوت اور محنت

مسلمانوں کے ساتھ لگا دیتے تو ان کے لیئے زیادہ بہتر تھا اور ہم ان کو دوسروں سے آگے رکھتے اے میرے بھائی! خیر کے بہت سے موقع تم سے رہ گئے اب تو ان کی تلافی کرلو۔"

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنے بھائی کا خط ملا تو میرے دل میں مدینہ جانے کا ایک شوق پیدا ہوا اور اسلام کی رغبت بڑھنے لگی۔ اور مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ حضورؐ نے میرے بارے میں پوچھا اور اس زمانے میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک قحط زدہ اور تنگ علاقہ میں ہوں۔ اور میں وہاں سے نکل کر ایک سرسبز اور وسیع علاقے میں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے کہا یہ سچا خواب معلوم ہوتا ہے۔ جب میں مدینہ آیا تو میں نے کہا اس خواب کا حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے ضرور تذکرہ کروں گا۔ (چنانچہ میں نے ان سے اس خواب کا ذکر کیا تو) انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ علاقے کی تنگی سے مُراد وہ شرک ہے جس میں تم مبتلا تھے اور اس تنگ علاقہ سے نکلنے سے مراد اللہ کی طرف سے اسلام کی ہدایت کا مل جانا ہے جب میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضری کا پختہ ارادہ کرلیا تو میں نے سوچا کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضری کے لیئے کس کو اپنے ساتھ لوں (اس سلسلے میں میں صَفوان بن اُمَیّہ کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا اے ابو وہب! کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم کس حال میں ہیں؟ ہماری تعداد داڑھوں کی طرح سے کم ہوتی جا رہی ہے اور مُحَمّد (عَلَیْہِ السلام) عرب وعجم پر غالب آتے جا رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں مُحَمّد (عَلَیْہِ السلام) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا اِتباع کرلینا چاہیئے کیونکہ مُحَمّد (عَلَیْہِ السلام) کی عزت ہماری عزت ہے لیکن صَفوان نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے علاوہ اور کوئی بھی نہ بچا تو بھی میں ان کا اِتباع ہرگز نہیں کروں گا۔ میں اسے چھوڑ کر چل دیا اور میں نے کہا اس آدمی کے بھائی اور والد کو بدر میں قتل کیا گیا تھا (اس لیئے یہ نہیں مان رہے ہیں) پھر میری عِکرمہ بن ابی جَہل سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے وہی بات کی جو صَفوان بن اُمَیّہ سے کی تھی۔ انہوں نے صفوان بن اُمَیّہ جیسا جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا میری اس بات کو چھپائے رکھنا۔ انہوں نے کہا اچھا کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ پھر میں اپنے گھر گیا اور اپنی سواری کو تیار کروایا میں اس کو لے کر چل پڑا تو راستہ میں میری عُثمان بن طَلحہ سے ملاقات ہوئی میں نے کہا یہ میرا دوست ہے لاؤ اس سے بھی اپنی بات کر کے دیکھوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اس کے آباؤ اَجداد بھی (مسلمانوں کے ہاتھوں) قتل ہو چکے ہیں تو ان سے ذکر کرنے کو مناسب

نہ سمجھا پھر میں نے کہا ان سے ذکر کرنے میں کیا حرج ہے؟ میں تو اب جا ہی رہا ہوں۔ چنانچہ (اسلام کے خلاف) ہماری محنت کا جو نتیجہ نکل رہا ہے وہ میں نے ان کو بتایا اور میں نے یہ بھی کہا ہماری مثال اس لومڑی کی سی ہے جو کسی سوراخ میں گھس گئی ہو تو اگر اس سوراخ میں ایک ڈول بھی پانی ڈال دیا جائے تو لومڑی کو نکلنا پڑے گا۔ پہلے دونوں ساتھیوں سے میں نے جو بات کی ایسی ہی ان سے بھی کی۔ وہ فوراً مان گئے۔ میں نے ان سے کہا میں تو آج ہی جانا چاہتا ہوں اور میری سواری فخ مقام پر تیار بیٹھی ہے۔ ہم دونوں نے آپس میں (مکہ سے باہر) مقام یاجج پر اکٹھا ہونا طے کیا کہ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو وہ میرا وہاں انتظار کریں گے اور اگر میں ان سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو میں ان کا انتظار کروں گا۔ چنانچہ صبح سحری کے وقت ہم لوگ گھروں سے نکلے اور طلوع فجر سے پہلے ہی ہم لوگ مقام یاجج پر جمع ہو گئے۔ پھر وہاں سے ہم دونوں روانہ ہوئے۔ جب ہم ہدہ مقام پر پہنچے تو وہاں ہمیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے کہا تم لوگوں کو خوش آمدید ہو۔ ہم نے کہا تمہیں بھی خوش آمدید ہو۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا تم گھر سے کس ارادے سے چلے ہو؟ انہوں نے کہا آپ لوگ گھر سے کس ارادے سے چلے ہو؟ ہم نے کہا ہمارا ارادہ تو اسلام میں داخل ہونے کا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنے کا ہے۔ انہوں نے کہا میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں اب ہم تینوں ساتھ ہو لیئے اور مدینہ جا پہنچے اور حرہ میں اپنی سواریاں بٹھا دیں۔ حضورؐ کو ہمارے آنے کی خبر ملی جس سے آپ بہت خوش ہوئے۔ میں نے اپنے صاف ستھرے کپڑے پہنے اور حضور کی جانب چل پڑا۔ راستہ میں میرے بھائی مجھے ملے۔ انہوں نے کہا جلدی کرو حضورؐ کو تمہاری خبر مل چکی ہے اور وہ تمہارے آنے سے خوش ہیں اور تم لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم تیز چلنے لگے۔ جب میں نے آپ کو دور سے دیکھا تو آپؐ مجھے دیکھ کر مسکراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے قریب آ کر یا نبی اللہ کہہ کر سلام کیا۔ آپؐ نے کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ میں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔

اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ آپؐ نے فرمایا آگے آؤ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے تم کو ہدایت دی۔ تمہاری عقل و سمجھ کو دیکھ کر مجھے یہی اُمید تھی کہ تمہیں خیر ہی کی توفیق ملے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جن لڑائیوں میں آپ کے مقابلہ میں حق کے خلاف لڑا ہوں مجھے ان کا بہت خیال آ رہا ہے۔ آپؐ میرے

یئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کر دے۔ آپؐ نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔ مَیں نے کہا آپؐ اس کے باوجود میرے لئے دعا فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے خالد بن ولیدؓ جتنی بھی کوشش اور محنت کی ہے اسے معاف فرما دے پھر حضرت عثمان اور حضرت عَمرو رضی اللہ عنہما آگے بڑھ کر حضورؐ سے بیعت ہوئے۔ ہم لوگ صفر ۸ ہجری کو مدینہ آئے تھے۔ اللہ کی قسم! ضروری اور مشکل اُمور میں حضورؐ اپنے صحابہؓ میں سے کسی کو میرے برابر قرار نہ دیتے تھے[1]

فتحِ مکّہ زادہا اللہ تشریفاً کا قِصّہ

حضرت ابنِ عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنہما فرماتے ہیں۔ حُضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم (مدینہ سے) روانہ ہوئے اور اپنے پیچھے حضرت ابورُہم کلثوم بن حُصَین غِفاری رَضِی اللہ عَنہ کو مدینہ کا امیر بنایا۔ آپ دس رمضان کو روانہ ہوئے۔ آپؐ نے بھی روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ روزہ رکھا۔ عُسفان اور اَمَج کے درمیان کَدِید نامی چشمے پر پہنچ کر روزے رکھنے چھوڑ دیئے پھر وہاں سے چل کر دس ہزار مسلمانوں کی ہمراہی میں مَرُّالظّہران مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ مُزَینَہ اور سُلَیم کے ایک ہزار آدمی بھی تھے ہر قبیلہ سامان اور ہتھیار سے لیس تھا۔ اس سفر میں تمام مہاجرین اور انصار حضورؐ کے ساتھ تھے۔ ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا تھا۔ قریش کو پتہ بھی نہ چلا اور آپ مَرّالظّہران پہنچ گئے۔ حُضورؐ کی کوئی خبر ان تک نہ پہنچ سکی اور وہ یہ جان نہ سکے کہ حُضورؐ کیا کرنے والے ہیں۔ ابوسُفیان بن حَرب اور حکیم بن حزام اور بُدَیل بن وَرقاء اس رات معلومات حاصل کرنے اور دیکھ بھال کرنے کی غرض سے نکلے کہ کہیں سے کچھ پتہ چلے یا کسی سے کوئی خبر سُنیں۔ حضرت عبّاس بن عَبدُالمُطّلب رَضِی اللہ عَنہ راستہ میں حُضورؐ کے ساتھ مل گئے تھے۔ ابوسُفیان بن حَارث بن عَبدُالمُطّلب (حُضورؐ کے چچا زاد بھائی) اور عبداللہ بن ابی اُمَیّہ بن مُغِیرہ (حُضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور آپؐ کی

---

[1] اخرجہ الواقدی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۳۸) و اخرجہ ایضاً ابن عساکر نحوہ مطولاً کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۳۰)

زوجہ محترمہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) مدینہ اور مکہ کے درمیان حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ ان دونوں نے آپؐ کی خدمت میں حاضری کی درخواست کی۔ حضرت اُم سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کی سفارش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں سے ایک تو آپؐ کا چچازاد بھائی ہے اور دوسرا آپؐ کا پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی رشتہ دار (سالا) ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس چچازاد بھائی نے تو مجھے مکہ میں بہت ہی بے عزت کیا تھا اور اس پھوپھی زاد بھائی اور سالے نے مکہ میں بہت سخت باتیں کہی تھیں۔ جب ان دونوں کو حضورؐ کے اس جواب کا پتہ چلا تو ابوسفیان کی گود میں اس کا ایک چھوٹا بیٹا تھا تو اس نے کہا یا تو حضورؐ مجھے (اپنی خدمت میں حاضری کی) اجازت دے دیں نہیں تو میں اپنے اس بیٹے کی انگلی پکڑ کر جنگل کو نکل جاؤں گا اور وہیں کہیں بھوکے پیاسے ہم دونوں مر جائیں گے۔ جب یہ بات حضورؐ تک پہنچی تو آپؐ کو ان دونوں پر ترس آگیا۔ آپؐ نے ان دونوں کو آنے کی اجازت دے دی۔ وہ دونوں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ جب حضورؐ مرّ الظہران میں ٹھہرے ہوئے تھے تو حضرت عباسؓ نے کہا ہائے قریش کی ہلاکت۔ اگر حضورؐ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور مکہ والوں نے حضورؐ سے امن طلب نہ کیا تو قریش ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے سفید خچر پر سوار ہو کر چلا یہاں تک کہ میں اراک مقام پر پہنچ گیا میں نے سوچا شاید مجھے کوئی لکڑیاں چننے والا یا دودھ والا یعنی چرواہا یا کوئی ضرورت سے آیا ہوا آدمی مل جائے جو مکہ جا کر حضورؐ کی آمد کی ان کو خبر دے دے تاکہ وہ حضورؐ کے فاتحانہ داخل ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امن لے لیں۔ میں خچر پر چلا جا رہا تھا اور کسی آدمی کی تلاش میں تھا کہ اتنے میں مجھے ابوسفیان اور بُدیل بن ورقاء کی آواز سنائی دی۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے آج تک نہ اتنی بڑی تعداد میں جلتی ہوئی آگ دیکھی اور نہ کبھی اتنا بڑا لشکر دیکھا۔ بُدیل کہہ رہا تھا اللہ کی قسم یہ آگ قبیلہ خزاعہ کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ لڑائی کے ارادے سے نکلے ہیں ابوسفیان نے جواب دیا کہ خزاعہ کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ وہ اتنی جگہ آگ جلائیں اور ان کا اتنا بڑا لشکر ہو۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا۔ میں نے ان کو آواز دی اے ابوحنظلہ! انہوں نے میری آواز پہچان لی اور کہا

تم ابوالفضل ہو. میں نے کہا. ہاں ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں. اس وقت تم یہاں کیسے؟ میں نے کہا اے ابوسفیان! تیرا ناس ہو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر آئے ہوئے ہیں. اللہ کی قسم! ہائے قریش کی ہلاکت! اس نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں. اب بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا اگر تم ان کے ہاتھ لگ گئے تو تمہاری گردن ضرور اڑا دی جائے گی. تم میرے ساتھ اس خچر پر سوار ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں حضورؐ کی خدمت میں لے جاکر تمہیں ان سے امن دلوا دوں. چنانچہ اس کے دونوں ساتھی تو واپس چلے گئے اور وہ میرے پیچھے سوار ہو گئے. میں ابوسفیان کو تیزی سے لے کر چلا. جب بھی مسلمانوں کی کسی آگ کے پاس سے گزرتا وہ پوچھتے یہ کون ہے؟ لیکن حضورؐ کے خچر کو دیکھ کر کہتے یہ تو حضورؐ کے چچا حضورؐ کے خچر پر جا رہے ہیں. یہاں تک کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آگ کے پاس سے گزرنے لگا تو حضرت عمر نے پوچھا یہ کون ہے؟ اور کھڑے ہو کر میرے پاس آگئے جب انہوں نے میرے پیچھے خچر پر ابوسفیان کو دیکھا تو کہنے لگے. یہ تو اللہ کا دشمن ابوسفیان ہے. اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے تم پر قابو دے دیا ہے اور اس وقت ہمارا تمہارا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے اور وہ حضورؐ کی طرف دوڑ پڑے اور میں نے بھی خچر کو ایڑ لگائی اور میں ان سے آگے نکل گیا اور ظاہر ہے کہ سوار پیدل آدمی سے آگے نکل ہی جاتا ہے. آگے جاکر میں خچر سے کود پڑا اور حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گیا. اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آگئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان ہے جس پر اللہ نے قابو دے دیا اور اس کا ہمارا کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے. آپؐ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں. میں نے کہا یا رسول اللہ! میں ان کو پناہ دے چکا ہوں. پھر میں نے حضورؐ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا اللہ کی قسم! آج رات تو بس میں اکیلے ہی ان سے بات چیت کروں گا. جب حضرت عمرؓ نے ان کے بارے میں زیادہ زور لگایا تو میں نے کہا اے عمر بس کرو. اگر یہ بنو عدی بن کعب خاندان میں سے ہوتے تو تم اتنی باتیں نہ کرتے لیکن تمہیں پتہ ہے یہ بنو عبد مناف میں سے ہے (اس لئے اتنا زور لگا رہے ہو) انہوں نے کہا اے عباس! ٹھہرو تمہارے اسلام لانے سے مجھے جتنی خوشی ہوئی اگر میرا باپ اسلام لاتا تو اتنی خوشی نہ ہوتی. اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارا اسلام لانا حضورؐ کے لئے میرے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ باعث خوشی

تھا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے عبّاس! اس وقت تو تم ان کو اپنی قیام گاہ میں لے جاؤ صبح میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ ان کو میں اپنی قیام گاہ پر لے آیا۔ انہوں نے میرے پاس رات گزاری صبح میں ان کو حضورؐ کی خدمت میں لے گیا۔ ان کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو۔ کیا تمہارے لئے ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ تو بہت بزرگ اور بہت حلم والے اور بہت زیادہ جوڑ لینے والے ہیں، اب تو مجھے یقین ہو گیا کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہوتا تو میرے کسی کام تو آتا۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوسفیان! تیرا بھلا ہو کیا تمہارے لئے ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم اس بات کا یقین کر لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپؐ تو بہت بزرگ اور بہت حلم والے اور بہت زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔ اس کے بارے میں ابھی تک دل میں کچھ کھٹک ہے۔ حضرت عبّاس نے کہا اے ابوسفیان! تیرا ناس ہو مسلمان ہو جاؤ اور قبل اس کے کہ تمہاری گردن اڑا دی جائے تم کلمہ شہادت:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پڑھ لو۔ چنانچہ ابوسفیان نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان اپنے لئے اعزاز و افتخار پسند کرتے ہیں ان کو آپؐ کوئی خاص رعایت دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے جو اپنے دروازے کو بند کر لے گا اسے امن ہے اور جو مسجد (حرام) میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے۔ جب حضرت ابوسفیان واپس ہونے لگے تو حضورؐ نے فرمایا اے عبّاس! ان کو لے جا کر وادی میں اس جگہ کھڑا کر دو جہاں پہاڑ کا کچھ حصہ ناک کی طرح سے آگے نکلا ہوا ہے (وہ جگہ پہاڑوں کے درمیان تنگ تھی) تاکہ یہ وہاں سے تمام لشکروں کو گزرتے ہوئے دیکھیں۔ چنانچہ میں ان کو لے کر گیا اور وادی کی اس تنگ گھاٹی میں لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں کا حضورؐ نے فرمایا تھا۔ وہاں سے قبائل اپنے جھنڈے لے کر گزرنے لگے جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا تو ابوسفیان پوچھتے کہ یہ کون لوگ ہیں اے عبّاس؟ میں کہتا یہ بنو سُلَیْم ہیں وہ کہتے مجھے بنو سُلَیْم سے کیا واسطہ۔ پھر کوئی قبیلہ گزرتا وہ کہتے یہ کون لوگ ہیں؟ میں کہتا یہ مُزَیْنَہ ہیں۔ وہ کہتے مجھے مُزَیْنَہ سے کیا واسطہ۔ یہاں تک کہ تمام قبیلے گزر گئے۔ جو بھی قبیلہ گزرتا وہ پوچھتے یہ کون لوگ ہیں؟

میں کہتا یہ بنو فلاں ہیں۔ وہ کہتے ان سے مجھے کیا واسطہ۔ یہاں تک کہ حضورؐ لوہے سے لیس سیاہ دستہ میں گزرے۔ ان میں مہاجرین اور انصار تھے۔ ان کی آنکھوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہ آتا تھا (یعنی سب نے خود اور زِرہیں پہن رکھی تھیں اور ہر طرح کے ہتھیار لگا رکھے تھے) تو انہوں نے (حیران ہو کر) کہا سُبحَانَ اللّٰہ! یہ کون لوگ ہیں۔ اے عباسؓ؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مہاجرین اور انصار میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا اے ابوالفضل! اللہ کی قسم! ان سے مقابلہ کی تو کسی میں ہمت اور طاقت نہیں ہے۔ آج تو تمہارے بھتیجے کی بادشاہت بہت بڑی ہو گئی ہے۔ میں نے کہا (یہ بادشاہت نہیں ہے) یہ نبوّت ہے۔ انہوں نے کہا ہاں یہی (نبوّت ہی) ہی۔ میں نے کہا اب تو اپنی قوم کی جا کر فکر کرو۔ چنانچہ وہ گئے اور مکہ میں پہنچ کر اونچی آواز سے یہ اعلان کیا اے قریش! یہ محمدؐ تمہارے ہاں اتنا بڑا لشکر لے کر آ رہے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے ہو لہٰذا جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اسے امن مل جائے گا (اس اعلان پر غصہ ہو کر) ان کی بیوی ہند بنتِ عُتبہ نے کھڑے ہو کر ان کی مونچھیں پکڑ لیں اور کہنے لگی اس کالے کلوٹے کمینے کو قتل کر دو (ان کو دشمن کی جاسوسی کے لئے بھیجا تھا) یہ تو بڑی بُری خبر لانے والا ہے۔ انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو۔ اس عورت کی باتوں سے دھوکے میں نہ آجانا کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ محمد (عَلَیْہِ السَّلام) ایسا لشکر لے کر آئے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔ جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اسے امن مل جائے گا۔ لوگوں نے کہا تیرا ناس ہو کیا تمہارا گھر ہم سب کو کافی ہو جائے گا؟ انہوں نے کہا اور جو اپنا دروازہ بند کرے گا اسے بھی امن ہے اور جو مسجدِ (حرام) میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امن ہے (یہ سن کر) تمام لوگ اپنے گھروں اور مسجد کو دوڑ پڑے[1]

ابنِ عساکر نے بھی واقدی کے حوالہ سے حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے طبرانی کی پچھلی حدیث جیسی حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابوسفیان (حضورؐ کے پاس سے) چلے گئے تو حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو فرمایا انہیں لے جا کر وادی کی اس تنگ جگہ میں کھڑا کر دو جہاں پہاڑ کا کچھ حصہ ناک کی طرح آگے نکلا ہوا ہے تاکہ یہ وہاں سے اللہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۶۷) رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح انتہٰی واخرجہ ایضا البیہقی بطولہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۹۱)

کے لشکروں کو گزرتا ہوا دیکھ لیں. حضرت عبّاس فرماتے ہیں عام راستہ کو چھوڑ کر میں نے ان کو وادی کی اس جگہ پر لے جاکر کھڑا کر دیا. جب میں نے وہاں جاکر ان کو روک لیا تو انہوں نے کہا اے بنی ہاشم! کیا مجھے دھوکہ دینا چاہتے ہو؟ (وہ سمجھے کہ شاید مجھے یہاں روک کر مارنا چاہتے ہیں) حضرت عبّاس نے فرمایا اہلِ نبوّت دھوکہ نہیں دیا کرتے. میں تو تمہیں کسی ضرورت سے یہاں لایا ہوں. حضرت ابوسفیان نے کہا تم نے مجھے شروع میں کیوں نہیں بتا دیا کہ تم مجھے کسی ضرورت سے یہاں لانا چاہتے ہو تاکہ میرا دل مطمئن رہتا. حضرت عبّاس نے کہا میرا خیال نہیں تھا کہ تم اس طرح سوچو گے. حضورؐ اپنے صحابہؓ کے لشکر کی ترتیب دے چکے تھے. ہر قبیلہ اپنے امیر کے ہمراہ گزرنے لگا اور ہر دستہ اپنا جھنڈا لہراتا ہوا جا رہا تھا. حضورؐ نے سب سے پہلے جس دستے کو بھیجا اس کے امیر حضرت خالد بن ولید تھے. یہ دستہ بنی سُلَیم کا تھا ان کی تعداد ایک ہزار تھی. ان میں ایک چھوٹا جھنڈا حضرت عبّاس بن مرداس کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا چھوٹا جھنڈا حضرت خُفاف بن نُدبہ کے ہاتھ میں تھا اور ایک بڑا جھنڈا حجاج بن علاط نے اٹھا رکھا تھا حضرت ابوسفیان نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت عبّاس نے کہا یہ خالد بن ولید ہیں. حضرت ابوسفیان نے کہا ارے وہی نوعمر لڑکا. انہوں نے کہا ہاں. جب حضرت خالد حضرت عبّاس کے سامنے سے گزرنے لگے اور وہاں ان کے ساتھ حضرت ابوسفیان بھی کھڑے ہوئے تھے تو حضرت خالد کے لشکر نے تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور آگے بڑھ گئے پھر ان کے بعد حضرت زُبیر بن عوّام پانچ سو کے دستے کو لے کر گزرے جن میں کچھ مہاجرین اور کچھ غیر معروف لوگ تھے اور ان کے ساتھ ایک کالا بڑا جھنڈا تھا جب حضرت زُبیر حضرت ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا. حضرت ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عبّاس نے کہا یہ زُبیر بن عوّام ہیں. انہوں نے کہا تمہارے بھانجے؟ حضرت عبّاس نے کہا ہاں، پھر غفار قبیلہ کے تین سو آدمی گزرے جن کا بڑا جھنڈا حضرت ابوذر غفاری نے اٹھا رکھا تھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت ایماء بن رَحضہ نے اٹھا رکھا تھا. ان لوگوں نے بھی حضرت ابوسفیان کے سامنے آکر تین مرتبہ اللہ اکبر بلند آواز سے کہا. انہوں نے پوچھا اے ابوالفضل یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت عبّاس نے کہا یہ بنوغفار ہیں. انہوں نے کہا مجھے بنوغفار سے کیا واسطہ؟ پھر بنو اسلم کے چار سو آدمی گزرے ان کے دو چھوٹے جھنڈے تھے. ایک حضرت بُریدہ بن خُصیب کے ہاتھ میں اور دوسرا حضرت ناجیہ بن اعجم کے ہاتھ میں تھا. انہوں نے بھی حضرت ابوسفیان

کے سامنے پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا بنو اسلم۔ انہوں نے کہا اے ابوالفضل! مجھے بنو اسلم سے کیا واسطہ؟ ہمارے اور ان کے درمیان کبھی کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ حضرت عباس نے کہا یہ مسلمان لوگ ہیں اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ پھر بنو کعب بن عمرو کے پانچ سو آدمی گزرے جن کا جھنڈا حضرت بشر بن شیبان نے اٹھا رکھا تھا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا یہ بنو کعب بن عمرو ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا یہ تو محمد (علیہ السلام) کے حلیف ہیں۔ انہوں نے بھی حضرت ابوسفیان کے سامنے پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر مزینہ قبیلہ کے ایک ہزار آدمی گزرے جن میں سو گھوڑے اور تین چھوٹے جھنڈے تھے۔ جنہیں حضرت نعمان بن مقرن رضی اور حضرت بلال بن حارث رضی اور عبداللہ بن عمرو نے اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے بھی ان کے سامنے آکر بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ حضرت ابوسفیان نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا یہ مزینہ ہیں۔ حضرت ابوسفیان نے کہا اے ابوالفضل! مجھے مزینہ سے کیا واسطہ؟ لیکن یہ بھی پہاڑوں کی چوٹیوں سے ہتھیاروں کو کھٹکھٹاتے ہوئے یہاں میرے سامنے آگئے ہیں۔ پھر جہینہ کے آٹھ سو آدمی اپنے امیروں کے ساتھ گزرے ان کے چار چھوٹے جھنڈے تھے جنہیں ابوزرعہ معبد بن خالد اور سوید بن صخر اور رافع بن مکیث اور عبداللہ بن بدر نے اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے بھی ان کے سامنے پہنچ کر تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ پھر کنانہ بنو لیث اور ضمرہ اور سعد بن بکر کے دو سو آدمی گزرے ان کا جھنڈا ابوواقد لیثی نے اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے بھی ان کے سامنے پہنچ کر تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ حضرت ابوسفیان نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس نے کہا یہ بنو بکر ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا یہ تو بڑے منحوس ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے تو محمد (علیہ السلام) نے ہم پر چڑھائی کی ہے (صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے حضور ﷺ سے معاہدہ کر لیا تھا اور قبیلہ بنو بکر نے قریش سے۔ اور قریش اور بنو بکر نے قبیلہ خزاعہ پر زیادتی کی اور یوں انہوں نے خلاف ورزی کر کے صلح ختم کر دی جس کی وجہ سے حضور ﷺ کو مکہ پر چڑھائی کا جواز مل گیا۔ ابوسفیان اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں) ذرا سنو تو سہی۔ اللہ کی قسم! (قریش نے خزاعہ کے ساتھ جو زیادتی کی تھی) اس کے بارے میں مجھ سے مشورہ نہیں کیا تھا اور نہ مجھے اس کا پتہ چل سکا اور جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار

کیا تھا لیکن جو مقدر میں لکھا تھا وہ ہوگیا۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تم پر چڑھائی میں بھی اللہ نے تمہارے لئے خیر مقدر فرما رکھی ہے۔ یوں تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ گے۔ واقدی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو عمرو بن حماس نے فرمایا کہ بنو لیث اکیلے گزرے ان کی تعداد ڈھائی سو تھی۔ ان کا جھنڈا حضرت صعب بن جثامہ نے نے اٹھا رکھا تھا۔ گزرتے وقت انہوں نے تین مرتبہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حضرت ابوسفیانؓ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا بنو لیث ہیں پھر سب سے آخر میں قبیلہ اشجع گزرا۔ یہ تین سو تھے۔ ان کا ایک جھنڈا حضرت معقل بن سنان کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا نعیم بن مسعود کے ہاتھ میں حضرت ابوسفیانؓ نے کہا یہ لوگ عربوں میں سے حضورؐ کے لیے سب زیادہ سخت تھے حضرت عباسؓ نے کہا اللہ نے اپنے فضل سے اب تو اسلام ان کے دلوں میں داخل کر دیا ہے حضرت ابوسفیانؓ کچھ دیر خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ ابھی تک محمد (علیہ السلام) نہیں گزرے؟ حضرت عباسؓ نے کہا ابھی تک نہیں گزرے۔ جس دستہ میں حضورؐ ہیں۔ اگر تم اس کو دیکھو گے تو تمہیں لوہا ہی لوہا اور گھوڑے ہی گھوڑے اور بڑے بہادر آدمی نظر آئیں گے اور ایسا لشکر دیکھو گے جس کے مقابلہ کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ حضرت ابوسفیانؓ نے کہا اللہ کی قسم! اے ابوالفضل! اب تو مجھے بھی اسی کا یقین ہوگیا ہے اور ان سے مقابلہ کی طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟ جب حضورؐ کا دستہ نمودار ہوا تو ہر طرف لوہا ہی لوہا اور گھوڑوں کے سموں سے اڑنے والا غبار نظر آنے لگا اور لوگ لگاتار گزر رہے تھے حضرت ابوسفیانؓ ہر مرتبہ پوچھتے کیا ابھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں گزرے۔ حضرت عباسؓ کہتے نہیں۔ اتنے میں حضورؐ اپنی قصواء اونٹنی پر گزرے۔ آپؐ کے دائیں بائیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ تھے۔ آپؐ ان دونوں سے بات کر رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سیاہ دستہ میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس میں مہاجرین اور انصار ہیں۔ اس میں چھوٹے بڑے بہت سے جھنڈے ہیں۔ ہر انصاری بہادر کے ہاتھ میں ایک بڑا جھنڈا ہے اور ایک چھوٹا۔ سب لوہے سے ایسے ڈھکے ہوئے ہیں کہ آنکھ کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ حضرت عمرؓ پر لوہا ہی لوہا ہے اور وہ اپنی بلند اور گرجدار آواز سے لشکر کو ترتیب سے چلا رہے ہیں۔ حضرت ابوسفیانؓ نے پوچھا۔ اے ابوالفضل! یہ اونچی آواز سے بولنے والا کون ہے؟ حضرت عباسؓ نے کہا "عمر بن الخطاب" ابوسفیانؓ نے کہا۔

بنوعدی (حضرت عمر کا خاندان) تو بہت کم تھے. بڑے ذلیل تھے. اب توان کی بات بڑی اُونچی ہوگئی حضرت عباسؓ نے کہا اے ابوسفیان! اللہ تعالیٰ جسے چاہیں جیسے چاہیں اُونچا کردیں. حضرت عمرؓ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اسلام نے اُونچا کیا ہے اور راوی کہتے ہیں کہ اس دستہ میں دو ہزار زرہیں تھیں. حضورؐ نے اپنا جھنڈا حضرت سعد بن عُبادہ کو دے رکھا تھا. وہ دستہ کے آگے چل رہے تھے. جب حضرت سعدؓ حضورؐ کا جھنڈا لے کر ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے ان کو آواز دے کر کہا آج کا دن خونریزی کا دن ہے. آج کے دن حرمِ مکہ کی حرمت اُٹھالی جائے گی. آج اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کردیں گے. جب حضورؐ آگے بڑھے اور ابوسفیان کے سامنے پہنچ گئے تو انہوں نے حضورؐ کو پکار کر کہا یارسُولَ اللہ! کیا آپؐ نے اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے؟ سعد اور ان کے ساتھی ہمارے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ گئے ہیں کہ آج کا دن خُونریزی کا دن ہے. آج کے دن حرمِ مکہ کی حُرمت اُٹھالی جائے گی. آج اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کردیں گے. میں آپ کو آپ کی قوم کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں. آپؐ تو لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ پیدا کرنے والے ہیں. حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا یارسولَ اللہ! ہمیں خطرہ ہے کہیں سعد قریش پر حملہ نہ کردیں. حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے ابوسفیان! آج تو رحم کرنے کا دن ہے. آج اللہ تعالیٰ قریش کو عزت دیں گے پھر حضورؐ نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیج کر ان کو معزول کردیا اور فرمایا کہ جھنڈا قیس کو دے دیں. آپؐ نے یہ سوچا کہ جب جھنڈا سعد کے بیٹے قیس کو مل جائے گا تو گویا سعد کے ہاتھ سے جھنڈا نہیں نکلا لیکن حضرت سعد نے فرمایا کہ جب تک حضورؐ کی طرف سے کوئی نشانی نہیں آئے گی وہ جھنڈا نہیں دیں گے. چنانچہ حضورؐ نے ان کے پاس اپنی پگڑی بھیجی جسے پہچان کر حضرت سعد نے جھنڈا اپنے بیٹے قیس کو دے دیا[1]

حضرت ابولیلیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے سفر میں) ہم لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے. حضورؐ نے فرمایا ابوسفیان اس وقت مقام اراک میں ہیں. ہم لوگوں نے وہاں جاکر ان کو پکڑلیا. مسلمان ان کو تلواروں سے گھیرے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں

---

[1] کذا فی کنزالعمال (ج ۵ ص ۲۹۵)

لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا اے ابوسُفیان! تیرا بھلا ہو میں تمہارے پاس دنیا و آخرت دونوں لے کر آیا ہوں تم مسلمان ہو جاؤ سلامتی پا لو گے حضرت عبّاسؓ ان کے دوست تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! ابوسُفیان شہرت پسند ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایک مُنادی کو مکہ بھیج دیا جو یہ اعلان کرے کہ جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اُسے امن ہے اور جس نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اُسے امن ہے اور جو ابوسُفیان کے گھر داخل ہُوا اُسے امن ہے پھر حُضورؐ نے حضرت عبّاسؓ کو ان کے ساتھ بھیجا۔ یہ دونوں جا کر گھاٹی کے کنارے بیٹھ گئے تو وہاں سے بنوسُلیم گزرے۔ ابوسُفیان نے کہا اے عبّاس یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عبّاسؓ نے کہا یہ بنوسُلیم ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بنوسُلیم سے کیا واسطہ؟ پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مہاجرین کو لے کر گزرے۔ تو انہوں نے پوچھا اے عبّاس! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عبّاسؓ نے کہا یہ حضرت علی بن ابی طالب مہاجرین کو لے کر جا رہے ہیں۔ پھر حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَنصار کے ساتھ گزرے۔ انہوں نے پوچھا اے عبّاس! یہ کون ہیں؟ حضرت عبّاسؓ نے کہا یہ لوگ سُرخ موت ہیں (یعنی اپنے دشمن کا خون بہا دینے والے ہیں) یہ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اَنصار ہیں۔ ابوسُفیان نے کہا میں نے کسریٰ اور قیصر کی بادشاہت دیکھی ہے لیکن تمہارے بھتیجے جیسی بادشاہت نہیں دیکھی حضرت عبّاسؓ نے کہا یہ بادشاہت نہیں، یہ تو نبوّت ہے۔[1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مہاجرین اور اَنصار اور اَسلم اور غِفار اور جُہَینہ اور بنوسُلیم کے بارہ ہزار کے لشکر کو لے کر چلے۔ یہ لشکر گھوڑوں پر اس تیزی سے چلا کہ یہ لوگ (مکّہ کے قریب) مَرّ الظّہران پہنچ گئے اور قریش کو پتہ بھی نہ چلا قریش نے تو حکیم بن حِزام اور ابوسُفیان کو (مدینہ) حضورؐ سے بات کرنے کے لئے بھیجا ہوا تھا کہ آپ سے ہماری سلامتی کا عہد و پیماں لے کر آئیں یا اعلانِ جنگ کر کے آئیں۔ انہیں راستہ میں بُدَیل بن وَرقاء ملے تو انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ ابھی یہ لوگ مکہ سے چل کر رات کو اَراک پہنچے ہی تھے تو انہوں نے وہاں بہت سے خیمے اور لشکر دیکھا اور گھوڑوں کے ہِنہنانے کی آوازیں سُنیں تو یہ تینوں ڈر گئے اور بہت گھبرا گئے اور کہنے لگے یہ بنوکعب

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۷۰) رواہ الطبرانی وفیہ حرب بن الحسن الطحان وھو ضعیف وقد وثق انتہی۔

ہیں جو لڑنے کے لیئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ بُدیل نے کہا ان کی تعداد تو بنو کعب سے زیادہ ہے وہ تو سارے مل کر بھی اتنے نہیں ہو سکتے تو کیا ہوازن ہمارے علاقہ میں گھاس کی تلاش میں آگئے ہیں ؟ مگر اللہ کی قسم ! یہ بات بھی معلوم نہیں ہوتی۔ اتنا مجمع تو حاجیوں کا ہوا کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے لشکر سے آگے سوار بھیج رکھے تھے جو جاسوسوں کو گرفتار کرکے لائیں اور (حضورؐ کے حلیف) قبیلہ خُزاعہ والے بھی اسی راستے پر رہتے تھے جو کسی کو جانے نہیں دیتے تھے۔ جب ابو سُفیان اور ان کے ساتھی مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہوئے تو انہیں ان سواروں نے رات کی تاریکی میں گرفتار کر لیا اور انہیں لے کر (مسلمانوں میں) آئے۔ ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو ڈر تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائیگا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ابو سُفیان کی گردن پر زور سے ہاتھ مارا اور سب لوگ ان کو چمٹ گئے اور ان کو حضورؐ کی خدمت میں لے چلے۔ انہیں ڈر تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عبّاس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ان کے جاہلیت میں بڑے گہرے دوست تھے۔ اس لیئے ابو سُفیان نے بلند آواز سے کہا کہ تم لوگ مجھے عبّاس کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے ؟ حضرت عبّاس (آواز سُن کر) آگئے اور انہوں نے ان سے لوگوں کو ہٹایا اور حضورؐ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ ابو سُفیان کو ان کے حوالہ کر دیں اور سارے لشکر میں ابو سُفیان کے آنے کی خبر پھیل گئی۔ حضرت عباس نے رات ہی میں ابو سُفیان کو سواری پر سارے لشکر کا گشت کرایا تمام لشکر والوں نے بھی ابو سُفیان کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر نے ابو سُفیان کی گردن پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا کہ تم مَر کر ہی حضورؐ کی خدمت میں پہنچ سکتے ہو۔ ابو سُفیان نے حضرت عبّاس سے مدد مانگی اور کہا میں تو مارا گیا۔ ابو سُفیان پر لوگوں کے حملہ کرنے سے پہلے ان کو حضرت عبّاس نے اپنی پناہ میں لے لیا۔ جب ابو سُفیان نے دیکھا کہ لوگ اتنے زیادہ ہیں اور سب فرمانبردار ہیں تو کہنے لگے میں نے آج رات جیسا کسی قوم کا مجمع نہیں دیکھا۔ حضرت عبّاس نے ان کو لوگوں کے ہاتھ سے چھڑا کر کہا کہ اگر تم مسلمان نہ ہوئے اور حضورؐ کے رسُول ہونے کی گواہی نہ دی تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ ابوسفیان ہر چند کلمۂ شہادت پڑھنا چاہتے تھے لیکن ان کی زبان چل کر نہ دیتی تھی۔ انہوں نے وہ رات حضرت عبّاس کے ساتھ گزاری۔ ان کے دونوں ساتھی حکیم بن حزام اور بُدیل بن ورقاء حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے

اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان دونوں سے اہلِ مکہ کے حالات پوچھتے رہے۔ جب فجر کی اذان ہوئی تو سب لوگ جمع ہو کر نماز کا انتظار کرنے لگے۔ ابوسفیان نے گھبرا کر پوچھا اے عباس! آپ لوگ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ حضرت عباسؓ نے کہا یہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں تو حضرت عباسؓ ان کو لے کر باہر نکلے۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کو دیکھ کر کہا اے عباس! حضورؐ ان کو جس بات کا بھی حکم دیتے ہیں یہ اسی کو کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے کہا ہاں اگر حضورؐ ان کو کھانے پینے سے روک دیں تو بھی یہ ان کی فرمانبرداری کریں گے۔ ابوسفیان نے کہا اے عباس! حضورؐ سے اپنی قوم کے بارے میں بات کرو کہ کیا وہ ان کو معاف کر سکتے ہیں؟ ابوسفیان کو لے کر حضرت عباسؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ابوسفیان ہیں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے اپنے معبود سے مدد مانگی اور آپ نے اپنے معبود سے مدد مانگی۔ اللہ کی قسم! اب تو یہ صاف نظر آ رہا ہے کہ آپؐ مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ اگر میرا معبود سچا اور آپ کا معبود جھوٹا ہوتا تو میں آپ پر غالب آتا اور اس کے بعد حضرت ابوسفیانؓ نے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پڑھ لیا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت دیں۔ میں آپؐ کی قوم کے پاس جاؤں اور جو مصیبت ان پر آ پڑی ہے اس سے انہیں ڈراؤں اور انہیں اللہ و رسولؐ کی طرف دعوت دوں۔ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت عباسؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! میں ان کو کیا کہوں؟ آپؐ مجھے ان کو امن دینے کے بارے میں ایسی واضح بات بتا دیں جس سے ان کو اطمینان ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا ان سے کہہ دینا کہ جس نے کلمۂ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

پڑھ لیا اسے امن ہے اور جو ہتھیار ڈال کر کعبہ کے پاس بیٹھ گیا اسے امن ہے جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اسے بھی امن ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ! ابوسفیان ہمارے چچا زاد بھائی ہیں اور وہ میرے ساتھ واپس جانا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں کچھ امتیازی اعزاز دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا اور جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو گیا اسے بھی امن ہے اور جو ہاتھ روک کر حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گیا اسے بھی امن ہے (آپؐ نے یہ دو گھر اس لیے متعین فرمائے کہ) ابوسفیان کا گھر مکہ کے اوپر والے حصہ میں تھا اور حکیم بن حزام

کا گھر مکہ کے نیچے والے حصہ میں تھا۔ ابوسُفیان حضورؐ کے ان تمام اعلانات کو اچھی طرح سمجھنے لگے۔ حضورؐ نے حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا دیا ہوا اپنا سفید خچر حضرت عبّاس کو دے دیا۔ وہ اس پر اپنے پیچھے حضرت ابوسُفیان کو بٹھا کر چل پڑے۔ جب حضرت عبّاس روانہ ہوئے تو حضورؐ نے ان کے پیچھے چند آدمی بھیجے کہ جا کر عبّاس کو میرے پاس واپس لے آؤ۔ آپؐ کو حضرت ابوسُفیان سے جس بات کا خطرہ تھا وہ بات ان جانے والوں کو بتائی قاصد نے حضرت عبّاس کو واپسی کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عبّاس نے واپسی کو اچھا نہ جانا اور کہا کیا حضورؐ کو اس بات کا خطرہ ہے کہ (مکّہ کے) تھوڑے سے (کافر) لوگوں کو دیکھ کر ابوسُفیان لَوٹ جائیں گے اور مسلمان ہو کر پھر کافر ہو جائیں گے۔ قاصد نے کہا ان کو یہاں ہی روکے رکھو۔ چنانچہ حضرت عبّاس نے ابوسُفیان کو وہاں روک لیا۔ حضرت ابوسُفیان نے کہا اے بنو ہاشم! کیا مجھ سے عہد شکنی کرنے لگے ہو؟ حضرت عبّاس نے کہا ہم کسی سے عہد شکنی نہیں کرتے لیکن مجھے تم سے کچھ کام ہے۔ ابوسفیان نے کہا کیا ہے؟ میں تمہارا کام کروں گا حضرت عبّاس نے کہا جب خالد بن ولید اور زُبیر بن عوّام آئیں گے تب تمہیں اس کام کا پتہ چل جائے گا۔ حضرت عبّاس مَرّ الظّہران اور اَراک سے پہلے تنگ گھاٹی کے کنارے ٹھہر گئے اور حضرت ابوسفیان نے حضرت عبّاس کی بات کو ذہن میں رکھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم یکے بعد دیگرے گھوڑے سواروں کے دستے بھیجنے لگے۔ حضورؐ نے گھوڑے سواروں کے دو حصّے کر دیئے تھے حضرت زُبیر کو آپ نے آگے بھیجا اور ان کے پیچھے اسلم اور غفار اور قضاعہ کے گھوڑے سوار تھے (حضرت خالد بھی حضرت زُبیر کے ساتھ تھے) ابوسُفیان نے کہا اے عباس! کیا یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں؟ حضرت عبّاس نے کہا نہیں۔ یہ تو خالد بن ولید ہیں۔ حضورؐ نے اپنے سے آگے انصار کے ایک دستے کے ساتھ حضرت سَعد بن عُبٰ[illegible] کو بھیجا تھا۔ حضرت سَعد نے کہا آج کا دن خُونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن (حرم مکہ کی) حُرمت اُٹھالی جائے گی۔ پھر حضورؐ ایمان کے دستہ میں یعنی مہاجرین و انصار کے دستہ میں تشریف لائے۔ جب ابوسُفیان نے اتنے بڑے مجمع کو دیکھا جس کو وہ پہچانتے نہیں تھے تو انہوں نے کہا یا رسولَ اللہ! آپؐ نے اپنی قوم پر اس جماعت کو ترجیح دے دی۔ آپؐ نے فرمایا یہ تمہارے اور تمہاری قوم کے برتاؤ کا نتیجہ ہے۔ جب تم نے مجھے جھٹلایا اس وقت ان لوگوں نے میری تصدیق کی اور جب تم نے مجھے (مکہ سے) نکال

دیا اس وقت انہوں نے میری مدد کی اور اس وقت حضورؐ کے ساتھ اَقرع بن حابس اور عَبّاس بن مرداس اور عُیَینہ بن حِصن بن بدر فزاری تھے۔ جب حضرت ابوسفیان نے ان لوگوں کو حضورؐ کے ارد گرد دیکھا تو پوچھا اے عَبّاس! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دستہ ہے۔ یہ مہاجرین اور انصار ہیں۔ ان کے ساتھ سُرخ موت ہے حضرت ابوسفیان نے کہا اب چلو۔ اے عَبّاس! میں نے تو آج کے دن جیسا بڑا لشکر اور اتنی بڑی جماعت کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت زبیرؓ اپنے لشکر کو لے کر حَجُون مقام پر آکر ٹھہر گئے۔ حضرت خَالدؓ اپنے لشکر کو لے کر مکّہ کے نچلے حصّے کی طرف سے داخل ہوئے۔ ان سے بنو بکر کے کچھ آوارہ گرد لوگوں نے مقابلہ کیا۔ حضرت خَالد نے ان سے لڑائی کی اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی ان میں سے کچھ حزوَرہ مقام پر مارے گئے اور کچھ اپنے گھروں میں گھُس گئے اور جو گھوڑے سوار تھے وہ خَندمہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا۔ حضورؐ سب سے آخر میں مکّہ میں داخل ہوئے اور ایک مُنادی نے اعلان کیا کہ جس نے اپنا ہاتھ روک کر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اسے امن ہے اور حضرت ابوسفیان نے مکّہ میں بلند آواز سے یہ دعوت دی اے لوگو! اسلام لے آؤ سلامتی پالو گے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلّ نے حضرت عبّاسؓ کے ذریعہ اہلِ مکّہ کی حفاظت فرمائی (یہ سن کر حضرت ابوسفیان کی بیوی) ہند بنتِ عُتبہ نے ان کی داڑھی کو آگے بڑھ کر پکڑ لیا اور زور سے کہا اے آلِ غالب! اس بے وقوف بڈھے کو قتل کر دو۔ حضرت ابوسفیان نے فرمایا میری داڑھی چھوڑ دے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تو اسلام نہ لائی تو تیری گردن اُڑا دی جائے گی۔ تیرا ناس ہو۔ حضورؐ حق بات لے کر آئے ہیں اپنی مسہری میں چلی جا اور چپ ہو جا[1]

حضرت سُہیل بن عَمرو رَضِیَ اللہُ عَنْہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکّہ میں داخل ہوئے اور (اہلِ مکّہ پر) غالب آگئے میں اپنے گھر میں گھُس گیا اور میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور میں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن سُہَیل کو بھیجا کہ جا کر مُحمّد (عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام) سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی مرسلاً قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۷۳) رواہ الطبرانی مرسلا وفیہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن وفیہ ضعف انتہی و اخرجہ ایضا ابن عائذ فی مغازی عروۃ رضی اللہ عنہ لطولہ کما فی الفتح (ج ۸ ص ۴) واخرجہ البخاری عن عروۃ مختصرا والبیہقی (ج ۹ ص ۱۱۹) کذلک۔

میرے لئے امن لے آؤ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ بن سُہیل نے جاکر حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ میرے باپ کو امن دے دیں گے؟ حضورؐ نے کہا ہاں وہ اللہ تعالیٰ کی امن میں ہیں وہ باہر نکل آئیں۔ پھر حضورؐ نے پاس بیٹھے ہوئے صحابہؓ سے کہا تم میں سے جو بھی سُہیل سے ملے وہ ان کو گھور کر بھی نہ دیکھے تاکہ وہ (بے خوف وخطر) باہر آجا سکیں میری عمر کی قسم (اس وقت تک اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں آئی تھی) سُہیل تو بڑی عقل وشرافت والا ہے اور سُہیل جیسا آدمی بھی کبھی اسلام سے ناواقف رہ سکتا ہے؟ اور اب تو وہ دیکھ چکا ہے کہ جس راستہ پر وہ محنت کر رہا تھا اس سے کچھ نفع نہ ملا۔ حضرت عبداللہ نے جاکر اپنے والد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بات بتادی۔ سُہیل نے کہا حضورؐ تو بچپن میں بھی نیک تھے وہ اب بڑے ہوکر بھی نیک ہیں۔ چنانچہ حضرت سُہیل حضورؐ کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ حالتِ شرک میں ہی وہ غزوۂ حُنین میں حضورؐ کے ساتھ گئے۔ یہاں تک کہ وہ جعرّانہ میں مسلمان ہو گئے۔ اور اس دن حضورؐ نے ان کو مالِ غنیمت میں سے سو اونٹ دیئے [1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر صفوان بن اُمیّہ اور ابوسفیان بن حرب اور حارث بن ہشام کو بلایا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں میں نے کہا آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر قابو دیا ہے۔ انہوں نے آج تک جو کچھ ہمارے ساتھ کیا ہے وہ سب میں ان کو یاد دلاؤں گا کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ فرمایا کہ میری اور تمہاری مثال تو ایسی ہے جیسے کہ حضرت یوسف علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○

ترجمہ: کچھ الزام نہیں تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان
حضرت عمر فرماتے ہیں (حضورؐ کی طرف سے یوں اعلانِ معافی سن کر) شرم کے مارے میں پانی پانی ہو گیا۔ اگر بے سوچے سمجھے میری زبان سے کوئی بات نکل جاتی تو کتنا بُرا ہوتا جب کہ حضورؐ ان سے یہ فرما رہے ہیں [2]

---

[1] اخرجہ الواقدی وابن عساکر وابن سعد کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۹۴)، واخرجہ ایضاً الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۲۸۱) مثلہ [2] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۹۲)

حضرت ابن ابی حُسَین فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مکہ فتح فرمایا تو آپ بیتُ اللہ میں داخل ہوئے۔ پھر آپؐ نے باہر آکر دروازے کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر (کفار سے) فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ سُہَیل بن عَمرو نے کہا ہم آپؐ کے بارے میں بھلائی کا گمان رکھتے ہیں۔ آپ کرم فرما بھائی ہیں اور کرم فرما بھائی کے بیٹے ہیں اور اب آپ ہم پر قابو پا چکے ہیں۔ (اور یہ بات مشہور ہے کہ کریم آدمی قابو پاکر معاف کر دیا کرتا ہے) آپؐ نے فرمایا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یُوسُف نے (اپنے بھائیوں سے) کہا تھا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ؕ کچھ الزام نہیں تم پر آج[1]

حضرت اَبُو ہُرَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ایک لمبی حدیث بیان فرماتے ہیں جس میں یہ ہے کہ پھر آپؐ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر آپؐ نے فرمایا تم (میرے بارے میں) کیا کہتے ہو اور کیا گمان رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے بھتیجے اور چچازاد بھائی ہیں اور بڑے بُردبار اور مہربان رحم کرنے والے ہیں اور انہوں نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔ آپؐ نے فرمایا میں بھی تم کو وہی کہتا ہوں جو حضرت یُوسُف نے (اپنے بھائیوں کو) کہا تھا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَ ھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: "کچھ الزام نہیں تم پر آج۔ بخشے اللہ تم کو۔ اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان۔

حضرت عمر فرماتے ہیں (آپؐ کی یہ بات سن کر) وہ کفارِ مکہ مسجد سے نکلے اور وہ اتنے خوش تھے کہ جیسے ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو اور پھر وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

امام بَیہقی فرماتے ہیں کہ اس قصہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ عَلَیْہِ نے حضرت امام ابو یُوسُف رحمۃ اللہ عَلَیْہِ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب کفار مسجد میں جمع ہو گئے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انہوں نے کہا (آپ ہمارے ساتھ) بھلا کریں گے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو[2]

---

[1] عند ابن زنجویہ فی کتاب الاموال کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۳) [2] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۱۸) من طریق القاسم بن سلام بن مسکین عن ابیہ عن ثابت البنانی عن عبداللہ بن رباح۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصّہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی اُمِّ حکیم بنت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہما مسلمان ہوگئیں۔ پھر حضرت اُمِّ حکیم نے کہا یا رسول اللہ! عکرمہ آپ سے ڈر کر یمن بھاگ گئے ہیں انہیں ڈر تھا کہ آپؐ انہیں قتل کر دیں گے۔ آپؐ ان کو امن دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں امن ہے۔ اپنے ساتھ اپنا رومی غلام لے کر وہ عکرمہ کی تلاش میں نکلیں۔ اس غلام نے حضرت اُمِّ حکیم کو پھسلانا چاہا۔ وہ اسے اُمید دلاتی رہیں یہاں تک کہ قبیلہ عُک میں پہنچ گئیں۔ تو انہوں نے اس قبیلہ والوں سے اس غلام کے خلاف مدد طلب کی۔ انہوں نے اس غلام کو رسیوں میں جکڑ دیا۔ حضرت اُمِّ حکیم عکرمہ کے پاس جب پہنچیں تو وہ تہامہ کے ایک ساحل پر پہنچ کر کشتی پر سوار ہو چکے تھے اور کشتی بان ان سے کہہ رہا تھا کہ کلمۂ اخلاص پڑھ لو۔ عکرمہ نے پوچھا میں کیا کہوں؟ اس نے کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو۔ عکرمہ نے کہا میں تو صرف اسی کلمہ سے ہی بھاگ رہا ہوں۔ اتنے میں حضرت اُمِّ حکیم وہاں پہنچ گئیں اور (کپڑے ہلا کر) ان کی طرف اشارہ کرنے لگیں۔ (یا ان پر اصرار کرنے لگیں) اور وہ ان سے کہہ رہی تھیں اے میرے چچا زاد بھائی! میں تمہارے پاس ایسی ذات کے پاس سے آرہی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ نیکی کرنے والے اور سب سے زیادہ بہترین انسان ہیں اپنے آپ کو ہلاک مت کرو چنانچہ عکرمہ یہ سُن کر رُک گئے اور وہ ان کے پاس پہنچ گئیں اور ان سے کہا میں تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن لے چکی ہوں۔ انہوں نے کہا واقعی تم لے چکی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے ان سے بات کی تھی انہوں نے تمہیں امن دے دیا ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ واپس چل پڑے حضرت اُمِّ حکیم نے عکرمہ کو اپنے رومی غلام کی ساری بات بتائی۔ انہوں نے (غصہ میں آکر) اس غلام کو قتل کر دیا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب یہ مکہ کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا کہ عکرمہ بن ابی جہل تمہارے پاس مومن

اور مہاجر بن کر آرہے ہیں۔ آئندہ اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ مرے ہوئے کو برا کہنے سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اس مُردہ تک پہنچتا نہیں۔ (راستہ میں) عکرمہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔ عکرمہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ جس کام نے تم کو میری بات ماننے سے روکا ہے وہ بہت بڑا کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عکرمہ کو دیکھتے ہی لپکے اور جلدی کی وجہ سے آپ کے جسم اطہر پہ چادر تک نہ تھی کیونکہ آپ ان (کے آنے) سے بہت خوش تھے۔ پھر حضورؐ بیٹھ گئے اور وہ حضورؐ کے سامنے کھڑے رہے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ انہوں نے کہا اے محمدؐ! میری اس بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امن دے دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ سچ کہتی ہے تمہیں امن ہے۔ عکرمہ نے کہا اے محمدؐ! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور فلاں فلاں کام کرو۔ آپؐ نے اسلام کے چند اعمال گنائے تو عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم! آپؐ نے حق بات کی اور اچھی اور عمدہ بات کی دعوت دی ہے اللہ کی قسم! آپ تو اس دعوت کے کام کو شروع کرنے سے پہلے ہی ہم میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ نیکوکار تھے۔ پھر حضرت عکرمہ نے کلمۂ شہادت پڑھا:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ آپ ان کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے پڑھنے کے کے لئے کوئی بہترین چیز بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ پڑھا کرو۔ حضرت عکرمہ نے کہا کچھ اور بتا دیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ کہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو اور تمام حاضرین کو اس بات پہ گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد اور مہاجر ہوں۔ حضرت عکرمہ نے یہ کہہ دیا۔ حضورؐ نے (خوش ہو کر) کہا تم مجھ سے آج جو بھی ایسی چیز مانگو گے جو میں دے سکتا ہوں وہ میں تمہیں ضرور دے دوں گا۔ حضرت عکرمہ نے کہا میں آپؐ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپؐ میرے لئے یہ دعا کریں کہ میں نے آپؐ کی جتنی دشمنی کی ہے یا آپؐ کے خلاف

جتنے سفر کئے ہیں اور آپؐ کے خلاف جتنی جنگیں کی ہیں یا آپؐ کو آپؐ کے سامنے یا آپؐ کے پس پشت جتنی نازیبا باتیں کہی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ انہوں نے مجھ سے جتنی دشمنی کی ہے اور آپؐ کے نور کو بجھانے کے لئے جتنے سفر کئے ہیں ان سب کو معاف فرما دے اور انہوں نے میرے سامنے یا میرے پس پشت جتنی میری آبرو ریزی کی ہے وہ سب معاف فرما دے۔ حضرت عکرمہ نے کہا یا رسول اللہ! اب میں خوش ہو گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اب تک میں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنا مال خرچ کر چکا ہوں اب آئندہ اللہ کے راستہ میں اس سے دگنا (انشاء اللہ) خرچ کروں گا اور اب تک اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنی جنگ کر چکا ہوں اب اللہ کے راستہ میں اس سے دگنی جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت عکرمہ پورے زور شور سے جہاد میں شریک ہوتے رہے یہاں تک کہ (اللہ کے راستہ) میں شہید ہو گئے۔ حضورؐ نے (تجدید نکاح کے بغیر ہی) پہلے نکاح کی بنیاد پر ہی حضرت اُمّ حکیم کو ان کے نکاح میں باقی رکھا۔ واقدی نے اپنی سند سے یہ نقل کیا ہے کہ غزوۂ حُنین کے دن (جب شروع میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو) سُہیل بن عمرو نے کہا محمد (علیہ السلام) اور ان کے صحابہ کو قبیلہ ثقیف اور قبیلہ ہَوازِن کا پہلے سے اندازہ نہ تھا تو ان کو حضرت عکرمہ نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ فتح اور شکست تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ محمد (علیہ السلام) کے اختیار میں کچھ نہیں ہے اگر آج ان کو شکست ہو گئی ہے تو کل کو ان کے حق میں اچھا نتیجہ نکل آئے گا سہیل نے کہا ارے کچھ دن پہلے تک تو تم ان کے بڑے مخالف تھے۔ (اب ان کے بڑے حامی ہو گئے ہو) حضرت عکرمہ نے کہا اے ابو یزید! اللہ کی قسم ہم لوگ بالکل غلط راستہ پر محنت کرتے رہے۔ ہماری عقل بھی کوئی عقل تھی کہ ہم ایسے پتھروں کی عبادت کرتے رہے جو نہ نفع دے سکتے تھے نہ نقصان[1]

حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عکرمہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے تو حضورؐ بہت خوش ہوئے اور ان کے

---

[1] اخرجہ الواقدی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۷۵)

آنے کی اسی خوشی کی وجہ سے آپ کھڑے ہوکر فوراً ان کی طرف لپکے اور حضرت عُروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ؐ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے کہا اے محمد (علیہ السلام) (میری) اس (بیوی) نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ؐ نے مجھے امن دے دیا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا ہاں تمہیں امن ہے۔ میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ ؐ لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ کہہ تو رہا تھا لیکن شرم کے مارے میں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ میں نے آپ ؐ کی آج تک جتنی دشمنی کی ہے اور شرک کو غالب کرنے کی کوشش اور محنت کرنے میں میں نے جتنے سفر کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف فرما دے حضور ؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اس عکرمہ نے آج تک جتنی میری دشمنی کی ہے اور آپ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنے سفر کئے ہیں ان سب کو معاف فرما دے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ جو کچھ جانتے ہیں اس میں سے بہترین بات مجھے بتائیں تاکہ میں بھی اسے جان لوں (اور اس پر عمل کروں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو پھر حضرت عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنا مال خرچ کر چکا ہوں اب اس سے دُگنا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کروں گا اور اب تک اللہ کے راستے سے روکنے کے لئے جتنی جنگ کر چکا ہوں۔ اب اللہ کے راستہ میں اس سے دُگنی جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت عکرمہ پورے زور و شور سے جہاد میں شریک ہوتے رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں غزوۂ اجنادین میں شہید ہوئے۔ حضور ؐ نے حجۃ الوداع والے سال ان کو ہوازن سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا جب حضور ؐ کا انتقال ہوا اس وقت حضرت عکرمہ تبالہ (یمن) میں تھے[1]

[1] اخرجہ ایضاً الحاکم (ج ۳ ص ۲۴۱) وقد اخرج الطبرانی ایضاً عن عروۃ رضی اللہ عنہ قصۃ اسلامہ مختصراً کما فی المجمع (ج ۶ ص ۱۷۴)

حضرت صَفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ

کے اسلام لانے کا قصہ

حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح مکّہ کے دن صَفوان بن اُمیّہ کی بیوی حضرت اُمِّ کلثوم بنت مُعَدّل مسلمان ہوگئیں۔ ان کا تعلق قبیلہ کنانہ سے تھا لیکن خود صَفوان بن اُمیّہ مکّہ سے بھاگ کر ایک گھاٹی میں چُھپ گئے تھے۔ ان کے ساتھ صرف ان کا غلام یَسار ہی تھا۔ اس کو انہوں نے کہا تیرا ناس ہو دیکھو کون آرہا ہے۔ اس نے کہا یہ عُمیر بن وَہب آرہے ہیں۔ صَفوان نے کہا میں عُمیر کے ساتھ کیا کروں؟ اللہ کی قسم! یہ تو مجھے قتل کرنے کے ارادے سے ہی آرہے ہیں۔ انہوں نے تو میرے خلاف مُحمّد (علیہ السلام) کی مدد کی ہے۔ اتنے میں حضرت عُمیرؓ وہاں پہنچ گئے تو ان سے صَفوان نے کہا اتنا کچھ میرے ساتھ کرگزرنے کے بعد بھی تمہیں چین نہ آیا۔ اپنے قرض اور اپنے اہل وعیال کی ذمّہ داری تم نے مجھ پر ڈالی تھی (وہ سب میں نے برداشت کی) اور اب تم مجھے قتل کرنے آگئے ہو۔ حضرت عُمیرؓ نے کہا اے ابو وَہب! (یہ صَفوان کی کُنیت ہے) میں تم پر قربان ہوں۔ میں تمہارے پاس ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے ہیں۔ حضرت عُمیرؓ نے آنے سے پہلے حُضورؐ سے کہا تھا یارسُول اللہ! میری قوم کا سردار (صَفوان) سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے بھاگ گیا ہے اور اسے یہ ڈر تھا کہ آپؐ اسے امن نہیں دیں گے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ اسے امن دے دیں۔ حُضورؐ نے فرمایا میں نے اسے امن دے دیا چنانچہ یہ ان کی تلاش میں چل پڑے اور صَفوان سے کہا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں امن دے چکے ہیں۔ صَفوان نے کہا نہیں میں اللہ کی قسم تمہارے ساتھ (مکّہ) واپس نہیں جاؤں گا، جب تک تم ایسی نشانی نہیں لے آتے جس کو میں پہچانتا ہوں (چنانچہ حضرت عُمیرؓ نے واپس جاکر حُضورؐ سے کسی نشانی کے دینے کی درخواست کی) حُضورؐ نے فرمایا لو میری پگڑی لے جاؤ۔ وہ پگڑی لے کر حضرت عُمیرؓ صَفوان کے پاس واپس آئے۔ یہ پگڑی وہ دھاری دار چادر تھی جسے باندھے ہوئے حُضورؐ (مکّہ میں) داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت عُمیرؓ صَفوانؓ

کی تلاش میں دوبارہ نکلے اور ان سے کہا اے ابو وَہب! تمہارے پاس میں ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ بُردبار ہیں۔ ان کی شرافت تمہاری شرافت ہے۔ ان کی عزت تمہاری عزت ہے اور ان کا مُلک تمہارا ملک ہے۔ تمہارے ہی خاندان کے آدمی ہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ صفوان نے ان سے کہا مجھے اپنے قتل ہونے کا خوف ہے۔ حضرت عُمیرؓ نے کہا حضورؐ تو تمہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اگر تمہیں بخوشی یہ منظور ہے تو ٹھیک ہے ورنہ تمہیں انہوں نے دو ماہ کی مہلت دے دی ہے اور جو پگڑی باندھ کر حضورؐ (مکہ میں) داخل ہوئے تھے تم اسے پہچانتے ہو۔ صفوان نے کہا ہاں۔ چنانچہ حضرت عُمیرؓ نے وہ پگڑی نکال کر دکھائی تو صفوان نے کہا ہاں یہ وہی ہے چنانچہ صفوان وہاں سے چل کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجدِ حرام میں عصر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ یہ دونوں وہاں پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ صفوان نے پوچھا مسلمان دن رات میں کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟ حضرت عُمیرؓ نے کہا پانچ نمازیں۔ صفوان نے کہا کیا محمد (علیہ السلام) ان کو نماز پڑھا رہے ہیں؟ حضرت عُمیرؓ نے کہا ہاں جونہی حضورؐ نے نماز سے سلام پھیرا صفوان نے بلند آواز سے کہا اے محمدؐ! عُمیر بن وہب میرے پاس آپؐ کی پگڑی لے کر آئے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اپنے پاس بلایا ہے کہ میں (اسلام میں داخلہ پر) راضی ہو جاؤں تو ٹھیک ہے ورنہ آپؐ نے مجھے دو ماہ کی مہلت دے دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو وہب! (سواری سے نیچے) اُتر آؤ انہوں نے کہا میں اس وقت تک نہیں اُتروں گا جب تک آپؐ مجھے صاف صاف بیان نہ فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا دو ماہ چھوڑ تمہیں چار ماہ کی مہلت ہے۔ چنانچہ صفوان سواری سے اُتر آئے پھر حضورؐ (صحابہؓ کا لشکر لے کر) ہَوازِن کی طرف تشریف لے گئے (اس سفر میں) حضورؐ کے ساتھ صفوان بھی گئے۔ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے حضورؐ نے ان سے ان کے ہتھیار بطور عاریت لینے کے لئے آدمی بھیجا۔ انہوں نے حضورؐ کو سو زرہیں مع سارے سامان کے بطور عاریت دیں۔ انہوں نے کہا آپؐ مجھ سے یہ زرہیں میری خوشی سے لینا چاہتے ہیں یا زبردستی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بطور عاریت کے لینا چاہتے ہیں جو واپس کر دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے وہ زرہیں عاریتاً دے دیں۔ حضورؐ کے فرمانے

پر وہ یہ زرہیں اپنی سواری پر لاد کر حُنین لے گئے۔ وہ غزوہ حُنین وطائف میں شریک رہے پھر وہاں سے حُضورؐ جعرّانہ واپس آئے۔ حُضورؐ چل پھر کر مالِ غنیمت کو دیکھ رہے تھے صفوان بن اُمیّہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ صفوان بن اُمیّہ نے بھی دیکھنا شروع کیا کہ جعرّانہ کی تمام گھاٹی جانوروں، بکریوں اور چرواہوں سے بھری ہوئی ہے اور بڑی دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ حُضورؐ بھی ان کو کنکھیوں سے دیکھتے رہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو وَہب! کیا یہ (مالِ غنیمت سے بھری ہوئی) گھاٹی تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ساری گھاٹی تمہاری ہے اور اس میں جتنا مالِ غنیمت ہے وہ بھی تمہارا ہے یہ سُن کر صفوان نے کہا اتنی بڑی سخاوت کی ہمت صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور کلمۂ شہادت؛ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پڑھ کر وہیں مسلمان ہو گئے[1]

حضرت صفوان بن اُمیّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حُضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زرہیں غزوہ حُنین کے دن بطور عاریت کے طلب فرمائیں۔ انہوں نے کہا اے محمدؐ کیا آپ چھین کر لینا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں تو بطور عاریت کے اپنی ذمّہ داری پر لینا چاہتا ہوں (اگر ضائع ہوں گی تو ان کا تاوان دُوں گا)، چنانچہ کچھ زرہیں ضائع ہو گئیں۔ حُضورؐ نے ان کو ان کا تاوان دینا چاہا تو حضرت صفوان نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آج تو میرے دل میں اسلام کا شوق ہے (مال لینے کا نہیں ہے)[2]

حضرت حُوَیطِب بن عبد العُزّٰی رضی اللہ عنہ

کے اسلام لانے کا قصّہ

حضرت مُنذر بن جَہم فرماتے ہیں کہ حضرت حُوَیطِب بن عبد العُزّٰی نے بیان کیا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکّہ کے سال مکّہ میں داخل ہو گئے تو مجھے بہت ہی خوف

---

[1] اخرجہ الواقدی و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۹۴) و اخرجہ ابن اسحاق و محمد بن جعفر بن الزُبیر عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مختصراً کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۰۸)، [2] اخرجہ الامام احمد (ج ۶ ص ۴۶۵)، عن امیۃ بن صفوان بن اُمیّہ۔

محسوس ہُوا۔ چنانچہ میں اپنے گھر سے نکل گیا اور اپنے اہل وعیال کو چند ایسی جگہوں میں تقسیم کر دیا جہاں وہ بحفاظت رہ سکیں اور خود عوف کے باغ میں جا پہنچا۔ ایک دن اچانک وہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آ گئے۔ میری ان سے پرانی دوستی تھی اور دوستی ہمیشہ کام آیا کرتی ہے لیکن میں ان کو دیکھتے ہی (ڈر کے مارے) بھاگ کھڑا ہوا۔ انہوں نے مجھے پکارا۔ اے ابو محمد! میں نے کہا لبیک حاضر ہوں۔ انہوں نے کہا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا ڈر کے مارے (بھاگ رہا ہوں)، انہوں نے کہا ڈرو مت تم اب اللہ تعالیٰ کی امان میں ہو (یہ سن کر) میں ان کے پاس واپس آگیا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے کہا اپنے گھر جاؤ میں نے کہا کیا میرے لئے اپنے گھر جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اللہ کی قسم! میرا تو یہ خیال ہے کہ میں اپنے گھر زندہ نہیں پہنچ سکتا ہوں۔ اوّل تو راستہ میں ہی قتل کر دیا جاؤں گا اور اگر کسی طرح گھر پہنچ گیا تو وہاں گھر میں آکر مجھے کوئی نہ کوئی ضرور قتل کر دے گا اور میرے اہل وعیال بھی مختلف جگہ پر ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا اپنے اہل وعیال ایک جگہ جمع کر لو اور میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر تک جاؤں گا۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ میرے گھر تک گئے اور راستہ میں بلند آواز سے یہ کہتے گئے کہ حُویطِبؓ کو امان مل چکا۔ انہیں کوئی نہ چھیڑے پھر حضرت ابوذرؓ حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچے اور ان کو سارا قصہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں جن لوگوں کے قتل کرنے کا حکم دے چکا ہوں کیا ان کے علاوہ تمام لوگوں کو امن نہیں مل چکا ہے؟ حضرت حُویطِبؓ کہتے ہیں کہ اس بات سے مجھے اطمینان ہو گیا اور میں اپنے اہل وعیال کو گھر لے آیا۔ حضرت ابوذرؓ میرے پاس دوبارہ آئے اور انہوں نے کہا اے ابو محمد! کب تک؟ اور کہاں تک؟ تم تمام معرکوں میں پیچھے رہ گئے۔ خیر کے بہت سے مواقع تمہارے ہاتھ سے نکل گئے لیکن اب بھی خیر کے بہت سے مواقع باقی ہیں۔ تم حضورؐ کی خدمت میں جا کر مسلمان ہو جاؤ سلامتی پا لو گے اور حضورؐ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ بُردبار ہیں۔ ان کی شرافت تمہاری شرافت ہے اور ان کی عزت تمہاری عزت ہے۔ میں نے کہا میں تمہارے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں جانے کو تیار ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چل کر بطحاء میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ میں آپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اور میں

نے حضرت ابو ذرؓ سے پوچھا کہ حضورؐ کو سلام کس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ کہو:
اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ چنانچہ میں نے آپ کو ان ہی الفاظ سے سلام کیا۔ آپ نے فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ اے حُوَیطِب! میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے تمہیں ہدایت دی حضرت حُوَیطِبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ میرے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے۔ آپ نے مجھ سے کچھ قرض مانگا میں نے آپ کو چالیس ہزار درہم قرض دیئے اور آپ کے ساتھ غزوۂ حُنَین اور طائف میں شریک رہا۔ آپ نے مجھے حُنَین کے مال غنیمت میں سے سو اُونٹ دیئے۔[1]

حضرت جعفر بن محمود بن محمد بن سَلَمہ اشہلی سے لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت حُوَیطِبؓ نے کہا قریش کے ان بڑے لوگوں میں سے جو فتح مکہ تک اپنی قوم کے دین پر باقی رہ گئے تھے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اس فتح کو ناپسند سمجھنے والا نہیں تھا لیکن ہوتا تو وہی ہے جو مقدّر میں ہو۔ میں مشرکوں کے ساتھ جنگِ بدر میں بھی شریک ہُوا تھا۔ میں نے (اس جنگ میں) بہت سے عبرت والے منظر دیکھے۔ چنانچہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ زمین آسمان کے درمیان اُتر رہے ہیں اور کافروں کو قتل کر رہے ہیں اور ان کو قید کر رہے ہیں تو میں نے کہا اس آدمی کی حفاظت کا مُستقل (غیبی) انتظام ہے۔ اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا کسی سے تذکرہ نہیں کیا۔ چنانچہ شکست کھا کر ہم مکہ واپس آگئے۔ پھر بعد میں قریش ایک ایک کر کے مسلمان ہوتے رہے۔ صُلحِ حُدَیبیہ کے موقع پر مَیں بھی موجود تھا اور صُلح کرانے میں مَیں بھی بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صُلح نامہ مکمل ہوگیا اور ان تمام باتوں سے اسلام کو ترقی ہوتی رہی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف اسی چیز کو وجود دیتے ہیں جسے وہ چاہتے ہیں۔ اس صلح نامہ کا آخری گواہ مَیں تھا۔ اور مَیں نے (اپنے دل میں) کہا کہ قریش حضورؐ کو زبانی جمع خرچ سے واپس بھیج کر اگرچہ اس وقت خوش

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۹۲) واخرجہ ایضا ابن سعد فی الطبقات من طریق المنذر بن جہم وغیرہ عن حُوَیطِب نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۶۴)

ہو رہے ہیں لیکن ان کو آئندہ حضورؐ کی طرف سے بُرے حالات ہی دیکھنے پڑیں گے اگلے سال جب حضورؐ عُمرہ کی قضا کرنے کے لیئے مکہ تشریف لائے اور سارے قریش مکہ سے باہر چلے گئے تو میں اور سُہیل بن عمرو اور کچھ لوگ اس لیئے مکہ ٹھہر گئے تاکہ وقت کے ختم ہونے پر ہم لوگ حضورؐ کو مکہ سے واپس جانے کو کہیں۔ چنانچہ جب تین دن گزر گئے تو میں نے اور سُہیل بن عمرو نے جاکر کہا کہ شرط کے مطابق آپ کا وقت پورا ہو گیا ہے آپ ہمارے شہر سے چلے جائیں آپؐ نے فرمایا اے بلال (یہ اعلان کر دو کہ) جتنے مسلمان ہمارے ساتھ آئے ہیں وہ سورج ڈوبنے سے پہلے ہی مکہ سے نکل جائیں[1]

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصّہ

حضرت عبداللہ بن عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ ان دونوں نے ان سے پناہ مانگی اور یوں کہا ہم تمہاری پناہ میں آنا چاہتے ہیں حضرت اُمّ ہانی نے ان دونوں کو پناہ دے دی پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہاں آئے۔ ان کی نظر ان دونوں پر پڑی۔ وہ اپنی تلوار نکال کر ان پر حملہ کرنے کے لیئے جھپٹ پڑے تو حضرت اُمّ ہانی (ان دونوں کو بچانے کے لیئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں تمام لوگوں میں سے تم ہی میرے ساتھ ایسا کرنے لگے ہو۔ اگر تم نے مارنا ہی ہے تو پہلے مجھے مارو۔ حضرت علیؓ (رک گئے اور) ان کو یہ کہہ کر چلے گئے کہ تم مشرکوں کو پناہ دیتی ہو۔ حضرت اُمّ ہانی فرماتی ہیں میں نے حضورؐ کی خدمت میں جاکر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں جائے بھائی حضرت علیؓ نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے کہ میرا بچنا مشکل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے دو مشرک دیوروں کو پناہ دی تھی۔ وہ تو قتل کرنے کے لیئے ان پر جھپٹ پڑے۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا جس کو تم نے پناہ دی اسے

---

[1] اخرجہ الحاکم ایضاً (ج ۳ ص ۲۹۲) عن ابراہیم بن جعفر بن محمود بن سلمۃ الاشہلی

ہم نے بھی پناہ دے دی جسے تم نے امن دیا اسے ہم نے بھی امن دے دیا۔ حضرت اُمّ ہانی نے واپس آکر ان دونوں کو ساری بات بتائی۔ وہ دونوں اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لوگوں نے آکر حضورؐ سے کہا کہ حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ تو زعفران والی چادریں پہنے ہوئے اپنی مجلس میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اب تم لوگ ان کا کچھ نہیں کر سکتے ہو کیونکہ ہم ان کو امن دے چکے ہیں۔ حضرت حارث بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں بہت دیر سوچتا رہا کہ حضورؐ نے مجھے مشرکین کی ہر لڑائی میں دیکھا ہے اب میں ان کی خدمت میں جاؤں گا تو ان کی نگاہ مجھ پر پڑے گی تو اس سے مجھے بہت شرم آئے گی لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ آپؐ بہت نیک اور بہت رحمدل ہیں۔ اس لیئے میں آپؐ کی خدمت میں حاضری کے لیئے چل پڑا۔ جب میں آپؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ مسجدِ حرام میں داخل ہو رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ بہت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور رُک گئے۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جس نے تم کو ہدایت دی۔ تمہارے جیسے آدمی کو اسلام سے ناواقف نہیں رہنا چاہیئے۔ حضرت حارث نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اسلام جیسے دین سے ناواقف نہیں رہنا چاہیئے[1]

حضرت نُضَیر بن حارِث عَبدَری رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے اسلام لانے کا قصّہ

حضرت محمد بن شُرحبِیل عَبدَری کہتے ہیں کہ حضرت نُضَیر بن حارث رَضِیَ اللہُ عَنہُ لوگوں میں بڑے عالم تھے اور کہا کرتے تھے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں۔ جس نے ہمیں اسلام کی دولت سے نوازا اور محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا اور ہم اس دین پر نہیں مرے جس پر ہمارے آباؤ اجداد مرے۔ میں (حضورؐ کے خلاف) قریش کے ساتھ ہر راستے پر کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور آپؐ حُنَین

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۷۷)

تشریف لے گئے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ گئے۔ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر حضورؐ کو شکست ہوئی تو ہم آپؐ کے خلاف آپؐ کے دشمنوں کی مدد کریں گے لیکن یہ ہمارے لئے ممکن نہ ہو سکا۔ جب آپؐ جِعِرّانہ پہنچے تو میں اپنے اسی ارادہ پر تھا کہ اچانک حضورؐ سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ بڑے خوش تھے۔ آپؐ نے فرمایا نُضَیرؓ! میں نے کہا۔ جی حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے غزوۂ حُنَین کے دن جو کچھ کرنے کا سوچا تھا یہ اس سے بہتر ہے۔ میں لپک کر آپؐ کے ذرا اور قریب ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اب تمہارے لئے اس بات کا وقت آگیا ہے کہ تم اپنے دین کے بارے میں غور کرو۔ میں نے کہا میں اس بارے میں پہلے سے سوچ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! اس کو ثابت قدمی میں ترقی نصیب فرما (حضورؐ کی اس دعا کا یہ اثر ہوا) کہ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! دین پر پختگی میں اور حق کی مدد کرنے میں میرا دل پتھر کی طرح مضبوط ہو گیا پھر میں اپنے گھر واپس آیا تو وہاں اچانک میرے پاس بنو دُئل کا ایک آدمی آکر کہنے لگا اے ابوالحارث! حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تمہیں سو اُونٹ دینے کا حکم دیا ہے۔ مجھے ان میں سے کچھ اُونٹ دے دو۔ کیونکہ مجھ پر بہت زیادہ قرضہ ہے پہلے تو میرا ارادہ ہوا کہ یہ اُونٹ نہ لوں اور میں نے کہا کہ حضورؐ صرف میری تالیفِ قلب کے لئے دے رہے ہیں۔ میں اسلام کے لئے رشوت لینا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر میں نے سوچا کہ نہ تو ان اُونٹوں کی میرے دل میں طلب تھی اور نہ میں نے (حضورؐ سے) مانگے (حضورؐ خود ہی دے رہے ہیں) اس لئے میں نے وہ اُونٹ لے لئے اور ان میں سے دُئلی کو دس اُونٹ دے دیئے[1]

طائف کے بنو ثقیف کے اسلام لانے کا قصہ

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بنو ثقیف کے پاس سے واپس ہوئے تو (بنو ثقیف میں سے) حضرت عُروہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آپؐ کے پیچھے چل دیئے اور مدینہ سے پہلے ہی حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے اور مسلمان ہو گئے اور حضورؐ

---

[1] اخرجہ الواقدی عن ابراہیم بن محمد بن شرحبیل العبدری کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۵۵۸)

سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اسلام کو لے کر اپنی قوم کے پاس واپس جائیں حضورؐ نے ان سے فرمایا وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔ آپ کو بنو ثقیف کے سابقہ رویہ سے یہ معلوم تھا کہ ان میں کبر اور ہٹ دھرمی ہے۔ حضرت عُروہ نے کہا یا رسول اللہ! میں انہیں ان کی دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں اور وہ واقعی بنو ثقیف میں بہت محبوب تھے اور ان کی بات مانی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے ارادے سے واپس ہو گئے اور انہیں اُمید تھی کہ چونکہ ان کا بنو ثقیف میں بڑا درجہ ہے اس لئے بنو ثقیف ان کی مخالفت نہیں کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک بالا خانہ پر چڑھ کر ساری قوم کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ بنو ثقیف نے ہر طرف سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ انہیں ایک تیر ایسا لگا، جس سے وہ شہید ہو گئے۔ جب وہ زخمی ہو گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے خون کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا یہ ایک اعزاز ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا اور مجھے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میرا بھی وہی درجہ ہے جو ان صحابہؓ کا تھا جو یہاں سے جانے سے پہلے حضورؐ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ لہٰذا مجھے بھی ان کے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو ان ہی صحابہؓ کے ساتھ دفن کیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان عُروہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ سورت یٰسین میں جن (حبیب نجّار) کے ساتھ ان کی قوم کا جو معاملہ ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عُروہ کے ساتھ ان کی قوم نے ویسا ہی معاملہ کیا ہے۔ حضرت عُروہ کی شہادت کے چند مہینوں کے بعد بنو ثقیف نے آپس میں بیٹھ کر یہ سوچا کہ اردگرد کے تمام عرب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بیعت ہو کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ اب ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رہی۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ اپنا ایک آدمی حضورؐ کے پاس بھیجیں چنانچہ عبد یالیل بن عَمرو کے ساتھ بنی اَحلاف کے دو آدمی اور بنی مالک کے تین آدمی بھیجے۔ یہ لوگ مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک چشمہ کے پاس ٹھہرے وہاں ان کی حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مُلاقات ہو گئی جو اپنی باری میں حضورؐ کے صحابہؓ کی سواریوں کو چرا رہے تھے۔ انہوں نے جب بنو ثقیف کے اس وَفد کو دیکھا تو حضورؐ کو ان کے آنے کی خوشخبری سنانے کے لئے تیزی سے چلے۔ راستہ میں انہیں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ملے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر کو بتایا کہ بنو ثقیف کا وفد آیا ہے

وہ حضورؐ سے بیعت ہو کر مسلمان ہونا چاہتے ہیں بشرطیکہ حضورؐ ان کی شرط مان لیں اور ان کی قوم کے نام خط لکھ کر دے دیں. حضرت ابوبکرؓ نے حضرت مغیرہؓ سے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم مجھ سے پہلے حضورؐ کے پاس مت جاؤ. میں جا کر خود حضورؐ کو بتاتا ہوں حضرت مغیرہؓ راضی ہو گئے. حضرت ابوبکرؓ نے جا کر حضورؐ کو اس وفد کے آنے کی اطلاع دی، اور حضرت مغیرہؓ اس وفد کے پاس واپس گئے اور ان کو ساتھ لے کر اپنے جانور واپس لے آئے اور راستہ میں اس وفد کو سکھایا کہ وہ حضورؐ کو سلام کیسے کریں لیکن انہوں نے حضورؐ کو جاہلیت کے طریقہ پر ہی سلام کیا. جب یہ لوگ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچے تو ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگایا گیا. حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ حضورؐ کے اور اس وفد کے درمیان واسطہ تھے. جب وہ اس وفد کے لئے حضورؐ کے ہاں سے کھانا لے کر آتے تو جب تک ان سے پہلے حضرت خالدؓ اس کھانے میں سے کھانہ لیتے وہ اس کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے اور حضرت خالدؓ نے ہی حضورؐ کی طرف سے ان کے لئے خط لکھا تھا. انہوں نے حضورؐ کے سامنے اپنی یہ شرط بھی رکھی تھی کہ حضورؐ تین سال تک طاغیہ بت (یعنی لات) کو رہنے دیں. پھر وہ ایک ایک سال کم کرتے رہے لیکن حضورؐ مسلسل انکار کرتے رہے. یہاں تک انہوں نے حضورؐ سے ایک ماہ کی مہلت مانگی کہ جس دن وہ لوگ مدینہ آئے ہیں اس دن سے ایک مہینہ تک اس بت کو باقی رکھنے کی اجازت دے دی جائے اور انہوں نے اس مہلت کا مقصد یہ بتایا کہ وہ اس طرح اپنی قوم کے نادان لوگوں کو ذرا مانوس کرنا چاہتے ہیں لیکن آپؐ نے کسی قسم کی مہلت دینے سے انکار کر دیا بلکہ حضرت ابوسفیان بن حربؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو ان لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ یہ دونوں وہاں جا کر اس بت کو گرا کر آئیں اور انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھا کریں گے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے بتوں کو نہیں گرائیں گے. حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس بات کو تو ہم مان لیتے ہیں کہ تم اپنے ہاتھ سے اپنے بتوں کو نہ توڑو (ہم اپنے آدمی بھیج کر تڑوا دیں گے) لیکن تم نماز نہ پڑھو یہ بات نہیں مان سکتے. کیونکہ اس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو. انہوں نے کہا اچھا ہم نماز پڑھ لیں گے ہے تو ویسے یہ گھٹیا عمل.

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثقیف کا وفد حضورؐ کی خدمت

میں آیا۔ آپؐ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل پر زیادہ اثر پڑے۔ انہوں نے اسلام لانے کے لئے حضورؐ کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ جہاد میں جانے کے لئے ان کو کہیں جمع نہیں کیا جائے گا اور ان کی پیداوار کا عشر نہیں لیا جائے گا اور وہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور ان کا امیر کسی اور قبیلہ سے نہیں بنایا جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا (تین شرطیں تو منظور ہیں کہ) تمہیں جہاد میں جانے کے لئے نہیں کہا جائے گا اور تم سے پیداوار کا عشر نہیں لیا جائے گا۔ دوسرے قبیلہ کا آدمی تم پر امیر نہیں بنایا جائے گا (البتہ نماز پڑھنی پڑے گی کیونکہ) اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں رکوع نہ ہو۔ حضرت عثمان بن ابی العاص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے قرآن سکھا دیں اور مجھے میری قوم کا امام بنا دیں[1] حضرت وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بنو ثقیف کی بیعت کے قصے کو پوچھا انہوں نے کہا کہ بنو ثقیف نے حضورؐ کے سامنے یہ شرطیں پیش کیں کہ نہ وہ صدقہ (زکوٰۃ) دیں گے اور نہ وہ جہاد کریں گے (حضورؐ نے ان شرطوں کو مان لیا) اور حضرت جابر نے حضورؐ کو بعد میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب یہ لوگ مسلمان ہو جائیں گے تو خود ہی یہ صدقہ (زکوٰۃ) دینے لگ جائیں گے اور جہاد کرنے لگ جائیں گے[2]

حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ثقیف کے وفد میں شریک ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ بنی احلاف کے لوگ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے پاس ٹھہرے اور بنی مالک کو حضورؐ نے اپنے خیمہ میں ٹھہرایا۔ آپ روزانہ عشاء کے بعد ہمارے پاس تشریف لاتے اور کھڑے کھڑے ہم سے باتیں کرتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپ تھک جاتے اور باری باری سے دونوں پاؤں پر آرام لیتے۔ زیادہ تر آپؐ ان تکلیفوں کا تذکرہ کرتے جو آپؐ کو اپنی قوم قریش کی طرف سے پیش آئی تھیں، اور اس کے بعد فرمایا کرتے تھے مجھے ان تکلیفوں کا کوئی غم نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت ہمیں مکہ میں کمزور اور بے سروسامان سمجھا جاتا تھا۔ جب ہم مدینہ آگئے تو ہماری ان کی لڑائیاں شروع ہو گئیں کبھی اللہ ان کو غلبہ دیتے اور کبھی ہم کو۔ ایک رات مقررہ وقت سے آپ کو آنے میں کچھ تاخیر ہو گئی۔ ہم لوگوں نے کہا آج رات تو آپؐ نے دیر کر دی۔ آپؐ نے فرمایا روزانہ جتنا قرآن میں پڑھتا ہوں۔ اس میں سے کچھ رہ گیا تھا اسے پورا کیے بغیر آنا مجھے

---

[1] اخرجہ احمد وقد رواہ ابوداؤد ایضاً [2] اخرجہ ابوداؤد ایضاً انتہیٰ من البدایۃ (ج ۵ ص ۲۹) مختصراً۔

اچھا نہ لگا۔[1]

صحابہ کرامؓ کا افراد کو انفرادی طور پر دعوت دینا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انفرادی دعوت دینا

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تو وہ اللہ عزّ و جلّ کی طرف دعوت دینے لگ گئے حضرت ابوبکر سے ان کی قوم کو بڑی اُلفت اور محبت تھی۔ وہ نرم مزاج تھے اور قریش کے نسب نامے کو اور ان کے اچھے بُرے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ بڑے بااخلاق اور بھلے اور نیک تاجر تھے۔ ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس آیا کرتے تھے آپ کی وسیع معلومات اور کاروباری تجربے اور حسنِ سلوک جیسے بہت سے اُمور کی وجہ سے وہ لوگ آپ سے اُلفت رکھتے تھے۔ جو لوگ آپؓ کے پاس آیا کرتے اور آپؓ کی مجلس میں بیٹھا کرتے اور آپؓ کو ان پر اعتماد تھا۔ انہیں آپؓ اللہ کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دینے لگے۔ چنانچہ میری معلومات کے مطابق حضرت زُبیر بن عوام اور حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ان ہی کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ یہ سب لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ آپؐ نے ان کے سامنے اسلام کو پیش فرمایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق بتائے۔ وہ سب ایمان لے آئے۔ اسلام میں سبقت کرنے والے ان آٹھ آدمیوں نے حضورؐ کی تصدیق کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا اس پر ایمان لائے۔[2]

---

[1] اخرجہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجۃ کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۳۲)، واخرجہ ابن سعد (ج ۵ ص ۵۱۰) عن اوس رضی اللہ عنہ بنحوہ۔ [2] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۹)

حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ

کا انفرادی دعوت دینا

اَسْبَق کہتے ہیں کہ میں حضرت عُمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور میں عیسائی تھا۔ آپ میرے سامنے اسلام کو پیش کرتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو میں اپنی امانت کے سنبھالنے میں تجھ سے مدد لے سکوں گا کیونکہ جب تک مسلمانوں کے دین کو اختیار نہیں کروگے اس وقت تک مسلمانوں کی امانت کو سنبھالنے کے لئے تم سے مدد لینا میرے لئے حلال نہیں ہے۔ میں ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ آپؓ فرما دیتے دین میں جبر نہیں ہے۔ جب آپ کے اِنتقال کا وقت قریب آیا تو میں عیسائی ہی تھا۔ آپؓ نے مجھے آزاد کر دیا اور فرمایا جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ (حضرت اَسْبَق بعد میں مسلمان ہو گئے تھے)[1]

حضرت اسلم کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ ملک شام میں تھے تو میں وضو کا پانی لے کر حضرت عُمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے پوچھا تم یہ پانی کہاں سے لائے ہو؟ میں نے ایسا میٹھا پانی کبھی نہیں دیکھا اور بارش کا پانی بھی اس سے عمدہ نہیں ہو گا۔ میں نے کہا میں اس نصرانی بڑھیا کے گھر سے لایا ہوں۔ وضو سے فارغ ہو کر آپؓ اس بڑھیا کے پاس گئے اور اس سے کہا اے بڑی بی! اسلام لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس نے اپنا سر کھول کر دکھایا تو ثغامہ بوٹی (کے پھولوں) کی طرح اس کے بال بالکل سفید تھے اور اس نے کہا میں بہت بوڑھی ہو چکی ہوں اور بس اب مرنے ہی والی ہوں (یعنی اب اسلام لانے کا وقت نہیں رہا) حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا[2]

---

[1] اخرجہ ابن سعد و اخرجہ ایضاً سعید بن منصور و ابن ابی شیبۃ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم بنحوہ مختصراً کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۵۰) و اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۳۴) عن وسق الرومی مثلہ الا ان فی روایۃ علی امانۃ المسلمین فانہ لا ینبغی ان استعین علی اماناتہم بمن لیس منہم۔ [2] اخرجہ الدار قطنی و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۱۴۲)

حضرت مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کا انفرادی دعوت دینا

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت اَسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ حضرت مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کو بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے محلّوں میں لے گئے۔ حضرت سَعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ حضرت اَسعد بن زُرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت اَسعد حضرت مُصعَب کو بنو ظفر کے ایک باغ میں مَرق نامی کنویں پر لے گئے۔ یہ دونوں حضرات باغ میں جاکر بیٹھ گئے۔ سارے مسلمان مرد اُن کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت سَعد بن مُعاذ اور حضرت اُسَید بن حُضَیر دونوں اس وقت اپنی قوم بنو عبدالاشہل کے سردار تھے اور دونوں مُشرک تھے اور اپنی قوم کے مذہب پر قائم تھے۔ ان دونوں نے جب حضرت مُصعَب اور حضرت اَسعد کے باغ میں مجلس لگانے کی خبر سُنی حضرت سَعد نے حضرت اُسَید سے کہا تیرا باپ نہ رہے۔ تم ان دونوں آدمیوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہمارے محلّوں میں آکر ہمارے کمزوروں کو بیوقوف بنانا شروع کر دیا ہے۔ انہیں ڈانٹو اور انہیں ہمارے محلّوں میں آنے سے روک دو۔ اگر اَسعد بن زُرارہ کا مجھ سے قریبی رشتہ نہ ہوتا جیسے کہ تمہیں معلوم ہے تو یہ کام میں خود ہی کر لیتا تمہیں نہ بھیجتا وہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔ ان کے پاس جانے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ چنانچہ حضرت اُسَید بن حُضَیر اپنا نیزہ لے کر ان دونوں کے پاس گئے۔ جب حضرت اَسعد بن زُرارہ نے حضرت اُسَید کو آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضرت مُصعَب سے کہا یہ اپنی قوم کا سردار ہے اور تمہارے پاس آرہا ہے تم ان کے ساتھ اخلاص سے بات کرو۔ اور جتنا زور لگا سکتے ہو لگا دو۔ حضرت مُصعَب نے کہا اگر یہ بیٹھ گئے تو میں ان سے بات کروں گا۔ چنانچہ حضرت اُسَید بن حُضَیر کھڑے ہو کر ان دونوں کو گالیاں دینے لگے اور یوں کہا تم ہمارے پاس کس لئے آئے ہو؟ ہمارے کمزوروں کو بے وقوف بنانا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو تم دونوں ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ ان سے حضرت مُصعَب نے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی تو سن لو۔ اگر ہماری بات تمہیں پسند آجائے تو

تم مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات سے رُک جائیں گے۔ حضرت اُسَیدؓ نے کہا تم نے انصاف کی بات کہی ہے۔ چنانچہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت مُصعَبؓ نے ان سے اسلام کے بارے میں گفتگو کی اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی قرآن سُنتے ہی ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کرلیں گے چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ دین اسلام کتنا اچھا اور کتنا خوبصورت ہے۔ جب تم اس دین میں داخل ہونا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ ان دونوں نے ان سے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کرو۔ پھر کلمۂ شہادت پڑھو اور پھر نماز پڑھو چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑے پاک کیے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر ان دونوں سے کہا کہ میرے پیچھے ایک آدمی ہے اگر اس نے تم دونوں کا کہا مان لیا تو ان کی قوم کا کوئی آدمی بھی ان سے پیچھے نہیں رہے گا اور میں اسے ابھی تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور وہ سَعد بن مُعاذؓ ہیں۔ پھر وہ اپنا نیزہ لے کر حضرت سَعدؓ اور ان کی قوم کے پاس واپس گئے وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت سَعد بن مُعاذؓ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت اُسَیدؓ کے چہرے کو پہلے کی بنسبت بدلا ہوا پاتا ہوں (کیونکہ اب اس پر اسلام کا نور چمک رہا ہے) جب حضرت اُسَیدؓ مجلس میں جا کھڑے ہوئے تو ان سے حضرت سَعدؓ نے پوچھا کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان دونوں سے بات کی ہے اللہ کی قسم! مجھے ان دونوں کی باتوں میں کوئی خطرہ نظر نہیں آیا اور میں نے ان دونوں کو روک دیا ہے۔ انہوں نے کہا تم جیسے کہو گے ہم ویسے کریں گے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اَسعد بن زُرارہؓ کو قتل کرنے گئے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے اس طرح وہ تمہاری توہین کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر سَعد بن مُعاذؓ آگ بگولہ ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی سے چلے انہیں ڈر تھا کہ بنو حارثہ کہیں کچھ کر نہ گزریں اور نیزہ ہاتھ میں لے کر چل پڑے اور یوں کہا ارے تم نے تو کچھ بھی نہ کیا۔ حضرت سَعدؓ نے وہاں جا کر جب دیکھا کہ وہ دونوں حضرات اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں تو سمجھ گئے کہ حضرت اُسَیدؓ نے یہ بات اس لیے کہی تھی تاکہ میں بھی ان دونوں کی باتیں سُن لوں۔ انہوں نے بھی کھڑے

ہو کر ان دونوں کو گالیاں دینی شروع کیں اور پھر حضرت اسعد بن زُرارہ کو کہا اللہ کی قسم اے ابو اُمامہ! اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو تم اس طرح کرنے کو سوچ بھی نہ سکتے۔ تم ہمارے محلہ میں وہ چیز لانا چاہتے ہو جسے ہم بُرا سمجھتے ہیں۔ ان کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت اسعد نے حضرت مُصعب سے کہہ دیا تھا کہ آپ کے پاس ایسا بڑا سردار آرہا ہے جس کے پیچھے ایسی ماننے والی قوم ہے کہ اگر انہوں نے آپ کا کہا مان لیا تو ان کی قوم میں دو آدمی بھی آپ کا کہا ماننے سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ حضرت مُصعب نے حضرت سَعد بن مُعاذ سے کہا ذرا بیٹھ جاؤ کچھ ہماری بھی تو سُن لو۔ اگر ہماری بات پسند آجائے اور دل چاہے تو مان لینا اور اگر پسند نہ آئے تو ہم آپ کی ناپسندیدہ بات کو چھوڑ دیں گے۔ حضرت سَعد نے کہا آپ نے انصاف کی بات کہی ہے۔ پھر نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے۔ حضرت مُصعب نے ان پر اسلام کو پیش کیا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ موسیٰ بن عُقبہ کا بیان ہے کہ انہوں نے سورت زُخرُف کی شروع کی آیتیں سنائی تھیں۔ یہ دونوں حضرات بیان فرماتے ہیں کہ ان کے بولنے سے پہلے ہی قرآن سُنتے ہی ان کے چہرہ کی چمک اور نرمی سے ہمیں یہ محسوس ہو گیا کہ یہ اسلام قبول کرلیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں حضرات سے پوچھا کہ جب تم مسلمان ہو کر اس دین میں داخل ہُوا کرتے ہو تو کیا کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا غسل کر کے پاک ہو جاؤ اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کر لو۔ پھر کلمۂ شہادت پڑھو پھر دو رکعت نماز پڑھو چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر غسل کیا اور اپنے دونوں کپڑوں کو پاک کیا اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا نیزہ لے کر اپنی قوم کی مجلس کی طرف واپس گئے اور ان کے ساتھ حضرت اُسَید بن حُضَیر بھی تھے۔ جب ان کو ان کی قوم نے آتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ واپسی میں حضرت سَعد کا چہرہ بدلا ہُوا ہے (اب اس پر اسلام کا نُور چمک رہا ہے)، انہوں نے اپنی قوم کے پاس کھڑے ہو کر کہا اے بنو عبد الاشہل! تم مجھے اپنے میں کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سب سے اچھی رائے والے اور سب سے عمدہ طبیعت کے مالک ہیں۔ انہوں نے کہا تمہارے مردوں اور عورتوں سے بات کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک تم لوگ اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان نہ لے آؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ شام تک بنو عبد الاشہل کے تمام مرد و عورت مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت

سَعد اور حضرت مُصعَب دونوں حضرت اَسعد بن زُرارہ کے گھر آگئے اور ان کے ہاں ٹھہر کر دونوں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار کے ہر محلہ میں کچھ نہ کچھ مرد اور عورت ضرور مسلمان ہو گئے لیکن بنو اُمیہ بن زید، خطمہ، وائل اور واقف کے محلّوں میں کوئی مسلمان نہ ہوا۔ یہ اَوس قبیلہ کے مختلف خاندان ہیں[1]۔

طَبَرانی نے اور دلائل النبوۃ میں اَبُونُعَیم نے حضرت عُروہ سے ایک لمبی روایت ذکر کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے انصار کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور وہ ایمان لائے جیسے کہ اِبتداءِ امرِ انصار کے باب میں آگے آئے گی پھر انصار کا اپنی قوم کو چھپ کر دعوت دینا اور انصار کا حُضورؐ سے ایسے آدمی کے بھیجنے کا مطالبہ کرنا جو لوگوں کو دعوت دے یہ سب اس روایت میں مذکور ہے۔ چنانچہ حُضورؐ نے انصار کے پاس حضرت مُصعَب کو بھیجا جس کا تذکرہ حُضورؐ کے افراد کو اللہ و رسُول کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجنے کے باب میں صفحہ ۱۴۷ پر آچکا ہے پھر حضرت عُروہ نے کہا کہ اَسعد بن زُرارہ اور حضرت مُصعَب بن عُمَیرؓ دونوں بیرِ مَرق (کنویں) یا اس کے قریب کے علاقہ میں آئے اور وہاں آکر بیٹھ گئے۔ اس زمین والوں کو پیغام بھیج کر بلوایا۔ وہ چھپ کر اُن کے پاس آئے۔ حضرت مُصعَب بن عُمَیر ان لوگوں سے باتیں کرتے رہے اور قرآن پڑھ کر سُناتے رہے۔ اِدھر حضرت سَعد بن مُعاذ کو اس کی خبر لگی۔ وہ اپنے ہتھیار باندھ کر اور نیزہ لے کر ان کے پاس آئے اور کھڑے ہو کر کہنے لگے تم ہمارے ہاں اس اکیلے آدمی کو کیوں لائے ہو جو کہ تنہا اور دھتکارا ہُوا اور پردیسی ہے؟ اور وہ غلط بیانی سے ہمارے کمزوروں کو بہکاتا ہے۔ اور انہیں اپنی دعوت دیتا ہے۔ تم دونوں آج کے بعد پڑوس میں بھی کہیں نظر نہ آنا۔ یہ سن کر یہ حضرات واپس چلے گئے پھر دوبارہ یہ لوگ بیرِ مَرق (کنویں) یا اس کے آس پاس آکر بیٹھ گئے۔ حضرت سَعد بن مُعاذ کو ان کی دوبارہ خبر ملی تو انہوں نے آکر ان دونوں کو پہلے سے کم سخت لہجے میں دھمکایا۔ جب حضرت اَسعد نے ان میں کچھ نرمی محسوس کی تو کہا اے میرے خالہ زاد بھائی! ان کی ذرا بات سُن لو۔ اگر ان سے کوئی بُری بات سُننے میں آئے تو اُسے رَد کر کے تم اس سے اچھی بات بتا دینا اور

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۵۲)

اگر اچھی بات سنو تو اللہ کی بات مان لینا۔ حضرت سعد نے کہا یہ کیا کہتے ہیں حضرت مصعب بن عمیر نے حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۳﴾ پڑھ کر سنائی۔ حضرت سعد نے کہا میں تو جانی پہچانی باتیں ہی سن رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت سے نواز دیا۔ لیکن انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار اپنی قوم کے پاس واپس جا کر کیا۔ اور اپنی قوم بنو عبد الاشہل کو اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی کہا اگر کسی بڑے یا چھوٹے کو کسی مرد یا عورت کو اسلام کے بارے میں شک ہو تو ہمیں اس سے زیادہ بہتر دین بتا دے ہم اسے قبول کرلیں گے۔ اللہ کی قسم! اب تو ایسی بات کھل کر سامنے آگئی ہے جس کی وجہ سے گردنیں کٹوائی جاسکتی ہیں چنانچہ حضرت سعد کے مسلمان ہونے اور ان کے دعوت دینے پر قبیلہ بنو عبد الاشہل سارا ہی مسلمان ہو گیا۔ بس چند ناقابلِ ذکر آدمی اسلام نہ لائے۔ چنانچہ یہ انصار کا پہلا محلہ تھا جو سارا کا سارا مسلمان ہو گیا۔ آگے اسی طرح حدیث ذکر کی ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افراد کو اللہ و رسول کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجنے کے باب میں صفحہ ۱۴۸ پر گزر چکی ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ پھر حضرت مصعب بن عمیرؓ حضورؐ کی خدمت میں مکہ واپس چلے گئے۔





حضرت طُلَیب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کا انفرادی دعوت دینا

حضرت مُحمّد بن ابراہیم بن حارث تَیمی کہتے ہیں کہ جب حضرت طُلَیب بن عُمیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور اپنی والدہ اَروٰی بنت عبدالمطّلب کے پاس گئے تو ان سے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور مُحمّد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا اِتباع کر چکا ہوں اور پورا قصّہ بیان کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اسلام لانے سے اور حضورؐ کا اِتباع کرنے سے آپ کو کون سی چیز مانع ہے؟ آپ کے بھائی حضرت حَمزہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس اِنتظار میں ہوں کہ میری بہنیں کیا کرتی ہیں؟ میں بھی انہی کا ساتھ دُوں گی۔ حضرت طُلَیب کہتے ہیں میں نے کہا میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ضرور حضورؐ کی خدمت میں جائیں اور ان کو سلام کریں اور ان کی تصدیق کریں اور اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (ان پر ایسا اثر پڑا کہ اسی وقت) انہوں نے کلمۂ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔ پڑھ لیا۔ اس کے بعد وہ اپنی زبان سے حضورؐ کی بہت مدد کیا کرتی تھیں اور اپنے بیٹے کو حضورؐ کی مدد کرنے اور آپ کے کام کو لے کر کھڑے ہو جانے کی ترغیب دیتی رہتی تھیں۔[1]

حضرت ابوسَلَمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت طُلَیب بن عُمیر رضی اللہ عنہ دارِ اَرقم میں مسلمان ہوئے پھر وہاں سے نکل کر اپنی والدہ اَروٰی بنت عبدالمطّلب کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا میں مُحمّد (عَلَیہِ السّلام) کا اِتباع کر چکا ہوں۔ اور اللہ رَبُّ العالَمین کا فرمانبردار ہو چکا ہوں، ان کی والدہ نے کہا تمہاری مدد اور نصرت کے سب سے زیادہ حقدار تمہارے ماموں زاد بھائی ہی ہیں اللہ کی قسم! اگر ہم عورتوں میں مردوں جیسی طاقت

---

[1] اخرجہ الواقدی کذافی الاستیعاب (ج ۲ ص ۲۲۵) و اخرجہ العقیلی من طریق الواقدی بمثلہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۲۷)

ہوتی تو ہم بھی آپ کا اتباع کرتیں اور آپ کی طرف سے پورا دفاع کرتیں۔ حضرت طُلَیب فرماتے ہیں میں نے اپنی والدہ سے کہا اے اماں جان! آپ کو کونسی چیز اسلام سے مانع ہے؟ آگے ویسی ہی حدیث ذکر کی جیسی پہلے گزر چکی ہے[1]

حضرت عُمَیر بن وَہب جُمَحی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا انفرادی دعوت دینا اور ان کے اسلام لانے کا قِصّہ

حضرت عُروہ بن زُبیر رَضِیَ اللہُ عَنہما فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں شکست کھانے کی پریشانی کے چند دنوں کے بعد عُمیر بن وَہب جُمَحی صفوان بن اُمیّہ کے ساتھ حَطیم میں بیٹھا تھا عُمیر بن وَہب قُریش کے شیطانوں میں سے بڑا شیطان تھا اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسلَّم اور آپ کے صحابہؓ کو بہت تکلیف دیا کرتا تھا اور مکہ میں مسلمانوں نے اس کی طرف سے بڑی تکلیفیں برداشت کیں اور اس کا بیٹا وَہب بن عُمیر بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے والوں میں تھا۔ عُمیر بن وَہب نے قلیبِ بدر کا ذکر کیا۔ جس کنویں میں ستّر کافروں کو قتل کر کے ڈالا گیا تھا اور دیگر مصیبتوں کا بھی تذکرہ کیا تو صفوان نے کہا اللہ کی قسم! ان لوگوں کے بعد تو اب زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہا۔ عُمیر نے کہا تم سچ کہتے ہو اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرضہ نہ ہوتا جس کی ادائیگی کا فی الحال میرے پاس کوئی انتظام نہیں ہے اور اپنے پیچھے بال بچوں کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ابھی سوار ہو کر مُحمّد (عَلَیہِ السَّلام) کے پاس جاتا اور (نَعوذُ باللہ) ان کو قتل کر دیتا کیونکہ میرے لیئے ان کے پاس جانے کا ایک بہانہ ہے اور وہ یہ کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھوں میں قید ہے۔ صفوان

---

[1] اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۲۳۹) من طریق اسحاق بن محمد الفروی عن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی عن ابیہ۔ و اخرجہ ابن سعد فی الطبقات (ج ۳ ص ۱۲۳) عن محمد بن ابراہیم التیمی عن ابیہ بمثلہ قال الحاکم (ج ۳ ص ۲۳۹) صحیح غریب علی شرط البخاری ولم یخرجاہ و تعقبہ الحافظ فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۳۴) فقال ولیس کما قال فان موسیٰ ضعیف و روایۃ ابی سلمۃ عنہ مرسلۃ وہی قولہ قال فقلت یا اماہ الی آخرہ انتہیٰ۔

بن اُمیّہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا تمہارا قرضہ میرے ذمّہ ہے میں اسے تمہاری طرف سے ادا کر دوں گا۔ تمہارے بال بچے میرے بال بچوں کے ساتھ رہیں گے اور جب تک وہ زندہ رہے میں اپنی وُسعت کے مطابق ان کا پورا خیال رکھوں گا۔ عُمیر نے کہا میری اور اپنی یہ باتیں راز میں رکھنا صفوان نے کہا ایسا ہی کروں گا۔ عُمیرؓ کے کہنے پر تلوار تیز کر دی گئی اور زہر میں بجھا دی گئی۔ پھر وہاں سے چل کر وہ مدینہ پہنچے۔ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنہُ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگِ بدر کے حالات کا تذکرہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے جو ظاہر کے خلاف فتح سے نوازا اور اور دشمنوں کی جو کھلی شکست دکھائی۔ اس کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر کی نگاہ عُمیر بن وہب پر پڑی جو گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھا چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ کتا اللہ کا دشمن عُمیر بن وہب بُری نیت سے ہی آیا ہے۔ اسی نے ہمارے درمیان فساد برپا کیا تھا اور بدر کے دن ہمارا اندازہ لگا کر اپنی قوم کو بتایا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فوراً حضورؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا نبیَ اللہ! یہ اللہ کا دشمن عُمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور عُمیر کی تلوار کے پرتلے کو اس کے گریبان سمیت پکڑ کر کھینچا اور اپنے ساتھ کے انصار سے کہا تم سب جا کر حضورؐ کے پاس بیٹھ جاؤ اور اس خبیث سے ہوشیار رہنا اس کا کوئی اعتبار نہیں پھر حضرت عمر اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ جب حضورؐ نے دیکھا کہ حضرت عمر نے اسے پرتلے اور گریبان سے پکڑ رکھا ہے تو فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو اور اے عُمیر! قریب آجاؤ۔ عُمیر نے قریب آکر کہا اَنعِمُوا صَبَاحًا (صبح بخیر) اور جاہلیت والے آپس میں یوں سلام کیا کرتے تھے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے عُمیر! اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے اس سلام سے بہتر سلام سے نوازا ہے اور وہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَیکُم جو کہ جنتیوں کا آپس میں سلام ہوگا۔ عُمیر نے کہا اللہ کی قسم اے محمدؐ! (عَلَیہِ السَّلَام) میرے لئے تو یہ نئی بات ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اے عُمیر! تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں اس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو آپؐ کے ہاتھوں میں قید ہے۔ آپ اس پر احسان کریں۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر گلے میں تلوار لٹکانے کا کیا مقصد؟ عُمیر نے کہا اللہ ان

تلواروں کا بُرا کرے۔ کیا یہ تلواریں ہمارے کچھ کام آئیں ؟ آپؐ نے فرمایا مجھے سچ بتاؤ کیوں آئے ہو؟ عُمیرؓ نے کہا میں تو صرف اسی لئے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اور صَفوان بن اُمیہ حطیمؔ میں بیٹھے تھے۔ تم نے قریش کے ان لوگوں کا تذکرہ کیا تھا جن کو مار کر بدر کے کنویں میں پھینکا گیا تھا۔ پھر تم نے کہا تھا اگر مجھ پر قرضہ اور بال بچوں کی ذمہ داری کا بوجھ نہ ہوتا تو میں جاکر (نَعُوذُ بِاللہِ) محمد کو قتل کر آتا۔ پھر صَفوان بن اُمیہ نے تمہارے قرضے اور بال بچوں کی ذمہ داری اس شرط پر اُٹھائی کہ تم مجھے قتل کروگے حالانکہ اللہ تمہارے اور تمہارے اس ارادے کے درمیان حائل ہے۔ حضرت عُمیرؓ نے (یہ سُنتے ہی فوراً) کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسُول ہیں یا رسُول اللہ! آپ جو آسمان کی خبریں اور اُترنے والی وحی ہمیں بتاتے تھے۔ ہم اس کو جھٹلاتے تھے اور یہ تو ایک ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صَفوان کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا اللہ کی قسم! مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات آپ کو اللہ ہی نے بتائی ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اسلام کی ہدایت سے نوازا اور مجھے یہاں کھینچ کر لایا پھر انہوں نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ حُضورؐ نے فرمایا اپنے بھائی (عُمیرؓ) کو دین کی باتیں سکھاؤ اور قرآن اسے پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عُمیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ کے نُور کو مٹانے کے لئے بہت کوشش کیا کرتا تھا اور اللہ کے دین والوں کو بہت زیادہ تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھے اجازت دیں کہ میں مکہ جاکر مکہ والوں کو اللہ و رسُول کی طرف اور اسلام کی طرف دعوت دوں۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیں گے ورنہ میں ان کو ان کے دین کی وجہ سے ایسے ہی تکلیفیں دُوں گا۔ جیسے میں آپؐ کے صحابہؓ کو دین کی وجہ سے دیا کرتا تھا چنانچہ حُضورؐ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ مکہ چلے گئے۔ حضرت عُمیرؓ بن وَہب کے مکہ سے روانہ ہونے کے بعد صَفوان یہ کہا کرتا تھا اے لوگو! چند دنوں کے بعد تمہیں ایک ایسی خوشخبری ملے گی جو تمہیں بدر کی ساری مصیبتیں بھُلا دے گی۔ صَفوان حضرت عُمیرؓ کے بارے میں آنے والے سواروں سے پوچھا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے آکر انہیں بتایا کہ عُمیرؓ تو مسلمان ہو چکے (یہ سُن کر)، صَفوان نے اس بات کی قسم کھائی کہ نہ تو وہ کبھی عُمیرؓ سے بات کرے گا اور نہ اس کے کسی کام آئے گا۔[1]

[1] حاشیہ صہ۲۵ پر)

ابن جریر نے حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے لمبی حدیث بیان کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عُمیرؓ مکہ واپس آکر اسلام کی دعوت میں مشغول ہو گئے اور جو ان کی مخالفت کرتا اسے سخت تکلیفیں پہنچاتے چنانچہ ان کے ہاتھوں بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔[1] حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما سے مُرسلاً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عُمیرؓ کو ہدایت دی تو مسلمان بہت خوش ہوئے اور حضرت عُمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس دن عُمیرؓ آئے تھے اس دن وہ خنزیر سے بھی زیادہ بُرے لگ رہے تھے اور آج وہ مجھے اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔[2]

حضرت عَمرو بن اُمیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عُمیر بن وَہب رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد مکہ آئے تو سیدھے اپنے گھر گئے اور صَفوان بن اُمیہ سے نہ ملے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا اور اس کی دعوت دینے لگ گئے۔ جب صَفوان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب عُمیرؓ میرے پاس پہلے نہیں آئے بلکہ سیدھے اپنے گھر چلے گئے کہ عُمیرؓ جس مصیبت سے بچنا چاہتا تھا اسی میں جا گرا اور بد دین ہو گیا اور میں نہ کبھی اس سے بات کروں گا اور نہ کبھی اس کا اور اس کے بال بچوں کا کوئی کام کروں گا ایک دن صَفوان حَطیم میں تھا کہ اتنے میں حضرت عُمیرؓ نے اس کے پاس کھڑے ہو کر اُسے آواز دی صَفوان نے منہ پھیر لیا تو اس سے حضرت عُمیرؓ نے کہا تم ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہو آپ بتاؤ کہ ہم جو پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے نام پر جو جانور ذبح کیا کرتے تھے کیا یہ بھی کوئی دین ہے؟ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، صَفوان نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔[3] صَفوان بن اُمیہ کے اسلام لانے کے بارے میں حضرت عُمیرؓ نے جو کوشش کی اس کا تذکرہ ۲۲۹ پر گزر چکا ہے

ازصفحہ ۲۵۰ [1] اخرجہ ابن اسحاق عن محمد بن جعفر بن الزبیر کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۱۳)، [2] کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۸ وہکذا اخرجہ الطبرانی عن محمد بن جعفر بن الزبیر رضی اللہ عنہ نحوہ قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۸۶) واسنادہ جید [3] واسنادہ حسن انتہیٰ واخرجہ الطبرانی ایضاً عن انس رضی اللہ عنہ موصولاً بمعناہ مختصراً قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۸۷) ورجالہ رجال الصحیح انتہیٰ و اخرجہ ابن مندہ ایضاً موصولاً عن انس رضی اللہ عنہ وقال غریب لانعرفہ عن ابی عمران الا من ہذا الوجہ کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۳۶) [3] اخرجہ الواقدی عن عبداللہ بن عمرو بن امیۃ کذا فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۴۸۶)

حضرت اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا اِنفرادی دعوت دینا

حضرت اَبُوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ میری والدہ مُشرک تھیں۔ میں ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ ایک دِن میں نے ان کو دعوت دی۔ انہوں نے مجھے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں سنائیں۔ مَیں روتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں اپنی والدہ کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا وہ انکار کر دیا کرتی تھیں۔ آج مَیں نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے مجھے آپؐ کے بارے میں بڑی ناگوار باتیں کہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ ابُوہُرَیرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔ آپؐ نے فرمایا اے اللہ! ابُوہُرَیرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔ مَیں حُضورؐ کی دعا لے کر خوشی خوشی گھر کو چلا۔ وہاں پہنچ کر میں نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ بند تھا۔ میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سُن کر کہا ابُوہُرَیرہ! ذرا ٹھہرو۔ میں نے پانی کے گرنے کی آواز سُنی (یعنی میری والدہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے نہا رہی تھیں) میری والدہ نے کُرتہ پہن لیا اور جلدی میں دوپٹہ نہ اوڑھ سکیں اور دروازہ کھول کر کہا، اے ابُوہُرَیرہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ۔

فرماتے ہیں کہ مَیں نے حُضورؐ کی خدمت میں واپس آکر آپؐ کو بتایا آپؐ نے اللہ کا شُکر ادا کیا اور دعائے خیر فرمائی۔[1]

حضرت ابُوہُرَیرہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو بھی مسلمان مرد اور عورت میرا نام سُنتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا آپ کو اس کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ تو حضرت ابُوہُرَیرہ نے کہا میں اپنی والدہ کو دعوت دیا کرتا تھا اور پھر سابقہ مضمون جیسا قصہ ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں دوڑتا ہُوا حُضورؐ کی خدمت میں آیا اور اب میں خوشی سے رو رہا تھا جیسے کہ پہلے میں غم سے رو رہا تھا۔ میں نے کہا یا رسُولَ اللہ! آپؐ کو خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] اخرجہ مسلم واخرجہ احمد ایضاً بنحوہ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۰۴)

نے آپؐ کی دعا کو قبول فرمالیا اور اللہ تعالیٰ نے ابُو ہُرَیرہ کی والدہ کو اسلام کی ہدایت دے دی۔ پھر میں نے کہا یا رسُول اللہ آپ اللہ سے دُعا کریں کہ اللہ میری اور میری والدہ کی محبت تمام مومن مردوں اور عورتوں کے دِل میں اور ہر مومن مرد و عورت کے دل میں ڈال دے۔ چنانچہ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اپنے اس چھوٹے سے بندے اور اس کی والدہ کی محبت ہر مومن مرد اور عورت کے دِل میں ڈال دے چنانچہ جو بھی مسلمان مرد اور عورت میرا نام سُنتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگ جاتا ہے[1]

حضرت اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللہُ عَنہا کا انفرادی دعوت دینا

حضرت اَنس رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ حضرت اَبُوطَلحہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے اسلام لانے سے پہلے (میری والدہ) حضرت اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللہُ عَنہا کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے کہا اے اَبُوطَلحہ! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو وہ تو زمین سے اُگنے والا درخت ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اُمِّ سُلَیم نے کہا درخت کی عبادت کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے اسلام کے علاوہ کسی قسم کے مہر کا مطالبہ نہیں کروں گی۔ انہوں نے کہا اچھا میں ذرا سوچ لوں اور چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آکر کلمۂ شہادت:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لیا تو حضرت اُمِّ سُلَیمؓ نے کہا اے اَنس! میرا نکاح اَبُوطَلحہ سے کر دو۔ چنانچہ حضرت اَنس نے ان کا نکاح کروا دیا[2]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۲۸) [2] اخرجہ احمد و اخرجہ ایضاً ابن سعد بمعناہ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۶۱)

صحابہ کرامؓ کا مختلف قبائل اور اقوامِ عرب کو دعوت دینا

حضرت ضِمام بن ثَعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ کا قبیلہ بنو سَعد بن بکر کو دعوت دینا

حضرت ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنوسَعد بن بکر نے حضرت ضِمام بن ثَعلبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر مسجد کے دروازے پر اپنا اُونٹ بٹھایا اور اس کی ٹانگوں میں رسی باندھی پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ضِمام بڑے مضبوط اور زیادہ بالوں والے آدمی تھے۔ ان کے سر پہ بالوں کی دو زُلفیں تھیں۔ آکر حضورؐ اور صحابہ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور پوچھا آپ لوگوں میں سے کون ابن عبد المُطّلِب ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں ابن عبد المطلب ہوں۔ انہوں نے کہا کیا آپ محمدؐ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں۔ انہوں نے کہا اے ابن عبد المُطّلِب! میں آپ سے کچھ پوچھوں گا اور اس پوچھنے میں ذرا سختی کروں گا۔ آپ ناراض نہ ہونا آپ نے فرمایا نہیں میں ناراض نہیں ہونگا تم جو چاہو پوچھو۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں اور بعد والوں کا بھی معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسُول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا یہی بات ہے پھر انہوں نے کہا میں آپ کو اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں اور بعد والوں کا بھی معبود ہے کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم صرف اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا بخدا یہی

بات ہے پھر انہوں نے کہا میں آپ کو اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے والوں اور بعد والوں کا بھی معبود ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا جی ہاں۔ پھر وہ زکوٰۃ، روزے، حج اور اسلام کے دیگر فرائض کے بارے میں پوچھتے گئے اور ہر دفعہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتے جب ان سوالات سے فارغ ہو گئے تو کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور میں ان تمام فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے روکا ہے ان سے میں بچوں گا اور میں اس میں (اپنی طرف سے) کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔ پھر اپنے اُونٹ کی طرف واپس جانے کے لئے چل پڑے تو حضورؐ نے فرمایا اگر اس دو زُلفوں والے آدمی نے سچ کہا ہے تو یہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اُونٹ کے پاس آ کر اس کی رسّی کو کھولا اور واپس چل دیئے۔ جب یہ اپنی قوم میں پہنچے تو سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو سب سے پہلے انہوں نے یہ کہا کہ لات اور عُزّٰی کا بُرا ہو۔ لوگوں نے کہا اے ضِمام! خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس طرح کہنے سے تم برص یا کوڑھ یا پاگل پن میں مبتلا ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو یہ لات اور عُزّٰی۔ اللہ کی قسم! نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا ہے اور ان پر ایک کتاب اُتاری ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کتاب کے ذریعہ اس شرک سے نکال دیا ہے جس میں تم مُبتَلا تھے اور پھر کلمہ شہادت پڑھ کر سنایا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور انہوں نے تمہیں جن کاموں کا حکم دیا ہے اور جن کاموں سے روکا ہے ان تمام احکام کو ان کے پاس سے لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد اور عورت مسلمان ہو چکا تھا۔ حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ضِمام بن ثَعلبہ سے زیادہ بہتر ہم نے کسی قوم کا نمائندہ نہیں سُنا اور واقدی میں یہ ہے کہ شام ہونے سے پہلے ہی اس آبادی کا ہر مرد اور عورت مسلمان ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے مسجدیں بھی بنائیں اور نماز کے لیئے اذان بھی دیا کرتے تھے[1]

(۱) حاشیہ صـ۲۵۶ پر۔

حضرت عَمرو بن مُرّہ جُہنی رضی اللہ عنہ کا اپنی قوم کو دعوت دینا

حضرت عَمرو بن مُرّہ جُہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم لوگ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ حج کرنے گئے تو میں نے مکہ میں خواب میں ایک چمکتا ہوا نُور دیکھا جو کعبہ سے نکل رہا تھا اور اس کی روشنی سے یثرب کا پہاڑ اور جُہَینَہ کا اشعر پہاڑ روشن ہوگیا اور مجھے اس نُور میں یہ آواز سنائی دی کہ تاریکی چھٹ گئی اور روشنی بلند ہوکر پھیل گئی اور خاتم الانبیاء کی بعثت ہوگئی۔ وہ نُور میرے سامنے دوبارہ چمکا، یہاں تک کہ میں نے حِیرہ شہر کے محلات اور مدائن شہر کا سفید محل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس نور میں یہ آواز سنائی دی کہ اسلام کا ظہور ہوچکا اور بُت توڑ دیئے گئے اور رشتے جوڑ دیئے گئے۔ میں گھبرا کر اُٹھا اور اپنی قوم سے کہا اللہ کی قسم! قریش کے اس قبیلہ میں کوئی بڑا واقعہ پیش آنے والا ہے اور میں نے ان کو اپنا خواب سنایا۔ جب میں اپنے علاقہ میں پہنچا تو وہاں یہ خبر پہنچی کہ احمدؐ نامی ایک آدمی پیغمبر بناکر بھیجے گئے ہیں چنانچہ میں وہاں سے چل کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو اپنا خواب سُنایا۔ آپ نے فرمایا اے عَمرو بن مُرّہ! میں وہ نبی ہوں جس کو تمام بندوں کی طرف رسُول بناکر بھیجا گیا ہے میں سب کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں ان کو اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ وہ خون کی حفاظت کریں اور صلہ رحمی کریں اور ایک اللہ کی عبادت کریں اور بُتوں کو چھوڑ دیں اور حجِ بیتُ اللہ کریں اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھیں۔ جو میری بات مانے گا اسے جنت ملے گی اور جو میری نافرمانی کریگا

(از صفحہ ۲۵۵)

لہ اخرجہ ابن اسحاق وہکذا رواہ الامام احمد من طریق ابن اسحاق وابوداؤد نحوہ من طریقہ کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۶۰) واخرجہ الحاکم ایضا فی المستدرک (ج ۳ ص ۵۴) من طریق ابن اسحاق نحوہ ثم قال قد اتفق الشیخان علی اخراج ورود ضمام المدینۃ ولم یسق واحد منہما الحدیث بطولہ وہذا صحیح انتہی ووافقہ الذہبی فقال صحیح۔

وہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ اے عمرو ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم کی ہولناکی سے امن دے گا۔ میں نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ جو حلال اور حرام لے کر آئے ہیں میں اس سب پر ایمان لے آیا اگرچہ یہ بات بہت سی قوموں کو بُری لگے گی پھر میں نے آپ کو وہ چند اشعار پڑھ کر سنائے جو میں نے آپ کی بعثت کی خبر سن کر کہے تھے۔ ہمارا ایک بُت تھا اور میرے والد اس کے خادم تھے۔ میں نے کھڑے ہو کر اس بُت کو توڑ دیا پھر میں حضورؐ کی طرف چل دیا اور میں یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

شَهِدْتُ بِاَنَّ اللّٰهَ حَقٌّ وَّاِنَّنِیْ لِاٰلِهَةِ الْاَحْجَارِ اَوَّلُ تَارِكِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور میں پتھروں سے بنے ہوئے بتوں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں۔

وَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِى الْاِزَارَ مُهَاجِرًا اَجُوْبُ اِلَيْكَ الْوَعْثَ بَعْدَ الدَّكَادِكِ

اور میں نے اپنی پنڈلی سے لنگی کو اوپر چڑھا لیا اور میں ہجرت کرتا ہوا جا رہا ہوں۔ (یا رسول اللہ) آپ تک پہنچنے کے لئے دشوار گزار راستوں کو اور سخت زمینوں کو طے کر رہا ہوں۔

لِاَصْحَبَ خَيْرَ النَّاسِ نَفْسًا وَّوَالِدًا رَسُوْلَ مَلِيْكِ النَّاسِ فَوْقَ الْحَبَائِكِ

(میں یہ ساری مشقت اس لئے اٹھا رہا ہوں، تاکہ میں اس ذات کی صحبت میں رہا کروں جو خود بھی لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور ان کا خاندان بھی اور جو اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام انسانوں کا بادشاہ ہے اور آسمانوں کے اوپر ہے۔

حضورؐ نے (اشعار سن کر) کہا شاباش اے عمرو بن مُرّہ! پھر میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے میری قوم کی طرف بھیج دیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر بھی میرے ذریعہ سے فضل فرما دے جیسے آپ کے ذریعے سے مجھ پر فضل فرمایا۔ چنانچہ آپ نے مجھے بھیج دیا اور یہ ہدایات دیں کہ نرمی سے پیش آنا اور صحیح اور سیدھی بات کہنا۔ سخت کلامی اور بد خلقی سے پیش نہ آنا اور تکبر اور حسد نہ کرنا۔ میں اپنی قوم کے پاس آیا اور میں نے کہا اے بنی رفاعہ! بلکہ اے قبیلہ جُہَینہ! میں تمہاری طرف اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قاصد ہوں اور تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں

تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہوں کہ تم خون کی حفاظت کرو اور صلہ رحمی کرو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کو چھوڑ دو۔ اور بیت اللہ کا حج کرو اور بارہ مہینوں میں سے رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھو۔ جو مان لے گا اسے جنت ملے گی جو نافرمانی کرے گا وہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ اے قبیلہ جُہَینہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں عربوں میں سے بہترین قبیلہ بنایا ہے اور جو بری باتیں عرب کے دوسرے قبیلوں کو اچھی لگتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت میں بھی تمہارے دلوں میں ان کی نفرت ڈالی ہوئی تھی کیونکہ وہ دوسرے قبیلے دو بہنوں سے اکٹھی شادی کر لیتے تھے اور شہر حرام میں جنگ کر لیتے تھے اور اپنے باپ کی بیوی سے بعد میں نکاح کر لیتے تھے۔ بنی لُوئی بن غالب! اللہ کے بھیجے ہوئے اس نبی کی بات مان لو۔ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی ملے گی۔ حضرت عمروؓ فرماتے ہیں میری قوم میں سے کوئی میرے پاس نہ آیا۔ صرف ایک آدمی نے آکر یہ کہا اے عمرو بن مُرّہ! اللہ تیری زندگی کو تلخ کرے۔ کیا تم ہمیں اس بات کا حکم دیتے ہو کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنا شیرازہ بکھیر دیں اور ہم اپنے ان آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کریں جو عمدہ اور بلند اخلاق والے تھے۔ یہ تہامہ کا رہنے والا قریشی (علیہ السلام) ہمیں کس چیز کی دعوت دیتا ہے؟ نہ ہمیں اس سے محبت ہے اور نہ ہم اس کی بزرگی تسلیم کرتے ہیں پھر وہ خبیث یہ شعر (نعوذ باللہ) پڑھنے لگا۔

اِنَّ ابْنَ مُرَّۃَ قَدْ اَتٰی بِمَقَالَۃٍ لَیْسَتْ مَقَالَۃَ مَنْ یُّرِیْدُ صَلَاحًا

ابن مُرّہ ایسی بات لے کر آیا ہے جو اس آدمی کی بات نہیں ہو سکتی ہے جو چاہتا ہے کہ حالات درست ہو جائیں۔

اِنِّیْ لَاَحْسِبُ قَوْلَہٗ وَفِعَالَہٗ یَوْمًا وَّاِنْ طَالَ الزَّمَانُ ذُبَاحًا

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابن مُرّہ کا قول و فعل ایک نہ ایک دن ضرور گلے کا پھوڑا بن کر رہے گا۔ چاہے اس میں کچھ دیر لگے۔

لِیُسَفِّہُ الْاَشْیَاخَ مِمَّنْ قَدْ مَضٰی مَنْ رَّامَ ذٰلِکَ لَا اَصَابَ فَلَاحًا

وہ ہمارے گزرے ہوئے اسلاف کو بے وقوف ثابت کرتا ہے۔ جو ایسا کرنا چاہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ہے۔

حضرت عَمرو بن مُرّہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو خُدا اس کی زندگی کو تلخ کر دے اور اس کی زبان کو گونگا اور آنکھوں کو اندھا کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم مرنے سے پہلے ہی اس آدمی کے سارے دانت گر چکے تھے اور وہ اندھا ہو چکا تھا اور اس کی عقل خراب ہو چکی تھی اور اسے کسی کھانے میں ذائقہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت عَمرو اپنی قوم کے مسلمانوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کا بڑا استقبال کیا اور ان کو درازئ عُمر کی دعا دی اور ان کو ایک خط لکھ کر دیا جس کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"یہ اللہ عزیز کی جانب سے ان کے رسُول کی زبانی خط ہے جو رسُول سچے حق کو اور حق بتانے والی کتاب کو لے کر آئے۔ یہ خط عَمرو بن مُرّہ کے ہاتھ جُہَینہ بن زید قبیلہ کے نام بھیجا جا رہا ہے۔ سارا نشیبی اور ہموار علاقہ اور وادیوں کا نیچے اور اُوپر کا علاقہ سب تمہارا ہے۔ جہاں چاہو اپنے جانور چراؤ اور اس کا پانی استعمال کرو شرط یہ ہے کہ (مالِ غنیمت کا) پانچواں حصہ دیتے رہو اور پانچ نمازیں پڑھتے رہو۔ بھیڑ بکریوں کے دو ریوڑ اگر یکجا کر دیئے جائیں (اور ان کی تعداد ایک سو بیس سے زائد اور دو سو سے کم ہو) تو زکوٰۃ میں دو بکریاں دی جائیں گی۔ اور اگر الگ الگ ریوڑ ہو (اور ہر ریوڑ میں چالیس یا اس سے زیادہ بکریاں ہوں) تو ہر ایک میں سے ایک ایک بکری دی جائے گی۔ زراعت کے کام آنے والے اور پانی نکالنے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور تمام حاضر مسلمان ہمارے اس معاہدہ پر گواہ ہیں۔ بقلم قیس بن شماس"۔[1]

حضرت عُروہ بن مَسعُود رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ثقیف کو دعوت دینا

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب لوگوں نے ۹ھ میں حج کی

[1] اخرجہ الرویانی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۶۴)، واخرجہ ایضا ابو نعیم بطولہ کما فی البدایۃ (ج ۲ ص ۳۵۱)، والطبرانی بطولہ کما فی المجمع (ج ۸ ص ۲۴۴)

تیاری شروع کی تو حضرت عُروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئے اور حضورؐ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ وہ تمہیں کہیں قتل نہ کر دیں انہوں نے کہا (وہ میرا اتنا احترام کرتے ہیں کہ) اگر وہ میرے پاس آئیں اور میں سو رہا ہوں تو وہ مجھے جگاتے نہیں ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ مسلمان ہو کر اپنی قوم کے پاس واپس عشاء کے وقت پہنچے۔ سارا قبیلہ انہیں سلام کرنے آیا۔ انہوں نے ان سب کو اسلام کی دعوت دی، قوم نے ان پر طرح طرح کے الزام تراشے اور انہیں غصہ دلایا اور انہیں بہت سی ناگوار باتیں سنائیں پھر انہیں شہید کر ڈالا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ خبر سن کر) فرمایا۔ عُروہ بھی ان (حبیب نجار) جیسے ہیں جن کا تذکرہ سورت یٰسین میں ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی انہوں نے ان کو شہید کر دیا۔[1] بہت سے اہل علم اس قصہ کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ عشاء کے وقت طائف پہنچے اور اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ قبیلہ ثقیف نے آکر ان کو جاہلیت کے طریقہ پر سلام کیا۔ انہوں نے لوگوں کو اس سلام سے روکا۔ اور ان سے کہا تم جنت والوں کے طریقہ پر سلام کرو اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہو۔ قوم نے ان کو طرح طرح سے ستایا اور ان کو بے عزت کیا لیکن یہ برداشت کرتے رہے۔ قوم کے لوگ ان کے پاس سے جا کر ان کے بارے میں مشورہ کرتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہو گئی۔ حضرت عُروہ نے بالاخانہ پر چڑھ کر فجر کی اذان دی۔ قبیلہ ثقیف کے لوگ ہر طرف سے نکل آئے۔ بنو مالک کے اَوس بن عَوف نامی آدمی نے ان کو ایسا تیر مارا جو اُن کی شہ رگ میں لگا اور اس شہ رگ کا خون نہ رُکا تو غیلان بن سَلمہ اور کنانہ بن عبدیالیل اور حکم بن عَمرو اور بنو اَحلاف کے دیگر ممتاز سرداروں نے کھڑے ہو کر ہتھیار پہن لیئے اور جمع ہو گئے اور یوں کہا یا تو ہم سارے مر جائیں گے یا عُروہ بن مسعود کے بدلہ میں بنو مالک کے دس سرداروں کو قتل کر دیں گے۔ حضرت

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۸۶) رواہ الطبرانی وروی عن الزہری نحوہ وکلاہما مرسل واسنادہما حسن واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۶۱۶) بمعناہ۔

عُروہ بن مسعود نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا میری وجہ سے تم کسی کو قتل نہ کرو۔ میں نے اپنا خون اپنے قاتل کو اس لئے معاف کر دیا تاکہ اس سے تمہاری صلح باقی رہے۔ یہ میرا قتل تو اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خاص انعام ہے اور اس نے مجھے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ تم مجھے قتل کر دو گے پھر انہوں نے اپنے خاندان والوں کو بلا کر کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے ان شہیدوں کے ساتھ دفن کرنا جو حضورؐ کے ساتھ تمہارے ہاں سے جانے سے پہلے شہید ہوئے چنانچہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے خاندان والوں نے ان کو ان ہی شہید صحابہ کے ساتھ دفن کیا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کے قتل کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ عُروہ بھی...... آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے[1]۔ قبیلہ ثقیف کے مسلمان ہونے کا قصہ صفحہ ۲۵۹ پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ان اخلاق و اعمال کے قصوں میں گزر چکا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی۔

حضرت طُفَیل بن عَمْرو دَوسی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا اپنی قوم کو دعوت دینا

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی قوم کی طرف سے سخت رویہ دیکھنے کے باوجود ان کی خیر خواہی کی پوری کوشش کرتے رہتے اور دنیا اور آخرت کی جس مصیبت میں وہ گرفتار تھے اس سے نجات پانے کی ان کو دعوت دیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے قریش سے حضور کی پوری حفاظت فرما دی تو انہوں نے یہ رویہ اختیار کیا کہ لوگوں کو اور باہر سے آنے والے عربوں کو ڈرا کر حضورؐ سے ملنے سے روکتے حضرت طُفَیل بن عَمْرو دَوسی رَضِیَ اللہُ عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مکہ گئے اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں ہی تھے۔ حضرت طُفَیل بہت معزز اور بڑے شاعر اور بڑے سمجھدار تھے۔ قریش کے چند آدمی ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے طُفَیل! آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۵ ص ۳۶۹) عن الواقدی عن عبداللہ بن یحیٰی۔

یہ آدمی جو ہمارے درمیان رہتا ہے اس نے ہمیں بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ اس کی بات تو جادو کی طرح اثر رکھتی ہے۔ یہ باپ بیٹے میں اور بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جُدائی پیدا کر دیتا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جو پریشانیاں ہم پر آگئی ہیں کہیں وہ آپ پر اور آپ کی قوم پر نہ آجائیں لہذا آپ نہ تو اس سے بات کریں اور نہ اس کی کوئی بات سُنیں۔ حضرت طُفَیل کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ پر اتنا اصرار کیا اور اتنا پیچھے پڑے کہ مَیں نے بھی طے کر لیا کہ مَیں نہ تو حضورؐ سے کوئی بات سُنوں گا اور نہ ہی ان سے کوئی بات کروں گا یہاں تک کہ صبح کو جب میں مسجد کو جانے لگا تو کانوں میں رُوئی اس ڈر سے بھرلی کہ کہیں بلا ارادہ آپؐ کی کوئی بات میرے کان میں نہ پڑ جائے چنانچہ میں مسجد گیا تو حُضورؐ کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ مَیں آپؐ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس ساری احتیاط کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے حُضورؐ کے بعض اَلفاظ سنا ہی دیئے۔ مجھے وہ بہت اچھا کلام محسوس ہُوا تو مَیں نے اپنے دل میں کہا میری ماں مجھے روئے، میں ایک سمجھدار اور شاعر آدمی ہوں۔ اچھے اور بُرے کلام میں تمیز کر لیتا ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے کہ مَیں ان کی بات سُنوں اگر اچھی ہوئی تو قبول کر لُوں گا اور اگر بُری ہوئی تو چھوڑ دوں گا۔ پھر میں وہاں اِنتظار میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ حُضورؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر کو تشریف لے گئے تو مَیں بھی آپ کے پیچھے چل پڑا یہاں تک کہ جب آپ اپنے گھر میں داخل ہو گئے تو مَیں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے مُحَمّد! آپؐ کی قوم نے مجھ سے ایسے ایسے کہا اور اللہ کی قسم! مجھے آپؐ سے اتنا ڈراتے رہے کہ مَیں نے اپنے کانوں میں رُوئی اچھی طرح سے بھرلی تاکہ آپ کی بات نہ سن سکوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کی بات سُنا ہی دی۔ مجھے بہت اچھا کلام محسوس ہُوا۔ آپ اپنی بات میرے سامنے پیش کریں چنانچہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے سامنے اسلام کو پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ عمدہ اور اس سے زیادہ اِنصاف والی بات نہیں سُنی تھی چنانچہ میں کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور میں نے عرض کیا یانبیَّ اللہ! میری قوم میں میری چلتی ہے۔ میں ان کے پاس واپس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ اللہ سے میرے لیئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی کوئی نشانی دے جس سے مجھے انہیں دعوت دینے

میں مدد ملے۔ آپؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ اس کو کوئی نشانی عطا فرما۔ چنانچہ میں اپنی قوم کی طرف چل پڑا۔ جب میں اس گھاٹی پر پہنچا جہاں سے میں اپنی آبادی والوں کو نظر آنے لگا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان چراغ کے مانند ایک چمکتا ہُوا نور ظاہر ہُوا میں نے دعا مانگی اے اللہ! اس نُور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر کر دے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میری قوم والے (آنکھوں کے درمیان نُور دیکھ کر) یہ سمجھیں گے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بدل گیا ہے۔ چنانچہ وہ نُور بدل کر میرے کوڑے کے سرے پر آگیا۔ جب میں گھاٹی سے آبادی کی طرف اُتر رہا تھا تو آبادی والوں کو میرے کوڑے کا یہ نُور لٹکے ہوئے قندیل کی طرح نظر آرہا تھا جسے وہ ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ جب میں سواری سے اُترا تو میرے والد آئے جو کہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا اے ابا جان! مجھ سے دور رہیں۔ آپ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ میرا آپ سے۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دین اختیار کر چکا ہوں۔ میرے والد نے کہا میرا دین بھی وہی ہے جو تمہارا دین ہے۔ پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کئے پھر میرے پاس آئے۔ میں نے ان پر اسلام پیش کیا۔ وہ اسلام میں داخل ہو گئے پھر میری بیوی میرے پاس آئی میں نے اس سے کہا پرے ہٹ۔ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ تمہارا مجھ سے۔ اس نے کہا کیوں؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے کہا اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو گئی ہے چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ پھر میں اپنے قبیلہ دَوس کو اسلام کی دعوت دیتا رہا (لیکن وہ انکار کرتے رہے) اور انہوں نے بہت دیر کر دی۔ آخر میں نے حضورؐ کی خدمت میں مکہ حاضر ہو کر کہا یا نبی اللہ! قبیلہ دَوس نے مجھے ہرا دیا (میں نے انہیں بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہ لائے) آپؐ ان کے لئے بددُعا کر دیں۔ آپؐ نے (بجائے بددُعا کرنے کے) ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! دَوس کو ہدایت دے دے (اور مجھ سے فرمایا) اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو دعوت دیتے رہو۔ لیکن ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ چنانچہ میں واپس آیا اور قبیلہ دَوس میں ٹھہر کر ان کو اسلام کی دعوت دیتا رہا یہاں تک کہ حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر اور اُحد اور خندق کے غزوات بھی ہو گئے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو

سامھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا اور اس وقت حضورؐ خیبر گئے ہوئے تھے ہیں دَوس کے ستر یا اسّی گھرانوں کو لے کر مدینہ پہنچا۔[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما حضرت طُفَیل بن عَمرو رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے اور ان کے اپنے والد اور بیوی اور اپنی قوم کو دعوت دینے اور ان کے مکہ آنے کے قصّے کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کو حضورؐ نے ذُوالکَفَّین بُت کے جلانے کے لئے بھیجا تھا اور یہ یَمامہ بھی گئے تھے اور اس بارے میں انہوں نے خواب بھی دیکھا تھا اور غزوہ یَمامہ میں یہ شہید ہو گئے تھے۔[2] اِصابہ میں اَبُوالفَرج اِصْبہانی کے واسطہ سے ابنِ کلبی کی یہ روایت ہے کہ حضرت طُفَیل جب مکہ آئے تو ان سے قریش کے کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا تذکرہ کیا اور ان سے یہ بھی کہا کہ وہ حضورؐ کا امتحان لے کر دیکھیں چنانچہ انہوں نے حضورؐ کے پاس جا کر اپنے شعر پڑھ کر سنائے حضورؐ نے سُورت اِخلاص اور مُعَوِّذَتَین پڑھ کر سنائیں یہ فوراً مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے۔ پھر کوڑے میں نُور کے ظاہر ہونے کا قصّہ بھی ذکر کیا۔ انہوں نے اپنے والدین کو دعوت دی۔ والد تو مسلمان ہو گئے لیکن والدہ نہ ہوئیں اور انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی جن میں سے صرف حضرت اَبُوہُرَیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ اس کے بعد انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو دَوس کی زمین مل جائے جو کہ مضبوط اور محفوظ قلعہ ہے؟ (یعنی حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیں یا ان کے لیئے بد دعا کریں لیکن حضورؐ نے دَوس کی ہدایت کی دُعا فرما دی' تو حضرت طُفَیل نے حضورؐ سے کہا میں تو ان کی ہدایت کی، یہ (دعا) نہیں چاہتا تھا حضورؐ نے فرمایا ان میں تیرے جیسے بہت سارے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جُندُب بن عَمرو بن حُمَمہ بن عَوف دَوسی رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت

[1] اخرجه ابو نعيم في الدلائل (ص ٨٧)، وذكره في البداية (ج ٣ ص ١٠٠) عن ابن اسحاق مع زيادة يسيرة قال في الاصابة (ج ٢ ص ٢٢٥) ذكره ابن اسحاق في سائر النسخ بلا اسناد وروى في نسخة من المغازي من طريق صالح بن كيسان عن الطفيل بن عمرو في قصة اسلامه خبراً طويلا واخرجه ابن سعد (ج ٤ ص ٢٣٧)، ايضاً مطولاً من وجه آخر وكذلك الاموي عن ابن الكلبي باسناد آخر انتهى مختصراً

[2] وقد ساق ابن عبد البر في الاستيعاب (ج ٢ ص ٢٣٢) طريق الاموي عن ابن الكلبي عن ابي صالح.

میں کہا کرتے تھے کہ اس مخلوق کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے لیکن وہ کون ہے؟ یہ میں نہیں جانتا جب انہوں نے حضورؐ کی خبر سُنی تو اپنی قوم کے ۵۰ آدمیوں کو لے کر چل پڑے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر) خود بھی مسلمان ہوئے اور ان کے ساتھی بھی مسلمان ہوئے حضرت ابُوہُریرَہ فرماتے ہیں کہ حضرت جُندب ایک ایک آدمی کو (حضورؐ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لیئے) پیش کرتے جاتے تھے. حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا قبیلہ ہمدان کو دعوت دینا صفحہ ۱۵۳ پر اور حضرت خالِد بن وَلید رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا بنو حارث بن کعب کو دعوت دینا صفحہ ۱۵۴ پر اور حضرت ابُواُمامَہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا اپنی قوم کو دعوت دینا صفحہ ۱۴۹ پر گزر چکا ہے.

حضرات صحابہ کرامؓ کا افراد اور جماعتوں کو دعوت کے لیئے بھیجنا

حضرت ہشام بن عاص اُموی رَضِیَ اللہُ عَنہُما فرماتے ہیں کہ مجھے اور ایک اور آدمی کو رُوم کے بادشاہ ہرقل کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لیئے بھیجا گیا. یہاں تک کہ ہم غُوطہ یعنی دمشق پہنچے. جَبلہ بن اَیہم غسانی کے پاس ہمارا قیام ہُوا چنانچہ ہم اس کے پاس گئے تو وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہُوا تھا. اس نے اپنا قاصِد ہمارے پاس بھیجا تاکہ ہم اس قاصِد سے بات کریں. ہم نے کہا اللہ کی قسم ہم کسی قاصِد سے بات نہیں کریں گے. ہمیں تو بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے اگر وہ ہمیں اجازت دے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم قاصِد سے بات نہیں کریں گے چنانچہ قاصِد نے واپس جا کر ان کو یہ بتایا تو اس نے ہمیں اپنے پاس آنے کی اجازت دی. (چنانچہ ہم اس کے پاس گئے تو) اس نے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ تو حضرت ہشام بن عاص نے ان سے گفتگو شروع کی اور اسے اسلام کی دعوت دی وہ کالے کپڑے پہنے ہوئے تھا. حضرت ہشام نے اس سے پوچھا یہ کالے کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟ اس نے کہا یہ کالے کپڑے پہن کر میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہیں شام سے نہ نکال دوں ان کو نہ اُتاروں گا. ہم نے کہا اللہ کی قسم! تمہارا یہ دربار جہاں تم بیٹھے ہوئے ہو یہ بھی ہم تم سے ضرور لیں گے اور انشاءاللہ (تمہارے) بڑے بادشاہ (ہرقل کا ملک (روم) بھی

ضرور لیں گے کیونکہ ہمیں اس کی خبر ہمارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو جو یہ فتح کریں گے بلکہ یہ تو وہ لوگ ہوں گے جو دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو عبادت کریں گے۔ آگے لمبی حدیث ہے جیسے تائیدات غیبیہ کے باب میں آئے گی۔[1]

حضرت مُوسیٰ بن عُقبہ فرماتے ہیں کہ حضرت ہشام بن عاص اور حضرت نُعیم بن عبداللہ اور ایک اور صحابی رضی اللّٰہُ عنہم جن کا نام راوی نے ذکر کیا تھا یہ تینوں حضرت ابوبکر رضی اللّٰہُ عنہ کے زمانۂ خلافت میں شاہِ روم کے پاس بھیجے گئے۔ فرماتے ہیں کہ ہم جبلہ بن ایہم کے پاس گئے وہ غُوطہ میں تھا۔ اس نے کالے کپڑے پہن رکھے تھے اور اس کے چاروں طرف ہر چیز کالی تھی۔ اس نے کہا اے ہشام! بات کرو۔ چنانچہ حضرت ہشام نے اس سے بات کی اور اسے اللہ کی طرف دعوت دی۔ اس کے بعد کی تفصیل اِنْشَاءَ اللّٰہُ آگے آئے گی۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسلام میں داخل ہونے کی طرف دعوت دینے کے لئے خطوط بھیجنا

حضرت زِیاد بن حارِث رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا اپنی قوم کے نام خط

حضرت زِیاد بن حارِث صُدائی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام پر آپؐ سے بیعت ہوا۔ مجھے پتہ چلا کہ حضورؐ نے ایک لشکر میری قوم کی طرف بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ لشکر واپس بلالیں میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میری قوم مسلمان بھی ہو جائے گی اور آپؐ کی

---

[1] اخرجہ البیہقی فی الدلائل عن ابی امامۃ الباہلی واخرجہ الحاکم ایضاً بطولہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۲۵۱) بنحوہ۔

اطاعت بھی کرے گی۔ آپؐ نے فرمایا تم جاؤ اور اس لشکر کو واپس بلا لاؤ۔ میں نے کہا یا رسُولَ اللہ! میری سواری تھکی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے ایک آدمی کو بھیج کر لشکر واپس بلوالیا میں نے اپنی قوم کو خط لکھا۔ وہ مسلمان ہوگئے اور ان کا ایک وفد یہ خبر دے کر حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے صدائی بھائی! واقعی تمہاری قوم تمہاری بات مانتی ہے۔ میں نے کہا (اس میں میرا کمال نہیں ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں ان کا امیر نہ بنا دوں؟ میں نے کہا بنا دیں یا رسُول اللہ! چنانچہ حضورؐ نے میری امارت کے بارے میں مجھے ایک خط لکھ کر دیا۔ میں نے کہا یا رسُولَ اللہ! ان کے صدقات میں سے میرے لئے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا۔ اور اس بارے میں مجھے ایک اور خط لکھ کر دیا۔ یہ سارا واقعہ ایک سفر میں پیش آیا تھا پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اس جگہ والوں نے آکر اپنے عامل صدقات کے متعلق آپؐ سے شکایت کی اور کہا کہ ہمارے اور اس کی قوم کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں کچھ (جھگڑا) تھا جس کی وجہ سے اس نے ہمارے ساتھ سختی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا اس نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اور میں بھی ان میں تھا کہ مومن آدمی کے لیئے امیر بننے میں کوئی خیر نہیں۔ حضورؐ کی یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی۔ پھر آپؐ کے پاس ایک اور آدمی نے آکر کہا مجھے کچھ دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا جو آدمی غنی ہو کر پھر لوگوں سے مانگتا ہے تو یہ مانگنا اس کے سر کا درد اور پیٹ کی بیماری بن کر رہے گا۔ اس آدمی نے کہا مجھے صدقات میں سے دے دیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صدقات کی تقسیم کے بارے میں نبی اور اس کے علاوہ کسی اور سے فیصلہ نہیں کروایا بلکہ اس بارے میں خود فیصلہ کیا ہے اور آٹھ قسم کے انسانوں میں صدقات کا مال تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر تم ان آٹھ قسم کے انسانوں میں سے ہوئے تو میں تمہیں دے دوں گا۔ تو میرے دل میں یہ بات بھی بیٹھ گئی اور مجھے خیال آیا کہ میں غنی ہوں اور میں نے حضورؐ سے صدقات میں سے مانگا ہے۔ آگے لمبی حدیث ہے جس میں یہ بھی ہے کہ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپؐ کے دونوں خط لے کر آپؐ کی خدمت میں آیا اور میں نے کہا یا رسُول اللہ! مجھے ان دونوں باتوں سے معافی دے دیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہُوا؟ میں نے کہا یا رسُول اللہ! میں نے آپؐ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ

مومن آدمی کے لئے امیر بننے میں کوئی خیر نہیں ہے اور میں اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور میں نے آپؐ کو سائل سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی غنی ہو کر پھر لوگوں سے مانگتا ہے تو یہ مانگنا اس کے سر کا درد اور پیٹ کی بیماری بن کر رہے گا اور میں غنی تھا پھر بھی میں نے آپؐ سے سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا بات تو وہی ہے اگر تم چاہو تو یہ خط رکھ لو اور چاہو تو واپس کر دو۔ میں نے کہا میں تو واپس کرتا ہوں۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا مجھے کوئی ایسا آدمی بتاؤ جسے تم سب کا امیر بنا دوں۔ آنے والے وفد میں سے میں نے ایک کا نام بتایا حضورؐ نے اسے ان کا امیر بنا دیا[1]

حضرت بُجَیر بن زُہَیر بن اَبی سُلمیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہ کا اپنے بھائی کعب کے نام خط

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت کعب بن زُہَیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اور حضرت بُجَیر بن زُہَیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ دونوں سفر میں روانہ ہوئے۔ اَبْرَقُ الْعَزَّاف چشمہ پر پہنچ کر حضرت بُجَیرؓ نے حضرت کعب سے کہا تم اسی جگہ ان جانوروں کے ساتھ رہو۔ میں ذرا اس آدمی یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جا کر سنتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ حضرت کعب وہیں ٹھہر گئے اور حضرت بُجَیر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے آپؐ نے ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا وہ مسلمان ہو گئے۔ جب یہ خبر کعب کو پہنچی تو انہوں نے (مخالفت میں) یہ اشعار کہے۔

أَلَا أَبْلِغَا عَنِّي بُجَيْرًا رِسَالَةً عَلَى أَيِّ شَيْءٍ وَيْبَ غَيْرِكَ دَلَّكَا

خبردار! اے میرے دونوں ساتھیو! میری طرف سے بُجَیر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ تیرے

---

[1] اخرجہ البیہقی کذافی البدایۃ (ج ۵ ص ۸۳) واخرجہ ایضاً بطولہ البغوی وابن عساکر وقال ہذا حدیث حسن کما فی الکنز (ج ۷ ص ۳۸) واخرجہ احمد ایضاً بطولہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۵۵۷) واخرجہ الطبرانی ایضاً بطولہ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۰۴) وفیہ عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم وہو ضعیف وقد وثقہ احمد بن صالح ورد علی من تکلم فیہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔

غیر کا ناس ہو اس نے تجھے کس راستہ پر ڈال دیا (غیر سے حضرت ابوبکر مراد ہیں)

عَلٰی خُلُقٍ تَمْ تُلْفِ اُمًّا وَّلَا اَبًا عَلَیْہِ وَلَمْ تُدْرِکْ عَلَیْہِ اَخًا لَّکَا

ایسے اخلاق پر تمہیں ڈال دیا ہے جن پر نہ تمہارے ماں باپ ہیں اور نہ تمہارے بھائی

سَقَاکَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَاْسٍ رَدِیَّۃٍ وَاَنْھَلَکَ الْمَاْمُوْرُ مِنْھَا وَعَلَّکَا

ابوبکر نے تمہیں ایک خراب پیالہ پلایا ہے اور اس غلام نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے۔

جب یہ اشعار حضورؐ تک پہنچے تو حضورؐ نے کعب کے خون کو مباح کر دیا اور فرمایا جسے کعب جہاں بھی ملے وہ کعب کو قتل کر دے۔ حضرت بجیرؓ نے یہ بات خط میں اپنے بھائی کو لکھی کہ حضورؐ نے اس کا خون مباح کر دیا ہے اور اس میں یہ بھی لکھا کہ تم اپنی جان بچاؤ اور میرا خیال یہ ہے کہ تم بچ نہیں سکتے۔ اس کے بعد ان کو یہ لکھا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو بھی حضورؐ کی خدمت میں آکر کلمۂ شہادت:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پڑھ لیتا ہے حضورؐ اس کے کلمۂ شہادت کو ضرور قبول کر لیتے ہیں (یعنی اسے مسلمان مان لیتے ہیں) لہٰذا جونہی تمہیں میرا یہ خط ملے مسلمان ہو کر آجاؤ۔ چنانچہ حضرت کعب (خط پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر دوسرا قصیدہ حضورؐ کی تعریف میں کہا۔ پھر (مدینہ) آئے اور حضورؐ کی مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی پھر مسجد میں داخل ہوئے اور اس وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے صحابہؓ کے بیچ میں ایسے بیٹھے ہوئے تھے جیسے دسترخوان بیچ میں ہوتا ہے۔ صحابہؓ حضورؐ کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے۔ کبھی آپؐ ایک طرف متوجہ ہو کر بات فرماتے اور کبھی دوسری طرف۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں میں نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی اور میں نے حلیہ مبارک سے ہی حضورؐ کو پہچان لیا۔ میں لوگوں کو پھلانگ کر آپ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گیا اور اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہوئے میں نے کہا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ یا رسول اللہ میں اپنے لیے امن چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں کعب بن زہیر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ہی نے وہ اشعار کہے تھے، پھر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی

طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر! اس نے کیسے کہا تھا؟ تو حضرت ابوبکر نے یہ شعر پڑھا:

سَقَاكَ اَبُوْ بَكْرٍ بِكَاْسٍ رَدِيَّةٍ وَاَنْهَلَكَ الْمَاْمُوْرُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

ابوبکر نے تمہیں ایک خراب پیالہ پلایا ہے اور اس غلام نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے. میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ شعر میں نے ایسے نہیں کہا تھا. آپ نے فرمایا تم نے کیسے کہا تھا؟ میں نے کہا میں نے تو یہ کہا تھا (الفاظ میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے تعریف کا شعر بنا دیا)

سَقَاكَ اَبُوْ بَكْرٍ بِكَاْسٍ رَوِيَّةٍ وَاَنْهَلَكَ الْمَاْمُوْنُ مِنْهَا وَعَلَّكَا

ابوبکر نے تمہیں ایک لبریز پیالہ پلایا ہے اور اس مُعتبر شخص نے تمہیں بار بار پلا کر سیراب کیا ہے. حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! (ابوبکر) واقعی معتبر شخص ہیں. پھر کعب نے اپنا قصیدہ آخر تک سنایا. آگے پورا قصیدہ ہے[1]

حضرت موسیٰ بن عُقبہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن زُہیر نے مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر حضورؐ کو اپنا قصیدہ "بَانَتْ سُعَادُ" پڑھ کر سنایا. جب وہ اپنے اس شعر پر پہنچے.

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَيْفٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ وَصَارِمٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

بیشک رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک ایسی تلوار ہیں جس سے (ہدایت کی) روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے وہ تلوار ہیں جو خوب کاٹنے والی اور سونتی ہوئی ہے.

فِيْ فِتْيَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا اَسْلَمُوْا زُوْلُوْا

قریش کے چند نوجوان مسلمان ہو گئے تھے ان میں یہ رسُول (عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے مکہ میں ایک نوجوان نے کہا تھا (اے کافرو) سامنے سے ہٹ جاؤ.

تو حضورؐ نے اپنی آستین سے مجمع کی طرف اشارہ کیا تاکہ لوگ اسے غور سے سُنیں. راوی کہتے ہیں حضرت بُجَیر بن زُہیر نے اپنے بھائی کعب بن زُہیر بن ابی سُلمیٰ کو ایک خط

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۷۹) عن ابراہیم بن المنذر الحزامی عن الحجاج بن ذی الرقیبۃ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن زہیر بن ابی سُلمیٰ المزنی عن ابیہ عن جدہ.

لکھا تھا جس میں وہ اپنے بھائی کو ڈرا رہے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور اس خط میں یہ اشعار بھی لکھے تھے۔

مَنْ مُّبْلِغٌ کَعْبًا فَہَلْ لَکَ فِی الَّتِیْ　　تَلُوْمُ عَلَیْہَا بَاطِلًا وَّھِیَ اَحْزَمُ

کعب کو میری جانب سے یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ کیا اسے اس دین میں داخل ہونے کا شوق ہے جس کے بارے میں تو ناحق ملامت کرتا ہے۔ حالانکہ وہی دین زیادہ مضبوط اور قابلِ اعتماد ہے؟

اِلَی اللّٰہِ لَا الْعُزّٰی وَلَا اللَّاتِ وَحْدَہٗ　　فَتَنْجُوْا اِذَا کَانَ النَّجَاءُ وَ یَسْلَمُ

اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو لات و عزّٰی کو چھوڑ کر ایک اللہ کی طرف آجاؤ۔ نجات پالوگے اور محفوظ ہو جاؤ گے۔

لَدٰی یَوْمِ لَایَنْجُوْ وَلَیْسَ بِمُفْلِتٍ　　مِنَ النَّارِ اِلَّا طَاھِرُ الْقَلْبِ مُسْلِمٌ

تم اس دن نجات پالوگے جس دن پاک دِل مسلمان کے علاوہ کوئی بھی نہ نجات پا سکے گا اور نہ آگ سے خلاصی حاصل کر سکے گا۔

فَدِیْنُ زُھَیْرٍ وَّھُوَ لَا شَیْءٌ بَاطِلٌ　　وَدِیْنُ اَبِیْ سُلْمٰی عَلَیَّ مُحَرَّمٌ

(ہمارے والد) زُہیرؔ کا دین کچھ بھی نہیں ہے اور وہ باطل ہے اور (ہمارے دادا) ابو سُلمٰی کا دین میرے لیے حرام ہے[1]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اہلِ فارس کے نام خط

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے

---

[1] اخرجہ الحاکم ایضا (ج ۳ ص ۵۸۲) عن ابراہیم بن المنذر عن محمد بن فلیح وقال الحاکم (ج ۳ ص ۵۸۳) ہذا حدیث لہ اسانید قد جمعہا ابراہیم بن المنذر الحزامی فاما حدیث محمد بن فلیح عن موسی بن عقبۃ وحدیث الحجاج بن ذی الرقیبۃ فانہما صحیحان وقد ذکرہما محمد بن اسحاق القرشی فی المغازی مختصراً فذکرہ باسنادہ الی ابن اسحاق و اخرجہ الطبرانی ایضا عن ابن اسحاق قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۹۴) ورجالہ الی ابن اسحاق ثقات انتہی واخرجہ ایضا ابن ابی عاصم فی الاحاد والمثانی عن یحیی بن عمرو بن جریج عن ابراہیم بن المنذر عن الحجاج فذکرہ بمعنی ما تقدم کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۹۵) واخرجہ ایضا البیہقی عن ابن المنذر باسنادہ مثلہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۷۲)

اہلِ فارس کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے یہ خط لکھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

خالد بن ولید کی جانب سے رُستم اور مہران اور فارس کے سرداروں کے نام جس نے ہدایت کا اتباع کیا اس پر سلام ہو۔ اما بعد ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ اگر تم اسلام لانے سے انکار کرتے ہو تو ماتحت ہوکر رعیت بن کر جزیہ دو اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکار کرتے ہو تو میرے ساتھ ایک ایسی جماعت ہے جو اللہ کے راستہ کی موت کو ایسے ہی محبوب رکھتی ہے جیسے اہلِ فارس شراب کو۔ اور جس نے ہدایت کا اتباع کیا۔ اس پر سلام ہو۔[1]

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بنو بُقَیلہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھوایا جو انہوں نے اہلِ مدائن کے نام لکھا تھا (اور وہ یہ ہے)

خالد بن ولید کی جانب سے اہلِ فارس کے صوبہ داروں کے نام۔ جس نے ہدایت کا اتباع کیا اس پر سلام ہو۔ اما بعد! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہاری جمعیت کو بکھیر دیا اور تمہارا ملک چھین لیا اور تمہاری تدبیروں کو کمزور کر دیا دیکھنے کی اصل بات یہ ہے کہ جو آدمی ہماری طرح نماز پڑھے گا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے گا اور ہمارے ہاتھوں کا ذبح کیا ہوا جانور کھائے گا وہ مسلمان شمار کیا جائے گا اسے بھی وہ حقوق ملیں گے جو ہمیں حاصل ہیں۔ اور اس پر بھی وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر ہیں۔ اما بعد! جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو میرے پاس گروی کی چیزیں بھیجو (تاکہ بات پکی ہو) اور اس بات کا یقین رکھو کہ ہم تمہاری تمام چیزوں کے ذمہ دار ہیں ورنہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے! میں تمہاری طرف ایسی جماعت بھیجوں گا جو موت سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی تم زندگی سے کرتے ہو۔

جب اہلِ فارس کے صوبہ داروں نے یہ خط پڑھا تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ یہ ۱۲ھ کا واقعہ ہے۔[2]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۱۰) رواہ الطبرانی واسنادہ حسن او صحیح انتہی واخرجہ الحاکم ایضاً فی المستدرک (ج ۳ ص ۲۹۹) عن ابی وائل بنحوہ [2] اخرجہ ابن جریر (ج ۲ ص ۵۵۳) عن مجالد۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ یمامہ کے رہنے والے زرابذبہ کے والد ازاذبہ کے ساتھ ہرمز کے نکلنے سے پہلے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہرمز کو خط لکھا اور ان دنوں ہرمز سرحد کی کمان سنبھالے ہوئے تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

اما بعد! تم اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے یا اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو ذمی مان لو اور جزیہ دینے کا اقرار کر لو ورنہ اپنے کیئے پر تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ میں تمہارے پاس ایسی جماعت لے کر آیا ہوں جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں زندگی پیاری ہے[1]

ابن جریر نے ہی اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جب عراق کے سرسبز علاقہ کی دو جانبوں میں سے ایک جانب کو فتح کر لیا تو اہل حیرہ میں سے ایک آدمی کو بلایا اور اسے اہل فارس کے نام خط لکھ کر دیا۔ ان دنوں (ان کے بادشاہ اردشیر کا انتقال ہوا تھا اس لئے تمام اہل فارس مدائن آئے ہوئے تھے۔ ایک جھنڈے تلے نہیں تھے بلکہ اپنا اپنا جھنڈا بلند کئے ہوئے تھے۔ صرف بہمن جاذویہ کو ان لوگوں نے مُقدّمۃ الجیش دے کر بہرسیر شہر میں ٹھہرایا ہوا تھا۔ بہمن جاذویہ کے ساتھ ازاذبہ اور اس جیسے اور سردار بھی تھے۔ حضرت خالد نے صلوبا (شہر) سے ایک اور آدمی بھی بلایا اور ان دونوں کو دو خط لکھ کر دیئے۔ ایک خط خاص سرداروں کے نام۔ اور دوسرا عام سرداروں کے نام۔ دونوں قاصدوں میں سے ایک تو حیرہ کا مقامی باشندہ تھا اور دوسرا نبطی تھا نبطی وہ عجمی لوگ ہیں جو عراق میں آباد ہو گئے تھے) حضرت خالد نے حیرہ والے قاصد سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا مُرّہ (جس کا اردو میں ترجمہ تلخ اور کڑوا ہے اس کے نام سے فال لیتے ہوئے) حضرت خالد نے کہا کہ یہ خط اہل فارس کے پاس لے جاؤ یا تو اللہ تعالیٰ ان کی زندگی کو تلخ کر دے گا یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اور (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کر لیں گے اور صلوبا شہر والے نبطی، قاصد سے حضرت خالد نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا ہِزقیل (اس کے نام سے فال لیتے ہوئے) حضرت خالد نے کہا یہ کتاب لے جاؤ اور یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اَزْھِقْ نُفُوْسَھُمْ۔

ترجمہ: اے اللہ اہل فارس کی جان نکال دے۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ ان دونوں خطوں

[1] اخرجہ ابن جریر فی تاریخہ ایضا ج ۲ ص ۵۵۴ عن المجالد۔

کا مضمون یہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خالد بن ولید کی جانب سے فارس کے راجاؤں کے نام ۔ امّا بعد ! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمہارا نظام درہم برہم کر دیا اور تمہاری تدبیر کو کمزور کر دیا اور تمہارے شیرازہ کو بکھیر دیا۔ اور اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا نہ کرتا تو تمہارے لئے بہت بڑا فتنہ ہوتا۔ تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ ہم تمہیں تمہارے علاقہ میں رہنے دیں گے اور ہم تمہارے علاقہ میں سے گزر کر آگے کے علاقہ میں چلے جائیں گے۔ ہمارے دین میں خوشی خوشی داخل ہو جاؤ نہیں تو تمہیں مجبور ہو کر ایسی قوم کے ہاتھوں مغلوب ہو کر ہمارے دین کا ماتحت بننا پڑے گا جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں زندگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خالد بن ولید کی جانب سے فارس کے صوبہ داروں کے نام امّا بعد۔ تم مسلمان ہو جاؤ محفوظ ہو جاؤ گے اور اگر مسلمان نہیں ہوتے تو ذمّی بننا قبول کرو۔ اور جزیہ ادا کرو ورنہ میں تمہارے پاس ایسی قوم لے کر آیا ہوں جن کو موت ایسی پیاری ہے جیسے تمہیں شراب پینا۔[1]

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کا میدانِ جنگ میں دعوت دینا

حضرت مُسلم بن حارث بن مُسلم تمیمی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد (حارث) نے یہ بیان کیا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں ایک جماعت میں بھیجا۔ جب ہم چھاپہ مارنے کی جگہ کے قریب پہنچے تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیز دوڑایا اور اپنے ساتھیوں سے آگے چلا گیا تو تمام قبیلہ والے روتے پیٹتے بستی سے باہر نکل آئے۔ میں نے ان سے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لو محفوظ ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے کلمہ پڑھ لیا۔ پھر میرے

---

[1] ذکرہ ابن جریر ایضاً (ج ۲ ص ۵۷۱)،

ساتھی بھی پہنچ گئے (انہیں جب یہ پتہ چلا تو)، وہ مجھے ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ مال غنیمت ہمیں آسانی سے مل سکتا تھا لیکن تم نے ہمیں اس سے محروم کر دیا (بہرحال) جب ہم واپس لوٹے تو ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؐ نے مجھے بلا کر میرے اس عمل کی بڑی تحسین فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہر انسان کے بدلہ میں اتنا اتنا ثواب لکھ دیا ہے۔ عبدالرحمٰن راوی کہتے ہیں کہ مجھے وہ ثواب بھول گیا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں ایک تحریر لکھ کر دیتا ہوں اور میرے بعد جو مسلمانوں کے امام ہونگے ان کو تمہارے بارے میں وصیت کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے وہ تحریر لکھوا کر اس پر مُہر لگائی اور پھر مجھے دے دی اور مجھ سے فرمایا صبح کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ پڑھا کرو۔ اگر تم اس دن مر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آگ سے پناہ لکھ دیں گے اور مغرب کی نماز پڑھ کر کسی سے بات کرنے سے پہلے اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔ سات مرتبہ پڑھا کرو۔ اگر تم اس رات مر گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آگ سے پناہ لکھ دیں گے۔ جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں نے وہ تحریر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دی انہوں نے اس کی مُہر توڑ کر اُسے پڑھا اور (حضورؐ کی تحریر کے مطابق) انہوں نے مجھے مال دیا اور پھر اس پر مُہر لگا دی پھر میں وہ تحریر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (زمانے میں ان کے) پاس آیا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا پھر میں وہ تحریر لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے (زمانہ میں ان کے) پاس آیا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ مُسلم بن حارث فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت حارث کا انتقال ہو گیا تو حضورؐ کی وہ تحریر ہمارے پاس تھی۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے۔ انہوں نے ہمارے علاقہ کے گورنر کو لکھا کہ مسلم بن حارث بن مسلم تمیمی کے والد حارث کو حضورؐ نے جو تحریر لکھ کر دی تھی مُسلم کو اس تحریر کے ساتھ میرے پاس بھیجو چنانچہ وہ تحریر لے کر میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے اسے پڑھا اور (حضورؐ کی تحریر کے مطابق) مجھے مال دیا اور اس پر مُہر لگا دی۔[1]

---

[1] اخرجہ الحسن بن سفیان و ابونعیم عن عبدالرحمٰن بن حسان الکنانی کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۲۸) والمنتخب (ج ۵ ص ۱۶۲)

حضرت زُہری کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پندرہ آدمیوں کی جماعت میں حضرت کعب بن عُمیر غفاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو بھیجا۔ جب یہ لوگ مُلک شام کے مقام ذات اَطلاح پہنچے تو انہوں نے وہاں کافروں کی بہت بڑی تعداد کو پایا۔ ان حضرات نے ان کافروں کو اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول نہ کیا بلکہ انہوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ صحابہ نے یہ دیکھ کر ان سے بڑی سخت جنگ کی یہاں تک کہ وہ سب شہید ہو گئے۔ ان شہیدوں میں صرف ایک زخمی آدمی زندہ بچ گیا جو رات کے اندھیرے میں کسی طرح چل کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گیا (جس نے حضورؐ کو ساری کارگزاری سنائی اس پر) حضورؐ نے ان کافروں کی طرف لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن آپ کو پتہ چلا کہ وہ کافر وہاں سے کسی اور جگہ چلے گئے ہیں (لہٰذا وہ لشکر نہ بھیجا)۔[1]

حضرت زُہری فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عُمرۃ القضاء سے ذی الحجہ ۷ھ کو (مدینہ) واپس تشریف لائے تو حضورؐ نے حضرت ابن ابی العوجاء سُلمی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو پچاس سواروں کی جماعت دے کر بھیجا۔ ایک جاسوس نے جا کر اپنی قوم کو ان حضرات کی خبر دی اور ان سے ڈرایا۔ وہ بہت بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جب حضرت ابن ابی العوجاء وہاں پہنچے تو وہ لوگ پوری تیاری کیئے ہوئے تھے۔ جب صحابہؓ نے ان کی اس بڑی تعداد کو دیکھا تو (بلا خوف و خطر) ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے صحابہؓ کی بات کو نہ سنا اور کہا کہ تم جس (دین) کی دعوت دے رہے ہو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور (یہ کہہ کر انہوں نے صحابہؓ پر حملہ کر دیا) ان پر تیر پھینکنے لگے اور ان دشمنوں کی امداد میں ہر طرف سے لوگ آنے لگے اور انہوں نے ان صحابہ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ صحابہؓ نے بڑی ہمت سے ان کا مقابلہ کیا اور خوب زور و شور سے ان سے جنگ کی۔ یہاں تک

---

[1] اخرجہ الواقدی عن محمد بن عبداللہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۱)، واخرجہ ابن سعد فی الطبقات (ج ۲ ص ۱۲۷) عن الواقدی عن محمد بن عبداللہ عن الزہری بمثلہ وہکذا ذکرہ ابن اسحاق عن عبداللہ بن ابی بکر وان کعب بن عمیر قتل یومئذ وذکرہ ایضاً موسی بن عقبۃ عن ابن شہاب وابوالاسود عن عروۃ کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۳۰۱) وقال ذکرہ ابن سعد فی الطبقۃ الثالثۃ ان قصتہ کانت فی ربیع الاول سنۃ ثمان۔

کر اکثر صحابہؓ شہید ہو گئے اور خود حضرت ابن ابی العوجاء بہت زیادہ زخمی ہوئے لیکن زندہ رہ جانے والے اپنے باقی ساتھیوں کو لے کر صفر ۸ھ کی پہلی تاریخ کو وہ کسی طرح مدینہ پہنچ گئے۔[1]

حضرات صحابہ کرامؓ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں میدانِ جنگ میں اللہ و رسول کی طرف دعوت دینا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنے اُمراء کو اس کی تاکید کرنا،

حضرت سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ فرمائے اور ان کا حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ جب یہ لشکر سوار ہو کر چلے تو حضرت ابوبکر ان لشکروں کے اُمراء کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے ثنیۃ الوداع تک پیدل گئے۔ ان اُمراء نے کہا یا خلیفۃ رسول اللہ! آپ پیدل چل رہے ہیں اور ہم سوار ہیں۔ انہوں نے کہا میں ثواب کی نیت سے یہ چند قدم اللہ کے راستہ میں اُٹھا رہا ہوں۔ پھر حضرت ابوبکر ان کو ہدایات دینے لگے اور فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو نہ مانے اس سے جنگ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے اور مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور بدعہدی نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا اور زمین میں فساد نہ پھیلانا اور تمہیں جو حکم دیا جائے اس کے خلاف نہ کرنا، جب تقدیر خداوندی سے مشرک دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو اسے

---

[1] اخرجہ البیہقی من طریق الواقدی عن محمد بن عبداللہ بن مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۳۵) وذکرہ ابن سعد فی الطبقات (ج ۲ ص ۱۲۳) بشلہ بلا اسناد۔

تین باتوں کی دعوت دینا، اگر وہ تمہاری باتیں مان لیں تو تم ان سے قبول کر لینا اور رُک جانا (سب سے پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان لیں تو تم ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رُک جاؤ۔ پھر ان سے کہو کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر مہاجرین کے وطن منتقل ہو جائیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بتاؤ کہ ان کو وہ تمام حقوق ملیں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اپنے وطن میں ہی رہنا پسند کریں اور مہاجرین کے وطن نہ آنا چاہیں تو انہیں بتا دینا کہ ان کے ساتھ دیہات میں بسنے والے مسلمانوں والا معاملہ ہوگا اور ان پر اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو تمام مومنوں پر اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کیے بغیر انہیں فئے اور مال غنیمت میں سے کچھ نہیں ملے گا اور اگر اسلام قبول کرنے سے وہ انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے مان جائیں تو تم ان سے اسے قبول کر لو اور ان سے (جنگ کرنے سے) رُک جاؤ اور اگر وہ (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے ان سے جنگ کرو۔ کھجور کے کسی درخت کو ضائع نہ کرنا اور نہ اسے جلانا اور کسی جانور کی ٹانگیں نہ کاٹنا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا اور نہ (ان کی) کسی عبادت گاہ کو گرانا اور بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا اور تم ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے جو خلوت خانوں میں گوشہ نشین ہوں گے۔ انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا کہ وہ اپنے کام میں لگے رہیں اور تمہیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے سروں میں شیطان نے اپنے گھونسلے بنا رکھے ہوں گے (یعنی وہ ہر وقت شیطانی حرکتوں میں لگے رہتے ہوں گے۔ اور گمراہ کرنے کے شیطانی منصوبے چلاتے ہوں گے) ایسے لوگوں کی گردنیں اُڑا دینا۔[۲]

حضرت عُروہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مُرتد عربوں کی طرف بھیجا تو انہیں یہ ہدایات دیں کہ وہ ان

---

[۱] اخرجہ البیھقی (ج ۹ ص ۸۵) وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۵) واخرجہ مالک و عبدالرزاق والبیھقی وابن ابی شیبۃ عن یحیی بن سعید والبیھقی عن صالح بن کیسان وابن زنجویہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما مختصراً کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۵، ۲۹۶)

مُرتدین کو اسلام کی دعوت دیں اور ان کو اسلام کے فائدے اور ذمہ داریاں بتائیں اور ان کے دل میں ان کی ہدایت کی پوری طلب ہو۔ ان مُرتدین میں سے جو بھی اس دعوت کو قبول کرے گا وہ کالا ہو یا گورا اس کا اسلام قبول کر لیا جائے گا۔ اس لیئے کہ جو شخص اللہ کا انکار کرتا ہے اور کُفر اختیار کرتا ہے اس سے اللہ پر ایمان لانے کے لیئے قتال کیا جاتا ہے لہٰذا جسے اسلام کی دعوت دی گئی اور اس نے اسلام کو قبول کر لیا اور اس نے اپنے ایمان کو سچا کر دکھایا تو اب اس پر کوئی گرفت اور مُواخذہ نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ خود اس سے حساب لیں گے اور جو مُرتد اسلام کی دعوت کو قبول نہ کرے حضرت خالد اسے قتل کر دیں [1]

حضرت صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ میں پڑاؤ ڈالا تو حیرہ کے معزز شرفاء قبیصہ بن ایاس بن حیۃ طائی کے ساتھ شہر سے نکل کر حضرت خالد کے پاس آئے۔ قبیصہ کو کسریٰ نے نُعمان بن مُنذر کے بعد حیرہ کا گورنر بنایا تھا۔ چنانچہ حضرت خالد نے قبیصہ اور اس کے ساتھیوں سے کہا میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم اسے قبول کر لو تو تم مسلمان شمار ہو گے اور جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہیں وہ تمہیں ملیں گے اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہیں وہ تم پر ہوں گی، اگر تم (اسلام قبول کرنے سے) انکار کر دو تو پھر جزیہ ادا کرو اور اگر اس سے بھی انکار کرو تو میں تمہارے پاس ایسے لوگوں کو لے کر آیا ہوں کہ تمہیں زندہ رہنے کا جتنا شوق ہے ان کو اس سے کہیں زیادہ مرنے کا شوق ہے۔ ہم تم سے لڑیں گے یہاں تک کہ اللہ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ قبیصہ نے حضرت خالد سے کہا ہمیں آپ سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے دین پر قائم رہیں گے اور آپ کو ہم جزیہ دیں گے۔ چنانچہ حضرت خالد نے ان سے نوّے ہزار درہم پر صلح کر لی [2] اسی واقعہ کو بیہقی نے ابن اسحاق سے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت خالد نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اسلام کی طرف اور اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم کلمہ شہادت :-

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۲۰۱) ، کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۳) [2] اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۲ ص ۵۵۱) ، عن ابن حمید عن سلمۃ عن ابن اسحاق۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. پڑھ لو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور مسلمانوں کے تمام احکام کا اقرار کرو. اس طرح تمہیں بھی وہ حقوق حاصل ہو جائیں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور تم پر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر ہیں. ہانی نے پوچھا کہ اگر میں اسے نہ چاہوں تو پھر؟ حضرت خالد نے کہا کہ تم اس سے انکار کرتے ہو تو پھر تم اپنے ہاتھوں جزیہ ادا کرو. اس نے کہا اگر ہم اس سے بھی انکار کر دیں تو؟ حضرت خالد نے کہا اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو میں تم کو ایک ایسی قوم کے ذریعہ روند ڈالوں گا کہ ان کو موت اس سے زیادہ پیاری ہے جتنی تم کو زندگی پیاری ہے. ہانی نے کہا ہمیں اس ایک رات کی مہلت دیں تاکہ ہم اس بارے میں غور کر سکیں. حضرت خالد نے کہا ہاں تمہیں مہلت ہے. صبح ہانی نے آکر کہا ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم جزیہ ادا کریں گے آئیں ہم آپ سے صلح کر لیتے ہیں. اس کے بعد پورا قصہ بیان کیا۔[1]

جب جنگِ یرموک میں لشکر آمنے سامنے آئے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کے ساتھ حضرت ضرار بن ازور اور حضرت حارث بن ہشام اور حضرت ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہم بھی تھے انہوں نے بلند آواز سے کہا ہم تمہارے امیر سے ملنا چاہتے ہیں. ان کا امیر تذارق تھا اس نے ان حضرات کو داخلہ کی اجازت دی. وہ ریشمی خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا. صحابہؓ نے کہا ہمارے لئے اس خیمہ میں داخل ہونا حلال نہیں ہے. اس نے کہا کہ ان حضرات کے لئے ریشمی فرش بچھایا جائے. ان حضرات نے کہا ہم اس پر بھی نہیں بیٹھ سکتے ہیں آخرکار وہ صحابہؓ کے ساتھ وہاں بیٹھا جہاں بیٹھنا صحابہؓ نے پسند کیا اور فریقین صلح پر راضی ہو گئے. صحابہؓ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے کر واپس آگئے لیکن یہ صلح پوری نہ ہو سکی. (جنگ ہو ہی گئی)[2]

واقدی وغیرہ کہتے ہیں کہ (جنگِ یرموک کے دن) جرجہ نامی ایک بڑا سردار دشمنوں کی صف میں سے باہر آیا اور اس نے حضرت خالد بن ولید کو پکارا. حضرت خالد اس

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۸۰) من طریق یونس بن بکیر. [2] ذکرہ فی البدایۃ (ج ۷ ص ۹)

کے پاس آئے اور اتنے قریب آئے کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں۔ جُرجہ نے کہا اے خالد! (میرے سوالات کا) جواب دیں اور آپ مجھ سے سچ بولیں جھوٹ نہ بولیں، کیونکہ اعلیٰ اخلاق کا مالک آدمی جھوٹ نہیں بولا کرتا ہے۔ اور مجھے دھوکہ نہ دینا کیونکہ شریف آدمی اپنے پر اعتماد کرنے والے کو دھوکہ نہیں دیا کرتا ہے۔ میں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے تمہارے نبی پر آسمان سے کوئی تلوار اُتاری ہے جو انہوں نے تمہیں دی ہے۔ تم وہ تلوار جس پر بھی اُٹھاتے ہو اُسے شکست دے دیتے ہو؟ حضرت خالد نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر آپ کو سَیفُ اللہ (اللہ کی تلوار) کیوں کہا جاتا ہے؟ حضرت خالد نے کہا بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنا نبی بھیجا اس نے ہمیں دعوت دی۔ ہم سب نے اس سے نفرت کی اور اس سے دُور بھاگے۔ پھر ہم میں سے کچھ لوگوں نے اسے سچا مان لیا اور اس کا اتباع کیا اور کچھ جھٹلانے اور دُور رہنے پر اَڑے رہے۔ میں بھی ان لوگوں میں تھا جو ان کو جھٹلانے اور ان سے دُور رہنے پر اَڑے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں اور پیشانیوں کو پکڑ کر ہمیں ان کے ذریعے ہدایت دے دی اور ہم آپ سے بیعت ہو گئے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا تم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر سونتا ہے اور آپ نے میرے لئے مدد کی دعا فرمائی۔ اس وجہ سے میرا نام سَیفُ اللہ پڑ گیا اور میں مشرکوں پر مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ بھاری ہوں۔ جُرجہ نے پوچھا اے خالد تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟ حضرت خالد نے کہا ہم اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ تم کلمۂ شہادت :۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پڑھو اور وہ (محمد عَلَیْہِ السَّلام) جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لائے ہیں اس کا اقرار کرو۔ جُرجہ نے پوچھا جو تمہاری یہ بات نہ مانے تو پھر؟ حضرت خالد نے کہا وہ جزیہ ادا کرے ہم اس کی (ہر طرح) حفاظت کریں گے۔ جُرجہ نے پوچھا اگر وہ جزیہ نہ دے تو؟ حضرت خالد نے کہا ہم اس سے جنگ کا اعلان کر کے لڑائی شروع کر دیتے ہیں۔ جُرجہ نے پوچھا جو آدمی تمہاری بات مان کر آج تمہارے دین میں داخل ہو اس کا تمہارے نزدیک کیا درجہ ہوگا؟ حضرت خالد نے کہا اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ احکام میں ہم سب برابر ہیں

چاہے کوئی سردار ہو یا عامی ہو۔ پہلے اسلام لایا ہو یا بعد میں۔ جرجہ نے پوچھا کہ جو آج تم میں داخل ہو اُسے بھی تمہارے جیسا اجر و ثواب ملے گا؟ حضرت خالد نے کہا ہاں بلکہ وہ تو ہم سے افضل ہے۔ اس نے پوچھا کہ جب تم اس سے پہلے اسلام لائے ہو تو وہ تمہارے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت خالد نے کہا ہمیں تو حالات سے مجبور ہو کر اسلام قبول کرنا پڑا۔ ہم اپنے نبی سے اس وقت بیعت ہوئے جبکہ وہ ہمارے درمیان رہتے تھے اور زندہ تھے۔ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی تھیں وہ ہمیں قرآن پڑھ کر سناتے تھے اور ہمیں معجزے دکھاتے تھے۔ جتنا کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے۔ اتنا کچھ جو بھی دیکھ لے اور سُن لے اسے مسلمان ہونا ہی چاہیئے اور اسے ضرور (حضورؐ سے) بیعت ہونا ہی چاہیئے ہم نے جو عجائبِ قدرت دیکھے وہ تم نے نہیں دیکھے اور ہم نے جو دلائلِ نبوّت سُنے وہ تم نے نہیں سُنے لہٰذا تم میں سے جو بھی اب سچی نیّت سے اس دین میں داخل ہوگا وہ ہم سے افضل ہے۔ جرجہ نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے مجھ سے سچ سچ کہہ دیا ہے اور مجھے دھوکہ نہیں دیا۔ حضرت خالد نے کہا اللہ کی قسم مَیں نے تم سے سچ ہی کہا اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میں نے تمہارے ہر سوال کا جواب ٹھیک دیا ہے۔ یہ سن کر جرجہ نے اپنی ڈھال کو پلٹ دیا (جو جنگ نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے) اور حضرت خالد کے ساتھ ہو لیئے اور ان سے کہا آپ مجھے اسلام سکھائیں۔ حضرت خالد انہیں اپنے خیمہ میں لے گئے اور ان پر مشک سے پانی ڈال کر غسل کرایا پھر حضرت خالد نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ جب حضرت جرجہ حضرت خالد کے ساتھ چل پڑے تو رومی یہ سمجھے کہ حضرت خالد نے ہمارے سردار کے ساتھ کوئی چال کھیلی ہے اس لیئے اس زور سے اچانک مسلمانوں پر حملہ کیا کہ ایک دفعہ تو مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ صرف مُحَامیہ نامی حفاظتی دستہ اپنی جگہ ثابت قدم رہا جس کے ذمہ دار حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ تھے۔ رومی مسلمانوں کے بیچ میں گھسے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور حضرت جرجہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو پکارا جس پر سارے مسلمان واپس آکر جمع ہو گئے اور رومی اپنے مورچوں کو واپس چلے گئے۔ حضرت خالد مسلمانوں کو آہستہ آہستہ لے کر رومیوں کی طرف بڑھے یہاں تک کہ تلواریں تلواروں سے ٹکرانے لگ گئیں۔ دوپہر

سے غروب تک حضرت خالدا ور حضرت جرجہ مسلسل رومیوں پر تلوار چلاتے رہے۔ مسلمانوں نے ظہر اور عصر کی نمازیں اشارہ سے پڑھیں اور اسی میں حضرت جرجہ شدید زخمی ہو گئے اور انہوں نے حضرت خالد کے ساتھ جو دو رکعت نماز پڑھی، اس کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھ سکے۔ (اور اُسی دن شہید ہو گئے) رَحِمَہُ اللہُ [1]

حضرت خالد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک دن لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کیا اور مسلمانوں کو بلادِ عرب چھوڑ کر بلادِ عجم میں جانے کی ترغیب دی اور کہا کہ بلادِ عجم میں جو کھانے پینے کی چیزوں کی فراوانی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آتی۔ اللہ کی قسم! اگر ہم لوگوں پر جہاد فی سبیل اللہ اور اسلام کی دعوت دینا لازم نہ ہوتا اور صرف کھانا کمانا ہی ہمارے سامنے ہوتا تو بھی میری رائے یہی تھی کہ ہم جنگ کر کے اس سرسبز علاقہ کو حاصل کر لیں اور آپ لوگ جس جہاد کے لئے نکلے ہوئے ہیں اس کو چھوڑ کر جو لوگ (اپنے گھروں میں) رہ گئے ہیں بھوک اور تنگ دستی ان کے حصہ میں رہے [2]



[1] ذکر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۱۲) وقال الحافظ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۶۰) ذکرہ ابن یونس الازدی فی فتوح الشام ومن طریق ابی نعیم فی الدلائل وقال جرجیرو قال سیف بن عمر فی الفتوح جرجۃ وذکر انہ اسلم علی یدی خالد بن الولید و استشہد بالیرموک وذکر قصتہ ابوحذیفۃ اسحاق بن بشر فی الفتوح ایضا لکن لم یسمہ انتہی [2] ذکر فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۴۵) واسندہ ابن جریر فی تاریخہ (ج ۲ ص ۵۵۹)، من طریق سیف عن محمد بن ابی عثمان بنحوہ۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں میدانِ جنگ میں اللہ و رسول کی طرف دعوت دینا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے اُمراء کو اُس کی تاکید کرنا

حضرت یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ میں تمہیں پہلے لکھ چکا ہوں کہ لوگوں کو تین دن تک اسلام کی دعوت دینا جو جنگ شروع ہونے سے پہلے تمہاری دعوت کو قبول کرے وہ مسلمانوں کا ایک فرد شمار ہوگا اسے وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو باقی تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں اور اس کا اسلام میں حصہ ہے (اس لیے اسے مالِ غنیمت میں سے حصہ ملے گا) اور جو جنگ ختم ہونے کے بعد یا شکست کے بعد تمہاری دعوت کو قبول کرے (اور بعد میں مسلمان ہو) اس کا مال مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت بنے گا کیونکہ مسلمانوں نے اس کے مسلمان ہونے سے پہلے اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ میرا حکم ہے اور یہی تمہیں خط لکھنے کی غرض ہے۔[1]

حضرت ابو البختری کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک لشکر کے امیر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے فارس کے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ مسلمانوں نے کہا' اے ابو عبد اللہ! (یہ حضرت سلمان کی کنیت ہے) کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں؟ انہوں نے کہا مجھے ان کو دعوت دینے دو جیسے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کو دعوت دیتے ہوئے سُنا۔ چنانچہ اس قلعہ والوں سے حضرت سلمان نے کہا میں تم میں کا ایک

---

[1] اخرجہ ابو عبید کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۷)

فارسی آدمی ہوں۔ تم خود دیکھ رہے ہو کہ عرب میری کس طرح مان رہے ہیں۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تمہیں بھی وہ تمام حقوق ملیں گے جو ہمیں حاصل ہیں اور تم پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو ہم پر ہیں اور اگر تم اپنے دین پر ہی رہنا چاہو تو ہم تمہیں تمہارے دین پر رہنے دیں گے اور تم ماتحت بن کر رعیت ہو کر اپنے ہاتھوں ہمیں جزیہ دینا۔ حضرت سلمان نے فارسی میں ان سے یہ کہا (کہ ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے لیکن) تم کبھی عزت کے مستحق نہ ہو گے اور اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو ہم تم سے (میدانِ جنگ میں) برابر سرابر مقابلہ کریں گے۔ انہوں نے کہا ہم ایمان بھی نہیں لاتے ہیں اور جزیہ بھی نہیں دیتے۔ ہم تو تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت سلمان کے ساتھیوں نے کہا کیا ہم ان پر حملہ نہ کر دیں؟ انہوں نے کہا ابھی نہیں۔ اور ان کو تین دن اسی طرح انہوں نے اسلام کی دعوت دی۔ پھر کہا اچھا اب ان پر حملہ کرو چنانچہ مسلمانوں نے حملہ کیا اور اس قلعہ کو فتح کر لیا۔[1] مسند احمد اور مستدرک کی روایت میں اس طرح ہے کہ چوتھے دن صبح کو حضرت سلمان نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔[2] ابو البختری کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی مسلمانوں کے لیے جگہ اور پانی اور گھاس تلاش کرنے والے دستہ کے امیر تھے اور مسلمانوں نے ان کو اہل فارس کو دعوت دینے کے لیے متکلم بنایا تھا۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ بہرشیر شہر والوں کو دعوت دینے کے لیے حضرت سلمان کو امیر مقرر کیا تھا اور قصر ابیض کی فتح کے دن بھی ان ہی کو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو تین دن تک دعوت دی تھی۔ آگے انہوں نے حضرت سلمان کے دعوت دینے کے بارے میں پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن مقرن، حضرت فرات بن حیان، حضرت حنظلہ بن ربیع تمیمی اور حضرت عطارد بن حاجب، حضرت اشعث بن قیس، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہم جیسے چیدہ چیدہ

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸۹)، [2] واخرجہ ایضاً احمد فی مسندہ والحاکم فی المستدرک کما فی نصب الرایۃ (ج ۳ ص ۳۷۸)، بمعناہ واخرجہ ابن ابی شیبۃ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۸)۔
[3] واخرجہ ایضاً ابن جریر (ج ۴ ص ۱۷۳)

حضرات کی جماعت رُستم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا۔ رُستم نے ان سے کہا تم لوگ کیوں آئے ہو؟ ان حضرات نے کہا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ وعدہ کیا کہ تمہارا ملک ہمیں مل جائے گا اور تمہاری عورتیں اور بچے ہمارے قیدی بنیں گے اور تمہارے مال پر ہم قبضہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر ہمیں پورا یقین ہے۔ رُستم ایک خواب اس سے پہلے دیکھ چکا تھا کہ آسمان سے ایک فرشتے نے اُتر کر فارس کے تمام ہتھیاروں پر مہر لگا دی اور وہ ہتھیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیئے اور حضورؐ نے وہ ہتھیار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔ حضرت سیف اپنے اُستادوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رستم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ رستم کے پاس ایک عقلمند آدمی ایسا بھیجیں کہ میں جو کچھ پوچھوں وہ اس کا جواب دے سکے تو حضرت سعد نے اس کے پاس حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت مغیرہ رستم کے پاس پہنچے تو رستم نے ان سے کہا آپ لوگ ہمارے پڑوسی ہیں۔ ہم آپ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہے ہیں اور تمہیں کبھی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی ہے۔ آپ لوگ اپنے ملک کو واپس چلے جائیں اور آئندہ ہمارے ملک میں آپ لوگ تجارت کے لئے آنا چاہیں تو ہم نہیں روکیں گے۔ حضرت مغیرہ نے کہا دنیا ہمارا مقصود نہیں ہے بلکہ آخرت ہمارا مقصود ہے اور ہمیں صرف اسی کی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا اور اس سے فرمایا کہ میں نے (تمہارے صحابہ کی) اس جماعت کو ان لوگوں پر مسلط کر دیا ہے جو میرا دین اختیار نہ کریں۔ اس جماعت کے ذریعہ میں ان سے بدلہ لوں گا جب تک یہ جماعت (صحابہؓ) دین کا اقرار کرتے رہیں گے میں ان ہی کو غالب رکھوں گا اور میرا دین سچا دین ہے جو اس سے منہ موڑے گا وہ ضرور ذلیل ہوگا اور جو اسے مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور عزت پائے گا۔ رستم نے پوچھا وہ دین کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا اس دین کا وہ ستون جس کے بغیر اس کی کوئی چیز درست نہیں ہو سکتی وہ کلمۂ شہادت :

أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ پڑھ لینا ہے اور جو کچھ حضورؐ اللہ کے پاس سے لائے ہیں اس کا اقرار کر لینا ہے۔ رُستم نے کہا یہ تو کتنی اچھی بات ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ حضرت مغیرہ نے کہا اللہ کے بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت میں لگا دینا۔ رستم نے کہا یہ بھی اچھی بات ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟ حضرت

مُغیرہ نے کہا تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں لہٰذا وہ ماں باپ شریک بھائی ہیں۔ رستم نے کہا کہ یہ بھی اچھی بات ہے اچھا ذرا یہ تو بتاؤ اگر ہم تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم ہمارے ملک سے واپس چلے جاؤ گے؟ حضرت مُغیرہ نے کہا۔ ہاں اللہ کی قسم! پھر تمہارے ملک میں صرف تجارت یا کسی اور ضرورت کی وجہ سے آئیں گے۔ رُستم نے کہا یہ بھی اچھی بات ہے راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت مُغیرہ رستم کے پاس سے واپس چلے گئے تو رستم نے اپنی قوم کے سرداروں سے اسلام کا تذکرہ کیا۔ لیکن ان سرداروں نے پسند نہ کیا اور اسلام میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ اللہ ہی ان کو خیر سے دُور کرے اور رُسوا کرے اور اللہ نے ایسا کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رُستم کے مُطالبہ پر حضرت سَعْد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ایک اور قاصد حضرت رِبْعی بن عامر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو رُستم کے پاس بھیجا۔ یہ رُستم کے ہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے رُستم کے دربار کو سونے کے کام والے تکیوں اور ریشمی قالینوں اور چمکدار یاقوتوں اور قیمتی موتیوں سے اور بڑی زیب و زینت سے سجا رکھا تھا اور خود رُستم تاج اور قیمتی سامان پہنے ہوئے تھا اور سونے کے تخت پر بیٹھا ہُوا تھا۔ حضرت رِبْعی موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ تلوار اور ڈھال لگا رکھی تھی۔ چھوٹے قد والی گھوڑی پر سوار تھے اور برابر اس پر سوار رہے یہاں تک کہ قالین کا ایک کنارہ گھوڑی نے روند ڈالا پھر اس سے اُتر کر انہوں نے گھوڑی کو ایک تکیہ سے باندھ دیا اور آگے بڑھے تو وہ ہتھیار اور زرہ پہنے ہوئے تھے اور خود ان کے سر پر رکھی ہوئی تھی تو ان سے دربانوں نے کہا آپ اپنے ہتھیار یہاں اُتار دیں حضرت رِبْعی نے کہا میں خود سے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ تم لوگوں کے بُلانے پر آیا ہوں۔ اگر تم مجھے ایسے ہی آگے جانے دیتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہیں سے واپس چلا جاتا ہوں (دربانوں نے رُستم سے پوچھا) رستم نے کہا ان کو ایسے ہی آنے دو۔ یہ رُستم کی طرف اپنے نیزے سے قالینوں پہ ٹیک لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور یوں اکثر قالین پھاڑ ڈالے۔ حاضرینِ دربار نے حضرت رِبْعی سے پوچھا آپ لوگ یہاں کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے مَبعُوث فرمایا ہے کہ جسے اللہ چاہے اسے ہم بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت میں لگا دیں اور دنیا کی تنگی سے نکال کر دُنیا کی وسعت میں پہنچا دیں اور دوسرے دینوں کے مظالم سے نکال کر اسلام

کے عدل و انصاف میں داخل کر دیں۔ اللہ نے اپنا دین دے کر ہمیں اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ ہم ان کو اس دین کی دعوت دیں۔ جو اس دین کو اختیار کرے گا ہم اس سے اسے قبول کریں گے اور واپس چلے جائیں گے اور جو اس دین کو اختیار کرنے سے انکار کرے گا ہم اس سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ ہم سے پورا ہو جائے۔ انہوں نے پوچھا کہ اللہ کا وہ وعدہ کیا ہے؟ حضرت ربعیؓ نے کہا کہ جو دین کا انکار کرنے والوں سے جنگ کرتے ہوئے مرے گا اسے جنت ملے گی اور جو باقی رہے گا اسے فتح اور کامیابی ملے گی۔ رستم نے کہا میں نے تمہاری بات سن لی ہے کیا تم کچھ مہلت دے سکتے ہو؟ تاکہ ہم بھی غور کرلیں اور تم بھی غور کرلو حضرت ربعیؓ نے کہا ہاں کتنی مہلت چاہتے ہو ایک دن کی یا دو دن کی؟ اس نے کہا نہیں ہمیں تو زیادہ دنوں کی مہلت چاہیئے۔ کیونکہ ہم اپنے اہلِ شوریٰ اور اپنی قوم کے سرداروں سے خط و کتابت کریں گے۔ حضرت ربعیؓ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیئے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو ہم اسے تین دن سے زیادہ مہلت نہ دیں (لہٰذا تمہیں تین دن کی مہلت ہے اس دوران) تم اپنے اور اپنی پبلک کے بارے میں غور کرلو اور مہلت کے ختم ہونے پر تین باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار کر لینا۔ رستم نے پوچھا کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟ انہوں نے کہا نہیں لیکن مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں عام مسلمان بھی پناہ دے گا تو وہ ان کے امیر کو ماننی پڑے گی (اس کے بعد حضرت ربعیؓ دربار سے واپس چلے گئے)، رستم نے اپنی قوم کے سرداروں کو اکٹھا کر کے کہا کیا تم نے اس آدمی کی گفتگو سے زیادہ وزنی اور دو ٹوک گفتگو دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ اس بات سے کہ تم اس کی کسی چیز کی طرف مائل ہو جاؤ اور اپنا دین چھوڑ کر (نعوذ باللہ) اس کتے (کے دین) کو اختیار کرلو۔ کیا تم نے اس کے کپڑے نہیں دیکھے۔ رستم نے کہا تمہارا ناس ہو کپڑوں کو مت دیکھو۔ سمجھداری اور طرزِ گفتگو اور سیرت کو دیکھو عرب کے لوگ کپڑے اور کھانے کا خاص اہتمام نہیں کرتے ہیں۔ ہاں خاندانی صفات کی بڑی حفاظت کرتے ہیں پھر اگلے دن انہوں نے ایک اور آدمی کے بھیجنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت سعدؓ نے حضرت حذیفہ بن محصنؓ کو بھیجا۔ انہوں نے حضرت ربعیؓ جیسی بات کی۔ تیسرے دن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو بھیجا انہوں نے اچھے انداز میں تفصیل سے بات کی۔ رستم نے حضرت مغیرہؓ سے (مذاق اڑاتے ہوئے) کہا تم لوگ جو ہمارے

علاقہ میں داخل ہوگئے ہو تو تمہاری مثال ایک مکھی جیسی ہے. جس نے شہد دیکھا تو کہنے لگی جو مجھے اس شہد تک پہنچادے گا اسے دو درہم دوں گی اور جب وہ مکھی شہد پر گری تو اس میں پھنسنے لگی تو وہ اب اس سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی لیکن نکل نہ سکی اور کہنے لگی جو مجھے اس میں سے نکالے گا اسے چار درہم دوں گی اور تم لوگ تو اس کمزور دُبلی پتلی لومڑی کی طرح سے ہو جسے انگوروں کے باغ کی چار دیواری میں ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا۔ اس سوراخ سے وہ اندر گھس گئی باغ والے نے دیکھا کہ بے چاری بڑی کمزور اور دُبلی پتلی ہے اسے اس پر ترس آگیا۔ اس نے اسے وہیں رہنے دیا۔ جب (باغ میں رہ کر کھاپی کر) وہ موٹی ہوگئی تو اس نے باغ کا بہت نقصان کیا۔ باغ والا اسے مارنے کے لئے ڈنڈے اور بہت سے نوجوان لے آیا۔ لومڑی موٹی ہو چکی تھی (وہ سوراخ تنگ تھا) اس نے سوراخ میں سے بہت نکلنا چاہا لیکن نکل نہ سکی آخر باغ والے نے اسے مار ڈالا۔ تمہیں بھی ایسے ہی ہمارے علاقہ سے نکالا جائے گا پھر غصہ کے مارے بھڑک اُٹھا اور سورج کی قسم کھاکر کہا کل کو میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ حضرت مُغیرہ نے کہا تمہیں پتہ چل جائے گا۔ پھر رُستم نے حضرت مُغیرہ سے کہا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تم لوگوں کو ایک ایک جوڑا دے دیا جائے اور تمہارے امیر کو ہزار دینار اور ایک جوڑا اور ایک سواری دے دی جائے (یہ چیزیں لے لو) اور پھر تم ہمارے ہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت مُغیرہ نے کہا تمہیں اب اس کا خیال آرہا ہے؟ ہم تو تمہارے مُلک کو کمزور کر چکے ہیں اور تمہیں بے عزت کر چکے ہیں اور ہم ایک عرصہ سے تمہارے علاقہ میں آئے ہوئے ہیں اور ہم تمہیں اپنا ماتحت بنا کر تم سے جزیہ لیں گے بلکہ ہم تمہیں زبردستی اپنا غلام بنالیں گے۔ حضرت مُغیرہ نے جب یہ باتیں کہیں تو وہ غصہ میں اور بھڑک اُٹھا[1]

حضرت ابو وائل کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ مقام قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا۔ مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن ہم لوگ غالباً سات یا آٹھ

---

[1] ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۳۸) واخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۱۰۵) عن ابن الرفیل عن ابیہ وعن ابی عثمان النہدی وغیرہما وذکر دعوۃ زہرۃ والمغیرۃ وربعی وحذیفۃ رضی اللہ عنہم بطولہ بمعنی ماتقدم۔

ہزار سے زیادہ نہیں ہوں گے اور مشرکین کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اس روایت میں تو یہی تعداد ہے لیکن البدایۃ میں سیف وغیرہ کی روایت میں مشرکین کی تعداد اسّی ہزار آئی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ رستم ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر میں تھا اور اسّی ہزار کا لشکر پیچھے آرہا تھا اور رستم کے ساتھ تینتیس ہاتھی تھے۔ جن میں سابور کا ایک سفید ہاتھی بھی تھا جو سب ہاتھیوں سے بڑا تھا اور سب سے آگے تھا اور تمام ہاتھی اس سے مانوس تھے۔ البدایۃ کی روایت ختم ہوگئی اور اس جیسی اور تعداد بھی آئی ہے۔ رستم کے لشکر والوں نے (ہم سے) کہا نہ تمہارے پاس قوت ہے، نہ طاقت ہے اور نہ ہتھیار تم لوگ یہاں کیوں آگئے ہو؟ واپس چلے جاؤ، ہم نے کہا ہم تو واپس نہیں جائیں گے اور وہ ہمارے تیروں کو دیکھ کر ہنستے تھے اور دُوک دُوک کہہ کر (اپنی زبان میں) ہمارے تیروں کو چرخے کے تکلے کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ جب ہم نے ان کی بات مان کر واپس جانے سے انکار کر دیا تو انہوں نے کہا اپنے سمجھدار آدمیوں میں سے ایک سمجھدار آدمی ہمارے پاس بھیجو جو ہمیں کھول کر بتائے کہ آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں (ان کے پاس جاتا ہوں)، چنانچہ وہ دریا پار کر کے ان کے پاس گئے اور تخت پر رستم کے ساتھ بیٹھ گئے اس پر دربار والے غرّائے اور چلّائے۔ حضرت مغیرہ نے کہا اس تخت پر بیٹھنے سے میرا مرتبہ بڑھا نہیں اور تمہارے سردار کا گھٹا نہیں۔ رستم نے کہا تم نے ٹھیک کہا تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ حضرت مغیرہ نے کہا ہماری قوم شر اور گمراہی میں مبتلا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک نبی بھیجا ان کے ذریعہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت دی اور ہم لوگوں کو ان کے ہاتھوں بہت رزق دیا اور اس رزق میں وہ دانہ بھی تھا جو اس علاقہ میں پیدا ہوتا ہے۔ جب وہ دانہ ہم نے کھایا اور اپنے گھر والوں کو کھلایا تو ہمارے گھر والوں نے کہا کہ اب ہم اس دانہ کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اس علاقہ میں لے چلو تاکہ ہم یہ دانہ کھایا کریں، رستم نے کہا اب تو ہم تمہیں ضرور قتل کریں گے۔ حضرت مغیرہ نے کہا اگر تم ہمیں قتل کرو گے تو ہم جنت میں جائیں گے اور اگر ہم تمہیں قتل کریں گے تو تم جہنم میں جاؤ گے (اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو جنگ نہ کرو) بلکہ جزیہ دے دو۔ جب حضرت مغیرہ نے یہ کہا کہ تم جزیہ دے دو تو وہ سب غرّائے اور چیخے اور کہنے لگے ہماری تمہاری صلح نہیں ہو سکتی۔ حضرت مغیرہ نے کہا لڑنے

کے لیئے، تم دریا پار کر کے ہمارے پاس آؤ گے یا ہم تمہارے پاس دریا پار کر کے آئیں گے؟ رستم نے کہا ہم دریا پار کر کے آئیں گے۔ چنانچہ مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو رستم کے لشکر نے دریا پار کر لیا۔ صحابہؓ نے اس زور سے ان پر حملہ کیا کہ ان کو شکست دے دی۔[1]

حضرت مُعاوِیَہ بن قُرّۃ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جنگِ قادِسیہ کے دن حضرت مُغِیرہ بن شُعبَہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو فارس کے سپہ سالار (رستم) کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ دس آدمی اور بھیجو۔ چنانچہ ان کے ساتھ دس آدمی اور بھیجے گئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے ٹھیک کیئے اور ڈھال اُٹھائی اور چل دیئے یہاں تک کہ اس سپہ سالار کے پاس پہنچ گئے (وہاں پہنچ کر) انہوں نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا میرے لیئے ڈھال بچھا دو (انہوں نے بچھا دی) وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اس موٹے تازے عجمی کافر نے کہا اے عرب کے رہنے والو! میں جانتا ہوں کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ تم اس لیئے آئے ہو کہ تمہیں اپنے ملک میں پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا تو تمہیں جتنا غلہ چاہیئے ہم تمہیں دے دیتے ہیں۔ ہم لوگ آتش پرست ہیں تمہیں قتل کرنا اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ (تمہیں قتل کرنے سے) ہماری زمین ناپاک ہو جائے گی۔ حضرت مُغیرہؓ نے کہا اللہ کی قسم ہم اس وجہ سے نہیں آئے ہم تو اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہم لوگ پتھروں اور بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب کوئی اچھا پتھر نظر آتا تو پہلے کو پھینک کر اس کی عبادت شروع کر دیتے۔ ہم پروردگار کو نہیں پہچانتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہی ہماری طرف ایک رسُول بھیجا۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے ان کا اتباع کر لیا۔ ہم غلّہ لینے نہیں آئے۔ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہمارا جو دشمن اسلام کو چھوڑ دے ہم اس سے جنگ کریں۔ ہم غلّہ لینے نہیں آئے ہم تو اس لیئے آئے ہیں کہ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں اور تمہارے بیوی بچوں کو قید کریں۔ باقی تم نے جو ہمارے ملک میں کھانے کی کمی کا ذکر کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ میری زندگی کی قسم! واقعی ہمیں اتنا کھانا

---

[1] اخرجہ ابن جریر عن حصین بن عبدالرحمٰن کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۴۰) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۵۱) من طریق حصین بن عبدالرحمٰن عن ابی وائل قال شہدت القادسیۃ فانطلق المغیرۃ بن شعبۃ فذکرہ مختصرًا۔

نہیں ملتا جس سے ہمارا پیٹ بھر جائے اور ہمیں اتنا پانی نہیں ملتا جس سے ہماری پیاس بجھ جائے۔ ہم تمہاری اس زمین میں آئے ہیں۔ ہم نے یہاں غلہ اور پانی بہت پایا ہے۔ اللہ کی قسم اب ہم اس علاقہ کو نہیں چھوڑیں گے یا تو یہ سرزمین ہمارے حصہ میں آجائے یا تمہیں مل جائے۔ اس عجمی کافر نے فارسی میں کہا۔ یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ حضرت مُغیرہ سے اس عجمی کافر نے کہا آپ کی تو کل آنکھ پھوڑ دی جائے گی۔ چنانچہ اگلے دن حضرت مُغیرہ کو ایک نامعلوم تیر لگا اور واقعی ان کی آنکھ ضائع ہو گئی۔[1]

سَیف رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہتے ہیں حضرت سَعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے جنگ سے پہلے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کِسریٰ کے پاس اللہ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجی تھی۔ ان حضرات نے کِسریٰ کے دربار میں پہنچ کر داخلہ کی اجازت مانگی۔ اس نے ان حضرات کو اجازت دی شہر والے ان کو دیکھنے کے لئے باہر نکل آئے کہ ان کی شکل وصورت کیسی ہے؟ ان حضرات کی چادریں کندھوں پر پڑی ہوئی تھیں ہاتھوں میں کوڑے پکڑے ہوئے تھے۔ پاؤں میں چپلیں پہن رکھی تھیں۔ کمزور گھوڑوں پر سوار تھے جو (کمزوری کی وجہ سے) لڑکھڑا رہے تھے۔ شہر والے ان تمام باتوں کو دیکھ کر بہت زیادہ حیران ہو رہے تھے کہ کیسے ان جیسے انسان ان کے لشکروں پر غالب آجاتے ہیں۔ حالانکہ ان کے لشکروں کی تعداد اور ان کا سامان کہیں زیادہ ہے۔ اجازت ملنے پر یہ حضرات اندر شاہِ یزدجرد (کِسریٰ) کے دربار میں گئے اس نے انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ وہ بڑا مغرور اور بے ادب تھا۔ اس نے ان کے لباس اور چادروں اور جوتیوں اور کوڑوں کے نام پوچھنے شروع کر دیئے۔ وہ جس چیز کا بھی نام بتلاتے وہ اس سے نیک فال اپنے لئے نکالتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی ہر فال کو اس کے سر اُلٹا دے مارا۔ پھر اس نے ان حضرات سے کہا تمہیں کون سی چیز اس علاقہ میں لے آئی ہے؟ ہماری آپس کی خانہ جنگی کی وجہ سے تم یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم لوگ کمزور پڑ گئے ہیں اس لئے تم میں (ہم پر حملہ کرنے کی) جرأت پیدا ہو گئی۔ حضرت نُعمان بن مُقرِّن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ترس کھا کر ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔ جو ہمیں نیکی کے کام بتاتے تھے اور ان کے کرنے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۵۱)، قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ الطبرانی عن معاویۃ رضی اللہ عنہ مثلہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۵) ورجالہ رجال الصحیح۔

کا حکم دیتے تھے اور بُرائی کے کام تبلاکر ہمیں ان سے روکتے تھے۔ ان کی بات ماننے پر اللہ تعالیٰ نے ہم سے دنیا و آخرت کی بھلائی کا وعدہ کیا۔ آپ نے جس قبیلہ کو اس کی دعوت دی اس کے دو حصے ہو گئے۔ کچھ آپ کا ساتھ دیتے اور کچھ آپ سے دُور ہو جاتے۔ صرف خاص لوگ گنے چُنے آپ کے دین میں داخل ہوتے۔ ایک عرصہ تک آپ اسی طرح دعوت دیتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے مخالف عربوں پر چڑھائی کر دیں۔ پہل ان عربوں سے کریں (بعد میں دوسرے ملکوں میں جائیں) چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ سارے عرب آپ کے دین میں داخل ہو گئے بعض مجبور ہو کر زبردستی داخل ہوئے لیکن بعد میں وہ بھی خوش ہو گئے اور بعض شروع سے ہی خوشی خوشی داخل ہوئے اور ان کی خوشی بڑھتی رہی۔ ہم سب نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ ہم (زمانہ جاہلیت میں) جس دشمنی اور تنگی میں تھے۔ آپ کا لایا ہوا دین اس سے ہزار درجہ بہتر ہے اور انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آس پاس کی قوموں میں (دعوت کا کام) شروع کریں اور انہیں ہم عدل وانصاف کی دعوت دیں لہٰذا ہم تمہیں اپنے دین اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہر اچھی بات کو اچھا کہتا ہے اور ہر بُری بات کو بُرا کہتا ہے اور اگر تم (اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرو تو پھر ذلت کے دو کاموں میں سے کم ذلت والا کام اختیار کر لو اور وہ ہے جزیہ ادا کرنا اور اگر تم اس سے بھی انکار کرو تو پھر جنگ ہے۔ اگر تم ہمارے دین کو اختیار کر لوگے تو ہم تم میں اللہ کی کتاب چھوڑ کر جائیں گے اور تمہیں اس پر ڈال کر جائیں گے کہ تم اس کتاب کے احکام کے مطابق فیصلہ کرو اور ہم تمہارے علاقے سے واپس چلے جائیں گے پھر تم ہوگے اور تمہارا علاقہ (جو چاہو کرو) اور اگر تم جزیہ دینے کے لئے تیار ہو جاؤ تو ہم اسے قبول کریں گے اور ہم تمہاری (ہر طرح) حفاظت کریں گے ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ اس پر یزدجرد بولا کہ روئے زمین پر کوئی قوم میرے علم میں ایسی نہیں ہے جو تم سے زیادہ بدبخت ہو اور اس کی تعداد تم سے کم ہو اور اس کے آپس کے تعلقات تم سے زیادہ بگڑے ہوئے ہوں۔ ہم نے تو تمہیں آس پاس کی بستیوں کے حوالہ کیا ہوا تھا کہ وہ ہمارے بغیر خود ہی تم سے نمٹ لیا کریں۔ آج تک کبھی فارس نے تم پر حملہ نہیں کیا اور نہ تمہارا یہ خیال تھا کہ تم فارس والوں کے سامنے ٹھہر سکتے ہو۔ اب اگر تمہاری تعداد بڑھ گئی ہے تو ہمارے بارے میں تم دھوکے میں نہ رہو اور اگر معاش کی

تنگی نے تمہیں یہاں آنے پر مجبور کیا ہے تو ہم تمہارے لئے امداد مقرر کر دیتے ہیں جو تمہیں اس وقت تک ملتی رہے گی۔ جب تک تم خوشحال نہ ہو جاؤ اور ہم تمہارے ممتاز لوگوں کا اکرام کریں گے اور ان کو جوڑے بھی دیں گے اور تم لوگوں پر ایسا بادشاہ مقرر کریں گے جو تمہارے ساتھ نرمی برتے (یہ سُن کر) اور حضرات تو خاموش رہے لیکن حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے بادشاہ! یہ عرب کے سردار اور ممتاز لوگ ہیں یہ سب شریف ہیں اور شریفوں سے شرماتے ہیں اور شریفوں کا اکرام شریف ہی کیا کرتے ہیں اور شریفوں کے حقوق کو شریف ہی بڑا سمجھا کرتے ہیں۔ ان کو تم سے جتنی باتیں کہنے کے لئے بھیجا گیا ہے انہوں نے ابھی وہ ساری باتیں تم سے کہی نہیں ہیں اور انہوں نے تمہاری ہر بات کا جواب بھی نہیں دیا اور انہوں نے یہ اچھا کیا اور ان کے لئے یہی مناسب تھا۔ مجھ سے بات کرو۔ میں تمہاری ہر بات کا جواب دوں گا اور یہ سب اس کی گواہی دیں گے۔ تم نے ہمارے جو حالات بتائے ہیں تم ان کو پوری طرح نہیں جانتے (میں تمہیں بتاتا ہوں) تم نے جو ہماری بدحالی کا ذکر کیا ہے تو واقعی ہم سے زیادہ کوئی بدحال نہیں تھا ہماری بھوک جیسی بھوک کہیں ہو نہیں سکتی۔ ہم تو گندگی کے کیڑے مکوڑے اور بچھو اور سانپ تک کھا جاتے تھے اور اسی کو اپنا کھانا سمجھتے تھے۔ ہمارے مکان کھلی زمین تھی (چھپر تک نہ تھے) اونٹوں اور بکریوں کے بالوں سے بُنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ ایک دوسرے کو قتل کرنا اور ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہمارا مذہب تھا اور ہم لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو اپنی بیٹی کو کھانا کھلانے کے ڈر کے مارے زندہ قبر میں دفن کر دیتے تھے۔ آج سے پہلے ہماری وہی حالت تھی جو میں تم سے بیان کر رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک معروف و مشہور آدمی کو مبعوث فرمایا جس کے حسب نسب کو اور اس کے حلیہ کو اور اس کی جائے پیدائش کو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ اس کی زمین ہماری زمین میں سب سے بہترین زمین تھی اور اس کا حسب نسب ہمارے حسب نسب سے بہتر تھا۔ اس کا گھر ہمارے گھروں سے اعلیٰ تھا اور اس کا قبیلہ ہمارے قبیلوں سے افضل تھا۔ عربوں کے تمام بُرے حالات کے باوجود وہ خود بھی اپنی ذات کے اعتبار سے ہم میں سب سے بہترین تھے۔ ہم میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ بُردبار تھے۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ سب سے پہلے ان کی دعوت کو اس آدمی نے قبول کیا جو اُن کا

ہم عمر اور بچپن کا ساتھی تھا اور وہی ان کے بعد ان کا خلیفہ بنا۔ وہ ہم سے کہتے ہم ان کو الٹی سناتے۔ وہ سچ بولتے ہم جھوٹ بولتے۔ آخر ان کے ساتھی بڑھتے گئے اور ہماری تعداد گھٹتی گئی اور جو جو باتیں انہوں نے کہی تھیں وہ سب ہو کر رہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں ان کو سچا ماننے اور ان کے اتباع کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ وہ ہمارے اور اللہ رب العالمین کے درمیان واسطہ تھے۔ انہوں نے ہم سے جتنی باتیں کہیں وہ حقیقت میں اللہ ہی کی ہیں اور انہوں نے ہمیں جتنے حکم دیئے وہ حقیقت میں اللہ ہی کے حکم ہیں۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ تمہارا رب کہتا ہے کہ میں اللہ ہوں، اکیلا ہوں، میرا کوئی شریک نہیں جب کچھ نہیں تھا میں اس وقت بھی تھا، میری ذات کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ میں نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز لوٹ کر میرے پاس آئے گی۔ میری رحمت تمہاری طرف متوجہ ہوئی چنانچہ میں نے تمہاری طرف اس آدمی کو مبعوث کیا تاکہ تمہیں اس راستہ پر ڈال دوں جس کی وجہ سے میں تمہیں مرنے کے بعد اپنے عذاب سے بچاؤں اور اپنے گھر دارالسلام (جنت) میں پہنچا دوں۔ چنانچہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے تھے اور تمہارے رب نے کہا جو تمہارے اس دین کو اختیار کرے گا اس کو وہ حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور اس پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو تم پر ہیں اور جو (اس دین سے) انکار کرے اس پر جزیہ پیش کرو اور پھر اس کی ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو جن سے تم اپنی حفاظت کرتے ہو اور جو (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دے اس سے جنگ کرو۔ میں ہی تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہوں تم میں سے جو شہید کیا جائے گا اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا اور جو باقی رہے گا اس کے دشمن کے خلاف اس کی مدد کروں گا۔ اب تم چاہو تو ماتحت بن کر جزیہ دے دو اور چاہو تو تلوار لے کر (جنگ کرلو) یا مسلمان ہو کر خود کو بچالو۔ یزدجرد نے کہا تم میرے سامنے ایسی باتیں کر رہے ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا جس نے مجھ سے بات کی ہے میں اسی کے سامنے یہ باتیں کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور میرے ساتھ بات کرتا تو میں تمہارے سامنے یہ باتیں نہ کرتا۔ یزدجرد نے کہا اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ قاصد کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم سب کو قتل کر دیتا۔ تم لوگوں کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے اور (اپنے درباریوں سے) کہا مٹی کا ایک ٹوکرا لاؤ اور ان میں جو سب سے بڑا ہے اس کے سر

پر رکھ دو اور اسے پیچھے سے ہانکتے رہو یہاں تک کہ وہ مدائن شہر کی آبادی سے نکل جائے (اور صحابہؓ سے کہا، تم لوگ اپنے امیر کے پاس واپس جاکر اسے بتادو کہ میں اس کی طرف رُستم کو بھیج رہا ہوں تاکہ وہ اسے اور اس کے لشکر کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے اور اسے اور تم لوگوں کو بعد والوں کے لیئے عبرت بنا دے اور پھر میں اس کو تمہارے ملک میں بھیجوں گا اور سابور کی طرف سے تم لوگوں کو جتنی مصیبت اُٹھانی پڑی میں تم لوگوں کو اس سے زیادہ مصیبت میں گرفتار کر دوں گا۔ پھر اس نے پوچھا تم میں سب سے بڑا کون ہے؟ سب لوگ خاموش رہے۔ حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے خود مٹی لے لینے کے لیئے بغیر مشورہ کے کہہ دیا کہ میں ان کا بڑا اور ان کا سردار ہوں۔ یہ مٹی میرے اُوپر لاد دو۔ یزدجرد نے پوچھا کیا بات اسی طرح ہے؟ دوسرے صحابہ نے کہا ہاں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عاصم کی گردن پر وہ مٹی لاد دی وہ مٹی لے کر ایوانِ شاہی اور محل سے باہر آئے اور اپنی سواری پر اس مٹی کو رکھا اور اس پر بیٹھ کر اسے تیز دوڑایا تاکہ یہ مٹی لے کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس جلد پہنچ جائیں۔ حضرت عاصم اپنے ساتھیوں سے آگے نکل گئے اور وہ مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ بابِ قُدَیس سے آگے چلے گئے اور کہا امیر کو کامیابی کی بشارت سنا دو۔ انشاء اللہ ہم کامیاب ہو گئے (بظاہر بابِ قُدَیس کے قریب حضرت سعد کا قیام تھا) اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ حُدودِ عرب میں جاکر اس مٹی کو ڈال دیا پھر واپس آکر حضرت سعد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں ساری بات بتائی تو حضرت سعد نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالےٰ نے ہمیں (اس مٹی کی شکل میں) ان کے ملک کی چابیاں دے دی ہیں اور سب نے اس سے ان کے ملک پر قابض ہو جانے کی فال لی۔[1]

حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت طلحہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ تکریت کے موقع پر رومیوں نے یہ دیکھا کہ جب بھی وہ مسلمانوں کی طرف بڑھے انہیں مُنہ کی کھانی پڑی اور مسلمانوں سے ہر مقابلہ میں ان کو شکست اُٹھانی پڑی۔ تو انہوں نے

---

[1] ذکر فی البدایۃ (ج ۷ ص ۴۱) و اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۴ ص ۹۴) عن شعیب عن سیف عن عمرو عن الشعبی بشلہ۔

اپنے سرداروں کو چھوڑ دیا اور اپنا سامان کشتیوں پر لاد دیا (عرب کے عیسائی قبائل تغلب اور ایاد اور نمر کے نمائندے یہ ساری خبر لے کر (مسلمانوں کے امیر) حضرت عبداللہ بن مُعتم کے پاس آئے اور ان سے یہ درخواست کی کہ عرب کے ان قبائل نے مسلمان صلح کرلیں اور انہوں نے حضرت عبداللہ کو بتایا کہ یہ تمام قبائل ان کی ماننے کو تیار ہو چکے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے ان قبائل کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو تو کلمہ شہادت :-

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پڑھ لو اور حضورؐ جو کچھ اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس کا اقرار کر لو پھر تم اس بارے میں اپنی رائے سے مطلع کرو۔ وہ نمائندے یہ پیغام لے کر اپنے قبائل کے پاس گئے۔ ان قبائل نے ان نمائندوں کو حضرت عبداللہ کے پاس قبول اسلام کی خبر دے کر واپس بھیجا[1]

حضرت خالد اور حضرت عُبادہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (شام سے) مدینہ واپس جانے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ باب الیُون مقام تک پہنچ گئے۔ پیچھے سے حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس وہاں پہنچ گئے۔ مصر کا بڑا پادری ابُومریم وہاں لڑنے والوں کو لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے پہلے سے پہنچا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا پادری بھی تھا۔ مُقوقِس نے اس ابُومریم کو اپنے مُلک کی حفاظت کے لئے بھیجا تھا۔ جب حضرت عمرو نے وہاں پڑاؤ ڈالا تو یہ (مصری) ان سے لڑنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت عمرو نے ان کو پیغام بھیجا کہ ہم سے (لڑنے میں) جلدی نہ کرو۔ ہم تمہارے سامنے اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیتے ہیں پھر تم اس کے بارے میں غور کر لینا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کو (جنگ سے) روک لیا۔ حضرت عمرو نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ میں (بات کرنے کے لئے) سامنے آرہا ہوں ابُومریم اور ابُومریام بھی مجھ سے بات کرنے کے لئے باہر آجائیں۔ انہوں نے حضرت عمرو کی یہ بات مان لی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو امن دیا۔ حضرت عمرو نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں اس شہر کے بڑے پادری ہو۔ ذرا غور سے سُنو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا اور حق (پر چلنے) کا انہیں حکم دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حق (پر چلنے) کا حکم دیا۔ جتنے حکم آپ کو ملے ہیں وہ آپ نے

---

[1] اخرجہ ابن جریر ایضا (ج ۴ ص ۱۸۶)

سارے ہم تک پہنچا دیئے۔ پھر آپ دُنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ پر اللہ کی لاکھوں رحمتیں ہوں۔ اپنی ذمہ داری کا حق ادا کر گئے اور ہمیں ایک کھلے راستہ پر چھوڑ گئے۔ آپ جن باتوں کا ہمیں حکم دے کر گئے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے اپنا مقصد پورے طور پر بیان کر دیں لہٰذا ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جو ہماری اس دعوت کو قبول کرے گا وہ ہمارے جیسا بن جائے گا اور جو ہماری دعوت اسلام کو قبول نہیں کرے گا ہم اس پر جزیہ پیش کریں گے (کہ وہ جزیہ ادا کرے) ہم اس کی ہر طرح حفاظت کریں گے۔ انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ ہم تم پر فتح حاصل کریں گے۔ انہوں نے ہمیں تمہارے ساتھ حُسن سلوک کی وصیت کی تھی کیونکہ ہماری تمہارے ساتھ رشتہ داری ہے (حضرت ہاجرہ اور حضرت ماریہ قبطیہ دونوں مصر کے قبطی قبیلہ کی تھیں) اگر تم ہماری جزیہ والی بات کو قبول کر لوگے تو دو وجہ سے تمہاری ہم پر ذمہ داری ہوں (ایک ذمّی ہونے کی وجہ سے اور ایک رشتہ داری کی وجہ سے) ہمارے امیر نے بھی ہمیں (مصر کے) قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت کی تھی۔ کیونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں قبطیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔ اس لئے کہ قبطیوں سے رشتہ داری بھی ہے اور ان کی ذمہ داری بھی ہے۔ مصریوں نے کہا اتنے دُور کی رشتہ داری کا خیال تو صرف نبی ہی کر سکتے ہیں (حضرت ہاجرہ) وہ بھلی اور شریف خاتون ہمارے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ اہلِ مَنف میں سے تھیں (مَنف مصر کا پرانا دارالخلافہ ہے) اور بادشاہت ان ہی کی تھی۔ اہلِ عینِ شمس نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا اور ان سے بادشاہت چھین لی اور باقی ماندہ لوگ اس علاقے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس طرح وہ خاتون حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمارے ہاں آمد بڑی باعثِ مسرت و خوشی تھی۔ جب تک ہم (مشورہ کر کے) واپس نہ آئیں اس وقت تک کے لئے ہمیں امن دے دیں۔ حضرت عمرؓو نے فرمایا مجھ جیسے آدمی کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ تم دونوں کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم دونوں خود بھی غور کر لو اور اپنی قوم سے مشورہ بھی کر لو۔ اگر تم نے تین دن تک کوئی جواب نہ دیا تو میں تم سے جنگ شروع کر دوں گا (مزید انتظار نہیں کروں گا) ان دونوں نے کہا کچھ وقت اور بڑھا دیں۔ حضرت عمرؓو نے ایک دن اور بڑھا دیا۔ انہوں نے کچھ اور وقت بڑھانے کی مزید درخواست کی۔ حضرت عمرؓو نے ایک دن اور بڑھا دیا۔ وہ دونوں مُقوقِس کے پاس واپس چلے

گئے۔ مُقَوقِس نے تو کچھ آمادگی ظاہر کی۔ مگر اَرطَبُون نے ان دونوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کا حکم دے دیا۔ ان دونوں پادریوں نے مصر والوں سے کہا ہم تو تمہاری طرف سے دفاع کی پوری کوشش کریں گے اور ان کی طرف لوٹ کر نہ جائیں گے اور ابھی چار دن باقی ہیں۔ ان چار دنوں میں مسلمانوں کی طرف سے تم پر حملہ کا خطرہ نہیں۔ امان ہی کی توقع ہے۔ لیکن فُرقُب نے حضرت عَمرو رض اور حضرت زُبیر رض پر اچانک شَب خُون مارا۔ حضرت عَمرو اس اچانک حملہ کے لیئے تیاری کیئے ہوئے تھے انہوں نے فُرقُب کا مقابلہ کیا اور فُرقُب اور اس کے سارے ساتھی مارے گئے اور وہ یوں خود ہی اپنی تدبیر میں ناکام ہو گئے۔ وہاں سے حضرت عَمرو اور حضرت زُبیر عینِ شمس کی طرف روانہ ہوئے[1]

حضرت ابو حارثہ اور حضرت ابو عثمان کہتے ہیں جب حضرت عَمرو مصریوں کے پاس عینِ شمس پہنچے تو مصر والوں نے اپنے بادشاہ سے کہا تم اس قوم کا کیا بگاڑ لوگے جنہوں نے کسریٰ اور قیصر کو شکست دے کر ان کے مُلک پر قبضہ کر لیا؟ ان سے صلح کر لو اور ان سے معاہدہ کر لو۔ نہ خود ان کے سامنے مقابلہ کے لیئے جاؤ اور نہ ہمیں لے جاؤ۔ لیکن بادشاہ نہ مانا یہ قصہ چوتھے دن کا ہے اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ حضرت زُبیرؓ ان کے شہر کی فَصِیل (پناہ کی دیوار) پر چڑھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر (وہ ڈر گئے اور) انہوں نے حضرت عَمرو کے لیئے شہر کا دروازہ کھول دیا اور صلح کرنے کے لیئے شہر سے باہر نکل آئے۔ حضرت عَمرو نے ان کی صلح کو منظور کر لیا۔ حضرت زُبیرؓ تو ان پر غالب ہو کر دیوار سے شہر میں اُترے[2]

حضرت سُلیمان بن بُریدہ کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین (حضرت عُمر رَضِیَ اللہُ عَنہُ) کے پاس اہلِ ایمان کا لشکر جمع ہو جاتا۔ تو ان پر کسی صاحب علم اور فقیہ کو امیر بنا دیتے چنانچہ ایک لشکر تیار ہوا۔ حضرت سَلَمہ بن قَیس اَشجَعی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو ان کا امیر بنایا اور ان کو یہ ہدایات دیں۔ تم اللہ کا نام لے کر چلو۔ اور اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں جب تمہارا مُشرک دشمن سے سامنا ہو تو ان کو تین

---

[1] اخرجہ ابن جریر (ج ۴ ص ۲۲۷) من طریق سیف [2] واخرجہ الطبری ایضاً (ج ۴ ص ۲۲۸)

باتوں کی دعوت دو (سب سے پہلے تو) ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور اپنے وطن میں ہی رہنا پسند کریں تو ان کے مالوں میں ان پر زکوٰۃ واجب ہو گی اور مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو گا اور اگر وہ تمہارے ساتھ (مدینہ میں) رہنا پسند کریں تو انہیں وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور ان پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو تم پر ہیں اور اگر (اسلام قبول کرنے سے) انکار کریں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو۔ اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو ان کے دشمنوں سے جنگ کرنا اور ان کو جزیہ کی ادائیگی کے لیئے فارغ کر دینا اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی تکلیف نہ دینا۔ اگر وہ (جزیہ دینے سے بھی) انکار کر دیں تو ان سے جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اگر وہ تم سے ڈر کر کسی قلعہ میں خود کو محفوظ کر لیں اور وہ اللہ اور اس کے رسُول کے حکم پر اُترنے کا مطالبہ کریں تو تم ان کو اللہ کے حکم پر مت اُتارنا کیونکہ تم جانتے نہیں ہو کہ ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری پر اُترنے کا مطالبہ کریں تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری پر مت اتارنا بلکہ ان کو اپنی ذمہ داری پر اُتارنا اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم خیانت نہ کرنا اور بدعہدی نہ کرنا اور کسی کا ناک کان نہ کاٹنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ حضرت سَلَمہ کہتے ہیں کہ ہم چلے اور مشرک دشمنوں سے ہمارا سامنا ہوا۔ (اسلام کی) جس بات کا امیرالمومنین نے ہمیں کہا تھا ہم نے ان کو اس بات کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے ان کو جزیہ کی دعوت دی، انہوں نے اسے بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ہم نے ان سے جنگ کی اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلہ میں ہماری مدد کی۔ ہم نے ان کی لڑنے والی فوج کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا اور ان کا سارا سامان جمع کر لیا۔ آگے لمبی حدیث ہے[1]

حضرت اَبُو اُمیّہ کہتے ہیں کہ جب حضرت (ابوموسیٰ) اشعری رضی اللہ عنہ اصفہان پہنچے تو انہوں نے وہاں والوں پر اسلام کو پیش کیا۔ انہوں نے (اسے قبول کرنے

---

[1] اخرجہ الطبری (ج ۵ ص ۹)

سے) انکار کر دیا. تو پھر حضرت اشعری نے جزیہ ادا کرنے کی بات ان کے سامنے رکھی تو انہوں نے اس پر ان سے صلح کر لی رات تو انہوں نے صلح پر گزاری لیکن صبح ہوتے ہی انہوں نے غداری کی اور جنگ شروع کر دی. حضرت اشعری نے ان کا مقابلہ کیا اور جلد ہی تھوڑی دیر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کافروں پر غالب کر دیا[1]

صحابہ کرامؓ کے اُن اعمال اور اَخلاق کے قصّے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی

حضرت ابنِ اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب انصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہو کر مدینہ آئے تو مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا لیکن پھر بھی انصار کے کچھ مشرک لوگ اپنے دین پر باقی تھے. جن میں ایک عمرو بن جموح بھی تھے. ان کے بیٹے حضرت معاذ عقبہ میں حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکے تھے. حضرت عمرو بن جموح قبیلہ بنو سلمہ کے سرداروں اور معزز لوگوں میں سے تھے. انہوں نے معزز لوگوں کے دستور کے مطابق اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بُت بنا رکھا تھا جسے منات کہا جاتا تھا. اسے وہ اپنا معبود سمجھتے اور اسے پاک صاف رکھتے. جب بنو سلمہ کے چند جوان حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو وغیرہ بیعۃ العقبہ میں شریک ہو کر مسلمان ہو گئے تو وہ حضرت عمرو کے اس بُت کے پاس جاتے اور اسے اُٹھا کر بنو سلمہ کے کسی گندگی والے گڑھے میں اس کا سر اُوندھا کر کے پھینک دیتے. صبح کو حضرت عمرو شور مچاتے اور کہتے کہ تمہارا ناس ہو. آج رات کس نے ہمارے معبود پر دست درازی کی؟ پھر اسے تلاش کرنے چل پڑتے. جب وہ بُت مل جاتا تو اسے دھو کر پاک صاف کر کے خوشبو لگاتے پھر کہتے اللہ کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کس نے تیرے ساتھ ایسا کیا ہے تو میں اسے ضرور ذلیل کروں. شام کو جب حضرت عمرو سو جاتے تو وہ نوجوان پھر اس بُت کے ساتھ اسی طرح کرتے. جب انہوں نے کئی دفعہ اس طرح کیا تو ایک دن انہوں نے اسے گڑھے میں سے نکال کر دھویا

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۱۱۰) عن بشیر بن ابی اُمیّۃ.

اور اسے پاک صاف کر کے خوشبو لگائی اور پھر اپنی تلوار لا کر اس کے گلے میں لٹکا دی. اور (اس بُت سے) کہا اللہ کی قسم! مجھے نہیں پتہ چل سکا کہ تمہارے ساتھ یہ گستاخی کون کرتا ہے؟ اگر تیرے میں کچھ ہمت ہے تو یہ تلوار تیرے پاس ہے اس کے ذریعہ اپنی حفاظت کر لینا. چنانچہ شام کو جب وہ سو گئے تو ان جوانوں نے جب یہ دیکھا کہ آج تو بُت کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی ہے تو انہوں نے تلوار سمیت اسے اُٹھایا اور ایک مَرے ہوئے کُتے کو رَسی سے اس کے ساتھ باندھ دیا اور پھر اسے بنوسلمہ کے گندگی والے ایک کنویں میں پھینک دیا. صبح کو حضرت عَمرو بن جمُوح کو وہ بُت اپنی جگہ نہ ملا تو وہ اس کی تلاش میں نکلے تو اسے اس کنویں میں مُردہ کُتے کے ساتھ بندھا ہُوا پایا. جب انہوں نے اس بُت کو اس حال میں دیکھا تو اس بُت کی ساری حقیقت انہیں نظر آ گئی (کہ یہ تو اپنی بھی حفاظت نہیں کر سکتا) اور ان کی قوم کے مسلمانوں نے ان سے بات کی تو وہ اللہ کے فضل سے مسلمان ہو گئے اور بڑے اچھے مسلمان ثابت ہوئے [1] حضرت منجاب نے زیاد کے واسطے سے یہ حدیث ابن اسحاق سے اس طرح نقل کی ہے کہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے اسحاق بن یسار نے بنوسلمہ کے ایک آدمی سے نقل کیا ہے کہ جب بنوسلمہ کے جوان مسلمان ہو گئے تو حضرت عَمرو بن جمُوح کی بیوی اور بیٹے مسلمان ہو گئے. انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے بچوں کو اپنے خاندان میں جانے نہ دینا یہاں تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ خاندان والے کیا کر رہے ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا میں ایسے ہی کروں گی لیکن آپ اپنے فلاں بیٹے سے ذرا سُن تو لیں کہ وہ حضورؐ کی کیا باتیں بیان کرتا ہے؟ انہوں نے کہا شاید وہ بے دین ہو گیا ہو گا. ان کی بیوی نے کہا نہیں وہ تو لوگوں کے ساتھ گیا ضرور تھا. حضرت عَمرو نے آدمی بھیج کر اپنے بیٹے کو بلایا اور اس سے کہا اس آدمی کا جو کلام تم سن کر آئے ہو وہ مجھے بھی بتاؤ. انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے لے کر اِلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ تک سورت فاتحہ پڑھ کر سنائی. انہوں نے کہا کہ یہ تو کیا ہی حسین و جمیل کلام ہے کیا ان کا سارا کلام ایسا ہی ہے؟ بیٹے نے کہا ابا جان اس سے بھی زیادہ اچھا ہے. آپ کی قوم کے اکثر لوگ ان سے بیعت ہو

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۱۰۹)

چکے ہیں آپ بھی ان سے بیعت ہو جائیں۔ انہوں نے کہا پہلے میں مَنات بُت سے مشورہ کر کے دیکھ لوں وہ کیا کہتا ہے؟ پھر میں فیصلہ کروں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب مَنات سے بات کرنا چاہتے تو مَنات کے پیچھے ایک بوڑھی عورت کو کھڑا کر دیتے جو مَنات کی طرف سے جواب دیا کرتی۔ چنانچہ یہ اس بُت کے پاس (مشورہ لینے) گئے۔ بوڑھی عورت کو وہاں سے چلتا کر دیا گیا۔ یہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی تعظیم بجا لائے اور کہا اے مَنات! تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تجھ پر ایک بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے اور تو غفلت میں پڑا ہوا ہے۔ ایک آدمی آیا ہے جو ہمیں تیری عبادت سے روکتا ہے اور تجھے چھوڑ دینے کا حکم کرتا ہے۔ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ تجھ سے مشورہ کیئے بغیر اس سے بیعت ہو جاؤں۔ یہ بہت دیر تک اس کے سامنے یہ باتیں کرتے رہے لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو اس سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو ناراض ہو گیا ہے حالانکہ میں نے اب تک تیری کوئی گستاخی نہیں کی ہے۔ چنانچہ کھڑے ہو کر اس بُت کو توڑ دیا اور ابراہیم بن سلمہ نے ابن اسحاق سے یوں روایت کیا ہے کہ جب حضرت عُمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا تو انہوں نے چند اشعار کہے جن میں انہوں نے بُت کا اور اس کی بے بسی کا جو منظر دیکھا تھا اس کا تذکرہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو اندھے پن اور گمراہی سے بچایا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔

أَتُوبُ إِلَى اللهِ مِمَّا مَضٰى وَأَسْتَنْقِذُ اللهَ مِنْ نَّارِهٖ

میں اپنے گزشتہ گناہوں پر اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی آگ سے مجھے نجات دے دے۔

وَأُثْنِيْ عَلَيْهِ بِنَعْمَائِهٖ إِلٰهِ الْحَرَامِ وَأَسْتَارِهٖ

اور میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وجہ سے اس کی ثناء بیان کرتا ہوں۔ وہی بیت اللہ کا اور اس کے پردوں کا خدا ہے۔

فَسُبْحَانَهٗ عَدَدَ الْخَاطِئِيْنَ وَقَطْرِ السَّمَآءِ وَمِدْرَارِهٖ

میں خطاکار انسانوں اور آسمان سے اُترنے والے قطروں اور موسلا دھار بارش کی بُوندوں کی تعداد کے برابر اس کی پاکی بیان کرتا ہوں۔

هَدَانِیْ وَقَدْ کُنْتُ فِیْ ظُلْمَةٍ حَلِیْفَ مَنَاةَ وَ اَحْجَارِهٖ

مَیں تاریکی میں پڑا ہُوا تھا اور مَنات اور اس کے پتھروں کا پُجاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی .

وَاَنْقَذَنِیْ بَعْدَ شَیْبِ الْقَذَالِ مِنْ شَیْنِ ذَاكَ وَمِنْ عَارِهٖ

بڑھاپے کی وجہ سے میرے سَر کے بال سفید ہو چکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے بُتوں کی عبادت کے عیب اور عار سے نجات دی .

فَقَدْ کِدْتُ اَهْلِكُ فِیْ ظُلْمَةٍ تَدَارَكَ ذَاكَ بِمِقْدَارِهٖ

مَیں تو تاریکی میں بالکل ہلاک ہونے والا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی قدرت سے اس سے بچا لیا ۔

نَحَمْدًا وَّشُکْرًا لَّهٗ مَا بَقِیْتُ اِلٰهِ الْاَنَامِ وَجَبَّارِهٖ

جب تک مَیں زندہ رہوں گا اس کی تعریف اور اس کا شُکر کرتا رہوں گا ۔ وہ تمام مخلوق کا خدا اور مخلوق کی خرابیوں کو درست کرنے والا ہے ۔

اُرِیْدُ بِذٰلِكَ اِذْ قُلْتُهٗ مُجَاوَرَةَ اللّٰهِ فِیْ دَارِهٖ

ان اشعار کے کہنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ مجھے اللہ کے گھر (جنّت) میں اس کا پڑوس نصیب ہو جائے ۔

اور اپنے بُت مَناۃ کی مذمّت میں یہ اشعار کہے :

تَاللّٰهِ لَوْ کُنْتَ اِلٰهًا لَّمْ تَکُنْ اَنْتَ وَکَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِیْ قَرَنْ

اللہ کی قسم ! اگر تو سچّا معبود ہوتا تو کتّے کے ساتھ ایک رَسّی میں بندھا ہُوا کنویں میں پڑا ہُوا نہ ہوتا ۔

اُفٍّ لِمُلْقَاكَ اِلٰهًا مُسْتَدَنْ اَلْاٰنَ فَتَّشْنَاكَ عَنْ سُوْءِ الْغَبَنْ

اس پر تُف ہو کہ تو معبود ہونے کے باوجود ذلیل و خوار اس جگہ پڑا ہُوا تھا ۔ اب ہم نے تیرے انتہائی بُرے نقصان کو معلوم کر لیا ہے ۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْقَذَنِیْ مِنْ قَبْلِ اَنْ اَکُوْنَ فِیْ ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُّرْتَهَنْ

اللہ تعالےٰ نے ہی مجھے اس سے پہلے بچا لیا کہ میں قبر کی اندھیری میں پڑا ہُوا ہوتا ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ ذِی الْمِنَنْ اَلْوَاھِبِ الرَّزَّاقِ دَیَّانِ الدِّیْنْ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیئے ہیں جو سب سے برتر بڑے احسانات والا عطیہ دینے والا، روزی دینے والا، جو (ہر طرح کی) عادتوں کا بدلہ دینے والا ہے۔

واقدی بیان کرتے ہیں۔ حضرت اَبُوالدَّرْدَاء رَضِیَ اللہُ عَنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھرانہ میں سب سے آخر میں مسلمان ہوئے۔ وہ اپنے بُت کی عبادت میں برابر لگے رہے۔ انہوں نے اس بُت پر ایک رومال ڈالا ہُوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ رَضِیَ اللہُ عَنہ زمانۂ جاہلیت سے ان کے بھائی بنے ہوئے تھے وہ ان کے پاس آکر ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتے تھے۔ یہ ہر مرتبہ انکار کر دیتے۔ ایک دن حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ حضرت اَبُوالدَّرْدَاء گھر سے باہر جا رہے ہیں۔ وہ ان کے بعد ان کے گھر میں ان کی بیوی کو بتائے بغیر داخل ہو گئے وہ اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھی اور اس سے پوچھا اَبُوالدَّرْدَاء کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا آپ کے بھائی ابھی باہر گئے ہیں۔ حضرت اَبُوالدَّرْدَاء نے جس کمرے میں بُت رکھا ہُوا تھا یہ اس میں کلہاڑا لے کر گئے اور اس بُت کو نیچے گرا کر اس کے ٹکڑے کرنے لگے اور تمام شیاطین (یعنی بُتوں) کے نام لے کر آہستہ آہستہ یہ کہہ کر گنگنا رہے تھے۔

اَلَا کُلُّ مَا یُدعیٰ مَعَ اللّٰہِ بَاطِلُ

ترجمہ: "ذرا غور سے سُنو! اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کو بھی پکارا جاتا ہے وہ باطل اور لغو ہے" اور اس بُت کے ٹکڑے کر کے باہر آگئے۔ جب وہ بُت کو توڑ رہے تھے تو حضرت اَبُوالدَّرْدَاء کی بیوی نے کلہاڑے کی آواز سُن لی تھی۔ تو وہ چلّائیں اور کہا اے ابنِ رَوَاحہ! تم نے تو مجھے مار ڈالا۔ حضرت عبداللہ ابھی گھر سے نکلے ہی تھے کہ اتنے میں حضرت اَبُوالدَّرْدَاء اپنے گھر واپس آگئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی بیوی بیٹھی ہوئی ان سے ڈر کر رو رہی ہے۔ انہوں نے بیوی سے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ تمہارے بھائی عبداللہ بن رَوَاحہ یہاں آئے تھے اور دیکھو وہ کیا کر گئے۔ (اسے دیکھ کر ایک دفعہ تو) حضرت اَبُوالدَّرْدَاء کو بڑا غصّہ آیا لیکن پھر انہوں نے اپنے دل میں سوچا اور کہا کہ اگر اس بُت میں کچھ بھلائی ہوتی تو اپنا بچاؤ تو کر لیتا۔ وہ حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں گئے اور مسلمان ہو گئے[1] (حاشیہ ص۳۰۶ پر)

حضرت زیاد بن جزء زُبَیدی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اِسکندریہ کو فتح کیا۔ آگے تفصیل سے حدیث ذکر کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ہم بُلہیب بستی میں ٹھہر گئے اور ہم لوگ حضرت عمر کے خط کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کا خط آگیا جو حضرت عَمرو رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر ہمیں سنایا۔ اس خط میں یہ مضمون تھا۔

"امابعد! تمہارا خط ملا جس میں تم نے لکھا ہے کہ اِسکندریہ کے بادشاہ نے تمہارے سامنے اس شرط پر جزیہ دینے کی پیشکش کی ہے کہ ان کے ملک کے تمام قیدی واپس کر دیئے جائیں۔ میری زندگی کی قسم! جزیہ کا مال جو ہمیں اور ہمارے بعد کے مسلمانوں کو مسلسل ملتا رہے گا وہ مجھے اس مال غنیمت سے زیادہ پسند ہے جسے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر ختم ہو جاتا ہے۔ تم اِسکندریہ کے بادشاہ کے سامنے یہ تجویز رکھو کہ وہ تمہیں اس شرط پر جزیہ دے کہ تمہارے قبضے میں ان کے جتنے قیدی ہیں ان کو مسلمان ہونے اور اپنی قوم کے دین پر باقی رہنے میں اختیار دیا جائے گا۔ ان میں سے جو اسلام کو اختیار کرے گا وہ مسلمانوں میں سے شمار ہو گا مسلمانوں والے سارے حقوق اسے ملیں گے اور مسلمانوں والی ساری ذمہ داریاں اس پر ہوں گی اور ان میں سے جو اپنی قوم کے دین پر باقی رہنا چاہے گا اسے اتنا جزیہ دینا پڑے گا جتنا اس کے مذہب والوں پر مقرر کیا گیا ہے اور ان کے وہ قیدی جو ملک عرب میں پھیل گئے ہیں اور مکہ مدینہ اور یمن پہنچ گئے ہیں ان کو واپس کرنا ہمارے بس سے باہر ہے اور ہم کسی ایسی بات پر صلح نہیں کرنا چاہتے ہیں جسے ہم پورا نہ کر سکتے ہوں"

حضرت عَمرو نے اِسکندریہ کے بادشاہ کے پاس آدمی بھیج کر امیر المومنین کے خط کی اسے اطلاع دی۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے چنانچہ ہمارے قبضہ میں جتنے قیدی تھے، ان سب کو ایک جگہ جمع کیا اور وہاں کے نصاریٰ بھی جمع ہو گئے جو ہمارے پاس قیدی تھے۔ ان میں سے ہم ایک آدمی کو لاتے پھر اسے مسلمان ہونے اور نصرانی رہنے میں اختیار دیتے۔ اگر وہ اسلام کو اختیار کر لیتا تو ہم کسی شہر کے فتح ہونے پر جتنی زور سے اللہ اکبر کہتے۔ اس موقع پر اس سے کہیں زیادہ زور سے اللہ اکبر کہتے اور پھر ہم اسے مسلمانوں میں

حاشیہ از صفحہ ۳۰۵ [1] اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۳۳۶)

لے آتے اور ان میں سے جب کوئی نصرانیت کو اختیار کرتا تو نصاریٰ خوشی سے شور مچاتے اور پھر اسے اپنے مجمع میں لے جاتے اور ہم اس پر جزیہ مقرر کر دیتے اور اس سے ہمیں اتنا زیادہ دُکھ ہوتا کہ جیسے ہم میں سے کوئی آدمی نکل کر ادھر چلا گیا ہو۔ چنانچہ یونہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک ابو مریم عبداللہ بن عبدالرحمٰن کو بھی درمیان میں لایا گیا۔ قاسم راوی کہتے ہیں میں نے ان کی زیارت کی ہے۔ اس وقت وہ بنو زُبَید کے سردار تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کو کھڑا کر کے ان پر اسلام اور نصرانیت کو پیش کیا اور ان کے والدین اور بھائی نصاریٰ کے اس مجمع میں موجود تھے۔ انہوں نے اسلام کو اختیار کیا۔ ہم انہیں اپنے میں لانے لگے تو ان کے والدین اور بھائی ان پر جھپٹے اور ان کو ہم سے چھیننے لگے اسی کھینچا تانی میں انہوں نے ان کے کپڑے پھاڑ دیئے (بہر حال ہم ان کو مسلمانوں میں لے آئے) اور وہ آج ہمارے سردار ہیں جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ حدیث کا مضمون آگے بھی ہے۔[1]

حضرت شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بازار تشریف لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نصرانی ایک زِرہ بیچ رہا ہے۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے اس زِرہ کو پہچان لیا اور فرمایا یہ زِرہ میری ہے۔ چلو میرے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کا قاضی فیصلہ کرے گا اور ان دنوں مسلمانوں کے قاضی حضرت شُریح تھے۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ نے ہی ان کو قاضی بنایا تھا۔ جب قاضی شُریح نے امیر المومنین کو دیکھا تو اپنی مجلس سے کھڑے ہو گئے اور حضرت علی کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود ان کے سامنے اس نصرانی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت علیؓ نے کہا اے شُریح! اگر میرا فریق مخالف مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا، لیکن میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ان (غیر مُسلم ذمیوں) سے مصافحہ نہ کرو اور ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو۔ اور ان کے بیماروں کی بیمار پُرسی نہ کرو اور ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اور ان کو راستہ کے تنگ حصے میں چلنے پر مجبور کرو، انہیں چھوٹا بنا کر رکھو جیسے کہ اللہ نے انہیں چھوٹا بنایا ہے۔ اے شُریح! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت شُریح نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے کہا یہ زِرہ میری ہے کافی عرصہ

---

[1] اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۴ ص ۲۲۷)

پہلے یہ کہیں گر گئی تھی. حضرت شُریح نے کہا اے نصرانی اتم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ امیرالمؤمنین غلط کہہ رہے ہیں لیکن یہ زرہ ہے میری حضرت شُریح نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ یہ زرہ اس سے نہیں لی جاسکتی کیونکہ آپ کے پاس کوئی گواہ نہیں حضرت علی نے کہا قاضی شُریح نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔ اس پر اس نصرانی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء والے فیصلے ہیں کہ امیرالمؤمنین اپنے ماتحت قاضی کے پاس آئے اور اس قاضی نے امیرالمؤمنین کے خلاف فیصلہ کیا۔ اے امیرالمؤمنین! اللہ کی قسم! یہ زرہ آپ کی ہے۔ آپ کے پیچھے میں چل رہا تھا آپ کے خاکی رنگ کے اُونٹ سے گری تھی جسے میں نے اُٹھا لیا تھا۔ اور پھر اس نصرانی نے کلمۂ شہادت:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پڑھا۔ اس پر حضرت علی نے کہا جب تم مسلمان ہو ہی گئے ہو تو اب یہ زرہ تمہاری ہی ہے اور اسے ایک گھوڑا بھی دیا۔[1] حاکم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ جنگِ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک زرہ گم ہو گئی تھی۔ ایک آدمی کو ملی اس نے آگے بیچ دی. حضرت علی نے اس زرہ کو ایک یہودی کے پاس دیکھ کر پہچان لیا۔ قاضی شُریح کے یہاں اس یہودی پر مقدمہ دائر کیا. حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کے آزاد کردہ غلام قنبر نے حضرت علی کے حق میں گواہی دی۔ قاضی شُریح نے کہا حضرت حسن کی جگہ کوئی اور گواہ لاؤ - حضرت علیؓ نے کہا کیا آپ حضرت حسن کی گواہی کو قبول نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ آپ سے ہی سنی ہوئی یہ بات یاد ہے کہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی درست نہیں ہے.

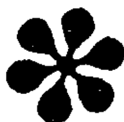
حضرت یزید تیمی نے اس حدیث کو تفصیل سے بیان کیا ہے. اس میں یہ مضمون ہے کہ قاضی شُریح نے حضرت علی سے کہا کہ آپ کے غلام کی گواہی تو ہم مانتے ہیں، لیکن آپ کے حق میں آپ کے بیٹے کی گواہی نہیں مانتے ہیں۔ اس پر حضرت علی نے کہا تجھے تیری ماں گم کرے کیا تم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سُنا کہ رسُول اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ حسن اور حُسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور پھر حضرت علی نے اس یہودی سے کہا یہ زرہ تم ہی لے جاؤ۔ اس یہودی نے کہا کہ تمام

---

[1] اخرجہ الترمذی والحاکم.

مسلمانوں کا امیر میرے ساتھ مسلمانوں کے قاضی کے پاس آیا اور قاضی نے اس کے خلاف فیصلہ کر دیا اور مسلمانوں کا امیر اس فیصلہ پر راضی بھی ہو گیا (یہ منظر دیکھ کر وہ اتنا متأثر ہوا کہ اس نے فوراً کہا) اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! آپ نے ٹھیک کہا تھا یہ زرہ آپ ہی کی ہے آپ کے اونٹ سے گری تھی جسے میں نے اٹھا لیا تھا اور پھر اس نے کلمہ شہادت:-

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ پڑھا۔ حضرت علی نے وہ زرہ اسے ہدیہ میں دے دی۔ اور مزید سات سو درہم بھی دیئے اور پھر وہ مسلمان ہو کر حضرت علی کے ساتھ ہی رہا کرتا تھا حتیٰ کہ ان ہی کے ساتھ جنگ صفین میں شہید ہو گیا۔[1]



---

[1] اخرجہ الحاکم فی الکنی و ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۴ ص ۱۳۹) من طریق ابراہیم بن یزید التیمی کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۶)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء سے بیعت ہوا کرتے تھے اور کن امور پر بیعت ہوا کرتی تھی

اسلام پر بیعت ہونا

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ان باتوں پر بیعت لی۔ جن باتوں پر آپ نے عورتوں سے بیعت لی تھی اور آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جو اس حال میں مرے کہ اس نے ان ممنوعہ کاموں میں سے کوئی کام نہ کیا ہو تو میں اس کے لیئے جنت کا ضامن ہوں اور تم میں سے جو اس حال میں مرے کہ اس نے ان ممنوعہ کاموں میں سے کوئی کام کر لیا اور اس کو اس کی شرعی سزا مل گئی تو یہ سزا اس کے لیئے کفارہ ہے اور جس نے ان ممنوعہ کاموں میں سے کوئی کام کیا اور اس پر پردہ پڑا رہا (کسی کو پتہ نہ چلا اور اس کی شرعی سزا اسے نہ ملی) تو اس کا حساب کتاب اللہ کے ذمہ ہے (وہ جو چاہے کرے)[1]

حضرت اسود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن لوگوں کو

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۳۶) وفیہ سیف بن ہارون وثقہ ابونعیم وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہیٰ واخرجہ ایضاً ابن جریر کما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲) وسیاتی الحدیث فی بیعۃ النساء۔

بیعت کرتے ہوئے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ حضورؐ قرنِ مَصقَلہ مقام کے پاس بیٹھ کر لوگوں کو اسلام اور شہادت پر بیعت کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد عبداللہ بن عثمان سے) پوچھا کہ شہادت سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے (میرے اُستاد) محمد بن اَسود بن خلف نے بتایا تھا کہ حضورؐ ان کو اللہ پہ ایمان لانے اور کلمۂ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ پر بیعت کر رہے تھے[1] بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ چھوٹے بڑے مرد اور عورت تمام لوگ حضورؐ کے پاس آئے۔ آپ نے ان کو اسلام اور شہادت پر بیعت کیا[1]

حضرت مُجاشع بن مَسعُود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا آپ ہمیں ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے کہا کہ (مدینہ کی طرف) ہجرت تو اہلِ ہجرت کے ساتھ ختم ہوگئی۔ (اب اس ہجرت کا حکم نہیں رہا) میں نے پوچھا پھر آپ ہمیں کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا اسلام اور جہاد پر[2]

حضرت زیاد بن عِلاقہ کہتے ہیں کہ جس دن حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضی اللہ عنہ کا اِنتقال ہُوا اس دن حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا تو میں نے ان کو سُنا وہ کہہ رہے تھے کہ (اے لوگو!) میں تمہیں اللہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ سے ڈرنے کی اور وقار اور اطمینان سے رہنے کی تاکید کرتا ہوں۔ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی ہے۔ آپ نے ہر مسلمان کی خیر خواہی کو

---

[1] اخرجہ احمد عن عبداللہ بن عثمان بن خیثم ان محمد بن الاسود بن خلف اخبرہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۱۸) وقال تفرد بہ احمد وقال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۷) ورجالہ ثقات [1] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۱۸) و بہذا السیاق اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والصغیر کما فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۳۷) وکہذا اخرجہ البغوی وابن السکن والحاکم وابونعیم کما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲)

[2] اخرجہ الشیخان کذا فی العینی (ج ۷ ص ۱۶) واخرجہ ایضاً ابن ابی شیبۃ وزاد وقال فلقیت اخاہ فسالتہ فقال صدق مجاشع کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۶ - ۸۳)

میرے لئے ضروری قرار دیا۔ ربّ کعبہ کی قسم! میں تم سب کا خیر خواہ ہوں پھر استغفار پڑھ کر (منبر سے) نیچے اتر آئے[1] بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت زیاد بن حارث صُدائی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام پر آپ سے بیعت ہوا۔ آگے لمبی حدیث ہے جیسے کہ دعوت کے باب میں صفحہ ۲۶۶ پر گزر چکی ہے۔

اعمالِ اسلام پر بیعت ہونا

حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ مجھے کن چیزوں پر بیعت کرتے ہیں؟ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور پانچوں نمازیں وقت پر پڑھو، فرض زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! باقی تو تمام کام کروں گا لیکن دو کام نہیں کر سکتا ہوں۔ ایک تو زکوٰۃ کیونکہ میرے پاس دس اونٹ ہیں ان کے دودھ پر ہی میرے گھر والوں کا گزارہ ہوتا ہے اور وہی ان کے بار برداری کے کام آتے ہیں اور دوسرے جہاد کیونکہ میں بزدل آدمی ہوں اور لوگ یوں کہتے ہیں کہ جو (میدانِ جنگ سے) پشت پھیرے گا وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر دشمن سے لڑنا پڑ گیا اور میں گھبرا کر (میدانِ جنگ سے) بھاگ گیا تو میں اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹوں گا۔ حضور نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا اے بشیر! جب تم نہ زکوٰۃ دو گے اور نہ جہاد کرو گے تو کس عمل کے ذریعہ جنت میں داخل ہو گے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں

---

[1] اخرجہ ابو عوانۃ فی مسندہ (ج ۱ ص ۳۸) و اخرج البخاری اتم منہ (ج ۱ ص ۱۴)

ان تمام اعمال پر حضور سے بیعت ہو گیا[1]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوا[2] امام احمد نے ہی اسی روایت کو اس طرح بھی نقل کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ (بیعت ہونے کے لیئے) مجھے بتائیں کہ بیعت ہونے کے بعد کون سے اعمال کرنے پڑیں گے؟ کیونکہ جن اعمال کی پابندی کرنی ہوگی ان کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں. آپ نے فرمایا میں تمہیں اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے، مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو گے اور شرک سے بالکل بچ کر رہو گے[3]

ابن جریر نے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ تمام مسلمانوں سے خیر خواہی کا معاملہ کرو گے اور شرک کو چھوڑ دو گے[4] طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت جریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا اے جریر! اپنا ہاتھ (بیعت ہونے کے لیئے) بڑھاؤ. حضرت جریر نے کہا کن اعمال پر؟ حضورؐ نے فرمایا اس پر کہ تم اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دو گے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرو گے (یہ سن کر) حضرت جریر (بیعت کے لیئے) راضی ہو گئے. حضرت جریر انتہائی سمجھ دار آدمی تھے. اس لیئے انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں ان اعمال کی اتنی پابندی کروں گا جتنی میرے بس میں ہے چنانچہ اس کے بعد تمام لوگوں کو یہ رعایت مل گئی[5]

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سات یا آٹھ یا نو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول

---

[1] اخرجہ الحسن بن سفیان والطبرانی فی الاوسط وابو نعیم والحاکم والبیہقی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۲) واخرجہ احمد ورجالہ موثقون کما قال الہیثمی (ج ۱ ص ۴۲) [2] اخرجہ احمد واخرجہ ایضاً ابن جریر مثلہ کما فی کنز العمال (ج ۱ ص ۸۲) والشیخان والترمذی کما فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۳۶) [3] ورواہ النسائی کما فی البدایۃ (ج ۵ ص ۷۸) [4] کما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲) [5] کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲)

سے بیعت نہیں ہوتے ؟ اور اس جملہ کو تین مرتبہ دُہرایا تو ہم حضورؐ سے بیعت ہونے کے لیئے آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت ہو چکے ہیں۔ اب ہم آپ سے کس چیز پر بیعت ہوں ؟ آپ نے فرمایا اس پر بیعت ہو جاؤ کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو گے۔ پانچ نمازیں پڑھو گے اور ایک جملہ آہستہ سے فرمایا کہ لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگو گے۔ حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان میں سے کسی کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی سے نہ کہتا کہ کوڑا اسے پکڑا دے۔[1]

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون بیعت ہونے کے لیئے تیار ہے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اس شرط پر (بیعت کرتا ہوں)، کہ کسی سے کوئی چیز نہ مانگو گے۔ حضرت ثوبان نے کہا (جو ایسا کرے گا)، پھر اسے کیا ملے گا ؟ آپ نے فرمایا جنت۔ چنانچہ حضرت ثوبان حضورؐ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت ابو اُمامہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان کو مکہ میں بھرے مجمع میں دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہوتے تھے ان کا کوڑا گر جاتا اور بعض دفعہ وہ کوڑا کسی کے کندھے پر گر جاتا اور وہ آدمی وہ کوڑا ان کو پکڑانا چاہتا تو وہ اس سے کوڑا نہ لیتے بلکہ خود سواری سے نیچے اُتر کر اس کوڑے کو اٹھاتے۔[2]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ مرتبہ مجھے بیعت فرمایا اور سات مرتبہ مجھ سے عہد لیا اور سات ہی مرتبہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو میرے اوپر گواہ بنا کر فرمایا کہ میں اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈروں حضرت ابو المثنیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ذر نے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور کہا کیا تمہیں بیعت ہونے کا شوق ہے ؟ کہ تمہیں (اس کے بدلہ میں) جنت

---

[1] اخرجہ الرویانی وابن جریر وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۳) واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی والنسائی کما فی الترغیب (ج ۲ ص ۹۸) [2] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۰۰) واخرجہ ایضاً احمد والنسائی وغیرہما عن ثوبان مختصراً وذکرا قصۃ السوط لابی بکر رضی اللہ عنہ کما فی الترغیب (ج ۲ ص ۹۹ - ۱۰۱)

ملے۔ میں نے کہا جی ہاں اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور جو اعمال مجھے بیعت ہونے کے بعد کرنے ہوں گے وہ اعمال بتاتے ہوئے حضورؐ نے فرمایا کہ میں لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگوں۔ میں نے کہا بہت اچھا اور آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارا کوڑا (سواری سے) نیچے گر جائے تو وہ بھی (کسی سے) نہ مانگنا بلکہ خود (سواری سے) نیچے اُتر کر اُٹھانا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چھ دن فرمایا کہ جو بات تمہیں بعد میں بتائی جائے گی اسے اچھی طرح سمجھ لینا۔ ساتویں دن آپ نے فرمایا میں تم کو ہر معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں چاہے وہ لوگوں کے سامنے کا ہو یا ان سے پوشیدہ اور جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً نیکی کر لو اور کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ مانگنا۔ حتیٰ کہ گرے ہوئے کوڑے کو بھی اُٹھا کر دینے کو نہ کہنا اور امانت ہرگز نہ لینا۔[1]

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں، حضرت ابوذر، حضرت عُبادہ بن صامت، حضرت ابوسعید خدری، حضرت محمد بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اور ایک اور چھٹے شخص ہم سب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس بات پر بیعت ہوئے کہ اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے ہم بالکل متأثر نہ ہوں گے۔ اس چھٹے آدمی نے حضورؐ سے بیعت واپس کرنے کا مطالبہ کیا آپ نے اسے بیعت واپس کر دی۔[2]

حضرت عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں (مدینہ کے) ان سرداروں میں سے ہوں جنہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بیعت کی تھی۔ آپ نے ہمیں ان باتوں پر بیعت کیا تھا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اسے ناحق قتل نہیں کریں گے، لوٹ مار نہیں کریں گے، اور نافرمانی نہیں کریں گے۔ اگر ہم اس عہد کو پورا کریں گے تو اس کے بدلہ میں ہمیں جنت ملے گی۔ اور اگر ہم ان (حرام) کاموں میں سے کوئی کام کر بیٹھے تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔[3]

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۹۹) [2] اخرجہ الشاشی وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲) واخرجہ ایضا الطبرانی بنحوہ قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۶۴) وفیہ عبدالمہیمن بن عیاش وہو ضعیف۔
[3] اخرجہ مسلم۔

حضرت عُبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے ان باتوں پر بیعت ہو جاؤ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے۔ تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کر دیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کوئی کام کر بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اس پہ پردہ ڈالا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اگر چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اسے معاف کر دے[1]

حضرت عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کہتے ہیں کہ بیعتِ عَقبہ اُولیٰ میں ہم گیارہ آدمی تھے۔ اس وقت تک ہم پر جنگ کرنا فرض نہیں ہُوا تھا اس لئے آپ نے ہمیں ان باتوں پر بیعت کیا جن پر آپ عورتوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ ہم نے آپ سے ان باتوں پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے اور چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کرینگے نہ اولاد کا بہتان باندھیں گے جسے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان گھڑا ہو نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نیکی کے کسی کام میں نافرمانی نہیں کریں گے۔ جو اس عہد کو پورا کرے گا اسے جنت ملے گی اور جو ان میں سے کوئی کام کر بیٹھا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اگلے سال یہ لوگ دوبارہ آکر حُضور سے بیعت ہوئے[2]

ہجرت پر بیعت ہونا

حضرت یَعلیٰ بن مُنیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے اگلے دن حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور مَیں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت پر نہیں بلکہ ان کو میں جہاد پر بیعت کروں گا۔ کیونکہ فتح مکہ کے دن سے ہجرت کا حکم ختم ہو گیا ہے[3] اور صفحہ ۳۱۱ پر حضرت مُجاشع رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ میں نے عرض کیا یارسُولَ اللہ! ہمیں ہجرت پر

[1] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲) [2] اخرجہ ابن اسحاق و ابن جریر و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲) و اخرجہ الشیخان نحوہ کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۵۰)
[3] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۶)

بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت تو اہلِ ہجرت کے ساتھ ختم ہوگئی اور صفحہ ۳۱۲ پر حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ تم شرک سے بالکل بچ کر رہو گے اور بیہقی میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ تم مومنوں کی خیر خواہی کرو گے اور مشرکوں کو چھوڑ دو گے۔[1]

حضرت حارث بن زیاد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ خندق کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ لوگوں کو ہجرت پر بیعت فرما رہے تھے۔ میں یہ سمجھا کہ سب لوگوں کو (مدینہ والوں کو بھی اور باہر والوں کو بھی) اس بیعت کے لئے بلایا جا رہا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ میرے چچازاد بھائی حوط بن یزید یا یزید بن حوط ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم (انصارِ مدینہ) کو (ہجرت پر) بیعت نہیں کرتا ہوں۔ لوگ تمہارے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں تم کو لوگوں کے پاس ہجرت کر کے نہیں جانا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو بھی مرتے دم تک انصار سے محبت کرے گا وہ اللہ کا محبوب بن کر مرے گا اور جو مرتے دم تک انصار سے بغض رکھے گا وہ اللہ کا مبغوض بن کر مرے گا۔[2]

حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے موقع پر لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ہجرت پر بیعت ہو رہے تھے۔ جب آپ (بیعت سے) فارغ ہوگئے تو فرمایا اے جماعتِ انصار! تم ہجرت پر بیعت نہ ہو کیونکہ لوگ ہجرت کر کے تمہارے پاس آتے ہیں۔ جو انصار سے محبت کرتے ہوئے مرے گا وہ اللہ کا محبوب بن کر اللہ کے سامنے حاضر ہوگا اور جو انصار سے بغض رکھتے ہوئے مرے گا وہ اللہ کا مبغوض بن کر اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔[3]

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۳) [2] اخرجہ احمد والبخاری فی التاریخ وابن ابی خیثمۃ وابو عوانۃ والبغوی وابونعیم والطبرانی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۴) واخرجہ ایضاً ابوداؤد کمافی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۷۹)، وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۸)، رواہ احمد والطبرانی باسانید ورجال بعضہا رجال الصحیح غیر محمد بن عمرو وہو حسن الحدیث انتہی۔ [3] اخرجہ الطبرانی وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۸)، وفیہ عبدالحمید بن سہیل ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔

نصرت پر بیعت ہونا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دس سال اس طرح گزارے کہ آپؐ لوگوں کے پاس حج کے موقع پر ان کی قیام گاہوں میں عکاظ اور مجنّہ کے بازاروں میں جایا کرتے تھے اور ان سے فرماتے کون مجھے ٹھکانہ دے گا اور کون میری مدد کرے گا؟ تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں اور اسے (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی۔ چنانچہ آپ کو کوئی آدمی ایسا نہ ملتا جو آپ کو ٹھکانہ دے اور آپ کی مدد کرے (بلکہ آپ کی مخالفت اس حد تک پھیل گئی تھی)، کہ کوئی آدمی یمن یا مُضر سے (مکہ کے لیئے) روانہ ہونے لگتا تو اس کی قوم کے لوگ اور اس کے رشتہ دار اس کے پاس آکر اسے کہتے کہ قریش کے نوجوان سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے اور آپ لوگوں کی قیام گاہوں کے درمیان میں سے گزرتے تو لوگ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یثرب سے ہمیں آپ کے پاس بھیج دیا۔ ہم آپ کو ٹھکانہ دینے کے لیئے تیار ہو گئے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی پھر ہمارے آدمی ایک ایک کرکے حضورؐ کے پاس جاتے رہے اور آپ پر ایمان لاتے رہے اور آپ ان کو قرآن سکھاتے رہے وہاں سے وہ آدمی مسلمان ہو کر اپنے گھر واپس آتا تو اس کے اسلام کی وجہ سے اس کے گھر والے مسلمان ہو جاتے حتیٰ کہ انصار کے ہر محلہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے پھر ان سب نے مل کر مشورہ کیا اور ہم نے کہا کہ کب تک ہم حضورؐ کو ایسے ہی چھوڑے رکھیں کہ آپ یونہی لوگوں میں پھرتے رہیں اور مکہ کے پہاڑوں میں آپ کو دھتکارا جاتا رہے اور آپ کو ڈرایا جاتا رہے۔ چنانچہ ہمارے ستر آدمی گئے اور موسم حج میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے شعب عقبہ میں ملنا طے کیا۔ چنانچہ ہم وہاں ایک ایک دو دو آدمی ہو کر سب اکٹھے ہو گئے اور ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تمہارا دل چاہے یا نہ چاہے ہر حال میں تم سنو گے بھی اور مانو گے بھی، اور تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں خرچ کرو گے۔ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو گے، تم

اللہ کی خوشنودی کی بات کرو گے، اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرو گے، تم میری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے ہاں آجاؤں اس وقت تم میری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اور تمہیں (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی۔ ہم لوگ کھڑے ہو کر آپ کی طرف گئے تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضرت اسعد ان ستر آدمیوں میں عمر میں سب سے چھوٹے تھے اور بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ یہ میرے علاوہ باقی سب سے چھوٹے تھے۔ انہوں نے کہا اے اہلِ یثرب! ٹھہرو! ہم ان کے پاس سفر کر کے صرف اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آج آپؐ کو تم (اپنے ہاں) لے جاؤ گے تو اس سے سارا عرب تمہارا دشمن بن جائے گا، تمہارے بہترین لوگوں کو قتل کر دیا جائے گا اور تلواریں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی۔ اگر تم ان چیزوں پر صبر کر سکتے ہو تو پھر ان کو ضرور لے جاؤ اور تمہیں اللہ تعالیٰ اس کا (بڑا) اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تمہیں اپنے بارے میں کچھ خطرہ ہو تو انہیں یہیں چھوڑ دو اور انہیں صاف صاف بتا دو تو اس طرح تمہارا عذر اللہ کے ہاں زیادہ قابلِ قبول ہوگا۔ ان لوگوں نے کہا اے اسعد تم ہم سے پیچھے ہٹ جاؤ اللہ کی قسم! ہم اس بیعت کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی اس سے ہم کو کوئی روک سکتا ہے۔ چنانچہ ہم کھڑے ہو کر آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے ہم سے عہد لیا اور جو کام ہمارے ذمہ تھے وہ ہمیں بتائے اور ان کاموں کے کرنے پر آپؐ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔[1]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شعبِ عقبہ میں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے

---

[1] اخرجہ احمد وقد رواہ احمد ایضاً والبیہقی من غیر ہذا الطریق ایضاً و ہذا اسناد جید علی شرط مسلم ولم یخرجوہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۵۹) وقال الحافظ فی فتح الباری (ج ۷ ص ۱۵۸) اسنادہ حسن و صححہ الحاکم و ابن حبان اھ۔ وقال الہیثمی (ج ۶ ص ۴۶) و رجال احمد رجال الصحیح وقال و رواہ البزار وقال فی حدیثہ فواللہ لانذر ہذہ البیعۃ ولا نستقیلہا۔

اور وہ اس وقت تک اپنی قوم کے دین پر تھے لیکن انہوں نے چاہا کہ اپنے بھتیجے کے اس معاملہ میں موقع پر حاضر ہوں اور ان کے لئے (انصار مدینہ سے) عہد و پیمان لیں۔ چنانچہ جب حضورؐ بیٹھ گئے تو سب سے پہلے حضرت عبّاس بن عبدالمطّلب نے بات شروع کی اور کہا اے جماعتِ خزرج! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے محمد ہم میں سے ہیں ہم نے ان کی اپنی قوم کے ان لوگوں سے حفاظت کی ہے جو ان کے بارے میں ہمارے ہم خیال ہیں (یعنی ہماری طرح ان پر ایمان نہیں لائے ہیں)، تو یہ اپنی قوم میں عزت سے اور اپنے شہر میں حفاظت سے رہ رہے ہیں اور اب انہوں نے سب کچھ چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے اور تمہارے ہاں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے لہٰذا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان کو جس چیز کی دعوت دے رہے ہو اسے تم پورا کر لوگے اور مخالفوں سے ان کی حفاظت کر لوگے تو تم جانو اور تمہاری ذمہ داری اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ جب یہ تمہارے ہاں پہنچ جائیں گے تو ان کو ان کے دشمنوں کے حوالے کر دوگے اور ان کی مدد چھوڑ بیٹھو گے تو ابھی سے ان کو یہیں چھوڑ جاؤ۔ کیونکہ یہ اپنی قوم اور اپنے شہر میں بڑی عزت اور حفاظت سے رہ رہے ہیں۔ ہم نے حضرت عبّاس سے کہا ہم نے آپ کی ساری بات سن لی۔ یا رسُول اللہ! اب آپ فرمائیں اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے ہم سے جو عہد لینا چاہیں وہ لے لیں چنانچہ حضورؐ نے گفتگو فرمائی، قرآن پڑھ کر سنایا۔ ان سب کو اللہ کی طرف دعوت دی اور اسلام کی ترغیب دی اور فرمایا میں تم کو اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ جن چیزوں سے تم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو ان تمام چیزوں سے میری بھی حفاظت کرو گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضورؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! ہم ان تمام چیزوں سے آپ کی ضرور حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ یا رسُول اللہ! اللہ کی قسم ہم لوگ بڑے جنگجو ہیں۔ اور پشت ہا پشت سے لڑنا ہمیں وراثت میں ملا۔ حضرت براءؓ حضورؐ سے بات کر رہے تھے کہ درمیان میں حضرت ابوالہیثم بن التیہان بولے یا رسُول اللہ! کچھ لوگوں سے یعنی یہود سے ہمارے پرانے تعلقات ہیں ان تعلقات کو ہم (آپ کی وجہ سے) ختم کر دیں گے تو کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ ہم ان سے تعلقات ختم کر دیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو

غالب کر دیں اور آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کے پاس واپس چلے جائیں۔ حضورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا میرا خون تمہارا خون ہے۔ جہاں تمہاری قبر بنے گی وہاں میری بنے گی۔ میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ جس سے تم لڑو گے میں اس سے لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم اپنے میں سے بارہ آدمی ذمہ دار نمائندے بنا دو جو اپنی قوم کی ہر بات کے ذمہ دار ہوں گے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے میں سے بارہ آدمی ذمہ دار بنائے جن میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔[1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے مُرسلاً منقول ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سب سے پہلے حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ بیعت ہوئے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! ہمارے اور کچھ لوگوں کے درمیان پرانے تعلقات اور معاہدے ہیں ہم ان تعلقات اور معاہدوں کو (آپ کی وجہ سے) ختم کر دیں گے لیکن ہو سکتا ہے کہ ہم تو تمام تعلقات اور معاہدے ختم کریں اور تمام لوگوں سے جنگ کریں اور آپ اپنی قوم میں واپس چلے جائیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کی بات سے مسکرائے اور فرمایا میرا خون تمہارا خون ہے جہاں تمہاری قبر بنے گی وہاں میری بنے گی۔ جب حضرت ابوالہیثم حضورؐ کے جواب سے مطمئن ہو گئے تو انہوں نے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے میری قوم! یہ اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بالکل سچے ہیں اور آج یہ اللہ کے حرم میں اور اس کی پناہ میں اور اپنی قوم اور خاندان کے بیچ میں رہ رہے ہیں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم ان کو اپنے ہاں لے جاؤ گے تو سارے عرب مل کر تم پر ایک کمان سے تیر چلائیں گے۔ اگر تم اللہ کے راستے میں قتل ہو جانے اور مال و اولاد سب کچھ چلے جانے پر خوشی خوشی راضی ہو تو ان کو ضرور اپنے علاقہ کی طرف جانے

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۶۰) والحدیث اخرجہ ایضاً احمد والطبرانی مطولاً کما فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۴۲)، وقد ساقہ بطولہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۴۵)، ورجال احمد رجال الصحیح غیر ابن اسحاق وقد صرح بالسماع انتہیٰ وقال الحافظ (ج ۷ ص ۱۵۰)، اخرجہ ابن اسحاق و صححہ ابن حبان من طریقہ لطولہ اھ۔

کی دعوت دو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم ان کی مدد نہیں کر سکو گے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو تو اس پر سب نے کہا کہ اللہ اور رسول جو بھی کام ہمارے ذمہ لگائیں گے وہ ہمیں قبول ہے۔ یا رسول اللہ! ہماری جان کے بارے میں آپ جو فرمائیں گے ہم ویسے ہی کریں گے۔ اے ابوالہیثم! ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں سے ہٹ جاؤ۔ ہم تو ان سے ضرور بیعت ہوں گے۔ حضرت ابوالہیثم کہتے ہیں میں سب سے پہلے بیعت ہوا پھر باقی سارے بیعت ہوئے[1]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہونے کے لئے جمع ہو گئے تو حضرت عباس بن عُبادہ بن نضلہ رضی اللہ عنہ نے جو کہ قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ہیں کہا اے جماعت خزرج! کیا تم جانتے ہو کہ تم اس آدمی سے کس بات پر بیعت ہو رہے ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں حضرت عباس بن عُبادہ نے کہا ان سے بیعت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تم کو عرب و عجم سے لڑنا پڑے گا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تمہارے مال ہلاک ہونے لگیں اور تمہارے سردار قتل ہونے لگیں تو تم اس وقت ان کو دشمن کے حوالے کر دو گے تو ابھی سے انہیں چھوڑ دو کیونکہ اللہ کی قسم! بعد میں ان کو چھوڑنے سے تم دنیا و آخرت میں رسوا ہو جاؤ گے، اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مالی نقصانات اور سرداروں کے قتل ہونے کے باوجود تم اس چیز کو پورا کرلو گے جس کی تم ان کو دعوت دے رہے ہو تو پھر تم ان کو ضرور لے جاؤ۔ کیونکہ ان کو لے جانا اللہ کی قسم! دنیا و آخرت کی خیر ہی خیر ہے۔ تمام لوگوں نے کہا چاہے ہمارے سارے مال ہلاک ہو جائیں اور ہمارے سارے سردار قتل ہو جائیں ہم پھر بھی ان کو لے کر جائیں گے۔ یا رسول اللہ! اگر ہم اپنے اس وعدے کو پورا کر دیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت۔ ان لوگوں نے کہا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں، چنانچہ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور وہ سب آپ سے بیعت ہو گئے[2]

حضرت معبد بن کعب اپنے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۴۷) وفیہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن وفیہ ضعف انتہیٰ۔
[2] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۶۲)

کہ (بیعت کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اپنی قیام گاہوں پر ایک ایک دو دو ہو کر واپس چلے جاؤ تو حضرت عباس بن عبادہ نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم کل ہی اپنی تلواریں لے کر منیٰ والوں پر ٹوٹ پڑیں۔ آپ نے فرمایا ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ تم اپنی قیام گاہوں کو واپس چلے جاؤ[1]

جہاد پر بیعت ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں مہاجرین اور انصار سخت سردی میں صبح صبح خندق کھود رہے تھے۔ ان حضرات کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا یہ کام کر دیتے۔ حضورؐ نے ان کی اس تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے۔ ان انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما

حضورؐ کے جواب میں صحابہؓ نے یہ شعر پڑھا:۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے[2] اور صفحہ ۳۱۲ پر حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر گئی جس میں یہ ہے کہ میں نے عرض کیا آپ ہمیں کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا اسلام اور جہاد پر۔ اور صفحہ ۳۱۶ پر حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر گئی کہ آپ نے فرمایا اے بشیر! جب تم نہ زکوٰۃ دو گے اور نہ جہاد کرو گے تو پھر کس عمل سے جنت میں داخل ہو گے۔ میں نے کہا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں آپ سے

[1] اخرجہ ابن اسحاق ایضاً کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۶۴) [2] اخرجہ البخاری (ص ۳۹۷) واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۵۱)۔

بیعت ہوگیا۔ اور صفحہ ۳۱۶ پر حضرت یعلیٰ بن مُنیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے والد کو ہجرت پر بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا ہجرت پر نہیں بلکہ جہاد پر بیعت کروں گا۔

موت پر بیعت ہونا

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہو کر ایک درخت کے سائے میں ایک طرف جا بیٹھا۔ جب لوگ کم ہوگئے تو آپ نے فرمایا اے ابن الاکوع! کیا تم بیعت نہیں ہوتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو بیعت ہو چکا آپ نے فرمایا پھر بھی۔ چنانچہ میں آپ سے دوبارہ بیعت ہوگیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت سلمہ سے کہا اے ابومسلم! آپ لوگ اس دن کس چیز پر بیعت ہو رہے تھے؟ انہوں نے کہا موت پر۔[1]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حرّہ کی لڑائی کے دنوں میں ان کے پاس ایک آدمی نے آکر کہا کہ ابن حنظلہ لوگوں کو موت پر بیعت کر رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی سے بھی اس پر (یعنی موت پر) بیعت نہیں ہوں گا۔[2]

بات سُننے اور خوشی سے ماننے پر بیعت ہونا

حضرت عُبیداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شراب کے چند مشکیزے کہیں سے آئے۔ حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جا کر ان تمام مشکیزوں کو پھاڑ دیا اور کہا کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت ہوئے کہ دل چاہے یا نہ چاہے ہر حال میں بات سنا کریں گے اور مانا کریں گے۔ تنگی اور وسعت دونوں حالتوں

---

[1] اخرجہ البخاری (ص ۴۱۵) واخرجہ ایضاً مسلم والترمذی والنسائی کما فی العینی (ج ۷ ص ۱۶) والبیہقی (ج ۸ ص ۱۴۶) وابن سعد (ج ۴ ص ۳۹) [2] اخرجہ البخاری (ص ۴۱۵) ایضاً۔ واخرجہ ایضاً مسلم کما فی العینی (ج ۷ ص ۱۵) والبیہقی (ج ۸ ص ۱۴۶) ایضاً۔

ہیں (اللہ کی راہ میں، خرچ کریں گے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے، اور ہم اللہ کی خوشنودی کی بات کہیں گے، اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے اور جب حضورؐ ہمارے ہاں یثرب میں تشریف لائیں گے تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور ان تمام چیزوں سے آپ کی حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمیں (ان کاموں کے بدلے میں) جنت ملے گی. یہ وہ بیعت ہے جس پر ہم حضورؐ سے بیعت ہوئے ہیں[1]۔ حضرت عُبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جنگ پر بیعت کی کہ تنگی اور وسعت میں دل چاہے یا نہ چاہے اور چاہے ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے ہر حال میں ہم بات سُنیں گے اور مانیں گے، امیر سے امارت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے، جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے[2]۔

ابن جریر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بات سُننے اور ماننے پر اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ ابن جریر نے ہی ان ہی سے دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ سے اس بات پر بیعت ہوتا ہوں کہ مجھے اچھی لگے یا بُری لگے میں آپ کی ہر بات سُنوں گا اور مانوں گا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس طرح کر سکتے ہو؟ اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ جو بات میرے بس میں ہو گی (اسے سُنوں گا اور مانوں گا)، تو میں نے کہا جو بات میرے بس میں ہو گی۔ چنانچہ آپ نے مجھے اس پر بھی بیعت فرمایا اور مسلمانوں کی خیر خواہی پر بھی بیعت فرمایا[3]۔ ابو داؤد اور نسائی میں یہ حدیث اس طرح سے ہے کہ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ہر بات سُننے اور ماننے پر اور ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنے پر بیعت ہُوا۔ چنانچہ جب یہ کوئی چیز بیچتے یا خریدتے تو اگلے آدمی

---

[1] اخرجہ البیہقی و ہذا اسناد جید قوی ولم یخرجوہ [2] قد رواہ یونس عن ابن اسحاق حدثنی عبادۃ بن الولید بن عبادۃ بن الصامت عن ابیہ عن جدہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۶۳)، و اخرج الشیخان بمعناہ کما فی الترغیب (ج ۴ ص ۳)، [3] کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۸۲)

سے یہ کہہ دیتے کہ ہم نے تم سے جو چیز لی ہے وہ ہمیں اس سے زیادہ پسند ہے جو ہم نے تم کو دی ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے (یہ سودا کرو یا نہ کرو)۔[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر بات سننے اور ماننے پر بیعت ہوتے تھے تو آپ یہ فرما دیا کرتے کہ یوں کہو کہ جو بات میرے بس میں ہوگی۔[۲] حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سات دفعہ بیعت ہوا۔ پانچ مرتبہ بات ماننے پر اور دو مرتبہ محبت کرنے پر۔[۳] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت ہوا ہوں کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں ہر بات سنا کروں گا اور مانا کروں گا۔[۴]

عورتوں کا بیعت ہونا

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا پھر ان کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر ان عورتوں کو سلام کیا۔ ان عورتوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ ان عورتوں نے کہا خوش آمدید ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے قاصد کو۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم ان باتوں پر بیعت ہوتی ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گی، چوری نہیں کرو گی، زنا نہیں کرو گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی، نہ کوئی بہتان لاؤ گی جس کو تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کرو گی ان عورتوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمرؓ نے دروازے کے باہر سے اپنا ہاتھ

---

[۱] کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۴۷)، [۲] اخرجہ البخاری واخرجہ النسائی وابن جریر بمعناہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۳)، [۳] اخرجہ البغوی وابونعیم وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲)، [۴] اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۲)

بڑھایا اور ان عورتوں نے اندر سے اپنے ہاتھ بڑھائے (لیکن حضرت عمر کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا) پھر حضرت عمر نے کہا اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔ پھر ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا کہ عیدین میں حیض والی عورتوں اور سیانی بچیوں کو بھی (عید گاہ) لے جایا کریں۔ (کہ یہ نماز تو نہیں پڑھیں گی لیکن ان کے جانے سے مسلمانوں کی تعداد بھی زیادہ معلوم ہو گی اور یہ دعا میں شریک ہو جائیں گی) اور ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے روکا گیا اور یہ بتایا گیا کہ ہم پر جمعہ فرض نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اُستاد سے بہتان کے بارے میں اور اللہ تعالیٰ کے قول وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا اس سے مُراد کسی کے مرنے پر نوحہ کرنا ہے [1]

حضرت سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں اور انہوں نے حضورؐ کے ساتھ دونوں قبلوں (بیت المقدس اور بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی اور وہ بنو عدی بن نجار قبیلہ کی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں آئی اور انصار کی عورتوں کے ساتھ آپ سے بیعت ہو گئی۔ جب آپ نے ہمیں ان چیزوں پر بیعت فرمایا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کوئی بہتان نہیں لائیں گی جسے ہم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں حضورؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے خاوندوں سے خیانت نہیں کرو گی۔ چنانچہ ہم بیعت ہو کر واپس جانے لگیں تو میں نے ان میں سے ایک عورت سے کہا کہ واپس جا کر حضورؐ سے پوچھ آؤ کہ خاوندوں سے خیانت کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ خیانت یہ ہے کہ عورت خاوند کا مال لے کر کسی کو خود دے دے (یعنی خاوند کی اجازت کے بغیر) [2]

---

[1] اخرجہ احمد و ابو یعلیٰ والطبرانی و رجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۸)، رواہ ابو داؤد باختصار کثیر کذا فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۳۸)، قلت اخرجہ البخاری ایضاً باختصار و قد اخرجہ بطولہ ابن سعد وعبد بن حمید کما فی الکنز (ج ۱ ص ۸۱) [2] اخرجہ احمد و ابو یعلیٰ والطبرانی و رجالہ ثقات کما قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۸) و اخرجہ الامام احمد عن عائشۃ بنت قدامۃ رضی اللہ عنہا بمعناہ فی البیعۃ علی وفق الآیۃ کما فی ابن کثیر (ج ۴ ص ۳۵۳)

حضرت عُقَیلہ بنت عُتیق بن حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میری والدہ حضرت قَرِیبہ بنت حارث العُتْوارِیّہ مہاجر عورتوں کے ساتھ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئیں. آپ مقام اَبْطح میں ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے. آپ نے ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی. آگے آیت والے الفاظ ہیں جب ہم اقرار کر چکیں اور آپ سے بیعت ہونے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے فرمایا میں عورتوں کے ہاتھ نہیں چھو سکتا. چنانچہ آپ نے ہمارے لئے دعائے مغفرت کی اور یہی ہماری بیعت تھی[1]۔

حضرت اُمیمہ بنت رُقَیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں چند عورتوں کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئی. ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے اس بات پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کوئی بہتان نہیں لائیں گی جسے ہم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی. آپ نے فرمایا (یہ بھی کہو) کہ جتنا تم سے ہو سکے. ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہم پر ہم سے بھی زیادہ ترس کھانے والے ہیں. یا رسول اللہ! آیئے (آپ ہاتھ بڑھائیں) ہم آپ سے بیعت ہوتی ہیں. آپ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں. سو عورتوں سے میری زبانی بات ایسی ہے جیسے ایک عورت سے (یعنی میں عورتوں کو زبانی بیعت کرتا ہوں، چاہے سو ہوں یا چاہے ایک[2])

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت اُمیمہ بنت رُقَیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام پر بیعت ہونے کے ارادے سے آئیں. آپ نے فرمایا میں تم کو اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گی، چوری نہیں کرو گی، زنا نہیں کرو گی، اپنے بچے کو قتل نہیں کرو گی، کوئی بہتان نہیں لاؤ گی جسے تم نے اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان باندھ

[1] اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۹)، وفیہ موسیٰ بن عبیدۃ وھو ضعیف انتھیٰ
[2] اخرجہ مالک وصححہ ابن حبان واخرجہ الترمذی وغیرہ مختصراً کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۴۰)

کھڑا کیا ہو اور نوحہ نہیں کروگی اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے مطابق اپنی زینت دکھاتی نہیں پھروگی[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت عُتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت ہونے کے ارادے سے آئیں آپ نے قرآنی آیت :-

اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ ۔ کے مطابق ان سے عہد لینا شروع کیا (جس میں شرک نہ کرنے زنا نہ کرنے وغیرہ کا ذکر ہے) تو حضرت فاطمہ نے شرم کے مارے اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا۔ حضورؐ کو ان کی یہ ادا بہت پسند آئی (ان کی اس جھجک کو دیکھ کر) حضرت عائشہ نے کہا، اے بی بی اقرار کرلو۔ کیونکہ اللہ کی قسم! ہم نے ان ہی باتوں پر بیعت کی ہے۔ انہوں نے کہا، اچھا پھر ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے اسی آیت کے مضمون کے مطابق ان کو بیعت کیا[2]

حضرت عزّہ بنت خایل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں چنانچہ آپ نے ان کو ان الفاظ سے بیعت فرمایا کہ تم زنا نہیں کروگی، چوری نہیں کروگی، اولاد کو زندہ درگور نہیں کروگی، نہ ظاہر میں، نہ چھپ کر، میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ ظاہر میں زندہ درگور کرنا تو میں جانتی ہوں اور چھپ کر زندہ درگور کرنا میں نے حضورؐ سے پوچھا نہیں اور آپ نے مجھے بتایا نہیں۔ لیکن میرے دل میں اس کا مطلب یہ آیا ہے کہ اس سے مراد اولاد کو بگاڑ دینا ہے۔ چنانچہ میں اللہ کی قسم! اپنے کسی بچے کو نہیں بگاڑوں گی[3]

حضرت فاطمہ بنت عُتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس فرماتی ہیں کہ ان کو اور ہند بنت عتبہ

---

[1] اخرجہ الطبرانی و رجالہ ثقات کذا فی المجمع (ج ۶ ص ۳۷) و اخرجہ ایضاً النسائی و ابن ماجۃ والامام احمد وصححہ الترمذی کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۵۲) [2] اخرجہ احمد والبزار و رجالہ رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۳۷) [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۹) رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر بنحوہ عن عطا بن مسعود الکعبی عن ابیہ عنہا ولم اعرف مسعودا وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی۔

کو لے کر ابُو حُذیفہ بن عُتبہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ یہ حُضورؐ سے بیعت ہو جائیں۔ آپ ہم سے عہد لینے لگے اور بیعت کی پابندیاں بتانے لگے۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے میرے چچا زاد بھائی! کیا آپ نے اپنی قوم میں ان عیُوب اور نقائص میں سے کوئی چیز دیکھی ہے؟ حضرت اَبُو حُذیفہ نے کہا اری! حُضورؐ سے بیعت ہو جاؤ کیونکہ ان ہی الفاظ سے لوگ بیعت ہوتے ہیں اور یہی پابندیاں بتائی جاتی ہیں حضرت ہند نے کہا میں تو چوری (نہ) کرنے پر آپ سے بیعت نہیں ہوتی ہوں کیونکہ میں اپنے خاوند کے مال میں سے چوری کرتی ہوں حُضورؐ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا اور انہوں نے بھی اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا یہاں تک کہ حُضورؐ نے آدمی بھیج کر حضرت ابوسُفیان کو بلایا اور ابوسُفیان سے فرمایا کہ تم اسے اپنے مال میں سے لے لینے کی اجازت دے دو۔ حضرت ابوسُفیان نے کہا کہ تر و تازہ (کھانے پینے کی) چیزوں کی تو اجازت ہے البتہ خشک چیزوں (جیسے درہم دینار کپڑوں وغیرہ) کی اجازت نہیں ہے اور نہ کسی نعمت کی۔ چنانچہ ہم آپ سے بیعت ہو گئیں۔ پھر حضرت فاطمہ نے کہا، آپ کے خیمہ سے زیادہ مبغوض کوئی خیمہ نہیں تھا اور اس سے زیادہ کوئی بات پسند نہیں تھی کہ اس خیمہ کو اور اس خیمہ کے اندر جو کچھ ہے اس سب کو اللہ تعالیٰ تباہ کر دے اور اللہ کی قسم! اب سب سے زیادہ آپ کے قبہ کے بارے میں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آباد کرے اور اس میں برکت دے حُضورؐ نے فرمایا اتنی (محبت مجھ سے) ہونی بھی چاہیئے۔ اللہ کی قسم! تم میں سے ہر آدمی تب ہی کامل ایمان والا ہو گا جبکہ میں اس کو اس کی اولاد اور والد سے زیادہ محبوب ہو جاؤں[1]

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ہند بنت عُتبہ بن ربیعہ رَضِیَ اللہُ عَنہا حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بیعت ہونے کے لیئے آئیں۔ آپ نے ان کے دونوں ہاتھوں کو دیکھا تو فرمایا جاؤ اور (مہندی لگا کر) اپنے دونوں ہاتھوں کو بدل کر آؤ۔ چنانچہ وہ گئیں اور مہندی لگا کر اپنے ہاتھوں کو بدل کر حُضورؐ کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۲ ص ۴۸۶)، قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی فقال صحیح۔

فرمایا میں تم کو اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرو گی. اور چوری نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی. اس پر حضرت ہند نے کہا کیا آزاد عورت بھی زنا کیا کرتی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا کہ فقر کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گی، تو انہوں نے کہا کیا آپ نے ہمارے لیئے بچے چھوڑے ہیں جنہیں ہم قتل کریں؟ (سب ہی کو آپ نے جنگوں میں مار ڈالا ہے) پھر وہ حضورؐ سے بیعت ہو گئیں اور انہوں نے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن پہن رکھے تھے تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ان دو کنگنوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں. آپ نے فرمایا یہ تو جہنم کے انگاروں میں سے دو انگارے ہیں[1]

حضرت ہند نے (اپنے خاوند حضرت ابوسفیان سے) کہا کہ میں محمد (عَلَیہِ السَّلام) سے بیعت ہونا چاہتی ہوں حضرت ابوسفیان نے کہا میں نے تو اب تک یہ دیکھا ہے کہ تم ہمیشہ سے (محمد عَلَیہِ السَّلام کی بات کا) انکار کرتی رہی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! (تمہاری یہ بات ٹھیک ہے) لیکن اللہ کی قسم! آج رات سے پہلے میں نے اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت ہوتے ہوئے نہیں دیکھی اللہ کی قسم! مسلمانوں نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے قیام، رکوع اور سجدہ میں گزاری ہے۔ حضرت ابوسفیان نے کہا تم تو (اسلام کے خلاف) بہت سے کام کر چکی ہو. اس لیئے تم اپنے ساتھ اپنی قوم کے کسی آدمی کو لے کر جاؤ. چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئیں اور حضرت عمرؓ ان کے ساتھ گئے اور ان کے لیئے (حضورؐ سے داخلہ کی) اجازت مانگی. وہ نقاب ڈالے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں. آگے بیعت کا قصہ ذکر کیا ہے. اسی

---

[1] اخرجہ ابویعلی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۷) وفیہ من لم اعرفھن واخرجہ ابن ابی حاتم مختصرا کما فی ابن کثیر (ج ۴ ص ۳۵۴)، وقال فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۲۵) وقصتہا فی قولہا عند بیعۃ النساء وان لا یسرقن ولا یزنین فقالت وہل تزنی الحرۃ وعند قولہ ولا یقتلن اولادھن وقد ربینا ہم صغارا وقتلتہم کبارا مشہورۃ ومن طرقہ ما اخرجہ ابن سعد بسند صحیح مرسل عن الشعبی وعن میمون بن مہران ففی روایۃ الشعبی ولا یزنین فقالت ہند وہل تزنی الحرۃ؟ ولا تقتلن اولادکن قالت انت قتلتہم وفی روایۃ نحوہ لکن قالت وہل ترکت لنا ولدا یوم بدر.

روایت میں حضرت شعبی سے یہ منقول ہے کہ حضرت ہند نے کہا کہ میں تو ابوسفیان کا بہت سا مال ضائع کر چکی ہوں. تو ابوسفیان نے کہا تم میرا جتنا مال لے چکی ہو وہ سب تمہارے لیئے حلال ہے[1] ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی حدیث کو تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوسفیان نے کہا تم میرا جتنا مال لے چکی ہو جو اب وہ ختم ہو گیا ہو یا باقی ہو سب تمہارے لیئے حلال ہے۔ یہ سن کر حضورؐ ہنسے اور آپ نے ہند کو پہچان لیا اور ان کو بلایا۔ انہوں نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضورؐ سے معذرت کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا تم ہند ہو؟ حضرت ہند نے کہا پچھلی زندگی میں جو ہو چکا، اللہ اسے معاف کرے۔ حضورؐ نے ان سے توجہ ہٹا کر (باقی عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر) کہا کہ وہ زنا نہیں کریں گی۔ تو حضرت ہند نے کہا کہ کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کیا کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! شریف عورت زنا نہیں کیا کرتی آپ نے پھر (عورتوں سے) کہا کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ حضرت ہند نے کہا آپ نے ہی تو ان کو جنگ بدر کے دن قتل کیا ہے۔ اب آپ جانیں اور وہ۔ پھر آپ نے (عورتوں سے) کہا کہ وہ کوئی بہتان نہیں لائیں گی جسے انہوں نے اپنے پیروں اور ہاتھوں کے درمیان باندھ کھڑا کیا ہو اور کسی نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کریں گی۔ آپ نے ان عورتوں کو نوحہ کرنے سے منع کیا۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں کپڑے پھاڑا کرتی تھیں اور چہرے نوچا کرتی تھیں اور سر کے بال کاٹ دیتی تھیں۔ اور بہت واویلا مچایا کرتی تھیں (آپ نے ان تمام کاموں سے منع فرمایا[2]

حضرت اُسید بن ابی اُسید براد (حضور سے) بیعت ہونے والی عورتوں میں سے ایک عورت سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا عہد لیا ان میں یہ باتیں بھی تھیں کہ ہم کسی نیکی کے کام میں حضورؐ کی نافرمانی نہیں کریں گی، اور چہرہ نہیں نوچیں گی" بالوں کو نہیں بکھیریں گی، گریبان نہیں پھاڑیں گی، اور واویلا نہیں کریں گی[3]

---

[1] اخرجہ ابن مندہ وفی اولہ انتہی مختصراً۔ [2] ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۴ ص ۳۵۳) قال ابن کثیر ہذا اثر غریب
[3] اخرجہ ابن ابی حاتم کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۵۵)

نابالغ بچوں کا بیعت ہونا

حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو بچپن ہی میں بیعت فرمایا نہ ابھی ان کی داڑھی نکلی تھی اور نہ ابھی یہ لوگ بالغ ہوئے تھے۔ ہمارے علاوہ اور کسی بچے کو بیعت نہیں کیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ یہ دونوں حضرات سات سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے تھے۔ حضورؐ ان دونوں کو دیکھ کر مسکرائے اور اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور ان دونوں کو بیعت فرمالیا۔[2]

حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کمسن بچہ تھا میں نے اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیعت ہونے کے لئے بڑھایا لیکن آپ نے مجھے بیعت نہیں کیا۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے ہاتھوں پر بیعت ہونا

حضرت منتشر کے والد کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط

نازل ہوئی ترجمہ (تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے) تو آپ نے لوگوں کو اس وقت اس طرح بیعت فرمایا کہ ہم اللہ کے لئے بیعت ہوتے ہیں اور ہم حق بات مانا کریں گے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کو بیعت کرتے وقت فرمایا تھا کہ میں جب تک اللہ کا فرمانبردار رہوں تم میری بیعت پر اس وقت تک باقی رہو لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعد والے خلفاء نے حضورؐ کی طرح بیعت فرمایا۔[4]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۴۰) وہو مرسل ورجالہ ثقات۔ [2] اخرجہ الطبرانی ایضاً قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۸۵) وفیہ اسماعیل بن عیاش وفیہ خلاف وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح واخرجہ ایضاً ابونعیم وابن عساکر عن عروۃ ان عبداللہ بن الزبیر وعبداللہ بن جعفر وفی لفظ جعفر بن الزبیر بایعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہما ابنا سبع سنین فذکر نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۲۷)، [3] اخرجہ النسائی کذا فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۴)، [4] آئندہ صفحہ پر

حضرت ابن العُفیف رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے بعد حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ لوگوں کو بیعت فرمارہے تھے۔ صحابہؓ کی ایک جماعت ان کی خدمت میں آتی۔ وہ کہتے کیا تم مجھ سے اس بات پر بیعت ہوتے ہو کہ تم اللہ اور اس کی کتاب کی اور پھر امیر کی بات کو سُنو گے اور مانو گے؟ وہ حضرات کہتے "جی ہاں" پھر حضرت ابوبکر ان کو بیعت فرما لیتے۔ مَیں ان ہی دنوں یا کچھ عرصہ پہلے بالغ ہوچکا تھا۔ میں کچھ دیر آپ کے پاس کھڑا رہا اور آپ لوگوں سے بیعت میں جو عہد لے رہے تھے وہ میں نے سیکھ لیا۔ پھر مَیں نے آپ کے پاس جاکر خود ہی یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں آپ سے اس بات پر بیعت ہوتا ہوں کہ اللہ اور اس کی کتاب کی اور پھر امیر کی بات کو سُنوں گا اور مانوں گا۔ یہ سن کر آپ نے مجھ پر اُوپر سے نیچے تک ایک نگاہ ڈالی۔ میرا خیال یہ ہے کہ میرا یہ عمل آپ کو بہت پسند آیا۔ اللہ کی ان پر رحمت ہو (پھر آپ نے مجھے بیعت فرما لیا۔[۱]

حضرت ابوسَفر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ شام کی طرف کوئی لشکر روانہ فرماتے تو ان کو اس بات پر بیعت فرماتے کہ (کافروں سے) خوب نیزوں سے جنگ کریں گے اور اگر طاعون کی بیماری آگئی تو بھی جمے رہیں گے۔[۲]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کا انتقال ہوچکا تھا اور ان کی جگہ حضرت عُمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ خلیفہ بن چکے تھے۔ میں نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے عرض کیا آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپ کے ہاتھ پر اسی چیز پر بیعت ہوتا ہوں جس پر میں آپ سے پہلے آپ کے ساتھی (حضرت ابوبکر) سے بیعت ہُوا تھا کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں بات سُنوں گا۔ اور مانوں گا۔[۳]

حضرت عُمیر بن عطیہ لَیثی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیرالمومنین! آپ اپنا ہاتھ بلند فرمائیں "اللہ اسے بلند ہی رکھے"۔ مَیں آپ سے اللہ اور اس کے رسُول کے طریقہ کے مطابق بیعت ہوتا ہوں۔ آپ نے مُسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا اس بیعت کا مطلب یہ ہے

از گزشتہ صفحہ

[۴] اخرجہ ابن شاہین فی الصحابۃ عن ابراہیم بن المنتشر عن ابیہ عن جدہ کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۴۵۸)، [۱] اخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۴۶)، [۲] اخرجہ مسدد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۳۲۳)، [۳] اخرجہ ابن سعد و ابن ابی شیبۃ والطیالسی کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۱)

کہ اس بیعت سے تمہارے کچھ حقوق ہم پر آگئے اور ہمارے کچھ حقوق تم پر آگئے (اور وہ یہ ہیں کہ تم ہماری مانو گے اور ہم تمہیں صحیح صحیح بتائیں گے) اور حضرت عبداللہ بن عُکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اس ہاتھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بات پر بیعت ہوا کہ بات سُنوں گا اور مانوں گا[1]

حضرت سُلیم ابوعامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حَمراء کا وفد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے اس پر بیعت کرنی چاہی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے، نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، رمضان کے روزے رکھیں گے اور مجوسیوں کی عید چھوڑ دیں گے۔ جب انہوں نے ان تمام باتوں کی ہاں کرلی تب ان کو بیعت کیا[2]

حضرت مِسوَر بن مَخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس جماعت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (خلافت کے فیصلہ کے لیے) ذمہ دار بنایا تھا وہ جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں نے تو خلیفہ بننا نہیں ہے خلیفہ تو آپ لوگوں میں سے کوئی ہوگا۔ اب اگر آپ کہو تو آپ لوگوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ان سب نے حضرت عبدالرحمٰن کو اس کا اختیار دے دیا جب ان حضرات نے اپنا معاملہ حضرت عبدالرحمٰن کے سپرد کر دیا تو سب لوگوں کی توجہ حضرت عبدالرحمٰن کی طرف ہوگئی۔ اس جماعت کے باقی حضرات کے پاس نہ جاتا ہوا کوئی نظر آیا اور نہ پیچھے چلتا ہُوا۔ سب لوگ ان دنوں میں حضرت عبدالرحمٰن کو ہی جاکر اپنے مشورے دیتے یہاں تک کہ جب وہ رات آئی کہ جس کی صبح کو ہم لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئے۔ جب اس رات کا کچھ حصّہ گزر گیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے آکر میرا دروازہ اس زور سے کھٹکھٹایا کہ میں جاگ اُٹھا۔ انہوں نے کہا تم تو مزے سے سو رہے ہو اور میں آج رات ذرا بھی نہیں سویا۔ جاؤ حضرت زُبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما کو بلا لاؤ۔ میں ان دونوں کو بلا لایا۔ انہوں نے ان دونوں سے کچھ دیر مشورہ کیا۔ پھر مجھ سے کہا جاؤ

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۸۱)
[2] اخرجہ احمد فی السنۃ کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۸۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ان کو بلا لایا۔ ان سے حضرت عبدالرحمٰن آدھی رات تک الگ باتیں کرتے رہے۔ پھر حضرت علی ان کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے انہیں (اپنے خلیفہ بننے کی) کچھ اُمید تھی۔ اور حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت علیؓ سے اس بارے میں کچھ خطرہ تھا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن نے مجھ سے کہا جاؤ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ میں انہیں بلا لایا۔ حضرت عبدالرحمٰن ان سے بات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ فجر کی اذان پر دونوں حضرات علیحدہ ہوئے۔ جب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے اور یہ ذمہ دار جماعت منبر کے پاس جمع ہو گئی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن نے مدینہ میں جتنے مہاجرین اور انصار تھے ان سب کے پاس پیغام بھیجا اور اس سال حج میں لشکروں کے جو اُمراء حضرت عمر کے ساتھ تھے ان کے پاس بھی پیغام بھیجا۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن نے خطبہ پڑھ کر فرمایا اَمّا بعد! اے علی میں نے لوگوں کی رائے میں خوب غور کیا۔ لوگ حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے ہیں۔ تم اپنے دل میں کوئی ایسا ویسا خیال نہ آنے دینا۔ اور پھر حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت ہوتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے طریقہ پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور ان کے بعد کے دونوں خلیفوں کی سنّت پر چلو گے۔ پہلے ان سے حضرت عبدالرحمٰن بیعت ہوئے اور پھر مہاجرین اور انصار اور لشکروں کے اُمراء اور تمام لوگ بیعت ہوئے[1]



---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ البیہقی (ج ۸ ص ۱۴۷) ایضاً بنحوہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دینِ متین کے پھیلانے کے لئے کس طرح سختیوں اور تکالیف اور بھوک اور پیاس کو برداشت کیا کرتے تھے اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اللہ کے واسطے اپنی جانوں کو قربان کرنا کس طرح ان کے لئے آسان ہو گیا تھا

حضرت نُفیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی وہاں سے گزرا۔ اس نے کہا کتنی خوش قسمت ہیں یہ دونوں آنکھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم! ہمیں تو تمنا ہی رہی کہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہم بھی وہ دیکھ لیتے اور جن مجلسوں میں آپ حاضر ہوئے ہم بھی ان میں حاضر ہوتے۔ حضرت نُفیرؒ کہتے ہیں کہ اس آدمی کی بات سن کر حضرت مقداد غضبناک ہو گئے۔ مجھے اس پر تعجب ہوا کہ اس نے تو ایک اچھی بات ہی کہی تھی۔ پھر حضرت مقداد کیوں ناراض ہو گئے، تو حضرت مقداد نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں شریک نہیں ہونے دیا تم اس مجلس میں شریک ہونے کی تمنا کیوں کر رہے ہو۔ کیا پتہ اگر تم اس مجلس میں شریک ہوتے تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ اللہ کی قسم! بہت سے لوگوں نے حضورؐ کو دیکھا لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے منہ کے بل دوزخ میں ڈال دیا۔ کیونکہ انہوں نے حضورؐ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور آپ کو سچا نہ مانا۔ کیا تم اس پر اللہ کا شکر نہیں کرتے ہو کہ اس نے جب تم کو پیدا کیا تو تم اپنے رب کو پہچانتے تھے اور حضورؐ جو کچھ لے کر آئے ہیں تم اسے سچا مانتے تھے اور کفر و ایمان کی آزمائش دوسروں پر آئی اور تم اس آزمائش سے بچ گئے۔ اللہ کی قسم!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے زمانہ میں بھیجا گیا جس میں کفر اور گمراہی اتنے زوروں پر تھی کہ کسی نبی کے زمانے میں اتنے زور پر نہ تھی۔ ایک طویل عرصہ سے نبیوں کی آمد کا سلسلہ رُکا ہوا تھا اور جاہلیت کا ایسا دور دورہ تھا کہ بتوں کی عبادت کو سب سے بہتر دین سمجھا جاتا تھا۔ آپ ایسا فرقان (فیصلہ کی کتاب یعنی قرآن) لے کر آئے کہ جس نے حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا اور (مسلمان) والد اور اس کے (کافر) بیٹے کے درمیان جدائی کر دی۔ چنانچہ (مسلمان) آدمی یہ دیکھتا کہ اس کا والد یا بیٹا یا بھائی کافر ہے (اور خود وہ مسلمان ہے) اور اس کے دل کے قفل کو کھول کر اللہ نے ایمان سے بھر دیا ہے اور اس کا بھی اسے یقین ہے کہ اس کا یہ خاص تعلق والا دوزخ میں جائے گا اور اس بات کا بھی یقین ہے کہ جو دوزخ میں گیا وہ برباد ہو گیا۔ اس لئے (اس خیال سے) اسے نہ چین آتا تھا نہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس دعا میں بیان کیا ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ۔

ترجمہ: "اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک" [1]

حضرت محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ کوفہ والوں میں سے ایک آدمی نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو عبداللہ! آپ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت میں رہے ہیں؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا ہاں اے میرے بھتیجے! اس آدمی نے کہا آپ حضرات کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے کہا ہم پوری طرح سے محنت کرتے تھے۔ اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اگر ہم حضورؐ کو پا لیتے تو ہم آپ کو زمین پر نہ چلنے دیتے بلکہ کندھوں پہ اُٹھائے رکھتے۔ حضرت حذیفہ نے کہا اے میرے بھتیجے! میں نے غزوۂ خندق کے موقع پر حضورؐ کے ساتھ اپنا ایسا سخت حال دیکھا۔ آگے انہوں نے اس موقع پر خوف کی زیادتی اور بھوک اور سردی کی سختی برداشت

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ص ۱۷۵) عن جبیر بن نفیر واخرجہ الطبرانی ایضاً بمعناہ باسانید فی احدہا یحیٰی بن صالح وثقہ الذہبی وقد تکلموا فیہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی فی المجمع (ج ۶ص ۱۷)

کرنے والی حدیث ذکر کی۔ امام مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کیا تم یہ کام کر لیتے؟ ارے میں نے غزوہ احزاب (غزوہ خندق) کی ایک رات میں مسلمانوں کو حضورؐ کے ساتھ اس حال میں دیکھا کہ تیز ہوا چل رہی تھی اور سخت سردی پڑ رہی تھی اور آگے حدیث ذکر کی۔ حاکم اور بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے کہا ارے اس کی تمنا نہ کرو۔ آگے مزید حدیث بھی ہے جیسے کہ خوف برداشت کرنے کے باب میں آئے گی [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے سختیوں اور تکالیف کا برداشت کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی خاطر جتنی تکلیف مجھے پہنچائی گئی اتنی کسی کو نہیں پہنچائی گئی۔ اور جتنا مجھے اللہ کی وجہ سے ڈرایا گیا اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا اور مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں مسلسل ایسی گزری ہیں کہ میرے اور بلال (رضی اللہ عنہ) کے پاس کسی جاندار کے کھانے کے قابل صرف اتنی چیز ہوتی جو بلال کی بغل کے نیچے آجائے (یعنی بہت تھوڑی مقدار میں ہوتی تھی) [2]

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب! آپ کا بھتیجا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے گھروں اور ہماری مجلس میں ہمارے پاس آتا ہے اور ہمیں ایسی باتیں سناتا ہے جن سے ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو ہمارے پاس آنے سے روک دیں۔ تو ابو طالب نے مجھ سے کہا اے عقیل اپنے چچا زاد بھائی کو ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ چنانچہ میں آپ کو ابو طالب کی ایک کوٹھڑی میں سے بلا کر لایا۔ آپ میرے ساتھ چل رہے تھے

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق [2] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۴۰) واخرجہ ایضا الترمذی وابن حبان فی صحیحہ وقال الترمذی ہذا حدیث حسن صحیح کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۹) واخرجہ ایضا ابن ماجۃ وابونعیم۔

آپ سایہ میں چلنا چاہتے تھے (کیونکہ دھوپ تیز تھی) لیکن راستہ میں سایہ نہ مل سکا۔ یہاں تک کہ آپ ابوطالب کے پاس پہنچ گئے تو آپ سے ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! جیسے کہ تم کو خود بھی معلوم ہے میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔ تمہاری قوم والوں نے آکر یہ کہا کہ تم کعبہ میں اور ان کی مجلسوں میں جا کر ان کو ایسی باتیں سُناتے ہو جن سے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو ان کے پاس جانا چھوڑ دو۔ آپ نے اپنی نگاہ کو آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا کہ جس کام کو دے کر مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس کو چھوڑنے کی میں بالکل قدرت نہیں رکھتا ہوں جیسے کہ تم میں سے کوئی سورج میں سے آگ کا شعلہ لانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اس پر ابوطالب نے کہا میرا بھتیجا کبھی غلط بات نہیں کہتا تم سب بھلائی کے ساتھ واپس چلے جاؤ۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب نے کہا اے میرے بھتیجے! آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور اس نے ایسی ایسی باتیں کہی ہیں۔ تم مجھ پر بھی ترس کھاؤ اور اپنی جان پر بھی۔ اور اتنا بوجھ مجھ پر نہ ڈالو کہ جس کو نہ میں اُٹھا سکوں اور نہ تم۔ لہٰذا تم اپنی قوم کو وہ باتیں کہنی چھوڑ دو جو ان کو ناگوار لگتی ہیں۔ اس سے حضورؐ یہ سمجھے کہ آپ کے بارے میں آپ کے چچا کی رائے بدل گئی ہے اور وہ اب آپ کی مدد چھوڑ کر آپ کو قوم کے حوالے کرنے والے ہیں اور اب ان میں آپ کا ساتھ دینے کی ہمت نہیں رہی ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اے میرے چچا! اگر سورج میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیا جائے تو بھی میں اس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ (میں اس کام میں لگا رہوں گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو غالب کر دیں یا اس کام کی کوشش میں میری جان چلی جائے۔ اتنا کہہ کر حضورؐ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ رو دیئے۔ اور آپ وہاں سے پُشت پھیر کر چل دیئے جب ابوطالب نے دیکھا کہ حضورؐ اپنے کام پر اتنے پختہ ہیں (کہ اس کے لیے جان تک قربان کرنے اور چاند سورج تک اُٹھا لینے کو تیار ہیں) تو انہوں نے حضورؐ کو پکارا۔ اے میرے بھتیجے! آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابوطالب نے کہا آپ اپنا کام کرتے رہیں

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۴) رواہ الطبرانی وابو یعلیٰ باختصار یسیر من اولہ ورجال ابی یعلیٰ رجال الصحیح انتہیٰ واخرجہ البخاری فی التاریخ بنحوہ کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۴۲)

اور جیسے دل چاہتا ہے کرتے رہیں اللہ کی قسم! میں کسی وجہ سے بھی تمہارا کبھی ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔[1]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو قریش کا ایک کمینہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور اس نے آپ پر مٹی ڈالی۔ آپؐ اپنے گھر واپس چلے گئے۔ آپؐ کی ایک بیٹی آکر آپؐ کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگی۔ اور رونے لگی۔ آپؐ نے فرمایا اے میری بیٹی! مت رو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں اور آپؐ فرما رہے تھے کہ ابوطالب کے انتقال تک قریش میرے ساتھ اتنی ناگواری کا معاملہ نہیں کر رہے تھے۔ اب یہ شروع ہو گئے ہیں۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔ تو قریش کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ترش روئی اور سختی کے ساتھ پیش آنے لگے آپ نے فرمایا اے میرے چچا۔ آپ کی کمی بہت جلد محسوس ہونے لگی۔[3]

حضرت حارث بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ مجمع کیسا ہے؟ میرے والد نے کہا یہ لوگ اپنے ایک بے دین آدمی پر جمع ہیں چنانچہ ہم اپنی سواری سے اُترے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کو ایک مان لینے اور اس پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے تھے اور لوگ آپ کی دعوت کا انکار کر رہے تھے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچا رہے تھے یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا اور لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے۔ تو ایک عورت پانی کا برتن اور رومال لئے ہوئے آئی جس کا سینہ کھلا ہوا تھا۔ آپ نے اس عورت سے برتن لے کر پانی پیا اور وضو کیا پھر اس عورت کی طرف سر اٹھا کر کہا اے میری بیٹی! اپنے سینے کو ڈھانپ لے اور اپنے باپ کے بارے میں کوئی خوف اور خطرہ محسوس نہ کر۔ ہم نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ان کی بیٹی حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) ہیں۔[4]

حضرت مُنیب اَزدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اخرجہ البیہقی کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۴۲) [2] اخرجہ البیہقی کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۳۴) [3] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۸ ص ۳۰۸) [4] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱) رجالہ ثقات۔

کو زمانۂ جاہلیت میں دیکھا تھا کہ آپؐ فرما رہے تھے اے لوگو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی تو آپ کے چہرے پر تھوک رہا ہے اور کوئی آپ پر مٹی ڈال رہا ہے اور کوئی آپ کو گالیاں دے رہا ہے (اور یونہی ہوتا رہا) یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا۔ پھر ایک لڑکی پانی کا پیالہ لے کر آئی جس سے آپ نے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور کہا اے میری بیٹی! نہ تو اپنے باپ کے اچانک قتل ہونے کا خطرہ محسوس کر اور نہ کسی قسم کی ذلّت کا۔ میں نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ لوگوں نے یہ بتایا کہ حضورؐ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں وہ ایک بہت خوبصورت بچی تھیں[1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کونسی تکلیف پہنچائی؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضورؐ حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں عُقبہ بن ابی مُعیط آیا اور اس نے اپنا کپڑا حضورؐ کی گردن میں ڈال کر زور سے آپ کا گلا گھونٹا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور عُقبہ کو کندھے سے پکڑ کر حضورؐ سے پیچھے ہٹایا اور یہ کہا:۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ ؕ

ترجمہ: "کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ اور لایا تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی"[2]

حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک ہی دن دیکھا کہ قریش کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ اس وقت حضورؐ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ چنانچہ عُقبہ بن ابی مُعیط کھڑا ہو کر آپ کی طرف بڑھا اور آپ کی گردن میں اپنی چادر ڈال کر اس نے آپ کو اس زور سے کھینچا کہ حضورؐ گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے۔ لوگوں میں ایک شور مچ گیا۔ سب نے یہ سمجھا کہ آپ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے

---

[1] عند الطبرانی ایضاً۔ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱) وفیہ منیب بن مدرک ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔
[2] اخرجہ البخاری کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۴۶)

اور انہوں نے پیچھے سے آپ کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو اٹھایا۔ اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر کفّار آپ کے پاس سے چلے گئے۔ حضورؐ نے کھڑے ہو کر نماز پوری فرمائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کفار کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا اے جماعت قریش! سُن لو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمّد کی جان ہے! مجھے تمہاری طرف تمہیں ذبح کرنے کے لیئے ہی بھیجا گیا ہے (یعنی نہ ماننے والے ہمارے ہاتھوں آخر قتل ہوں گے) اور آپ نے اپنے ہاتھ کو اپنے حلق پر پھیر کر ذبح ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ تو آپ سے ابوجہل نے کہا۔ آپ تو نادان نہیں ہیں (لہٰذا ایسی سخت بات نہ کہیں، برداشت سے کام لیں) آپ نے اس سے فرمایا تو بھی ان میں سے ہے۔ (جو آخر قتل ہوں گے)[1]

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ نے قریش کو اپنی دشمنی ظاہر کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچاتے ہوئے جو دیکھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک دفعہ قریش کے سردار حطیم میں جمع تھے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس آدمی کی طرف سے ہمیں جتنا برداشت کرنا پڑا ہے ہمیں اتنا کبھی برداشت نہیں کرنا پڑا۔ یہ ہمیں بے وقوف کہتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو بُرا بھلا کہتا ہے اور ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہماری جماعت کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ ہم نے اس کی طرف سے بہت برداشت کر لیا ہے وہ لوگ اس طرح کی باتیں کر ہی رہے تھے کہ سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے تشریف لائے۔ آپ نے حجرِ اسود کا استلام کیا اور بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے آپ کی بعض باتیں نقل کر کے آپ کو طعنہ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا۔ آپ ان کے سامنے سے آگے چلے گئے۔ جب آپ اُن کے پاس سے

---

[1] عند ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۳۲۷)، واخرجہ ایضاً ابو یعلی والطبرانی بنحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۶) وفیہ محمد بن عمر علقمۃ وحدیثہ حسن وبقیۃ رجال الطبرانی رجال الصحیح انتہی واخرجہ ایضاً ابو نعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۶۷)

دوبارہ گزرنے لگے تو انہوں نے ویسی ہی باتیں کہہ کر آپ کو پھر طعنہ دیا جس کا اثر میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر محسوس کیا. جب آپ ان کے پاس سے تیسری مرتبہ گزرنے لگے تو انہوں نے پھر ویسی ہی باتیں کہہ کر آپ کو طعنہ دیا آپ نے کہا اے جماعت قریش! کیا تم سُن رہے ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ مَیں تو تم لوگوں کو ذبح کرنے کے لئے ہی آیا ہوں (یعنی جو ایمان نہ لائے گا وہ آخر قتل ہو گا) آپ کی اس بات کی ان پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ سب لوگ ایک دم سہم گئے. یہاں تک کہ اس سے پہلے جو آپ پر سختی کرنے کے بارے میں سب سے زیادہ زور لگا رہا تھا وہ بھی آپ سے عاجزی اور خوشامد سے بات کر کے آپ کو ٹھنڈا کرنے لگ گیا اور یوں کہنے لگ گیا اے ابوالقاسم! آپ بھلائی کے ساتھ واپس تشریف لے جائیں۔ اللہ کی قسم! آپ تو نادان آدمی نہیں ہیں (لہٰذا ایسی سخت بات نہ کہیں برداشت سے کام لیں)، آپ واپس تشریف لے گئے۔ اگلے دن وہ لوگ پھر حطیم میں جمع ہوئے. مَیں بھی اُن کے ساتھ تھا. وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان کی طرف سے جو تکلیفیں پیش آرہی ہیں ان کا تم نے ان سے تذکرہ کیا اور تم جو ان کے ساتھ معاملہ برت رہے ہو اس کا تم نے ان سے ذکر کیا (اس کے جواب میں)، جب انہوں نے تم کو ایسی بات صاف صاف کہہ دی جو تمہیں بُری لگی تو تم نے ان کو چھوڑ دیا (ان کے ساتھ کچھ نہیں کیا. کچھ کرنا چاہیئے تھا) وہ آپس میں یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ سامنے سے تشریف لے آئے۔ یہ سب ایک دم آپ کی طرف جھپٹے اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے تم ہی ہو جو یوں کہتے ہو؟ اور یوں کہتے ہو؟ اور حضورؐ کی طرف سے انہیں جو باتیں پہنچتی رہتی تھیں کہ حضورؐ ان کے معبودوں کے اور ان کے دین کے عیوب گنا رہے ہیں وہ سب انہوں نے کہہ ڈالیں. حضورؐ نے فرمایا ہاں. مَیں نے یہ سب باتیں کہی ہیں تو مَیں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک آدمی نے آپ کا گریبان پکڑ لیا. حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آپ کو بچانے کے لئے کھڑے ہوئے اور وہ روتے ہوئے کہنے لگے۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ۔

ترجمہ: "کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے"۔ پھر یہ لوگ حضورؐ کے پاس سے چلے گئے. قریش کے حضورؐ کو تکلیف پہنچانے کا سب

سے زیادہ سخت واقعہ جو میں نے دیکھا ہے وہ یہ ہے[1]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی طرف سے جو تکلیفیں اُٹھانی پڑیں تم نے ان میں سے زیادہ سخت تکلیف کونسی دیکھی؟ انہوں نے کہا کہ مشرکین مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ ان کے معبودوں کے بارے میں جو فرماتے تھے اس کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضورؐ سامنے سے تشریف لائے وہ سب ایک دم کھڑے ہو کر حضورؐ پر ٹوٹ پڑے۔ چیخ و پکار کی آواز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ لوگوں نے ان سے کہا اپنے حضرت کو بچالو۔ حضرت ابو بکرؓ ہمارے پاس سے اُٹھ کر چل پڑے۔ ان کی چار زلفیں تھیں اور وہ یہ کہتے جارہے تھے تمہارا ناس ہو۔ کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ تو وہ حضورؐ کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ پر ٹوٹ پڑے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ ہمارے پاس واپس آئے (اور کافروں نے آپ کو اتنا مارا تھا کہ) جس زلف کو بھی پکڑتے وہ ہاتھ میں آجاتی (یعنی سر کے بال چوٹوں کی وجہ سے جھڑنے لگ گئے تھے) اور وہ فرما رہے تھے تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

ترجمہ: "تو بہت برکت والا ہے اے بڑائی اور عظمت والے"[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا تھا کہ آپ بے ہوش ہو گئے تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۶) وقد صرح ابن اسحاق بالسماع وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی واخرجہ ایضا البیہقی عن عروۃ رضی اللہ عنہ قال قلت لعبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ما اکثر ما رایت قریشا فذکر الحدیث بطولہ نحوہ کما ذکر فی البدایۃ (ج ۳ ص ۴۶)

[2] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۷) وفیہ تدرس جد ابی الزبیر ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی وذکرہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۲۴۷) عن ابن عیینۃ عن الولید بن کثیر عن ابن تدرس عن اسماء رضی اللہ عنہا فذکرہ نحوہ وبہذا الاسناد اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۱) مختصراً وفیہ ابن تدرس عن اسماء۔

کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہنے لگے تمہارا ناس ہو کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے لوگوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کافروں نے کہا پاگل ابو بکر ہے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن لوگوں میں بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا اے لوگو! بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا اے امیرالمومنین آپ۔ حضرت علی نے کہا کہ جو بھی میرے مقابلہ میں آیا میں تو اس پر غالب ہوا سب سے بہادر تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم لوگوں نے (غزوہ بدر کے موقع پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھپر بنایا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون حضورؐ کے ساتھ رہے گا تاکہ کوئی مشرک حضورؐ (پر حملہ) کا ارادہ نہ کر سکے۔ اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی حضورؐ کے قریب نہ جا سکا بس ایک ابو بکر نے اس کی ہمت کی اور وہ ننگی تلوار لیے ہوئے حضورؐ کے سرہانے کھڑے رہے۔ جو کافر حضورؐ کی طرف آنے کا ارادہ کرتا یہ اس پر جھپٹتے۔ تو یہ ہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ قریش نے حضورؐ کو چاروں طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ کوئی آپ پر ناراض ہو رہا تھا کوئی آپ کو جھنجھوڑ رہا تھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ تم نے تمام خداؤں کا ایک خدا بنا دیا۔ اللہ کی قسم! اس دن بھی حضرت ابو بکر کے علاوہ ہم میں سے اور کوئی حضورؐ کے قریب نہ جا سکا۔ یہ آگے بڑھے کسی کو مارتے تھے کسی سے لڑتے تھے کسی کو جھنجھوڑتے تھے اور کہتے جاتے تھے تمہارا ناس ہو کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اتنا کہنے کے بعد حضرت علی نے جو چادر اوڑھ رکھی تھی وہ اوپر اٹھائی اور رونے لگے (اور اتنا روئے) کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر کہا میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آلِ فرعون کا مومن بہتر ہے (جن کا قرآن میں تذکرہ ہے) یا ابو بکر؟ تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علی نے کہا اللہ کی قسم! ساری زمین آلِ فرعون کے مومنوں سے بھر جائے تو ان (کی زندگی بھر کے اعمال) سے حضرت ابو بکر کی ایک گھڑی زیادہ قیمتی ہے۔ آلِ فرعون کا وہ مومن تو اپنا ایمان چھپا رہا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اعلان کر

---

[1] اخرجہ ابو یعلی واخرجہ ایضاً البزار وزاد فترکوہ واقبلوا علی ابی بکر ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۷) واخرجہ ایضاً الحاکم (ج ۳ ص ۶۷) وقال حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔

رہے تھے ۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام میں تشریف فرما تھے اور ابوجہل بن ہشام شیبہ بن ربیعہ عتبہ بن ربیعہ عقبہ بن ابی معیط امیہ بن خلف اور دو اور آدمی کل سات کافر حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے اور نماز میں لمبے لمبے سجدے کر رہے تھے۔ ابوجہل نے کہا کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو فلاں جگہ جائے جہاں فلاں قبیلہ نے جانور ذبح کر رکھا ہے اور اس کی اوجھڑی ہمارے پاس لے آئے پھر ہم وہ اوجھڑی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اُوپر ڈال دیں گے۔ ان میں سے سب سے زیادہ بدبخت عقبہ بن ابی معیط گیا اور اس نے وہ اوجھڑی لاکر حضورؐ کے کندھوں پر ڈال دی جبکہ حضورؐ سجدے میں تھے۔ میں وہاں کھڑا تھا مجھ میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ میں تو اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تھا۔ میں وہاں سے جانے لگا کہ اتنے میں آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر سُنی وہ دوڑی ہوئی آئیں اور آپؐ کے کندھوں سے اوجھڑی کو انہوں نے اُتارا پھر قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو بُرا بھلا کہنے لگ گئیں۔ کافروں نے ان کو کچھ جواب نہ دیا۔ حضورؐ نے اپنی عادت کے مطابق سجدہ پورا کر کے سر اُٹھایا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ یہ بددعا کی اے اللہ تو قریش کی پکڑ فرما۔ عتبہ، عقبہ، ابوجہل اور شیبہ کی پکڑ فرما۔ پھر آپ مسجدِ حرام سے باہر تشریف لے گئے۔ راستہ میں آپ کو ابُوالبختری بغل میں کوڑا دبائے ہوئے ملا۔ اس نے حضورؐ کا چہرہ پریشان دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کیا ہُوا؟ آپ نے فرمایا مجھے جانے دو۔ اس نے کہا خُدا جانتا ہے میں آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپ مجھے نہ بتادیں کہ آپ کو کیا پیش آیا ہے؟ آپ کو ضرور کوئی بڑی تکلیف پہنچی ہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ تو مجھے بتائے بغیر نہیں چھوڑے گا تو آپ نے اس کو سارا واقعہ بتادیا کہ ابوجہل کے کہنے پر آپ پر اوجھڑی ڈالی گئی۔ ابُوالبختری نے کہا آؤ مسجد چلیں۔ حضورؐ اور ابُوالبختری چلے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر ابُوالبختری ابوجہل کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ اے ابُوالحکم کیا تمہاری ہی کہنے کی وجہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اوجھڑی ڈالی گئی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔

---

[1] اخرجه البزار فی مسنده عن محمد بن عقیل ثم قال البزار لا نعلم یروی الامن ہذا الوجه کذا فی البدایة (ج ۳ ص ۲۷۱) وقال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۷) وفیه من لم اعرفه۔

اُبُوالبَختَری نے کوڑا اٹھاکر اس کے سر پر مارا۔ کافروں میں آپس میں ہاتھا پائی ہونے لگی۔ ابوجہل چلایا تم لوگوں کا ناس ہو۔ تمہاری اس ہاتھا پائی سے محمدؐ کا فائدہ ہو رہا ہے۔ محمدؐ تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے اور وہ اور ان کے ساتھی بچے رہیں[1]۔ بُخاری اور مُسلم اور ترمذی وغیرہ نے اُبُوالبَختَری والے قصہ کو مختصر نقل کیا اور صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر اوجھڑی ڈالنے کے بعد وہ لوگ زور زور سے ہنسنے لگے اور ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔ امام احمد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان ساتوں کافروں کو دیکھا کہ یہ سارے کے سارے جنگ بدر کے دن قتل کیے گئے[2]۔

حضرت یَعقُوب بن عُتبہ رَحمَۃُ اللہِ عَلَیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حُضُور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم صَفا پہاڑی پر تشریف لے جا رہے تھے کہ اچانک سامنے سے آکر ابوجہل نے آپ کا راستہ روک لیا۔ اور آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ حضرت حَمزہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ شکاری آدمی تھے اور اس دن وہ شکار کرنے گئے ہوئے تھے۔ اور حُضُور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے ساتھ ابوجہل نے جو کچھ کیا وہ حضرت حَمزہ کی بیوی نے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت حَمزہ (شکار سے) واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے کہا اے ابوعُمارہ! جو کچھ ابوجہل نے (آج) تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیا ہے اگر تم اسے دیکھ لیتے (تو نہ جانے تم اس کے ساتھ کیا کرتے یہ سن کر) حضرت حَمزہ کو بڑا غصہ آیا۔ چنانچہ وہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اپنی گردن میں کمان لٹکائے ہوئے اسی طرح چل دیئے اور مسجد (حرام) میں داخل ہوئے وہاں انہوں نے ابوجہل کو قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے پایا۔ انہوں نے بغیر کچھ کہے ابوجہل کے سر پر زور سے کمان ماری اور اس کا سر زخمی کر دیا۔ قریش کے کچھ لوگ کھڑے ہو کر حضرت حَمزہ کو ابوجہل سے روکنے لگے۔ حضرت حَمزہ نے کہا (آج سے) میرا بھی وہی دین ہے جو محمد صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا دین ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسُول ہیں۔ اللہ کی قسم!

---

[1] اخرجہ البزار والطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۸) وفیہ الاجلح بن عبداللہ الکندی وہو ثقۃ عند ابن معین وغیرہ وضعفہ النسائی وغیرہ انتہی واخرجہ ایضاً ابونعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۹۰) نحو روایۃ البزار والطبرانی [2] کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۴۴)

مَیں اپنی اس بات سے نہیں پھروں گا۔ اگر تم (اپنی بات میں) سچے ہو تو مجھے اس سے روک کر دیکھ لو۔ حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مسلمان ہونے سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور مسلمانوں کو بہت قوّت حاصل ہوئی۔ اور مسلمان اپنے کام میں اور زیادہ پکّے ہو گئے اور اب قریش ڈرنے لگے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اب حضرت حمزہ حضورؐ کی ضرور حفاظت کریں گے[1]

حضرت محمد بن کعب قرظی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ مُرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اپنی تیراندازی سے واپس آئے تو ان کو ایک عورت ملی جس نے ان سے کہا اے اَبُو عُمارہ! تمہارے بھتیجے کو ابوجہل بن ہشام سے کتنی تکلیف اٹھانی پڑی۔ اس نے بُرا بھلا کہا ان کو تکلیف پہنچائی اور یہ کیا اور وہ کیا۔ حضرت حمزہ نے پوچھا کیا کسی نے ایسا کرتے ہوئے دیکھا؟ اس نے کہا ہاں اللہ کی قسم! بہت سے لوگ دیکھ رہے تھے۔ حضرت حمزہ وہاں سے چل دیئے اور صفا مروہ کے پاس قریش کی اس مجلس میں پہنچے جہاں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی کمان پر ٹیک لگا کر کہنے لگے میں نے ایسے اور ایسے تیر چلائے اور یہ کیا اور وہ کیا پھر انہوں نے دونوں ہاتھوں سے کمان پکڑ کر ابوجہل کے کانوں کے درمیان سر پر اس زور سے ماری کہ کمان ٹوٹ گئی اور کہا کہ یہ تو کمان کی مار تھی اس کے بعد تلوار کی ہوگی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہیں اور وہ اللہ کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں۔ لوگوں نے کہا اے اَبُو عُمارہ! وہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور یہ کام تو ایسا ہے کہ اگر تم بھی کرو تو ہم تمہیں نہ کرنے دیں حالانکہ تم ان سے افضل ہو۔ اور اے اَبُو عُمارہ! تم تو بدخلق نہ تھے[2]

حضرت عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دن مسجد (حرام) میں (بیٹھا ہوا) تھا کہ اتنے میں اَبُوجہل لَعَنَہُ اللّٰہُ سامنے سے آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اللہ کے لیے نذر مانی ہے کہ اگر محمّد (عَلَیْہِ السَّلام) کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لوں گا تو ان کی گردن کو

---

[1] اخرجہ الطبرانی عن یعقوب بن عتبۃ بن المغیرۃ بن الاخنس بن شریق حلیف بنی زہرۃ مرسلا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۶۷) ورجالہ ثقات [2] اخرجہ الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۶۷) ورجالہ رجال الصحیح انتہی و اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۱۹۲) عن ابن اسحاق عن رجل عن اسلم - فذکرہ مطولاً

پاؤں کے نیچے روند ڈالوں گا۔ میں وہاں سے حضورؐ کی طرف چل دیا اور جا کر میں نے انہیں ابوجہل کی بات بتائی۔ آپ وہاں سے غصہ میں نکلے۔ یہاں تک کہ مسجدِ حرام پہنچ گئے اور مسجد میں داخل ہونے کی آپ کو اتنی جلدی تھی کہ دروازے کے بجائے دیوار پھلانگ کر اندر گئے۔ میں نے کہا آج کا دن تو بہت برا ہوگا۔ میں نے اپنی لنگی کو مضبوط باندھا اور حضورؐ کے پیچھے ہولیا۔ آپ نے اندر جا کر یہ پڑھنا شروع کیا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾

پڑھتے پڑھتے جب آپ اس آیت پر پہنچے جس میں ابوجہل کا تذکرہ ہے۔

كَلَّآ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ﴿٦﴾ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴿٧﴾

تو ایک آدمی نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم یہ محمد (علیہ السّلام مسجد میں) ہیں۔ اس نے کہا کیا تم وہ (منظر) نہیں دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اللہ کی قسم! آسمان کا کنارہ مجھ پر بند ہو چکا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورت کے آخر پر پہنچے تو آپ نے سجدہ فرمایا۔[1]

حضرت برّہ بنت ابی تجراۃ فرماتی ہیں کہ ایک دن ابوجہل اور اس کے ساتھ چند کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ روکا اور آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ تو حضرت طُلیب بن عُمیر رضی اللہ عنہ ابوجہل کی طرف بڑھے اور اسے مارا جس سے اس کا سر زخمی ہوگیا۔ لوگوں نے حضرت طُلیب کو پکڑ لیا۔ ابولہب طُلیب کی مدد کے لئے کھڑا ہوا۔ (حضرت طُلیب کی والدہ) حضرت اَروی رضی اللہ عنہا کو جب اس واقعہ کی خبر لگی تو انہوں نے کہا کہ طُلیب کی زندگی کا بہترین دن وہ ہے جس دن اس نے اپنے ماموں زاد بھائی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی۔ لوگوں نے ابولہب سے کہا (تمہاری بہن) اَروی بے دین ہوگئی ہے۔ ابولہب حضرت اَروی کے پاس گیا اور انہیں ناراض ہونے لگا

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۴۳)، واخرجہ ایضاً الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الہیثمی (ج ۸ ص ۲۲۷)، وفیہ اسحاق بن ابی فروۃ وہو متروک انتہٰی واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۵) بمثلہ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وتعقبہ الذہبی فقال فیہ عبداللہ بن صالح لیس بعمدۃ واسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ وہو متروک۔

تو انہوں نے کہا تم بھی اپنے بھتیجے (محمد علیہ السلام) کی حمایت میں کھڑے ہو جاؤ۔ کیونکہ اگر وہ غالب آگئے تو تمہیں اختیار ہو گا۔ ورنہ تمہیں اپنے بھتیجے کے بارے میں معذور سمجھا جائے گا۔ ابولہب نے کہا کیا ہم تمام عربوں (سے لڑنے) کی طاقت رکھتے ہیں؟ اور وہ تو ایک نیا دین لے کر آیا ہے[1]

حضرت قتادہ مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ عُتَیبہ بن ابی لہب کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا عُتَیبہ کے بھائی عُتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ ابھی ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ظہور ہوا۔ جب سورت تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں عُتَیبہ اور عُتبہ سے کہا میرا تم دونوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اگر تم محمد (علیہ السلام) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو اور عُتَیبہ اور عُتبہ دونوں کی ماں بنت حرب بن اُمیّہ نے بھی، جسے قرآن میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کہا گیا ہے، کہا اے میرے بیٹو! ان دونوں کو طلاق دے دو کیونکہ یہ دونوں بے دین ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ان دونوں نے طلاق دے دی۔ جب عُتَیبہ نے حضرت اُمّ کلثوم کو طلاق دے دی تو وہ حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے تمہارے دین کا انکار کیا ہے اور تمہاری بیٹی کو طلاق دے دی ہے تاکہ تم کبھی میرے پاس نہ آؤ اور نہ میں تمہارے پاس آؤں۔ پھر اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کی قمیض کو پھاڑ دیا۔ وہ ملکِ شام کی طرف تجارت کے لئے جانے والا تھا۔ آپ نے فرمایا میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھ پر اپنا کوئی شیر مسلط کر دے۔ چنانچہ وہ قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ گیا۔ جب یہ لوگ زرقاء مقام پر پہنچے تو رات کو وہاں ٹھہر گئے۔ ایک شیر نے اس رات اس قافلہ کا چکر لگایا۔ عُتَیبہ کہنے لگا ہائے میری ماں کی ہلاکت۔ یہ شیر تو مجھے ضرور کھا جائے گا جیسے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا تھا۔ مجھے ابن ابی کبشہ (یہ نام کافروں نے حضورؐ کا رکھا ہوا تھا) نے مار ڈالا جو کہ مکہ میں ہے اور میں شام میں ہوں۔ چنانچہ اس شیر نے سارے قافلہ میں سے صرف عُتَیبہ پر حملہ کیا اور اس کا گوشت نوچ ڈالا اور اسے مار ڈالا۔ زُہیر بن علاء کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام بن عُروہ نے اپنے والد سے یوں بیان

---

[1] اخرجہ ابن سعد عن الواقدی بسندلہ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۲۷)

کیا ہے کہ وہ شیر اس رات اس قافلہ کا چکر لگا کر واپس چلا گیا۔ قافلہ والوں نے عُتَیبہ کو اپنے درمیان لٹایا۔ چنانچہ وہ شیر دوبارہ آیا اور سب کو پھلانگتا ہوا عُتَیبہ تک پہنچا اور اس کے سَر کو چبا ڈالا۔ حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے پہلے حضرت رُقیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا سے شادی کی۔ پھر ان کی وفات کے بعد، حضرت اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا سے کی۔[1]

حضرت ربیعہ بن عُبَید دِیلی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا میں تم لوگوں کو یہ کہتے ہوئے بہت سُنتا ہوں کہ قریش رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گالیاں دیا کرتے تھے اور تکلیف پہنچایا کرتے تھے۔ میں ان واقعات کا کثرت سے دیکھنے والا ہوں۔ حضورؐ کا گھر ابولہب اور عُقبہ بن ابی مُعَیط کے گھر کے درمیان تھا۔ جب آپ اپنے گھر واپس آتے تو دروازے پر اوجھڑی اور خون اور گندگی پاتے۔ آپ اپنی کمان کے کنارے سے ان سب چیزوں کو ہٹاتے جاتے اور فرماتے اے قریش کی جماعت! یہ پڑوسی کے ساتھ بہت بُرا سلوک ہے۔[2]

حضرت عُروہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا نے ان سے بیان فرمایا کہ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ جنگِ اُحد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن آپ پر کوئی آیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بہت زیادہ تکلیفیں اُٹھانی پڑیں اور ان کی طرف سے مجھے سب سے زیادہ تکلیف عَقَبہ (طائف) کے دن اُٹھانی پڑی۔ میں نے (اہلِ طائف کے سردار) ابن عَبد یالیل بن عبد کُلال کے سامنے اپنے آپ کو پیش کیا۔ (کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور میری نصرت کرو اور مجھے اپنے ہاں ٹھہرا کر دعوت کا کام آزادی سے کرنے دو) لیکن اس نے میری بات نہ مانی۔ میں (طائف سے) بڑا غمگین اور پریشان ہو کر اپنے راستہ پر (واپس) چل پڑا۔ (میں یونہی غمگین اور پریشان چلتا رہا) قرنِ ثَعالِب مقام پر پہنچ کر (میرے اس غم اور پریشانی میں) کچھ کمی آئی تو میں نے اپنا سَر اُٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلام تھے۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ سے ہوئی سُنی اور ان کے جوابات سُنے اور ایک فرشتہ کو جس کے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۸) وفیہ زہیر بن العلاء، وہو ضعیف [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱) وفیہ ابراہیم بن علی بن الحسین الرافقی وہو ضعیف انتہیٰ۔

متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ان کفار کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم دیں. اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دے کر سلام کیا. اور عرض کیا اے محمدؐ! آپ نے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے. آپ کیا چاہتے ہیں؟ اگر آپ ارشاد فرمادیں تو میں (مکہ کے) دونوں پہاڑوں (ابوقبیس اور احمر) کو ان پر ملادوں (جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں. بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے۔[1]

حضرت ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ امید لے کر طائف تشریف لے گئے کہ وہاں والے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرالیں گے چنانچہ آپ قبیلہ ثقیف کے تین آدمیوں کے پاس تشریف لے گئے جو اس قبیلہ کے سردار تھے اور آپس میں بھائی تھے اور ان کے نام عبدیالیل اور حبیب اور مسعود تھے۔ یہ عمرو کے بیٹے تھے. آپ نے اپنے آپ کو ان پر پیش فرمایا اور ان لوگوں سے اپنی قوم کی ناقدری اور بے حرمتی کی شکایت کی. لیکن ان لوگوں نے آپ کو بہت برا جواب دیا۔[2]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور (کفار قریش کی طرف سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیفیں اور سختیاں اور زیادہ بڑھ گئیں. آپ قبیلہ ثقیف کے پاس اس امید پر تشریف لے گئے کہ وہ آپ کو اپنے ہاں ٹھہرالیں گے اور آپ کی مدد کریں گے. آپ نے دیکھا کہ قبیلہ ثقیف کے تین سردار ہیں جو کہ آپس میں بھائی ہیں عبدیالیل بن عمرو اور حبیب بن عمرو اور مسعود بن عمرو۔ آپ نے اپنے آپ کو ان پر پیش کیا اور ان لوگوں سے تکلیفوں کی اور اپنی قوم کی بے حرمتی کرنے کی شکایت کی. ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دے کر بھیجا ہو تو میں کعبہ کے پردوں کی چوری کروں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ دے کر نہیں بھیجا) اور دوسرے نے کہا کہ اس

---

[1] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۴۵۸) و اخرجہ ایضاً مسلم والنسائی [2] ذکرہ موسیٰ بن عقبۃ فی المغازی و کذا ذکرہ ابن اسحاق بغیر اسناد مطولاً کذا فی فتح الباری (ج ۶ ص ۱۹۸)

مجلس کے بعد میں آپ سے کبھی بھی کوئی بات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر آپ واقعی رسُول ہیں تو آپ کا مقام اس سے بہت اُونچا ہے کہ مجھ جیسا آپ سے بات کرے۔ اور تیسرے نے کہا (رسُول بنانے کے لیئے آپ ہی رہ گئے تھے) کیا اللہ تعالیٰ آپ کے علاوہ کسی اور کو رسُول نہیں بنا سکتے تھے؟ اور آپ نے ان سے جو گفتگو فرمائی وہ انہوں نے سارے قبیلہ میں پھیلا دی۔ اور وہ سب جمع ہو کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا مذاق اڑانے لگے۔ اور آپ کے راستہ پر دو صفیں بنا کر بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں میں پتھر لے لیئے اور آپ جو قدم بھی اُٹھاتے یا رکھتے اسے پتھر مارتے اور آپ کا مذاق بھی اُڑاتے جاتے۔ جب آپ ان کی صفوں سے آگے نکل گئے اور ان کافروں سے چھٹکارا پایا۔ اور آپ کے دونوں قدم مُبارک سے خون بہہ رہا تھا تو آپ ان لوگوں کے ایک انگوروں کے باغ میں چلے گئے اور ایک انگور کی بیل کے نیچے سائے میں بیٹھ گئے۔ آپ بہت غمگین، رنجیدہ اور دُکھی اور تکلیف زدہ تھے اور آپ کے دونوں قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی باغ میں عُتبہ بن رَبیعہ اور شَیبہ بن رَبیعہ کافر بھی تھے۔ جب آپ نے ان دونوں کو دیکھا تو ان کے پاس جانا پسند نہ فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ دونوں اللہ اور اس کے رسُول کے دشمن ہیں۔ حالانکہ آپ سخت تکلیف اور پریشانی میں تھے۔ ان دونوں نے اپنے غلام عَدّاس کو انگور دے کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ عیسائی تھے اور نِینَوٰی کے رہنے والے تھے۔ عَدّاس نے آکر حضورؐ کے سامنے انگور رکھ دیئے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے (انگور کھانے کے لیئے) بِسۡمِ اللّٰہِ پڑھی اس سے عَدّاس کو بڑا تعجب ہُوا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا میں نِینَوٰی کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم اس بھلے اور نیک آدمی کے شہر کے رہنے والے ہو؟ جن کا نام حضرت یُونس بن مَتّٰی عَلَیۡہِ السَّلام تھا۔ عَدّاس نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ حضرت یُونس بن مَتّٰی کون ہیں؟ آپ کو حضرت یُونس عَلَیۡہِ السَّلام کے جتنے حالات معلوم تھے وہ عَدّاس کو بتائے۔ اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی انسان کا درجہ اس سے کم نہیں سمجھتے تھے کہ اسے اللہ کا پیغام پہنچائیں۔ (یعنی چھوٹے بڑے ہر ایک کو دعوت دیا کرتے تھے) حضرت عَدّاس نے عرض کیا یا رسُول اللہ! آپ مجھے حضرت یونس بن مَتّٰی عَلَیۡہِ السَّلام کے بارے میں کچھ اور بتائیں چنانچہ حضورؐ حضرت یُونس بن مَتّٰی کے بارے میں جتنی وحی نازل ہوئی تھی وہ سب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے عَدّاس کو سنا دی۔ اس پر وہ حضورؐ کے سامنے سجدے میں گر گئے اور آپ کے قدموں کو چومنے

لگ گئے جن میں سے خون بہہ رہا تھا۔ جب عُتبہ اور اس کے بھائی شَیبہ نے اپنے غلام کو یہ کرتے ہوئے دیکھا تو دونوں سکتے میں رہ گئے۔ جب حضرت عدّاس رضی اللہ عنہ ان دونوں کے پاس واپس آئے تو ان دونوں نے ان سے کہا تم کو کیا ہوا کہ تم نے محمد (علیہ السلام) کو سجدہ بھی کیا اور ان کے قدموں کو بھی چوما اور ہم نے تم کو ہم میں سے کسی کے ساتھ ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عدّاس نے کہا یہ ایک بھلے آدمی ہیں۔ اور انہوں نے مجھے چند ایسی باتیں بتائی ہیں جو مجھے اس رسول کے بارے میں معلوم تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف مبعوث فرمایا تھا جن کو حضرت یُونس بن مَتّیٰ علیہ السلام کہا جاتا ہے۔ اور انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر وہ دونوں ہنس پڑے اور کہنے لگے ارے! یہ آدمی تمہیں تمہاری نصرانیت سے نہ ہٹا دے یہ آدمی بہت دھوکا دیتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ واپس تشریف لے آئے[1]۔

حضرت مُوسیٰ بن عُقبہ کی روایت میں یہ ہے کہ طائف والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر دو صفیں بنا کر (دائیں بائیں، حضورؐ (کو تکلیف پہنچانے) کے لئے بیٹھ گئے۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو جو قدم بھی آپ اُٹھاتے یا رکھتے وہ اس پر پتھر مارتے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو لہولُہان کر دیا۔ جب آپ نے ان سے چھٹکارا پایا تو آپ کے دونوں قدموں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور ابنِ اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف کی بھلائی سے ناامید ہو کر جب ان کے پاس سے کھڑے ہو گئے تو ان سے آپ نے فرمایا تم نے جو کچھ کرنا تھا کر لیا (کہ میری دعوت کو قبول نہیں کیا) اتنا تو کرو کہ تم میری بات چھپا کر رکھو کیونکہ آپ یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی قوم کو طائف والوں نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ معلوم ہو۔ کیونکہ اس سے وہ حضورؐ کے خلاف اور زیادہ جَری ہو جائیں گے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور اپنے نادان لڑکوں اور غلاموں کو آپ کے خلاف بھڑکایا جس پر وہ آپ کو بُرا بھلا کہنے لگے اور آپ کے خلاف شور مچانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے خلاف لوگوں کا مجمع جمع ہو گیا اور عُتبہ بن ربیعہ اور شَیبہ بن رَبیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر آپ کو مجبور کر دیا۔ اس وقت وہ دونوں اس باغ میں تھے۔ ثَقیف کے جتنے لوگ آپ کے پیچھے لگے ہوئے تھے وہ واپس چلے گئے۔ آپ انگور کی ایک بیل کے نیچے بیٹھ گئے۔ رَبیعہ کے یہ دونوں بیٹے آپ کو دیکھ رہے تھے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ (ص ۱۰۳)

اور طائف کے نادان لوگوں نے آپ کو جو تکلیف پہنچائی اسے بھی انہوں نے دیکھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ قبیلہ بنو جمح کی ایک عورت سے ملے تو آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمیں تمہارے سسرال والوں سے کتنی تکلیف اٹھانی پڑی جب آپ کو (طائف والوں کی طرف سے) قدرے اطمینان ہوا تو آپ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بے کسی کی اور لوگوں میں ذلت اور رسوائی کی۔ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن! تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ کسی اجنبی بیگانے کے، جو مجھے دیکھ کر ترش رُو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کسی دشمن کے جس کو تُو نے مجھ پر قابو دے دیا۔ اے اللہ اگر تُو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نُور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دُنیا اور آخرت کے سارے کام دُرست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غُصّہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دُور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قُوت۔ جب عُتبہ بن رَبیعہ اور شَیبہ بن رَبیعہ نے حُضورؐ کو اس حال میں دیکھا تو رشتہ داری کا جذبہ ان کے دل میں اُبھر آیا اور انہوں نے اپنے نصرانی غلام کو بلایا جس کا نام عَدّاس تھا اور اس سے کہا کہ انگوروں کا یہ خوشہ لو اور اس بڑی پلیٹ میں رکھ کر اس آدمی کے پاس لے جاؤ اور اسے کہو کہ وہ یہ انگور کھالے۔ چنانچہ عَدّاس وہ انگور لے کر گئے اور حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے جا کر رکھ دیئے۔ اور آپؐ سے عرض کیا کہ نوش فرمالیں۔ جب حُضورؐ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپؐ نے بِسْمِ اللّٰہ پڑھی۔ اور انگوروں کو کھانے لگے۔ عَدّاس نے حُضورؐ کے چہرے کو غور سے دیکھ کر کہا اللہ کی قسم! اس علاقے والے (کھانے کے وقت) یوں نہیں کہتے۔ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے پوچھا تم کون سے علاقہ کے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں اور نِینَویٰ کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو نیک آدمی یُونُس بن مَتّیٰ (عَلَیْہِ السَّلام) کی بستی کے رہنے والے ہو۔ عَدّاس نے حُضورؐ سے کہا آپ کو یُونُس بن مَتّیٰ کا کیسے پتہ چلا؟ آپ نے فرمایا وہ میرے بھائی تھے اور نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عَدّاس حُضورؐ کے سامنے پورے جُھک گئے۔ اور آپ کے سر اور ہاتھوں اور قدموں کو چُومنے لگے۔ (یہ منظر دیکھ کر) رَبیعہ

کے دونوں بیٹوں میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا ارے! انہوں نے تو تمہارے غلام کو بگاڑ دیا۔ جب حضرت عدّاس ان دونوں کے پاس واپس آئے تو دونوں نے ان سے کہا اے عدّاس تیرا ناس ہو تمہیں کیا ہوا؟ تم اس آدمی کے سر اور ہاتھوں اور قدموں کو چوم رہے تھے۔ حضرت عدّاس نے کہا اے میرے آقا! روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی نہیں ہے مجھے انہوں نے ایسی بات بتائی ہے جسے نبی کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ دونوں نے حضرت عدّاس سے کہا تیرا ناس ہو یہ آدمی کہیں تمہیں تمہارے دین سے نہ ہٹا دے کیونکہ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے[1]۔ حضرت سُلیمان تیمی نے اپنی سیرت کی کتاب میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عدّاس نے حضورؐ سے عرض کیا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسُول ہیں[2]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مجھ کو اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس وقت دیکھتیں جب ہم دونوں غار (ثور) پر چڑھے تھے (تو عجب منظر دیکھتیں) حضورؐ کے دونوں قدموں سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور میرے دونوں پاؤں (سُن ہوکر) پتھرا گئے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ (حضورؐ کے قدموں میں سے خون ٹپکنے کی وجہ یہ ہے کہ) حضورؐ ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے (اور اس موقع پر ننگے پاؤں چلنا پڑا تھا)[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا (داہنا نچلا) رُباعی دانت شہید ہو گیا تھا۔ اور آپ کا سَر مُبارک زخمی ہو گیا تھا۔ آپ اپنے چہرہ مبارک سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کے سَر کو زخمی کر دیا اور اس کا اگلا دانت شہید کر دیا حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ۔

ترجمہ:۔ "تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں[4]۔" حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن

---

[1] کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۳۵ و ۱۳۶)، [2] کذافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۴۶۶) وقد ذکرہ فی الصحابۃ [3] اخرجہ ابن مردویہ کذافی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۲۹)، [4] اخرجہ الشیخان والترمذی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا. سامنے سے حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے حضورؐ کے زخم کو چوسا اور آپ کے خون کو نگل گئے. آپ نے فرمایا جو ایسا آدمی دیکھنا چاہتا ہے کہ جس کے خون میں میرا خون مل گیا ہے وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب جنگ اُحد کا ذکر فرماتے تو یہ ارشاد فرماتے کہ یہ دن سارے کا سارا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے حساب میں ہے. پھر (تفصیل سے) بیان فرماتے ہیں کہ میدانِ جنگ سے منہ موڑنے والوں میں سے سب سے پہلے واپس لوٹنے والا میں تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے بڑے زور شور سے جنگ کر رہا ہے. میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کرے یہ حضرت طلحہ ہوں. اس لیے کہ جو ثواب مجھ سے چھوٹنا تھا وہ تو چھوٹ گیا. اب مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ یہ ثواب میری قوم کے کسی آدمی کو ملے (اور حضرت طلحہ میری قوم کے آدمی تھے) اور میرے اور مشرکین کے درمیان ایک آدمی اور تھا جسے میں پہچان نہیں رہا تھا اور میں بنسبت اس آدمی کے حضورؐ سے زیادہ قریب تھا لیکن وہ مجھ سے زیادہ تیز چل رہا تھا. تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابوعبیدہ بن جراح ہیں. ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کا اگلا دانت شہید ہو چکا ہے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہے اور خود کی دو کڑیاں آپ کے رخسار مبارک میں گھس گئی ہیں. آپ نے ہم سے فرمایا اپنے ساتھی طلحہ کی خبر لو جو کہ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے (حضورؐ کو زخمی حالت میں دیکھ کر) ہم لوگ آپ کے اس فرمان کی طرف توجہ نہ کر سکے (ہم بہت پریشان ہو گئے تھے) میں حضورؐ کے چہرے سے کڑیاں نکالنے کے لیے آگے بڑھا تو حضرت ابوعبیدہ نے مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا کہ (یہ سعادت لینے کے لیے) مجھے چھوڑ دو میں نے (یہ موقع) ان کے لیے چھوڑ دیا. انہوں نے ہاتھ سے کڑیاں نکالنا پسند نہ کیا کہ اس سے حضورؐ کو تکلیف ہوگی بلکہ دانتوں سے پکڑ کر ایک کڑی نکالی. کڑی کے ساتھ ان کا سامنے کا ایک دانت بھی نکل کر گر گیا. جو انہوں نے

---

[1] عند الطبرانی فی الکبیر کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۲۰۴)

کیا اسی طرح کرنے کے لیئے میں آگے بڑھا انہوں نے پھر مجھے اپنے حق کی قسم دے کر کہا (یہ سعادت لینے کے لیئے) مجھے چھوڑ دو۔ اور انہوں نے پہلی مرتبہ کی طرح دانتوں سے پکڑ کر کڑی کو نکالا۔ اس دفعہ کڑی کے ساتھ ان کا دوسرا دانت نکل کر گر گیا۔ دانتوں کے ٹوٹنے کے باوجود حضرت ابو عُبیدہ لوگوں میں بڑے خوبصورت نظر آتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے فارغ ہو کر ہم لوگ حضرت طلحہ کے پاس آئے۔ وہ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر نیزے اور تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے اور ان کی اُنگلی بھی کٹ گئی تھی۔ ہم نے ان کی دیکھ بھال کی۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے مشقّتوں اور تکلیفوں کا برداشت کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشقّتیں برداشت کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرد صحابہؓ کی تعداد اڑتیس ہو گئی تو وہ ایک دفعہ اکٹھے ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے اس بات کا اصرار کیا کہ اب کھُل کر اسلام کی دعوت دی جائے۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر! ابھی ہم لوگ تھوڑے ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر اصرار کرتے رہے جس پر حضورؐ نے کھُلم کھُلا دعوت دینے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمان مسجد (حرام) کے مختلف حصّوں میں بکھر گئے اور ہر آدمی اپنے قبیلہ میں جا کر بیٹھ گیا اور حضرت ابوبکرؓ

[1] اخرجہ الطیالسی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۹) و اخرجہ ایضاً ابن سعد (ج ۳ ص ۲۹۸) و ابن السنی و الشاشی و البزار و الطبرانی فی الاوسط و ابن حبان و الدارقطنی فی الافراد ابونعیم فی المعرفۃ و ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۴)

لوگوں میں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر اسلام میں سب سے پہلے بیان کرنے والے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف (کھلم کھلا کھڑے ہو کر) دعوت دی تو مشرکین حضرت ابوبکر اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور مسجد (حرام) کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کو خوب مارا گیا اور حضرت ابوبکر کو تو خوب مارا بھی گیا اور پاؤں تلے روندا بھی گیا۔ عتبہ بن ربیعہ فاسق حضرت ابوبکر کے قریب آکر ان کو کئی تلے والے دو جوتوں سے مارنے لگا جن کو ان کے چہرے پر ٹیڑھا کر کے مارتا تھا اور حضرت ابوبکر کے پیٹ پر کودتا بھی تھا (زیادہ مار کھانے کی وجہ سے اتنا ورم آگیا تھا) کہ ان کا چہرہ اور ناک پہچانا نہیں جارہا تھا (حضرت ابوبکر کے قبیلہ) بنو تیم والے دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکر سے مشرکین کو ہٹایا۔ اور ان کو ایک کپڑے میں ڈال کر ان کے گھر لے گئے اور انہیں حضرت ابوبکر کے مرجانے میں کوئی شک نہیں تھا۔ پھر قبیلہ بنو تیم نے مسجد (حرام) میں واپس آکر کہا کہ اللہ کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو ہم (ان کے بدلہ میں) عتبہ بن ربیعہ کو مار ڈالیں گے۔ پھر قبیلہ والے حضرت ابوبکر کے پاس واپس آئے (حضرت ابوبکر کے والد) ابو قحافہ اور قبیلہ بنو تیم والے ان سے بات کرنے کی کوشش کرتے رہے (لیکن وہ بیہوش تھے۔ انہوں نے سارا دن کوئی جواب نہ دیا) تو دن کے آخر میں (ہوش آنے پر) حضرت ابوبکر نے بات کی تو یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ تو وہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہنے لگے اور انہیں ملامت کرنے لگے اور اٹھ کر چل دیئے اور ان کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کا دھیان رکھیں اور انہیں کچھ کھلا پلا دیں۔ جب وہ لوگ چلے گئے اور ان کی والدہ اکیلی رہ گئیں تو وہ (کھانے پینے کے لئے) اصرار کرنے لگیں مگر حضرت ابوبکرؓ یہی پوچھتے رہے کہ رسول اللہ کا کیا ہوا؟ ان کی والدہ نے کہا۔ اللہ کی قسم! مجھے تمہارے حضرت کی کوئی خبر نہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ آپ ام جمیل بنت الخطاب کے پاس جائیں اور ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھ کر آئیں۔ چنانچہ وہ ام جمیل کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ ابوبکر تم سے محمد بن عبداللہ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں ام جمیل نے کہا میں نہ تو ابوبکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبداللہ کو۔ ہاں اگر تم کہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلی چلتی ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت ام جمیل ان کے ساتھ ان کے گھر آئیں تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر زمین پر لیٹے ہوئے ہیں (ان میں بیٹھنے کی بھی سکت نہیں ہے) اور سخت بیمار ہیں۔ حضرت ام جمیل ان کے قریب جا کر زور زور سے

رونے لگیں اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ کو جن لوگوں نے یہ تکلیف پہنچائی ہے وہ بڑے فاسق اور کافر لوگ ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے آپ کا بدلہ ضرور لے گا۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بنا؟ حضرت اُم جمیل نے کہا یہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا ان سے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حضرت اُم جمیل نے کہا کہ حضورؐ ٹھیک ٹھاک ہیں۔ حضرت ابو بکر نے پوچھا کہ حضورؐ کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ دارِ ارقم میں (حضرت ارقم کے گھر میں) تو حضرت ابو بکر نے کہا اللہ کی قسم! جب تک میں حضورؐ کی خدمت میں خود حاضر نہ ہو جاؤں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ حضرت اُم خیر اور حضرت اُم جمیل دونوں ٹھہری رہیں یہاں تک کہ (کافی رات ہوگئی اور) لوگوں کا چلنا پھرنا بند ہو گیا پھر یہ دونوں حضرت ابو بکر کو سہارا دیتے ہوئے لے کر چلیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ حضورؐ حضرت ابو بکر کو دیکھ کر ان پر جھک گئے اور ان کا بوسہ لیا اور سارے مسلمان بھی ان پر جھک گئے اور ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی رقت طاری ہو گئی۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے اور تو کوئی تکلیف نہیں ہے بس اس فاسق نے میرے چہرے کو بڑی تکلیف پہنچائی ہے اور یہ میری والدہ ہیں جو اپنے بیٹے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی ہیں اور آپ بہت برکت والے ہیں۔ آپ میری والدہ کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور ان کے لیئے اللہ سے دعا کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ذریعہ آگ سے بچا دے۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کے لیئے دعا فرمائی اور ان کو اللہ کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں اور صحابہ کرامؓ حضورؐ کے ساتھ اس گھر میں ٹھہرے رہے اور ان کی تعداد انتالیس تھی جس دن حضرت ابو بکر کو مارا گیا اس دن حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے اور حضورؐ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابو جہل بن ہشام (کی ہدایت) کے لیئے دعا مانگی تھی جو حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی۔ آپ نے بدھ کے دن دعا کی تھی اور حضرت عمر جمعرات کو مسلمان ہوئے تھے (ان کے مسلمان ہونے پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور گھر میں موجود صحابہ نے اس زور سے اللہ اکبر کہا جس کی آواز مکہ کے اوپر والے حصہ میں بھی سنائی دی۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے والد نابینا کافر تھے وہ یہ کہتے ہوئے

باہر آئے کہ اے اللہ! میرے بیٹے اور اپنے چھوٹے سے غلام اَرقم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ کافر ہوگیا (یعنی انہوں نے اسلام کا نیا دین اختیار کرلیا ہے) حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسُول اللہ ہم اپنا دین کیوں چھپائیں جبکہ ہم حق پر ہیں اور ان کافروں کا دین کھلم کھلا ظاہر ہو جبکہ وہ ناحق پر ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عمرؓ! ہم تھوڑے ہیں ہمیں جو تکلیف اُٹھانی پڑی ہے وہ تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں جتنی مجلسوں میں کفر کی حالت میں بیٹھا ہوں میں ان تمام مجلسوں میں جا کر ایمان کو ظاہر کروں گا۔ چنانچہ وہ (دارِ اَرقم سے) باہر نکلے اور بیتُ اللہ کا طواف کیا پھر قریش کے پاس سے گزرے جو اُن کا انتظار کر رہے تھے ابوجہل بن ہشام نے (دیکھتے ہی) کہا فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ تم بے دین ہوگئے ہو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ مشرکین (یہ سُن کر) حضرت عمرؓ کی طرف جھپٹے۔ حضرت عمرؓ نے حملہ کر کے عُتبہ کو نیچے گرا لیا اور اس پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور اسے مارنے لگے اور اپنی انگلی اس کی دونوں آنکھوں میں ٹھونس دی۔ عُتبہ چیخنے لگا۔ لوگ پرے ہٹ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے۔ جب بھی کوئی سورما آپ کے قریب آنے لگتا تو آپ قریب آنے والوں میں سے سب سے زیادہ باعزت آدمی کو پکڑ لیتے (اور اس کی خوب پٹائی کرتے) یہاں تک کہ سب لوگ (حضرت عمرؓ سے) عاجز آگئے اور وہ جن مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے ان تمام مجلسوں میں جا کر انہوں نے ایمان کا اعلان کیا اور یوں کُفار پر غالب آکر حضورؐ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اب آپ کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے اللہ کی قسم! میں جتنی مجلسوں میں حالتِ کُفر میں بیٹھا کرتا تھا میں ان تمام مجلسوں میں جا کر بے خوف وخطر اپنے ایمان کا اعلان کر کے آیا ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے آگے آگے حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تھے یہاں تک کہ آپ نے بیتُ اللہ کا طواف کیا اور اطمینان سے ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر حضرت عمرؓ کے ہمراہ دارِ اَرقم واپس تشریف لائے اس کے بعد حضرت عمرؓ اکیلے واپس چلے گئے اور ان کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلم بھی واپس تشریف لے گئے۔ صحیح قول یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بعثتِ نبوی کے چھ سال کے بعد اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب کہ

صحابہ کرامؓ ہجرت فرما کر حبشہ جا چکے تھے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو اسی دین اسلام پر پایا اور روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام دونوں وقت ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم ہونے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے ارادے سے چل پڑے۔ جب آپ برک الغماد پہنچے تو وہاں قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا اے ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا۔ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اب میرا ارادہ ہے کہ میں زمین کی سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا تمہارے جیسے آدمی کو نہ خود نکلنا چاہیئے اور نہ اس کو نکالنا چاہیئے کیونکہ تم نایاب چیزیں حاصل کر کے لوگوں کو دیتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو۔ ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتے ہو اور مہمان نوازی کرتے ہو اور مصائب میں مدد کرتے ہو میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ تم واپس چلو اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کرو چنانچہ حضرت ابوبکر واپس آگئے اور ابن دغنہ بھی آپ کے ساتھ آیا اور شام کے وقت ابن دغنہ نے قریش کے سرداروں کے پاس چکر لگایا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی کو نہ خود (مکہ سے) جانا چاہیئے اور نہ کسی کو ان کو نکالنا چاہیئے۔ کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو نایاب چیزیں حاصل کر کے لوگوں کو دیتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور ضرورت مندوں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں مدد کرتا ہے۔ قریش ابن دغنہ کے پناہ دینے کا انکار نہ کر سکے اور انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں۔ وہاں ہی نماز پڑھا کریں اور وہاں جتنا چاہیں قرآن شریف پڑھیں اور علی الاعلان عبادت کر کے اور بلند آواز سے قرآن پڑھ کر ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈال دیں گے۔ ابن دغنہ نے یہ بات حضرت ابوبکر کو کہہ دی۔ کچھ عرصہ تک تو حضرت

---

[1] اخرجہ الحافظ ابوالحسن الاطرابلسی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۰) وذکرہ الحافظ فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۴۷) عن ابن ابی عاصم۔

ابوبکر ایسے ہی کرتے رہے کہ اپنے گھر میں ہی اپنے رب کی عبادت کرتے اور اپنی نماز میں آواز اونچی نہ کرتے اور اپنے گھر کے علاوہ کہیں بھی اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھتے۔ پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے اور قرآن اونچی آواز سے پڑھنے لگے تو مشرکوں کی عورتیں اور بچے حضرت ابوبکر پر ٹوٹ پڑے وہ انہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے کیونکہ حضرت ابوبکر بہت زیادہ رونے والے آدمی تھے جب وہ قرآن پڑھا کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا (اور بے اختیار رونے لگ جاتے) تو اس سے قریش کے مشرک سردار گھبرا گئے۔ انہوں نے ابن دغنہ کے پاس آدمی بھیجا۔ چنانچہ ابن دغنہ ان کے پاس آئے تو مشرکین قریش نے ان سے کہا ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر تمہاری پناہ میں دیا تھا کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے لیکن انہوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کی ہے اور اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے جس میں علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں اور قرآن اونچی آواز سے پڑھتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں ڈال دیں گے آپ ان کو ایسا کرنے سے روک دیں اگر وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنا چاہیں تو ٹھیک ہے اور اگر وہ علی الاعلان سب کے سامنے عبادت کرنے پر مُصر ہوں تو آپ ان سے کہیں کہ وہ آپ کی پناہ آپ کو واپس کر دیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ ہم آپ کے عہد کو توڑیں اور یوں علی الاعلان اونچی آواز سے قرآن پڑھنے کی ہم ابوبکر کو اجازت نہیں دے سکتے ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ابن دغنہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ جس شرط پر میں نے تم کو اپنی پناہ میں لیا تھا وہ شرط تمہیں معلوم ہے۔ یا تو آپ وہ شرط پوری کریں۔ یا میری پناہ مجھے واپس کر دیں کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ سنیں کہ میں نے جس آدمی کو پناہ دی تھی وہ پناہ توڑ دی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہاری پناہ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ عزّ وجلّ کی پناہ پر راضی ہوں۔ آگے ہجرت کے بارے میں لمبی حدیث ذکر کی ہے [1]

ابن اسحاق نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ البخاری (ص ۵۵۲)

ہجرت کے ارادے سے (مکہ سے) روانہ ہوئے۔ ایک یا دو دن سفر کیا ہی تھا کہ ان کی ابن دغنہ سے ملاقات ہوئی اور وہ ان دنوں احابیش (قبیلہ قارہ کے مختلف خاندانوں) کے سردار تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابوبکر! کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا میری قوم نے مجھے نکال دیا۔ مجھے بہت تکلیف پہنچائی اور انہوں نے میرے لئے (مکہ میں) زندگی گزارنا تنگ کر دیا۔ ابن دغنہ نے کہا کیوں؟ اللہ کی قسم! تم سارے خاندان کی زینت ہو تم مصائب میں مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہو اور بھلے کام کرتے ہو اور نایاب قیمتی چیزیں حاصل کرکے دوسروں کو دیتے ہو۔ تم (مکہ) واپس چلو (آج سے) تم میری پناہ میں ہو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر ابن دغنہ کے ساتھ (مکہ) واپس آگئے اور وہاں ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ کھڑے ہوکر اعلان کیا۔ اے جماعت قریش! میں نے (ابوبکر) ابن ابی قحافہ کو پناہ دے دی۔ لہٰذا اب ہر ایک ان سے اچھا ہی سلوک کرے۔ چنانچہ مشرکین نے حضرت ابوبکر کو تکلیف پہنچانی چھوڑ دی اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ ابن دغنہ نے کہا اے ابوبکر! میں نے تم کو اس لئے پناہ نہیں دی تھی کہ تم اپنی قوم کو تکلیف پہنچاؤ اور تم جس جگہ (یعنی گھر کا صحن جہاں آج کل عبادت کرتے) ہو اسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔ اور انہیں اس وجہ سے تمہاری طرف سے تکلیف پہنچ رہی ہے تم اپنے گھر کے اندر رہو اور وہاں جو چاہو کرو۔ حضرت ابوبکر نے کہا کیا میں تمہاری پناہ تمہیں واپس کر دوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہو جاؤں۔ ابن دغنہ نے کہا آپ مجھے میری پناہ واپس کر دیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے تمہاری پناہ تمہیں واپس کر دی۔ چنانچہ ابن دغنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اعلان کیا اے جماعت قریش! ابن ابی قحافہ نے میری پناہ مجھے واپس کر دی ہے۔ اب تم اپنے اس ساتھی کے ساتھ جو چاہو کرو[1]

ابن اسحاق نے ہی حضرت قاسم سے اس طرح روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کی پناہ سے باہر آگئے تو وہ کعبے کی طرف جارہے تھے کہ انہیں راستہ میں قریش کا ایک بے وقوف ملا جس نے ان کے سر پر مٹی ڈالی حضرت

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۹۴)

ابو بکر کے پاس سے ولید بن مُغیرہ یا عاص بن وائل گزرا۔ اس سے حضرت ابوبکر نے کہا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ یہ بے وقوف میرے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا یہ تو تم خود اپنے ساتھ کر رہے ہو۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اے میرے رَبّ تو کس قدر حلیم ہے[1]۔ اے میرے رَبّ تو کس قدر حلیم ہے۔ اے میرے رَبّ تو کس قدر حلیم ہے۔

صفحہ ۳۴۵ پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث گزر چکی ہے کہ چیخ و پکار کی آواز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔ لوگوں نے ان سے کہا اپنے حضرت کو بچالو حضرت ابوبکر ہمارے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ ان کی چار زُلفیں تھیں اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ تمہارا ناس ہو کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس بات پر کہ کہتا ہے کہ میرا رَبّ اللہ ہے اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رَبّ کی۔ وہ حضور ؐ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر پر ٹوٹ پڑے۔ پھر حضرت ابوبکر ہمارے پاس واپس آئے (اور کافروں نے آپ کو اتنا مارا تھا کہ) جس زُلف کو بھی پکڑتے وہ ہاتھ میں آجاتی۔ (یعنی سر کے بال چوٹوں کی وجہ سے جھڑنے لگ گئے تھے) اور وہ فرما رہے تھے تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ تو بہت برکت والا ہے اے بڑائی اور عظمت والے۔

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا مشقتیں برداشت کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہوں نے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتوں کو نقل کرنے والا کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جمیل بن مَعْمَر جُمَحِی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر صبح کو ان کے پاس گئے۔ حضرت عبداللہ (ابن عمر) فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت عمر کے پیچھے پیچھے گیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ میں بچہ تو ضرور تھا لیکن جس چیز کو دیکھ لیتا تھا اسے سمجھ لیتا تھا۔ حضرت عمر نے جمیل کے پاس جا کر اس سے کہا اے جمیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا ہوں؟

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۹۵)

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ (یہ سُن کر) جمیل نے حضرت عمرؓ کو کچھ جواب نہ دیا بلکہ کھڑے ہو کر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے چل دیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے چل دیئے اور میں حضرت عمرؓ کے پیچھے۔ یہاں تک کہ جمیل نے مسجد (حرام) کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے پکار کر کہا اے جماعتِ قریش! غور سے سُنو! خطاب کا بیٹا عُمر بے دین ہو گیا ہے۔ قریش کعبہ کے اِردگرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جمیل کے پیچھے سے کہا یہ غلط کہتا ہے میں تو مسلمان ہُوا ہوں اور کلمۂ شہادت :۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ پڑھا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ سب لوگ حضرت عمرؓ کی طرف جھپٹے۔ وہ سب حضرت عمرؓ سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج سَروں پر آ گیا۔ اور حضرت عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے۔ اور وہ سب مشرک حضرت عمرؓ کے سر پر کھڑے تھے اور حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ جو تمہارا دل چاہتا ہے کر لو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم (مسلمان) تین سو ہو گئے تو یا تو تم (مکہ) ہمارے لئے چھوڑ کر چلے جاؤ گے یا ہم تمہارے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں یوں ابھی ہو ہی رہا تھا کہ قریش کا ایک بوڑھا آدمی سامنے سے آیا جو یمنی چادر اور دھاری دار کُرتا پہنے ہوئے تھا۔ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے پوچھا تم لوگوں کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا عمرؓ بے دین ہو گیا ہے۔ اس بوڑھے نے کہا ارے چھوڑو۔ ایک آدمی نے اپنے لئے ایک بات پسند کی ہے۔ تم اس سے کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قبیلہ بنو عدی اپنے آدمی (حضرت عمرؓ) کو ایسے ہی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ اس آدمی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بڑے میاں کے کہتے ہی وہ لوگ ایسے حضرت عمرؓ سے چھٹ گئے جیسے کہ ان کے اُوپر سے کوئی چادر اُتار لی گئی ہو۔ جب میرے والد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو میں نے ان سے پوچھا اے ابا جان! جس دن آپ اسلام لائے تھے اور مکہ کے کافر آپ سے لڑ رہے تھے تو ایک آدمی نے آ کر ان لوگوں کو ڈانٹا تھا۔ جس پر وہ لوگ سب آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ آدمی کون تھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھے۔[1]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق وہذا اسناد جید قوی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۸۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں خوفزدہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں عاص بن وائل سہمی ابو عمرو ان کے پاس آیا۔ وہ یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور ایسی قمیص پہنے ہوئے تھا جس کے پلّے ریشم کے ساتھ سلے ہوئے تھے۔ یہ ابو عمرو بنو سہم قبیلہ کے تھے اور یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے۔ اس نے حضرت عمر سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ حضرت عمر نے کہا کہ تمہاری قوم کہہ رہی ہے کہ اگر میں مسلمان ہوگیا تو مجھے قتل کردیں گے تو اس نے کہا (میں نے تمہیں امن دے دیا) اب تمہیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کے اس کہنے کے بعد مجھے اطمینان ہوگیا اور میں محفوظ ہوگیا۔ عاص گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ساری وادی لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے پوچھا تم لوگ کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم خطاب کے اس بیٹے (عمر) کے پاس جارہے ہیں جو بے دین ہوگیا ہے تو عاص نے کہا نہیں، اسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ (یہ سن کر) وہ تمام لوگ واپس چلے گئے۔[1]

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کا مشقّتیں برداشت کرنا

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کو ان کے چچا حکم بن ابو العاص بن اُمیہ نے پکڑ کر رسّی میں مضبوطی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین کو اختیار کرتے ہو؟ اور اللہ کی قسم! جب تک تم اس دین کو نہیں چھوڑ دوگے میں اس وقت تک تمہیں بالکل نہیں کھولوں گا۔ حضرت عثمان نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ جب حکم نے دیکھا کہ حضرت عثمان اپنے دین پر بڑے پکے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا۔[2]

---

[1] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۵۴۵)

[2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷)

حضرت طلحہ بن عُبَیدُاللہ رضیَ اللہُ عنہ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت مسعود بن حراش رضیَ اللہُ عنہ کہتے ہیں کہ ہم صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے کہ ہم نے دیکھا ایک نوجوان آدمی کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایک بڑا مجمع اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ میں نے پوچھا اس نوجوان کو کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ طلحہ بن عُبَیدُاللہ ہیں جو بے دین ہو گئے ہیں اور حضرت طلحہ کے پیچھے پیچھے ایک عورت تھی جو بڑے غصہ سے بول رہی تھی اور ان کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ان کی والدہ صَعبہ بنتُ الحَضرَمی ہے[1]

حضرت ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عُبَیدُاللہ رضیَ اللہُ عنہ نے مجھے بتایا کہ میں بُصریٰ کے بازار اور میلہ میں موجود تھا تو وہاں ایک پادری اپنے گرجا گھر کے بالاخانے میں رہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس بازار اور میلہ والوں سے پوچھو کہ کیا ان میں کوئی حرم کا رہنے والا ہے۔ مَیں نے کہا ہاں مَیں ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا احمد (صلّی اللہُ علیہِ وسلّم) کا ظہور ہو گیا ہے؟ میں نے کہا احمد کون؟ اس نے کہا عبداللہ بن عبدالمطّلب کے بیٹے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ آخری نبی ہیں۔ حرم (مکّہ) میں ان کا ظہور ہوگا اور وہ ہجرت کر کے ایسی جگہ جائیں گے جہاں کھجوروں کے باغات ہوں گے۔ پتھریلی اور شوریلی زمین ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تو ان کا اِتباع کر لیں اور تم ان سے پیچھے رہ جاؤ۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ اس کی بات میرے دل کو لگی اور مَیں وہاں سے تیزی سے چلا اور مکّہ پہنچ گیا اور مَیں نے پوچھا کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے انہوں نے کہا ہاں محمد بن عبداللہ (صلّی اللہُ علیہِ وسلّم) جو امین کے لقب سے مشہور ہیں۔ انہوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ نے ان کا اِتباع کیا ہے۔ چنانچہ میں حضرت ابوبکر رضیَ اللہُ عنہ کے پاس گیا اور مَیں نے کہا کیا آپ نے اس آدمی کا اِتباع کر لیا ہے؟

---

[1] اخرجہ البخاری فی التاریخ کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۱۰)

انہوں نے کہا ہاں۔ تم بھی ان کی خدمت میں جاؤ اور ان کا اتباع کرو کیونکہ وہ حق کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت طلحہ نے حضرت ابوبکر کو اس پادری کی بات بتائی۔ حضرت ابوبکر حضرت طلحہ کو حضورؐ کی خدمت میں لے گئے۔ وہاں حضرت طلحہ مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے حضورؐ کو بھی اس پادری کی بات بتائی جس سے حضورؐ کو بہت خوشی ہوئی جب حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان دونوں کو نوفل بن خویلد بن العدویہ نے پکڑ کر ایک رسی میں باندھ دیا اور بنو تیم نے ان دونوں کو نہ بچایا۔ نوفل بن خویلد کو شیر قریش کہا جاتا تھا (ایک رسی میں باندھے جانے کی وجہ سے) حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ کو قرینین (یعنی دو ساتھی) کہا جاتا ہے۔ امام بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے یہ دعا مانگی اے اللہ! ہمیں ابن العدویہ کے شر سے بچا۔[1]

حضرت زُبیر بن العوّام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابوالاسود کہتے ہیں کہ حضرت زُبیر بن العوام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آٹھ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور اٹھارہ سال کی عمر میں انہوں نے ہجرت کی۔ ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ دیتے اور ان کو آگ کی دھونی دیتے اور کہتے کفر کی طرف لوٹ آؤ۔ حضرت زُبیرؓ کہتے میں کبھی کافر نہ بنوں گا۔[2]

حضرت حفص بن خالد کہتے ہیں کہ موصل سے ایک بڑی عمر کے بزرگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں بتایا کہ میں ایک سفر میں حضرت زُبیر بن عوام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے ساتھ تھا۔ ایک چٹیل میدان میں ان کو نہانے کی ضرورت پیش آگئی جہاں نہ پانی تھا نہ گھاس اور نہ کوئی انسان۔ انہوں نے کہا (میرے نہانے کے لئے) ذرا پردے کا انتظام

[1] اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۳۶۹) کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۹) [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ا ص ۸۹) واخرجہ الطبرانی ایضاً ورجالہ ثقات الا انہ مرسل قالہ الہیثمی فی مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۵۱) واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۶۰) عن ابی الاسود عن عروۃ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

کردو۔ میں نے ان کے لیئے پردے کا انتظام کیا (نہانے کے دوران) اچانک میری نگاہ ان کے جسم پر پڑگئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے سارے جسم پر تلوار کے زخموں کے نشان ہیں۔ میں نے ان سے کہا میں نے آپ کے جسم پر اتنے زخموں کے نشان دیکھے ہیں کہ اتنے میں نے کسی کے جسم پر نہیں دیکھے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے کہا کیا تم نے دیکھ لیا؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان میں سے ہر زخم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں لگا ہے اور اللہ کے راستہ میں لگا ہے[1]۔ حضرت علی بن زید کہتے ہیں کہ جس آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ان کے سینے پر آنکھ کی طرح نیزے اور تیر کے زخموں کے نشان تھے[2]۔

مُؤذِنِ رسُول حضرت بلال بن رَباح رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کرنے والے سات آدمی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمار اور ان کی والدہ حضرت سمیہ اور حضرت صہیب اور حضرت بلال اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی حفاظت ان کے چچا کے ذریعہ سے کی اور حضرت ابوبکر کی حفاظت ان کی قوم کے ذریعہ سے کی۔ باقی تمام آدمیوں کو مشرکین نے پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہنائیں اور انہیں سخت دھوپ میں ڈال دیا جس سے وہ زرہیں بہت گرم ہوگئیں اور حضرت بلال کے علاوہ باقی سب نے مجبور ہو کر ان مشرکوں کی بات مان لی لیکن حضرت بلال کو اللہ کے دین کے بارے میں اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ تھی اور ان کی قوم کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ چنانچہ مشرکوں نے حضرت بلال کو پکڑ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیا جو انہیں

---

[1] اخرجہ ابونعیم ایضا واخرجہ الطبرانی والحاکم (ج ۳ ص ۳۶۰) نحوہ وابن عساکر کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۷۰)، ایضا قال الہیثمی (ج ۹ ص ۱۵۰) والشیخ الموصلی لم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی۔
[2] عند ابی نعیم ایضا کذا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۰)

مکہ کی گلیوں میں چکر دیتے پھرتے اور وہ اَحَد اَحَد کہتے رہتے (یعنی معبود ایک ہی ہے)[1]
حضرت مجاہد کی حدیث میں اس طرح ہے کہ باقی حضرات کو مشرکین نے لوہے کی زرہیں پہنا کر سخت دھوپ میں ڈال دیا جس سے وہ زرہیں سخت گرم ہوگئیں اور لوہے کی گرمی اور دھوپ کی گرمی کی وجہ سے ان حضرات کو بہت زیادہ تکلیف ہوئی شام کو ابوجہل لعنہ اللہ نیزہ لیئے ہوئے ان حضرات کے پاس آیا اور انہیں گالیاں دینے لگا اور انہیں دھمکی دینے لگا[2] حضرت مجاہد کی ایک حدیث میں یوں ہے کہ مشرکین حضرت بلال کے گلے میں رسّی ڈال کر مکہ کے دونوں اَخشبین پہاڑوں کے درمیان لیئے پھرتے[3]

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بنو جُمح قبیلہ کی ایک عورت کے غلام تھے اور مشرکین ان کو مکہ کی تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر تکلیف پہنچاتے اور ان کے سینے پر پتھر رکھ دیتے تاکہ ان کی کمر گرم رہے اور یہ تنگ آکر مشرک ہوجائیں لیکن وہ اَحَد اَحَد کہتے رہے۔ ورقہ (ابن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی) اس حال میں ان کے پاس سے گزرتے اور کہتے اے بلال! اَحَد اَحَد یعنی ہاں واقعی معبود ایک ہی ہے (اور مشرکوں سے کہتے) اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو قتل کردیا تو میں ان کی قبر کو برکت اور رحمت کی جگہ بناؤں گا[4]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وَرَقہ بن نوفل حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرتے اور مشرک انہیں تکلیفیں پہنچا رہے ہوتے اور حضرت بلال اَحَد اَحَد کہہ رہے ہوتے یعنی معبود ایک ہی ہے تو وَرَقہ کہتے واقعی معبود ایک ہی ہے اور اے بلال! وہ معبود اللہ ہے۔ پھر وَرَقہ بن نوفل اُمیّہ بن خلف کی طرف متوجہ ہوتے جو کہ حضرت بلال کو تکلیفیں پہنچا رہا ہوتا تھا۔ تو وَرَقہ کہتے میں اللہ عزّوجل کی قسم کھا کر کہتا

---

[1] اخرجہ الامام احمد وابن ماجۃ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۸) واخرجہ ایضا الحاکم (ج ۳ ص ۲۸۴) وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۹) وابن ابی شیبۃ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۴) وابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۱۴۱) من حدیث ابن مسعود بشلہ۔

[2] اخرجہ ابونعیم ایضا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۰) [3] قالہ ابن عبدالبر واخرجہ ابن سعد (ج ۲ ص ۱۶۶) عن مجاہد بنحوہ [4] اخرجہ الزبیر بن بکار وہذا مرسل جید کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۶۳۴)

ہوں اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو میں ان کی قبر کو برکت اور رحمت خداوندی کی جگہ بناؤں گا
ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال پر گزر ہوا اور وہ مشرک ان کو تکلیفیں پہنچا رہے تھے تو حضرت ابوبکر نے اُمیہ سے کہا ارے! کیا تم اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے ہو؟ کب تک (ان کو یوں سزا دیتے رہو گے) اُمیہ نے کہا تم نے ہی تو ان کو بگاڑا ہے اب تم ہی ان کو ان تکلیفوں سے چھڑاؤ۔ حضرت ابوبکر نے کہا اچھا میں انہیں چھڑانے کے لئے تیار ہوں۔ میرے پاس ایک کالا غلام ہے جو ان سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے اور وہ تمہارے دین پر ہے وہ غلام تمہیں حضرت بلال کے بدلہ میں دیتا ہوں۔ اُمیہ نے کہا مجھے قبول ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا وہ میں نے تمہیں دے دیا حضرت ابوبکر نے اپنا وہ غلام دے کر حضرت بلال کو لے لیا اور انہیں آزاد کر دیا۔ مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے حضرت ابوبکر نے اسلام کی وجہ سے حضرت بلال کے علاوہ چھ اور غلاموں کو آزاد کیا[1]

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہو جاتی تو اُمیہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر باہر نکلتا اور مکہ کی پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا۔ پھر وہ کہتا کہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے چنانچہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا۔ پھر حضرت بلال سے کہتا تم ایسے ہی (ان تکلیفوں میں مبتلا) رہو گے۔ یہاں تک کہ یا تو تم مر جاؤ یا محمد (علیہ السلام) کا انکار کر کے لات اور عزّیٰ کی عبادت شروع کر دو لیکن حضرت بلال ان تمام تکلیفوں کے باوجود اَحد اَحد کہتے رہتے کہ معبود تو ایک ہی ہے۔
حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے یہ چند اشعار کہے ہیں جن میں انہوں نے حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کے تکلیفیں اُٹھانے کا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حضرت بلال کو آزاد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر کا لقب عتیق تھا یعنی دوزخ سے آزاد (حضورؐ نے ان کو یہ لقب دیا تھا یا ان کی والدہ نے ان کا یہ نام رکھا تھا)

جَزَی اللّٰهُ خَیْرًا عَنْ بِلَالٍ وَّصَحْبِهٖ عَتِیْقًا وَاَخْزٰی فَاکِهًا وَّ اَبَاجَهْلٖ

اللہ تعالیٰ حضرت بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فاکہ اور ابوجہل کو رسوا کرے۔

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۸) عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ۔

عَشِيَّةَ هَمَّا فِي بِلَالٍ بِسَوْءَةٍ وَلَمْ يَحْذَرَا مَا يَحْذَرُ الْمَرْءُ ذُو الْعَقْلِ

میں اس شام کو نہیں بھولوں گا جس شام کو یہ دونوں حضرت بلال کو سخت تکلیف دینا چاہتے تھے اور عقلمند آدمی جس تکلیف دینے سے بچتا ہے یہ دونوں اس سے بچنا نہیں چاہتے تھے۔

بِتَوْحِيْدِهِ رَبَّ الْأَنَامِ وَقَوْلِهِ شَهِدْتُ بِأَنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ عَلٰى مَهْلٍ

وہ دونوں حضرت بلال کو اس وجہ سے تکلیفیں دینا چاہتے تھے کیونکہ حضرت بلال لوگوں کا ایک خدا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور اس پر میرا دل مطمئن ہے۔

فَإِنْ يَقْتُلُوْنِيْ يَقْتُلُوْنِيْ فَلَمْ أَكُنْ لِأُشْرِكَ بِالرَّحْمٰنِ مِنْ خِيْفَةِ الْقَتْلِ

اگر یہ مجھے مارنا چاہتے ہیں تو ضرور ماردیں۔ میں قتل کے ڈر سے رحمٰن کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرسکتا ہوں۔

فَيَا رَبَّ إِبْرَاهِيْمَ وَالْعَبْدِ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى نَجِّنِيْ ثُمَّ لَا تُبْلِ

لِمَنْ ظَلَّ يَهْوَى الْغَيَّ مِنْ آلِ غَالِبٍ عَلٰى غَيْرِ بِرٍّ كَانَ مِنْهُ وَلَا عَدْلِ

اے ابراہیم اور یونس اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے رب! مجھے نجات عطا فرما اور پھر مجھے آلِ غالب کے ان لوگوں کے ذریعہ آزمائش میں نہ ڈال جو گمراہ ہونا چاہتے ہیں اور نہ وہ نیک ہیں اور نہ انصاف کرنے والے[1]

حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار اور ان کے گھر والوں کو بہت زیادہ تکلیفیں دی جارہی تھیں کہ ان کے پاس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے آلِ عمار، اے آلِ یاسر! خوشخبری سنو! تم سے وعدہ ہے

---

[1] ذکرہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۸)

کر (ان تکلیفوں کے بدلہ میں) تم کو جنت ملے گی[1]۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی پتھریلی زمین بطحاء پر چل رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہ رضی اللہ عنہم تینوں کو دھوپ میں ڈال کر سزا دی جا رہی ہے تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ حضرت عمار کے والد نے کہا یا رسول اللہ! ساری عمر ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ آپ نے فرمایا اے آل یاسر! صبر کرو۔ اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے ان کی مغفرت ضرور کر دی[2]۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یاسر اور حضرت عمار اور حضرت عمار کی والدہ رضی اللہ عنہم کے پاس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ ان تینوں کو اللہ (کے دین) کی وجہ سے اذیت پہنچائی جا رہی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا اے آل یاسر! صبر کرو۔ اے آل یاسر! صبر کرو کیونکہ تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم کو جنت ملے گی[3]۔ ابن الکلبی کی روایت میں یہ ہے کہ ان تینوں کے ساتھ عبداللہ بن یاسر تھے اور ملعون ابوجہل نے حضرت سمیہ کی شرمگاہ میں نیزہ مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں اور حضرت یاسر بھی ان ہی تکلیفوں میں انتقال فرما گئے اور حضرت عبداللہ کو بھی تیر مارا گیا جس سے وہ گر گئے[4]۔ امام احمد کی روایت حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ اسلام میں شہادت کا مرتبہ سب سے پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ملا۔ جن کی شرمگاہ میں ابوجہل نے نیزہ مارا تھا[5]۔

حضرت ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو

---

[1] اخرجه الطبرانی والحاکم والبیهقی وابن عساکر قال الهیثمی (ج ۹ ص ۲۹۳) رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابراهیم بن عبدالعزیز المقوم وهو ثقة اھ [2] عند الحاکم فی الکنی وابن عساکر واخرجه ایضاً احمد والبیهقی والبغوی والعقیلی وابن منده وابونعیم وغیرهم بمعناه عن عثمان رضی اللہ عنه کما فی الکنز (ج ۷ ص ۷۲) واخرجه ابن سعد (ج ۳ ص ۱۷۷) عن عثمان رضی اللہ عنه بنحوه [3] واخرجه ابو احمد الحاکم ورواه ابن الکلبی عن ابن عباس رضی اللہ عنهما نحوه [4] کذا فی الاصابة (ج ۳ ص ۶۴۷) [5] کذا فی البدایة (ج ۳ ص ۵۹)

پکڑ کر اتنی تکلیفیں پہنچائیں کہ آخر وان کو اپنی جان بچانے کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ بول بولنے پڑے اور مشرکوں کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ان سے حضورؐ نے پوچھا کہ تم پر کیا گزری؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! بہت بُرا ہُوا۔ مجھے اتنی تکلیف پہنچائی گئی کہ آخر مجھے مجبور ہو کر آپ کی گستاخی کرنی پڑی اور ان کے معبودوں کی تعریف کرنی پڑی۔ آپ نے فرمایا تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر تو اگر وہ دوبارہ تمہیں ایسی سخت تکلیفیں پہنچائیں تو تم بھی دوبارہ (جان بچانے کے لیئے) ویسے ہی کر لینا جیسے پہلے کیا[1] ابو عُبیدہ نے حضرت محمد (بن عمار) سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمار رو رہے تھے۔ حضورؐ ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے اور آپ فرما رہے تھے کہ کفار نے تم کو پکڑ کر پانی میں اتنے غوطے دیئے کہ تم کو فلاں فلاں (نازیبا اور گستاخی کی) باتیں کہنی پڑیں (جب تمہارا دل مطمئن تھا تو ان باتوں کے کہنے میں کوئی حرج نہیں) اگر وہ دوبارہ ایسی حرکت کریں تو تم دوبارہ ان کے سامنے اسی طرح کہہ دینا۔ حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ مشرکوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو آگ میں جلایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور آپ ان کے سر پہ اپنا ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے آگ! تو عمار کے لیئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیئے ہو گئی تھی (اے عمار) تمہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی (یعنی تم شہادت پاؤ گے)[2]

حضرت خبّاب بن اَرَتّ رضی اللہ عنہ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمر نے ان کو اپنی خاص مسند

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۰) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ق ۱ ص ۱۷۸) عن ابی عبیدۃ نحوہ۔ [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ق ۱ ص ۱۷۷)

پر بٹھا کر فرمایا ایک آدمی کے علاوہ روئے زمین کا کوئی آدمی اس مسند پر بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ حضرت خبابؓ نے ان سے پوچھا اے امیرالمؤمنین! وہ ایک آدمی کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ حضرت بلالؓ ہیں حضرت خبابؓ نے کہا نہیں وہ مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں (کیونکہ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں نہیں اٹھائی ہیں) کیونکہ مشرکوں میں حضرت بلالؓ کے تعلق والے ایسے لوگ تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتے تھے۔ میرا تو ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بچاتے۔ میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑا اور آگ جلا کر مجھے اس میں ڈال دیا۔ پھر ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا اور میں اس زمین سے صرف اپنی کمر کے ذریعہ ہی خود کو بچا سکا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت خبابؓ نے اپنی کمر کھول کر دکھائی جس پر برص کے داغ جیسے نشان پڑے ہوئے تھے[1]

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ان تکلیفوں کے بارے میں پوچھا جو ان کو مشرکوں کی طرف سے اٹھانی پڑیں۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیرالمومنین! آپ میری پشت کو دیکھیں۔ (اسے دیکھ کر) حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے ایسی کمر تو کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت خبابؓ نے بتایا کہ مشرکوں نے میرے لئے آگ جلائی (اور مجھے اس میں ڈالا) اور اس آگ کو میری کمر کی چربی نے ہی بجھایا[2] ابولیلیٰ کندی بیان کرتے ہیں کہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا قریب آجاؤ۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے علاوہ کوئی بھی اس جگہ بیٹھنے کا تم سے زیادہ حقدار نہیں ہے۔ تو حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کو اپنی کمر کے وہ نشان دکھانے لگے جو ان کو مشرکوں کے عذاب سے پہنچے تھے[3]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک لوہار آدمی تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرضہ تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر اپنے قرضہ کا تقاضا کیا تو عاص نے کہا اللہ کی قسم! میں تمہیں تمہارا قرضہ تب واپس کروں گا جب تم محمد (صلی اللہ

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۷) کذافی کنز العمال (ج ۷ ص ۳۱) [2] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۴۴) [3] عند ابی نعیم وابن سعد وابن ابی شیبۃ کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۷)

علیہ وسلم) کا انکار کردو گے۔ میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! اگر تم مرکر دوبارہ زندہ بھی ہو جاؤ تو بھی محمدؐ کا انکار نہیں کروں گا۔ اس پر عاص نے کہا جب میں مرکر دوبارہ اُٹھایا جاؤں گا وہاں تم میرے پاس آنا۔ وہاں میرے پاس بہت سارا مال اور اولاد ہو گی وہاں میں تمہیں تمہارا قرضہ دے دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ سے لے کر وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ تک

ترجمہ: "بھلا تو نے دیکھا اس کو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے، اور کہا مجھ کو مل کر رہے گا مال اور اولاد، کیا جھانک آیا ہے غیب کو یا لے رکھا ہے رحمان سے عہد، یہ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائیں گے اس کو عذاب میں لمبا، اور ہم لے لیں گے اس کے مرنے پر جو کچھ وہ بتلا رہا ہے اور آئے گا ہمارے پاس اکیلا۔[1]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کعبہ کے سائے میں چادر کی ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے اور ان دنوں ہمیں مشرکوں کی طرف سے بہت سختی اٹھانی پڑی تھی۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ اللہ سے دعا نہیں فرماتے؟ آپ ایک دم سیدھے بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا تم سے پہلے ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت اور پٹھا سب نوچ لیا گیا اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہ چھوڑا گیا لیکن اتنی سخت تکلیف بھی ان کو ان کے دین سے ہٹا نہ سکتی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا کر کے رہیں گے۔ یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضرموت تک جائے گا اور اس کو کسی دشمن کا ڈر نہ ہو گا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے بھیڑیئے کے اپنی بکریوں پر۔ لیکن تم جلدی چاہتے ہو۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ احمد کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۵۹) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۶) عن خباب بنحوہ [2] اخرجہ البخاری واخرجہ ایضاً ابوداؤد والنسائی کما فی العینی (ج ۷ ص ۵۵۸) والحاکم (ج ۳ ص ۳۸۳) منہ۔

کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا تم اس وادی (مکہ) کو جاؤ اور جو آدمی یہ کہتا ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے اس کے حالات معلوم کرو۔ اس کی باتیں سنو اور پھر مجھے آکر بتاؤ۔ چنانچہ ان کے بھائی مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ آپ کی باتیں سنیں۔ پھر حضرت ابوذرؓ کو واپس آکر بتایا کہ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ عمدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دے رہے تھے اور انہوں نے ایسا کلام سنایا جو شعر نہیں تھا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا تمہاری باتوں سے میری تسلی نہیں ہوئی جو میں معلوم کرنا چاہتا تھا وہ مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ چنانچہ انہوں نے زاد سفر لیا اور پانی کا مشکیزہ بھی سواری پر رکھا (اور چل پڑے) یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے اور مسجد حرام میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے۔ یہ حضور کو پہچانتے نہیں تھے اور لوگوں سے حضورؐ کے بارے میں پوچھنا انہوں نے (حالات کی وجہ سے) مناسب نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ رات آگئی تو یہ وہیں لیٹ گئے تو ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا اور وہ سمجھ گئے کہ یہ پردیسی مسافر ہیں۔ حضرت ابوذرؓ حضرت علی کو دیکھ کر ان کے پیچھے ہو لیے (حضرت علی نے ان کی میزبانی کی) لیکن دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے کچھ نہ پوچھا اور یونہی صبح ہوگئی۔ وہ اپنا مشکیزہ اور زاد سفر لے کر پھر مسجد حرام آگئے اور سارا دن وہاں ہی رہے۔ حضورؐ نے ان کو نہ دیکھا یہاں تک کہ شام ہوگئی یہ اپنے لیٹنے کی جگہ واپس آئے۔ حضرت علی کا ان کے پاس سے گزر ہوا۔ انہوں نے کہا کیا اس آدمی کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ اپنا ٹھکانہ جان لے؟ حضرت علی نے ان کو اٹھایا اور ان کو اپنے ساتھ لے گئے لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے سے کچھ نہ پوچھا یہاں تک کہ تیسرا دن ہوگیا اور پھر حضرت علی نے پہلے دن کی طرح کیا اور یہ ان کے ساتھ چلے گئے پھر حضرت علی نے ان سے کہا کیا تم مجھے بتاتے نہیں ہو کہ تم یہاں کس لیے آئے ہو؟ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ میں اس شرط پر بتاؤں گا کہ تم مجھے عہد و پیمان دو کہ تم مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ گے۔ حضرت علی نے وعدہ فرمایا۔ تو حضرت ابوذرؓ نے ان کو اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ حضرت علی نے کہا کہ یہ بات حق ہے اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب صبح ہو تو تم میرے پیچھے چلنا۔ اگر میں ایسی کوئی چیز دیکھوں گا جس سے مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہوگا تو میں پیشاب کرنے کے بہانے رک جاؤں گا۔ (تم

چلتے رہنا، اگر میں چلتا رہا تو تم میرے پیچھے چلتے رہنا اور جس گھر میں میں داخل ہوں اس میں تم بھی داخل ہو جانا. چنانچہ ایسے ہی ہُوا. یہ حضرت علی کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے. اور یہ بھی ان کے ساتھ حاضرِ خدمت ہو گئے. انہوں نے حضورؐ کی بات سُنی اور اسی جگہ مسلمان ہو گئے. حضورؐ نے ان سے فرمایا اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ اور انہیں ساری بات بتاؤ. (اور تم وہاں ہی رہو) یہاں تک کہ میں تمہیں حکم بھیجوں حضرت ابو ذرؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کلمۂ توحید کا کافروں کے بیچ میں پورے زور سے اعلان کروں گا. چنانچہ وہاں سے چل کر مسجدِ حرام آئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

یہ سُن کر مشرکین کھڑے ہوئے اور ان کو اتنا مارا کہ ان کو لٹا دیا. اتنے میں حضرت عبّاس آ گئے اور وہ (ان کو بچانے کے لئے) ان پر لیٹ گئے اور انہوں نے کہا تمہارا ناس ہو کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور ملکِ شام کا تمہارا تجارتی راستہ اسی قبیلہ کے پاس سے گزرتا ہے اور حضرت عبّاس نے ان کو کافروں سے چھڑا لیا. اگلے دن حضرت ابو ذرؓ نے پھر ویسے ہی کیا. چنانچہ پھر کافروں نے ان پر حملہ کیا اور ان کو مارا. اور پھر حضرت عبّاس (بچانے کے لئے) ان پر لیٹ گئے[1]

امام بُخاری نے حضرت ابنِ عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما کی روایت میں یوں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اعلان کیا اے جماعت قریش سُن لو.

اِنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

کافروں نے کہا پکڑو اس بے دین کو. چنانچہ وہ سب کھڑے ہو کر مجھے مارنے لگے اور مجھے اتنا مارا گیا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا. حضرت عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ میری مدد کو آئے اور میرے اُوپر لیٹ گئے اور کافروں کی طرف مُتوجہ ہو کر کہا تمہارا ناس ہو. تم غفار کے آدمی کو مارنے لگے ہو. حالانکہ تمہاری تجارت کا راستہ اور تمہاری گزرگاہ غفار کے پاس سے ہے. چنانچہ لوگ مجھے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے. جب اگلا دن ہُوا تو میں

[1] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۵۴۴)

نے بلند آواز سے پہلے دن کی طرح پھر کلمۂ شہادت (کافروں کے بیچ میں) پڑھا۔ پھر کافروں نے کہا پکڑو اس بے دین کو۔ چنانچہ اس دن بھی میرے ساتھ وُہی سلوک ہُوا جو اس سے پہلے دن ہوا تھا۔ اور پھر حضرت عباسؓ میری مدد کو آئے اور مجھ پر لیٹ گئے اور کافروں سے وہی بات کہی جو انہوں نے پہلے دن کہی تھی[1]

امام مُسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ اور طرح سے بیان کیا ہے جس میں یہ ہے کہ میرا بھائی گیا۔ اور وہ مکہ پہنچا۔ پھر مجھ سے واپس آکر کہا کہ میں مکہ گیا تھا وہاں میں نے ایک آدمی دیکھا جسے لوگ بے دین کہتے تھے۔ ان کی شکل و صورت آپ سے بہت زیادہ ملتی ہے۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں مکہ گیا وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو ان کا نام لے رہا تھا۔ میں نے پوچھا وہ بے دین آدمی کہاں ہے؟ یہ سن کر وہ آدمی میرے بارے میں چیخ چیخ کر کہنے لگا یہ بے دین ہے، یہ بے دین ہے۔ لوگوں نے مجھے پتھروں سے اتنا مارا کہ میں پتھر کے سُرخ بُت کی طرح سے ہوگیا۔ (جاہلیت کے زمانے میں کافر جانور ذبح کر کے بُتوں پر خون ڈالا کرتے تھے۔ میں اس بُت کی طرح لہولہان ہوگیا) چنانچہ میں کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان چھپ گیا اور پندرہ دن رات اس میں یونہی چھپا رہا۔ میرے پاس آب زمزم کے علاوہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں (ایک دن) آئے۔ میری ان سے ملاقات ہوئی اور اللہ کی قسم! سب سے پہلے میں نے آپ کو اسلامی طریقہ کے مطابق سلام کیا اور میں نے کہا یارسُول اللہ! السلام علیک آپ نے فرمایا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا بنو غفار کا ایک آدمی ہوں۔ آپ کے ساتھی (حضرت ابوبکرؓ) نے کہا مجھے آج رات ان کو اپنا مہمان بنانے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے گھر لے گئے جو مکہ کے نچلے حصہ میں تھا۔ انہوں نے مجھے چند مُٹھی کشمش لاکر دی۔ پھر میں اپنے بھائی کے پاس آیا اور میں نے اسے بتایا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ اس نے کہا میں بھی تمہارے دین پر ہوں۔ پھر ہم دونوں اپنی والدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں تم دونوں کے دین پر ہوں۔ پھر میں

---

[1] عند البخاری (ج ۱ ص ۵۰۰)

نے اپنی قوم کو جا کر دعوت دی۔ ان میں سے بعض لوگوں نے میری تابعداری کی اور وہ مسلمان ہو گئے[1]

حضرت ابُو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گیا۔ آپ نے مجھے اسلام سکھایا۔ اور میں نے کچھ قرآن بھی پڑھ لیا۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے دین کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے بارے میں خطرہ ہے کہ تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ میں نے کہا چاہے مجھے قتل کر دیا جائے لیکن میں یہ کام ضرور کروں گا آپ خاموش ہو گئے۔ مسجد حرام میں قریش حلقے لگا کر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے میں نے وہاں جا کر زور سے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ سنتے ہی وہ تمام حلقے ٹوٹ گئے اور وہ لوگ کھڑے ہو کر مجھے مارنے لگے اور مجھے سرخ بُت کی طرح بنا کر چھوڑا۔ اور ان کا یہ خیال تھا کہ وہ مجھے قتل کر چکے ہیں۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو میں حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آپؐ نے میرا یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرے دل کی چاہت تھی جسے میں نے پورا کر لیا ہے۔ میں حضورؐ کے پاس ٹھہر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ اور جب تمہیں ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو پھر میرے پاس آ جانا[2] ایک روایت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ گیا تو وادی (مکہ) کے تمام لوگ مجھ پر ہڈیاں اور ڈھیلے لے کر ٹوٹ پڑے اور مجھے اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہو کر گر گیا۔ جب مجھے ہوش آیا اور میں اُٹھا تو میں نے دیکھا کہ میں پتھر کے سرخ بُت کی طرح سے (لہولہان) ہوں[3]

حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی بیوی حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ مسلم من طریق عبداللہ بن الصامت۔ [2] اخرجہ الطبرانی نحو ہذا مطولا وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۵۸) من طریق ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ [3] اخرجہ ایضا ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۵۹) واخرجہ الحاکم ایضا (ج ۳ ص ۳۳۸) بطرق مختلفۃ۔

کو مسجدِ کوفہ میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے سے پہلے) مجھے اسلام لانے کی وجہ سے باندھ رکھا تھا[1] بخاری میں حضرت قیس کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر تم مجھے اس وقت دیکھتے جس وقت حضرت عمر مسلمان نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے مجھے اور اپنی بہن کو باندھ رکھا تھا[2]

حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے باہر نکلے انہیں بنو زُہرہ کا ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میرا ارادہ ہے کہ (نَعُوذُ بِاللہِ مِنْ ذٰلِکَ) میں مُحَمَّد (عَلَیْہِ السّلام) کو قتل کر دوں۔ اس نے کہا اگر تم مُحَمَّد (عَلَیْہِ السّلام) کو قتل کر دوگے تو بنو ہاشم اور بنو زُہرہ سے کیسے بچو گے؟ حضرت عمر نے اس سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو بھی بے دین ہو چکا ہے اور جس دین پر تو تھا اُس کو تُو چھوڑ چکا ہے۔ اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے بھی زیادہ عجیب بات نہ بتاؤں؟ حضرت عمر نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں بے دین ہو چکے ہیں اور جس دین پر تم ہو اس کو وہ دونوں چھوڑ چکے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عمر غُصّہ میں بھر گئے اور (اپنی بہن کے گھر کو) چل دیئے جب وہ بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے تو وہاں مہاجرین میں سے حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت خُبّاب نے حضرت عمر کی آہٹ سُنی تو وہ گھر کے اندر چھُپ گئے۔ حضرت عمر نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا کہ یہ پست آواز کیا تھی جو میں نے تمہارے پاس سے سُنی۔ وہ لوگ سورت طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ ان دونوں نے کہا، ہم آپس میں بات کر رہے تھے اور کچھ نہیں تھا۔ حضرت عمر نے کہا شاید تم دونوں بھی (اس نبی کی طرف) مائل ہو گئے ہو۔ تو ان کے بہنوئی نے ان سے کہا اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ سُنتے ہی حضرت عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹے اور ان کو بہت بُری طرح سے روندا۔ ان کی بہن ان کو اپنے خاوند سے ہٹانے کے لیئے آئیں تو اپنی بہن کو حضرت عمر نے اس زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا۔ ان

---

[1] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۵۴۵) [2] عند البخاری (ج ۱ ص ۵۴۶)

کی بہن کو بھی غصہ آ گیا۔ انہوں نے غصہ سے کہا اے عمر! اگر حق تمہارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو پھر؟ اور انہوں نے (بلند آواز سے) کلمہ شہادت ؛
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ پڑھا جب حضرت عمر مایوس ہو گئے تو کہا مجھے بھی وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اسے پڑھوں اور حضرت عمر کتاب پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان کی بہن نے کہا تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اس لئے کھڑے ہو کر یا تو غسل کر و یا وضو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر وضو کیا۔ پھر حضرت عمر نے اس کتاب کو لے کر سورت طٰہٰ کو پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچ گئے۔
اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾ تو حضرت عُمر نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ محمدؐ (علیہ السلام) کہاں ہیں؟ جب حضرت خبابؓ نے حضرت عمر کی یہ بات سُنی تو وہ گھر کے اندر سے باہر آئے اور کہا کہ اے عمر! تمہیں بشارت ہو، حضورؐ نے جمعرات کی رات میں یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عُمر بن خطّاب یا عَمرو بن ہشام (ابوجہل) کے (مسلمان ہونے کے) ذریعہ سے عزّت عطا فرما۔ مجھے اُمید ہے کہ حضورؐ کی یہ دعا تمہارے حق میں قبول ہوئی ہے۔ اس وقت حضورؐ اس گھر میں تھے جو صفا پہاڑ کے دامن میں تھا۔ حضرت عمر یہاں سے چل کر اس گھر (دارِ ارقم) میں پہنچے۔ اس وقت گھر کے دروازے پر حضرت حمزہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اور حضورؐ کے کچھ صحابہؓ موجود تھے۔ جب حضرت حمزہ نے دیکھا کہ ان کے ساتھی حضرت عمر کے آنے سے خوف محسوس کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا ہاں یہ عمر ہے۔ اگر اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو یہ مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے اور اگر اللہ کا اس کے علاوہ کسی اور بات کا ارادہ ہے تو ان کو قتل کرنا ہمارے لئے آسان بات ہے۔ اس وقت حضورؐ گھر کے اندر تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ چنانچہ (وحی نازل ہونے کے بعد) حضورؐ باہر حضرت عمر پاس تشریف لائے اور ان کے گریبان اور تلوار کے پرتلے کو پکڑ کر فرمایا کیا تم باز آنے والے نہیں ہو اے عمر! (اسی کا انتظار کر رہے ہو کہ) اللہ تعالیٰ تم پر وہی ذلّت اور سزا نازل کر دے جو اس نے وَلید بن مُغیرہ پر نازل کی ہے۔ اے اللہ! یہ عمر بن خطّاب ہے۔ اے اللہ! عُمر بن خطّاب کے ذریعہ دین کو عزّت عطا فرما حضرت

عمرنے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں اور وہ مسلمان ہو گئے (مسلمان ہونے کے بعد) انہوں نے کہا یا رسُولَ اللہ! آپ باہر (مسجدِ حرام کو نماز پڑھنے کے لیئے) تشریف لے چلیں [1]

حضرت ثَوبان رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! عمر بن خطّاب کے ذریعہ دین کو عزت عطا فرما۔ اس رات کے شروع کے حِصّہ میں حضرت عمر کی بہن۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ ۝۱

پڑھ رہی تھیں حضرت عمر نے ان کو اتنا مارا کہ انہیں یہ گمان ہُوا کہ انہوں نے اپنی بہن کو قتل کر ڈالا ہے۔ جب صبح تہجد کے وقت حضرت عمر اُٹھے تو انہوں نے اپنی بہن کی آواز سُنی جو کہ

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ ۝۱

پڑھ رہی تھیں تو حضرت عمر نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو یہ شعر ہے اور نہ یہ سمجھ میں نہ آنے والا پست کلام ہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے چل کر حُضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دروازے پر حضرت بلال رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو پایا۔ انہوں نے دروازے کو کھٹکھٹایا (یا دھکا دیا) حضرت بلال نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت عمر نے کہا عُمر بن خطّاب ہے۔ حضرت بلال نے کہا ذرا ٹھہرو میں تمہارے لیئے رسُول اللہ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے اجازت لے لوں۔ حضرت بلال نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ عمر دروازے پر ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا عمر کے ساتھ خیر کا ارادہ ہے تو وہ اسے دین میں داخل کر دیں گے۔ آپ نے حضرت بلال سے کہا دروازہ کھول دو (انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ حضور باہر تشریف لائے) اور حُضورؐ نے حضرت عمر کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر زور سے ہلایا اور فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ تم کس لیئے آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ میرے سامنے پیش کریں آپ نے فرمایا تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ لَہٗ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمّد (علیہ السلام) اس کے بندے اور رسُول ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر اسی جگہ مسلمان ہو گئے

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۹۱) کذا فی العینی (ج ۸ ص ۶۸)، وذکرہ ابن اسحاق بہذا السیاق مطولاً کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۸۱)

اور عرض کیا (یا رسول اللہ) باہر تشریف لے چلیں۔[1]

حضرت عمرؓ کے غلام اسلم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اپنے اسلام لانے کا شروع کا قصہ بیان کروں؟ ہم نے کہا جی ہاں انہوں نے فرمایا میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی کرنے والا تھا۔ ایک مرتبہ میں سخت گرم دن میں مکّہ کے ایک راستہ پر چلا جا رہا تھا کہ مجھے قریش کے ایک آدمی نے دیکھ لیا اور اس نے مجھ سے پوچھا اے خطاب کے بیٹے کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا اس آدمی (یعنی حضورؐ) کے پاس (قتل کرنے کی نیت سے) جانے کا ارادہ ہے اس آدمی نے کہا کہ (محمد علیہ السلام کی) یہ بات تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکی ہے اور تم یہ کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا یہ کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن اس آدمی کے پاس جا چکی ہے (اور ان کے دین میں داخل ہو چکی ہے) چنانچہ میں غصہ میں بھرا ہوا واپس لوٹا اور میں نے بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی ایسا آدمی مسلمان ہوتا جس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو ایسے ایک یا دو آدمی ایسے شخص کے حوالے کر دیتے جو ان کا خرچ برداشت کرے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے صحابہؓ میں سے دو آدمی میرے بہنوئی کے حوالے کر رکھے تھے۔ جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عمر بن خطاب۔ وہ لوگ اپنے ہاتھ میں کتاب (یعنی قرآن شریف) لیئے ہوئے پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے میری آواز سنی تو کھڑے ہو کر گھر میں چھپ گئے اور وہ صحیفہ وہاں ہی رہ گیا۔ جب میری بہن نے دروازہ کھولا تو میں نے کہا او اپنی جان کی دشمن! تو بے دین ہو گئی ہے اور ایک چیز اٹھا کر میں نے اس کے سر پر ماردی میری بہن رونے لگی اور اس نے کہا اے خطاب کے بیٹے جو تو نے کرنا ہے کر لے۔ میں تو مسلمان ہو چکی ہوں۔ چنانچہ میں اندر گیا اور تخت پر بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ دروازے کے بیچ میں ایک صحیفہ پڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ صحیفہ یہاں کیسا؟ تو میری بہن نے مجھ سے کہا اے خطاب کے بیٹے اپنے سے اسے دور رکھو۔ کیونکہ تم غسلِ جنابت نہیں کرتے ہو اور

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۶۲) وفیہ یزید بن ربیعۃ وہو متروک وقال ابن عدی ارجوانہ لا باس بہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہٰی۔

پاکی حاصل نہیں کرتے ہو اور اسے صرف پاک لوگ ہاتھ لگا سکتے ہیں لیکن میں اصرار کرتا رہا آخر میری بہن نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا اس کے بعد مُسند بزار میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے اور اس کے بعد ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مُفصّل ذکر ہے[1]

حضرت عثمان بن مَظعُون رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مَظعُون رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے دیکھا کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ تو تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں اور وہ خود ولید بن مُغیرہ کی امان میں آرام سے رہ رہے ہیں تو انہوں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو ایک مشرک آدمی کی پناہ میں آرام سے رہوں اور میرے ساتھی اور میرے دین والے وہ تکلیف اور اذیت اُٹھاتے رہیں جو میں نہیں اٹھا رہا ہوں یہ تو میری بہت بڑی کمی ہے چنانچہ وہ ولید بن مُغیرہ کے پاس گئے اور اس سے کہا اے ابوعبدشمس! تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دکھائی۔ میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے کیوں؟ شاید میری قوم کے کسی آدمی نے تم کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا نہیں لیکن میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی پناہ پر راضی ہوں اور اس کے علاوہ کسی اور سے پناہ نہیں لینا چاہتا ہوں ولید نے کہا تم مسجد چلو اور وہاں سب کے سامنے میری پناہ عَلَی الْاِعْلَان واپس کرو جیسے کہ مَیں نے تم کو سب کے سامنے عَلَی الْاِعْلَان اپنی پناہ میں لیا تھا۔ چنانچہ وہاں سے نکل کر دونوں مسجد (حرام) گئے۔ وہاں لوگوں سے ولید نے کہا یہ عثمان ہیں۔ میری پناہ مجھے واپس کرنے آئے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے لوگوں سے کہا یہ سچ کہہ رہے ہیں میں نے ان کو انتہائی وفادار اور اچھا پناہ دینے والا پایا ہے لیکن اَب مَیں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اور کسی کی پناہ نہ لوں۔ اس لئے میں نے ان کی پناہ ان کو واپس کر دی ہے۔ پھر حضرت عثمان وہاں سے واپس آرہے تھے کہ (عرب کے مشہور شاعر) لَبید بن رَبیعہ بن مالک بن کلاب قیسی

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۹ ص ۶۴) وفیہ اسامۃ بن زید بن اسلم وہو ضعیف انتہٰی۔

قریش کی ایک مجلس میں اپنے اشعار سنا رہے تھے تو حضرت عثمان بھی اس مجلس میں جاکر بیٹھ گئے لبید نے یہ شعر پڑھا:

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

ترجمہ: اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل اور بیکار ہے۔ حضرت عثمان نے داد دیتے ہوئے کہا تم نے ٹھیک کہا۔ پھر اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا۔

وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلُ

ترجمہ: اور ہر نعمت ضرور بالضرور ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گی۔ اس پر حضرت عثمان نے کہا تم نے غلط کہا۔ جنت کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ حضرت عثمان کی یہ بات سن کر لبید بن ربیعہ نے کہا اے جماعت قریش! تمہاری مجلس میں بیٹھنے والے کو کبھی تکلیف نہیں پہنچائی جاتی تھی۔ یہ نئی بات کب سے تم میں پیدا ہوگئی؟ (یعنی پہلے تو کبھی بھی کوئی میرے شعر پہ اعتراض نہیں کیا کرتا تھا آج یہ میرے شعر کو غلط کہنے والا کہاں سے آگیا ہے) تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ ایک بے وقوف آدمی ہے بلکہ اس کے ساتھ اور بھی چند بے وقوف آدمی ہیں جنہوں نے ہمارے دین سے علیحدگی اختیار کرلی ہے لہٰذا تم اس کی باتوں سے ناراض مت ہو۔ حضرت عثمان نے اس آدمی کی بات کا جواب دیا جس سے دونوں میں بات بڑھ گئی تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان کی آنکھ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کی آنکھ سیاہ ہوگئی اور ولید بن مغیرہ قریب ہی تھا اور جو کچھ حضرت عثمان کے ساتھ ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا اے میرے بھتیجے اللہ کی قسم! (اگر تم میری پناہ میں رہتے تو) تمہاری آنکھ کو یہ تکلیف کبھی نہ پہنچتی۔ تم تو ایک محفوظ ذمہ داری میں تھے۔ حضرت عثمان نے کہا اے ابو عبد شمس ہاں تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن اللہ کی قسم! میرا دل چاہ رہا ہے کہ اللہ کے دین کی وجہ سے میری تندرست آنکھ کو بھی وہی تکلیف پہنچے جو دوسری کو پہنچی ہے اور میں اس ذات کی پناہ میں ہوں جو بہت عزت والے اور بڑی قدرت والے ہیں۔ حضرت عثمان نے اپنی اس مصیبت زدہ آنکھ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

فَاِنْ تَكُ عَيْنِي فِي رِضَى الرَّبِّ نَالَهَا ۔۔۔ يَدَا مُلْحِدٍ فِي الدِّيْنِ لَيْسَ بِمُهْتَدِ

اگر میری آنکھ کو اللہ رب العزت کی رضامندی میں ایک ملحد بے دین اور گمراہ انسان کے ہاتھوں تکلیف پہنچی ہے (تو کیا ہوا؟)

فَقَدْ عَوَّضَ الرَّحْمٰنُ مِنْهَا ثَوَابَهُ ۔۔۔ وَمَنْ يَرْضَهُ الرَّحْمٰنُ يَا قَوْمِ يَسْعَدِ

رحمٰن نے اس آنکھ کے بدلہ میں اپنا ثواب عطا فرمایا ہے اور جسے رحمٰن راضی کرے اے قوم! وہ بڑا خوش قسمت ہے۔

فَاِنِّیْ۔ وَاِنْ قُلْتُمْ غَوِیٌّ مُّضَلَّلٌ سَفِیْہٌ۔ عَلٰی دِیْنِ الرَّسُوْلِ مُحَمَّدٖ

تم اگرچہ میرے بارے میں یہ کہتے ہو کہ میں بہکا ہوا گمراہ کیا ہوا اور بے وقوف ہوں لیکن محمد رسول اللہ (علیہ السلام) کے دین پر ہوں۔

اُرِیْدُ بِذَاکَ اللّٰہَ وَالْحَقُّ دِیْنُنَا عَلٰی رَغْمِ مَنْ یَّبْغِیْ عَلَیْنَا وَیَعْتَدِیْ

اس سے میں نے اللہ تعالیٰ (کی رضا مندی) کا ارادہ کیا ہے اور ہمارا دین بالکل حق ہے اور یہ بات میں صاف کہہ رہا ہوں چاہے یہ بات اس آدمی کو کتنی بُری لگے جو ہم پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی آنکھ کو جو تکلیف پہنچی اس کے بارے میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے:

اَمِنْ تَذَکُّرِ دَھْرٍ غَیْرِ مَاْمُوْنٍ اَصْبَحْتَ مُکْتَئِبًا تَبْکِیْ کَمَحْزُوْنٍ

جو زمانہ پر امن نہیں تھا کیا تم اس کو یاد کرکے رنجیدہ ہو رہے ہو اور غمگین آدمی کی طرح رو رہے ہو۔

اَمِنْ تَذَکُّرِ اَقْوَامٍ ذَوِیْ سَفَہٍ یَغْشَوْنَ بِالظُّلْمِ مَنْ یَّدْعُوْ اِلَی الدِّیْنِ

کیا تم ان بے وقوف لوگوں کو یاد کرکے رو رہے ہو جو دین کی دعوت دینے والوں پر ظلم ڈھاتے تھے۔

لَایَنْتَھُوْنَ عَنِ الْفَحْشَاءِ مَا سَلِمُوْا وَالْغَدْرُ فِیْھِمْ سَبِیْلٌ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ

یہ لوگ جب تک صحیح سالم رہیں فحش کاموں سے نہیں رُکتے ہیں اور ان لوگوں میں غداری کی صفت تو غیر محفوظ راستہ ہے۔

اَلَا تَرَوْنَ اَقَلَّ اللّٰہُ خَیْرَھُمْ اَنَّا غَضِبْنَا لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ

اللہ تعالیٰ ان کی خیر کو کم کر دے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم عثمان بن مظعونؓ کی وجہ سے غصہ میں آئے ہیں۔

اِذْ یَلْطِمُوْنَ۔ وَلَا یَخْشَوْنَ مُقْلَتَہٗ طَعْنًا دِرَاکًا وَضَرْبًا غَیْرَ مَاْفُوْنٍ

جب کہ وہ لوگ عثمان کی آنکھ کو نڈر ہو کر تھپڑ مار رہے تھے مسلسل چوکے مارتے

رہے اور مارنے میں کوئی کمی نہ کی۔

فَسَوْفَ يَجْزِيهِمْ إِنْ لَمْ يَمُتْ عَجِلاً كَيْلاً بِكَيْلٍ جَزَاءً غَيْرَ مَغْبُونٍ

اگر عثمان جلدی نہ بھی مرے تو بھی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برابر سرابر پورا پورا بدلہ دے گا۔ جس میں کوئی خسارہ نہ ہوگا۔[1]

ابن اسحاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ولید نے حضرت عثمانؓ سے کہا اے میرے بھتیجے اپنی سابقہ پناہ میں واپس آجاؤ۔ انہوں نے کہا نہیں۔[2]

حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت محمد عَبدری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ عنہ مکہ کے سب سے زیادہ خوبصورت نوجوان اور بھرپور جوانی والے انسان تھے اور مکہ کے جوانوں میں ان کے سر کے بال سب سے زیادہ عُمدہ تھے۔ ان کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے ان کی والدہ بہت زیادہ مالدار تھیں وہ ان کو سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ باریک کپڑا پہناتی تھیں اور یہ مکہ والوں میں سب سے زیادہ عطر استعمال کرنے والے تھے اور یہ حضرمَوت کے بنے ہوئے خاص جُوتے پہنتے تھے۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے کہ میں نے مکہ میں مُصعَب بن عُمیرؓ سے زیادہ عمدہ بال والا اور ان سے زیادہ باریک جوڑے والا اور ان سے زیادہ نازونعمت میں پلا ہُوا کوئی نہیں دیکھا۔ ان کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم دارِ اَرقم بن ابی الاَرقم میں اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ یہ حُضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہو گئے اور انہوں نے حُضورؐ کی تصدیق کی۔ وہاں سے باہر آئے تو اپنی والدہ اور قوم کے

---

[1] کذا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۳) [2] وذکر فی البدایۃ (ج ۳ ص ۹۲) قصۃ ابن مظعون عن ابن اسحاق بلا اسناد وزاد فقال لہ الولید ہلم یا ابن اخی الی جوارک فقال لا واخرجہ الطبرانی عن عروۃ مرسلا قال الہیثمی وفیہ ابن لہیعۃ (ج ۶ ص ۳۴)

ڈر سے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا اور چھپ چھپ کر حضورؐ کی خدمت میں آتے جاتے رہے ایک دن ان کو عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اس نے جا کر ان کی والدہ اور قوم کو بتا دیا۔ ان لوگوں نے ان کو پکڑ کر قید کر دیا۔ چنانچہ یہ مسلسل قید میں رہے یہاں تک کہ پہلی ہجرت کے موقع پر حبشہ چلے گئے۔ پھر جب وہاں سے مسلمان واپس آئے تو یہ بھی واپس آگئے۔ واپسی میں ان کا حال بالکل بدلا ہوا تھا۔ بڑی خستہ حالت تھی (وہ ناز و نعمت کا اثر ختم ہو چکا تھا) یہ دیکھ کر ان کی والدہ نے ان کو برا بھلا کہنا اور ملامت کرنا چھوڑ دیا۔[1]

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے ملکِ روم کی طرف ایک لشکر بھیجا جس میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے صحابہ میں سے عبداللہ بن حذافہ نامی ایک صحابی بھی تھے رَضِیَ اللہُ عَنہُ۔ ان کو رومیوں نے گرفتار کر لیا اور پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے (جس کا لقب طاغیہ تھا) اور اسے بتایا کہ یہ محمد (عَلَیہِ السّلام) کے صحابہؓ میں سے ہیں تو طاغیہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سے کہا کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ تم (اسلام چھوڑ کر) نصرانی بن جاؤ۔ اور میں تمہیں اپنے ملک اور سلطنت میں شریک کر لوں؟ (یعنی آدھا ملک میں تمہیں دے دوں گا) حضرت عبداللہ نے فرمایا اگر تم مجھے محمد صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے دین کو پلک جھپکنے جتنی دیر کے لئے چھوڑنے پر اپنا سارا ملک بھی دے دو اور عربوں کا ملک بھی دے دو تو میں پھر بھی تیار نہیں ہوں۔ تو اس طاغیہ نے کہا پھر تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے کہا تم جو چاہے کرو چنانچہ اس کے حکم دینے پر ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا اس نے تیر اندازوں سے کہا کہ اس طرح تیر ان پر چلاؤ کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کے پاس سے تیر گزریں (جس سے یہ مرنے نہ پائیں اور خوفزدہ ہو جائیں) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اب بادشاہ نے ان پر عیسائیت کو پھر پیش کیا لیکن یہ انکار کرتے رہے۔

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۲)

پھر اس کے حکم دینے پر ان کو سُولی سے اُتارا گیا۔ پھر اس بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی جس میں پانی ڈال کر اس کے نیچے آگ جلائی گئی (اور وہ پانی گرم ہو کر کھولنے لگا) پھر اس نے دو مسلمان قیدی بلوائے اور ان میں سے ایک مسلمان کو (زندہ ہی) اس کھولتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا (یہ خوفناک منظر حضرت عبداللہ کو دکھا کر) اس بادشاہ نے ان پر پھر نصرانیت کو پیش کیا لیکن انہوں نے پھر انکار کیا۔ اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو (زندہ) دیگ میں ڈال دیا جائے جب سپاہی ان کو (دیگ کی طرف) لے کر جانے لگے تو یہ رو پڑے۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ اب تو دہ رو پڑے ہیں۔ وہ سمجھا کہ اب یہ (موت سے) گھبرا گئے ہیں چنانچہ اس نے کہا انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ چنانچہ ان کو واپس لایا گیا۔ اب بادشاہ نے پھر ان پر نصرانیت کو پیش کیا۔ انہوں نے پھر انکار کیا۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ اچھا تم کیوں روئے تھے؟ انہوں نے فرمایا میں اس لئے رویا تھا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تجھے اب اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تو ختم ہو جائے گا میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے جسم میں جتنے بال ہیں اتنی میرے پاس جانیں ہوں اور ہر جان کو اللہ کے دین کی وجہ سے اس دیگ میں ڈالا جائے (میں تو اس وجہ سے رو رہا تھا کہ میرے پاس بس ایک ہی جان ہے) اس طاغیہ بادشاہ نے (ان کے اس جواب سے متاثر ہو کر) کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم میرے سر کا بوسہ لے لو اور میں تمہیں چھوڑ دوں؟ تو حضرت عبداللہ نے اس سے کہا کہ میرے ساتھ باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دو گے؟ بادشاہ نے کہا ہاں باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دوں گا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا یہ اللہ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن ہے۔ میں اس کے سر کا بوسہ لوں گا۔ یہ مجھے اور تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دے گا (اس سے تو سارے مسلمانوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ میرا دل تو اس کام کو نہیں چاہ رہا ہے لیکن میں مسلمانوں کے فائدے کے لئے کر لیتا ہوں) چلو اس میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ بادشاہ کے قریب جا کر انہوں نے اس کے سر کا بوسہ لیا۔ بادشاہ نے سارے قیدی ان کے حوالے کر دیئے۔ یہ ان سب کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ کو سارے حالات بتائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عبداللہ بن حُذافہ کے سر کا بوسہ لے اور سب سے پہلے میں لیتا ہوں چنانچہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر ان کے سر کا بوسہ لیا (تاکہ اللہ کے دشمن کو چومنے کی جو

ناگواری حضرت عبداللہ کے دل میں تھی وہ دُور ہوجائے[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سختیاں برداشت کرنا

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو اتنی زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے جن کی وجہ سے صحابہؓ دین کے چھوڑنے میں معذور قرار دیئے جاتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ مارتے بھی اور ان کو بھوکا اور پیاسا بھی رکھتے حتیٰ کہ کمزوری کی وجہ سے مسلمان سیدھا نہ بیٹھ سکتے۔ اور جو شرکیہ کلمات وہ مسلمانوں سے کہلوانا چاہتے مسلمان (مجبور ہو کر جان بچانے کے لئے) کہہ دیتے۔ وہ مشرک کسی مسلمان سے یوں کہتے کہ لات و عزّیٰ بھی اللہ کے علاوہ معبود ہیں یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا ہاں ہیں اور گندگی کا کیڑا ان کے پاس سے گزرتا تو وہ کسی مسلمان سے کہتے کہ کیا اللہ کے علاوہ یہ کیڑا تیرا معبود ہے یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا۔ ہاں ہے۔ چونکہ وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اس وجہ سے مسلمان اپنی جان بچانے کے لئے یہ کہہ دیا کرتے تھے[2]

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ مدینہ آئے اور انصار نے ان کو اپنے ہاں رہنے کی جگہ دی تو سارے عرب والوں نے ان پر ایک کمان سے تیر چلائے (یعنی سارے عرب کے لوگ ان کے دشمن ہوگئے) تو مسلمانوں کو رات بھی ہتھیار لگا کر گزارنی پڑتی اور دن کو بھی ہر وقت ہتھیار لگانے پڑتے۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ کیا ہماری زندگی میں ایسا

---

[1] اخرجہ البیہقی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۶۲) قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۹۷) واخرج ابن عساکر لہٰذہ القصۃ شاہدا من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما موصولاً آخر من فوائد ہشام بن عثمان من مرسل الزہری انتہیٰ۔ [2] اخرجہ ابن اسحاق عن حکیم کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۵۹)

وقت بھی آئے گا کہ ہم امن اور اطمینان سے رات گزاریں اور ہمیں اللہ کے علاوہ کسی کا کا ڈر نہ ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ

"وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں[۱]" اور طبرانی میں یہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ مدینہ آئے اور انصار نے ان کو اپنے ہاں رہنے کی جگہ دی تو تمام عرب کے لوگوں نے ان پر ایک ہی کمان سے تیر چلائے (یعنی سارے عرب والے ان کے دشمن ہو گئے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ[۲]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے (سواریاں اتنی کم تھیں کہ) ہم چھ آدمیوں کو صرف ایک اونٹ ملا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے۔ (پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں چلنے کی وجہ سے) ہمارے پیروں میں چھالے پڑ گئے اور ہمارے پاؤں گھس گئے اور میرے دونوں پیروں میں بھی چھالے پڑ گئے اور میرے ناخن جھڑ گئے تو ہم اپنے پیروں پر پٹیاں باندھتے تھے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ ہم نے اپنے پیروں پر پٹیاں باندھی تھیں[۳]۔ ابو نعیم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ابو بُردہ راوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس حدیث کو بیان نہیں کرنا چاہتا تھا یعنی انہوں نے اپنے اس عمل کو ظاہر کرنا پسند نہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ اللہ ہی اس کا بدلہ دیں گے (کیونکہ افضل یہ ہی ہے کہ انسان اپنے نیک عمل کو لوگوں سے چھپا کر رکھے۔ البتہ اگر کوئی دینی مصلحت ہو تو پھر لوگوں کو بتائے)[۴]

---

[۱] اخرجہ ابن المنذر والطبرانی فی الاوسط والحاکم وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل وسعید بن منصور کذا فی الکنز (ج ۱ ص ۲۵۹) [۲] قال الہیثمی (ج ۷ ص ۸۳) ورجالہ ثقات [۳] اخرجہ ابن عساکر وابو یعلی کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۱۰) [۴] اخرجہ ایضاً ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۶۰) نحوہ۔

اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے بھوک برداشت کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوک برداشت کرنا

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم جتنا چاہتے ہو کھاتے پیتے ہو؟ (یعنی اپنی مرضی کے مطابق کھاتے پیتے ہو) میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کو ردی اور خراب کھجور اتنی بھی نہیں ملتی تھی کہ جس سے وہ اپنا پیٹ بھر لیں[۱]۔ امام مسلم نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو (ان کے زمانے میں) جو دنیاوی فتوحات ملیں ان کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کا سارا دن بھوک کی بے چینی میں گزر جاتا تھا آپ کو اتنی بھی ردی کھجور نہیں ملتی تھی جس سے آپ اپنا پیٹ بھر لیں[۲]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو کیا ہوا؟ (کیونکہ افضل یہ ہے کہ نماز کھڑے ہو کر پڑھی جائے اور آپ ہمیشہ افضل پر عمل کرتے ہیں) آپ نے فرمایا بھوک کی وجہ سے۔ یہ سن کر میں رو پڑا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! مت رو۔ کیونکہ جو آدمی دنیا میں ثواب کی نیت سے بھوک کو برداشت کرے گا۔ قیامت کے دن اس کے ساتھ حساب میں سختی نہیں کی جائے گی[۳]۔

---

[۱] اخرجہ مسلم والترمذی [۲] کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۴) واخرجہ ایضاً الامام احمد والطیالسی وابن سعد وابن ماجہ و ابو عوانۃ وغیرہم کما فی الکنز (ج ۴ ص ۴۰) [۳] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ والخطیب وابن عساکر وابن النجار کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے ایک رات ہمارے ہاں بکری کی ایک ٹانگ بھیجی۔ میں نے اس ٹانگ کو پکڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ٹکڑے کئے یا حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضورؐ نے پکڑا اور میں نے ٹکڑے کئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ جس سے بھی یہ حدیث بیان کرتیں اس سے یہ بھی فرماتیں کہ یہ کام چراغ کے بغیر ہوا[1] طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا اے اُمّ المومنین! (کیا یہ کام) چراغ کی روشنی میں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا اگر ہمارے پاس چراغ جلانے کے لئے تیل ہوتا تو ہم اسے کھا لیتے[2] ابویعلیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کئی چاند ایسے گزر جاتے تھے کہ نہ کسی گھر میں چراغ جلایا جاتا اور نہ آگ۔ اگر انہیں تیل مل جاتا تو اسے اپنے جسم پر لگا لیتے اور اگر چربی مل جاتی تو اسے کھا لیتے[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر ایک چاند گزر جاتا پھر دوسرا چاند گزر جاتا اور حضورؐ کے کسی بھی گھر میں کچھ آگ نہ جلائی جاتی نہ روٹی کے لئے اور نہ سالن کے لئے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ! پھر وہ کس چیز پر گزارہ کیا کرتے تھے؟ فرمایا دو کالی چیزوں پر یعنی کھجور اور پانی پر۔ ہاں حضورؐ کے پڑوسی انصار تھے اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء عطا فرمائے۔ ان کے پاس دودھ والے جانور ہوتے تھے جن کا کچھ دودھ وہ حضورؐ کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے تھے[4]

حضرت عُروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں اے میرے بھانجے! اللہ کی قسم! ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا، پھر تیسرا۔ دو مہینوں میں تین چاند دیکھ لیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ بالکل نہ جلائی جاتی۔

---

[1] اخرجہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح [2] کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۵) واخرجہ ایضاً ابن جریر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۳۸) [3] کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۴) قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۵) رواہ ابویعلی وفیہ عثمان بن عطاء الخراسانی وھو ضعیف وقد وثقہ دحیم وبقیۃ رجالہ ثقات [4] عند احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۵) اسنادہ حسن ورواہ البزار کذلک انتہی۔

میں نے کہا۔ اے خالہ جان! پھر آپ لوگوں کا گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا، دو کالی چیزوں پر کھجور اور پانی پر۔ البتہ حضورؐ کے پڑوسی انصار تھے جن کے پاس دودھ والے جانور تھے۔ وہ ان کا دودھ حضورؐ کے پاس بھیج دیا کرتے۔ جو حضورؐ ہمیں پلادیا کرتے[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم چالیس چالیس دن اس طرح گزار لیا کرتیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ آگ جلاتیں اور نہ کچھ اور۔ میں نے کہا آپ لوگ کس چیز پہ گزارہ کرتے؟ انہوں نے کہا دو کالی چیزوں پر یعنی کھجور اور پانی پر اور دودھ بھی جب میسر آجاتیں[2]۔ حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرے لئے کھانا منگایا اور فرمایا میں جب بھی پیٹ بھر لیتی ہوں اور رونا چاہوں تو روسکتی ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا مجھے وہ حال یاد آجاتا ہے جس حال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کو چھوڑا تھا۔ اللہ کی قسم! آپ نے کبھی بھی ایک دن میں روٹی اور گوشت دو مرتبہ پیٹ بھر کر نہیں کھایا[3]۔ حضرت ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ آنے سے لے کر انتقال کے وقت تک کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن مسلسل گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ ابن جریر نے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے حضورؐ کے انتقال تک کبھی بھی دو دن مسلسل جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ ابن جریر نے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اور آپ کو دو کالی چیزیں یعنی کھجور اور پانی پیٹ بھر کر نہیں ملیں[4]۔ بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ اگر ہم چاہتے تو ہم بھی پیٹ بھر کر کھاتے لیکن آپ دوسروں کو کھلا دیا کرتے[5]

---

[1] اخرجه الشیخان کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۵) واخرجه ایضاً ابن جریر نحوه واخرجه احمد باسناد حسن والبزار عن ابی ہریرة رضی اللہ عنه بمعناه کما فی المجمع (ج ۱۰ ص ۳۱۵) [2] اخرجه ابن جریر ایضاً کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۸) [3] اخرجه الترمذی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۸) [4] کما فی الکنز (ج ۴ ص ۳۸) [5] کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۹)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی لنگی میں چمڑے کا پیوند لگا لیا کرتے اور آپ نے انتقال تک کبھی تین دن تک صبح اور شام کا کھانا مسلسل نہیں کھایا[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر نہیں کھایا اور آپ نے کبھی باریک چپاتی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے کبھی بھی بھنی ہوئی بکری نہیں دیکھی[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے مسلسل کئی راتیں بھوکے ہی گزار دیتے۔ انہیں رات کا کھانا نہ ملتا تھا اور ان کی روٹی بھی اکثر جَو کی ہوتی تھی[3] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے حضرت ابو ہریرہ کو بلایا انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ نے کبھی پیٹ بھر کر جَو کی روٹی نہیں کھائی تھی[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یہ پہلا کھانا ہے جسے تمہارے والد تین دن کے بعد کھا رہے ہیں۔ طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ حضرت فاطمہ نے عرض کیا یہ ٹکیہ میں نے پکائی تھی۔ مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں اسے اکیلے ہی کھالوں اس لئے میں آپ کے پاس یہ ٹکڑا لے آئی۔ پھر آپ نے وہ ارشاد فرمایا جو پہلے گزرا ہے[5] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گرم کھانا لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! میرے پیٹ میں اتنے اتنے دنوں سے گرم کھانا نہیں گیا تھا[6]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت

---

[1] اخرجہ ابن ابی الدنیا مرسلا [2] عند البخاری کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۳) [3] اخرجہ الترمذی وصححہ [4] عند الترمذی والبخاری کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۸، ۱۵۱) [5] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۲) بعد ما ذکرہ عن احمد والطبرانی۔ ورجالہما ثقات [6] عند ابن ماجۃ باسناد حسن والبیہقی باسناد صحیح کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۴۹)

سے لے کر انتقال تک کبھی میدہ نہیں دیکھا حضرت سہل سے پوچھا گیا کہ کیا حضورؐ کے زمانہ میں آپ لوگوں کے پاس چھلنی ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ حضورؐ نے اپنی بعثت سے لے کر انتقال تک کبھی چھلنی نہیں دیکھی تھی۔ تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ جَو کا آٹا بغیر چھانے ہوئے کیسے کھا لیتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم جَو کو پیس کر اس پر پھونک مارتے۔ جو اُڑنا ہوتا وہ اُڑ جاتا۔ باقی کو ہم گوندھ لیتے [1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر تھوڑی بہت بھی جَو کی روٹی نہیں بچتی تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے دسترخوان اُٹھایا گیا ہو۔ اور اس پر کھانا بچا ہُوا ہو [2]

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور (بھوک کی وجہ سے ہم لوگوں نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا چنانچہ) ہم نے کپڑا ہٹا کر اپنا اپنا پیٹ دکھایا تو ہر ایک کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ تو حضورؐ نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو آپ کے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے [3]

حضرت ابن بجیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضورؐ کو سخت بھوک لگی۔ حضورؐ نے ایک پتھر اُٹھا کر اسے اپنے پیٹ پر باندھ لیا۔ پھر آپ نے فرمایا غور سے سنو! بہت سے لوگ دنیا میں خوب کھانا کھا رہے ہیں اور اچھی زندگی گزار رہے ہیں لیکن یہ لوگ قیامت کے دن بھوکے اور ننگے ہوں گے۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ (دنیا میں اپنی خواہشات پر چل کر بظاہر) اپنا اکرام کر رہے ہیں لیکن (حقیقت میں) وہ اپنی توہین کر رہے ہیں (کہ قیامت کے دن وہ رُسوا اور ذلیل ہوں گے)، غور سے سنو! بہت سے لوگ (دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چل کر بظاہر) اپنی توہین کر رہے ہیں لیکن (حقیقت میں) وہ اپنا اکرام کر رہے ہیں (کہ قیامت کے دن ان کو راحت اور عزت ملے گی) [4]

---

[1] اخرجہ البخاری کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۳) [2] اخرجہ الطبرانی باسناد حسن کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۱)، قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۳) ورواہ البزار ببعضہ [3] اخرجہ الترمذی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۵۶)، [4] اخرجہ ابن ابی الدنیا کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۲۲) واخرجہ ایضاً الخطیب وابن مندہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (جانے کے بعد) اس امت میں سب سے پہلے جو مصیبت پیدا ہوئی وہ پیٹ بھرنا ہے کیونکہ جب کوئی قوم پیٹ بھر کر کھاتی ہے تو ان کے بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور ان کے دل کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کی خواہشات بے قابو ہو جاتی ہیں[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی بھوک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں گھر سے مسجد کی طرف چلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا اے ابوبکر! اس وقت آپ گھر سے باہر کیوں آئے؟ حضرت ابوبکر نے کہا صرف اس وجہ سے آیا ہوں کہ سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! میں بھی صرف اسی وجہ سے آیا ہوں۔ ابھی یہ دونوں آپس میں بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر ان دونوں حضرات کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا اس وقت تم دونوں گھر سے باہر کیوں آئے؟ دونوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم صرف اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں بھی صرف اسی وجہ سے گھر سے باہر آیا ہوں۔ چلو تم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات تشریف لے گئے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے اور حضرت ابو ایوب حضورؐ کے لیئے کھانا یا دودھ بچا کر رکھا کرتے تھے۔ اس دن حضورؐ کو ان کے ہاں آنے میں دیر ہو گئی اور جس وقت روزانہ آیا کرتے تھے اس وقت نہ آ سکے۔ تو حضرت ابو ایوب وہ کھانا اپنے گھر والوں کو کھلا کر اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کرنے چلے گئے تھے۔ جب یہ حضرات ان کے دروازے پر پہنچے تو ان کی بیوی نے باہر نکل کر ان حضرات کا استقبال کیا اور کہا خوش آمدید ہو

---

[1] اخرجہ البخاری فی کتاب الضعفاء وابن ابی الدنیا فی کتاب الجوع کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۰۴)

اللہ کے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ان کے ساتھ آنے والوں کو۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا ابوایوب کہاں ہیں؟ حضرت ابوایوب اپنے باغ میں کام کر رہے تھے وہاں سے انہوں نے حضورؐ کی آواز کو سنا تو دوڑتے ہوئے آئے اور کہا خوش آمدید ہو اللہ کے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ان کے ساتھ آنے والوں کو۔ اے اللہ کے نبی! یہ وہ وقت نہیں ہے جس میں آپ آیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ چنانچہ وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر لائے جس میں خشک اور تر اور گدر (نیم پختہ) تینوں قسم کی کھجوریں تھیں حضورؐ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ ہمارے لئے چن کر صرف خشک کھجور لاتے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرا دل یہ چاہا کہ آپ خشک اور تر اور گدر تینوں قسم کی کھجور کھائیں اور ابھی آپ کے لئے میں کوئی جانور بھی ذبح کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم نے ذبح کرنا ہی ہے تو دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔ حضرت ابوایوب نے سال یا سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ تم ہمارے لئے آٹا گوندھ کر روٹی پکاؤ۔ کیونکہ تم روٹی پکانا اچھی طرح جانتی ہو اور حضرت ابوایوب نے بکری کے اس بچہ کے آدھے گوشت کا سالن بنایا اور آدھے کو بھون لیا۔

جب کھانا تیار ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رکھا گیا۔ تو آپ نے تھوڑا سا گوشت روٹی پہ رکھ کر حضرت ابوایوب سے کہا اسے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس پہنچا دو۔ کیونکہ بہت دنوں سے انہیں ایسا کھانا نہیں ملا۔ حضرت ابوایوب وہ لے کر حضرت فاطمہ کے پاس گئے۔ جب یہ حضرات کھا چکے اور سیر ہو گئے تو حضورؐ نے فرمایا روٹی اور گوشت اور خشک کھجور اور تر کھجور اور گدر کھجور اور یہ کہہ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور پھر یہ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ یہ بات آپ کے صحابہؓ کو بڑی بھاری معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا لیکن جب تمہیں ایسا کھانا ملے اور تم اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو۔ اور جب تم سیر ہو جاؤ تو یہ دعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھُوَ اَشْبَعَنَا وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا فَاَفْضَلَ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں خوب دیا۔ تو یہ دعا اس کھانے کا بدلہ ہو جائے گی (اور اب اس کھانے کے بارے میں

قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا) جب آپ وہاں سے اُٹھے تو حضرت اَبُو اَیُوب کو فرمایا کہ کل ہمارے پاس آنا۔ آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جو بھی آپ کے ساتھ بھلائی کرتا آپ اسے اس کا بدلہ دینا پسند فرماتے۔ حضرت اَبُو اَیوبؓ نے حُضورؐ کی یہ بات نہ سُنی۔ تو حضرت عُمرؓ نے ان سے کہا کہ حُضورؐ تمہیں کل اپنے پاس آنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اگلے دن حُضورؐ کی خدمت میں آئے۔

حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو اپنی باندی دے دی اور فرمایا اے اَبُو اَیُوب اس کے ساتھ اچھا سُلوک کرنا کیونکہ یہ جب تک ہمارے پاس رہی ہے ہم نے اس میں خیر ہی دیکھی ہے۔ حضرت اَبُو اَیوب جب اس باندی کو حُضورؐ کے ہاں سے لے آئے تو فرمایا کہ حُضورؐ کی اس وصیت کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ میں اسے آزاد کر دوں چنانچہ اسے آزاد کر دیا[1]

حضرت ابنِ عَبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہما نے حضرت عُمر بن خَطّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک دن حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دوپہر کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو آپ نے مسجد میں پایا تو آپ نے فرمایا تم اس وقت گھر سے باہر کیوں آئے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ! جس وجہ سے آپ آئے ہیں۔ پھر حضرت عُمر بن خطّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آگئے حُضورؐ نے فرمایا اے ابنِ خطّاب! تم گھر سے باہر کیوں آئے؟ انہوں نے عرض کیا جس وجہ سے آپ دونوں آئے ہیں۔ پھر حضرت عُمر بھی بیٹھ گئے اور حُضورؐ ان دونوں حضرات سے بات کرنے لگ گئے پھر آپ نے فرمایا کیا تم دونوں میں اتنی ہمت ہے کہ کھجوروں کے اس باغ تک چلے چلو۔ وہاں تمہیں کھانا اور پانی اور سایہ مل جائے گا؟ پھر آپ نے فرمایا آؤ اَبُو الہَیثَم بن تَیہان انصاری کے گھر چلتے ہیں اس کے بعد آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے[2]۔ حافظ مُنذِری نے جلد ۵ صفحہ ۱۶۷ پر فرمایا ہے کہ بظاہر یہ قصہ ایک مرتبہ حضرت اَبُو الہَیثَم کے ساتھ پیش آیا ہے اور ایک مرتبہ حضرت

---

[1] اخرجہ الطبرانی و ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۳۱) [2] اخرجہ البزار و ابو یعلی و العقیلی و ابن مردویہ و البیہقی فی الدلائل و سعید بن منصور کما فی کنز العمال (ج ۴ ص ۴۰) و اخرجہ مسلم مختصرا و لم یسم الرجل الانصاری بکذا رواہ مالک بلاغا باختصار۔

اُبو اَیُّوب انصاری کے ساتھ۔

حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ایک دن ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ نے کہا کہ صبح کو ہمارے گھر میں چکھنے کے لیئے بھی کوئی چیز نہ تھی۔ تو حضرت علی (رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ) نے کہا میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ دونوں تمہارے پاس (بھوک کی وجہ سے) روتے رہیں گے اور تمہارے پاس کوئی چیز ہے نہیں۔ چنانچہ وہ فلاں یہودی کے ہاں (مزدوری کے لیئے) گئے ہیں۔ حضورؐ ان کے پاس تشریف لے گئے (آپ جب وہاں پہنچے تو) دیکھا کہ دونوں بچے ایک حوض میں کھیل رہے ہیں اور ان دونوں کے سامنے کچھ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا اے علی! کیا گرمی تیز ہونے سے پہلے تم میرے دونوں بیٹوں کو گھر نہیں واپس لے جاتے؟ انہوں نے کہا آج صبح ہمارے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی۔ یا رسول اللہ! آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں میں فاطمہ کے لیئے بھی کچھ کھجوریں جمع کرلوں۔ حضورؐ وہاں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ کے لیئے بھی کچھ کھجوریں جمع ہوگئیں۔ حضرت علی نے ان کھجوروں کو ایک کپڑے میں باندھ لیا۔ پھر وہ حضورؐ کے پاس آئے۔ پھر حضورؐ نے ایک بچے کو اُٹھایا۔ دوسرے کو حضرت علی نے اُٹھایا یہاں تک کہ دونوں کو گھر واپس لے آئے[1]

حضرت عطاء رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے فرمایا کہ کئی دن ایسے گزرے کہ نہ ہمارے پاس کوئی چیز تھی اور نہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے پاس۔ میں (گھر سے) باہر نکلا۔ تو مجھے راستہ میں ایک دینار پڑا ہُوا ملا۔ تھوڑی دیر تو میں سوچتا رہا کہ اُسے اُٹھاؤں یا نہ اُٹھاؤں لیکن بالآخر میں نے اُسے اُٹھا لیا کیونکہ (کئی دن کے فاقہ کی وجہ سے) ہم بڑی مشقت میں تھے۔ میں اسے لے کر ایک دکان پر گیا اور اس کا آٹا خرید کر حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا کے پاس لایا اور میں نے کہا اسے گوندھ کر روٹی پکاؤ۔ چنانچہ وہ آٹا گوندھنے لگیں (بھوک کی وجہ سے) ان کی کمزوری کا یہ حال تھا کہ ان کی پیشانی

---

[1] اخرجہ الطبرانی باسناد حسن کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۱) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۶) اسنادہ حسن۔

کے بال (آٹے کے) برتن سے ٹکرا رہے تھے۔ پھر انہوں نے روٹی پکائی پھر میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصّہ سنایا آپ نے فرمایا تم اسے کھا لو۔ کیونکہ یہ وہ روزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو غیبی خزانہ سے عطا فرمائی ہے[1]

حضرت محمد بن کعب قُرظی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے آپ کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھا اور آج میرا یہ حال ہے کہ میرے مال کی زکوٰۃ چالیس ہزار دینار تک پہنچ گئی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آج میری زکوٰۃ چالیس ہزار ہے[2]

حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (بھوک کی وجہ سے پریشان دیکھ کر) فرمایا تم صبر سے کام لو اللہ کی قسم! محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے گھرانے میں سات دن سے کوئی چیز نہیں ہے اور تین دن سے تو ان کی کسی ہانڈی کے نیچے آگ نہیں جلی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کروں کہ وہ تہامہ کے تمام پہاڑوں کو سونے کا بنا دے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ضرور بنا دیں گے[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بھوک

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مکّہ میں ہم لوگوں نے بڑی تنگی سے اور بڑی تکلیفوں کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ جب تکلیفیں آنے لگیں تو ہم نے ان پر صبر کیا اور ہمیں تنگی اور تکلیف برداشت کرنے کی عادت پڑ گئی اور ہم نے خوشی خوشی ان پر صبر کیا۔ میں نے اپنے آپ کو حضورؐ کے ساتھ

---

[1] اخرجہ ہناد واخرجہ العدنی عن محمد بن کعب القرظی مطولاً کذافی الکنز (ج ۷، ص ۳۲۸) واخرجہ ابوداؤد (ج ۱ ص ۲۴۰) عن سہل بن سعد رضی اللہ عنہ مطولاً [2] واخرجہ احمد ورجال الروایتین رجال الصحیح غیر شریک بن عبداللہ النخعی وہو حسن الحدیث ولکن اختلف فی سماع محمد بن کعب عن علی رضی اللہ عنہ کذافی مجمع الزوائد للہیثمی (ج ۹ ص ۱۲۳) [3] اخرجہ الطبرانی کذافی الکنز۔ (ج ۴ ص ۴۲)

مکہ میں اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک رات پیشاب کرنے نکلا جہاں میں پیشاب کر رہا تھا وہاں سے میں نے کسی چیز کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی میں نے غور سے دیکھا تو وہ اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا تھا جسے میں نے اٹھا لیا پھر اسے دھو کر جلایا پھر اسے دو پتھروں کے درمیان رکھ کر پیس کر سفوف سا بنا لیا۔ پھر اسے پھانک کر میں نے پانی پی لیا اور میں نے تین دن اسی پر گزارے[1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عربوں میں سب سے پہلے میں نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا ہے۔ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے۔ ہمارا کھانا صرف ببول اور کیکر کے پتے ہوا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم لوگ بکریوں کی طرح مینگنیاں کیا کرتے تھے۔ جو علیحدہ علیحدہ ہوتیں (خشک ہونے کی وجہ سے) ان میں چپکاہٹ نہ ہوتی[2]

حضرت مقداد بن اسود اور ان کے دو ساتھیوں رضی اللہ عنہم کی بھوک

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میرے دو ساتھی اس حال میں آئے کہ بھوک اور فقر و فاقہ کی وجہ سے ہمارے کانوں کی سننے کی طاقت اور آنکھوں کی دیکھنے کی طاقت بالکل ختم ہونے والی تھی۔ ہم لوگ اپنے آپ کو حضورؐ کے صحابہؓ پر پیش کرنے لگے (کہ ہمیں اپنے ہاں لے جا کر کھلائیں پلائیں)، لیکن ہمیں کسی نے قبول نہ کیا (اس لئے کہ ہم سب کا حال ایک جیسا تھا)، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے گھر لے آئے۔ آپ کے گھر والوں کی صرف تین بکریاں تھیں۔ جن کا وہ دودھ نکالا کرتے۔ آپ ہمارے درمیان دودھ تقسیم کیا کرتے تھے اور ہم لوگ حضورؐ کا حصہ اٹھا کر رکھ دیا کرتے۔ آپ جب تشریف لاتے تو اتنی آواز سے سلام کرتے کہ جاگنے والا سن لے اور سونے والے کی آنکھ نہ کھلے۔ ایک دن مجھ سے

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۹۳) [2] اخرجہ الشیخان کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۹) واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۸) وابن سعد (ج ۳ ص ۹۹) بنحوہ۔

شیطان نے کہا کہ کیا ہی اچھی بات ہو اگر تم (حضورؐ کے حصے کا) یہ گھونٹ بھر (دودھ بھی) پی لو۔ کیونکہ حضورؐ انصار کے پاس چلے جائیں گے تو وہ حضورؐ کی کچھ نہ کچھ تو اضع کر ہی دیں گے۔ شیطان میرے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ میں نے حضورؐ کے حصے کا دودھ پی لیا۔ جب میں پی چکا تو شیطان مجھے شرمندہ کرنے لگا اور کہنے لگا یہ تم نے کیا کیا؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے اور جب اپنے حصہ کا دودھ نہ پائیں گے تو تیرے لیئے بددعا کریں گے تو تُو برباد ہو جائے گا۔ میرے دونوں ساتھی تو اپنے حصے کا دودھ پی کر سو گئے اور مجھے نیند نہ آئے۔ میں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی (جو اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر میں اس سے سر ڈھکتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھکتا تو سر کھل جاتا۔ اتنے میں حضورؐ اپنے معمول کے مطابق تشریف لائے اور کچھ دیر آپ نے نماز پڑھی۔ پھر آپ نے اپنے پینے کے برتن پر نظر ڈالی۔ جب آپ کو اس میں کچھ نظر نہ آیا تو آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضورؐ میرے لیئے بددعا کریں گے اور میں برباد ہو جاؤں گا۔ لیکن حضورؐ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! جو مجھے کھلائے تو اسے کھلا اور جو مجھے پلائے تو اسے پلا۔ یہ سُنتے ہی (خلافِ توقع حضورؐ کے دعا کرنے سے متاثر ہو کر) میں نے چھری اُٹھائی اور اپنی چادر لی اور بکریوں کی طرف چلا اور ان کو ٹٹولنے لگا کہ ان میں سے کونسی موٹی ہے تاکہ میں اسے حضورؐ کے لیئے ذبح کروں لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ تمام بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے (حالانکہ تھوڑی دیر پہلے ان کا دودھ نکالا تھا) حضورؐ کے گھر والے جس برتن میں دودھ نکالنا پسند کرتے تھے میں نے وہ برتن لیا اور میں نے اس میں اتنا دودھ نکالا کہ اس کے اُوپر جھاگ آ گئی۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر وہ دودھ پیش کیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا اور پھر مجھے دیا میں نے اس میں سے پیا میں نے پھر آپ کو پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے پھر نوش فرمایا۔ پھر مجھے دے دیا۔ میں نے اس میں سے دوبارہ پیا۔ (چونکہ یہ سب کچھ میری توقع کے خلاف ہوا تھا اس لیئے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی) اور پھر میں (خوشی کے مارے) ہنسنے لگا اور میں ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گیا اور زمین کی طرف جُھک گیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے مقداد! یہ تیری حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے۔ تو میں نے جو کچھ کیا تھا وہ میں آپ کو سنانے لگا (سُن کر) آپ نے فرمایا یہ (خلاف عادت اس وقت بکریوں سے دودھ مل جانا تو) صرف

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ہوا ہے۔ اگر تم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی اُٹھا لیتے اور وہ بھی اس دودھ میں سے کچھ پی لیتے (تو یہ زیادہ اچھا تھا) میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ جب آپ نے یہ دودھ نوش فرمالیا اور آپ کا بچا ہوا دودھ مجھے مل گیا تو اب مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے، کسی کو ملے یا نہ ملے[1] (یہ انہوں نے حضورؐ کے تبرک کے مل جانے پر خوشی کے اظہار کے لئے کہا ہے) ابو نعیم نے طارق کے ذریعہ سے یہ روایت یوں بیان کی ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دس دس کر کے ہر گھر پر تقسیم فرما دیا۔ میں ان دس مسلمانوں میں تھا جو حضورؐ کے حصے میں آئے تھے اور ہمارے پاس صرف ایک بکری تھی جس کا دودھ ہم آپس میں تقسیم کر لیا کرتے تھے۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھوک

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو زمین سے چمٹا دیتا تھا اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستہ پر بیٹھ گیا جس راستے سے یہ حضرات آتے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے۔ میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے تو صرف اس لئے پوچھا تھا تاکہ یہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائیں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ (غالباً ان کا ذہن اس طرف منتقل نہیں ہوا یا ان کو اپنے گھر کا حال معلوم ہوگا کہ وہاں بھی کچھ نہیں ہے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا میں نے تو صرف اس لئے پوچھا تھا تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائیں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اتنے میں حضرت ابو القاسم (حضور) صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے میرے چہرہ کا (خستہ) حال دیکھ کر میرے دل کی بات پہچان لی اور فرمایا اے ابو ہریرہؓ! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرے ساتھ آؤ (میں ساتھ ہو لیا۔

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۳)، [2] کذا فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۴)

حضورؐ گھر تشریف لے گئے، میں نے گھر اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں نے گھر میں دودھ کا ایک پیالہ رکھا ہوا پایا۔ آپ نے (اپنے گھر والوں سے) پوچھا یہ دودھ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں نے (یا کہا فلاں کے گھر والوں نے) ہمیں ہدیہ میں بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو ہر (حضورؐ نے پیار و شفقت کی وجہ سے ان کے نام ابو ہُریرہ کو مختصر کر کے ابو ہر کر دیا) میں نے عرض کیا لبیک یا رسُول اللہ! آپ نے فرمایا جاؤ اہلِ صُفّہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہُریرہ فرماتے ہیں کہ اہلِ صُفّہ اسلام کے مہمان تھے جن کا نہ کوئی گھر تھا اور نہ ان کے پاس مال تھا جب حضورؐ کی خدمت میں کہیں سے ہدیہ آتا تو خود بھی استعمال فرماتے اور اہلِ صُفّہ کو بھی دے دیتے اور جب آپ کے پاس صدقہ آتا تو خود استعمال نہ فرماتے بلکہ وہ سارے کا سارا اہلِ صُفّہ کے پاس بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ استعمال نہ فرماتے۔ اہلِ صُفّہ کو بلانے سے مجھے بڑی پریشانی ہوئی کیونکہ مجھے اُمید تھی کہ اس دودھ میں سے مجھے اتنا مل جائے گا کہ جس سے باقی ایک دن رات آسانی سے گزر جائے گا اور پھر میں ہی قاصد بن کر جا رہا ہوں۔ جب وہ لوگ آئیں گے تو میں ہی ان کو (دودھ پینے کو) دوں گا۔ تو میرے لئے تو دودھ کچھ نہیں بچے گا لیکن اللہ اور اس کے رسُول کی ماننے بغیر چارہ بھی نہیں تھا چنانچہ میں گیا اور ان کو بلا لایا۔ انہوں نے آکر (حضورؐ سے اندر آنے کی) اجازت مانگی۔ آپ نے ان کو اجازت دی۔ وہ گھر کے اندر آکر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے ابو ہر (یہ پیالہ) لو اور ان کو دینا شروع کرو۔ میں نے پیالہ لے کر ان کو دینا شروع کیا۔ ہر آدمی پیالہ لیتا اور اتنا پیتا کہ سیراب ہو جاتا۔ پھر مجھے پیالہ واپس کرتا۔ حتیٰ کہ میں نے سب کو پلا دیا اور وہ پیالہ میں نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پیالہ اپنے دستِ مبارک میں لیا اور ابھی اس میں دودھ باقی تھا۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اے ابو ہر! میں نے کہا لبیک یا رسُول اللہ! آپ نے فرمایا بس میں اور تم باقی رہ گئے میں نے کہا یا رسُول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ حضورؐ نے فرمایا لو اب تم بیٹھ جاؤ اور تم پیو۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا اور میں نے خوب دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو میں نے اور پیا۔ آپ مجھ سے بار بار فرماتے رہے کہ اور پیو اور میں اور پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے!

اب میں اپنے میں اس دودھ کے لئے کوئی راستہ نہیں پاتا ہوں یعنی اور دودھ پینے کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا پیالہ مجھے دے دو۔ میں نے آپ کو پیالہ دیا آپ نے وہ بچا ہوا دودھ نوش فرمایا[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ پر تین دن ایسے گزرے کہ مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا میں گھر سے صُفّہ جانے کے ارادہ سے چلا لیکن میں (راستہ میں کمزوری کی وجہ سے) گرنے لگا مجھے (دیکھ کر) بچے کہتے کہ ابوہریرہ کو جنون ہو گیا ہے میں پکار کر کہتا نہیں۔ تم مجنوں ہو۔ یہاں تک کہ ہم صُفّہ پہنچ گئے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو پیالے ثرید لایا گیا ہے اور آپ نے اہل صُفّہ کو بلا رکھا ہے اور وہ ثرید کھا رہے ہیں۔ میں گردن اونچی کر کے دیکھنے لگا۔ تاکہ حضورؐ مجھے بلا لیں (میں اس کوشش میں تھا) کہ اہل صُفّہ (کھانے سے فارغ ہو کر) کھڑے ہو گئے اور پیالہ کے کناروں میں تھوڑا سا کھانا بچا ہوا تھا اس سب کو حضورؐ نے جمع فرمایا تو ایک لقمہ بن گیا جسے آپ نے اپنی انگلیوں پر رکھ کر مجھ سے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس لقمہ میں سے کھاتا رہا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا (اور لقمہ ختم نہ ہوا)[2]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے۔ آپ نے کتان کے گیروے رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے (کتان السی کا پودا ہے جس سے کپڑے تیار ہوتے ہیں) آپ نے کتان کے ایک کپڑے میں ناک صاف کر کے کہا واہ' واہ۔ آج ابوہریرہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کر رہا ہے۔ حالانکہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے درمیان بے ہوش پڑا رہتا تھا۔ گزرنے والے مجھے مجنون سمجھ کر اپنے پاؤں سے میری گردن دباتے تھے (اس زمانے میں جنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا) حالانکہ یہ جنون

---

[1] اخرجہ احمد و اخرجہ ایضاً البخاری و الترمذی وقال صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۱۰۱) واخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرطھما [2] اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۶)

کا اثر نہیں تھا بلکہ میں بھوک کی زیادتی کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتا تھا[1] ابن سعد کی روایت میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ میں عفان کے بیٹے اور غزوان کی بیٹی کے ہاں مزدوری پر کام کیا کرتا تھا اور میری مزدوری یہ تھی کہ مجھے کھانا ملے گا اور (سفر میں) اپنی باری پر سوار ہونے کا موقع ملے گا۔ جب وہ لوگ سوار ہوجاتے تو میں سواری کو پیچھے سے ہانکتا اور جب وہ کہیں ٹھہرتے تو میں ان کی خدمت کرتا۔ ایک دن غزوان کی بیٹی نے مجھ سے کہا تم ننگے پاؤں سواری کے پاس آیا کرو اور کھڑے کھڑے اس پر سوار ہوا کرو۔ (یعنی ہم تمہاری وجہ سے دیر نہیں کر سکتے۔ نہ اس کا انتظار کر سکتے ہیں کہ تم پاس آکر جوتی اُتارو اور پھر سوار ہو اور نہ تمہیں سوار کرنے کے لئے سواری کو بٹھا سکتے ہیں) اور اب اللہ تعالیٰ نے غزوان کی بیٹی سے میری شادی کرادی ہے تو میں نے بھی اس کو (ازراہِ مذاق اس کی بات یاد کراتے ہوئے) کہا تو ننگے پاؤں سواری کے پاس آیا کر اور کھڑے کھڑے اس پر سوار ہوا کر اور اس سے پہلے ابن سعد نے سلیم بن حیان سے یہ روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سُنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور مسکینی کی حالت میں ہجرت کی اور میں بُسرہ بنت غزوان کے ہاں مزدوری پر کام کرتا تھا جس کے بدلہ میں مجھے کھانا اور باری پر سواری پر سوار ہونا ملتا تھا۔ وہ لوگ جب کہیں اُترتے تو میں ان کی خدمت کرتا اور جب وہ سوار ہوجاتے تو حُدی پڑھتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بُسرہ سے ہی میری شادی کرادی۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے دین کو تمام کاموں کے ٹھیک ہونے کا ذریعہ بنایا اور ابوہریرہ کو امام بنایا۔

حضرت عبد اللہ بن شقیق فرماتے ہیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک سال رہا۔ ایک دن ہم لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے کہا کہ ہم لوگوں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ہمارے کپڑے صرف کھُردری اور موٹی چادریں ہُوا کرتے تھے اور کئی کئی دن گزر جاتے تھے اور ہمیں اتنا بھی کھانا نہیں ملتا تھا کہ جس سے ہم اپنی کمر سیدھی کر سکیں۔ اور ہمارا پیٹ

[1] اخرجہ البخاری والترمذی کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۲۹۷) واخرجہ ایضاً ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۷۸) وعبد الرزاق بنحوہ وابن سعد (ج ۴ ق ۲ ص ۵۳) بنحوہ وزاد۔

اندر کو پچکا ہوا ہوتا تھا۔ اس پر پتھر رکھ کر ہم اسے کپڑے سے باندھ لیا کرتے تھے تاکہ ہماری کمر سیدھی رہے[1]۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمارا کھانا صرف کھجور اور پانی تھا۔ اللہ کی قسم! ہمیں تمہاری یہ گندم نظر بھی نہیں آتی تھی اور ہمیں پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ گندم کیا چیز ہوتی ہے؟ اور حضورؐ کے زمانہ میں ہمارا لباس دیہاتیوں والی اونی چادر تھا[2]۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی بھوک

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے علاقہ میں حضرت ابوسلمہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ایک زمین بطور جاگیر دی۔ ایک مرتبہ میں اس زمین میں تھی اور (میرے خاوند) حضرت زبیر حضورؐ کے ساتھ سفر میں گئے ہوئے تھے اور ہمارا پڑوسی ایک یہودی تھا۔ اس نے ایک بکری ذبح کی جس کا گوشت پکایا گیا اور اس کی خوشبو مجھے آنے لگی (اس کی خوشبو سونگھنے سے، میرے دل میں گوشت کھانے کی) ایسی زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ اس سے پہلے ایسی خواہش کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی اور میں اپنی بیٹی خدیجہ کے ساتھ اُمید سے تھی۔ مجھ سے صبر نہ ہوسکا اور میں اس یہودی کی بیوی کے پاس آگ لینے اس خیال سے گئی کہ وہ مجھ کو کچھ گوشت کھلا دے گی حالانکہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جب میں نے وہاں جاکر خوشبو سونگھی اور اپنی آنکھوں سے گوشت دیکھ لیا تو گوشت کی خواہش اور بڑھ گئی تو جو آگ میں اس سے لے کر اپنے گھر آئی تھی اسے بجھا دیا اور پھر دوبارہ میں اس کے گھر آگ لینے گئی اور پھر تیسری مرتبہ گئی (وہ یہودی عورت ہر مرتبہ مجھے آگ دے دیتی اور گوشت نہ دیتی) چنانچہ میں بیٹھ کر رونے لگی اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اتنے میں اس کا خاوند آگیا اور اس نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس کی بیوی نے کہا ہاں یہ عربی عورت آگ لینے آئی تھی۔

---

[1] اخرجہ احمد و رواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۷) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۱) رجالہ رجال الصحیح [2] قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۱) رجالہ رجال الصحیح رواہ البزار باختصار انتہی۔

تو اس یہودی نے کہا جب تک تم اس گوشت میں سے کچھ اس عربی عورت کے پاس نہیں بھیج دو گی اس وقت تک میں اس گوشت میں سے کچھ نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ اس نے چُلّو بھر گوشت کا سالن بھیجا۔ تو اس وقت رُوئے زمین پر اس سے زیادہ پسندیدہ کھانا میرے لئے اور کوئی نہیں تھا۔[1]

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عام صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی بھوک

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی حضرت ابُوجہاد سے اُن کے بیٹے نے کہا اے اباجان! آپ لوگوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے۔ اللہ کی قسم! اگر میں حضورؐ کو دیکھ لیتا تو میں یہ کرتا اور وہ کرتا تو ان سے ان کے والد حضرت ابوجہاد نے کہا اللہ سے ڈرو اور سیدھے سیدھے چلتے رہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ہم لوگوں نے غزوہ خندق کی رات اپنا یہ حال دیکھا کہ آپؐ یہ فرما رہے تھے کہ جو جاکر ان (دشمنوں) کی خبر لے کر ہمارے پاس آئے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے میرا ساتھی بنا دیں گے چونکہ مسلمانوں کو بھوک بہت زیادہ لگی ہوئی تھی اور سردی بہت زیادہ پڑ رہی تھی۔ اس وجہ سے اس کام کے لئے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے تیسری مرتبہ میں نام لے کر پکارا اے حذیفہ![2] آگے سردی برداشت کرنے کے باب میں حضرت حُذَیفہ کی لمبی حدیث اسی کے ہم معنی آئے گی۔

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے صحابہؓ کے چہروں میں بھوک کے آثار دیکھ کر فرمایا تمہیں خوشخبری ہو عنقریب تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ تمہیں صبح کو بھی ثرید کا ایک پیالہ کھانے کو ملے گا اور اسی طرح شام کو

---

[1] اخرجہ الطبرانی کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۲۸۴) قال الہیثمی (ج ۸ ص ۱۶۶) وفیہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی [2] اخرجہ ابونعیم واخرجہ الدولابی من ہذا الوجہ کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۵)

بھی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! اس وقت تو ہم بہتر ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں آج تم اس دن سے بہتر ہو[1]

حضرت محمد بن سیرین رضیَ اللہُ عنہُ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہُ علیہِ وسلّم کے بعض صحابہ پر تین دن مسلسل ایسے گزر جاتے کہ انہیں کھانے کی کوئی چیز نہ ملتی تو وہ کھال کو بھون کر اسے کھا لیا کرتے اور جب کوئی چیز نہ ملتی تو پتھر لے کر پیٹ پر باندھ لیتے[2]

حضرت فضالہ بن عُبید رضیَ اللہُ عنہُ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہُ علیہِ وسلّم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو بہت سے اہلِ صُفّہ بھوک کی کمزوری کی وجہ سے نماز میں گر جاتے اور انہیں دیکھ کر دیہاتی لوگ کہتے کہ ان کو جنون ہو گیا ہے جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوتے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ (اس بھوک پر) تمہیں اللہ کے ہاں جو ملے گا اگر وہ تمہیں معلوم ہو جائے تو تم یہ چاہنے لگو کہ یہ فقر و فاقہ اور بڑھ جائے[3]

حضرت انس رضیَ اللہُ عنہُ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہُ علیہِ وسلّم کے سات سات صحابہؓ صرف ایک کھجور چوس کر گزارہ کرتے اور گرے ہوئے پتے کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے جبڑے سُوج جاتے تھے[4]

حضرت ابو ہُریرہ رضیَ اللہُ عنہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلّی اللہُ علیہِ وسلّم کے سات صحابہؓ کو سخت بھوک لگی حضورؐ نے مجھے سات کھجوریں دیں۔ ہر آدمی کے لیے ایک کھجور[5]

حضرت ابو ہُریرہ رضیَ اللہُ عنہُ فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے سخت بھوک لگی بھوک کی وجہ سے میں گھر سے مسجد کی طرف چلا مجھے حضور صلّی اللہُ علیہِ وسلّم کے چند صحابہؓ ملے انہوں نے کہا اے ابو ہُریرہ! اس وقت تم کس وجہ سے باہر آئے ہو؟ میں نے کہا صرف

---

[1] اخرجہ البزار باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۳ ص ۴۲۲)، [2] اخرجہ ابن ابی الدنیا باسناد جید کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۹)، [3] اخرجہ الترمذی وصححہ وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۶)، واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۳۹) مختصرا [4] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۲)، وفیہ خلید بن دعلج وہو ضعیف اھ [5] اخرجہ ابن ماجۃ باسناد صحیح کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۸)

بھوک کی وجہ سے انہوں نے کہا ہم بھی اللہ کی قسم! صرف بھوک کی وجہ سے باہر آئے ہیں ہم وہاں سے اُٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ اس وقت کیوں آئے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے۔ حضورؐ نے ایک طباق منگایا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ نے ہم میں سے ہر آدمی کو دو دو کھجوریں دیں اور فرمایا کہ یہ دو کھجوریں کھالو اور اُوپر سے پانی پی لو۔ انشاء اللہ یہ آج کے دن کے لیئے کافی ہو جائیں گی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور دوسری کھجور اپنی لنگی میں رکھ لی۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوہریرہ! تم نے یہ کھجور کیوں رکھی ہے؟ میں نے کہا میں نے اپنی والدہ کے لیئے رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا تم اسے کھالو ہم تہیں تمہاری والدہ کے لیئے دو کھجوریں اور دے دیں گے۔ چنانچہ آپ نے والدہ کے لیئے دو کھجوریں اور عنایت فرمائیں[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف تشریف لے گئے تو مہاجرین اور انصار صبح صبح سخت سردی میں خندق کھود رہے تھے اور ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کو یہ کام کر دیتے حضورؐ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھ کر فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَہ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ

اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ لہذا آپ انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دیں۔

صحابہؓ نے حضورؐ کے جواب میں یہ شعر پڑھا:۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک دُنیا میں رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے ارد گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی کمر پر مٹی اُٹھا کر باہر لا رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے:۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَی الْاِسْلَامِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

---

[1] عند ابن سعد (ج ۴ ص ۳۲۹)، [2] اخرجہ البخاری۔

ہم لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی ہے کہ جب تک دنیا میں رہیں گے اسلام پر چلتے رہیں گے۔ حضورؐ اُن کے جواب میں یہ فرماتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ لَاخَیْرَ اِلَّاخَیْرُ الْاٰخِرَہ فَبَارِکْ فِی الْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَہ

اے اللہ! اصل بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے۔ اس لیئے انصار اور مہاجرین میں برکت عطا فرما۔[1]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دو مٹھی جَو اس پگھلی ہوئی چربی میں ان حضرات کے لیئے تیار کیئے جاتے جس کا ذائقہ بدلا ہوا ہوتا اور پھر ان کے سامنے رکھ دیئے جاتے اور یہ حضرات بھوکے ہوتے (اس لیئے کھا جاتے) حالانکہ یہ کھانا بدمزہ، حلق میں اٹکنے والا اور کچھ بدبودار ہوتا۔[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خندق کے دن (خندق) کھود رہے تھے کہ ایک سخت اور بڑی چٹان سامنے آگئی۔ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ خندق میں ایک سخت چٹان سامنے آگئی ہے (جس پر کدال اثر ہی نہیں کرتی)، آپ نے فرمایا اچھا میں خود (خندق میں) اُترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم سب نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہ چکھی تھی۔[2] آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے خندق کھودی اور انہوں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے۔[3] آگے لمبی حدیث ذکر کی ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو ہم صحابہ کرام کی تائیدات غیبیہ کے باب میں ذکر کریں گے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر کی اسی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس دن صحابہ کرام کی تعداد آٹھ سو تھی۔[4]

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض مرتبہ ہمیں سریہ میں (جہاد کے لیئے) بھیج دیتے اور ہمارا زادِ راہ صرف کھجور کی ایک زنبیل ہوتی اور پہلے ہمارا امیر ایک ایک مٹھی کھجور ہم لوگوں

---

[1] عند البخاری ایضا کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۹۵) [2] اخرجہ البخاری (ج ۲ ص ۵۸۸) کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۹۷)
[3] عند الطبرانی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۰) [4] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۹۸)

یں تقسیم کرتا پھر آخر میں ایک ایک کھجور تقسیم کرتا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ ایک کھجور کیا کام دیتی تھی؟ انہوں نے کہا اے بیٹے یہ نہ کہو جب ہمیں ایک کھجور ملنی بھی بند ہو گئی تب ہمیں ایک کھجور کی ضرورت کا اندازہ ہُوا[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ہمیں قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے مقابلہ کے لیئے بھیجا اور حضرت ابو عُبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا اور آپ نے ہمیں کھجوروں کی ایک زنبیل بطور توشہ کے دی آپ کو اس زنبیل کے علاوہ ہمارے لیئے اور کوئی توشہ نہ ملا۔ چنانچہ حضرت ابو عُبیدہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے۔ حضرت جابر کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ لوگ ایک کھجور کا کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم ایک کھجور کو ایسے چُوستے تھے جیسے بچہ (دودھ) چُوستا ہے اور اُوپر سے ہم پانی پی لیا کرتے تھے۔ تو وہ ایک کھجور ہمیں صبح سے رات تک کے لیئے کافی ہو جاتی تھی۔ ہم اپنی لاٹھیوں سے پتے جھاڑتے اور انہیں پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے۔ آگے پوری حدیث کو ذکر کیا ہے[2]

امام مالک اور حضرات شیخین بخاری و مسلم اور دیگر حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں یہ ہے کہ اس سفر میں صحابہ کرام کی تعداد تین سو تھی۔ طبرانی نے اپنی روایت میں چھ سو سے کچھ زیادہ کی تعداد لکھی ہے[3] امام مالک کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت جابر کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ایک کھجور کیا کام دیتی ہو گی؟ انہوں نے فرمایا کہ جب وہ بھی ختم ہو گئی تو ہمیں اس کی قدر معلوم ہوئی۔

حضرت ابو خُنیس غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ غزوہ تہامہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ جب ہم عُسفان پہنچے تو صحابہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! بھوک نے ہمیں کمزور کر دیا آپ ہمیں اجازت

---

[1] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۹)، و اخرجہ ایضاً احمد والبزار والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱۹)، و فیہ المسعودی و قد اختلط و کان ثقۃ [2] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۷۶)، و کما سیاتی فی باب کیف ایدت الصحابۃ [3] قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۲)، و فیہ زمعۃ بن صالح و ہو ضعیف۔

دیں ہم سواری کے جانور (ذبح کر کے) کھالیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا (کھالو) پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ چلا۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا نبی اللہ! یہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے لوگوں کو سواری کے جانور ذبح کرنے کا حکم دے دیا (اس طرح تو سواریاں ختم ہو جائیں گی) تو لوگ پھر کس پر سوار ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب! پھر تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ ان کے توشہ میں جتنا بچا ہوا ہے وہ سب آپ کی خدمت میں لے آئیں۔ پھر آپ اس سارے کو ایک برتن میں جمع کریں اور آپ پھر مسلمانوں کے لیئے اللہ سے (برکت کی) دعا کریں۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا۔ سب نے اپنے بچے ہوئے توشہ کو ایک برتن میں ڈال دیا۔ پھر آپ نے مسلمانوں کے لیئے دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا تم اپنے اپنے برتن لے آؤ۔ چنانچہ ہر آدمی نے اس میں سے اپنا برتن بھر لیا آگے پوری حدیث کو ذکر کیا[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! دشمن سامنے آگیا ہے (ان کے پاس کھانے کا خوب سامان ہے اس وجہ سے) ان کے پیٹ تو بھرے ہوئے ہیں اور ہم لوگ بھوکے ہیں۔ اس پہ انصار نے کہا کیا ہم اپنے اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو نہ کھلادیں؟ حضورؐ نے فرمایا جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا کھانا ہے وہ اُسے لے آئے۔ چنانچہ لوگ لانے لگے، کوئی ایک مُد لاتا، کوئی صاع لاتا (ایک مُد ۱۴ چھٹانک کا ہوتا ہے اور ایک صاع ۳½ سیر کا)، کوئی کم لاتا، کوئی زیادہ۔ تو سارے لشکر سے بیس صاع سے کچھ زیادہ کھانے کا سامان جمع ہوا۔ حضورؐ نے اس کے ایک طرف بیٹھ کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ (اس میں سے آرام سے) لیتے جاؤ اور لوٹ مار نہ مچاؤ۔ چنانچہ ہر آدمی اپنی زنبیل میں اور اپنی بوری میں ڈال کرے جانے لگا۔ اور انہوں نے اپنے تمام برتن بھر لیئے یہاں تک کہ بعض حضرات نے تو اپنی آستین میں گرہ لگا کر اس میں بھر لیا (اس زمانے میں آستین بڑی ہوتی تھی)، جب سب لے چکے تو کھانا جوں کا توں اسی طرح تھا (اس

---

[1] اخرجہ البزار والطبرانی ورجالہ ثقات کذا فی الہیثمی (ج ۸ ص ۳۰۲)

میں کوئی کمی نہ آئی تھی، پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی سچے دل سے اس کلمہ کو پڑھے گا اور اسے لے کر اللہ کے ہاں حاضر ہوگا اللہ تعالیٰ اسے آگ کی گرمی سے ضرور بچائیں گے۔[1]

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کی ایک عورت اپنے کھیت میں چقندر لگایا کرتی تھی۔ جب جمعہ کا دن آتا تو وہ چقندر کی جڑیں نکال کر ایک ہانڈی میں ڈال دیتی اور پھر ایک مٹھی جو پیس کر اس میں ڈال دیتی تو چقندر کی جڑیں گوشت والی ہڈی کا کام دیتیں۔ ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر اس عورت کے پاس جاتے اور اسے سلام کرتے وہ عورت یہ کھانا ہمارے سامنے رکھتی۔ ہمیں اس کے اس کھانے کی وجہ سے جمعہ کے دن کا بڑا شوق ہوتا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس میں چربی اور چکنائی بالکل نہ ہوتی اور ہمیں جمعہ کے دن کی بڑی خوشی ہوتی۔[2]

حضرت ابن ابی اوفیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ سات غزوے ایسے کیے جن میں ہم ٹڈی کھایا کرتے تھے۔[3]

حضرت ابو برزہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں ہم ایک غزوہ میں تھے ہمارا کچھ مشرکوں سے مقابلہ ہوا۔ ہم نے ان کو شکست دے دی۔ وہ سب وہاں سے بھاگ گئے۔ ہم نے ان کی جگہ پر قبضہ کر لیا تو وہاں راکھ پر روٹی پکانے کے تندور بھی تھے۔ ہم ان کے تندور کی پکی ہوئی روٹیاں کھانے لگے ہم نے جاہلیت میں یہ سنا تھا کہ جو (گندم کی) روٹی کھائے گا وہ موٹا ہو جائے گا۔ چنانچہ جب ہم نے یہ روٹیاں کھالیں تو ہم میں سے ہر آدمی اپنے بازوؤں کو دیکھنے لگا کہ کیا وہ موٹا ہو گیا ہے؟[4] امام ہیثمی نے فرمایا ہے کہ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم لوگ غزوہ خیبر کے دن حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے۔ ہمارا دشمن میدہ کی روٹیاں چھوڑ کر بھاگ گیا۔[5] حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے خیبر فتح

---

[1] عند ابی یعلی قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۰۴) وفیہ عاصم بن عبید اللہ العمری وثقہ العجلی وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی [2] اخرجہ البخاری کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۳) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ ص ۳۶) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۷ ص ۲۴۲) عن ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نحوہ [4] اخرجہ الطبرانی ورواتہ رواۃ الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۱۷۷) [5] قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۲۴) رواہ کلہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح انتہی۔

کر لیا تو چند یہودیوں کے پاس سے ہمارا گزر ہوا جو اپنے تندور کی راکھ میں روٹیاں پکا رہے تھے ہم نے ان کو وہاں سے بھگایا۔ وہ روٹیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر ہم نے ان روٹیوں کو آپس میں تقسیم کیا۔ مجھے بھی روٹی کا ایک ٹکڑا ملا جس کا کچھ حصہ جلا ہوا تھا۔ میں نے یہ سُن رکھا تھا کہ جو (گندم کی) روٹی کھائے گا وہ موٹا ہو جائے گا۔ چنانچہ روٹی کھا کر میں اپنے بازوؤں کو دیکھنے لگا کہ کیا میں موٹا ہو گیا ہوں[1]

دعوت الی اللہ کی وجہ سے سخت پیاس کو برداشت کرنا

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں ساعۃ العسرۃ یعنی مشکل گھڑی (اس سے مراد غزوہ تبوک ہے) کا کچھ حال بتائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم لوگ سخت گرمی میں غزوہ تبوک کے لیئے نکلے۔ ایک مقام پر پہنچ کر ہمیں اتنی سخت پیاس لگی کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہماری گردنیں ٹوٹ جائیں گی (یعنی ہم مر جائیں گے) ہم میں سے بعض کا تو یہ حال تھا کہ وہ کجاوہ کی تلاش میں جاتا تو واپسی میں اس کا اتنا بُرا حال ہو جاتا کہ وہ یُوں سمجھنے لگتا کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے گی اور بعض لوگوں نے اپنے اُونٹ ذبح کیئے اور اس کی اوجھڑی میں سے پھُوس نکال کر اسے نچوڑا اور اسے پیا اور اس باقی پھُوس کو اپنے پیٹ اور جگر پر رکھ لیا (تاکہ باہر سے کچھ ٹھنڈک اندر پہنچ جائے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسُول اللہ! اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ دستُور یہ ہے کہ آپ کی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں۔ اس لیئے آپ ہمارے لیئے دعا فرمائیں۔ حُضورؐ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں دُعا کروں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! چنانچہ حُضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے (اور اللہ سے دعا مانگی) اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ آسمان میں بادل آگئے۔ پہلے بُوندا باندی ہوئی پھر مُوسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ نے جتنے برتن ساتھ تھے وہ سارے بھر لیئے۔ پھر (بارش بند ہونے کے بعد) ہم دیکھنے گئے (کہ کہاں تک بارش ہوئی ہے) تو دیکھا کہ جہاں تک لشکر تھا صرف وہاں تک بارش ہوئی ہے۔ لشکر کے باہر

---

[1] عند ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۶ ص ۳۰۷)

بارش نہیں ہوئی[1]

حضرت حبیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہم جنگ یرموک کے دن (لڑائی کے لئے) نکلے (اور اتنا لڑے کہ) زخموں سے چُور ہو کر گر پڑے۔ حضرت حارث بن ہشام نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ (جب ان کے پاس پانی آگیا تو) حضرت عکرمہ نے ان کو دیکھا (تو پانی لانے والے سے) حضرت حارث نے کہا، یہ پانی عکرمہ کو دے دو۔ ابھی حضرت عکرمہ نے پانی لیا ہی تھا کہ ان کی طرف حضرت عیاش نے دیکھا تو حضرت عکرمہؓ نے کہا یہ پانی عیاش کو دے دو۔ ابھی پانی حضرت عیاش تک پہنچا نہیں تھا کہ ان کی روح پرواز کر گئی پھر پانی لے کر حضرت عکرمہ اور حضرت حارث کے پاس گئے تو ان دونوں حضرات کا بھی انتقال ہو چکا تھا[2]

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوعمرو انصاری جنگ بدر میں اور بیعت عقبہ ثانیہ میں اور جنگ اُحد میں شریک ہوئے تھے میں نے ان کو (ایک میدان جنگ میں) دیکھا کہ انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور وہ پیاس سے بے چین ہو رہے ہیں اور وہ اپنے غلام سے کہہ رہے ہیں تیرا بھلا ہو مجھے ڈھال دے دو۔ غلام نے ان کو ڈھال دی۔ پھر انہوں نے تیر پھینکا۔ (جسے کمزوری کی وجہ سے) زور سے نہ پھینک سکے اور یوں تین تیر چلائے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا وہ تیر نشانہ تک پہنچے یا نہ پہنچے یہ تیر اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ چنانچہ سورج ڈوبنے سے پہلے شہید ہو گئے[3] ایک

---

[1] اسنده ابن وهب اسناده جيد ولم يخرجوه كذا في البداية (ج ۵ ص ۹) واخرجه ابن جرير عن يونس عن ابن وهب باسناده مثله كما في التفسير لابن كثير (ج ۲ ص ۳۹۶) واخرجه البزار والطبراني في الاوسط ورجال البزار ثقات قاله الهيثمي (ج ۶ ص ۹۴) [2] اخرجه ابونعيم وابن عساكر كذا في كنز العمال (ج ۵ ص ۳۱۰) واخرجه الحاكم في المستدرك (ج ۳ ص ۲۴۲) بنحوه واخرجه الزبير عن عمه عن جده عبدالله بن مصعب رضي الله عنه فذكره بمعناه الا انه جعل مكان عياش سهيل بن عمرو واخرجه ابن سعد عن حبيب نحو رواية ابي نعيم كذا في الاستيعاب (ج ۳ ص ۱۵۰) [3] اخرجه الطبراني كذا في الترغيب (ج ۲ ص ۴۰۴) واخرجه الحاكم (ج ۳ ص ۳۹۵)

روایت میں ہے کہ انہوں نے غلام سے کہا مجھ پر پانی چھڑکو۔ چنانچہ اس نے ان پر پانی چھڑکا۔

دعوت الی اللہ کی وجہ سے سخت سردی برداشت کرنا

حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم لوگ ایک اونچی جگہ ٹھہرے۔ وہاں اتنی سخت سردی پڑی کہ میں نے دیکھا کہ لوگ گڑھا کھود کر اس میں بیٹھ گئے اور اپنے اوپر اپنی ڈھال ڈال لی جب حضورؐ نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ میں اس کے لیئے ایسی دعا کروں گا جو اس کے حق میں ضرور قبول ہوگی۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں (پہرہ دوں گا) آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اس نے کہا فلاں۔ آپ نے فرمایا قریب آجاؤ۔ چنانچہ وہ انصاری قریب آئے۔ حضورؐ نے اس کے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر دعا کرنی شروع کی۔ جب میں نے (وہ دعا) سُنی تو میں نے کہا میں بھی تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا ابو ریحانہ آپ نے میرے لیئے بھی دعا فرمائی لیکن میرے ساتھی سے کم۔ پھر آپ نے فرمایا جو آنکھ اللہ کے راستہ میں پہرہ دے اس آنکھ پر آگ حرام کر دی گئی ہے [1] اور اسی باب سے متعلق حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے جو عنقریب آرہی ہے۔

دعوت الی اللہ کی وجہ سے کپڑوں کی کمی برداشت کرنا

حضرت خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ہمیں ان کے کفن کے لیئے ایک چادر کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ ملا۔ (اور وہ بھی اتنی چھوٹی تھی) کہ جب ہم اس سے ان کے پاؤں ڈھکتے تو ان کا سر کھل جاتا اور جب سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ آخر ہم نے چادر سے ان کے سر کو ڈھک دیا اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دی [2]

---

[1] اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی کذافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۵۶) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۸۷) رجال احمد ثقات واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۴۹) ایضاً بنحوہ [2] اخرجہ الطبرانی کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۱۷۰)

حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ مانگنے کے لئے آئی تو آپ (دینے سے) معذرت کرنے لگے (کہ آپ کے پاس کچھ تھا ہی نہیں) اور میں (تعلق کی وجہ سے) آپ سے کچھ ناراض ہونے لگی۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ میں وہاں سے نکل کر اپنی بیٹی کے پاس گئی جو شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ میں نے شرحبیل کو گھر میں پایا۔ میں نے کہا نماز کا وقت ہو گیا ہے اور تم ابھی تک گھر میں ہو اور میں اسے ملامت کرنے لگی۔ اس نے کہا اے خالہ جان! آپ مجھے ملامت نہ کریں۔ میرے پاس ایک ہی کپڑا تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عاریتاً لے گئے ہیں تو میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آج آپ سے ناراض ہو رہی تھی اور آپ کی یہ حالت ہے (کہ کپڑا ابھی دوسرے سے مانگ کر پہنا ہوا ہے) اور مجھے معلوم نہیں۔ پھر حضرت شرحبیل نے کہا وہ بھی ایک ایسی قمیض تھی جسے ہم نے پیوند لگا رکھا تھا۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابو بکر نے ایک چوغہ پہنا ہوا تھا جس کے گریبان میں اپنے سینہ پر (بٹن کے بجائے) کانٹے لگا رکھے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضورؐ کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت ابو بکر نے چوغہ پہن رکھا ہے جس کے گریبان میں (بٹن کے بجائے) کانٹے لگا رکھے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے جبرائیل! ابو بکر نے اپنا سارا مال فتح مکہ سے پہلے ہی مجھ پر (یعنی میرے دین پر) خرچ کر دیا۔ (اب ان کے پاس اتنا بھی نہیں بچا کہ وہ بٹن لگا سکیں) حضرت جبرائیل نے کہا آپ ابو بکر کو اللہ کا سلام پہنچا دیں اور ان سے فرمائیں کہ تمہارا رب تم

---

[1] اخرجه الطبرانی والبیهقی کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۹۶) واخرجه ایضاً ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۴ ص ۱۴) وابن ابی عاصم ومن طریقه ابو نعیم کما فی الاصابة (ج ۴ ص ۳۴۲) وقال وفی سنده عبدالوهاب بن الضحاک وهو واه واخرجه ایضا ابن منده کما فی الاصابة (ج ۲ ص ۱۷۲) والحاکم فی المستدرک (ج ۴ ص ۵۸)

سے پوچھ رہا ہے کہ تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض ؟ حضورؐ نے حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر ! یہ جبرائیل ہیں جو تمہیں اللہ کا سلام کہہ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ پوچھ رہے ہیں کہ تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض ؟ حضرت ابوبکر (یہ سُن کر) رو پڑے اور کہنے لگے کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو سکتا ہوں ؟ میں اپنے رب سے (اس حال میں بھی) راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی اور (تنگدستی کی وجہ سے یہ حال تھا کہ) میرے اور ان کے پاس مینڈھے کی کھال کے علاوہ اور کوئی بستر نہیں تھا جس پر رات کو ہم سو جاتے تھے! اور دن میں ہم اس پہ پانی لادنے والے اونٹ کو چارہ کھلاتے تھے۔ اور حضرت فاطمہ کے علاوہ میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا[2]

حضرت ابوبُردہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) نے کہا اگر تم ہمیں بارش ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھتے تو تمہیں ہمارے کپڑوں کی بُو بھیڑ جیسی لگتی (کیونکہ ہمارے اکثر کپڑے بھیڑ کی اُون کے ہوتے تھے)[3] ابن سعد اس حدیث کو حضرت ابوبُردہ سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبُردہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر تم ہمیں بارش ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھتے تو تم ہمارے اُونی کپڑوں سے بھیڑ جیسی بُو محسوس کرتے[4] اسی طرح طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ ہمارے کپڑے اُون کے ہوتے تھے اور کھانے کے لئے صرف دو کالی چیزیں ہوتی تھیں یعنی کھجور اور پانی[5]

---

[1] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۷ص ۱۰۵) واخرجہ ایضاً ابونعیم فی فضائل الصحابہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم بمعناہ قال ابن کثیر فیہ غرابۃ شدیدۃ وشیخ الطبرانی عبدالرحمٰن بن معاویۃ العتبی وشیخہ محمد بن نصر الفارسی لااعرفہما ولم ارا حدا ذکرہما کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ص ۳۵۳)، [2] اخرجہ ہناد الدینوری عن الشعبی کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۱۳۳)، [3] اخرجہ ابوداؤد والترمذی وصحہ وابن ماجۃ کذا فی الترغیب (ج ۳ص ۳۹۴)، [4] اخرجہ ابن سعد (ج ۴ص ۸۰) عن سعید بن ابی بردۃ عن ابیہ [5] قال الہیثمی (ج ۱۰ص ۳۲۵)، رجالہ رجال الصحیح رواہ ابوداؤد باختصار اھ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اہل صُفّہ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان میں سے کسی کے پاس بھی بڑی چادر نہ تھی یا تو لُنگی تھی یا کمبل تھا (یا چھوٹی چادر تھی) جسے انہوں نے اپنی گردن میں باندھ رکھا تھا کسی کی لُنگی آدھی پنڈلی تک ہوتی اور کسی کی ٹخنے کے قریب تک اور وہ لُنگی کو ہاتھ سے پکڑ کر رکھتے تاکہ ان کا ستر نظر نہ آجائے۔[1]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اہل صُفّہ میں سے تھا۔ ہم میں سے کسی کے پاس بھی پورے کپڑے نہیں تھے اور ہمارے جسموں پر میل اور غبار اتنا ہوتا تھا کہ جب ہمیں پسینہ آتا تھا تو سارے جسم پر میل اور غبار کی دھاریاں پڑ جاتی تھیں۔[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور حضرت عائشہ کے پاس ان کی ایک باندی بیٹھی ہوئی تھی جس نے پانچ درہم والی قمیص پہن رکھی تھی۔ حضرت عائشہ نے اس آدمی سے کہا ذرا میری اس باندی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو۔ کہ یہ اس قمیص کو گھر میں بھی پہننے کے لیے راضی نہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس ایسی ہی ایک قمیص تھی۔ تو مدینہ میں جس عورت کو بھی (شادی کے لیے) سجایا جاتا تھا وہ آدمی بھیج کر مجھ سے یہ قمیص عاریتاً لے لیا کرتی تھی۔[3]

دعوت اِلی اللہ کی وجہ سے بہت زیادہ خوف برداشت کرنا

حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت عبدالعزیز کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حُذیفہ نے ان لڑائیوں کا تذکرہ کیا جن میں مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے تو پاس بیٹھنے والوں نے کہا اگر ہم ان لڑائیوں میں شریک ہوتے تو ہم یہ کرتے اور وہ کرتے۔ حضرت حُذیفہ نے کہا اس کی تمنا نہ کرو۔ ہم نے اپنے آپ کو لَیْلَۃُ الْاَحْزَاب میں (غزوہ خندق کے موقع پر) اس حال میں دیکھا ہے کہ ہم لوگ صفیں بنائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ابوسُفیان اور اس کے ساتھ کے تمام گروہ مدینہ سے باہر ہمارے اُوپر (چڑھائی

---

[1] اخرجہ البخاری کذافی الترغیب (ج ۳ ص ۳۹۷) اخرجہ ایضاً ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۴۱)
[2] عند ابی نعیم [3] اخرجہ البخاری کذافی الترغیب (ج ۵ ص ۱۶۴)

کیے ہوئے) تھے اور بنو قریظہ کے یہودی ہمارے نیچے مدینہ کے اندر تھے جن سے ہمیں اپنے اہل و عیال کے بارے میں سخت خطرہ تھا۔ (کہ وہ ہمارے اہل و عیال کو اکیلے دیکھ کر مار نہ دیں) لَیْلَۃُ الْاَحْزَاب سے زیادہ اندھیرے والی اور زیادہ آندھی والی رات ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اتنی تیز ہوا تھی کہ اس میں سے بجلی کی گرج کی طرح آواز آرہی تھی اور اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ کسی کو اپنے ہاتھ کی انگلی نظر نہ آتی تھی۔ منافق حضورؐ سے (مدینہ جانے کی) اجازت مانگنے لگے اور کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں (یعنی غیر محفوظ ہیں) حالانکہ وہ کھلے پڑے ہوئے نہیں تھے آپ سے جو بھی اجازت مانگتا آپ اُسے اجازت دے دیتے۔ اجازت ملنے پر وہ چپکے چپکے کھسکتے جا رہے تھے۔ ہماری تعداد تقریباً تین سو تھی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم میں سے ایک ایک فرد کے پاس تشریف لائے۔ یہاں تک کہ آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس نہ دشمن سے بچنے کا کوئی سامان تھا اور نہ سردی سے بچنے کا۔ صرف میری بیوی کی ایک اُونی چادر تھی جو مشکل سے میرے گھٹنے تک پہنچتی تھی اس سے آگے نہیں جاتی تھی۔ جب آپ میرے پاس تشریف لائے تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا حُذَیفہ۔ آپ نے فرمایا حُذَیفہ! چونکہ میں کھڑا نہیں ہونا چاہتا تھا اس وجہ سے میں زمین سے چمٹ گیا اور میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! پھر آخر میں (حضورؐ کو اپنے پاس کھڑا دیکھ کر) کھڑا ہو ہی گیا آپ نے فرمایا دشمن میں کوئی بات ہونے والی ہے تم جا کر ان کی خبر لے کر میرے پاس آؤ۔ فرماتے ہیں اس وقت مجھے سب سے زیادہ ڈر لگ رہا تھا اور سب سے زیادہ سردی لگ رہی تھی (لیکن تعمیلِ ارشاد میں) میں چل پڑا آپ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی اے اللہ اس کی آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، اُوپر سے، نیچے سے، ہر طرف سے حفاظت فرما۔ اللہ کی قسم! مجھ کو جتنا ڈر لگ رہا تھا اور جتنی سردی لگ رہی تھی وہ سب (آپ کے دعا فرماتے ہی) ایک دم ختم ہوگئی۔ اور مجھے نہ ڈر محسوس ہو رہا تھا اور نہ سردی۔ جب میں وہاں سے چلنے لگا تو آپ نے فرمایا اے حُذَیفہ! میرے پاس واپس آنے تک ان میں کوئی حرکت نہ کرنا۔ حضرت حُذَیفہ فرماتے ہیں میں چل دیا۔ جب میں دشمنوں کے لشکر کے قریب پہنچا تو مجھے آگ کی روشنی نظر آئی۔ اور ایک کالا بھاری بھرکم آدمی آگ پر ہاتھ سینک کر

اپنے پہلو پر پھیر رہا تھا اور کہہ رہا تھا (یہاں سے) بھاگ چلو بھاگ چلو' میں اس سے پہلے ابوسفیان کو پہچانتا نہیں تھا۔ (میرے دل میں خیال آیا کہ موقع اچھا ہے میں اسے نمٹا تا چلوں اس لیئے) میں نے اپنے ترکش میں سے سفید پَر والا تیر نکال کر کمان میں رکھ لیا۔ تاکہ آگ کی روشنی میں اس پر تیر چلا دوں۔ لیکن مجھے حضورؐ کا فرمان یاد آگیا کہ میرے پاس واپس آنے تک کوئی حرکت نہ کرنا اس لیئے میں رُک گیا اور تیر ترکش میں واپس رکھ لیا۔ پھر میں ہمت کر کے لشکر کے اندر گھُس گیا تو لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب بنُو عامر تھے۔ وہ کہہ رہے تھے آلِ عامر! بھاگ چلو، بھاگ چلو، اب یہاں تمہارے ٹھہرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ان کے لشکر میں تیز آندھی چل رہی تھی جو ان کے لشکر سے ایک بالشت باہر نہیں تھی اللہ کی قسم میں خود پتھروں کی آواز سُن رہا تھا۔ جنہیں ہوا اُڑا کر ان کے کجاووں اور بستروں پر پھینک رہی تھی پھر میں حضورؐ کی طرف واپس چل پڑا۔ ابھی میں نے آدھا راستہ یا اس کے قریب طے کیا تھا کہ مجھے تقریباً بیس گھوڑے سوار عمامہ باندھے ہوئے ملے۔ انہوں نے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے ان کے دشمنوں کا خود انتظام کر دیا ہے (یعنی کفّار کو آندھی بھیج کر بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے) جب میں حضورؐ کی خدمت میں واپس پہنچا تو آپ ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اللہ کی قسم واپس پہنچتے ہی سردی بھی واپس آگئی اور میں سردی کے مارے کانپنے لگا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز کی حالت میں میری طرف اشارہ فرمایا۔ میں آپ کے قریب چلا گیا۔ آپ نے چادر کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا۔ آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب بھی کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو آپ نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے میں نے (نماز کے بعد) آپ کو دشمنوں کی ساری بات بتائی اور میں نے آپ کو بتایا کہ میں انہیں اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ سب کوچ کر رہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ سے لے کر وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۚ﴿۲۵﴾ تک۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر۔ جب چڑھ آئیں تم پر

فوجیں، پھر ہم نے بھیج دی ان پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں۔ سے لے کر اور پلٹ دیے اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے اللہ زور آور زبردست۔ تک[1]

حضرت یزید تیمی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو ان سے ایک آدمی نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیتا تو میں آپ کے ساتھ رہ کر (کافروں سے) خوب لڑائی کرتا اور اسی میں جان قربان کر دیتا تو اس سے حضرت حذیفہ نے کہا تو ایسے کر سکتا تھا؟ لیلۃ الاحزاب میں ہم لوگوں نے اپنے آپ کو حضورؐ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ اس رات بہت تیز ہوا چل رہی تھی اور سخت سردی پڑ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو میرے پاس دشمنوں کی خبر لے کر آئے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا؟ پھر آگے حضرت عبدالعزیز کی گزشتہ حدیث جیسی حدیث مختصر ذکر کی ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس آیا اور واپس آتے ہی سردی لگنے لگ گئی اور مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ میں نے آپ کو (دشمنوں کے تمام حالات) بتائے آپ جو چوغہ پہن کر نماز پڑھ رہے تھے اس کا ایک کنارہ میرے اوپر ڈال دیا۔ میں صبح تک سوتا رہا، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا اے سوؤ! اٹھ[2] ابن اسحاق نے اس حدیث کو محمد بن کعب قرظی سے منقطعاً نقل کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کون آدمی ایسا ہے جو کھڑا ہو کر دیکھ آئے کہ دشمن کیا کر رہا ہے؟ اور پھر ہمارے پاس واپس آئے۔ آپ نے جانے والے کے لیے واپس آنے کی شرط لگائی (کہ اسے ضرور واپس آنا ہو گا) میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ جنت میں میرا ساتھی بن جائے۔ (لیکن) سخت خوف اور سخت بھوک اور سخت سردی کی وجہ سے کوئی بھی نہ کھڑا ہوا۔

دعوت الی اللہ کی وجہ سے زخموں اور بیماریوں کو برداشت کرنا

حضرت ابوالسائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو عبدالاشہل کے ایک آدمی نے

---

[1] اخرجہ الحاکم والبیہقی (ج ۹ ص ۱۴۸) کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۱۴) واخرجہ ابوداؤد وابن عساکر بسیاق آخر مطولاً کما فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۹) [2] اخرجہ مسلم۔

کہا کہ میں اور میرا بھائی غزوہ اُحد میں شریک ہوئے ہم دونوں (وہاں سے) زخمی ہو کر واپس ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے دشمن کے تعاقب میں چلنے کا اعلان کیا تو میں نے اپنے بھائی سے کہا یا میرے بھائی نے مجھ سے کہا کیا ہم اس غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ جانے سے رہ جائیں گے؟ (نہیں۔ بلکہ ضرور ساتھ جائیں گے) اللہ کی قسم! ہمارے پاس سوار ہونے کے لیئے کوئی سواری نہ تھی اور ہم دونوں بھائی بہت زیادہ زخمی اور بیمار تھے۔ بہر حال ہم دونوں حضورؐ کے ساتھ چل دیئے۔ میں اپنے بھائی سے کم زخمی تھا۔ جب چلتے چلتے میرا بھائی ہمت ہار جاتا تو میں کچھ دیر کے لیئے اُسے اُٹھا لیتا پھر کچھ دیر وہ پیدل چلتا (ہم دونوں اس طرح چلتے رہے اور میں بھائی کو بار بار اُٹھاتا رہا)، یہاں تک کہ ہم بھی وہاں پہنچ گئے جہاں باقی مسلمان پہنچے تھے[1] ابن سعد نے واقدی سے اس طرح نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سہل اور ان کے بھائی رافع بن سہل رضی اللہ عنہما دونوں زخمی حالت میں ایک دوسرے کو اُٹھاتے ہوئے حمراء الاسد پہاڑی تک پہنچے اور ان دونوں کے پاس کوئی سواری نہ تھی[2]

بنو سلمہ کے چند معمر اور بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بہت زیادہ لنگڑے تھے اور ان کے شیر جیسے چار جوان بیٹے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک ہوتے جب اُحد کا موقع آیا تو انہوں نے اپنے والد کو (لڑائی کی شرکت سے) روکنا چاہا اور کہا اللہ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرے بیٹے مجھے اس لڑائی میں آپ کے ساتھ جانے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے اس لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں چلوں پھروں تو حضورؐ نے فرمایا اللہ نے تم کو معذور قرار دیا ہے لہٰذا جہاد میں جانا تمہارے ذمہ نہیں ہے اور ان کے بیٹوں سے فرمایا تم ان کو جہاد میں جانے سے مت روکو۔ ہو سکتا ہے اللہ ان کو شہادت نصیب فرما دے۔ چنانچہ وہ غزوۂ اُحد میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے اور شہادت کا مرتبہ پایا[3] حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں شریک ہوئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت

[1] اسندہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۴۹)، [2] ذکرہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۱)
[3] اسندہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۷)

میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے یہ بتائیں اگر میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا شہید ہو جاؤں تو میرا یہ لنگڑا پاؤں وہاں ٹھیک ہو جائے گا اور کیا میں جنت میں اس پاؤں سے چل پھر سکوں گا؟ حضرت عمرؓو پاؤں سے لنگڑے تھے. حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہاں (تمہارا پاؤں جنت میں ٹھیک ہو جائے گا) چنانچہ جنگِ اُحُد کے دن وہ اور ان کا بھتیجا اور ان کا ایک غلام شہید ہوئے. حضورؐ کا ان پر گزر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عمرو بن جموحؓ کا لنگڑا پاؤں ٹھیک ہو گیا ہے اور وہ اس سے جنت میں چل رہے ہیں. حضورؐ نے حکم دیا کہ ان تینوں کو ایک قبر میں دفن کیا جائے. چنانچہ وہ تینوں ایک قبر میں دفن کئے گئے[1]

حضرت یحییٰ بن عبدالحمید کی دادی بیان کرتی ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو چھاتی میں ایک تیر لگا. عمرو بن مرزوق راوی کہتے ہیں کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے اُستاد نے کس دن کا نام لیا تھا جنگِ اُحُد کا یا جنگِ حُنین کا. (بہرحال ان دونوں دنوں میں سے ایک دن لگا) انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا یہ تیر نکال دیں. آپ نے فرمایا اے رافع! اگر تم چاہو تو تیر اور پھل دونوں نکال دوں اور اگر تم چاہو تو تیر نکال دوں اور پھل رہنے دوں اور قیامت کے دن تمہارے لئے گواہی دوں کہ تم شہید ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! تیر نکال دیں اور پھل رہنے دیں اور قیامت کے دن میرے لئے گواہی دیں کہ میں شہید ہوں. چنانچہ حضورؐ نے ایسے ہی کیا اور حضرت رافع بن خدیج (کافی عرصہ تک) زندہ رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانۂ خلافت میں ان کا زخم پھر ہرا ہو گیا اور عصر کے بعد ان کا انتقال ہوا اس روایت میں اسی طرح ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا انتقال حضرت معاویہ کے زمانۂ خلافت کے بعد ہوا[2] اصابہ میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ زخم کے ہرا ہونے اور ان کے انتقال کے درمیان کافی عرصہ گزرا ہو[3] اور احادیث اِنْشَاءَ اللّٰہُ صبر کے باب میں آئیں گی۔

---

[1] اخرجہ احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۱۵) رجالہ رجال الصحیح غیر یحیی بن النضر الانصاری وہو ثقۃ انتہی واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۴) من طریق ابن اسحاق بنحوہ [2] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ [3] الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۹۶) و اخرجہ ایضاً البا وردی و ابن مندہ والطبرانی کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۷۴) وابن شاہین کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۶۹)

ہجرت کا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے کس طرح اپنے پیارے وطنوں کو چھوڑا. حالانکہ وطن کا چھوڑنا انسان کے لیئے بڑا مشکل کام ہے اور انہوں نے وطن بھی اس طرح چھوڑا کہ پھر موت تک اپنے وطن کو واپس نہ گئے۔ اور یہ وطن چھوڑنا کس طرح ان کو دُنیا اور متاعِ دُنیا سے زیادہ محبوب ہوگیا تھا اور انہوں نے دین کو کس طرح دُنیا پر مُقدّم کیا اور نہ دنیا کے ضائع ہونے کی پرواہ کی اور نہ اس کے فنا ہونے کی طرف توجّہ کی اور وہ کس طرح اپنے دین کو فتنہ سے بچانے کیلئے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف بھاگے پھرتے تھے (ان کی حالت ایسی تھی کہ) گویا کہ وہ آخرت ہی کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں اور وہ صرف آخرت ہی کی فکر کرنے والے ہیں۔ چنانچہ (اس کے نتیجہ میں) ایسا نظر آتا تھا کہ دُنیا صرف انہی کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ سے مُرسلاً منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کے بعد ذی الحجۃ کے بقیہ دن اور محرم اور صفر مکہ میں ٹھہرے رہے اور جب مشرکین قریش کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ حضورؐ یہاں سے جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیئے مدینہ میں ٹھکانہ اور حفاظت کی جگہ بنا دی ہے اور انہیں معلوم ہو گیا کہ انصار مسلمان ہو گئے ہیں اور مہاجرین ان کے پاس جا رہے ہیں تو انہوں نے حضورؐ کے خلاف انتہائی قدم اُٹھانے کا فیصلہ کر لیا اور یہ طے کر لیا کہ وہ حضورؐ کو پکڑ کر رہیں گے۔ پھر (نعوذ باللہ من ذٰلک) یا تو ان کو قتل کر دیں گے یا قید کر دیں گے۔ عمرو بن خالد راوی کو شک ہے کہ قید کرنے کا ذکر ہے یا زمین پر گھسیٹنے کا۔ (بظاہر قید کرنے کا ذکر ہے) یا آپ کو مکہ سے نکال دیں گے یا آپ کو باندھ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ان کی اس سازش سے باخبر کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی :-

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

ترجمہ :" اور جب فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔"

جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اس دن آپ کو یہ خبر لگی کہ آپ رات کو جب اپنے بستر پر لیٹ جائیں گے تو وہ کافر رات کو آپ پر حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ رات کے اندھیرے میں آپ اور حضرت ابوبکرؓ مکہ سے نکل کر غارِ ثور تشریف لے گئے اور یہ وہی غار ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضورؐ کے بستر پر آکر لیٹ گئے تاکہ جاسوسوں کو حضورؐ کے جانے کا پتہ نہ چلے (اور وہ یہ سمجھتے رہیں کہ یہ حضورؐ ہی لیٹے ہوئے ہیں)، اور مشرکین قریش ساری رات اِدھر اُدھر پھرتے رہے اور مشورے کرتے رہے

کہ بستر پر لیٹے ہوئے آدمی کو ایک دم پکڑ لیں گے۔ وہ یونہی مشورے کرتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ کرسکے اور باتوں ہی باتوں میں صبح ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ بستر سے اُٹھ رہے ہیں۔ مشرکین نے ان سے حضورؐ کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے بتایا کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ خبر نہیں ہے۔ اس وقت انہیں پتہ چلا کہ حضورؐ تو جا چکے۔ آپؐ کی تلاش میں وہ مشرک سوار ہو کر ہر طرف چل پڑے اور آس پاس کے چشموں والوں کو بھی پیغام بھیجا کہ وہ حضورؐ کو گرفتار کرلیں انہیں بڑا انعام ملے گا اور وہ تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے جس میں حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ تھے۔ حتیٰ کہ وہ غار کے اُوپر بھی چڑھ گئے اور حضورؐ نے ان کی آوازیں بھی سُن لیں حضرت ابوبکرؓ تو اس وقت بہت ڈر گئے اور ان پر خوف اور غم طاری ہوگیا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا :-

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا؟

ترجمہ :- "غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" اور آپ نے دعا مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً آپ پر سکینہ نازل ہوئی (جیسے کہ قرآن مجید میں ہے)

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ○

ترجمہ :- "پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں، اور نیچے ڈالی بات کافروں کی، اور اللہ کی بات ہمیشہ اُوپر ہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا۔" حضرت ابوبکرؓ کے پاس کچھ دودھ والی بکریاں تھیں جو روزانہ شام کو ان کے اور ان کے گھر والوں کے پاس کے آجاتی تھیں (اور یہ ان کا دودھ پی لیا کرتے تھے) حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ بڑے امانت دار، دیانت دار اور بڑے پکے مسلمان تھے، انہیں حضرت ابوبکرؓ نے (کسی رہبر کو اُجرت پر لینے کے لئے) بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے بنو عبد بن عدی کا ایک آدمی اُجرت پر لے لیا جسے ابن الاُرَیقط کہا جاتا تھا جو کہ قریش کے بنو سَہم یعنی بنو عاص بن وائل کا حلیف تھا یہ عَدوی آدمی اس وقت مشرک تھا۔ اور وہ لوگوں کو راستہ بتانے کا کام کرتا تھا۔ ان دنوں وہ ہماری سواریاں لے کر چھپا رہا۔ شام کے وقت مکہ کے تمام حالات

لے کر حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات کے پاس آتے اور حضرت عامر بن فُہیرہ ہر رات بکریاں لے کر آتے۔ یہ حضرات ان کا دودھ نکال کر پی لیتے اور ذبح کرکے گوشت کھا لیتے۔ پھر صبح صبح حضرت عامر بکریاں لے کر لوگوں کے چرواہوں میں جا ملتے اور ان کا کسی کو پتہ نہ چلتا۔ یہاں تک کہ جب ان حضرات کے بارے میں شور و غل بند ہوگیا اور حضرت عامر بن فُہیرہ نے آکر ان حضرات کو بتایا کہ ان کے بارے میں لوگ خاموش ہوگئے ہیں تو حضرت عامر بن فُہیرہ اور ابن اُرَیقِط ان حضرات کی دو اُونٹنیاں لے کر آگئے اور یہ حضرات غار میں دو رات اور دو دن گزار چکے تھے۔ پھر یہ حضرات وہاں سے چلے اور ان کے ساتھ حضرت عامر بن فُہیرہ تھے جو ان حضرات کی اُونٹنیوں کو ہانکتے اور ان کی خدمت کرتے اور ان کی (مختلف کاموں میں) اعانت کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ ان کو اپنے پیچھے باری باری بٹھا لیتے۔ حضرت عامر بن فُہیرہ اور بنو عدی کے قبیلہ کے راستہ بتانے والے کے علاوہ اور کوئی ان حضرات کے ساتھ نہ تھا۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر روزانہ صبح یا شام کسی ایک وقت ضرور تشریف لاتے۔ چنانچہ جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے کی اور اپنی قوم کے درمیان میں سے مکہ سے چلے جانے کی اجازت دی۔ اس دن آپ عین دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے اس وقت آپ پہلے کبھی تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ جب آپ کو حضرت ابوبکر نے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ضرور کوئی نئی بات پیش آئی ہے جس کی وجہ سے حضورؐ اس وقت (عادت کے خلاف) تشریف لائے ہیں۔ جب حضورؐ اندر آگئے تو آپ کو جگہ دینے کے لئے حضرت ابوبکرؓ اپنی چارپائی سے ذرا پرے ہٹ گئے اور حضورؐ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس اس وقت میں اور میری بہن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہارے پاس بیٹھے ہوئے ہیں انہیں باہر بھیج دو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ دونوں تو میری بیٹیاں ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ان کے یہاں رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چلے جانے اور ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا

---

[1] اخرجہ الطبرانی مرسلاً قال الہیثمی (ج ۶ ص ۵۲) وفیہ ابن لہیعۃ وفیہ کلام وحدیثہ حسن اھ

یارسول اللہ! میں (اس سفر ہجرت میں) آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں. آپ نے فرمایا تم بھی ساتھ چلو. حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں تھا کہ انسان خوشی کی وجہ سے بھی رویا کرتا ہے. اس دن حضرت ابوبکرؓ کو روتے دیکھ کر یہ پتہ چلا. پھر انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ! یہ دو سواریاں میں نے اس وقت کے لئے تیار کر رکھی تھیں ان حضرات نے عبداللہ بن اُریقط کو راستہ بتانے کے لئے اُجرت پر لیا. یہ قبیلہ بنو دُئِل بن بکر کا تھا اور اس کی والدہ بنو سہم بن عَمرو میں سے تھی اور یہ مُشرک تھا اور اسے اپنی دونوں سواریاں دے دیں. اور جو وقت اس سے مقرر کیا تھا اس وقت تک وہ ان دونوں سواریوں کو چراتا رہا[1] علامہ بغوی نے ایک عُمدہ اسناد کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی حدیث کا کچھ حصہ نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ساتھ رہنے کی درخواست ہے. حضورؐ نے فرمایا منظور ہے. حضرت ابوبکرؓ نے کہا میرے پاس دو سواریاں ہیں جن کو چھ مہینے سے اس وقت کے لئے گھاس کھلا رہا ہوں آپ ان میں سے ایک لے لیں. آپ نے فرمایا میں ویسے نہیں لوں گا بلکہ اسے خریدوں گا. چنانچہ حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے وہ سواری خریدی. پھر وہ دونوں حضرات وہاں سے چلے اور غار میں جاکر ٹھہر گئے. آگے اور حدیث ذکر کی ہے[2]

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں روزانہ ہمارے پاس دو دفعہ تشریف لاتے تھے. ایک دن آپ عین دوپہر کے وقت تشریف لائے میں نے کہا اے ابّا جان! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میرے ماں باپ قربان ہوں اس وقت کسی خاص بات کی وجہ سے آئے ہیں. (حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کے پاس گئے) حضورؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دی ہے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں. حضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو. حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میرے پاس دو سواریاں ہیں جنہیں میں اتنے عرصہ سے آج کے انتظار میں گھاس کھلا رہا ہوں ان میں سے ایک آپ لے لیں. حضورؐ نے فرمایا میں قیمت دے کر لوں گا. حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ اسی میں خوش ہیں

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق [2] کما فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۳۴)

تو قیمت دے کرلیں۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ ہم نے ان دونوں حضرات کے لئے سفر کا کھانا تیار کیا اور اپنے کمر بند کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑے سے زادِ سفر کو باندھ دیا۔ پھر وہ دونوں حضرات چلے اور ثور پہاڑ کے غار میں جا ٹھہرے۔ جب وہ دونوں حضرات اس غار تک پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ حضورؐ سے پہلے اس غار کے اندر گئے اور ہر سوراخ میں انگلی ڈال کر دیکھا کہ کہیں اس میں کوئی موذی جانور تو نہیں ہے (جو حضورؐ کو تکلیف پہنچائے) جب کفار کو یہ دونوں حضرات (مکہ میں) نہ ملے تو وہ ان کی تلاش میں چل پڑے اور حضورؐ کو ڈھونڈ کر لانے والے کے لئے سو اونٹنیوں کا انعام مقرر کیا اور مکہ کے پہاڑوں پر پھرتے پھرتے اس پہاڑ پر پہنچ گئے جہاں یہ دونوں حضرات تھے۔ ان میں سے ایک آدمی غار کی طرف منہ کئے ہوئے تھا۔ اس کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ! یہ آدمی تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ فرشتے ہمیں اپنے پروں سے چھپائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ آدمی بیٹھ کر غار کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ ہمیں دیکھ رہا ہوتا تو ایسے نہ کرتا۔ وہ دونوں حضرات وہاں تین رات رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت عامر بن فُہَیرہ شام کے وقت حضرت ابوبکرؓ کی بکریاں لے آتے اور آخر رات میں ان کے پاس سے بکریاں لے کر چلے جاتے اور چراگاہ میں جا کر چرواہوں کے ساتھ مل جاتے۔ شام کو چرواہوں کے ساتھ واپس آتے (لیکن) آہستہ آہستہ چلتے (اور پیچھے رہ جاتے) جب رات کا اندھیرا ہو جاتا تو اپنی بکریاں لے کر ان دونوں حضرات کے پاس پہنچ جاتے۔ چرواہے یہ سمجھتے کہ وہ انہی کے ساتھ ہیں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما دن کو مکہ میں رہ کر حالات معلوم کرتے رہتے اور جب رات کا اندھیرا ہوتا تو وہ ان دونوں حضرات کو جا کر سارے حالات بتا دیتے اور پھر آخر رات میں ان حضرات کے پاس سے چل پڑتے اور صبح کو مکہ پہنچ جاتے (تین راتوں کے بعد) یہ دونوں حضرات غار سے نکلے اور ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا۔ کبھی حضرت ابوبکر حضورؐ کے آگے چلنے لگتے جب ان کو پیچھے سے کسی کے آنے کا خطرہ ہوتا تو آپ کے پیچھے چلنے لگتے۔ سارے سفر میں یونہی (کبھی آگے کبھی پیچھے) چلتے رہے۔ چونکہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں مشہور تھے اس وجہ سے

راستہ میں انہیں کوئی (پہچاننے والا) ملتا اور یہ پوچھتا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو آپ کہتے، یہ راستہ دکھانے والا ہے جو مجھے راستہ دکھا رہا ہے۔ ان کا مطلب یہ ہوتا کہ مجھے دین کا راستہ دکھا رہا ہے اور دوسرا یہ سمجھتا کہ انہیں سفر کا راستہ دکھا رہا ہے۔ جب یہ حضرات قُدَید کی آبادی پر پہنچے جو ان کے راستہ میں پڑتی تھی تو ایک آدمی نے بنو مُدلج کے پاس آکر بتایا کہ میں نے سمندر کی طرف جاتے ہوئے دو سواروں کو دیکھا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ قریش کے وہی دو آدمی ہیں جنہیں تم ڈھونڈ رہے ہو تو سُراقہ بن مالک نے کہا یہ دو سوار تو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے لوگوں کے کسی کام کے لیئے بھیجا ہے (سُراقہ سمجھ تو گئے کہ یہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ ہیں لیکن لوگوں سے چھپانے کے لیئے یہ کہہ دیا) پھر سُراقہ نے اپنی باندی کو بلا کر اس کے کان میں یہ کہا کہ وہ ان کا گھوڑا (آبادی سے) باہر لے جائے۔ پھر وہ ان دونوں حضرات کی تلاش میں چل پڑے۔ سُراقہ کہتے ہیں کہ میں ان دونوں کے قریب پہنچا اور پھر انہوں نے اپنا قصہ بیان کیا جیسے کہ آگے آئے گا[1]

حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چند لوگوں کا تذکرہ ہوا اور لوگوں نے ایسی باتیں کہیں جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ لوگ حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! ابوبکر کی ایک رات عمر کے سارے خاندان (کی زندگی) سے بہتر ہے اور ابوبکر کا ایک دن عمر کے سارے خاندان (کی زندگی) سے بہتر ہے۔ جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر غار تشریف لے گئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کچھ دیر حضورؐ کے آگے چلتے اور کچھ دیر پیچھے۔ حضورؐ اس بات کو سمجھ گئے اور آپ نے فرمایا اے ابوبکر تمہیں کیا ہوا کچھ دیر میرے پیچھے چلتے ہو اور کچھ دیر میرے آگے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب مجھے خیال آتا ہے کہ پیچھے سے کوئی تلاش کرنے والا نہ آجائے تو میں پیچھے چلنے لگتا ہوں اور پھر مجھے خیال آتا ہے کہ آگے کوئی گھات میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۵۴) وفیہ یعقوب بن حمید بن کاسب وثقہ ابن حبان وغیرہ وضعفہ ابو حاتم وغیرہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح اھ۔

چلنے لگتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابوبکر! اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آئے تو کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ میرے بجائے تمہیں پیش آئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ایسی ہی بات ہے۔ جب یہ دونوں حضرات غار تک پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ذرا یہاں ہی ٹھہریں میں آپ کے لئے غار کو صاف کر لوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے اندر جا کر غار کو صاف کیا پھر باہر آئے تو خیال آیا کہ انہوں نے سوراخ تو ابھی صاف نہیں کئے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ابھی آپ ذرا اور ٹھہریں میں سوراخ بھی صاف کر لوں۔ چنانچہ اندر جا کر غار کو اچھی طرح صاف کیا پھر آ کر عرض کیا یارسول اللہ! اندر تشریف لے آئیں۔ آپ اندر تشریف لے گئے پھر حضرت عمرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (حضرت ابوبکرؓ کی) یہ ایک رات عمر کے پورے خاندان سے بہتر ہے[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں تشریف لے گئے اور قریش بھی حضورؐ کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچ گئے لیکن جب انہوں نے غار کے دروازے پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھا تو کہنے لگے اس غار کے اندر کوئی نہیں گیا۔ حضورؐ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکرؓ پہرہ دے رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا یہ آپ کی قوم آپ کو ڈھونڈ رہی ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو اپنی جان کا کوئی غم نہیں ہے لیکن مجھے تو اس بات کا غم ہے کہ مجھے آپ کے بارے میں کوئی ناگوار بات نہ دیکھنی پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا اے ابوبکر! مت ڈرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے[2]

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بیان کیا کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے حضورؐ سے عرض کیا اگر ان کافروں میں سے کوئی اپنے پیروں کی طرف نظر ڈالے گا تو وہ ہمیں اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لے گا آپ نے فرمایا اے ابوبکر! تمہارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے[3]

[1] اخرجہ البیہقی کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۸۰) واخرجہ الحاکم ایضاً کما فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۳۴۸) اخرجہ البغوی عن ابن ابی ملیکۃ مرسلا بمعناہ قال ابن کثیر ہذا مرسل حسن کما فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۳۵)
[2] اخرجہ الحافظ ابوبکر القاضی [3] کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۸۱ - ۱۸۲) واخرجہ ایضاً الشیخان والترمذی وابن سعد وابن ابی شیبۃ وغیرہم کما فی الکنز (ج ۸ ص ۳۲۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (میرے والد) حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے تیرہ درہم میں ایک زین خریدی۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عازب سے کہا کہ (اپنے بیٹے) براء سے کہو کہ وہ یہ زین میرے گھر پہنچا دے۔ حضرت عازب نے کہا پہلے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے) ہجرت کے لئے چلے تھے اور آپ ان کے ساتھ تھے تو آپ نے کیا کیا تھا؟ پھر میں براء سے کہوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہم (غار سے) شروع رات میں نکلے اور ساری رات چلتے رہے پھر اگلے سارے دن تیزی سے چلتے رہے پھر اگلی رات چلتے رہے حتیٰ کہ اس سے اگلا دن ہو گیا اور دوپہر ہو گئی اور گرمی تیز ہو گئی پھر میں نے اپنی نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی سایہ نظر آ جائے جہاں ہم ٹھہر جائیں تو مجھے ایک چٹان نظر آئی میں جلدی سے وہاں گیا تو وہاں ابھی کچھ سایہ باقی تھا۔ میں نے اس جگہ کو حضورؐ کے لئے برابر کیا اور آپ کے لئے ایک پوستین بچھا دی اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا لیٹ جائیں۔ چنانچہ آپ لیٹ گئے پھر میں نکل کر دیکھنے لگا کہ کوئی تلاش کرنے والا ادھر تو نہیں آ رہا تو مجھے بکریوں کا ایک چرواہا نظر آیا میں نے کہا اے لڑکے تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام لیا جسے میں نے پہچان لیا میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا کچھ دودھ مجھے نکال کر دے سکتے ہو؟ (یعنی کیا تمہیں یوں دودھ دینے کی اجازت ہے) اس نے کہا ہاں دے سکتا ہوں۔ میرے کہنے پر اس نے ایک بکری کی ٹانگیں باندھیں۔ پھر اس نے اس کے تھن سے غبار کو صاف کیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے غبار کو صاف کیا۔ میرے پاس ایک برتن تھا جس کے منہ پہ کپڑا بندھا ہوا تھا اس نے مجھے تھوڑا سا دودھ نکال کر دیا۔ میں نے پیالہ میں پانی ڈالا جس سے نیچے تک کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ! دودھ پی لیں۔ آپ نے اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا۔ پھر میں نے کہا چلنے کا وقت ہو گیا ہے۔ چنانچہ ہم وہاں سے چل پڑے مکہ والے ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم کے علاوہ اور کوئی ہم تک نہ پہنچ سکا۔ یہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ ڈھونڈنے والا ہم تک پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا غم نہ کرو۔ بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر وہ سراقہ جب ہمارے اور قریب

آگیا یہاں تک کہ ایک یا دو یا تین نیزوں تک کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ڈھونڈنے والا ہمارے بالکل قریب آگیا ہے اور میں رو پڑا۔ آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا میں اپنی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ آپ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ آپ نے اس کے لئے یہ بددُعا کی اے اللہ! آپ جیسے چاہیں اس سے بچا لیں تو ایک دم اس کے گھوڑے کے پاؤں پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گئے اور وہ اپنے گھوڑے سے کُودا اور کہا اے محمد! مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کا کام ہے۔ آپ، اللہ سے دعا کریں کہ میں جس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں وہ مجھے اس سے نکال دے اللہ کی قسم! مجھے پیچھے جتنے ڈھونڈنے والے ملیں گے میں ان سب کو آپ کے بارے میں مُغالطہ میں ڈال دُونگا۔ (اور آپ کے پیچھے کسی کو نہیں آنے دوں گا) اور یہ میرا ترکش ہے آپ اس میں سے ایک تیر لے لیں۔ فلانی جگہ آپ میرے اُونٹوں اور بکریوں کے پاس سے گزریں گے۔ (آپ یہ تیر دکھا کر) جتنی بکریوں کی آپ کو ضرورت ہو لے لیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس کے لئے دُعا فرمائی۔ وہ اس مصیبت سے خلاصی پا کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلا گیا پھر حضورؐ وہاں سے چل دیئے اور میں آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔ لوگوں نے آپ کا استقبال کیا۔ لوگ راستے کے دونوں طرف چھتوں پر چڑھ گئے اور راستے میں خادم اور بچے دوڑے پھر رہے تھے اور کہہ رہے تھے اللہُ اکبر، رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آگئے محمَّد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آگئے۔ مدینہ کے لوگ آپس میں جھگڑنے لگے کہ حضورؐ کس کے مہمان بنیں تو حضورؐ نے فرمایا آج رات تو میں عبدالمُطّلِب کے ماموں بنو نجّار کے ہاں ٹھہروں گا۔ اس طرح میں ان کا اِکرام کرنا چاہتا ہوں۔ (چنانچہ آپ وہاں ٹھہرے) جب صبح ہوئی تو آپ کو (اللہ کی طرف سے) جہاں ٹھہرنے کا حکم ملا وہاں تشریف لے گئے لہ

حضرت عُروہ بن زُبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہما فرماتے ہیں کہ حضرت زُبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ان سے حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت زُبیرؓ نے حُضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید

لہ اخرجہ احمد و اخرجہ الشیخان فی الصحیحین کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۸۷، ۱۸۸) و اخرجہ ایضاً ابن ابی شیبۃ و ابن سعد (ج ۳ ص ۸۰) بنحوہ مطولاً مع زیادۃ و ابن خزیمۃ وغیرہم کما فی الکنز (ج ۸ ص ۳۳۰)

کپڑے پہنائے اور مدینہ میں مسلمانوں نے حضورؐ کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر سُن لی تھی مدینہ کے مسلمان روزانہ صبح کو حرّہ تک آپ کے استقبال کے لیئے آتے اور آپ کا انتظار کرتے اور جب دوپہر کو گرمی تیز ہو جاتی تو مدینہ واپس چلے جاتے۔ ایک دن بہت دیر انتظار کر کے مسلمان واپس ہوئے۔ جب یہ لوگ اپنے گھروں کو پہنچے تو ایک یہودی ایک قلعہ پر کسی چیز کو دیکھنے کے لیئے چڑھا۔ اس کی نظر حضورؐ پر اور آپ کے ساتھیوں پر پڑی جو کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور ان حضرات کے آنے کی وجہ سے سراب ہٹتا جا رہا تھا۔ (گرمی کی وجہ سے ریگستان میں جو ریت پانی کی طرح نظر آتی ہے اسے سراب کہتے ہیں) اس یہودی سے نہ رہا گیا اس نے بلند آواز سے کہا اے عرب والو! یہ تمہارے حضرت ہیں جن کا تم انتظار کر رہے تھے تو مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے (اس زمانے میں استقبال کے لیئے ہتھیار بھی لگائے جاتے تھے) اور (ہتھیار لگا کر) مسلمانوں نے حرّہ مقام پر جا کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا استقبال کیا۔ آپ ان سب کو لے کر حرّہ کے داہنی جانب مُڑ گئے اور بنو عمرو بن عوف کے ہاں جا کر ٹھہرے۔ وہ پیر کا دن اور ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ تو لوگوں کے استقبال میں کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ خاموش بیٹھے ہوئے تھے تو انصار میں سے جن لوگوں نے حضورؐ کو اب تک نہیں دیکھا تھا وہ آ آ کر حضرت ابوبکرؓ کو سلام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب حضورؐ پر دھوپ آئی تو حضرت ابوبکرؓ آ کر اپنی چادر سے آپ پر سایہ کرنے لگے۔ تب لوگوں کو حضورؐ کا پتہ چلا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دس راتوں سے زیادہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کے بارے میں قرآن مجید میں ہے:۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی۔

"البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر" اور اس میں حضورؐ نے نماز پڑھی پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی مدینہ میں اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں مسجدِ نبوی ہے۔ اور ان دنوں وہاں مسلمان مرد نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور وہ جگہ دو یتیم لڑکوں (حضرت سہیل اور حضرت سہل رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا) کی تھی جہاں کھجوریں سکھایا کرتے تھے۔ یہ دونوں حضرت اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے۔ جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ

اِنْشاءَ اللّٰہ یہی ہمارے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ پھر آپ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور مسجد بنانے کے لیئے ان سے اس جگہ کا سودا کرنا چاہا تو ان بچوں نے کہا یا رسولَ اللّٰہ! نہیں (ہم بیچنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ) ہم یہ زمین آپ کو ہدیہ کر دیتے ہیں۔ آپؐ نے ان بچوں سے یہ زمین بطور ہدیہ کے لینے سے انکار کر دیا اور ان سے وہ جگہ خریدی (کیونکہ نابالغ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی زمین کو ہدیہ نہیں کر سکتے تھے) پھر اس جگہ آپ نے مسجد بنائی۔ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی صحابہ کے ساتھ مسجد کی تعمیر کے لیئے کچی اینٹیں اُٹھانے لگے اور آپ اینٹیں اُٹھاتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے:۔

هٰذَا الْحِمَالُ لَاحِمَالُ خَيْبَرْ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ۔

یہ اُٹھائی جانے والی اینٹیں خیبر میں اُٹھائی جانے والی کھجور اور کشمش کی طرح نہیں ہیں۔ اے ہمارے رَبّ! بلکہ یہ تو ان سے زیادہ بھلی اور زیادہ پاک ہیں۔ اور یہ شعر بھی پڑھ رہے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَهْ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

اے اللہ اصل اجر و ثواب تو آخرت کا اجر و ثواب ہے۔ تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔

پھر آپ نے ایک مسلمان کا شعر پڑھا لیکن اس مسلمان کا نام مجھے نہیں بتایا گیا ابنِ شہاب کہتے ہیں ہمیں حدیثوں میں یہ کہیں نہیں ملا کہ حُضورؐ نے ان اشعار کے علاوہ اور کسی کا پورا شعر پڑھا ہو۔[1]

حضرت اَنَس بن مَالِک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں بھی بچوں کے ساتھ دوڑا پھر رہا تھا سب لوگ کہہ رہے تھے کہ مُحمّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) آگئے۔ میں دوڑا تو پھر رہا تھا لیکن مجھے نظر کچھ نہیں آرہا تھا۔ یہاں تک کہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ دونوں تشریف لے آئے اور مدینہ کی ایک غیر آباد جگہ میں آکر بیٹھ گئے پھر انہوں نے ایک دیہاتی آدمی کو بھیجا جو انصار کو ان دونوں

---

[1] اخرجہ البخاری وہذا لفظ البخاری وقد تفرد بروایتہ دون مسلم ولہ شواہد من وجوہ اخر کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۸۶)

حضرات (کے آنے) کی خبر کر دے۔ چنانچہ تقریباً پانچ سو انصار ان حضرات کے استقبال کے لئے نکلے اور ان دونوں حضرات کی خدمت میں پہنچ کر ان حضرات نے عرض کیا آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں آپ دونوں حضرات امن میں ہیں اور آپ دونوں حضرات کی بات مانی جائے گی۔ آپؐ اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر ان استقبال کرنے والوں کے درمیان میں چل رہے تھے۔ تمام مدینہ والے استقبال کے لئے نکل آئے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں گھروں کی چھتوں پر ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر حضورؐ کو دیکھ رہی تھیں اور ایک دوسری سے پوچھ رہی تھیں کہ ان میں حضورؐ کون سے ہیں؟ ان میں حضورؐ کونسے ہیں؟ اس جیسا منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس دن بھی دیکھا تھا جس دن آپ مدینہ تشریف لائے تھے اور اس دن بھی دیکھا تھا جس دن آپؐ کا انتقال ہوا تھا ان دو دنوں جیسا کوئی دن میں نے نہیں دیکھا[1]

حضرت ابن عائشہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ تشریف لائے تو عورتیں اور بچے یہ اشعار خوشی میں پڑھ رہے تھے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ۔

وَدَاع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند ہم پر نکلا۔ جب تک کوئی بھی اللہ کی دعوت دیتا رہے گا ہم پر شکر واجب رہے گا[2]

حضرت عمر بن خطاب اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کی ہجرت

حضرت بَرَاء بن عَازِب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ

---

[1] اخرجہ احمد و رواہ البیہقی بنحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۹۷) [2] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۹۷)

میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) حضرت مُصعب بن عُمیرؓ اور ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہما آئے۔ یہ دونوں ہمیں قرآن پڑھانے لگے۔ پھر حضرت عمّار، حضرت بلال اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم آئے۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہؓ کے ساتھ آئے پھر حضورؐ تشریف لائے اور میں نے مدینہ والوں کو حضورؐ کی تشریف آوری پر جتنا خوش ہوتے ہوئے دیکھا اتنا کسی چیز پر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں آپ کی تشریف آوری سے پہلے مفصل سورتوں میں سے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى" پڑھ چکا تھا[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس بنو عبدالدار قبیلہ کے حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ آئے پھر بنو فہر کے نابینا ابن اُمّ مکتوم آئے۔ پھر حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس سواروں کے ساتھ آئے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ حضرت عمرؓ نے کہا وہ میرے پیچھے تشریف لا رہے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت براء فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے تشریف لانے سے پہلے مُفصل کی کئی سورتیں پڑھ چکا تھا[2]

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عیّاش بن ابی ربیعہ اور حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہما نے مدینہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو ہم نے سرف مقام سے اُوپر کی جانب بنو غفار کے حوض کے کنارے وادی تناضب میں جمع ہونا طے کیا اور ہم نے کہا کہ ہم میں سے جو بھی صبح کو وہاں پہنچا ہوا نہ ہو گا (تو ہم سمجھ لیں گے کہ) اسے روک لیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے باقی دونوں ساتھی چلے جائیں (اور اس کا انتظار نہ کریں)، چنانچہ میں اور حضرت عیّاش تو صبح تناضب پہنچ گئے۔ اور حضرت ہشام کو ہمارے پاس آنے سے روک لیا گیا۔ اور (کافروں کی طرف سے) ان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ آزمائش میں پڑ گئے یعنی اسلام سے پھر گئے۔ جب ہم مدینہ آئے تو ہم قُباء میں بنو عَمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے۔ حضرت عیّاش، ابو جہل بن ہشام اور حارث بن ہشام کے چچازاد بھائی اور ماں شریک بھائی تھے۔ ابو جہل اور حارث حضرت

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۳۱) [2] عند احمد فی حدیث البراء عن ابی بکر رضی اللہ عنہما فی الہجرۃ و اخرجہ ایضاً البخاری و مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۸۸)

عیاشؓ کو واپس لے جانے کے لیئے مدینہ آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے ان دونوں نے حضرت عیاشؓ سے بات کی اور ان سے کہا کہ تمہاری ماں نے یہ نذر مانی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لے گی نہ وہ سر میں کنگھی کرے گی اور نہ دھوپ سے سایہ میں جائے گی۔ (ماں کا یہ حال سن کر) ان کا دل نرم پڑ گیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ کی قسم یہ لوگ تم کو تمہارے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ان سے چوکنے رہو۔ اللہ کی قسم جب جوئیں تمہاری ماں کو تنگ کریں گی تو وہ ضرور کنگھی کرے گی، اور جب مکہ کی گرمی ان کو ستائے گی تو وہ خود سایہ میں چلی جائے گی۔ اس پر حضرت عیاشؓ نے کہا میں اپنی ماں کی نذر بھی پوری کرا آتا ہوں اور میرا وہاں کچھ مال ہے وہ بھی میں لے آتا ہوں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے میں قریش کے بڑے مالداروں میں سے ہوں تم ان کے ساتھ مت جاؤ۔ میں تمہیں اپنا آدھا مال دے دیتا ہوں لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی اور ان دونوں کے ساتھ جانے پر مُصر رہے۔ جب انہوں نے ان کے ساتھ جانے کی ٹھان ہی لی تو میں نے ان سے کہا تم نے جو کرنا تھا وہ کر لیا (اور ان کے ساتھ جانے کا ارادہ کر ہی لیا) تو میری یہ اونٹنی لے لو یہ بڑی عمدہ نسل کی اور مان کر چلنے والی ہے۔ تم اس کی پیٹھ پر بیٹھے رہنا۔ اگر تمہیں ان دونوں کی کسی بات سے شک ہو تو اس پر بھاگ کر اپنی جان بچا لینا۔ چنانچہ وہ اس اونٹنی پر سوار ہو کر ان دونوں کے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں ایک جگہ ابوجہل نے ان سے کہا اے میرے بھائی، اللہ کی قسم میرا یہ اونٹ سست پڑ گیا ہے۔ کیا تم مجھے اپنی اس اونٹنی پر پیچھے نہیں بٹھا لیتے؟ حضرت عیاشؓ نے کہا، ہاں ضرور۔ اور انہوں نے اپنی اونٹنی نیچے بٹھا لی۔ اور ان دونوں نے بھی اپنے اونٹ بٹھا لیئے تاکہ ابوجہل ان کی اونٹنی پر سوار ہو جائے۔ جیسے ہی وہ زمین پر اُترے تو یہ دونوں حضرت عیاشؓ پر جھپٹے اور انہیں رسّی سے اچھی طرح باندھ لیا اور انہیں مکہ لے گئے اور اسلام سے ہٹانے کے لیئے ان پر بڑا زور ڈالا۔ آخر وہ اسلام کو چھوڑ گئے۔ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ جو مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کفر میں چلا جائے گا پھر اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کریں گے۔ اور اسلام چھوڑ کر چلے جانے والے بھی یہی سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضورؐ مدینہ تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: "کہہ دے اے بندو میرے۔ جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر۔ آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے۔ بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان۔ اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو، پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔ اور چلو بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے، پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو"۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ آیتیں لکھ کر حضرت ہشام بن عاص کے پاس بھیج دیں۔ حضرت ہشام کہتے ہیں کہ جب یہ آیتیں میرے پاس پہنچیں تو میں ان کو ذی طویٰ مقام پر پڑھنے لگا۔ اور (ان کے معنی اور مطلب کو سمجھنے کے لئے) ان کو اوپر نیچے دیکھنے لگا لیکن مجھے ان کا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ یہاں تک کہ میں نے دعا مانگی اے اللہ! یہ آیتیں مجھے سمجھا دے۔ پھر اللہ نے میرے دل میں یہ مطلب ڈالا کہ یہ آیتیں ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ ہم جو اپنے دلوں میں سوچا کرتے تھے اور صحابہؓ جو ہمارے بارے میں کہا کرتے تھے کہ جو اسلام کو چھوڑ کر کفر میں چلا جائے گا پھر اللہ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا (اب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر بتایا ہے کہ توبہ قبول ہو جائے گی جب یہ مطلب میری سمجھ میں آ گیا اور مجھے اپنی توبہ قبول ہو جانے کی بات معلوم ہو گئی تو) میں اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو کر مدینہ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا[1]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق عن نافع عن ابن عمر کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۷۲) واخرجہ ایضاً ابن السکن بسند صحیح عن ابن اسحاق باسنادہ مطولا کما اشار الیہ الحافظ فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۶۰۴) والبزار بطولہ نحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶۱) ورجالہ ثقات واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۳) وابن سعد (بقیہ صفحہ ۴۴۶ پر)

حضرت عُثمان بن عَفّان رَضِیَ اللہُ عَنہُ کی ہجرت

حضرت قَتَادہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ کے لیے جس نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی وہ حضرت عثمان بن عَفّان رَضِیَ اللہُ عَنہُ ہیں۔ میں نے حضرت نَضر بن اَنس کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے حضرت ابو حَمزہ یعنی اَنس رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ حضرت عثمان بن عَفّان رَضِیَ اللہُ عَنہُ ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی حضرت رُقَیَّہ رَضِیَ اللہُ عَنہا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی صاحبزادی بھی تھیں۔ حُضورؐ کے پاس ان دونوں کی خیر خبر آنے میں دیر ہوگئی۔ پھر قریش کی ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے محمد! (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم) میں نے تمہارے داماد کو دیکھا تھا اور ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ آپ نے فرمایا تم نے ان دونوں کو کس حال میں دیکھا؟ اس عورت نے کہا میں نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک کمزور سے گدھے پر سوار کر رکھا تھا اور خود اس کو پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ حُضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ رہے۔ حضرت عُثمانؓ حضرت لُوط عَلَیہِ السَّلام کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی ہے[1] طَبرانی نے حضرت اَنس رَضِیَ اللہُ عَنہُ سے اسی حدیث کے ہم معنی روایت کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے بارے میں حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو کوئی خبر نہ ملی۔ حُضورؐ گھر سے باہر تشریف لاکر ان کے بارے میں لوگوں سے خیر خبر پوچھا کرتے۔ آپ کو ان کے بارے میں کسی خبر ملنے کا بڑا انتظار تھا۔ آخر ایک عورت آئی اور اس نے آپ کو ان کے بارے میں بتایا[2]

از ۴۲۵ (ج ۳ ص ۱۹۴) وابن مردویہ والبزار عن عمر رضی اللہ عنہ مختصراً کما فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۶۲) واخرجہ الطبرانی عن عروۃ مرسلا وفیہ ابن لہیعۃ وفی ضعف وعن ابن شہاب مرسلاً ورجالہ ثقات کذا فی المجمع (ج ۶ ص ۶۲) [1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۶۶) واخرجہ ایضا ابن المبارک عن انس رضی اللہ عنہ بمعناہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۰۵) [2] قال الہیثمی (ج ۹ ص ۸۱) وفیہ الحسن بن زیاد البرجمی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جانے لگے تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں آپ کے بعد ٹھہر کر لوگوں کی جو امانتیں حضورؐ کے پاس تھیں وہ لوگوں کو پہنچا دوں (چونکہ لوگ آپ کے پاس امانت رکھواتے تھے) اسی وجہ سے آپ کو الامین کہا جاتا تھا۔ میں (آپ کے بعد) تین دن وہیں رہا۔ میں گھر سے باہر علی الاعلان لوگوں میں چلتا پھرتا تھا۔ ایک دن بھی چھپ کر نہیں بیٹھا پھر میں مکہ سے نکل کر حضورؐ والے راستہ پر چل دیا۔ یہاں تک کہ جب بنو عمرو بن عوف کے ہاں پہنچا تو حضورؐ ابھی وہاں ہی قیام پذیر تھے۔ میں کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرا اور حضورؐ بھی وہاں ہی ٹھہرے ہوئے تھے[۱]

حضرت جعفر بن ابی طالب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پہلے حبشہ پھر مدینہ ہجرت کرنا

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں ایک کھجوروں والی سرزمین دیکھی ہے۔ تم لوگ وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت حاطب اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما سمندر کے راستے سے روانہ ہوئے۔ حضرت محمد فرماتے ہیں کہ میں اسی کشتی میں پیدا ہوا۔ (جس میں یہ حضرات روانہ ہوئے تھے)[۲] حضرت عمیر بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے (حضورؐ کی خدمت میں) عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کسی ایسی سرزمین میں چلا جاؤں جہاں میں بے خوف و خطر اللہ کی عبادت کرسکوں۔ حضورؐ نے آپ کو اجازت دے دی۔ اور وہ نجاشی کے پاس چلے گئے۔ پھر انہوں نے پوری حدیث ذکر کی جیسے کہ عنقریب آئے گی[۳]

---

[۱] اخرجہ ابن سعد کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۳۵) [۲] اخرجہ احمد والطبرانی ورجالہ رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد للہیثمی (ج ۶ ص ۲۷) [۳] اخرجہ الطبرانی والبزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۹) وعمیر بن اسحاق وثقہ ابن حبان وغیرہ وفیہ کلام لایضر وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سر زمینِ مکّہ مسلمانوں پر تنگ ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو طرح طرح ستایا گیا اور ان کو بڑی آزمائشوں میں ڈالا گیا اور انہوں نے دیکھا کہ دین کی وجہ سے ان پر آزمائش اور مصیبتیں آرہی ہیں اور یہ بھی دیکھ لیا کہ حضورؐ ان کو ان آزمائشوں اور مصیبتوں سے بچا نہیں سکتے ہیں اور خود حضورؐ اپنی قوم اور اپنے چچا کی وجہ سے حفاظت میں ہیں جس کی وجہ سے حضور کو کوئی ناگوار بات پیش نہیں آتی ہے اور نہ آپ کو صحابہ والی تکلیفیں پہنچتی ہیں تو حضورؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ملکِ حبشہ میں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اس کے ملک میں چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس تنگی سے نجات دے اور جن مصیبتوں میں تم مبتلا ہو ان سے نکلنے کا راستہ بنادے۔ چنانچہ ہم لوگ جماعتیں بن کر حبشہ جانے لگے اور وہاں جاکر ہم اکٹھے ہوگئے ہم وہاں رہنے لگے۔ بڑا اچھا علاقہ تھا وہاں کے لوگ بہترین پڑوسی تھے۔ ہم اطمینان سے اپنے دین پر چلنے لگے۔ وہاں ہمیں کسی قسم کے ظلم کا اندیشہ نہ تھا۔ جب قریش نے یہ دیکھا کہ ہمیں رہنے کو ایک علاقہ مل گیا ہے جہاں ہم امن سے رہ رہے ہیں۔ تو انہیں یہ بہت بُرا لگا اور انہیں ہم پر بڑا غصہ آیا اور انہوں نے جمع ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہمارے بارے میں نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجیں گے جو ہمیں نجاشی کے ملک سے نکال کر ان کے پاس (مکہ) واپس لے آئے۔ چنانچہ انہوں نے عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بطور وفد بھیجنا طے کیا۔ اور نجاشی اور اس کے جرنیلوں کے لئے بہت سے تحفے جمع کئے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ تحفہ تیار کیا۔ اور ان دونوں سے کہا کہ صحابہ کے بارے میں بات کرنے سے پہلے ہر جرنیل کو اس کا تحفہ دے دینا۔ پھر نجاشی کو اس کے تحفے دینا اور کوشش کرنا کہ صحابہؓ سے نجاشی کی بات ہونے نہ پائے اور پہلے ہی وہ ان کو تمہارے حوالے کر دے چنانچہ وہ دونوں حبشہ نجاشی کے ہاں گئے اور ہر جرنیل کو اس کا تحفہ پیش کیا۔ پھر انہوں نے ہر جرنیل سے یہ بات کی کہ ہم اپنے چند بے وقوفوں کی وجہ سے اس بادشاہ کے پاس آئے ہیں۔ یہ بے وقوف اپنی قوم کا دین چھوڑ چکے ہیں اور تمہارے دین میں داخل نہیں ہوئے ہیں تو ان کی قوم نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے تاکہ بادشاہ ان لوگوں کو ان کی قوم کے پاس واپس بھجوا دے۔ جب ہم بادشاہ سے

یہ بات کریں تو تم سب اسے ایسا کرنے کا (یعنی واپس بھیجنے کا) مشورہ دینا۔ سب نے کہا ہم ایسے ہی کریں گے۔ پھر انہوں نے جا کر نجاشی کو تحفے پیش کئے۔ اور مکہ والے اسے جو تحفے بھیجتے تھے ان میں سے اسے سب سے زیادہ پسند رنگی ہوئی کھال تھی۔ جب وہ اسے تحفے دے چکے تو انہوں نے نجاشی سے کہا کہ اے بادشاہ! ہمارے چند بے وقوف نوجوانوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں اور ایک نیا گھڑا ہوا دین انہوں نے اختیار کیا ہے جسے ہم نہیں جانتے ہیں۔ اور اب انہوں نے تمہارے ملک میں آکر پناہ لے لی ہے۔ اور آپ کی خدمت میں ان کے بارے میں بات کرنے کے لیئے ان کے خاندان، ان کے والدین، ان کے چچا اور ان کی قوم نے ہم لوگوں کو بھیجا ہے تاکہ ان کو ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دیں کیونکہ ان کی قوم والے ان کو آپ سے زیادہ جانتے ہیں اور یہ لوگ آپ کے دین میں کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے کہ آپ اس وجہ سے ان کی حمایت اور حفاظت کریں۔ (یہ سن کر) نجاشی کو غصہ آگیا اور اس نے کہا اللہ کی قسم! نہیں ایسے نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک میں ان کو بلا کر ان سے بات نہ کر لوں، اور ان کے معاملہ میں غور نہ کر لوں اس وقت تک میں انہیں واپس نہیں کر سکتا ہوں (کیونکہ) انہوں نے میرے ملک میں آکر پناہ لی ہے اور کسی اور کا پڑوس اختیار کرنے کی بجائے انہوں نے میرا پڑوس اختیار کیا ہے۔ اگر وہ ایسے ہی نکلے جیسے ان کی قوم والے کہہ رہے ہیں تو میں انہیں ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دوں گا اور اگر وہ ویسے نہ ہوئے تو میں ان کی ہر طرح حفاظت کروں گا اور ان کے اور ان کی قوم کے درمیان نہیں پڑوں گا اور (ان کو واپس بھیج کر) ان کی قوم کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں کروں گا (چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا لیا) جب مسلمان اس کے پاس آئے تو انہوں نے اسے سلام کیا اور اسے سجدہ نہ کیا تو اس نے کہا اے جماعت (مہاجرین)، تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ جس طرح تمہاری قوم کے آدمیوں نے آکر (سجدہ کر کے) مجھے سلام کیا تم لوگوں نے اس طرح مجھے سلام نہیں کیا اور یہ بھی بتاؤ کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ کیا تم عیسائی ہو؟ مسلمانوں نے کہا نہیں۔ نجاشی نے کہا کیا تم یہودی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا تم اپنی قوم کے دین پر ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر تمہارا دین کیا ہے؟ انہوں نے کہا اسلام۔

اس نے کہا اسلام کیا ہے ؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں ۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتے ہیں ۔ اس نے کہا یہ دین تمہارے پاس کون لایا ؟ انہوں نے کہا یہ دین ہمارے پاس ہم میں کا ہی ایک آدمی لے کر آیا ہے جسے ہم اچھی طرح جانتے ہیں اس کے حسب نسب سے ہم خوب واقف ہیں انہیں اللہ نے ہماری طرف ایسے ہی بھیجا ہے جیسے اللہ نے اور رسولوں کو ہم سے پہلوں کی طرف بھیجا ۔ انہوں نے ہمیں نیکی اور صدقہ کرنے کا ، وعدہ پورا کرنے ، امانت ادا کرنے کا حکم دیا بتوں کی عبادت سے انہوں نے ہمیں روکا اور اللہ وَحْدَہٗ لاشَرِیْکَ لَہٗ کی عبادت کا ہمیں حکم دیا ۔ ہم نے انہیں سچا مان لیا اور اللہ کے کلام کو پہچان لیا ، ہمیں یقین ہے کہ وہ جو کچھ لائے ہیں وہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہے ۔ ہمارے ان کاموں کی وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور اس سچے نبی کی بھی دشمن بن گئی اور انہوں نے ان کو جھٹلایا اور ان کو قتل کرنا چاہا ۔ اور ہم سے بتوں کی عبادت کروانا چاہتے ہیں ۔ ہم اپنے دین اور اپنی جان کو لے کر اپنی قوم سے بھاگ کر آپ کے پاس آئے ہیں ۔ نجاشی نے کہا اللہ کی قسم یہ بھی اسی نور سے نکلا ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام کا دین نکلا تھا ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ، باقی رہی سلام کرنے کی بات ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ جنت والوں کا سلام " اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ " ہے آپ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے ۔ چنانچہ ہم نے آپ کو ویسے ہی سلام کیا جیسے ہم آپس میں کرتے ہیں ۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا تعلق ہے تو وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف القاء فرمایا تھا اور اللہ کی (پیدا کی ہوئی) روح ہیں اور وہ اس کنواری عورت کے بیٹے ہیں جو الگ تھلگ رہنے والی تھی ۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھا کر کہا ۔ اللہ کی قسم تم نے جو کچھ بتایا ہے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اس سے اتنے بھی (یعنی اس تنکے کے برابر بھی) زیادہ نہیں ہیں ۔ یہ سن کر حبشہ کے معزز سرداروں نے کہا اللہ کی قسم ، اگر حبشہ کے لوگوں نے (تمہاری اس بات کو) سن لیا تو وہ تمہیں (بادشاہت سے) ہٹا دیں گے ۔ اس نے کہا اللہ کی قسم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کبھی بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا ۔ جب اللہ نے میرا ملک مجھے واپس کیا تھا تو اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی تو اب میں اللہ

کے دین کے بارے میں ان لوگوں کی بات کیوں مانوں۔ ایسے کام سے اللہ کی پناہ[1]

امام احمدؒ نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا سے لمبی حدیث نقل کی ہے۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ نجاشی نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلایا۔ جب اس کا قاصد مسلمانوں کے پاس آیا تو وہ سب جمع ہو کر ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے کہ جب تم اس نجاشی کے پاس جاؤ گے تو اس آدمی یعنی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السلام کے بارے میں کیا کہو گے؟ تو انہوں نے کہا ہم وہی کہیں گے جو حضورؐ نے ہمیں سکھایا اور جس کا حضورؐ نے ہمیں حکم دیا، پھر جو چاہے ہو۔ جب یہ حضرات نجاشی کے پاس گئے تو اس نے اپنے بڑے پادریوں کو بلا رکھا تھا اور وہ اپنی کتابیں کھول کر نجاشی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ نجاشی نے ان حضرات سے پوچھا یہ دین کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ موجودہ دینوں میں سے کسی دین میں؟ حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی سے بات کرنے والے حضرت جعفر رَضِیَ اللہُ عَنْہ تھے۔ انہوں نے فرمایا اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھا لیتے تھے۔ بے حیائی کے کام کرتے تھے اور رشتے ناتوں کو توڑتے تھے۔ پڑوسی سے برا سلوک کرتے تھے، ہمارا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک آدمی کو رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجا جس کے حسب و نسب کو، سچائی اور امانت داری کو، اس کی پاک دامنی کو، ہم پہلے سے جانتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی طرف بلایا کہ ہم اسے ایک مانیں اور اسی کی عبادت کریں، ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے علاوہ جن پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے ہم انہیں چھوڑ دیں۔ اور انہوں نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، حرام کاموں اور ناحق کے خون بہانے سے رک جانے کا حکم دیا اور ہمیں بے حیائی کے کاموں، جھوٹی گواہی دینے، یتیم کا مال کھا جانے سے اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانے سے روکا اور ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اس طرح حضرت جعفرؓ نے دین کے

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۷۲)

اور احکام کا بھی ذکر کیا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔ اور جو کچھ وہ لے کر آئے اس میں (اس کی تعمیل میں)، ان کا اتباع کیا۔ چنانچہ ہم نے ایک اللہ کی عبادت شروع کر دی کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے ہیں اور اللہ نے ہم پر جو کچھ حرام کیا، ہم نے اسے حرام سمجھا اور اس نے جو ہمارے لیئے حلال کیا ہم نے اسے حلال سمجھا۔ ہماری قوم نے ہم پر ظلم شروع کر دیا انہوں نے ہمیں طرح طرح کے عذاب دیئے اور ہمیں ہمارے دین سے ہٹانے کے لیئے ہمیں بڑی آزمائشوں میں ڈالا تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر دوبارہ بتوں کی عبادت شروع کر دیں اور جن بُرے کاموں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے اب پھر ان کاموں کو حلال سمجھنے لگ جائیں۔ جب انہوں نے ہمیں بہت دبایا اور ہم پر بڑے ظلم ڈھائے اور ہمیں بڑی مشقتیں اٹھانی پڑیں اور دین پر عمل کرنے میں وہ لوگ رکاوٹ بن گئے تو اے بادشاہ! ہم آپ کے ملک میں آ گئے اور دوسروں کو چھوڑ کر آپ کا انتخاب کیا اور آپ کے پڑوس میں رہنا پسند کیا اور ہمیں اُمید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔ نجاشی نے کہا تمہارے نبی جو کلام اللہ کے ہاں سے لے کر آئے ہیں کیا تمہیں اس میں سے کچھ یاد ہے؟ حضرت جعفر نے کہا ہاں یاد ہے۔ نجاشی نے ان سے کہا پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کٓھٰیٰعٓصٓ (سورہ مریم) کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ یہ سن کر نجاشی اتنا رویا کہ اس کی داڑھی تر ہوگئی۔ حضرت جعفر کی تلاوت سن کر نجاشی کے بڑے پادری بھی اتنے روئے کہ ان کی کتابیں گیلی ہوگئیں۔ پھر نجاشی نے کہا کہ یہ کلام اور وہ کلام جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے دونوں ایک ہی نور سے نکلے ہوئے ہیں اور (قریش کے دونوں قاصدوں سے) نجاشی نے کہا تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔ میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا بلکہ اسے سوچ بھی نہیں سکتا۔ جب وہ دونوں نجاشی کے دربار سے باہر گئے تو عمرو بن عاص نے (اپنے ساتھی سے) کہا (آج تو بات ہو چکی) اللہ کی قسم! میں کل نجاشی کے پاس جا کر ان مسلمانوں کا ایسا عیب بیان کروں گا جس سے مسلمانوں کی جماعت کی جڑ کٹ جائے گی۔ ان دونوں میں سے عبداللہ بن ابی ربیعہ ہمارے بارے میں ذرا محتاط اور نرم تھے اس لیئے اس نے کہا ایسے نہ کرو کیونکہ اگرچہ یہ ہمارے مخالف ہیں لیکن ہیں تو ہمارے رشتہ دار۔ عمرو بن عاص نے کہا اللہ کی قسم! میں تو نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ

یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلام کو (اللہ کا) بندہ سمجھتے ہیں. چنانچہ اگلے دن حضرت عمرو بن عاص نے نجاشی کے ہاں جاکر کہا اے بادشاہ! یہ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلام کے بارے میں (گستاخی کی) بہت بڑی بات کہتے ہیں. آپ آدمی بھیج کر ان کو بلائیں اور ان سے پوچھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کے پاس آدمی بھیجا کہ بادشاہ مسلمانوں سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے. حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں ایسی پریشانی ہم پر کبھی نہیں آئی تھی. چنانچہ سارے مسلمان جمع ہوئے اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے. جب نجاشی تم سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کے بارے میں پوچھے گا تو تم ان کے بارے میں کیا کہو گے؟ تو مسلمانوں نے طے کیا کہ اللہ کی قسم! ہم وہی کہیں گے جو ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اور جو ہمارے نبیؐ ہمارے پاس لے کر آئے ہیں. (ہم تو سچی بات بتائیں گے) چاہے کچھ ہو جائے. چنانچہ جب مسلمان نجاشی کے پاس گئے تو اس نے ان سے کہا تم لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیْہِمَا السَّلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے نجاشی کو یہ جواب دیا کہ ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی ہمارے پاس لے کر آئے. وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسُول اور اس کی (پیدا کردہ) روح ہیں اور وہ اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے کنواری اور مردوں سے الگ تھلگ رہنے والی مریم کی طرف اِلقاء فرمایا تھا. نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا اور ایک تنکا اُٹھا کر کہنے لگا، اللہ کی قسم! تم نے جو کہا ہے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام اس سے اس تنکے کے برابر بھی بڑھے ہوئے نہیں ہیں (یہ سن کر) نجاشی کے اِرد گرد بیٹھے ہوئے اس کے کمانڈر غصہ میں بُربڑانے لگے. نجاشی نے کہا، چاہے تم کتنا بُڑ بُڑاؤ اللہ کی قسم! (بات تو یہی ہے اور پھر مسلمانوں سے کہا) تم جاؤ تمہیں ہمارے مُلک میں ہر طرح کا امن ہے، جو تمہیں گالی دے گا اسے تاوان دینا پڑیگا، جو تمہیں گالی دے گا اسے تاوان دینا پڑے گا. جو تمہیں گالی دے گا اسے تاوان دینا پڑے گا. مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں ہے کہ میں تم میں سے ایک آدمی کو بھی (ذراسی) تکلیف پہنچاؤں اور مجھے سونے کا ایک پہاڑ مل جائے (اور اپنے آدمیوں سے کہا) ان دونوں کے تحفے انہیں واپس

کر دو۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! جب اللہ نے میرا ملک مجھے واپس کیا تھا تو اس نے مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی تو میں اب اللہ کے معاملہ میں کیسے رشوت لے لوں اور اللہ نے میرے بارے میں لوگوں کی بات نہیں مانی تھی تو اب میں اللہ کے بارے میں لوگوں کی بات کیوں مانوں۔ چنانچہ (قریش کے) دونوں قاصد اپنے تحفے لے کر ذلیل وخوار ہو کر اس کے دربار سے باہر آئے اور ہم لوگ اس کے ہاں اطمینان سے رہنے لگے علاقہ بہترین تھا اور وہاں کے لوگ اچھے پڑوسی تھے نجاشی کے حالات ٹھیک چل رہے تھے کہ اچانک ایک دشمن نے اس سے ملک چھیننے کے لیئے اس پر چڑھائی کر دی۔ اللہ کی قسم! اس وقت جتنا ہمیں غم ہوا اس سے زیادہ غم ہمیں کبھی نہیں ہوا اور وہ اس ڈر کی وجہ سے کہ یہ دشمن کہیں نجاشی پر غالب نہ آجائے تو پھر ایسا آدمی بادشاہ بن جائے گا۔ جو ہمارے حقوق کو بالکل نہ پہچانتا ہو گا۔ نجاشی تو ہمارے حقوق کو خوب پہچانتا ہے۔ چنانچہ نجاشی (دشمن کے مقابلہ کیلئے) چل پڑا۔ اس کے اور دشمن کے درمیان دریائے نیل پڑتا تھا۔ (نجاشی نے اپنا لشکر لے کر دریائے نیل پار کیا۔ اور وہاں محاذ جنگ قائم ہوا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپس میں کہا کون آدمی ایسا ہے جو اس لڑائی کا حال اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھے اور پھر ہمیں آکر ساری خبر بتا دے؟ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ لوگوں نے کہا ہاں تم ٹھیک ہو اور وہ صحابہؓ میں سب سے کم عمر تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے (دریائے نیل پار کرنے کے لیئے) ایک مشک میں ہوا بھر کر ان کو دی۔ انہوں نے اپنے سینے سے وہ مشک باندھ لی اور اس پر تیرتے ہوئے دریائے نیل کے کنارے پر پہنچ گئے جہاں جنگ ہو رہی تھی۔ پھر کچھ دیر وہ چلے اور پھر وہ لشکر کے پاس پہنچ گئے اور ہم لوگوں نے نجاشی کے لیئے اللہ سے دعا کی کہ اللہ اسے دشمن پہ غالب فرمائے اور پورے ملک میں اس کی حکومت کو مضبوط کرے۔ ہم لوگ دعا مانگتے رہے اور جنگ کا نتیجہ معلوم کرنے کے منتظر تھے کہ اچانک حضرت زبیرؓ سامنے سے دوڑتے ہوئے نظر آئے جو کہ کپڑا ہلا کر یہ کہہ رہے تھے کہ تمہیں خوشخبری ہو۔ نجاشی کامیاب ہو گیا ہے اور اللہ نے اس کے دشمن کو ہلاک کر دیا اور اس کی حکومت کو اس کے ملک میں مضبوط کر دیا حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں

کہ ہمیں کبھی اتنی خوشی ہوئی ہو جتنی ہمیں اس خبر سے ہوئی۔ نجاشی بھی واپس آ گیا۔ اللہ نے اس کا دشمن ہلاک کر دیا تھا اور اس کی حکومت کو ملک میں مضبوط کر دیا اور حبشہ کی سلطنت اس کے حق میں مستحکم ہو گئی تھی۔ چنانچہ ہم اس کے پاس بڑے آرام و اطمینان سے رہے۔ پھر ہم لوگ مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آ گئے[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نجاشی کے ہاں بھیجا۔ ہم تقریباً اسی مرد تھے۔ جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جعفر، حضرت عبداللہ بن عرفطہ، حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہ حضرات نجاشی کے ہاں پہنچ گئے۔ قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو تحفے دے کر بھیجا۔ جب یہ دونوں نجاشی کے دربار میں پہنچے تو دونوں نے اسے سجدہ کیا۔ اور پھر جلدی سے بڑھ کر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے کچھ چچازاد بھائی ہیں اور ہمارے دین کو چھوڑ کر تمہارے ملک میں آ گئے ہیں۔ نجاشی نے کہا وہ کہاں ہیں؟ دونوں نے کہا وہ یہاں تمہارے ملک میں (فلاں جگہ) ہیں، آدمی بھیج کر ان کو بلا لو۔ چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کے پاس بلانے کے لئے آدمی بھیجا حضرت جعفرؓ نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا آج میں تمہاری طرف سے (بادشاہ کے سامنے) بات کروں گا چنانچہ سارے مسلمان حضرت جعفرؓ کے پیچھے چل پڑے۔ حضرت جعفرؓ نے (دربار میں پہنچ کر) سلام کیا اور سجدہ نہیں کیا۔ لوگوں نے ان سے کہا۔ تمہیں کیا ہوا، تم بادشاہ کو سجدہ نہیں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اس کے علاوہ کسی کو نہیں کرتے۔ نجاشی نے کہا یہ کیا بات ہے؟ حضرت جعفر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کریں اور اس نے ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم بھی دیا۔ عمرو بن عاص نے نجاشی سے کہا یہ لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں آپ کے مخالف ہیں۔ تو نجاشی نے (حضرت جعفر

---

[1] قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۷) رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح غیر اسحاق وقد صرح بالسماع انتہی کذا فی الاصل والظاہر انہ ابن اسحاق وقد تقدم الحدیث من طریقہ واخرجہ ایضا ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۵) من طریق ابن اسحاق نحوہ مطولاً والبیہقی (ج ۹ ص ۹) ذکر صدر الحدیث من طریق ابن اسحاق بسیاقہ ثم قال و ذکر الحدیث بطولہ و ذکر الحدیث فی السیر (ج ۹ ص ۱۴۴)

سے) کہا تم لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے کہا ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ان کے بارے میں اللہ نے کہا ہے۔ وہ اللہ کی (پیدا کردہ) روح اور اس کا وہ کلمہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کنواری اور مردوں سے الگ تھلگ رہنے والی اس عورت کی طرف اِلقاء فرمایا تھا جن کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اور نہ (حضرت عیسیٰ کی ولادت سے) ان کا کنوارا پن ختم ہوا۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھا کر کہا اے حبشہ والو! اے عیسائی مذہب کے علماء اور پادریو! اے رہبانیت اختیار کرنے والو! ہم حضرت عیسیٰ عَلَیہِ السّلام کے بارے میں جو کہتے ہیں یہ مسلمان اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں کہتے ہیں (اور پھر مسلمانوں سے نجاشی نے کہا) خوش آمدید ہو تمہیں اور اس ذاتِ اقدس کو، جس کے پاس سے تم آئے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ وہی ہیں جن کا تذکرہ ہم انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ بن مریم عَلَیہِمَا السّلام نے بشارت دی تھی۔ تم (میرے ملک میں) جہاں چاہو رہو۔ اللہ کی قسم اگر بادشاہت کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہوتی تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر خود ان کے دونوں جُوتے اُٹھاتا اور پھر نجاشی نے حکم دیا تو (قریش کے) ان دونوں (قاصدوں) کے تحفے واپس کر دیئے گئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلدی سے (مدینہ کو) گئے۔ یہاں تک کہ بدر میں شریک ہو گئے۔[1]

حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ ہم حضرت جعفر بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے ساتھ نجاشی کے پاس چلے جائیں۔ جب قریش کو نجاشی کے پاس ہمارے چلے جانے کی خبر ہوئی تو انہوں نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو قاصد بنا کر بھیجا۔ پھر انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کی پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے

---

[1] اخرجہ الامام احمد و ہذا اسناد جید قوی وسیاق حسن قالہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۳ ص ۶۹) وحسن اسنادہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری (ج ۷، ص ۱۳۰) وقال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۴) بعد ما ذکر الحدیث رواہ الطبرانی وفیہ حدیج بن معاویۃ وثقہ ابو حاتم وقال فی بعض احادیثہ ضعف وضعفہ ابن معین وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہٰی

(کہ نجاشی نے کہا) اگر بادشاہت کی مجھ پر ذمہ داری نہ ہوتی تو میں ان کی (حضورؐ کی) خدمت میں حاضر ہو کر ان کی جوتیوں کو چومتا (اور مسلمانوں سے کہا) تم میرے ملک میں جتنا چاہو رہو۔ اور اس نے ہمارے لیئے کھانے اور کپڑے کا حکم دیا۔[1]

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو ابوسفیان کی طرف سے تحفہ دے کر نجاشی کے پاس بھیجا اور ہم لوگ ان دنوں نجاشی کے ملک میں تھے۔ انہوں نے نجاشی سے کہا کہ ہمارے کچھ گھٹیا اور بے وقوف لوگ آپ کے ہاں آگئے ہیں وہ آپ ہمیں دے دیں۔ نجاشی نے کہا جب تک میں ان کی بات سن نہ لوں ان کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آدمی بھیج کر ہمیں بلایا۔ (ہم لوگ اس کے دربار میں آئے) تو اس نے ہم سے کہا یہ لوگ (عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید) کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے کہا یہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا ہم اس پر ایمان لے آئے اور اس کی تصدیق کی نجاشی نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ لوگ تمہارے غلام ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا ان پر تمہارا کچھ قرضہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو نجاشی نے کہا تم لوگ ان کا راستہ چھوڑ دو۔ چنانچہ ہم نجاشی کے دربار سے باہر آگئے، تو عمرو بن عاص نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم جو کہتے ہو یہ لوگ اس کے علاوہ کچھ اور کہتے ہیں۔ نجاشی نے کہا اگر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہ نہ کہا جو میں کہتا ہوں تو میں ان کو اپنے ملک میں ایک منٹ رہنے نہیں دوں گا۔ اور اس نے ہمارے پاس بلانے کے لیئے آدمی بھیجا۔ یہ اس کا دوبارہ بلانا ہمارے لیئے پہلی دفعہ کے بلانے کی بنسبت زیادہ پریشانی کا سبب بنا۔ (ہم دوبارہ اس کے پاس گئے) اس نے کہا تمہارے حضرت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ کہتے ہیں کہ وہ یعنی حضرت عیسیٰ اللہ (کی پیدا کردہ) روح ہیں اور وہ اللہ کا وہ کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کنواری اور مردوں سے الگ تھلگ رہنے والی عورت (یعنی حضرت مریم علیہا السلام)

[1] اخرجہ الطبرانی ایضاً قال الہیثمی رجالہ رجال الصحیح (ج ۶ ص ۳۱) اھ۔ واخرج حدیث ابی موسیٰ ایضاً ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۴)، والبیہقی وقال وہذا اسناد صحیح کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۷۱)

کی طرف القاء فرمایا تھا۔ حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ نجاشی نے قاصد بھیج کر کہا کہ فلاں فلاں بڑے پادری اور فلاں فلاں راہب کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ نجاشی کے پاس آگئے۔ نجاشی نے ان (پادریوں اور راہبوں) سے کہا تم لوگ حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا آپ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ آپ کیا کہتے ہیں؟ نجاشی نے زمین سے کوئی چھوٹی سی چیز اٹھا کر کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان مسلمانوں نے جو کچھ کہا ہے حضرت عیسیٰ اس سے اس چھوٹی سی چیز کے برابر بھی بڑھے ہوئے نہیں ہیں پھر نجاشی نے (مسلمانوں سے) کہا کیا تمہیں کوئی تکلیف پہنچاتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں (چنانچہ نجاشی کے کہنے پر اس کے) منادی نے یہ اعلان کیا کہ جو ان (مسلمانوں) میں سے کسی کو تکلیف پہنچائے اسے چار درہم کا جرمانہ کر دو۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ اتنا جرمانہ تمہیں کافی ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ چنانچہ اس نے جرمانہ دُگنا یعنی آٹھ درہم کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور آپ کا وہاں غلبہ ہوگیا تو ہم نے نجاشی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آگئے ہیں اور ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور جن کافروں کے (ستانے کے) بارے میں ہم آپ کو بتایا کرتے تھے حضورؐ نے ان سب کو قتل کر دیا ہے۔ اس لئے ہم اب حضورؐ کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ آپ ہمیں واپس جانے کی اجازت دے دیں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے ہمیں سواریاں بھی دیں اور زادِ سفر بھی پھر کہا اپنے حضرت کو وہ سب کچھ بتا دینا جو میں نے آپ لوگوں کے ساتھ کیا ہے اور یہ میرا نمائندہ تمہارے ساتھ جائے گا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کی خدمت میں عرض کرنا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں حضرت جعفرؓ فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے چلے اور پھر مدینہ پہنچے تو حضورؐ نے میرا استقبال کیا اور مجھے اپنے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے واپس آنے کی؟ اور حضرت جعفر کی واپسی فتح خیبر کے موقع پہ ہوئی تھی۔ پھر حضورؐ بیٹھ گئے تو نجاشی کے قاصد نے کہا یہ حضرت جعفرؓ ہیں۔ آپ ان سے پوچھ لیں کہ ہمارے بادشاہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو حضرت جعفرؓ نے

کہا جی ہاں، اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یہ کیا اور واپسی پر ہمیں سواریاں دیں اور زادِ سفر بھی اور اس نے کلمۂ شہادت بھی پڑھا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور مجھ سے کہا تھا کہ حضورؐ سے عرض کرنا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں. چنانچہ حضورؐ نے کھڑے ہو کر وضو فرمایا اور پھر تین مرتبہ یہ دُعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلنَّجَاشِی اے اللہ نجاشی کی مغفرت فرما. تمام مسلمانوں نے اس دعا پر آمین کہی. پھر حضرت جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے اس قاصد سے کہا کہ تم واپس جاؤ اور تم نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ اپنے بادشاہ کو بتا دینا[1]

حضرت اُمّ عبداللہ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم لوگ حبشہ جانے کی تیاری کر رہے تھے اور (میرے خاوند) حضرت عامر ہماری کسی ضرورت کی وجہ سے گئے ہوئے تھے کہ اچانک سامنے سے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آئے. وہ میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے. وہ ابھی تک مُشرک ہی تھے اور ہمیں ان کی طرف سے بڑی تکلیفیں اور سختیاں اُٹھانی پڑتی تھیں. حضرت عمر نے کہا اے اُمّ عبداللہ! کیا تم لوگ جا رہے ہو؟ حضرت اُمّ عبداللہ نے کہا ہاں. جب تم ہمیں ستاتے ہو اور ہر وقت ہمیں دباتے ہو تو اب ہم جا رہے ہیں اور اللہ کی زمین میں کہیں رہیں گے. یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی ان مصیبتوں سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا فرما دے. حضرت عمر نے کہا اللہ تمہارے ساتھ رہے. حضرت اُمّ عبداللہ فرماتی ہیں حضرت عمر پر کچھ ایسی رِقّت طاری ہوئی جو میں نے ان میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی. اور پھر حضرت عمر واپس چلے گئے. اور میرے خیال میں یوں ہمارے وطن چھوڑ کر چلے جانے کا انہیں بڑا غم ہو رہا تھا. پھر حضرت عامرؓ ہماری وہ ضرورت پوری کر کے آئے تو میں نے کہا اے ابو عبداللہ! اگر تم ذرا پہلے آجاتے تو دیکھتے کہ ہمارے جانے کی وجہ سے حضرت عمر پر کیسی رقت طاری تھی اور وہ کیسے غمگین تھے. حضرت عامر نے کہا کیا تمہیں ان کے اسلام لانے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر قال ابن عساکر حسن غریب کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۷۱) واخرجہ الطبرانی من طریق اسد بن عمرو عن مجالد وکلاھما ضعیف وقد وثقا قالہ الہیثمی (ج ۶ ص ۲۹)

کی کچھ اُمید ہو گئی ہے؟ حضرت اُمّ عبداللہ نے کہا ہاں۔ حضرت عامر نے کہا کہ جب تک خطاب کا گدھا مسلمان نہیں ہو گا یہ آدمی جسے تم نے دیکھا ہے یعنی عمرؓ مسلمان نہیں ہو گا (یعنی جیسے گدھے کا اسلام ناممکن ہے ایسی ہی عمرؓ کا اسلام لانا ناممکن ہے) حضرت اُمّ عبداللہ فرماتی ہیں کہ حضرت عامر چونکہ دیکھ رہے تھے کہ عمرؓ اسلام کے خلاف بہت سخت دل ہے اس وجہ سے انہوں نے ان کے اسلام سے مایوس ہو کر یہ بات کہی تھی[1] اُمّ عبداللہ کا نام لیلیٰ ہے۔ حضرت خالد بن سعید بن العاص اور ان کے بھائی حضرت عمرو رضی اللہ عنہما دونوں ان صحابہؓ میں سے ہیں جو ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے۔ حضرت خالد بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر کے ایک سال بعد جب یہ مہاجرینِ حبشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور حضورؐ کی مجلس کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے ان کا استقبال فرمایا غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے کا ان حضرات کو بڑا غم تھا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا تم کس بات کا غم کرتے ہو؟ اور ان لوگوں کی تو ایک ہی ہجرت ہوئی اور تمہاری تو دو ہجرتیں ہوئی ہیں۔ ایک دفعہ تو تم حبشہ کے بادشاہ کے پاس ہجرت کر کے گئے اور دوبارہ تم اس کے پاس سے میرے پاس ہجرت کر کے آئے ہو۔[2]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ یمن میں تھے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے کی خبر ملی۔ چنانچہ میں اور میرے دو بھائی حضورؐ کی طرف ہجرت کے ارادے سے چلے۔ میں سب میں چھوٹا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابو بُردہ اور دوسرے حضرت ابو رُہم تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ نے یا تو یہ فرمایا کہ ہم اپنی قوم کے پچاس سے کچھ اوپر آدمیوں میں تھے یا یہ فرمایا کہ ہم

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق عن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ عن ابیہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۷۹) واسم اُمّ عبداللہ لیلیٰ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۰۰) واخرجہ ایضاً الطبرانی وقد صرح ابن اسحاق بالسماع فہو صحیح قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۴) واخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۴ ص ۵۸) بسیاق ابن اسحاق من طریقہ الا انہ وقع فی الاسناد عن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ عن ابیہ عن امہ ام عبداللہ وہذا ہو الظاہر واللہ اعلم وفی آخرہ قال یا شامنہ۔ [2] اخرجہ ابن مندہ وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۳۲)

ترپن آدمیوں میں تھے یا یہ فرمایا کہ ہم باون آدمیوں میں تھے ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے اس کشتی نے ہمیں نجاشی کے پاس حبشہ پہنچا دیا۔ وہاں ہمیں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے ہم ان کے ساتھ وہاں ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ ہم اکٹھے ہی مدینہ آئے۔ جب ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ خیبر فتح فرما چکے تھے۔ ہم کشتی والوں کو بہت سے لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے (یعنی ہم ہجرت کر کے پہلے مدینہ آئے تم مدینہ بہت دیر سے پہنچے) حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ہمارے ساتھ آنے والوں میں سے تھیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملنے گئیں۔ حضرت اسماء مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئی تھیں۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حفصہ کے پاس آئے حضرت اسماء وہاں ہی تھیں۔ جب حضرت عمر نے حضرت اسماء کو دیکھا تو پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت حفصہ نے کہا یہ اسماء بنت عُمیس ہے۔ حضرت عمر نے کہا یہ وہی حبشہ والی ہے؟ یہ وہی سمندر کا سفر کرنے والی ہے؟ حضرت اسماء نے کہا جی ہاں وہی ہے۔ حضرت عمر نے کہا ہم ہجرت میں تم سے آگے نکل گئے۔ لہٰذا ہم تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقدار ہیں حضرت اسماء کو غصہ آگیا، کہنے لگیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، اللہ کی قسم آپ لوگ تو حضورؐ کے ساتھ تھے آپ لوگوں میں سے جسے بھوک لگتی اسے حضورؐ کھلاتے اور جسے نہ آتا اسے آپ سکھا دیتے۔ ہم لوگ حبشہ میں ایسی سرزمین میں تھے جہاں کے لوگ دین سے دُور اور دین سے بغض رکھنے والے تھے اور ہمیں یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے برداشت کرنا پڑا۔ اللہ کی قسم میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی جب تک تم نے جو کچھ کہا ہے وہ حضورؐ کو بتا کر پوچھ نہ لوں اور اللہ کی قسم! نہ میں جھوٹ بولوں گی اور نہ میں اِدھر اُدھر کی باتیں کروں گی اور نہ میں اپنی طرف سے بات بڑھاؤں گی۔
جب حضورؐ تشریف لائے تو حضرت اسماء نے عرض کیا یا نبی اللہ! حضرت عمر نے ایسے اور ایسے کہا حضورؐ نے فرمایا پھر تم نے ان کو کیا جواب دیا؟ میں نے کہا کہ جواب میں میں نے یہ اور یہ کہا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ تم سے زیادہ میرے حقدار نہیں ہیں۔ عمر اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور تم کشتی والوں کی دو ہجرتیں ہیں۔ حضرت اسما

فرماتی ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اور کشتی والوں کو میں نے دیکھا کہ وہ جماعتیں بن بن کر میرے پاس آتے اور مجھ سے یہ حدیثِ نبوی پوچھتے اور حضورؐ نے ان کے بارے میں جو یہ فضیلت ارشاد فرمائی تھی ان کو اس سے زیادہ نہ کسی چیز سے خوشی تھی اور نہ ان کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز بڑی تھی۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ کو دیکھا کہ وہ (خوشی کی وجہ سے) بار بار مجھ سے یہ حدیث سنتے۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ حضورؐ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اشعری ساتھی جب رات کو قرآن پڑھتے ہیں تو میں ان کی آواز کو پہچان لیتا ہوں اور رات کو ان کے قرآن پڑھنے کی آواز سن کر ان کی قیام گاہوں کو معلوم کر لیتا ہوں۔ چاہے میں نے دن میں ان کی قیام گاہیں نہ دیکھی ہوں کہ کہاں ہیں؟ ان اشعری ساتھیوں میں سے حضرت حکیم بھی ہیں۔ یہ (اتنے بہادر تھے کہ)، جب ان کا دشمن سے سامنا ہوتا (اور وہ بھاگنا چاہتے)، تو (لڑنے پر آمادہ کرنے کے لیئے) ان سے کہتے کہ میرے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ تم ان کا انتظار کر لو (ابھی مت جاؤ) یا مسلمانوں کے شہسواروں سے کہتے کہ میرے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو (اکٹھے مل کر دشمن پر حملہ کریں گے)[1]

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ لوگ ہم پر فخر کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم مہاجرین اوّلین میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہاری دو ہجرتیں ہیں پہلے تم ہجرت کر کے حبشہ گئے اور پھر تم ہجرت کر کے (مدینہ) آئے[2]

حضرت ابو سلمہ اور حضرت اُمّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما کی مدینہ کو ہجرت

حضرت اُمّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا فرماتی ہیں جب حضرت ابو سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے مدینہ

---

[1] اخرجہ البخاری وہکذا رواہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۰۵)، [2] عند ابن سعد باسناد صحیح کذا فی فتح الباری (ج ۷، ص ۳۴۱)، واخرج ہذا الاثر ابن ابی شیبۃ ایضا اطول منہ کما فی کنز العمال (ج ۷، ص ۱۸)، واخرج حدیث ابی موسیٰ ایضا الحسن بن سفیان وابو نعیم مختصرا کما فی الکنز (ج ۸ ص ۳۳۳)

جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو انہوں نے میرے لئے اپنے اُونٹ پر کجاوہ باندھا پھر مجھے اس پر سوار کرایا اور میرے بیٹے سَلَمہ بن ابی سَلَمہ کو میری گود میں میرے ساتھ بٹھا دیا۔ پھر وہ اپنے اُونٹ کو آگے سے پکڑ کر مجھے لے چلے۔ جب میرے قبیلہ بنو مُغیرہ کے آدمیوں نے ان کو (یوں جاتے ہوئے) دیکھا تو ان کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا کہ تمہاری جان پر ہمارا زور نہیں چلتا (اپنے بارے میں تم اپنی مرضی کرتے ہو ہماری نہیں مانتے) لیکن ہم اپنی اس لڑکی کو کیسے تم پر چھوڑ دیں کہ تم اسے دنیا بھر میں لئے پھرو۔ حضرت اُمِّ سَلَمہ کہتی ہیں کہ میرے قبیلہ والوں نے یہ کہہ کر اُونٹ کی نکیل حضرت ابو سَلَمہ کے ہاتھ سے چھین لی۔ اور مجھے ان سے چھڑا کر لے گئے۔ اس پر حضرت ابو سَلَمہ کے قبیلہ بنو عَبدُالاَسد کو غصّہ آیا اور انہوں نے کہا کہ جب تم نے اپنی لڑکی (اُمِّ سَلَمہ) ہمارے آدمی (ابو سَلَمہ) سے چھین لی ہے تو ہم اپنا بیٹا (سَلَمہ) تمہاری لڑکی کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ تو میرے بیٹے (سَلَمہ) پر ان کی آپس میں کھینچا تانی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس کا بازو اُتار دیا اور بنو عَبدُالاَسد اسے لے کر چلے گئے مجھے بنو مُغیرہ نے اپنے ہاں روک لیا۔ میرے خاوند ابو سَلَمہ مدینہ چلے گئے اس طرح میں، میرا بیٹا اور میرا خاوند ہم تینوں ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔ میں ہر صبح باہر اَبطَح میدان میں جا کر بیٹھ جاتی تھی اور شام تک وہاں روتی رہتی تھی۔ یوں تقریباً سال گزر گیا۔ یہاں تک کہ ایک دن قبیلہ بنو مُغیرہ کا ایک آدمی میرے پاس سے گزرا وہ میرا چچا زاد بھائی تھا، میری حالت دیکھ کر اسے مجھ پر ترس آ گیا تو اس نے بنو مُغیرہ سے کہا کیا تم اس مسکین عورت کو جانے نہیں دیتے؟ تم لوگوں نے اسے اور اس کے خاوند اور اس کے بیٹے تینوں کو الگ الگ کر رکھا ہے۔ اس پر بنو مُغیرہ نے مجھ سے کہا اگر تم چاہتی ہو تو اپنے خاوند کے پاس چلی جاؤ۔ فرماتی ہیں کہ اس پر بنو عَبدُالاَسد نے میرا بیٹا مجھے واپس کر دیا۔ میں نے اپنے اونٹ پر کجاوہ باندھا پھر میں نے اپنے بیٹے کو اپنی گود میں بٹھا لیا پھر میں مدینہ اپنے خاوند کے پاس جانے کے ارادے سے چل پڑی اور میرے ساتھ اللہ کا کوئی بندہ نہیں تھا۔ جب میں تَنعِیم پہنچی تو مجھے وہاں بنو عبدالدّار کے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ ملے۔ انہوں نے کہا اے بنتِ اَبی اُمیّہ! کہاں جا رہی ہو؟ میں نے کہا اپنے خاوند کے پاس مدینہ جانا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ میں نے کہا اللہ اور میرے اس بیٹے کے علاوہ کوئی میرے

ساتھ نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے اللہ کی قسم! تمہیں تو (یوں اکیلا) نہیں چھوڑا جا سکتا چنانچہ انہوں نے اُونٹ کی نکیل پکڑ لی اور میرے ساتھ چل پڑے۔ اور میرے اُونٹ کو خوب تیز چلایا۔ اللہ کی قسم! مَیں عرب کے کسی آدمی کے ساتھ نہیں رہی جو ان سے زیادہ شریف اور عُمدہ اَخلاق والا ہو۔ جب وہ منزل پر پہنچتے تو میرے اُونٹ کو بٹھا کر خود پیچھے ہٹ جاتے اور جب میں اونٹ سے اُتر جاتی تو میرے اُونٹ کو لے کر پیچھے چلے جاتے اور اس کا کجاوہ اُتار کر اسے کسی درخت سے باندھ دیتے۔ پھر ایک طرف کو کسی درخت کے نیچے جا کر لیٹ جاتے۔ جب چلنے کا وقت قریب آتا تو میرے اونٹ پر کجاوہ باندھ کر آگے میرے پاس لا کر اسے بٹھا دیتے اور خود پیچھے چلے جاتے اور مجھ سے کہتے اس پر سوار ہو جاؤ۔ اور جب میں سوار ہو کر اپنے اُونٹ پر ٹھیک طرح بیٹھ جاتی تو اگلی منزل تک میرے اُونٹ کی نکیل آگے سے پکڑ کر چلتے رہتے۔ انہوں نے سارے سفر میں میرے ساتھ یہی معمول رکھا۔ یہاں تک کہ مجھے مدینہ پہنچا دیا۔ جب قُبا میں بنو عَمرو بن عوف کی آبادی پران کی نظر پڑی تو مجھ سے کہا تمہارا خاوند اس بستی میں ہے۔ تم اس میں داخل ہو جاؤ اللہ تمہیں برکت دے۔ اور حضرت اَبُوسَلَمہ وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے وہ مکہ واپس چلے گئے۔ حضرت اُمِّ سَلَمہ فرمایا کرتی تھیں کہ ابوسَلَمہ کے گھرانے نے جتنی مصیبتیں برداشت کی ہیں میرے خیال میں اور کسی گھرانے نے اتنی مصیبتیں نہیں برداشت کی ہیں اور میں نے حضرت عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف اور عُمدہ اخلاق والا رفیقِ سفر نہیں دیکھا۔ اور یہ حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ عَبدری رضی اللہ عنہ صلح حُدَیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے اور انہوں نے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے اکٹھے ہجرت کی۔[۱]

حضرت صُہَیب بن سِنان رَضِیَ اللہُ عَنہُ کی ہجرت

حضرت صُہَیب رَضِیَ اللہُ فرماتے ہیں کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے۔ وہ مقام دو پتھریلے میدانوں کے درمیان ایک شوریلی زمین ہے اور وہ مقام یا ہَجر ہے یا یَثرب ہے اور پھر حُضورؐ مدینہ تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میرا ارادہ بھی آپ کے

---

[۱] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۶۹)

ساتھ جانے کا تھا لیکن مجھے قریش کے چند جوانوں نے روک لیا۔ میں اس رات کھڑا رہا، بالکل نہیں بیٹھا (وہ پہرہ دے رہے تھے مجھے کھڑا دیکھ کر) وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے اسے پیٹ کی بیماری میں مبتلا کر کے تمہیں بے فکر کر دیا ہے (یہ اب کہیں جا نہیں سکتا ہے لہٰذا اب اس کے پہرہ دینے کی ضرورت نہیں ہے) حالانکہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ چنانچہ وہ سب سو گئے، میں وہاں سے نکل پڑا۔ ابھی میں چلا ہی تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ مجھ تک پہنچ گئے۔ یہ لوگ مجھے واپس لے جانا چاہتے تھے میں نے ان سے کہا میں تمہیں چند اُوقیہ سونا دے دیتا ہوں۔ تم میرا راستہ چھوڑ دو اور اس وعدہ کو پورا کر دو۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے چلتا ہوا مکہ پہنچا اور میں نے ان سے کہا کہ دروازے کی دہلیز کے نیچے کھودو، وہاں وہ سونا رکھا ہوا ہے اور فلانی عورت کے پاس جاؤ اور اس سے (میرے) دو جوڑے لے لو اور میں وہاں سے روانہ ہو کر قباء حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابھی آپ قباء سے منتقل نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابویحییٰ! (تمہاری) تجارت میں بڑا نفع ہوا (کہ سونا اور کپڑے دے کر تم نے ہجرت کی سعادت حاصل کی)، میں نے عرض کیا مجھ سے پہلے تو آپ کے پاس کوئی آیا نہیں لہٰذا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ہی آپ کو اس واقعہ کی خبر دی ہے[1]

حضرت سعید بن مُسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کے ارادے سے چل پڑے تو مشرکین قریش کی ایک جماعت نے ان کا پیچھا کیا۔ (جب وہ ان کے قریب پہنچ گئے تو) انہوں نے سواری سے اُتر کر اپنا ترکش سنبھالا اور کہا اے جماعت قریش! تمہیں معلوم ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ تیر انداز ہوں۔ اللہ کی قسم جب میں تم کو اپنے ترکش کے تمام تیروں سے نشانہ بنالوں گا پھر تم مجھ تک پہنچ سکو گے۔ پھر (جب تیر ختم ہو جائیں گے تو) جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہی میں تم پر تلوار سے حملے کرتا رہوں گا۔ اس کے بعد تم جو چاہے کر لینا۔ اور اگر تم کہو تو میں مکہ میں اپنے مال کا تم کو پتہ بتا دوں (وہ تم لے لو) اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ اس پر ان کی صلح ہو گئی۔

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۷۳) واخرجہ الطبرانی ایضاً نحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶۰) وفیہ جماعۃ لم اعرفہم انتہی واخرجہ ایضاً ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۵۲)

انہوں نے ان کو اپنے مال کا پتہ بتا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔

ترجمہ:۔ "اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضاجوئی میں"۔ یہ آیت آخر تک نازل ہوئی۔ جب حضورؐ نے حضرت صُہیبؓ کو دیکھا تو فرمایا (تمہاری) تجارت میں بڑا نفع ہوا اے ابو یحییٰ! تجارت میں بڑا نفع ہوا اے ابو یحییٰ! اور ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔[1] حضرت عِکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے ارادے سے چلے تو اہلِ مکہ نے ان کا پیچھا کیا تو انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا اور اس میں سے چالیس تیر نکال کر کہا جب میں تم میں سے ہر آدمی کے جسم میں ایک تیر پیوست کر لوں گا اور (تیروں کے ختم ہونے پر) تلوار سے تم لوگوں کا مقابلہ کر لوں گا پھر تم مجھ تک پہنچ سکو گے اور تم جانتے ہو کہ میں (بڑا بہادر) مرد ہوں (یا یوں کرو کہ) میں مکہ میں دو باندیاں چھوڑ کر آیا ہوں وہ تم لوگ لے لو (اور مجھے جانے دو)[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ایسی روایت بیان کرتے ہیں اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ (حضرت صُہیب کے اس قصہ کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔

جب حضورؐ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اے ابو یحییٰ! تجارت میں بڑا نفع ہوا اور آپ نے ان کو یہی آیت پڑھ کر سنائی۔[3] حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مکہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے قریش نے کہا جب تم (روم سے) ہمارے ہاں آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ مال نہ تھا اور اب تم

---

[1] واخرجہ ایضا ہو (ای ابونعیم) وابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۲) والحارث وابن المنذر وابن عساکر وابن ابی حاتم کذا فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۳۷) واخرجہ ایضا ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۸۰) عن سعید نحوہ [2] اخرجہ الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۳۹۸) من طریق سلیمان بن حرب عن حماد بن زید عن ایوب [3] قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ واخرجہ ایضا ابن ابی خیثمۃ بمعناہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۱۹۵) وقال ورواہ ابن سعد ایضا من وجہ آخر عن ابی عثمان النہدی ورواہ الکلبی فی تفسیرہ عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ولہ طریق اخری انتہی۔

اتنا مال لے کر (مکّہ سے) جا رہے ہو اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو سکے گا تو میں نے ان سے کہا۔ اچھا یہ بتاؤ اگر میں تمہیں اپنا مال دے دوں تو پھر کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ میں نے اپنا مال ان کو دے دیا۔ انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں وہاں سے چل کر مدینہ پہنچ گیا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ ساری بات پہنچ گئی تو آپ نے دو دفعہ فرمایا صُہَیب بہت نفع میں رہا۔ صُہَیب بہت نفع میں رہا[1]

حضرت عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما کی ہجرت

حضرت محمد بن زَید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ عنہما جب اپنے (مکّہ والے) اس مکان کے پاس سے گزرتے جس سے ہجرت کر کے (مدینہ) گئے تھے تو اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لیتے اور نہ اسے دیکھتے اور نہ کبھی اس میں ٹھہرتے[2]

حضرت محمد بن زَید بن عبداللہ بن عُمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت ابن عُمر رضی اللہ عنہما حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر کرتے تو رو پڑتے اور جب بھی اپنے (مکّہ والے) مکان کے پاس سے گزرتے تو اپنی دونوں آنکھیں بند کر لیتے[3]

حضرت عبداللہ بن جَحش رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جَحش رضی اللہ عنہ (مکّہ سے) ہجرت کرنے والوں میں سب سے آخری آدمی تھے (صحیح یہ ہے کہ یہ قصّہ حضرت عبداللہ بن جَحش رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے بلکہ ان کے بھائی حضرت عبد بن جَحش رضی اللہ عنہ کا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے) یہ نابینا ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے ہجرت کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تو ان کی بیوی جو ابوسُفیان بن حَرب بن اُمیّہ کی بیٹی تھی۔ اس کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن جَحش کو یہ مشورہ دیا کہ وہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کسی اور کے پاس ہجرت کر کے جائیں (لیکن انہوں نے یہ مشورہ قبول نہ کیا) اور

---

[1] اخرجہ ابن مردویہ من طریق ابی عثمان النہدی کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۲۴۷) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۲) من طریق ابی عثمان بنحوہ [2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۰۳) عن عمر بن محمد بن زید [3] عند البیہقی فی الزہد بسند صحیح کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۴۹)

وہ اپنے بال بچوں اور مال کو لے کر قریش سے چھپ کر ہجرت کرکے مدینہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے (ان کی ہجرت سے ان کے سسر ابوسفیان بن حرب کو بڑا غصہ آیا، اور ابوسفیان نے فوراً جا کر ان کے مکان کو بیچ ڈالا جو مکہ میں تھا۔ اس کے بعد ابوجہل بن ہشام، عُتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عباس بن عبدالمطلب اور حُویطب بن عبدالعزیٰ اس مکان کے پاس سے گزرے۔ اس مکان میں اس وقت نمک وغیرہ لگا کر کھالیں رکھی ہوئی تھیں (تاکہ ان کی بدبو ختم ہو جائے) یہ دیکھ کر عُتبہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے یہ شعر پڑھا:

وَكُلُّ دَارٍ وَّاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهَا ۔۔۔ يَوْمًا سَتُدْرِكُهَا النَّكْبَاءُ وَالْحُوْبُ

ترجمہ: "ہر گھر کو ایک نہ ایک دن ویران اور فنا ہونا ہے چاہے کتنا ہی لمبا عرصہ وہ صحیح سالم رہے۔" ابوجہل نے حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہمارے لیے یہ ساری مصیبتیں (اے بنو ہاشم) تم نے کھڑی کی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت ابو احمد (عبد بن جحش) کھڑے ہو کر اپنے گھر کا مطالبہ کرنے لگے۔ حضورؐ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرمایا، وہ کھڑے ہو کر حضرت ابو احمد کو ایک طرف لے گئے (اور انہیں آخرت میں لینے کی ترغیب دی) چنانچہ حضرت ابو احمد نے اپنے گھر کا مطالبہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضورؐ فتح مکہ کے دن اپنے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابو احمد (مکہ سے اظہارِ محبت کے لیے) یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

حَبَّذَا مَكَّةُ مِنْ وَادِيْ ۔۔۔ بِهَا اَمْشِيْ بِلَا هَادِيْ

مکہ کی وادی کتنی پیاری ہے جس میں میں رہبر کے بغیر چل پھر لیتا ہوں۔

بِهَا يَكْثُرُ عُوَّادِيْ ۔۔۔ بِهَا تُرْكَزُ اَوْتَادِيْ

بصورت بیماری میری عیادت کرنے والے بہت ہیں۔ اس میں میری عظمت کے بہت سے کھونٹے گڑھے ہوئے ہیں[1]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد مہاجرین میں سے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۶۴) وفیہ عبداللہ بن شبیب وھو ضعیف اھ۔

سب سے پہلے حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما مدینہ آئے حضرت عبداللہ اپنے بال بچوں اور اپنے بھائی حضرت عبد ابو احمد کو بھی ساتھ لائے۔ حضرت ابو احمد نابینا تھے لیکن مکہ میں اوپر نیچے (ہر جگہ) بغیر رہبر کے چل پھر لیتے تھے اور وہ شاعر بھی تھے۔ حضرت فارعہ بنت ابی سفیان بن حرب ان کے نکاح میں تھیں حضرت اُمیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہا ان کی والدہ تھیں۔ خاندان بنو جحش کے گھر کو (ہجرت کر جانے کی وجہ سے) تالا لگ گیا تھا۔ عُتبہ اس گھر کے پاس سے گزرا۔ اس کے بعد راوی نے پچھلے قصہ جیسا قصہ بیان کیا ہے [1] لہٰذا بظاہر یا تو اس حدیث میں ابو احمد کا ذکر رہ گیا ہے یا لفظ عبداللہ غلطی سے لکھا گیا ہے اور صحیح عبد بن جحش ہے کیونکہ عبد بن جحش تو نابینا تھے ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش نابینا نہیں تھے اور ان ہی حضرت ابو احمد بن جحش نے اپنے خاندان کی ہجرت کے بارے میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں [2]

وَلَمَّا رَأَتْنِيْ أُمُّ أَحْمَدَ غَادِيًا ‏ بِذِمَّةِ مَنْ أَخْشٰى بِغَيْبٍ وَأَرْهَبُ

اور جب (میری بیوی) اُمّ احمد نے دیکھا کہ میں اس ذات کے بھروسے پر (ہجرت کرکے) جانے والا ہوں جس سے میں دیکھے بغیر ڈرتا ہوں۔

تَقُوْلُ فَاِمَّا كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا ‏ فَيَمِّمْ بِنَا الْبُلْدَانَ وَلْتَنْأَ يَثْرِبُ

تو کہنے لگی اگر تمہیں ہجرت ہی کرنی ہے تو ہمیں کسی اور شہر میں لے جاؤ اور یثرب دور ہی رہے (وہاں نہ لے جاؤ)

فَقُلْتُ لَهَا مَا يَثْرِبُ بِمَظِنَّةٍ ‏ وَمَا يَشَإِ الرَّحْمٰنُ فَالْعَبْدُ يَرْكَبُ

میں نے اس سے کہا یثرب کوئی بری جگہ تو نہیں ہے۔ اور رحمان جو چاہتا ہے بندہ وہی کرتا ہے۔

اِلَى اللّٰهِ وَجْهِيْ وَالرَّسُوْلِ وَمَنْ يُقِمْ ‏ اِلَى اللّٰهِ يَوْمًا وَجْهَهٗ لَا يُخَيَّبُ

میرا رُخ اللہ اور رسولؐ کی طرف ہے اور جو ایک دن بھی اپنا رُخ اللہ کی طرف کرے گا وہ کبھی محروم نہیں رہے گا۔

فَكَمْ قَدْ تَرَكْنَا مِنْ حَمِيْمٍ مُنَاصِحٍ ‏ وَنَاصِحَةٍ تَبْكِيْ بِدَمْعٍ وَتَنْدُبُ

ہم نے کتنے پکے اور خیرخواہ دوست چھوڑ دیئے اور کتنی خیرخواہ اور نصیحت کرنے

---

[1] کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۷۰) [2] کما ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۷۱)

والی عورتیں آنسو بہاتی نوحہ کرتی چھوڑ دیں۔

تَرٰی اَنَّ وَتْرًا نَأْیُنَا عَنْ بِلَادِنَا وَنَحْنُ نَرٰی اَنَّ الرِّغَابَ نَطْلُبُ

وہ خیر خواہ عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ وطن سے دوری ہماری ہلاکت کا سبب ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے اجر والے مرغوب اعمال کو تلاش کرنے جارہے ہیں۔

دَعَوْتُ بَنِیْ غَنْمٍ لِحَقْنِ دِمَائِهِمْ وَلِلْحَقِّ لَمَّا لَاحَ لِلنَّاسِ مَلْحَبُ

جب لوگوں کے لیئے حق کا صاف راستہ ظاہر ہوگیا تو میں نے بنو غنم کو ان کے اپنے خون کی حفاظت کی اور حق کی دعوت دی۔

اَجَابُوْا بِحَمْدِ اللّٰهِ لَمَّا دَعَاهُمْ اِلَی الْحَقِّ دَاعٍ وَالنَّجَاحِ فَاَوْعَبُوْا

جب ان کو دعوت دینے والے نے حق اور کامیابی کی دعوت دی تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وہ سب مان گئے اور پھر وہ سب کے سب غزوہ کے لیئے نکل پڑے۔

وَکُنَّا وَاَصْحَابًا لَنَا فَارَقُوا الْهُدٰی اَعَانُوْا عَلَیْنَا بِالسِّلَاحِ وَاَجْلَبُوْا

کَفَوْجَیْنِ اَمَّا مِنْهُمَا فَمُوَفَّقٌ عَلَی الْحَقِّ مَهْدِیٌّ وَفَوْجٌ مُعَذَّبُ

ہمارے چند ساتھیوں نے ہدایت کو چھوڑ دیا اور انہوں نے اکٹھے ہو کر ہتھیاروں سے ہم پر حملہ کر دیا ہماری اور ان کی مثال دو فوجوں جیسی ہے جس میں سے ایک فوج کو حق کی توفیق ملی ہوئی ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہے اور دوسری فوج پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے۔

طَغَوْا وَتَمَنَّوْا کِذْبَةً وَاَزَلَّهُمْ عَنِ الْحَقِّ اِبْلِیْسُ فَخَابُوْا وَخُیِّبُوْا

انہوں نے سرکشی اختیار کی اور غلط باتوں کی تمنا کی اور ابلیس نے ان کو حق سے پھسلا دیا چنانچہ وہ ناکام ہوئے اور محروم کر دیئے گئے۔

وَرُعْنَا اِلٰی قَوْلِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ فَطَابَ وُلَاةُ الْحَقِّ مِنَّا وَطُیِّبُوْا

اور ہم نے حضرت نبی کریم محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بات کی طرف رجوع کیا (اور اسے مان لیا)، اور ہم میں سے جو حق کے مددگار بنے وہ خود بھی بڑے عمدہ ہیں اور ان کو (اللہ کی طرف سے) بڑا عمدہ اور پاکیزہ بنایا گیا ہے۔

نَمُتُّ بِاَرْحَامٍ اِلَیْهِمْ قَرِیْبَةٍ وَلَا قُرْبَ بِالْاَرْحَامِ اِذْ لَا تُقَرَّبُ

ہم قریب کی رشتہ داریوں کو واسطہ بنا کر ان کے قریب ہونا چاہتے ہیں اور جب رشتہ داریوں کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان سے قرب حاصل نہیں ہوتا ہے۔

فَاَیُّ ابْنِ اُخْتٍ بَعْدَنَا یَاْمَنَنَّکُمْ وَاَیَّۃُ صِھْرٍ بَعْدَ صِھْرِیْ تُرَقَّبُ

لہٰذا ہمارے بعد کون سا بھانجا تم سے بچ سکے گا اور میری دامادی کے بعد کونسی دامادی کا خیال رکھا جا سکے گا۔

سَتَعْلَمُ یَوْمًا اَیُّنَا اِذْ تَزَایَلُوْا وَزُیِّلَ اَمْرُ النَّاسِ لِلْحَقِّ اَصْوَبُ

جس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے (مومن ایک طرف اور کافر ایک طرف) اور لوگوں کی بات کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ (ہر ایک کے حق پر یا باطل پر ہونے کو واضح کر دیا جائے گا) اس دن تم جان لوگے کہ ہم میں سے کون حق کو صحیح طور سے اختیار کرنے والا ہے۔

حضرت ضَمْرہ بن العِیص یا ابن العِیص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی ہجرت

حضرت سعید بن جُبَیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ،

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ۔

ترجمہ : " برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے " مکہ کے مسکین مسلمانوں نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ ان کو مکہ میں رہنے کی اجازت ہے (گو جہاد میں جانا افضل ہے) پھر یہ آیت نازل ہوئی ؛

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ۔

ترجمہ : " وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے۔ اس حالت میں کہ وہ بُرا کر رہے ہیں اپنا۔ کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے ؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تھے بے بس اس مُلک میں۔ کہتے ہیں فرشتے ، کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ ، جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں۔ سو ایسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ۔ اور وہ بہت بُری جگہ پہنچے۔" اس پر ان مسکین مسلمانوں نے کہا کہ اس آیت نے تو ہلا کر رکھ دیا۔ (اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کرنا ضروری ہے) پھر یہ آیت نازل ہوئی :

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾

ترجمہ: "مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ" (اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان معذور ہیں ان پر ہجرت فرض نہیں ہے اور مکہ میں رہنے کی ان کو اجازت ہے) حضرت ضمرہ بن العیص رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو لیث کے تھے اور یہ نابینا تھے اور مالدار بھی تھے۔ اس آیت کے نازل ہونے پر انہوں نے کہا اگرچہ میری نگاہ چلی گئی ہے لیکن ہجرت کے لئے میں تدبیر کر سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس مال اور غلام ہیں۔ لہٰذا مجھے سواری پر بٹھا دو۔ چنانچہ انہیں سواری پر بٹھا یا گیا وہ بیمار تھے۔ آہستہ آہستہ روانہ ہوئے۔ اور تنعیم پہنچ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ مسجد تنعیم کے پاس ان کو دفن کیا گیا۔ تو خاص ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ترجمہ: "اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور رسول کی طرف پھر آپکڑے اس کو موت، تو مقرر ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ہاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔" [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ضمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جب ہجرت کے لئے چلنے لگے تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سواری پر بٹھا دو۔ اور مشرکین کی زمین سے نکال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کر دو چنانچہ یہ روانہ ہوئے لیکن حضور تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی ہجرت

[1] اخرجہ الفریابی وعلقہ ابن مندہ لہشیم عن سالم واخرجہ ابن ابی حاتم من طریق اسرائیل عن سالم الافطس فقال عن سعید بن جبیر عن ابی ضمرۃ بن العیص الزرقی رضی اللہ عنہ کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۱۲)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر سے اسلام کے ارادے سے چلا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز میں تھے۔ میں بھی آخری صف میں کھڑا ہو گیا اور میں نے ان مسلمانوں کی طرح نماز پڑھی۔ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر آخری صف میں میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا تم کس کام کے لئے آئے ہو؟ میں نے کہا مسلمان ہونے کے لئے۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تم ہجرت کرو گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا کونسی ہجرت کرو گے ہجرت بادی یا ہجرت باتی۔ میں نے عرض کیا کونسی ہجرت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا ہجرت باتی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہجرت باتی یہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یہاں مدینہ میں) ہی رہنے لگ جاؤ اور ہجرت بادی یہ ہے کہ تم اپنے گاؤں واپس چلے جاؤ۔ اور آپ نے فرمایا تمہیں ہر حال میں اطاعت کرنی ہوگی تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی، دل چاہے یا نہ چاہے، اور چاہے تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے (پھر بھی تم اطاعت کرو گے) میں نے کہا بہت اچھا (ضرور کروں گا) پھر آپ نے (بیعت فرمانے کے لئے) اپنا دستِ مبارک بڑھایا اور میں نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا۔ جب آپ نے دیکھا کہ میں اپنے لئے کسی قسم کی رعایت طلب نہیں کر رہا ہوں تو آپ نے خود فرمایا جہاں تک تم سے ہو سکے۔ میں نے کہا جہاں تک مجھ سے ہو سکے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا (اور بیعت فرما لیا)[1]

قبیلہ بنو اسلم کی ہجرت

حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو اسلم کے لوگ ایک درد میں مبتلا ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو اسلم! تم لوگ دیہات میں چلے جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اسے پسند نہیں کرتے ہیں کہ ہم اُلٹے پاؤں دیہات کو واپس چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا تم ہمارے دیہات والے ہو اور ہم تمہارے شہر والے ہیں۔ جب تم ہمیں بلاؤ گے تو ہم تمہاری بات مانیں گے اور جب

---

[1] اخرجہ ابو یعلی قال الہیثمی فی المجمع (ج ۶، ص ۱۰) ورجالہ ثقات [2] اخرجہ ابن جریر عن خالد بن ولید کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۳۳)

ہم تمہیں بلائیں تو تم ہماری بات ماننا۔ اب تم جہاں بھی رہو مہاجر ہی شمار ہو گے۔[1]

حضرت جُنادہ بن ابی اُمیہ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت جُنادہ بن ابی اُمیہ اَزدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہجرت کی۔ پھر ہمارا ہجرت کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہجرت ختم ہو گئی اور کچھ لوگ کہنے لگے نہیں ابھی ختم نہیں ہوئی۔ چنانچہ میں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا جب تک کفار سے جہاد باقی رہے گا ہجرت ختم نہیں ہو گی۔[2] حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بنو سعد بن بکر کے سات یا آٹھ آدمیوں کے وفد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں ان میں سب سے کم عمر تھا۔ ان لوگوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ضرورت کی باتیں پوچھ لیں۔ اور مجھے اپنی سواریوں میں (سامان کے پاس) چھوڑ گئے تھے۔ پھر میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے میری ضرورت کی بات بتائیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری ضرورت کی بات کیا ہے؟ میں نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہجرت ختم ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا تم سب سے عمدہ ضرورت والے ہو یا فرمایا کہ تمہاری ضرورت ان کی ضرورتوں سے زیادہ بہتر ہے۔ جب تک کفار سے جہاد کا سلسلہ رہے گا ہجرت ختم نہیں ہو گی۔[3]



---

[1] اخرجہ ابونعیم کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۴۲) [2] اخرجہ ابونعیم والحسن بن سفیان کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۳۳۱) [3] عند ابن مندہ وابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۳۳۳) واخرجہ ایضاً ابو حاتم وابن حبان والنسائی وقال ابو زرعۃ حدیث صحیح متقن رواہ الاثبات عنہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۱۹)

حضرت صَفْوان بن اُمَیّہ اور دوسرے حضرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم سے ہجرت کے بارے میں جو کہا گیا اُس کا بیان

حضرت ابن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما فرماتے ہیں کہ حضرت صَفْوان بن اُمَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ ان سے کسی نے کہا کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا کوئی دین نہیں ہے (اس کا دین کامل نہیں بلکہ ناقص ہے) تو انہوں نے کہا جب تک میں مدینہ نہ ہو آؤں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ یہ مدینہ پہنچے اور حضرت عباس بن عبد المُطّلب کے ہاں ٹھہرے۔ پھر یہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا اے ابو وَہب! تم کس لئے آئے ہو؟ حضرت صَفْوان نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی ہجرت نہ کرے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو وَہب! تم مکہ کے پتھریلے میدانوں میں واپس جاؤ اور اپنے گھروں میں رہو۔ اب (مکہ سے مدینہ کی) ہجرت تو ختم ہو گئی لیکن جہاد اور نیت (جہاد) باقی ہے لہٰذا جب تم لوگوں سے (اللہ کی راہ میں) نکلنے کا مطالبہ کیا جائے تو تم نکل جایا کرو[1]۔ حضرت طاؤس رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت صَفْوان بن اُمَیَّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے کہا گیا کہ جس کی ہجرت نہیں ہے وہ ہلاک و برباد ہو گیا۔ تو حضرت صَفْوان نے قسم کھائی کہ جب تک وہ حضورؐ کی خدمت میں ہو نہیں آئیں گے وہ اپنا سر نہیں دھوئیں گے۔ چنانچہ وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے جب مدینہ پہنچے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مسجد کے دروازے پر پایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس نے ہجرت نہ کی وہ ہلاک ہو گیا تو میں نے قسم کھائی کہ جب تک آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں گا اس وقت تک میں اپنا سر نہیں دھوؤں گا۔ آپ نے فرمایا صَفْوان نے اسلام کے بارے میں سُنا اور وہ اس کے دین ہونے پر دل سے راضی ہے۔ ہجرت تو فتح مکہ کے بعد ختم ہو گئی ہے لیکن اب جہاد

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۸ ص ۳۴۳) و اخرجہ البیہقی ایضا بلفظہ (ج ۹ ص ۱۷)

اور نیتِ (جہاد) باقی ہے۔ اور جب تم سے (اللہ کی راہ میں) نکل جانے کا مطالبہ کیا جائے تو تم نکل جایا کرو۔[1]

حضرت صالح بن بشیر بن فُدَیک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا حضرت فُدَیک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے ہجرت نہ کی وہ ہلاک ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا اے فُدَیک! نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور بُرائی چھوڑ دو اور اپنی قوم کی سرزمین میں جہاں چاہے رہو، تم مہاجر شمار ہو گے (کیونکہ ہجرت کا حکم ختم ہو گیا ہے اور دوسرے احکام باقی ہیں اس لیئے انہیں پورا کرو)۔[2] حضرت عطاء بن ابی رَباح رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عُبَید بن عُمَیر لَیثی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لیئے گیا۔ ہم نے آپ سے ہجرت کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا آج ہجرت (کا حکم باقی) نہیں ہے (ہجرت کا حکم اس وقت تھا) جب مسلمان کو اپنے دین کے بارے میں آزمائش کا ڈر رہتا تھا۔ (کہ کہیں سخت تکلیفوں کی وجہ سے چھوڑنا نہ پڑ جائے) چنانچہ مسلمان اپنے دین کو لے کر اللہ اور رسُولؐ کی طرف بھاگتا تھا۔ آج تو اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا۔ آج مسلمان جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کر سکتا ہے البتہ جہاد اور نیتِ (جہاد) باقی ہے۔[3]



---

[1] عند عبد الرزاق کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۸۴) [2] اخرجہ البغوی و ابن مندہ و ابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۳۳۱) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۷) [3] اخرجہ البخاری واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۷) ایضاً۔

عورتوں اور بچّوں کی ہجرت

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے گھر والوں کی ہجرت

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہجرت فرمائی تو آپ ہمیں اور اپنی بیٹیوں کو پیچھے (مکہ میں) چھوڑ گئے تھے۔ جب آپ کو (مدینہ میں) قرار حاصل ہو گیا تو آپ نے حضرت زُید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو بھیجا اور ان کے ساتھ اپنے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان دونوں کو دو اُونٹ اور حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے لے کر پانچ سو درہم اس لیے دیئے تھے کہ ضرورت پڑے تو ان سے اور سواری کے جانور خرید لیں اور ان دونوں کے ساتھ حضرت ابوبکر نے عبداللہ بن اُرَیقط کو دو یا تین اُونٹ دے کر بھیجا اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُما کو یہ خط لکھا کہ میری والدہ اُمِّ رُومان رَضِیَ اللہُ عَنْہا کو اور مجھے اور میری بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت زُبیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی بیوی تھیں ان کو ان سواریوں پر بٹھا کر روانہ کر دے۔ یہ تینوں حضرات (مدینہ سے) اکٹھے روانہ ہوئے اور جب یہ حضرات قُدَید پہنچے تو حضرت زید بن حارثہ نے ان پانچ سو درہم کے تین اونٹ خریدے پھر یہ سب اکٹھے مکہ میں داخل ہوئے۔ ان کی حضرت طلحہ بن عُبَیداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی وہ بھی ہجرت کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ سب اکٹھے (مکہ سے) روانہ ہوئے۔ حضرت زَید اور حضرت ابورافع، حضرت فاطمہ اور حضرت اُمِّ کلثوم اور حضرت سَودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُنَّ کو لے کر چلے اور حضرت زَید نے حضرت اُمِّ اَیمن اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہما کو بھی ایک اونٹ پر سوار کیا۔ جب ہم مقام بَیداء پہنچے تو میرا اُونٹ بدک گیا۔ مَیں ہَودَج میں تھی اور میرے ساتھ میری والدہ بھی اس ہودج میں تھیں میری والدہ کہنے لگیں ہائے بیٹی۔ ہائے دلہن (کیونکہ حضورؐ سے حضرت عائشہ کا نکاح

ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا) آخر ہمارا اُونٹ پکڑا گیا اور اس وقت وہ ہرشی گھاٹی پار کر چکا تھا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے (ہمیں) بچا لیا پھر ہم مدینہ پہنچ گئے۔ میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاں اتری اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھر والے حضورؐ کے ہاں ٹھہرے۔ اس وقت حضورؐ اپنی مسجد بنا رہے تھے اور مسجد کے اِردگرد گھر تعمیر فرما رہے تھے۔ پھر ان گھروں میں اپنے گھر والوں کو ٹھہرایا۔ پھر چند دن ہم ٹھہرے رہے آگے لمبی حدیث حضرت عائشہ کی رخصتی کے بارے میں ذکر کی ہے۔[1]

ہیثمی نے اس حدیث میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے یہ نقل کیا ہے کہ ہم ہجرت کر کے چلے راستے میں ایک دشوار گزار (خطرناک) گھاٹی سے جب ہمارا گزر ہونے لگا تو جس اونٹ پر میں تھی وہ بہت بُری طرح بدکا۔ اللہ کی قسم! میں اپنی ماں کی یہ بات نہ بھولوں گی کہ وہ کہہ رہی تھیں ہائے چھوٹی سی دلہن اور وہ اُونٹ بدکتا ہی چلا گیا۔ اتنے میں میں نے سُنا کوئی کہہ رہا تھا۔ اس کی نکیل نیچے پھینک دو تو میں نے نکیل پھینک دی۔ وہ وہیں کھڑے ہو کر چکر کھانے لگا گویا اس کے نیچے کوئی انسان (اسے پکڑے ہوئے) کھڑا ہے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صاحبزادی حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں (ہجرت کی) تیاری کر رہی تھی کہ مجھ سے ہند بنت عتبہ ملی اور وہ کہنے لگی۔ اے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی بیٹی! (تمہارا کیا خیال ہے) کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم اپنے باپ کے پاس جانا چاہتی ہو؟ میں نے کہا میرا تو ایسا ارادہ نہیں ہے۔ اس نے کہا اے میرے چچا کی بیٹی! ایسا نہ کرو۔ اگر تمہیں اپنے سفر کے لیئے کسی سامان کی ضرورت ہے یا اپنے باپ تک پہنچنے کے لیئے کچھ مال کی ضرورت ہے تو میں تمہاری یہ ضرورت پوری کر سکتی ہوں، مجھ سے مت چھپاؤ کیونکہ مردوں کا جو آپس میں جھگڑا ہے وہ عورتوں کے درمیان نہیں ہے۔ حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میرا خیال یہی ہے کہ انہوں نے یہ ساری باتیں کرنے کے لیئے کہی تھی لیکن میں اس سے ڈر گئی۔ اس لیئے میں نے ان کے

---

[1] اخرجہ ابن عبدالبر کذا فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۴۵۰)، و اخرجہ الزبیر ایضاً کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۵۰)، و ذکرہ الہیثمی فی مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۲۲۷) الا انہ سقط عنہ ذکر مخرجہ وقال وفیہ محمد بن حسن بن زبالۃ وہو ضعیف۔

سامنے ہجرت کے ارادے کا انکار ہی کیا۔ حضرت ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ (ہجرت کی) تیاری کرتی رہیں۔ جب وہ اس تیاری سے فارغ ہوئیں تو ان کے دیور کنانہ بن ربیع ان کے پاس ایک اونٹ لائے یہ اس اونٹ پر سوار ہوگئیں۔ کنانہ نے اپنی کمان اور ترکش لی۔ اور دن کی روشنی میں ان کے اونٹ کو آگے سے پکڑ کر لے چلے اور یہ اپنے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش کے لوگوں میں (ان کے جانے کا چرچا ہوا) چنانچہ وہ لوگ ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ اور مقام ذی طویٰ میں انہیں پالیا۔ اور ہبّار بن اسود فہری سب سے پہلے ان تک پہنچا ہبّار نے حضرت زینبؓ کو نیزے سے ڈرایا یہ ہودج میں تھیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اُمید سے تھیں۔ چنانچہ ان کا حمل ساقط ہوگیا۔ ان کے دیور کنانہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ترکش میں سے سارے تیر نکال کر سامنے ڈال لیئے اور پھر کہا تم میں سے جو آدمی بھی میرے قریب آئے گا میں اس میں ایک تیر ضرور پیوست کر دوں گا۔ چنانچہ وہ لوگ ان سے پیچھے ہٹ گئے اور ابوسفیانؓ قریش کے بڑے لوگوں کو لے کر آئے۔ اور انہوں نے کہا اے آدمی! ذرا اپنی تیر اندازی روکو ہم تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ رک گئے۔ ابوسفیان آگے آکر ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا۔ تم نے ٹھیک نہیں کیا کہ تم اس عورت کو علی الاعلان سب کے سامنے لے کر چلے ہو اور تم جانتے ہی ہو کہ (ان کے والد) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہمیں کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں اُٹھانی پڑی ہیں۔ جب تم ان کی بیٹی کو علی الاعلان تمام لوگوں کے سامنے ہمارے درمیان میں سے لے کر جاؤ گے تو لوگ یوں سمجھیں گے کہ یہ سب ہماری ذلت اور کمزوری کی وجہ سے ہوا ہے (کہ ان کی بیٹی سب کے سامنے یوں چلی گئی ہے) اور میری زندگی کی قسم! ہمیں ان کو ان کے باپ سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہم ان سے کوئی بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اس لیئے اب تو تم اس عورت کو واپس لے جاؤ یہاں تک کہ جب یہ شور و شغب ٹھنڈا پڑ جائے گا اور لوگ یوں کہنے لگیں کہ ہم نے ان کی بیٹی کو واپس کروایا ہے تو پھر چپکے سے اسے لے جانا اور اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا۔ چنانچہ کنانہ نے ایسا ہی کیا۔[1]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۳۳۰)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر ایک شخص (مکہ سے) چلا۔ قریش کے دو آدمی پیچھے سے ان تک جا پہنچے۔ ان دونوں نے اس ایک پر حملہ کیا اور اس پر غالب آگئے۔ چنانچہ حضرت زینب کو ان دونوں نے دھکا دیا جس سے وہ پتھر پر گر گئیں (وہ اُمید سے تھیں) ان کا حمل ساقط ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ اور لوگ ان کو ابوسفیان کے پاس لے گئے وہاں بنی ہاشم کی عورتیں (حضرت زینب کی یہ خبر سُن کر) آئیں تو ابوسفیان نے ان کو ان عورتوں کے حوالے کیا۔ پھر اس کے کچھ عرصہ کے بعد یہ ہجرت کر کے (مدینہ) آئیں اور یہ مسلسل بیمار رہیں یہاں تک کہ اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا سب مسلمان انہیں شہید سمجھتے تھے[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لے آئے تو آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے کنانہ یا ابن کنانہ کے ساتھ روانہ ہوئیں مکہ والے ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ چنانچہ ہبار بن اسود ان تک پہنچ گیا۔ اور اپنا نیزہ ان کے اونٹ کو مارتا رہا یہاں تک کہ ان کو نیچے گرا دیا۔ جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ انہوں نے صبر و تحمل سے کام لیا اور انہیں اُٹھا کر لایا گیا۔ بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کا ان کے بارے میں آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ بنو اُمیہ کہتے تھے کہ ہم ان کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ ان کے چچازاد بھائی حضرت ابوالعاص کے نکاح میں تھیں۔ آخر یہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کے پاس رہتی تھیں اور وہ ان سے کہا کرتی تھی کہ یہ سب تمہارے باپ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہ کو فرمایا کیا تم (مکہ) جا کر زینب کو لے نہیں آتے؟ انہوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم میری انگوٹھی لو یہ ان کو (بطور نشانی کے) دے دینا۔ حضرت زید (مدینہ سے) چل دیئے اور (حضرت زینب تک چپکے سے بات پہنچانے کی) مختلف تدبیریں اختیار کرتے رہے چنانچہ ان کی ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی اس سے پوچھا کہ تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا ابوالعاص کا۔ حضرت زید نے پوچھا، یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے کہا زینب بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہیں۔ حضرت زید (اسے مانوس کرنے کے لئے) کچھ دیر اس کے ساتھ چلتے رہے۔ پھر اس سے کہا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کو میں کوئی چیز دوں وہ تم حضرت

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۱۶) وہو مرسل ورجالہ رجال الصحیح اھ۔

زینب کو پہنچا دو اور اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرو؟ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ اسے وہ انگوٹھی دے دی جسے حضرت زینب نے پہچان لیا۔ انہوں نے چرواہے سے پوچھا تمہیں یہ انگوٹھی کس نے دی؟ اس نے کہا ایک آدمی نے۔ حضرت زینب نے کہا اس آدمی کو تم نے کہاں چھوڑا؟ اس نے کہا فلاں جگہ۔ پھر حضرت زینب خاموش ہو گئیں جب رات ہوئی تو چپکے سے حضرت زید کی طرف چل پڑیں جب یہ ان کے پاس پہنچیں تو ان سے حضرت زید نے کہا تم میرے آگے اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا تم میرے آگے سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ آگے حضرت زید سوار ہوئے اور یہ ان کے پیچھے بیٹھیں (اس وقت تک پردہ فرض نہیں ہوا تھا) اور مدینہ پہنچ گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میری بیٹیوں میں سے یہ سب سے اچھی بیٹی ہے جسے میری وجہ سے بہت زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی جب یہ حدیث حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما تک پہنچی تو وہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہے جس کے بارے میں مجھے خبر ملی ہے کہ تم اسے بیان کر کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ کم کر دیتے ہو؟ حضرت عروہ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے وہ سب مجھے مل جائے اور میں (اس کے بدلہ میں) حضرت فاطمہ کا ذرا سا بھی درجہ کم کر دوں۔ بہرحال میں آج کے بعد یہ حدیث کبھی بیان نہیں کروں گا[1]

حضرت دُرّہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا کی ہجرت

حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرت دُرّہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے (مدینہ) آئیں اور حضرت رافع بن معلّی زرقی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہریں۔ قبیلہ بنو زریق کی جو عورتیں ان کے پاس آکر بیٹھیں انہوں نے ان سے کہا تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

---

[1] عند الطبرانی فی الکبیر قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۱۳) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط بعضہ ورواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح انتہی۔

ترجمہ: ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ۔ کام نہ آیا اس کو مال اس کا اور نہ جو اس نے کمایا: لہٰذا تمہاری ہجرت تمہارے کام نہ آئے گی حضرت دُرّہ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان عورتوں کی شکایت کی اور جو انہوں نے کہا تھا وہ آپ کو بتایا۔ حضورؐ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تھوڑی دیر بیٹھے اور فرمایا کیا بات ہے کہ مجھے میرے خاندان والوں کے بارے میں تکلیف پہنچائی جا رہی ہے۔ اللہ کی قسم! میری شفاعت قیامت کے دن حا اور حَکَم اور صُدا اور سَلہب قبیلوں کو بھی نصیب ہو گی۔ (تو میرے خاندان کو تو بدرجہ اولیٰ نصیب ہو گی) [1] اور صفحہ ۴۶۲ پر حضرت ابو سَلَمہ کی ہجرت کے بیان میں حضرت اُمّ سَلَمہ کی ہجرت کا اور صفحہ ۴۴۷ پر حضرت جعفر بن ابی طالب اور صحابہ کرامؓ کی حبشہ کو ہجرت کرنے کے بیان میں حضرت اَسماء بنتِ عُمَیس اور اُمّ عبداللہ لیلیٰ بنت ابی حَثمہ کی ہجرت کا بیان گزر چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنہُما اور دیگر بچّوں کی ہجرت

حضرت ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنہُما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ۵ھ میں حضور صلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم لوگ غزوۂ اَحزاب کے سال قریش کے ساتھ نکلے تھے۔ میں اپنے بھائی حضرت فضل رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ ہمارے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ہم عَرج پہنچے تو ہم لوگ راستہ بھول گئے اور رَکُوبہ گھاٹی کے بجائے ہم جَثجاثہ چلے گئے یہاں تک کہ ہم قبیلہ بنو عَمرو بن عوف کے ہاں آ نکلے اور پھر مدینہ پہنچ گئے اور ہم نے حضور کو خندق میں پایا۔ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی اور میرے بھائی کی عُمر تیرہ سال تھی [2]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۵۷) وفیہ عبدالرحمٰن بن بشیر الدمشقی وثقہ ابن حبان وضعفہ ابو حاتم وبقیۃ رجالہ ثقات۔

[2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۳۶) رواہ الطبرانی فی الاوسط من طریق عبداللہ بن محمد بن عمارۃ الانصاری عن سلیمان بن داؤد بن الحصین وکلاہما لم یوثق ولم یضعف وبقیۃ رجالہ ثقات انتہیٰ۔

نُصرت کا باب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دینِ متین اور صراطِ مستقیم کی نُصرت کرنا کس طرح ہر چیز سے زیادہ محبوب تھا اور دنیاوی عزت پر ان میں سے کوئی اتنا فخر نہیں کرتا تھا جتنا کہ وہ اس نصرت پر فخر کرتے تھے اور کس طرح سے انہوں نے دین کی نصرت کی وجہ سے دنیاوی لذتوں کو چھوڑا؟ گویا کہ انہوں نے یہ سب کچھ اللہ عزّ وجل کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے حکم پر چلنے کے لئے کیا۔

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کی نصرت دین کی ابتداء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش فرماتے کہ وہ حضورؐ کو اپنی قوم میں لے جاکر ٹھہرائیں تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کا کلام اور پیغام پہنچا سکیں اور انہیں (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی۔ لیکن عرب کا کوئی قبیلہ بھی آپ کی اس بات کو نہیں مانتا تھا یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ اپنے دین کو غالب فرمادیں اور اپنے نبی کی مدد فرمادیں اور اپنے وعدے کو پورا فرمادیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو انصار کے اس قبیلہ کے پاس لے آئے اور انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے وطن کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے لیئے ہجرت کا مقام بنا دیا۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں موسم حج میں اپنے آپ کو عرب کے ایک ایک قبیلہ پر پیش فرماتے لیکن کوئی بھی آپ کی بات نہ مانتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انصار کے اس قبیلہ کو (حضورؐ کی خدمت میں) لے آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت اور شرافت ان کے لیئے مقدر فرما رکھی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کو ٹھکانہ دیا اور آپ کی نصرت کی۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کو اپنے نبی کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔[2] جمع الفوائد میں حضرت عمرؓ کی اس حدیث میں یہ اضافہ بھی ہے (کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں) کہ اللہ کی قسم! ہم نے انصار سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پورا نہیں کیا۔ ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہم لوگ امیر ہوں گے اور تم لوگ وزیر۔ اگر میں اس سال کے آخر تک زندہ رہا تو میرا ہر گورنر انصاری ہی ہو گا۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موسم حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو لوگوں پر پیش فرماتے تھے۔ اور ان سے کہتے تھے ہے کوئی ایسا آدمی جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے؟ کیونکہ قریش نے مجھے اپنے رب کا کلام پہنچانے سے روک دیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ہمدان قبیلہ کا ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کون سے قبیلہ کے ہو؟ اس نے کہا ہمدان کا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہاری قوم کے پاس حفاظت کا انتظام ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ پھر اس آدمی کو یہ خطرہ ہوا کہ (وہ تو حضورؐ سے ساتھ لے جانے کا اور ان کی حفاظت کا وعدہ کرلے اور) قوم والے اس کے اس وعدہ کو نہ مانیں۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کی خدمت میں آکر کہا کہ میں ابھی تو جاکر اپنی قوم کو بتاؤں گا اور اگلے سال آپ کے پاس آؤں گا (پھر آپ کو بتاؤں گا) آپ نے فرمایا۔ اچھا اور انصار کا وفد رجب میں آیا۔[4] صفحہ ۲۱۸ پر نصرت پر

---

[1] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الہیثمی (ج ۶ ص ۴۲) وفیہ عبد اللہ بن عمر العمری وثقہ احمد وجماعۃ وضعفہ النسائی وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات اھ۔ [2] اخرجہ البزار وحسنہ کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۳۴)، [3] کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۳۰) وقال البزار بضعف وہکذا ذکرہ فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۴۲) عن البزار بتمامہ وقال ورواہ البزار وحسن اسنادہ وفیہ ابن شبیب وہو ضعیف [4] اخرجہ الامام احمد قال الہیثمی (ج ۶ ص ۳۵)، رجالہ ثقات وعزاہ الحافظ فی الفتح (ج ۷ ص ۱۵۶)، الی اصحاب السنن والامام احمد وقال صححہ الحاکم۔

بیعت کے باب میں امام احمد کی روایت سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دس سال اس طرح گزارے کہ آپ لوگوں کے پاس حج کے موقع پر ان کی قیام گاہوں میں عکاظ اور مجنّہ کے بازاروں میں جایا کرتے تھے اور ان سے فرماتے کون مجھے ٹھکانا دے گا اور کون میری مدد کرے گا۔ تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں اور اسے (اس کے بدلہ میں) جنت ملے گی۔ چنانچہ آپ کو کوئی ایسا آدمی نہ ملتا جو آپ کو ٹھکانہ دے اور آپ کی مدد کرے (بلکہ آپ کی مخالفت اس حد تک پھیل گئی تھی) کہ کوئی آدمی یمن یا مُضر سے (مکہ کے لیئے) روانہ ہونے لگتا تو اس کی قوم کے لوگ اور اس کے رشتہ دار اس کے پاس آکر اسے کہتے کہ قریش کے نوجوان سے بچ کر رہنا کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے۔ اور آپ لوگوں کی قیام گاہوں کے درمیان میں سے گزرتے تو لوگ آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یثرب سے ہمیں آپ کے پاس بھیج دیا۔ ہم آپ کو ٹھکانہ دینے کے لیئے تیار ہو گئے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی پھر ہمارے آدمی ایک ایک کر کے حضورؐ کے پاس جاتے رہے اور آپ پر ایمان لاتے رہے اور آپ ان کو قرآن سکھاتے رہے۔ وہاں سے وہ آدمی مسلمان ہو کر اپنے گھر واپس آتا تو اس کے اسلام کی وجہ سے اس کے گھر والے مسلمان ہو جاتے حتیٰ کہ انصار کے ہر محلہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے پھر ان سب نے مل کر مشورہ کیا اور ہم نے کہا کہ کب تک ہم حضورؐ کو ایسے ہی چھوڑے رکھیں کہ آپ یونہی لوگوں میں پھرتے رہیں اور مکہ کے پہاڑوں میں آپ کو دھتکارا جاتا رہے۔ اور آپ کو ڈرایا جاتا رہے چنانچہ ہمارے ستر آدمی گئے اور موسم حج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے شعب عقبہ میں ملنا طے کیا۔ چنانچہ ہم وہاں ایک ایک دو دو آدمی ہو کر سب اکٹھے ہو گئے اور ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آگے پوری حدیث ذکر کی ہے[1]

حضرت عُروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حج کا زمانہ آیا تو انصار کے

---

[1] واخرجہ الحاکم (ج ۲ ص ۶۲۵) وقال صحیح الاسناد۔

کچھ لوگ حج کے لیئے گئے۔ چنانچہ بنو مازن بن نجار کے حضرت مُعاذ بن عفراء اور حضرت اَسْعد بن زُرارہ اور بنو زُریق کے حضرت رافع بن مالک اور حضرت ذکوان بن عبدالقیس اور بنو عبدالاشہل کے ابو الہیثم بن تیہان اور بنو عمرو بن عوف کے حضرت عُویم بن ساعدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم حج کے لیئے گئے۔ حضورِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت اور شرافت سے نوازا ہے اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ جب انہوں نے آپ کی بات سُنی تو سب خاموش ہوگئے اور ان کے دل آپ کی دعوت پر مطمئن ہو گئے اور چونکہ انہوں نے اہل کتاب سے آپ کے اوصاف جمیلہ اور آپ کی دعوت کے بارے میں سُن رکھا تھا اس لیئے وہ سُنتے ہی آپ کو پہچان گئے اور آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آئے اور یہ حضرات خیر کے عام ہونے کا ذریعہ بنے۔ پھر انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ ہمارے ہاں اَوس اور خزرج میں قتل و غارت کا سلسلہ چل رہا ہے اور ہم اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے کام کو صحیح رُخ پر لے آئے (یعنی ہم آپ کو اپنے ہاں لے جانا اور آپ کی نصرت کرنا چاہتے ہیں) اور ہم اللہ کے لیئے اور آپ کے لیئے ہر طرح کی محنت کرنے کو تیار ہیں۔ اور جو آپ کی رائے ہے ہم بھی آپ کو اسی کا مشورہ دیتے ہیں لیکن ابھی آپ اللہ کے بھروسہ پر (یہاں مکہ ہی میں ہی) ٹھہرے رہیں اتنے میں ہم اپنی قوم کے پاس واپس جاکر ان کو آپ کی بات بتائیں گے اور ان کو اللہ اور اس کے رسُول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی دعوت دیں گے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری آپس میں صلح کرا دے اور ہمارا آپس میں جوڑ پیدا کر دے کیونکہ آجکل تو ہم ایک دوسرے سے دُور ہیں اور ہمارے آپس میں بُغض وعداوت ہے۔ اگر آج آپ ہمارے ہاں تشریف لے آتے ہیں اور ابھی ہماری آپس میں صلح نہ ہوئی ہو تو ہم سب آپ پر جُڑ نہیں سکیں گے اور ایک جماعت نہیں بن سکیں گے۔ ہم اگلے سال حج (کے زمانے میں آپ سے ملنے) کا وعدہ کرتے ہیں۔ حضورؐ کو ان کی یہ بات پسند آئی۔ اور وہ حضرات اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور اپنی قوم کو چُپکے چُپکے دعوت دینے لگے۔ اور ان کو اللہ کے رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا جو پیغام دے کر حضورؐ کو بھیجا ہے اور قرآن سُنا کر حضورؐ نے جس کی

دعوت دی ہے وہ سب اپنی قوم کو بتایا (ان حضرات کی محنت اور دعوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ) انصار کے ہر محلہ میں کچھ نہ کچھ لوگ ضرور مسلمان ہو چکے تھے۔ آگے ویسی حدیث ذکر کی ہے جیسی حدیث صفحہ ۲۴۲ پر حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کے دعوت دینے کے باب میں گزر چکی ہے[1]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے انصار کی ایک بڑھیا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس ان اشعار کو سیکھنے کے لیے بار بار جاتے تھے۔

ثَوٰی فِیْ قُرَیْشٍ بِضْعَ عَشْرَۃَ حِجَّۃً　　يُذَكِّرُ لَوْ اَلْفٰى صَدِيْقًا مُّوَاتِيَا

آپ نے قریش میں دس سال سے زیادہ قیام فرمایا اور اس سارے عرصہ میں آپ نصیحت اور تبلیغ فرماتے رہے (اور آپ یہ چاہتے تھے کہ) کوئی موافقت کرنے والا دوست آپ کو مل جائے۔

وَيَعْرِضُ فِيْ اَهْلِ الْمَوَاسِمِ نَفْسَهٗ　　فَلَمْ يَرَ مَنْ يُّؤْوِيْ وَلَمْ يَرَ دَاعِيَا

اور آپ حج پر آنے والوں پر اپنے آپ کو پیش فرماتے تھے لیکن نہ آپ کو ٹھکانا دینے والا نظر آتا اور نہ اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے والا۔

فَلَمَّا اَتَانَا وَاسْتَقَرَّتْ بِهِ النَّوٰى　　وَاَصْبَحَ مَسْرُوْرًا بِطَيْبَةَ رَاضِيَا

جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ وہاں ٹھہر گئے اور طیبہ میں بڑے خوش اور راضی ہو گئے۔

وَاَصْبَحَ مَا يَخْشٰى ظُلَامَةَ ظَالِمٍ　　بَعِيْدٍ وَّمَا يَخْشٰى مِنَ النَّاسِ بَاغِيَا

اور آپ کو نہ ہی دور کے ظالم سے کسی چیز کو ظلماً لینے کا خطرہ رہا اور نہ لوگوں سے بغاوت کا خطرہ۔

بَذَلْنَا لَهُ الْاَمْوَالَ مِنْ جُلِّ مَالِنَا　　وَاَنْفُسَنَا عِنْدَ الْوَغٰى وَالتَّاٰسِيَا

تو ہم نے (دشمنوں سے) لڑائی کے وقت اور (مہاجر مسلمانوں کی) غمخواری

[1] اخرجه الطبرانی مرسلاً قال الہیثمی (ج ۶ ص ۴۲) فیه ابن لهیعة وفیه ضعف وحسن الحدیث وبقیة رجاله ثقات انتهی۔

کے وقت اپنی جان و مال کا بڑا حصہ خرچ کر دیا۔

نُعَادِالَّذِیْ عَادٰی مِنَ النَّاسِ کُلِّهِمْ بِحَقٍّ وَّاِنْ کَانَ الْحَبِیْبَ الْمُوَاتِیَا

اور حضورؐ تمام لوگوں میں سے جس سے دشمنی رکھیں گے ہم بھی اس سے پکی دشمنی رکھیں گے چاہے وہ آدمی ہمارا محبوب اور موافق کیوں نہ ہو۔

وَنَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ لَاشَیْئَ غَیْرُهٗ وَاَنَّ کِتَابَ اللّٰهِ اَصْبَحَ هَادِیًا

اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی چیز (معبود) نہیں ہے اور اللہ کی کتاب ہی ہمیں صحیح راستہ دکھانے والی ہے۔[1]

حضرات مُہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کا آپس میں بھائی چارہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ میں بھائی چارہ کرا دیا۔ حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا اے میرے بھائی! میں مدینہ میں سب سے زیادہ مال والا ہوں۔ تم دیکھ کر (اپنی پسند کا) میرا آدھا مال لے لو۔ اور میری دو بیویاں ہیں تم دیکھ لو ان میں سے جونسی تمہیں پسند آئے میں اسے طلاق دے دوں گا (تم اس سے شادی کر لینا) تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا تمہارے گھر والوں میں اور تمہارے مال میں اللہ برکت عطا فرمائے۔ مجھے تو بازار کا راستہ بتا دو۔ چنانچہ انہوں نے بازار کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بازار میں جا کر خرید و فروخت شروع کر دی جس میں ان کو نفع ہوا۔ چنانچہ وہ کچھ پنیر اور گھی لے کر آئے۔ کچھ عرصہ وہ یونہی تجارت کرتے رہے۔ اس کے بعد ایک دن آئے تو ان (کے کپڑوں) پر زعفران لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے (اس زمانے میں شادی کے موقع پر زعفران لگانے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۲ ص ۶۲۶)

کا دستور تھا، آپ نے فرمایا تم نے اس کو کتنا مہر دیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا۔ حضورؐ نے فرمایا ولیمہ کرو چاہے ایک ہی بکری ہو۔ حضرت عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ (میری تجارت میں برکت کا یہ حال تھا کہ) اگر میں کوئی پتھر بھی اٹھاتا تو مجھے اس سے سونا اور چاندی حاصل ہونے کی امید ہوتی تھی[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مہاجرین جب مدینہ آئے تو شروع میں انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا اس کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے اور یہ اس بھائی چارہ کی وجہ سے تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کرایا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی:-

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ۔

تو پھر مہاجر کا (مؤاخاۃ کے ذریعے) انصاری کا وارث بننا منسوخ ہو گیا[2] اس روایت میں تو یہی ہے کہ حلیف کی میراث اس آیت سے منسوخ ہوئی لیکن اگلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میراث کو منسوخ کرنے والی آیت:-

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔

ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں یہ روایت زیادہ قابلِ اعتماد ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میراث کا منسوخ ہونا دو دفعہ میں ہوا ہو کہ شروع میں تو صرف بھائی چارہ والا ہی وارث ہوتا ہو اور رشتہ دار وارث نہ ہوتا ہو۔ جب وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ والی آیت نازل ہوئی تو بھائی چارہ والے کے ساتھ رشتہ دار بھی وارث ہونے لگ گئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کا یہی مطلب لیا جائے گا پھر سورت احزاب کی آیت:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔

کے نازل ہونے پر بھائی چارہ والے کا وارث ہونا منسوخ ہو گیا اور میراث صرف رشتہ داروں کے لیئے ہو گئی اور بھائی چارہ والے کے لئے صرف یہ رہ گیا کہ انصاری اس کی اعانت

---

[1] اخرجہ الامام احمد کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۲۸)، واخرجہ ایضا الشیخان عن انس رضی اللہ عنہ والبخاری من حدیث عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۶)، وابن سعد (ج ۳ ص ۸۹) عن انس رضی اللہ عنہ [2] اخرجہ البخاری۔

کرے گا اور اس کو کچھ دیا کرے گا۔ اس طرح تمام احادیث کا مطلب اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہو جاتا ہے[1]

حضرات تابعین کی ایک جماعت بیان کرتی ہے کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مہاجرین کا آپس میں بھی بھائی چارہ کرایا اور مہاجرین اور انصار کا بھی آپس میں بھائی چارہ کرایا کہ وہ ایک دوسرے کی غم خواری کریں گے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے کے وارث بنتے تھے اور یہ نوّے آدمی تھے کچھ مہاجرین میں سے کچھ انصار میں سے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سو آدمی تھے اور جب وَاُولُوا الْاَرْحَامِ والی آیت نازل ہوئی تو اس بھائی چارہ کی وجہ سے ان میں آپس میں جو وراثت چل رہی تھی وہ ختم ہو گئی[2]

انصار کا مہاجرین کے لئے مالی ایثار

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ انصار نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا کہ (ہمارے) کھجوروں کے باغات ہمارے اور ہمارے (مہاجر) بھائیوں کے درمیان تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (ان باغات میں) محنت تو ساری تم کرو۔ ہم (مہاجرین) پھل میں تمہارے شریک ہو جائیں گے۔ انصار نے کہا "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" یعنی "ہم نے آپ کی بات دل سے سُنی اور اسے ہم نے مان لیا جیسے آپ کہیں گے ویسے کریں گے"۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ نے انصار سے فرمایا تمہارے (مہاجر) بھائی اپنے مال اور اولاد چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں۔ انصار نے کہا ہم اپنے مال زمین و باغات اپنے اور مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر لیتے ہیں حضور ؐ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور بھی تو ہو سکتا ہے انصار نے کہا یا رسُول اللہ! وہ کیا؟ حضور ؐ نے فرمایا یہ مہاجرین کھیتی باڑی کا کام نہیں جانتے ہیں اس لئے کھیتی کا کام تو سارا تم کرو اور پھل میں تم ان کو شریک کر لو۔ انصار نے کہا ٹھیک ہے[3]

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مہاجرین نے عرض کیا یا رسُول اللہ! جس قوم کے پاس ہم لوگ آئے ہیں، ہم نے ان جیسی اچھی قوم نہیں دیکھی ہے کہ ان کے پاس تھوڑا سا

---

[1] وعند احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ نحوہ کما فی فتح الباری (ج ۷ ص ۱۹۱) [2] ذکرہ ابن سعد باسانید الواقدی کذا فی الفتح (ج ۷ ص ۱۹) [3] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۳۱۲) کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۲۸)

مال بھی ہو تو بہت عُمدہ طریقہ سے ہمدردی اور غم خواری کرتے ہیں اور اگر زیادہ مال ہو تو خوب زیادہ خرچ کرتے ہیں اور (کھیتی باڑی اور باغات کو سنبھالنے کی) محنت تو ساری وہ خود کرتے ہیں ہمیں محنت کرنے نہیں دیتے ہیں اور پھل میں ہمیں وہ اپنا شریک کر لیتے ہیں ہمیں تو یہ خطرہ ہو رہا ہے کہ وہ سارا ثواب لے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں (وہ سارا ثواب نہیں لے جا سکتے) جب تک تم ان کی تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہو گے[1]

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اَنصار جب اپنی کھجوریں (درختوں سے) کاٹ لیتے تو اپنی کھجوروں کے دو حصے بنا لیتے جن میں سے ایک دوسرے سے کم ہوتا اور دونوں میں سے جو حصہ کم ہوتا اس کے ساتھ کھجور کی شاخیں ملا دیتے (تاکہ زیادہ معلوم ہوں) اور پھر مہاجر مسلمانوں سے کہتے کہ ان دونوں حصوں میں سے جونسا چاہے لے لو تو (جذبۂ ایثار کی وجہ سے) وہ بغیر شاخوں والا حصہ لے لیتے جو دیکھنے میں کم نظر آتا لیکن حقیقت میں وہ زیادہ ہوتا تھا اس طرح اَنصار کو شاخوں والا حِصّہ مل جاتا جو دیکھنے میں زیادہ نظر آتا اور حقیقت میں کم ہوتا تھا۔ فتح خیبر تک ان حضرات کا آپس میں یہی (ایثار والا) معمول رہا۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اَنصار سے فرمایا تمہارے اُوپر جو ہماری نصرت کا حق تھا وہ تم نے پورا پورا ادا کر دیا۔ اب اگر تم چاہو تو تم یوں کر لو کہ اپنا خیبر کا حصہ تم خوشی خوشی مہاجرین کو دے دو اور (مدینہ کے باغات کے) سارے پھل تم خود رکھ لیا کرو (اور مہاجرین کو اب ان میں سے کچھ نہ دیا کرو یوں مدینہ کا سارا پھل تمہارا ہو جائے گا اور خیبر کا سارا پھل مہاجرین کا ہو جائے گا) اَنصار نے کہا (ہمیں منظور ہے) آپ نے ہمارے ذِمّہ اپنے کئی کام لگائے تھے اور ہماری یہ بات آپ نے اپنے ذِمّہ لی تھی کہ ہمیں (اس کے بدلے میں) جنت ملے گی تو جو کام آپ نے ہمارے ذِمّہ لگائے تھے وہ ہم نے سارے کر دیئے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری چیز ہمیں مل جائے حُضورؐ

---

[1] اخرجہ الامام احمد عن یزید عن حمید ہذا حدیث ثلاثی الاسناد علی شرط الصحیحین ولم یخرجہ احد من اصحاب الکتب الستۃ من ہذا الوجہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۲۸)، واخرجہ ایضا ابن جریر والحاکم والبیہقی کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۳۶)

نے فرمایا وہ جنت تمہیں ضرور ملے گی۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ ان کو بحرین کی زمین دے دیں تو انصار نے کہا کہ ہم بحرین کی زمین تب لیں گے جب آپ اتنی ہی زمین ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم ان کے بغیر نہیں لینا چاہتے ہو تو پھر ہمیشہ صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم (قیامت کے دن حوض کوثر پر) مجھ سے آملو کیونکہ (میرے بعد) تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔[2]

اسلام کے تعلّقات کو مضبوط کرنے کے لئے کس طرح حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے جاہلیّت کے تعلّقات کو قربان کر دیا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کر دے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت تکلیف پہنچائی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا کہ مصلحتاً کچھ کہنے کی مجھے اجازت دے دیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تم کہہ سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ (چند ساتھیوں کو لے کر) کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا اس آدمی (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم سے صدقہ کا مطالبہ کیا ہے اور مشکل اور دشوار کام ہمارے ذمہ لگا لگا کر ہمیں تھکا دیا ہے۔ میں تمہارے پاس قرضہ لینے آیا ہوں۔ اس نے کہا ابھی تو وہ اور کام تمہارے ذمہ لگائے گا۔ اللہ کی قسم ایک نہ ایک دن تم اس سے ضرور اُکتا جاؤ گے۔ حضرت محمدؐ نے کہا ابھی تو ہم ان کا

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۴۰) رواہ البزار من طریقین وفیہما مجالد وفیہ خلاف وبقیۃ رجال احدہما رجال الصحیح انتہی [2] اخرجہ البخاری (ج ۱ ص ۵۳۵)

اتباع شروع کر چکے ہیں. اس لئے ابھی ہم ان کو (جلدی) چھوڑنا نہیں چاہتے ہیں. دیکھتے ہیں کہ آخر ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ اُدھار دے دو۔ (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہے) کعب نے کہا ہاں میں اُدھار دینے کو تیار ہوں لیکن تم میرے پاس کوئی چیز رہن رکھو۔ ان حضرات نے کہا تم رہن میں کون سی چیز چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان حضرات نے کہا تم تو عرب میں سب سے زیادہ حسین و جمیل آدمی ہو۔ ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے رہن رکھ دیں؟ اس نے کہا اچھا پھر اپنے بیٹے میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان حضرات نے کہا ہم اپنے بیٹے کیسے تمہارے پاس رہن رکھ دیں پھر تو لوگ انہیں یہ طعنہ دیا کریں گے کہ یہ وہی تو ہے جسے ایک دو وسق غلہ کے بدلہ میں رہن رکھا گیا تھا۔ یہ ہمارے لئے بڑی عار کی بات ہے ہاں ہم تمہارے پاس ہتھیار رہن رکھ دیتے ہیں. حضرت محمد بن مسلمہ نے اس سے ہتھیار لے کر رات کو آنے کا وعدہ کر لیا چنانچہ کعب کے رضاعی بھائی حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حضرت محمد رات کو کعب کے پاس آئے. کعب نے ان حضرات کو قلعہ میں بلایا۔ یہ قلعہ میں گئے وہ ان کے پاس اُتر کر آنے لگا تو اس کی بیوی نے اس سے کہا اس وقت تم باہر کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا یہ محمد بن مسلمہ اور میرے بھائی ابو نائلہ آئے ہیں اس کی بیوی نے کہا میں تو ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون ٹپکتا ہوا محسوس ہو رہا ہے. اس نے کہا یہ تو میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابو نائلہ ہیں. بہادر آدمی کو اگر رات کے وقت بھی مقابلہ کے لئے بلایا جائے تو وہ رات کو بھی ضرور نکل آتا ہے[1] حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھ دو تین اور آدمیوں کو بھی داخل کر لیا اور ان سے کہا میں اس کے بالوں کو پکڑ کر سونگھنے لگ جاؤں گا اور تمہیں بھی سونگھاؤں گا. جب تم دیکھو کہ میں نے اس کا سر اچھی طرح پکڑ لیا ہے تو تم اس پر تلوار سے وار کر دینا. کعب موتیوں سے جڑی ہوئی ایک

---

[1] وحدثنا عمرو غیر مرة فلم یذکر وسقا او وسقین فقلت له فیه وسقا او وسقین؟ فقال اری فیه وسقا او وسقین [2] ویدخل محمد بن مسلمة معه رجلین قیل لسفیان سماهم عمرو قال سمی بعضهم قال عمرو جاء معه برجلین وقال غیر عمرو ابو عبس بن جبر والحارث بن اوس وعباد بن بشر قال عمرو جاء معه برجلین۔

پیٹی پہنے ہوئے نیچے اُتر کر ان حضرات کے پاس آیا اور اس سے عطر کی خوشبو مہک رہی تھی۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا آج جیسی عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اس نے کہا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبو لگانے والی بڑی خوبصورت عورت ہے حضرت محمد نے کہا کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کا سر سونگھ لوں؟ کعب نے کہا ضرور۔ چنانچہ حضرت محمد نے خود سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو سونگھایا۔ پھر کعب سے کہا کیا دوبارہ اجازت ہے؟ اس نے کہا ضرور۔ جب حضرت محمد نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا تو ساتھیوں سے کہا پکڑو۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر ان حضرات نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں واپس آکر سارا واقعہ سنایا۔ حضرت عُروہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت میں یہ ہے کہ جب ان حضرات نے واقعہ سنایا تو حضورؐ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرات جب بقیع غرقد (مدینہ کے مشہور قبرستان) کے قریب پہنچے تو زور سے اللّٰہُ اکبر کہا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس رات کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے۔ جب آپ نے ان کی تکبیر کی آواز سنی تو آپ نے بھی اللّٰہُ اکبر کہا اور آپ سمجھ گئے کہ ان حضرات نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پھر یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ چہرے کامیاب ہو گئے۔ ان حضرات نے عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ! اور آپ کا چہرہ مبارک بھی (کامیاب ہوا) اور ان حضرات نے کعب کا سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ حضورؐ نے اس کے قتل ہو جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت عکرمہ کی مرسل روایت میں یہ ہے کہ (اس قتل سے) تمام یہودی خوفزدہ ہو گئے اور گھبرا گئے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر کہا کہ ہمارا سردار دھوکہ سے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ان کو اس کی ناپاک حرکتیں یاد دلائیں کہ کیسے وہ اسلام کے خلاف لوگوں کو اُبھارتا تھا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچایا کرتا تھا (یہ سن کر) وہ یہودی ڈر گئے اور کچھ نہ بولے۔[1]

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میری طرف سے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے کون تیار ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کہا یا رسُولَ اللّٰہ! میں اس کی ذمہ داری اٹھاتا ہوں میں اسے قتل کروں گا۔ حضورؐ نے

[1] اخرجہ البخاری کذا فی فتح الباری (ج ۷ ص ۲۳۹)

فرمایا اگر تم یہ کام کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت محمد واپس چلے گئے اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ بس اتنا کھاتے پیتے تھے جس سے جان بچی رہے۔ یہ بات حضورؐ کو بتائی گئی۔ آپ نے انہیں بلا کر فرمایا تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے سامنے ایک بات کہی ہے پتہ نہیں میں اسے پورا کر سکوں گا یا نہیں (اس فکر میں میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے)، آپ نے فرمایا تمہارے ذمہ تو محنت اور کوشش کرنا ہی ہے۔ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے (کہ حضرت محمد بن مسلمہ جب اپنے ساتھیوں کو لے کر چلے تو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان حضرات کے ساتھ بقیع الغرقد تک پیدل تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے ان کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا اللہ کا نام لے کر چلو۔ اے اللہ ان کی اعانت فرما[1]۔

ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کا قتل

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے دین کے پھیلنے اور ترقی پانے) کے لئے جن مفید صورتوں اور حالات کو وجود عطا فرمایا ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ انصار کے دونوں قبیلوں اوس اور خزرج کا حضورؐ کی نصرت میں اور ان کے کام کرنے میں ایک دوسرے سے ہر وقت ایسا مقابلہ لگا رہتا تھا جیسے کہ دو پہلوانوں میں ہوا کرتا ہے۔ قبیلہ اوس والے جب کوئی ایسا کام کر لیتے جس سے حضورؐ (کے دین کو اور حضورؐ والی محنت) کو فائدہ ہوتا تو قبیلہ خزرج والے کہتے تم یہ کام کر کے حضورؐ کے ہاں فضیلت میں ہم سے آگے نہیں نکل سکتے ہو اور جب تک ویسا ہی کام نہ کر لیتے وہ حضرات چین سے نہ بیٹھتے اور جب قبیلہ خزرج والے کوئی ایسا کام کر لیتے تو قبیلہ اوس والے یہی بات کہتے۔ چنانچہ جب قبیلہ اوس (کے ایک صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ) نے کعب بن اشرف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے قتل کر دیا تو قبیلہ خزرج نے کہا اللہ کی قسم! تم یہ کارنامہ کر کے

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۷)، وحسن الحافظ ابن حجر اسناد حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کذا فی فتح الباری (ج ۷ ص ۲۳۷)

فضیلت میں کبھی بھی ہم سے آگے نہیں بڑھ سکتے ہو اور پھر انہوں نے سوچا کہ کونسا آدمی حضورؐ سے دشمنی رکھنے میں کعب بن اشرف جیسا ہے۔ وہ آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ خیبر کا ابن ابی الحُقَیق دشمنی میں کعب جیسا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسے قتل کرنے کی حضورؐ سے اجازت مانگی۔ حضورؐ نے انہیں اجازت دے دی تو قبیلہ خزرج میں سے بنو سلمہ کے پانچ آدمی حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت مسعود بن سنان، حضرت عبداللہ بن اُنیس، حضرت ابو قتادہ، حضرت حارث بن ربعی اور حضرت خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم خیبر جانے کے لیئے، تیار ہوئے۔ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر بنایا اور انہیں کسی بچے یا عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا چنانچہ وہ حضرات (مدینہ سے) روانہ ہوئے اور خیبر پہنچ کر وہ حضرات رات کے وقت ابن ابی الحُقَیق کے گھر گئے اور گھر کے ہر کمرے کو باہر سے بند کر دیا تاکہ کسی کمرے میں سے اندر والے باہر نہ آسکیں۔ ابن ابی الحُقَیق اپنے بالا خانہ میں تھا جہاں تک جانے کے لیئے کھجور سے بنی ہوئی ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ حضرات اس سیڑھی سے چڑھ کر اس کے دروازے پر پہنچ گئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو اس کی بیوی نکل کر باہر آئی اور کہنے لگی تم لوگ کون ہو؟ ان حضرات نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں اور غلہ کی تلاش میں آئے ہیں۔ اس نے کہا ابو رافع یہ ہے جس سے تم ملنا چاہتے ہو اندر آجاؤ۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم اندر چلے گئے تو ہم نے اندر سے کمرہ بند کر لیا تاکہ اس تک پہنچنے میں کوئی حائل ہی نہ ہو سکے (یہ دیکھ کر) اس کی بیوی شور مچا کر ہماری خبر کرنے لگی۔ ابو رافع اپنے بستر پر تھا۔ ہم تلواریں لے کر اس پر تیزی سے جھپٹے اللہ کی قسم! رات کے اندھیرے میں ہمیں اس کا پتہ صرف اس کی سفیدی سے ہی چلا۔ ایسا سفید تھا جیسے کہ مصری سفید چادر پڑی ہو۔ جب اس کی بیوی ہمارے بارے میں شور مچا کر بتلانے لگی تو ہمارے ایک ساتھی نے (قتل کرنے کے لیئے) اس پر تلوار اٹھالی لیکن پھر اسے یاد آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (بچے اور) عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا اس وجہ سے اس نے تلوار روک لی اگر حضورؐ نے ہمیں منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم رات ہی کو اس سے نمٹ جاتے۔ جب ہم لوگوں نے تلواروں سے اس پر حملہ کیا (لیکن اس کا کام تمام نہ ہوا) تو حضرت عبداللہ بن اُنیس نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر تلوار پر اپنا سارا وزن ڈال دیا جس سے تلوار پار ہو گئی ابو رافع بس بس ہی کہتا رہا۔ اس کے بعد

ہم لوگ وہاں سے باہر آئے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کی نگاہ کمزور تھی وہ سیڑھی سے گر گئے جس سے ان کے ہاتھ میں بُری طرح موچ آگئی۔ ہم انہیں وہاں سے اُٹھا کر یہود کے چشموں سے بہنے والی ایک نہر کے پاس لائے اور اس میں داخل ہو گئے ادھر وہ لوگ آگ جلا کر ہر طرف ہماری تلاش میں دَوڑ پڑے آخر نااُمید ہو کر اس کے پاس واپس گئے۔ اور اس کو سب نے گھیر لیا اور ان سب کے بیچ میں اس کی جان نکل رہی تھی۔ ہم نے آپس میں کہا ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ کا دشمن مر گیا؟ ہم میں سے ایک ساتھی نے کہا کہ میں جا کر دیکھ آتا ہوں چنانچہ وہ گئے اور عام لوگوں میں شامل ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ ابو رافع کی بیوی اور بہت سے یہودی اس کے ارد گرد جمع ہیں۔ اس کی بیوی کے ہاتھ میں چراغ ہے اور وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہی ہے اور وہ ان کو بتا رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اللہ کی قسم! آواز تو میں نے ابن عتیک کی سنی تھی لیکن پھر میں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور میں نے کہا ابن عتیک یہاں اس علاقہ میں کہاں؟ پھر اس نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور پھر کہا یہود کے معبود کی قسم! یہ تو مر چکا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ لذیذ بات کبھی نہیں سنی۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا ساتھی ہمارے پاس واپس آیا اور اس نے ہمیں (اس کی موت) کی خبر دی۔ ہم اپنے ساتھی کو اُٹھا کر چلے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے دشمن کو قتل کر دینے کی خبر دی۔ حضورؐ کے سامنے ہمارا اختلاف ہو گیا کہ کس نے قتل کیا ہے؟ ہر ایک کہنے لگا کہ اس نے قتل کیا ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اپنی تلواریں لاؤ۔ ہم اپنی تلواریں لائے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن اُنیس کی تلوار کے بارے میں کہا کہ اس نے قتل کیا ہے کیونکہ میں اس میں کھانے کا اثر دیکھ رہا ہوں (یہ تلوار اس کے معدے میں سے گزری ہے)[1]

حضرت براء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابو رافع یہودی (کو قتل کرنے کے لئے) چند انصار کو بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔ ابو رافع رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بہت اذیت پہنچاتا تھا اور آپ کے مخالفین کی (مالی) امداد کیا کرتا تھا اور وہ سرزمین حجاز میں (خیبر میں) اپنے قلعہ میں رہا کرتا تھا۔ یہ حضرات سورج ڈوبنے کے بعد خیبر کے قریب پہنچے۔ لوگ (چرا گاہوں سے)

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۳۷) وسیرۃ ابن ہشام (ج ۲ ص ۱۹۰)

اپنے جانور واپس لا چکے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ تم یہاں بیٹھے رہو میں جاتا ہوں۔ اور دربان سے کوئی ایسی تدبیر کرتا ہوں جس سے میں (قلعہ کے اندر) داخل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ یہ گئے اور دروازے کے قریب جا کر اپنا کپڑا اپنے اُوپر ڈال کر اس طرح بیٹھ گئے کہ جیسے کہ یہ قضاء حاجت کے لئے بیٹھے ہوں۔ سب لوگ اندر جا چکے تھے۔ تو ان کو دربان نے آواز دے کر کہا اے اللہ کے بندے! اگر تمہیں اندر آنا ہے تو آجاؤ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں اندر داخل ہو کر چُھپ گیا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس نے دروازہ بند کر کے چابیاں کیل پر لٹکا دیں۔ میں نے کھڑے ہو کر چابیاں لیں اور دروازہ کھول لیا۔ اُبُورافع کے پاس رات کو قصے کہانیاں ہُوا کرتی تھیں اور وہ اپنے بالاخانے میں تھا۔ جب قصے کہانیاں سُنانے والے لوگ اس کے پاس سے چلے گئے تو میں نے بالاخانے پر چڑھنا شروع کیا۔ جب بھی میں کوئی دروازہ کھولتا تو میں اندر سے اسے بند کر لیتا اور میں نے کہا اگر لوگوں کو میرا پتہ چل بھی گیا تو میں ان کے آنے سے پہلے اسے قتل کر لوں گا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ اندھیرے کمرے میں اپنے اہل وعیال میں تھا۔ مجھے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کمرے میں کس جگہ ہے اس لئے میں نے اسے آواز دی اے اُبُورافع! اس نے کہا یہ کون ہے؟ میں آواز کی طرف بڑھا اور میں نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا لیکن چونکہ میں گھبرایا ہُوا تھا اس وجہ سے اس کا کام تمام نہ کر سکا اور اس نے شور مچایا تو میں کمرے سے باہر نکل کر تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ پھر میں اندر اس کی طرف گیا اور میں نے کہا اے ابورافع! یہ شور کیسا تھا؟ اس نے کہا تیری ماں کا ناس ہو، کمرے میں کوئی آدمی ہے جس نے مجھے ابھی تلوار ماری تھی۔ یہ سُن کر میں نے اس کو زور سے تلوار ماری جس سے وہ زخمی تو ہو گیا لیکن مرا نہیں۔ میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے اسے دبایا کہ اس کی کمر تک پہنچ گئی۔ تب میں سمجھا کہ میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا واپس چلا۔ یہاں تک کہ میں اُبُورافع کی سیڑھی تک پہنچ گیا (اور میں سیڑھی سے نیچے اُترنے لگا ایک جگہ پہنچ کر) میں سمجھا کہ سیڑھی ختم ہو گئی ہے اور میں زمین تک پہنچ گیا ہوں (اس خیال سے میں نے قدم آگے بڑھایا) تو میں چاندنی رات میں گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی جسے میں نے پگڑی سے باندھا اور میں چل دیا یہاں تک کہ میں دروازے پر جا کر بیٹھ گیا میں نے دل میں کہا آج رات میں یہاں سے

باہر نہیں جاؤں گا جب تک مجھے پتہ نہ چل جائے کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے یا نہیں؟ صبح جب مرغ بولا تو ایک آدمی نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر یہ اعلان کیا کہ اہل حجاز کا تاجر ابو رافع مرگیا ہے پھر میں وہاں سے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے کہا جلدی چلو اللہ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ (چنانچہ ہم وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے، میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلا دیا۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ دست مبارک پھیرتے ہی میرا پاؤں ایک دم ایسے ٹھیک ہو گیا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو[1]

بُخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ یہ حضرات جب حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت حُضورؐ منبر پر تشریف فرما تھے (ان کو دیکھ کر) آپ نے فرمایا یہ چہرے کامیاب ہو گئے۔ ان حضرات نے کہا یا رسُولَ اللّٰہ! آپ کا چہرہ بھی کامیاب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اسے قتل کر آئے ہو؟ ان حضرات نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا ذرا مجھے تلوار دو۔ آپ نے تلوار کو دیکھ کر اسے، سونتا اور آپ نے فرمایا ہاں اس تلوار کی دھار پر اس کے کھانے کا اثر ہے[2]

ابن شُنَیبہ یہودی کا قتل

حضرت مُحیّصہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جس یہودی پر تم قابو پالو اسے قتل کر دو۔ چنانچہ ابن شُنَیبہ ایک یہودی تاجر تھا جس کا مسلمانوں سے میل جول تھا اور اس کے ان سے تجارتی تعلقات تھے۔ حضرت مُحیّصہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ ان کے بڑے بھائی حضرت حُویّصہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت حُویّصہ ابن شُنَیبہ کو قتل کرنے کی وجہ سے حضرت مُحیّصہ کو مارتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے اللہ کے دشمن! تم نے اسے قتل کر دیا حالانکہ اللہ کی قسم! تیرے پیٹ کی بہت سی چربی اس کے مال سے بنی ہے۔ حضرت مُحیّصہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ کی قسم! اگر حُضورؐ مجھے تمہارے قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تمہاری گردن بھی اُڑا دیتا۔ اللہ

---

[1] عند البخاری [2] واخرجہ البخاری ایضا بسیاق آخر تفرد بہ البخاری بہذہ السیاقات من بین اصحاب الکتب الستۃ ثم قال قال الزہری کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۳۷)

کی قسم! اسی بات سے حضرت حُویّصہ کے اسلام کی ابتداء ہوئی. دبھائی کی اس بات کا ان کے دل پر بڑا اثر پڑا) حضرت حُویّصہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر محمد (علیہ السلام) تمہیں میرے قتل کا حکم دے دیں تو کیا تم مجھے ضرور قتل کر دو گے؟ حضرت مُحیّصہ نے کہا ہاں اللہ کی قسم! تو حضرت حُویّصہ نے کہا اللہ کی قسم! جس دین نے تجھ کو یہاں تک پہنچا دیا ہے وہ تو عجیب دین ہے[1] ابن اسحاق نے بھی اس جیسی حدیث بیان کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت مُحیّصہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے اس (ابن شُبَینہ) کے قتل کرنے کا اس ذات نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ مجھے تمہارے قتل کرنے کا حکم دے تو میں تمہاری گردن بھی اُڑا دوں. چنانچہ حضرت حُویّصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر میں مسلمان ہو گئے[2]

غزوہ بنی قَینُقاع اور غزوہ بنو نَضیر اور غزوہ بنو قُرَیظہ اور ان غزوات میں انصار کے کارنامے

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں قریش کو شکست دی تو آپ نے بنو قَینُقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کر کے فرمایا اے یہودیو! تم اس سے پہلے اسلام لے آؤ کہ تمہیں ایسی شکست اُٹھانی پڑے جیسی قریش کو جنگ بدر کے دن اٹھانی پڑی. یہودیوں نے کہا قریش لڑنا نہیں جانتے تھے. اگر آپ ہم سے جنگ کریں گے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم (بہادر اور جنگجو) مرد ہیں. اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی.

قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ سے لے کر لِاُولِی الْاَبْصَارِ ○ تک

ترجمہ: "کہہ دے کافروں کو کہ اب تم مغلوب ہو گے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا بُرا ٹھکانہ ہے. ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ، دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا. ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں

---

[1] اخرجہ ابونعیم عن بنت محیصۃ کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۹۰) [2] واخرجہ ایضا ابوداؤد من طریقہ الا انہ اقتصر الی قولہ فی بطنک من مالہ ولم یذکر مابعدہ۔

کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند، صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو" ۱؎ ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ یہودیوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کے چند ناتجربہ کار لڑائی سے ناواقف لوگوں کو قتل کر کے آپ دھوکہ میں نہ رہیں۔ اگر آپ نے ہم سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم کیسے (زبردست اور بہادر) لوگ ہیں۔ اور آپ کو ہم جیسوں سے کبھی پالا نہیں پڑا۲؎ حضرت زُہری فرماتے ہیں کہ جب جنگِ بدر میں کُفّار کو شکست ہوئی تو مسلمانوں نے اپنے یہودی دوستوں سے کہا اسلام لے آؤ کہیں اللہ تعالیٰ تم پر بدر جیسا دن نہ لے آئے۔ مالک بن صَیف (یہودی) نے کہا قریش کی ایک لڑائی سے ناواقف جماعت کو شکست دے کر کیا تم دھوکہ میں پڑ گئے ہو؟ اگر ہم نے تمہارے خلاف اپنی ساری طاقت لگانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو تمہارے اندر ہم سے لڑنے کی کچھ طاقت نہیں رہے گی۔ حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے کچھ یہودی دوست ایسے ہیں جو بڑے طاقتور اور بہت زیادہ ہتھیار والے اور بڑی شان و شوکت والے ہیں (لیکن اس کے باوجود) میں یہودیوں کی دوستی چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسُول کی دوستی اختیار کرتا ہوں۔ اب اللہ اور اس کے رسُول کے سوا میرا کوئی دوست نہیں ہے۔ اس پر عبداللہ بن اُبَیّ (بن سَلُول منافق) نے کہا میں تو یہودیوں کی دوستی نہیں چھوڑ سکتا مجھے تو ان کی ضرورت ہے۔ حضورؐ نے (عبداللہ بن ابی) کو فرمایا اے ابوالحُباب! (یہ عبداللہ بن اُبَیّ کی کُنیت ہے) تم نے عُبادہ بن صامت کی ضد میں آکر یہودیوں کی دوستی اختیار کی ہے وہ تمہیں مُبارک ہو، عُبادہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ عبداللہ بن اُبَیّ نے کہا مجھے یہ صورت حال منظور ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ سے لے کر وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ تک۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست" سے لے کر "اللہ

۱؎ اخرجہ ابن اسحاق باسناد حسن کذا فی فتح الباری (ج ۷، ص ۲۳۳) ۲؎ اخرجہ ایضا ابو داؤد (ج ۲ ص ۱۴۱) من طریق ابن اسحاق بمعناہ۔

تجھ کو بچائے گا لوگوں سے" تک[1]۔

حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنو قینقاع نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی شروع کی تو عبداللہ بن اُبی منافق نے ان کا ساتھ دیا اور ان کی حمایت میں کھڑا ہوگیا۔ بنو عوف کے حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بھی عبداللہ بن اُبی کی طرح بنو قینقاع کے حلیف تھے۔ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بنو قینقاع کی دوستی اور معاہدہ کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسُول کی دوستی اختیار کرنے کا اظہار کیا اور عرض کیا یا رسُول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسُول اور مسلمانوں کو دوست بناتا ہوں اور ان کفار کے معاہدے اور دوستی سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عُبادہ اور عبداللہ بن اُبی کے بارے میں سُورت مائدہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ سے لے کر۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ تک۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست، وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے" سے لے کر" اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسُول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے" تک[2]

بنو نضیر کا واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر سے پہلے کفارِ قریش نے عبداللہ بن اُبی وغیرہ بتوں کو پوجنے والوں کے نام خط لکھا جس میں کفارِ قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو اپنے ہاں ٹھہرانے پر دھمکی دی اور انہیں یہ ڈرا دیا کہ وہ تمام عربوں کو لے کر ان پر حملہ کر دیں گے۔ اس پر ابن اُبی اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ حضورؐ کو جب اس کا پتہ چلا تو

---

[1] عند ابن جریر کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۶۹) [2] عند ابن اسحاق کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۴)

آپ) ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ جیسا فریب تمہیں قریش نے دیا ہے ایسا کسی نے تمہیں نہیں دیا ہوگا. وہ تمہیں آپس میں لڑانا چاہتے ہیں (کیونکہ مسلمانوں میں تمہارے بھائی اور بیٹے بھی ہیں) جب انہوں نے یہ سُنا تو سمجھ گئے کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں اور وہ سب بکھر گئے (اور حضورؐ اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ ترک کردیا) جب غزوۂ بدر ہُوا تو اس کے بعد قریش نے یہود کو خط لکھا کہ تم تو ہتھیار اور قلعوں والے ہو (حضورؐ اور مسلمانوں کو قتل کردو) اور اس میں ان کو خوب دھمکایا چنانچہ اس پر بنو نَضِیر مسلمانوں سے غداری پر آمادہ ہوگئے اور انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں ہمارے تین علماء آپ سے ملاقات کریں گے (اور آپ سے بات چیت کریں گے) اگر یہ تینوں آپ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ کا اتباع کرلیں گے. چنانچہ آپ اس کے لئے تیار ہوگئے. ان تینوں یہودیوں نے اپنی چادروں میں خنجر چھپالئے (کہ بات کرتے کرتے ایک دم حضورؐ پر حملہ کردیں گے) بنو نَضِیر کی ایک عورت کا بھائی مسلمان ہوچکا تھا اور انصار میں شامل تھا اس عورت نے اپنے اس بھائی کو پیغام بھیج کر بنو نَضِیر کی اس چال سے باخبر کردیا. اس کے بھائی نے حضورؐ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی یہ ساری بات آپ کو بتادی. آپ (راستہ سے ہی) واپس آگئے اور صبح صبح ہی لشکر کے دستے لے کر ان کا اسی دن محاصرہ کرلیا اور اگلے دِن صبح کو بنو قُرَیظہ کا جاکر محاصرہ کرلیا. لیکن انہوں نے حضورؐ سے معاہدہ کرلیا. ان سے فارغ ہو کر حضورؐ پھر بنو نَضِیر کے پاس واپس آئے (یہ معاہدہ پر آمادہ نہ ہوئے) تو حضورؐ نے ان سے جنگ کی آخر انہوں نے جلاوطنی پر حضورؐ سے صلح کرلی اور یہ بات بھی طے پائی کہ ہتھیار کے علاوہ جتنا سامان وہ اپنے اُونٹوں پر لاد سکتے ہیں وہ سارا لے جائیں گے چنانچہ انہوں نے ہر چیز لادنی شروع کی حتیٰ کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی لادے. چنانچہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو ویران کر رہے تھے اور ان کو گرا رہے تھے اور جو لکڑی پسند آرہی تھی اسے لاد رہے تھے. یہ شام کی طرف ان کی پہلی جلاوطنی تھی[1]

---

[1] اخرجہ ابن مردویہ باسناد صحیح الی معمر عن الزہری اخبرنی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک وکذا اخرجہ عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عبدالرزاق وفی ذلک رد علی ابن التین فی زعمہ انہ (بقیہ ص۵۰۴ پر)

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنو نضیر کا محاصرہ مسلسل جاری رکھا یہاں تک کہ وہ تنگ آگئے اور حضورؐ کی تمام باتیں انہوں نے مان لیں اور حضورؐ نے ان سے اس بات پر صلح کی کہ ان کو قتل نہیں کیا جائے گا اور وہ اپنے علاقہ اور وطن کو چھوڑ کر (بلقاء اور عمّان کے قریب) ملک شام میں اذرعات مقام پر جا بسیں گے اور آپ نے ان میں سے ہر تین آدمیوں کو ایک اونٹ اور ایک مشکیزہ لے جانے کی اجازت دی ۔[1] حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنو نضیر کی طرف بھیجا تھا اور ان سے فرمایا تھا کہ بنو نضیر کو جلا وطنی کے لئے تین دن کی مہلت بتا دیں ۔[2] ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنو نضیر کے پاس حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ اور جب تم نے میرے ساتھ غدّاری کا ارادہ کر لیا تو اب تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے ہو اور میں تمہیں (یہاں سے جانے کے لئے) دس دن کی مہلت دیتا ہوں ۔[3]

بنو قریظہ کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوہ خندق کے دن میں باہر نکلی اور میں لوگوں کے پیچھے چل رہی تھی کہ اتنے میں میں نے اپنے پیچھے زمین پر پیروں کی چاپ سُنی ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھتیجے حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ چلے آرہے ہیں اور حضرت سعد نے ڈھال اُٹھا رکھی تھی ۔ میں زمین پر بیٹھ گئی ۔ چنانچہ حضرت سعد گزرے اور انہوں نے لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی ۔ (قد کے لمبے ہونے کی وجہ سے) ان کے جسم کا کچھ حصہ اس زرہ میں سے ظاہر ہو رہا تھا ۔ مجھے خطرہ ہوا کہ ان کے جسم کے کھلے ہوئے حصہ پر دشمن وار نہ کر دے ۔ حضرت سعد بھاری بھر کم اور بڑے قد آور انسان تھے وہ یہ شعر پڑھتے جا رہے تھے :

لَبِثْ قَلِیْلًا یُدْرِكُ الْهَیْجَا حَمَلْ   مَا أَحْسَنَ الْمَوْتَ إِذَا حَانَ الْأَجَلْ

(حاشیہ از ص ۵۰۳) لیس فی ہذہ القصۃ حدیث باسناد کذا فی فتح الباری (ج ۷ ص ۲۳۲) واخرجہ ایضاً ابو داؤد من طریق عبد الرزاق عن معمر بطولہ مع زیادۃ وعبد الرزاق وابن منذر والبیہقی فی الدلائل کما فی بذل المجہود (ج ۴ ص ۱۴۲) عن الدر المنثور [1] اخرجہ البیہقی [2] اخرجہ البیہقی کذا فی التفسیر الابن کثیر (ج ۴ ص ۳۳۲) [3] کذا فی الفتح (ج ۷ ص ۲۳۳)

ذرا تھوڑی دیر ٹھہر جا تاکہ حمل (نامی آدمی) بھی لڑائی میں پہنچ جائے اور جب موت کا وقت آجائے تو وہ کتنی حسین معلوم ہوتی ہے۔ پھر میں کھڑی ہوئی اور ایک باغ میں داخل ہوئی۔ وہاں دیکھا تو چند مسلمان وہاں بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان میں ایک مسلمان خود پہنے ہوئے بھی تھے (مجھے دیکھ کر) حضرت عمر نے فرمایا تم کیوں آئی ہو؟ اللہ کی قسم! تم بڑی جرأت والی ہو۔ نہیں اس بات کا خطرہ نہیں ہے کہ کوئی مصیبت پیش آجائے یا شکست ہو جائے اور بھگدڑ مچ جائے (تمہیں اس جنگ کے دوران گھر میں رہنا چاہیئے تھا باہر نہیں نکلنا چاہیئے تھا) حضرت عمر مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا دل چاہنے لگا کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں چلی جاؤں۔ اتنے میں خود والے آدمی نے اپنا خود سر سے اُٹھایا تو وہ حضرت طلحہ بن عُبَیداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے کہا اے عمر! تمہارا بھلا ہو۔ آج تو تم نے حد کر دی (اس بے چاری کو) بہت کچھ کہہ ڈالا۔ ہم لوگ شکست کھا کر یا بھاگ کر اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کہاں جا جاسکتے ہیں؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں (کہ مجھے جس کا اندیشہ تھا وہی ہوا) کہ قریش کے ابن العَرِقہ نامی ایک آدمی نے حضرت سَعد کو تیر مارا اور کہا یہ میرا تیر اور میں ابن العَرِقہ ہوں چنانچہ اس کا ایک تیر رگِ بازو پر آکر لگا جس سے وہ رگ کٹ گئی۔ حضرت سَعد نے اللہ سے دعا کی کہ جب تک میری آنکھیں بنو قُرَیظَہ کے (انجام کے) بارے میں ٹھنڈی نہ ہوجائیں اس وقت تک مجھے موت نہ دے۔ بنو قُرَیظَہ حضرت سَعد کے جاہلیت میں دوست اور حلیف تھے۔ چنانچہ (ان کی دعا کی وجہ سے) ان کے زخم سے خون نکلنا بند ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر زور دار آندھی بھیجی اور اللہ تعالیٰ کی مدد ایسی آئی کہ مسلمانوں کو لڑنا نہ پڑا اور اللہ تعالیٰ بڑے قوی اور غالب ہیں۔ چنانچہ ابو سُفیان اور اس کے ساتھی تہامہ اور عُیَینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد چلے گئے اور بنو قُرَیظَہ واپس آکر اپنے قلعوں میں قلعہ بند ہوگئے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ واپس تشریف لے آئے اور آپ کے حکم دینے پر حضرت سَعد کے لئے مسجد میں چمڑے کا خیمہ لگایا گیا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے دانت غبار آلود تھے۔ انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے؟ نہیں۔ اللہ کی قسم فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ آپ بنو قریظہ کی طرف چلیں اور ان سے لڑیں۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے ہتھیار پہن لئے اور لوگوں میں

کوچ کا اعلان کروایا کہ چلو۔ بنو غنم مسجد کے پڑوسی تھے اس کے ارد گرد رہتے تھے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے تو ان سے پوچھا ابھی تمہارے پاس سے کون گزر کر گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس سے حضرت دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ گزر کر گئے ہیں (حضرت جبرائیل علیہ السلام بعض دفعہ حضرت دِحیہ کی شکل میں آیا کرتے تھے اس لئے) حضرت جبرائیل کی داڑھی اور عمر اور چہرہ سب کچھ حضرت دِحیہ کلبی جیسا ہوتا تھا حضورؐ نے جا کر بنو قُریظہ کا پچیس دن محاصرہ کیا شدید محاصرہ کی وجہ سے جب بنو قُریظہ تنگ آگئے اور ان کی مصیبت اور پریشانی بہت زیادہ ہو گئی تو ان سے کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ قبول کر لو انہوں نے اَبُولُبابہ بن عبدالمنذر سے مشورہ کیا۔ اَبُو لبابہ نے انہیں اشارے سے بتا دیا کہ تم ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ آخر بنو قریظہ نے کہا کہ ہمیں اپنے بارے میں سُعد بن مُعاذ کا فیصلہ منظور ہے۔ حضورؐ نے فرمایا چلو اچھا ہے تم سعد بن مُعاذ کے فیصلہ کو مان لو۔ چنانچہ حضرت سَعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کو ایک گدھے پر سوار کرا کر لایا گیا۔ جس پر کھجور کی چھال کا پالان رکھا ہوا تھا۔ (راستہ میں) ان کی قوم نے ان کو ہر طرح سے گھیرا ہوا تھا اور سب ان سے (بنو قُریظہ کی سفارش کرتے ہوئے) کہہ رہے تھے کہ یہ تمہارے حلیف اور دوست ہیں اور مصیبت میں کام آنے والے ہیں اور (انہیں تم خود) اچھی طرح جانتے ہو۔ حضرت سعد (سب کی سُنتے رہے اور خاموش رہے اور انہوں) نے ان کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوئے جب بنو قُریظہ کے محلہ کے قریب پہنچے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا کہ میرے لئے اب اس بات کا وقت آچکا ہے کہ میں اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کروں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت سَعد سامنے سے ظاہر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کھڑے کر اپنے سردار کو (احتیاط سے سواری سے) اُتارو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے سردار تو اللہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا انہیں اُتارو۔ چنانچہ صحابہؓ نے ان کو اُتارا (حضورؐ نے یہ سارا اہتمام ان کے زخمی ہونے کی وجہ سے کروایا) آپ نے فرمایا بنو قُریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ سناؤ حضرت سعد نے فرمایا ان کے بارے میں میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ (انہوں نے بڑی غداری کی ہے اس لئے) ان میں جو مرد لڑائی کے قابل ہے اسے قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کا مال

(مسلمانوں میں) تقسیم کر دیا جائے۔ حضورؐ نے فرمایا تم نے ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول والا فیصلہ کیا ہے۔ پھر حضرت سعد نے دعا مانگی اے اللہ! اگر تو نے اپنے نبی کے لئے قریش سے کوئی لڑائی باقی رکھی ہے تو مجھے اس (میں شرکت) کے لئے باقی رکھ اور اگر تو نے اپنے نبی اور قریش کے درمیان لڑائی کا سلسلہ ختم کر دیا ہے تو مجھے اٹھا لے یہ دعا کرتے ہی ان کے زخم سے پھر خون بہنے لگا۔ حالانکہ یہ زخم بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ کان کی بالی کی طرح چھوٹا سا نشان نظر آتا تھا۔ اور حضورؐ نے ان کو جو خیمہ لگا کر دیا تھا یہ اس میں واپس آ گئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں (کہ چند دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور) انتقال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس موجود تھے (اور یہ سب رو رہے تھے) اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے میں اپنے حجرہ میں تھی اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے رونے کی آوازوں کو الگ الگ پہچان رہی تھی اور حضورؐ کے صحابہؓ آپس میں بڑے نرم دل تھے جیسے اللہ پاک نے ان کے بارے میں (قرآن میں) فرمایا ہے:۔

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اماں جان! (غم کے ایسے موقع پر) حضورؐ کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا آپ کی آنکھوں میں آنسو تو نہیں آتے تھے لیکن جب کسی کے بارے میں بڑا غم ہوتا تو آپ اپنی داڑھی مبارک کو پکڑ لیا کرتے تھے [1] (اکثر تو یہی حالت ہوتی تھی لیکن کبھی آنسو بھی آجاتے تھے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ الامام احمد وہذا الحدیث اسنادہ جید ولہ شواہد من وجوہ کثیرۃ کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۲۳) واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مثلہ وقال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۳۸) رواہ احمد وفیہ محمد بن عمرو بن علقمہ وہو حسن الحدیث وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی وقال الحافظ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۷۲) حدیث صحیح صححہ ابن حبان انتہی واخرجہ ایضا ابونعیم بطولہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۴۰) وقد زاد بعد ہذا الحدیث عدۃ احادیث من طریق محمد بن عمرو وہذا فی فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔

کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے اور آپ کے صحابہؓ بھی روئے۔ حالانکہ آپ کی عام عادت یہ تھی کہ جب آپ کو بہت زیادہ رنج ہوتا آپ اپنی داڑھی کو پکڑ لیا کرتے تھے اور میں اس وقت اپنے والد کے رونے کی آواز کو اور حضرت عمر کے رونے کی آواز کو الگ الگ پہچان رہی تھی[1] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازے سے واپس تشریف لائے تو آپ کے آنسو آپ کی داڑھی پر بہہ رہے تھے[2]

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کا دینی عزت پر فخر کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے۔ اوس نے کہا ہم میں سے وہ صحابی ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا وہ حضرت حنظلہ بن راہب ہیں اور ہم میں سے وہ صحابی بھی ہیں جن کی (موت کی) وجہ سے عرش بھی ہل گیا تھا اور وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سے وہ صحابی بھی ہیں جن کی (لاش کی) حفاظت شہد کی مکھیوں کے ایک غول نے کی تھی اور وہ حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم میں سے وہ بھی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دی گئی ہے۔ اور وہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں (اس پر) قبیلہ خزرج نے کہا ہم میں سے چار آدمی ایسے ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مکمل قرآن حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی جو ان کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہ ہو سکی اور وہ (چار حضرات) یہ ہیں۔ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو زید رضی اللہ عنہم اجمعین[3]

---

[1] عند ابن جریر فی تہذیبہ کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۴۲)، [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۰۹) وسہل ابو حریز ضعیف [3] واخرجہ ابو یعلی والبزار والطبرانی ورجالہم رجال الصحیح کما قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۴۱)، واخرجہ ایضا ابو عوانۃ وابن عساکر وقال ہذا حدیث حسن صحیح کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۳۹)

حضرات انصار کا دنیاوی لذتوں اور فانی سامان سے صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہونا

حضرت عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رمضان کے مہینے میں چند وفود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ ان وفود میں میں بھی تھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہم لوگ ایک دوسرے کے لیئے کھانا تیار کیا کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہ نے ہماری بہت دعوتیں کیں۔ ہاشم راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے ہمیں اپنی قیام گاہ پر بہت زیادہ بلایا ایک دفعہ میں نے (اپنے دل میں) کہا کیا میں کھانا تیار کرکے ان سب کو اپنی قیام گاہ کی دعوت نہ دوں؟ چنانچہ میں نے کھانا تیار کروایا۔ عشاء میں حضرت ابوہریرہ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا آج رات کھانے کی دعوت میرے ہاں ہے۔ انہوں نے کہا کیا آج تم مجھ پر سبقت لے گئے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ میں نے سب کو اپنے ہاں بلایا وہ سب میرے ہاں آئے تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا اے جماعت انصار! کیا میں تمہیں تمہارا ہی قصہ نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے فتح مکہ کا قصہ ذکر کرتے ہوئے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہوئے۔ حضورؐ نے لشکر کے ایک حصہ پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے حصہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا اور غیر مسلح مسلمانوں پر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ یہ حضرت وادی کے بیچ والے حصے سے گئے اور حضورؐ اپنے لشکر میں تھے۔ قریش نے مختلف قبائل کے آدمی اکٹھے کر رکھے تھے اور انہوں نے کہا ہم ان کو آگے رکھیں گے۔ اگر ان کو کچھ غلبہ مل گیا تو ہم ان کے ساتھ ہوں گے اور اگر وہ شکست کھا گئے تو حضورؐ ہم سے جو مطالبہ فرمائیں گے اسے پورا کر دیں گے۔ حضورؐ نے نظر اٹھائی۔ میں آپ کو نظر آیا آپ نے فرمایا اے ابوہریرہ! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جاؤ میرے لیئے انصار کو بلا لاؤ لیکن ان کے ساتھ کوئی اور غیر انصاری نہ آئے۔

میں سب کو بلایا وہ سب آگئے اور حضورؐ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم قریش کے مختلف قبیلوں کے رلے ملے اور ان کے تابعدار لوگ دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر کہا ان سب کو اچھی طرح سے کھیتی کی طرح کاٹ ڈالو اور صفا پہاڑی پر مجھ سے ملو۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ہم چلے (اور قریش کے ان مختلف قبائل کے لوگوں کا یہ حال تھا) کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی ان لوگوں میں سے جتنے چاہے ان کو قتل کر لے۔ ان میں سے کوئی بھی ہماری طرف کوئی ہتھیار نہیں اٹھا سکتا تھا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! (آج تو) قریش کی جماعت فنا ہو جائے گی آج کے بعد قریش باقی نہیں رہیں گے آپ نے فرمایا جو اپنا دروازہ بند کرے گا اسے امن ہے اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اپنے دروازے بند کر لیے (مکہ فتح ہونے کے بعد) حضورؐ حجرِ اسود کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا استلام فرمایا پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک کمان تھی جسے آپ نے کنارے سے پکڑ رکھا تھا۔ طواف کرتے ہوئے آپ کا گزر ایک بت کے پاس سے ہوا جو بیت اللہ کے پہلو میں رکھا ہوا تھا جس کی کفارِ مکہ عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ اس کی آنکھ میں کمان مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○

"حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل ہے ہی مٹنے والی چیز"۔ پھر آپ صفا پہاڑی پر تشریف لائے اور اس پر اس جگہ تک چڑھے جہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگا پھر آپ ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر ذکر و دعا میں مشغول رہے اور انصار اس وقت نیچے کھڑے ہوئے تھے وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ان حضرت پر تو اپنی بستی کی محبت اور اپنے خاندان کی شفقت غالب آگئی ہے (جبھی تو ان اہل مکہ کی ہزار ایذا رسانیوں کے باوجود انہیں قتل نہیں کیا۔ شاید اب مدینہ چھوڑ کر یہ مکہ آکر رہنے لگ جائیں) اتنے میں آپ پر وحی اترنے لگی۔ اور آپ پر وحی کا اترنا ہم سے پوشیدہ نہیں رہا کرتا تھا اور جب وحی اترنے لگتی تھی تو ختم ہونے تک ہم میں سے کوئی آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب وحی کا اترنا ختم ہو گیا تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا اے جماعتِ انصار! کیا تم نے یہ کہا ہے کہ ان حضرت پر اپنی بستی کی محبت اور اپنے

خاندان کی شفقت غالب آگئی ہے؟ انصار نے کہا یا رسُولَ اللہ! ہم نے یہ کہا ہے آپ نے فرمایا پھر میرا کیا نام رکھا جائے گا؟ بے شک میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسُول ہوں (میں تو وہی کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھ سے فرمائیں گے۔ اپنی مرضی سے میں کچھ نہیں کرتا ہوں)، میں نے اللہ کی نسبت پر تمہاری طرف ہجرت کی ہے۔ اب زندگی تمہارے ساتھ گزاروں گا اور تمہارے ہاں ہی مروں گا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہُوا) اس پر انصار (خوشی سے) روتے ہوئے) آپ کی طرف لپکے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نے یہ بات صرف اس لیے کہی تھی تاکہ اللہ اور اس کے رسُول ہمارے ہی رہیں (ہمیں چھوڑ کر کہیں اور نہ چلے جائیں ہم نے تو یہ بات محض اللہ و رسُول کی انتہائی محبت کی وجہ سے کہی تھی، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اللہ اور اس کا رسُول تمہیں سچا سمجھتے ہیں اور تم لوگوں کا عذر قبول کرتے ہیں (کہ تم نے غایت محبت کی وجہ سے یہ کہا)[1]

حضرت اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جنگِ حُنَین کے دن ہَوازِن اور غَطفان وغیرہ قبائل کفار اپنے جانور اور بچوں کو بھی ساتھ لے کر آئے تھے (یہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جو لوگ میدانِ جنگ میں جمے رہنے اور نہ بھاگنے کا پختہ عزم کرکے آتے وہ اپنا سب کچھ ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں آتے کہ مرجائیں گے لیکن واپس نہیں جائیں گے) اور حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ دس ہزار مسلمان بھی تھے اور مکہ کے وہ لوگ بھی تھے جن کو آپ نے عام معافی دے دی تھی اور باوجود ان پر قابو پا لینے کے انہیں قتل نہیں کیا تھا جنہیں طُلَقَاء یعنی آزاد کردہ لوگ کہا جاتا تھا جب لڑائی شروع ہوئی تو یہ سب میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے اور حُضورؐ اکیلے رہ گئے (دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے جہاں آپ تھے وہاں اس وقت آپ اکیلے رہ گئے تھے) تو پھر آپ نے اس دن دو آوازیں الگ الگ لگائیں۔ پہلے آپ نے دائیں طرف مُتوجہ ہو کر آواز دی اے جماعت انصار! تو انصار نے کہا لَبَّیک یا رسُولَ اللہ! آپ خوش رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر بائیں طرف مُتوجہ ہو کر آپ نے آواز دی اے جماعتِ انصار! تو انصار نے کہا لَبَّیک یا رسُولَ اللہ! آپ خوش رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں پھر بائیں طرف متوجہ ہو کر آپ نے آواز دی اے جماعت انصار! تو انصار نے کہا لبّیک یا رسُولَ اللہ آپ خوش رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ سفید خچر پر سوار تھے۔ آپ نے اس سے نیچے اُتر کر فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا

[1] اخرجہ الامام احمد وقد رواہ مسلم والنسائی من حدیث ابی ہریرۃ نحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۰۷)، واخرجہ ابن ابی شیبۃ مختصرا کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۵)

رسُول ہوں۔ پھر مشرکین کو شکست ہوگئی اور اس دن حضورؐ کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا جسے آپ نے مہاجرین اور طُلَقَاء (نومسلم آزادہ کردہ اہلِ مکہ) میں تقسیم کر دیا اور اس میں سے انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار (کے بعض افراد) نے کہا جب کوئی مشکل وقت آتا ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے اور جب مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا وقت آتا ہے تو وہ دوسروں کو دے دیا جاتا ہے۔ کسی طرح یہ بات حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک پہنچ گئی تو آپ نے ان کو ایک خیمہ میں جمع فرمایا اور ان سے فرمایا اے جماعتِ انصار! وہ کیا بات ہے جو مجھ تک پہنچی ہے؟ سب خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا اے جماعتِ انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو دنیا کو لے کر جائیں اور تم لوگ اپنے گھروں کو اللہ کے رسُول کو لے کر جاؤ؟ انصار نے کہا ہم بالکل راضی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار والی گھاٹی میں چلوں گا ہشام راوی کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت انس سے) کہا اے ابوحمزہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے) کیا آپ اس موقع پر وہاں موجود تھے؟ انہوں نے کہا میں وہاں سے کہاں غائب ہو سکتا تھا؟[1]

حضرت ابوسعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جنگِ حُنین میں بہت سا مالِ غنیمت ملا اور آپ نے یہ سب مالِ غنیمت قریش اور عرب کے (نومسلم) مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوب افراد میں تقسیم کر دیا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ ملا تو انصار کو یہ بات محسوس ہوئی یہاں تک کہ ان میں سے بعض افراد کی زبان سے یہ نکل گیا کہ اللہ کی قسم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو اپنی قوم سے جا ملے (اور اب یہ یہیں مکہ میں ٹھہر جائیں گے اور مدینہ واپس نہیں جائیں گے) تو حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسُول اللہ! قبیلہ انصار اپنے جی میں آپ کے بارے میں کچھ پا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا وہ اس وجہ سے ناراض ہیں کہ آپ نے سارا مالِ غنیمت اپنی قوم میں اور باقی عرب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور انصار کو اس میں سے کچھ نہ ملا۔ آپ نے فرمایا اے سَعد! تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا میں بھی اپنی قوم کا ایک آدمی ہوں (جو ان کا خیال ہے

---

[1] اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۵۷) واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ و ابن عساکر بنحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۷)

وہی میرا، آپ نے فرمایا اپنی قوم کو میرے لئے اس احاطہ میں جمع کر لو اور جب وہ جمع ہو جائیں تو مجھے خبر کر دینا۔ حضرت سعدؓ نے باہر انصار میں اعلان کر دیا اور سب کو اس احاطہ میں جمع کر لیا۔ کچھ مہاجرین آئے تو ان کو بھی (اندر آنے کی) اجازت دے دی اور کچھ اور آئے تو ان کو حضرت سعدؓ نے واپس کر دیا۔ جب سارے انصار وہاں جمع ہو گئے تو حضرت سعد نے حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسُول اللہ! آپ نے مجھے جہاں جمع کرنے کا حکم دیا تھا قبیلہ انصار وہاں جمع ہو چکا ہے۔ چنانچہ حضور صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم وہاں تشریف لے گئے اور ان میں بیان فرمانے کے لئے کھڑے ہو گئے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اے جماعتِ انصار! کیا یہ بات نہیں ہے کہ میں جب تمہارے پاس گیا تھا تو تم سب گمراہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دے دی اور تم سب فقیر تھے اللہ نے تمہیں غنی کر دیا اور تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا فرما دی؟ انصار نے کہا جی ہاں بالکل ایسے ہی ہُوا پھر آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! تم جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ اور ہم کیا جواب دیں؟ سارا احسان تو اللہ اور اس کے رسُول کا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو اور (اس کہنے میں) تم سچے ہو گے اور سچے مانے جاؤ گے (یعنی اللہ و رسُول بھی تمہیں سچا سمجھیں گے) کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کو لوگوں نے اپنے ہاں سے نکالا ہُوا تھا ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا اور آپ فقیر تھے۔ ہم نے آپ سے مالی ہمدردی کی اور آپ خوفزدہ تھے ہم نے آپ کو امن دیا اور آپ بے یار و مددگار تھے ہم نے آپ کی نصرت کی اس پر انصار نے کہا یہ سارا احسان اللہ اور اس کے رسُول کا ہے پھر آپ نے کہا تم گھاس پھوس کی طرح جلد ختم ہو جانے والی اس دنیا کی وجہ سے اپنے دِلوں میں مجھ سے ناراض ہو گئے ہو۔ وہ تو میں نے مالِ غنیمت دے کر ان لوگوں کی تالیفِ قلب کی ہے جو ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور میں نے تمہیں اس نعمتِ اسلام کے حوالہ کیا ہے جو اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھی (کہ تم مالِ غنیمت کے نہ ملنے کے باوجود نعمت اسلام پر اللہ اور رسُول سے راضی رہو گے) اے جماعتِ انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمام لوگ تو بکریاں اور اُونٹ لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم لوگ اللہ کے رسولؐ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جس

کے قبضہ میں میری جان ہے اگر لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اگر ہجرت (کو فضیلت) نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا اے اللہ! انصار پر، انصار کے بیٹوں پر، انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما (یہ سن کر، تمام انصار رونے لگ گئے اور اتنا روئے کہ داڑھیاں تر ہوگئیں اور انہوں نے کہا ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اللہ کے رسول کی تقسیم مال پر راضی ہیں چنانچہ آپ واپس (اپنی قیام گاہ پر) تشریف لے گئے اور حضرات انصار بھی [1]

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نے غزوۂ حنین میں ہوازن کے مال غنیمت کو بطور احسان قریش وغیرہ (نومسلم لوگوں) میں تقسیم فرما دیا تو اس پر انصار ناراض ہوگئے۔ جب حضورؐ نے یہ خبر سنی تو آپ ان کی قیام گاہوں میں ان کے پاس تشریف لے گئے اور پھر آپ نے فرمایا یہاں جو بھی انصار میں سے ہے وہ حضورؐ کی قیام گاہ پر چلا جائے (چنانچہ وہ سب وہاں چلے گئے، تو حضورؐ ان کے پاس تشریف لائے اور پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا اے جماعت انصار! میں نے یہ مال غنیمت تمہیں نہیں دیا بلکہ تالیف قلب کی وجہ سے کچھ (نومسلم) لوگوں کو دے دیا تاکہ وہ آئندہ جہاد میں میرے ساتھ شریک ہوا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اسلام کو (پورے طور سے) داخل فرما دے۔ تم لوگوں نے اس بارے میں کچھ بات کہی ہے جو مجھے پہنچی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! کیا اللہ نے تم پر یہ احسان نہیں کیا کہ تم کو نعمت ایمان عطا فرمائی اور خصوصی اکرام سے نوازا اور تمہارا بہترین اور بہت خوبصورت نام رکھا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے انصار (اور مددگار)، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا، اگر لوگ ایک وادی میں چلیں

[1] عند ابن اسحاق وہکذا رواہ الامام احمد من حدیث ابن اسحاق ولم یروہ احد من اصحاب الکتب من ہذا الوجہ وہو صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۵۸) وقال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۰) رجال احمد رجال الصحیح غیر محمد بن اسحاق وقد صرح بالسماع انتہی واخرجہ ایضاً ابن ابی شیبۃ من حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ بطولہ بمعناہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۵) واخرج البخاری شیئاً من ہذا السیاق من حدیث عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۵۸) وابن ابی شیبۃ ایضاً کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۶)

اور تم دوسری وادی میں چلو تو میں تمہاری وادی میں چلوں گا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور جانور اور اُونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسُول کو لے کر جاؤ؟ جب انصار نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ بات سُنی تو انہوں نے کہا (اس تقسیم پر) ہم بالکل راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے جو کہا ہے اس کے جواب میں تم بھی کچھ کہو۔ انصار نے کہا یا رسولَ اللہ! آپ نے ہمیں اندھیرے میں پایا۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ سے ہمیں روشنی کی طرف نکالا، اور آپ نے ہمیں آگ کے گڑھے کے کنارے پر پایا۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ سے ہمیں (اس گڑھے میں گرنے سے) بچایا، اور آپ نے ہمیں گمراہ پایا۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ سے ہمیں ہدایت دی۔ ہم اللہ کے رَب ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہیں یا رسُول اللہ! ہم کھُلے دل سے کہہ رہے ہیں کہ آپ جو چاہیں کریں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور جواب میں کہتے تو بھی میں کہتا کہ تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اگر تم یہ کہتے کہ کیا یہ بات نہیں ہے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کو اپنے ہاں سے نکالا ہُوا تھا ہم نے آپ کو ٹھکانہ دیا، اور لوگوں نے آپ کو جھٹلا رکھا تھا ہم نے آپ کی تصدیق کی، اور آپ بے یار و مددگار تھے ہم نے آپ کی نصرت کی اور آپ کی جس دعوت کو لوگوں نے ٹھکرا دیا تھا ہم نے اسے قبول کیا۔ اگر تم یہ باتیں جواب میں کہتے تو ٹھیک کہتے اَنصار نے کہا نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے اور اس کے رسُول کا ہم پر اور دوسروں پر فضل و احسان ہے۔ یہ کہہ کر انصار رو پڑے اور بہت زیادہ روئے اور ان کے ساتھ حضورؐ بھی رونے لگے[1]

حضرت اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اموالِ ہَوازن بطورِ غنیمت عطا فرمائے اور آپ کچھ لوگوں کو سَو سَو اونٹ دینے لگے تو انصار کے کچھ لوگوں نے کہا اللہ رسُولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مغفرت فرمائے کہ آپ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں، حالانکہ ہَوازِن کا خون ابھی بھی ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے (جہاد میں جان تو ساری ہم نے لگائی اور دے رہے ہیں دوسروں کو، کسی طرح سے یہ بات حضورؐ کو معلوم ہو گئی۔ آپ نے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۱) وفیہ رشدین بن سعد وحدیثہ فی الرقاق ونحوہا حسن وبقیۃ رجالہ ثقات انتہیٰ۔

آدمی بھیج کر انصار کو چمڑے کے ایک خیمہ میں جمع کیا اور آپ نے دوسروں کو ان کے ساتھ نہ بیٹھنے دیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا وہ کیا بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ تو سمجھ دار انصار نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے بڑوں نے کچھ نہیں کہا البتہ ہمارے چند نو عمر لوگوں نے کہا ہے کہ اللہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مغفرت فرمائے کہ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ان کا خون (یعنی قریش کا خون) ابھی بھی ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی بھی جو لوگ کفر سے اسلام میں آئے ہیں میں نے ان کو یہ مالِ غنیمت تالیفِ قلب کے لیئے دیا ہے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم نبی کریم صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟ اللہ کی قسم! تم (نبی کی) جس ذاتِ اقدس کو لے کر اپنے گھروں کو واپس جا رہے ہو وہ اس (مالِ غنیمت) سے (ہزار درجہ) بہتر ہے جسے وہ لوگ لے کر واپس جا رہے ہیں۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ! ہم بالکل راضی ہیں۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا تم (میرے بعد) اس بات کو پاؤ گے کہ دوسروں کو تم پر (امارت اور دوسرے معاملات میں) بہت زیادہ ترجیح دی جائے گی تم اللہ اور اس کے رسول سے ملنے تک یعنی موت تک صبر سے کام لینا میں حوضِ (کوثر) پر (تمہارے انتظار میں) ہوں گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں لیکن انصار صبر نہ کر سکے[1]۔ امام احمد نے حضرت انسؓ کی حدیث میں یہ مضمون بھی بیان کیا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (انصار سے) فرمایا تم میرے لیئے اندر کا کپڑا ہو اور باقی لوگ باہر کا۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو اپنے علاقہ میں لے کر جاؤ؟ انصار نے کہا ہم بالکل راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا انصار تو میرے سینے معدہ کی طرح ہیں اور خاص کپڑوں کے صندوق کی طرح سے ہیں یعنی میرا ان سے خاص تعلق ہے۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں کا ایک آدمی ہوتا[2]۔

---

[1] اخرجہ البخاری [2] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۵۶)

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کی صفات

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا جس کے بارے میں مہاجرین اور انصار نے ایک دوسرے سے سُنا۔ یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ آگے لمبی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ آپ نے انصار نے فرمایا جہاں تک مجھے معلوم ہے تم لوگ جب جان لگانے کا وقت آتا ہے تو خوب زیادہ ہو جاتے ہو اور جب کچھ ملنے کا وقت آتا ہے تو بہت کم ہو جاتے ہو (اس موقع پر پیچھے ہٹ جاتے ہو) [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنی قوم کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتا دینا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ لوگ بڑے عفیف (پاکدامن) اور صابر ہیں [2]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس بیماری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اس میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے ان سے فرمایا اپنی قوم (انصار) کو میرا سلام کہنا کیونکہ وہ لوگ بڑے عفیف اور صابر ہیں [3]

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور وہ حضرت سعد کی زندگی کا آخری وقت تھا آپ نے فرمایا اے اپنی قوم کے سردار! اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔ تم نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے تم نے پورا کر دیا اور اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اللہ اسے ضرور پورا فرمائیں گے [4]۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت انصار کے دو گھروں کے درمیان رہے یا اپنے ماں باپ کے درمیان رہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

---

[1] اخرجہ العسکری فی الامثال کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۱۳۶) [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۱۰، ص ۴۱) وفیہ محمد بن ثابت البنانی وھو ضعیف وسیاتی ذٰلک من وجہ آخر عن انس [3] اخرجہ ابونعیم کما فی الکنز (ج ۷، ص ۱۳۶) واخرج الحاکم (ج ۴ ص ۷۹)، وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی فقال صحیح [4] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۹)

(یعنی انصار بڑے با اخلاق ہیں اجنبی عورت کے ساتھ ماں باپ جیسا معاملہ کرتے ہیں)[1]

حضرات انصار رضی اللہ عنہم کا اکرام اور خدمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضورؐ غلہ تقسیم فرما رہے تھے تو حضرت اُسید نے حضورؐ سے انصار کے بنو ظفر کے ایک گھر والوں کا تذکرہ کیا کہ وہ حاجت مند ہیں اور اس گھر میں اکثر عورتیں ہیں۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے اُسید! تم نے ہمیں چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جو کچھ ہمارے ہاتھ میں تھا وہ سب ختم ہو گیا (یعنی اب کچھ نہیں رہا تم نے دیر سے آکر بتایا) جب تم سنو کہ کچھ ہمارے پاس آیا ہے تو مجھے ان گھر والوں کو یاد دلا دینا چنانچہ اس کے بعد خیبر سے جو اور کھجوریں حضورؐ کے پاس آئیں جنہیں آپ نے لوگوں میں تقسیم کیا اور انصار میں بھی تقسیم کیا اور انہیں خوب دیا اور ان گھر والوں میں بھی تقسیم کیا اور انہیں تو اور زیادہ دیا۔ تو حضرت اُسید بن حُضَیر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ آپ کو عمدہ جزاء عطا فرمائے یا کہا جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا تم جماعت انصار کو بھی اللہ تعالیٰ عمدہ جزاء عطا فرمائے یا فرمایا جزائے خیر عطا فرمائے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم لوگ بڑے پاکدامن اور صابر ہو لیکن تم دیکھو گے کہ امر خلافت میں اور (اموال اور عہدوں کی تقسیم میں تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تم صبر کرتے رہنا یہاں تک کہ حوض پر آکر مجھ سے مل لینا[2]

حضرت اُسید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری قوم کے دو گھروں والے میرے پاس آئے ایک گھر والے بنو ظفر کے تھے اور دوسرے گھر والے بنو مُعاویہ کے تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں کہ ہم میں کچھ تقسیم فرما دیں یا یہ کہا کہ وہ ہمیں دیں یا اس جیسی اور بات کہی۔ چنانچہ میں نے حضورؐ سے بات کی حضورؐ نے فرمایا ہاں میں ہر گھر والوں کو تقسیم میں کچھ نہ کچھ ضرور دوں گا (ابھی تو اتنا ہی دینے کے لئے ہے)، اللہ نے اگر ہمیں اور دے دیا

---

[1] اخرجہ الامام احمد والبزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۴۰) رجالہما رجال الصحیح [2] اخرجہ ابن عدی والبیہقی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۳۵) واخرجہ الحاکم ایضاً فی المستدرک (ج ۴ ص ۷۹) وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح اھ۔

تو ہم ان کو اور دیں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہیں بھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم لوگ بڑے پاکدامن اور صابر ہو لیکن میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو ترجیح دی جائے گی پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں لوگوں میں جوڑے تقسیم کئے۔ تو ایک جوڑا حضرت عمرؓ نے میرے پاس بھی بھیجا جو مجھے چھوٹا نظر آیا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے ایک قریشی نوجوان گزرا جس پر ان جوڑوں میں سے ایک جوڑا تھا (جو اتنا بڑا تھا کہ) وہ اسے زمین پر گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات یاد آ گئی کہ میرے بعد تم دیکھو گے کہ دوسروں کو ترجیح دی جائے گی تو میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ ایک آدمی نے جا کر حضرت عمرؓ کو میرا یہ جملہ بتا دیا حضرت عمرؓ (میرے پاس) آئے میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے آ کر کہا اے اُسید! نماز پوری کر لو۔ چنانچہ جب میں نے نماز پوری کر لی تو انہوں نے کہا تم نے کیسے کہا؟ میں نے انہیں ساری بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے کہا (یہ جوڑا بڑا تھا) میں نے یہ جوڑا فلاں (انصاری) صحابی کے پاس بھیجا تھا جو غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں اور بیعت العقبہ میں شریک ہوئے تھے (چونکہ ان کے دینی فضائل زیادہ تھے اس لئے میں نے ان کو تم سے بڑا جوڑا دیا تھا۔ اس جوان نے جا کر ان انصاری صحابی سے یہ جوڑا خرید لیا اور اسے پہن لیا (میں نے اس قریشی جوان کو نہیں دیا) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ (انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی) یہ بات میرے زمانہ میں ہو گی؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! اللہ کی قسم میرا بھی یہی خیال تھا کہ یہ بات آپ کے زمانہ میں نہیں ہو گی۔[1]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد کی طرف چلا تو میں نے ایک قریشی آدمی کو دیکھا جس پر ایک جوڑا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے۔ میں کچھ آگے گیا تو ایک اور قریشی آدمی کو دیکھا جس پر ایک جوڑا تھا میں نے اسے پوچھا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے پھر میں کچھ آگے گیا تو مجھے فلاں بن فلاں انصاری ملا۔ اس نے پہلے دونوں جوڑوں سے کم درجہ کا جوڑا پہن رکھا تھا میں نے کہا تمہیں جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت محمد بن مسلمہ

---

[1] عند الامام احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۳۳) رواہ الامام احمد ورجالہ ثقات الا ان ابن اسحاق مدلس وہو ثقۃ اھ۔

اس کے بعد مسجد میں گئے اور انہوں نے زور سے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا حضرت عمرؓ نے ان کی آواز سن لی توان کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں دو رکعت نماز پڑھ کر آتا ہوں۔ حضرت عمر نے دوبارہ قاصد بھیج دیا کہ حضرت عمر قسم دے رہے ہیں کہ تم ابھی آؤ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں بھی اپنے آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب تک دو رکعت نماز پڑھ نہیں لوں گا میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا اور یہ کہہ کر نماز شروع کر دی۔ حضرت عمر آئے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ جب وہ اپنی نماز پوری کر چکے تو ان سے حضرت عمر نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نماز پڑھنے کی جگہ میں یعنی ان کی مسجد میں یہ جملے زور سے کیوں کہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! میں مسجد کو آرہا تھا کہ راستہ میں مجھے فلاں بن فلاں قریشی ملا اس نے ایک جوڑا پہنا ہوا تھا میں نے کہا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے۔ میں کچھ آگے بڑھا تو مجھے فلاں بن فلاں قریشی ملا اس نے بھی ایک جوڑا پہنا ہوا تھا میں نے کہا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے۔ پھر میں آگے گیا تو مجھے فلاں بن فلاں انصاری ملا اس نے پہلے دونوں جوڑوں سے کم درجہ کا جوڑا پہن رکھا تھا۔ میں نے کہا تمہیں یہ جوڑا کس نے دیا؟ اس نے کہا امیر المومنین نے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (ہم انصار سے) فرمایا تھا کہ تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ اے امیر المومنین! میں یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ یہ کام تمہارے ہاتھوں سے ہو۔ حضرت عمر رو پڑے اور کہا اس دفعہ کی تو میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی یہ بات دیکھنے میں نہیں آئی کہ حضرت عمر نے قریش کے کسی کو انصار کے کسی آدمی پر ترجیح دی ہو۔[1]

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے بھی تھے۔ انہوں نے حاضر ہو کر سلام کیا۔ حضورؐ نے فرمایا یہاں اور یہاں۔ اور انہیں اپنی داہنی طرف بٹھایا اور فرمایا خوش آمدید ہو انصار کو خوش آمدید ہو انصار کو (اور

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۳۲۰)

حضورؐ کے اکرام میں، حضرت سعدؓ نے اپنا بیٹا حضورؐ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ آپ نے اس سے فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ گیا پھر آپ نے فرمایا قریب آجاؤ وہ قریب آگیا اور اس نے حضورؐ کے دونوں ہاتھوں اور قدم مبارک کا بوسہ لیا۔ حضورؐ نے خوش ہو کر فرمایا میں انصار میں سے ہوں اور میں انصار کی اولاد میں سے ہوں۔ حضرت سعدؓ نے کہا اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے ہمارا اکرام کیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے اکرام سے پہلے آپ لوگوں کا اکرام فرمایا ہے۔ تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ تم صبر کرتے رہنا یہاں تک کہ حوض پر آکر مجھ سے مل لینا[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ ایک سفر میں میرے ساتھ تھے اور میری بہت خدمت کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے انصار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اکرام اور محبت کا) خاص معاملہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میں انصار میں سے جسے بھی دیکھتا ہوں اس کی ضرور خدمت کرتا ہوں[2]۔

حضرت حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب (انصاری) رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اپنے قرضے کی شکایت کی (کہ قرضہ ادا کرنے کے لئے کچھ دے دیں) لیکن حضرت ابوایوب نے حضرت معاویہ سے (تعاون کا) وہ رُخ نہ دیکھا جسے وہ چاہتے تھے بلکہ (بے رُخی کا) وہ انداز دیکھا جو انہیں پسند نہ تھا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ (اے انصار) تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ حضرت معاویہ نے کہا پھر حضورؐ نے تم سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضورؐ نے فرمایا تھا کہ صبر کرنا۔ حضرت معاویہ نے کہا تو پھر صبر کرو۔ حضرت ابوایوب نے کہا اللہ کی قسم! آج کے بعد تم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔ پھر حضرت ابوایوب بصرہ گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں ٹھہرے۔ انہوں نے حضرت ابوایوب کو اپنا مکان خالی کر کے دے دیا اور کہا میں تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔

---

[1] اخرجہ ابن عساکر وفیہ عاصم بن عبدالعزیز الاشجعی قال الخطیب لیس بالقوی کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۱۳۴) وکذا قال النسائی والدارقطنی وقال البخاری فی نظر قلت روی عنہ علی بن المدینی و ثقہ معن القزاز کذا فی المیزان (ج ۲ ص ۳) [2] اخرجہ البغوی والبیہقی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷، ص ۱۳۶)

چنانچہ اپنے گھر والوں سے کہا وہ سب گھر سے باہر آگئے اور حضرت ابن عباس نے ان سے کہا کر گھر میں جتنا سامان ہے وہ بھی سارا آپ کا ہے اور انہیں چالیس ہزار اور بیس غلام بھی مزید دیئے[1]

طبرانی کی روایت میں آخر میں اس طرح ہے کہ پھر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا اے ابو ایوب! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے اس مکان سے باہر آجاؤں اور یہ آپ کو دے دوں جیسے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا وہ سب گھر سے باہر آگئے اور گھر کے اندر جتنا سامان تھا وہ سارا ان کو دے دیا۔ جب حضرت ابو ایوب وہاں سے جانے لگے تو حضرت ابن عباس نے ان سے پوچھا آپ کو کتنی ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا میرا مقرر کردہ وظیفہ اور آٹھ غلام جو کہ میری زمین میں کام کر سکیں۔ حضرت ابو ایوب کا وظیفہ چار ہزار تھا۔ حضرت ابن عباس نے اسے پانچ گنا کر دیا۔ چنانچہ ان کو بیس ہزار اور چالیس غلام دیئے[2]

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کو حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے ایک ضروری کام تھا راوی ابن ابی الزناد کو شک ہوا ہے کہ حضرت عمر کا نام لیا تھا یا حضرت عثمان کا۔ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ کو (سفارش کے لئے) ساتھ لے کر گئے چنانچہ (ہماری سفارش کے لئے) حضرت ابن عباس نے بھی گفتگو کی اور باقی صحابہؓ نے بھی کی

---

[1] اخرجہ الرویانی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۹۵) واخرجہ ایضا الحاکم من طریق مقسم فذکرہ بمعناہ قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح [2] اخرجہ الطبرانی ایضا کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۲۳) قال الہیثمی ذکر الحدیث ۔ ای الطبرانی ۔ باسنادین ورجال احد ہما رجال الصحیح الا ان حبیب بن ابی ثابت لم یسمع من ابی ایوب رضی اللہ عنہ قلت واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۶۱) ایضا من طریق حبیب بن ابی ثابت ہذا فزاد بعدہ عن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس عن ابیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فذکر الحدیث بسیاق الطبرانی بطولہ ثم قال قد تقدم ہذا الحدیث باسناد متصل صحیح واعدتہ للزیادات فیہ بہذا الاسناد انتہی۔

اور ان سب نے انصار کا اور ان کے مناقب اور فضائل کا خوب تذکرہ کیا لیکن والی نے (قبول کرنے سے) عذر کر دیا۔ حضرت حسان فرماتے ہیں کہ ہم جس کام کے لیئے گئے وہ بہت اہم تھا ہمیں اس کی شدید ضرورت تھی وہ والی ان حضرات سے اپنی بات کو بار بار دُہراتے رہے یہاں تک کہ اور صحابہؓ تو انہیں معذور سمجھ کر وہاں سے (نا اُمید ہو کر) کھڑے ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! پھر تو انصار کا کوئی مرتبہ اور درجہ نہ ہُوا۔ انہوں نے حضورؐ کی نصرت کی اور ٹھکانہ دیا اور پھر ان کے فضائل ذِکر کرنے لگ گئے اور (حضرت حسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ بھی کہا یہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شاعر ہیں جو حضورؐ کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے غرضیکہ حضرت ابن عباس والی کے سامنے جامع اور مُدلّل کلام پیش کرتے رہے اور والی کی ہر دلیل کا جواب دیتے رہے۔ آخر والی نے جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو ہمارا کام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ضرورت ان کی زوردار گفتگو کے ذریعہ سے پوری کر دی۔ ہم وہاں سے باہر آئے۔ مَیں نے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا مَیں ان کی تعریف کر رہا تھا اور ان کے لیئے دعا کر رہا تھا پھر میں مسجد میں ان صحابہؓ کے پاس سے گزرا جو حضرت عبداللہ کے ساتھ (والی کے پاس) گئے تھے لیکن انہوں نے حضرت عبداللہ جتنا زور نہیں لگایا تھا مَیں نے بلند آواز سے اس طرح کہا کہ یہ حضرات بھی سن لیں کہ ابن عباس کو ہمارے ساتھ آپ لوگوں سے زیادہ لگاؤ اور تعلق ہے (آج ہمارے حق میں یہ زیادہ بہتر ثابت ہوئے) انہوں نے کہا بے شک پھر میں نے حضرت عبداللہ سے کہا یہ نبوت کے بقیہ اثرات ہیں اور احمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وراثت ہے جس کے یہ تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر میں نے حضرت عبداللہ کی تعریف میں یہ اشعار کہے۔

اِذَا قَالَ لَمْ یَتْرُکْ مَقَالًا لِقَائِلٍ بِمُلْتَقَطَاتٍ لَا تَرٰی بَیْنَہَا فَصْلًا

وہ (ابن عباس) جب بات کرتے ہیں تو ایسی جامع اور زوردار بات کرتے ہیں جس میں تمہیں کوئی بیکار زائد بات نظر نہ آئے گی اور وہ کسی کے لیئے مزید بات کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے ہیں۔

کَفٰی وَشَفٰی مَا فِی الصُّدُوْرِ فَلَمْ یَدَعْ لِذِیْ اِرْبَۃٍ فِی الْقَوْلِ جِدًّا وَّلَا ھَزْلًا

ان کی گفتگو تمام پہلوؤں کے لیئے کافی ہوتی ہے۔ اور سب کے دل اس سے

مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ضرورت مند کے لئے مزید کسی قسم کی بات کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے ہیں۔

سَمَوْتَ اِلَی الْعُلْیَا بِغَیْرِ مَشَقَّۃٍ فَنِلْتَ ذُرَاھَا لَا دَنِیًّا وَّلَا وَغْلاً

(اے ابن عباس!) آپ بلند ہو کر بغیر مشقت کے عالی مرتبہ پر پہنچ گئے اور اس کی انتہائی بلندی پر پہنچ گئے، آپ نہ کمینے ہیں اور نہ کمزور[1]

طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسان نے کہا کہ یہ (ابن عباس انصار کے لئے اس (جذبہ شفقت) کے تم سے زیادہ حقدار ہیں اور اللہ کی قسم! یہ تو نبوت کے بقیہ اثرات ہیں اور احمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وراثت ہے اور ان کی خاندانی اصل اور ان کی طبیعت کی عمدگی ان تمام باتوں میں ان کی رہبری کرتی ہے لوگوں نے کہا اے حسان! ذرا مختصر بات کرو۔ حضرت ابن عباس نے کہا ہاں یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ تو حضرت حسان حضرت ابن عباس کی تعریف میں یہ اشعار پڑھنے لگے۔

اِذَا مَا ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَا لَکَ وَجْھُہٗ رَأَیْتَ لَہٗ فِیْ کُلِّ مَجْمَعَۃٍ فَضْلاً

جب ابن عباس کا چہرہ تمہارے سامنے ظاہر ہوگا تو تم ہر مجمع میں اس کے لئے فضیلت دیکھو گے۔ پھر پچھلے مذکورہ تین اشعار ذکر کئے اور اس کے بعد اس شعر کا اضافہ کیا۔

خُلِقْتَ حَلِیْفًا لِلْمُرُوْءَۃِ وَالنَّدٰی بَلِیْغًا وَلَمْ تُخْلَقْ کَھَامًا وَّلَا خَبْلاً

تم مروت اور سخاوت کے حلیف بنا کر اور فصیح و بلیغ بنا کر پیدا کئے گئے ہو اور تم پھوہڑ سست اور بیکار نہیں پیدا کئے گئے۔ اس پر اس والی نے کہا اللہ کی قسم! اس نے سست کہہ کر مجھے ہی مراد لیا ہے کسی اور کو مراد نہیں لیا۔ اور اللہ ہی میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کریں گے۔

حضرات انصار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کے لئے دُعائیں

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اونٹوں کے ذریعہ پانی کھینچنا اور اونٹوں پر پانی لاد کر لانا انصار کے لئے بڑی مشقت کا ذریعہ بنا تو وہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس یہ درخواست پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے کہ حضورؐ انہیں پانی کے لئے ایک نہر کھود دیں جس میں سارا سال خوب پانی بہتا رہے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۴۴) عن عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن ابیہ و عبداللہ بن فضل بن عباس بن ابی ربیعۃ بن الحارث

خوش آمدید ہو انصار کو! خوش آمدید ہو انصار کو! خوش آمدید ہو انصار کو! آج تم مجھ سے جو چیز بھی مانگو گے وہ میں تمہیں ضرور دوں گا اور آج میں اللہ سے تمہارے لئے جو چیز بھی مانگوں گا اللہ مجھے وہ چیز ضرور دے دے گا۔ اس پر انصار نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس موقع کو غنیمت سمجھو (مہر وغیرہ کو تو چھوڑو) اور حضورؐ سے مغفرت کی دعا کروالو چنانچہ انصار نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا فرمادیں۔ آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! انصار کے لئے اور انصار کے بیٹوں کے لئے اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں کے لئے مغفرت فرما اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انصار کی بیویوں کی بھی مغفرت فرما[1] حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا اے اللہ! انصار کی اور ان کی اولاد کی اور ان کی اولاد کی اولاد کی اور ان کے پڑوسیوں کی مغفرت فرما[2] حضرت عوف انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انصار کی اور انصار کے بیٹوں کی اور انصار کے غلاموں (یا پڑوسیوں) کی مغفرت فرما[3] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان یمن والوں کا ہے اور ایمان قبیلہ قحطان میں ہے (قحطان یمن کے ایک بادشاہ ہیں تمام انصار اور یمن والوں کا نسب ان سے جا ملتا ہے) اور دل کی سختی عدنان کی اولاد میں ہے اور حِمیَر قبیلہ عرب کا سر اور عرب کے سردار ہیں اور مَذحِج قبیلہ عرب کے سر اور ان کے بچاؤ کا سامان ہیں اور اَزد قبیلہ عرب کا کندھا اور ان کا سر ہیں (کندھے کی طرح تمام اہم کاموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں) اور ہمدان قبیلہ عرب کا کندھا اور عرب کی چوٹی ہیں۔ اے اللہ! انصار کو عزت عطا فرما جن کے ذریعہ سے اللہ نے دین کو قائم فرمایا اور جنہوں نے مجھے ٹھکانہ دیا اور میری نصرت کی اور میری حمایت کی۔ اور یہ میرے دنیا میں ساتھی ہیں اور آخرت میں میری جماعت ہیں اور یہ لوگ میری

---

[1] اخرجہ الامام احمد قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۴۰) رواہ الامام احمد والبزار بنحوہ وقال مرحبا بالانصار ثلاثا والطبرانی فی الاوسط والصغیر والکبیر بنحوہ وقال وللکنائن واحد اسانید احمد رجالہ رجال الصحیح انتہی [2] عند البزار والطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۴۰) ورجالہما رجال الصحیح غیر ہشام بن ہارون وہو ثقۃ انتہی [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۴۱) وفیہ من لم اعرفہم انتہی۔

اُمّت میں سے جنّت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے[1] حضرت عثمان بن محمد بن زُبیری کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ہماری اور انصار کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اس شاعر نے ان اشعار میں کہا ہے۔

جَزَی اللّٰہُ عَنَّا جَعْفَراً حِیْنَ اَشْرَفَتْ بِنَا نَعْلُنَا لِلْوَاطِئِیْنَ فَزَلَّتِ

اللہ ہماری طرف سے جعفر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان لوگوں نے اس وقت ہماری مدد کی جب ہماری جوتیوں نے پھسل کر ہمیں روندنے والوں کے سامنے لا ڈالا تھا۔

اَبَوْا اَنْ یَّمَلُّوْنَا وَلَوْ اَنَّ اُمَّنَا تُلَاقِیْ الَّذِیْ یَلْقَوْنَ مِنَّا لَمَلَّتِ

وہ لوگ ہم سے بالکل نہ اُکتائے۔ ان لوگوں نے ہماری وجہ سے جو تکلیفیں اُٹھائیں اگر ہماری ماں کو وہ اُٹھانی پڑجاتیں تو وہ بھی (ہم سے) اُکتا جاتی[2]

خلافت کے بارے میں انصار رضی اللہ عنہم کا ایثار

حضرت حُمید بن عبدالرحمٰن حِمیری کہتے ہیں کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہُوا اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ کے آخری کنارے میں (اپنے گھر گئے ہوئے) تھے۔ چنانچہ وہ آئے اور حضورؐ کے چہرۂ انور سے چادر ہٹا کر کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی کیا ہی عمدہ اور پاکیزہ ہیں۔ ربِّ کعبہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جا چکے (انصار کے سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کے بارے میں مشورہ کے لئے جمع ہونے کی اطلاع ملنے پر) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تیزی سے چلے۔ وہاں پہنچ کر حضرت ابوبکر نے گفتگو فرمائی انصار کے بارے میں قرآن میں جو کچھ نازل ہُوا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ سب حضرت ابوبکر نے ذکر کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں چلیں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا اور اے سعد! انہیں بھی یہ

---

[1] عند البزار قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۴۱) واسنادہ حسن انتہیٰ۔ [2] اخرجہ ابن ابی الدنیا فی الاشراف کما فی الکنز (ج ۷ ص ۱۳۴)

معلوم ہے کہ ایک دفعہ تم بیٹھے ہوئے تھے اور تمہاری موجودگی میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ قریش اس امر (خلافت) کے والی ہوں گے۔ نیک لوگ قریش کے نیک آدمیوں کے تابع ہوں گے اور بُرے لوگ قریش کے بُرے آدمیوں کے تابع ہوں گے۔ حضرت سعد نے حضرت ابوبکر سے کہا آپ نے سچ فرمایا لہٰذا ہم لوگ وزیر (یعنی آپ لوگوں کے مددگار) ہوں گے۔ اور آپ حضرات امیر۔[1]

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو (سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار جمع ہوئے اور) انصار کے لوگ کھڑے ہوکر اپنی اپنی رائے ظاہر کرنے لگے چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے کہا اے مہاجرین کی جماعت! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کو امیر بناتے تو اس کے ساتھ ہمارا ایک آدمی ضرور لگا دیتے اس لیئے ہمارا خیال یہ ہے کہ اس امرِ خلافت کے والی دو آدمی ہوں ایک آدمی آپ لوگوں میں سے ہو اور دوسرا ہم میں سے ہو (یعنی دو آدمی خلیفہ ہونے چاہئیں ایک مہاجری اور دوسرا انصاری)، اور انصار میں سے جو بھی رائے دینے کے لیئے کھڑا ہوا اس نے یہی کہا۔ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے لہٰذا اب امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیئے اور ہم لوگ اس کے معاون و مددگار ہوں گے جیسے کہ ہم لوگ حضورؐ کے معاون اور مددگار تھے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کھڑے ہوکر کہا اے جماعتِ انصار! اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور تمہارے اس بولنے والے کو ثابت قدم رکھے اللہ کی قسم! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کرتے تو ہماری تم سے صلح نہ ہوتی۔ پھر حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہی تمہارے خلیفہ ہیں ان سے بیعت ہو جاؤ۔[2]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

[1] اخرجہ الامام احمد وابن جریر باسناد حسن کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۳۷) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۹۱) رواہ الامام احمد وفی الصحیح طرف من اولہ ورجالہ ثقات الا ان حمید بن عبدالرحمٰن لم یدرک ابابکر انتہی۔

[2] اخرجہ الطیالسی وابن سعد (ج ۳ ص ۱۵۱) وابن ابی شیبۃ والبیہقی (ج ۸ ص ۱۴۳) وغیرہم کما فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۱) وقال الہیثمی (ج ۵ ص ۱۸۳) رواہ الطبرانی واحمد ورجالہ رجال الصحیح انتہی واخرجہ الطبرانی عن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ بنحوہ کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۰)

اِنتقال ہُوا تو حضرات اَنصار رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابو عُبَیدہ بن جَرّاح رضی اللہ عنہم بھی ان حضرات کے پاس آگئے۔ چنانچہ حضرت حُبَاب بن المُنذِر رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی ہیں۔ انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ اللہ کی قسم اے جماعت (مہاجرین)، ہم اس امارت میں تم سے حسد نہیں رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں یہ امارت ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ آجائے جن کے باپ اور بھائیوں کو ہم نے (مختلف غزوات میں) قتل کیا ہے (اور وہ لوگ امیر بن کر ہم سے اِنتقام لینے لگ جائیں) تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ایسا ہو تو تمہیں (ان کے مقابلہ میں) مرجانا چاہیئے۔ پھر حضرت ابوبکر نے گفتگو فرمائی اور فرمایا ہم امیر ہوں اور تم وزیر (امیر کے مددگار) اور یہ امارت ہمارے اور تمہارے درمیان بالکل دو برابر حصّوں میں ہو جیسے کہ کھجور کا پتّا بالکل دو برابر حصّوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت بشیر بن سعد ابو النُّعمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں سے سب سے پہلے (حضرت ابوبکر سے) بیعت کی۔ جب تمام لوگ حضرت ابوبکر (کے خلیفہ بننے) پر متفق ہو گئے تو انہوں نے لوگوں میں کچھ مال تقسیم کیا اور انہوں نے حضرت زَید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بنو عَدِی بن نَجّار قبیلہ کی ایک بُڑھیا کے پاس اس کا حصّہ بھیجا۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت زَید نے کہا حضرت ابوبکر نے (مال تقسیم کیا ہے اور اس میں سے) عورتوں کو بھی اتنا حصّہ دیا ہے۔ اس بُڑھیا نے کہا کیا تم مجھے دین پر رشوت دیتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس بُڑھیا نے کہا کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ میں جس دین پر قائم ہوں اسے چھوڑ دوں گی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر اس بُڑھیا نے کہا اللہ کی قسم! مَیں اس میں سے کچھ نہیں لُوں گی۔ چنانچہ حضرت زَید نے واپس آکر حضرت ابوبکر کو اس بُڑھیا کی ساری بات بتائی تو حضرت ابوبکر نے کہا ہم بھی اس بُڑھیا کو جو دے چکے ہیں اس میں سے کچھ نہیں لیں گے۔ [1]

---

[1] اخرجہ ابن سعد و ابن جریر کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۳۰)

جہاد کا باب

کس طرح نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپؐ کے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اللہ کے راستہ میں جہاد کیا کرتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت کے لیئے ہر حال میں نِکلا کرتے تھے' چاہے ہلکے ہوں یا بوجھل' دل چاہے یا نہ چاہے اور تنگی اور فراخی اور سردی اور گرمی ہر زمانے میں اسکے لیئے تیّار رہتے تھے۔

نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا جہاد میں جان لگانے اور مال خرچ کرنے کے لیئے ترغیب دینا

حضرت اَبُو ایّوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں تھے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابوسُفیان کا تجارتی قافلہ (شام کی طرف سے بہت سا مال لیکر) آرہا ہے. کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ اس قافلہ کا مقابلہ کرنے کے لیئے (مدینہ سے) نکلیں؟

شاید اللہ تعالیٰ اس قافلے کا سارا سامان ہمیں بطور مالِ غنیمت دے دے۔ ہم نے کہا جی ہاں (ہم نکلنا چاہتے ہیں) چنانچہ آپ تشریف لے چلے اور ہم بھی (آپ کے ساتھ) نکلے۔ جب ہم ایک یا دو دن چل چکے تو آپ نے ہم سے فرمایا قریش کو تمہارے نکلنے کی خبر ہوگئی ہے (اور وہ تم سے لڑنے کے لئے تیار ہو کر آگئے ہیں) تو قریش کے اس لشکر (سے لڑنے) کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ہم نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے ہمارا تو تجارتی قافلہ سے مقابلہ کا ارادہ تھا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ قریش کے اس لشکر (سے لڑنے) کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ ہم نے وہی جواب دیا۔ پھر حضرت مِقْداد بن عَمْرو رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے اس موقع پر وہ نہیں کہیں گے جو (ایسے ہی موقع پر) موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ حضرت ابُو ایوب کہتے ہیں کہ (حضرت مِقْداد کے اس ایمان افروز جواب پر) ہم انصار کو تمنا ہوئی کہ ہم بھی حضرت مِقْداد جیسا جواب دیتے تو بہت زیادہ مال ملنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ چنانچہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝

ترجمہ: "جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہلِ ایمان کی راضی نہ تھی" [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر جانے کے بارے میں مشورہ لیا جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پیش کی۔ آپ نے صحابہؓ سے دوبارہ رائے لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے پیش کی۔ آپ نے پھر صحابہؓ سے رائے لی اس پر ایک انصاری نے کہا اے جماعتِ انصار! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں سے رائے لینا چاہتے ہیں۔ اس پر ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ (اگر آپ بدر جانا ہی چاہتے ہیں تو) ہم آپ کو ویسا جواب نہیں دیں گے جیسا جواب موسیٰ علیہ السلام کو بنو اسرائیل نے دیا تھا کہ (اے موسیٰ) تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم

[1] اخرجہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و اللفظ لہ عن ابی عمران۔ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶۳) و قد ذکرہ بتمامہ فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۷۳) ثم قال (ج ۶ ص ۷۴) رواہ الطبرانی و اسنادہ حسن انتہی

توبیٹھے ہیں. بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ (یمن کی) بستی بَرکُ الغِمَادتک کا بھی (طویل) سفر کریں تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ [1]

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسُفیان کے (تجارتی قافلہ کے ملک شام سے) آنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کچھ مشورہ دیا۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنا مشورہ دیا آپ نے ان سے بھی منہ پھیر لیا اس پر حضرت سعد بن عُبَادہؓ نے کہا کہ حضورؐ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے' اگر آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم اپنی سواریاں سمندروں میں ڈالدیں تو ہم ان کو سمندروں میں ڈال دیں گے اور اگر آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم بَرک الغِمَاد تک اپنی سواریوں پر سفر کریں تو ہم ایسا ضرور کریں گے (اس پر خوش ہو کر) حضورؐ نے لوگوں کو (اس قافلہ کے مقابلہ کے لئے چلنے کا) حکم دیا [2]

حضرت عُلقمہ بن وَقّاص لَیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لئے روانہ ہوئے۔ جب آپ رُوحاء مقام پر پہنچے تو آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسولَ اللہ! ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ وہ (کفّار) بہت ہتھیار لے کر بڑی تعداد میں آئے ہیں۔ آپ نے پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ جیسی بات کہی۔ آپ نے پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو یہ شرف بخشا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی! نہ تو میں کبھی اس راستہ پر چلا ہوں اور نہ مجھے اس کا کچھ علم ہے لیکن اگر آپ یمن کے بَرک الغِمَاد تک جائیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ وہاں تک جائیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح سے نہیں ہوں گے جنہوں نے موسیٰ علیہ

---

[1] وقد اخرجہ الامام احمد کما فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶۳) قال ابن کثیر ہذا اسناد ثلاثی صحیح علی شرط الصحیح

[2] عند الامام احمد کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶۳) و اخرجہ ابن عساکر ایضاً عن انس بنحوہ کما فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۳)

السلام سے کہہ دیا تھا :

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ

"آپ جائیں اور آپ کا رب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"

بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں :

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمْ مُتَّبِعُوْنَ

"آپ بھی جائیں اور آپ کا رب بھی جائے آپ دونوں لڑائی کریں اور ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہیں ہو سکتا ہے کہ آپ تو کسی اور کام کے ارادے سے چلے ہوں اور اب اللہ تعالیٰ کچھ اور کام کروانا چاہتے ہوں یعنی آپ تو قافلہ ابوسفیان کے مقابلہ کے ارادے سے چلے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کافروں کے اس لشکر سے لڑا جائے تو جو اللہ تعالیٰ کروانا چاہتے ہیں آپ اسے دیکھیں اور اسے کریں اس لئے اب (ہماری طرف سے آپ کو ہر طرح کا پورا اختیار ہے اب) آپ جس سے چاہیں تعلقات بنائیں اور جس سے چاہیں تعلقات ختم کردیں اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں اور جس سے چاہیں صلح کرلیں اور ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں۔ چنانچہ حضرت سعد کے اس جواب پر یہ قرآن نازل ہوا۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝

ترجمہ: "جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہلِ ایمان کی راضی نہ تھی"۔[1] اُموی نے اپنی مغازی میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ مضمون مزید ہے کہ آپ ہمارا جتنا مال چاہیں لے لیں اور جتنا چاہیں ہمیں دے دیں اور جو آپ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہو گا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے اور آپ جو حکم دیں گے ہمارا معاملہ اس حکم کے تابع ہو گا۔ اللہ کی قسم! اگر آپ غُمدان کے بُرک تک چلتے چلتے پہنچ جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ وہاں تک جائیں گے اور اس کو ابن اسحاق نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد نے کہا ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ کی تصدیق کر چکے ہیں اور گواہی

---

[1] اخرجہ ابن مردویہ کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶۳)

دے چکے ہیں کہ آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور ہم نے آپ کو اس بات پر عہد و پیمان دیا ہے کہ ہم آپ کی ہر بات سنیں گے اور مانیں گے۔ یا رسول اللہ! آپ نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے اسے کر گزریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہمیں سمندر کے سامنے لے جائیں اور آپ سمندر میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں گھس جائیں گے ہمارا ایک آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ اگر کل آپ ہمیں ساتھ لے کر ہمارے دشمن سے لڑیں تو ہمیں یہ بالکل ناگوار نہ ہوگا ہم بڑے جم کر لڑنے والے ہیں اور بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کل کو اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں آپ کو کوئی ایسا کارنامہ دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اللہ برکت عطا فرمائے آپ تشریف لے چلیں۔ حضرت سعد کے اس جواب سے حضورؐ بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ کی طبیعت میں اس سے بڑی نشاط پیدا ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا چلو اور تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان دو جماعتوں (قافلہ ابوسفیان اور لشکر کفار) میں سے ایک جماعت (پر غلبہ دینے) کا وعدہ فرمایا ہے اللہ کی قسم مجھے اس وقت وہ جگہیں نظر آرہی ہیں جہاں کل یہ کافر (قتل ہو کر) گریں گے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بُسبس رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کے لیے بھیجا کہ دیکھ کر آئیں کہ ابوسفیان کا قافلہ کیا کر رہا ہے؟ چنانچہ وہ (حضورؐ کی خدمت میں) واپس آئے اور اس وقت گھر میں میرے اور حضورؐ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت انس نے حضورؐ کی جن بعض عورتوں کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی گھر میں موجود تھیں میں ان کو نہیں جانتا۔ حضرت بُسبس نے حضورؐ کو تمام حالات بتائے۔ حضورؐ نے گھر سے باہر تشریف لا کر (صحابہؓ سے) فرمایا ہم ایک قافلہ کو تلاش کرنا چاہتے ہیں لہٰذا جس کی سواری موجود ہے وہ تو اس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ چل پڑے۔ بعض لوگ حاضر ہو کر اجازت لینے لگے کہ ہماری سواریاں مدینہ کے بالائی حصہ میں ہیں ہم وہاں سے سواریاں لے آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "نہیں" جس کی سواری یہاں موجود ہو وہ ہی ہمارے ساتھ چلے۔ چنانچہ حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ چلے اور مشرکین سے پہلے بدر پہنچ گئے اور مشرکین بھی آگئے۔ حضورؐ نے فرمایا جب

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶۲)

تک میں کوئی کام نہ کرلوں اس وقت تک تم میں سے کوئی بھی وہ کام نہ کرے۔ چنانچہ مشرکین بالکل قریب آگئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا اٹھو اور ایسی جنّت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ حضرت عُمیرؓ بن حُمام انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسی جنّت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمیر نے کہا واہ واہ! حضورؐ نے فرمایا تم واہ واہ کیوں کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! صرف اس امید پر کہہ رہا ہوں کہ میں بھی جنّت والوں میں سے ہو جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا تم جنّت والوں میں سے ہو۔ پھر وہ اپنی جھولی میں سے نکال کر کھجوریں کھانے لگے۔ پھر کہنے لگے ان کھجوروں کے کھانے تک میں زندہ رہوں یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے۔ یہ کہہ کر ان کھجوروں کو پھینک دیا اور شہید ہونے تک کافروں سے لڑتے رہے۔ رَحِمَہُ اللہ۔ [1]

ابنِ اسحاق کی روایت میں اس طرح ہے کہ پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (کفارِ مکہ کے آنے کی خبر سننے کے بعد) لوگوں کے پاس باہر تشریف لائے اور لوگوں کو ترغیب دیتے ہوئے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! آج جو ان کافروں سے جنگ کرے گا اور صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید میں آگے بڑھتے ہوئے شہید ہوگا اور پشت نہیں پھیرے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنّت میں داخل کردیں گے۔ بنوسلمہ کے حضرت عُمیرؓ بن حُمام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں جنہیں وہ کھا رہے تھے یہ سُن کر انہوں نے کہا واہ واہ! کیا میرے اور جنّت میں داخل ہونے کے درمیان صرف یہی چیز حائل ہے کہ یہ (کافر) لوگ مجھے قتل کردیں؟ یہ کہہ کر کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور تلوار لے کر کافروں سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ ابن جریر نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عُمیرؓ کافروں سے لڑتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

رَکْضًا اِلَی اللّٰہِ بِغَیْرِ زَادٖ   اِلَّا التُّقٰی وَعَمَلِ الْمَعَادٖ
وَالصَّبْرِ فِی اللّٰہِ عَلَی الْجِہَادٖ   وَکُلُّ زَادٍ عُرْضَۃُ النَّفَادٖ
غَیْرَ التُّقٰی وَالْبِرِّ وَالرَّشَادٖ

میں (ظاہری) توشہ لیے بغیر اللہ کی طرف دوڑ رہا ہوں۔ البتہ تقویٰ اور آخرت والے عمل اور

[1] اخرجہ الامام احمد و رواہ مسلم ایضا کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۷) و اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۹۹) ایضا بطولہ والحاکم (ج ۳ ص ۴۲۶) مختصراً

جہاد میں اللہ کے لیے صبر کرنے کا توشہ ضرور ساتھ ہے۔ اور تقویٰ اور نیکی اور ہدایت کے علاوہ ہر توشہ ضرور ختم ہو جائے گا۔[1]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ طائف سے واپس آنے کے چھ ماہ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو غزوہ تبوک کا حکم دیا۔ یہ وہ غزوہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سَاعَۃُ العُسْرَہ (تنگی کی گھڑی) کے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزوہ سخت گرمی میں ہوا تھا اس وقت منافقین کا زور بھی بڑھ رہا تھا اور اصحابِ صُفّہ کی تعداد بھی بڑھ رہی تھی۔ صُفّہ ایک چبوترے کا نام ہے جس پر فقر و فاقہ والے مسلمان جمع رہتے تھے۔ ان کے پاس حضورؐ کا اور مسلمانوں کا صدقہ آیا کرتا تھا۔ جب کسی غزوہ میں جانے کا موقع آتا تو مسلمان ان کے پاس آکر حسبِ توفیق ایک یا زیادہ آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جاتے اور ان کو کھانا بھی خوب کھلاتے اور ان کو لڑائی کا سامان بھی دیتے۔ یہ حضرات بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوتے اور مسلمان بھی ان حضرات پر ثواب لینے کی نیت سے خرچ کیا کرتے۔ چنانچہ (غزوۂ تبوک کے اس موقع پر) حضورؐ نے مسلمانوں کو ثواب لینے کی نیت سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ثواب کی نیت سے خوب خرچ کیا۔ اور کچھ (منافق) لوگوں نے بھی خرچ کیا لیکن ان کی نیت ثواب لینے کی نہیں تھی (بلکہ دکھاوے اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے کی تھی) اور بہت سے نادار مسلمانوں کے لیے سواری کا انتظام ہو گیا لیکن پھر بھی بہت سے مسلمان (سواری کے بغیر) رہ گئے۔ اس دن سب سے زیادہ مال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خرچ کیا۔ چنانچہ انہوں نے دو سو اوقیہ چاندی یعنی آٹھ ہزار درہم اللہ کے راستہ میں دیئے اور حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے ایک سو اُوقیہ چاندی یعنی چار ہزار درہم دیئے اور حضرت عاصم انصاری رضی اللہ عنہ نے نوّے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من) کھجور دی۔ حضرت عمر بن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے خیال میں حضرت عبدالرحمٰن (اتنا زیادہ خرچ کرکے) گناہ گار ہو گئے ہیں کیونکہ انھوں نے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ چنانچہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا کہ تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! جتنا میں لایا ہوں اس سے زیادہ اور اس سے عمدہ

---

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۷)

(چھوڑ کر آیا ہوں) آپ نے فرمایا کتنا؟ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس رزق اور خیر کا وعدہ کیا ہے وہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابوعقیلؓ نامی انصاری صحابی نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور لا کر دی۔ اور منافقوں نے جب مسلمانوں کے اس طرح خرچ کرنے کو دیکھا تو ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارے کرنے لگے۔ جب کوئی زیادہ لاتا تو آنکھ سے اشارے کر کے کہتے کہ یہ ریاکار ہے (دکھاوے کے لیے زیادہ لایا ہے) اور جب کوئی اپنی طاقت کے مطابق تھوڑی کھجوریں لاتا تو کہتے کہ یہ جو لایا ہے اس کا تو یہ خود ہی زیادہ محتاج ہے چنانچہ جب حضرت ابوعقیلؓ ایک صاع کھجور لائے تو انہوں نے کہا کہ میں آج ساری رات دو صاع کھجور مزدوری کے بدلے میں پانی کھینچتا رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! ان دو صاع کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ وہ عذر بھی بیان کر رہے تھے اور (کم خرچ کرنے پر) شرما بھی رہے تھے اور ان دو صاع میں سے ایک صاع یہاں لایا ہوں اور دوسرا صاع اپنے گھر والوں کے لیئے چھوڑ آیا ہوں۔ اس پر منافقوں نے کہا اسے تو اپنے صاع کھجوروں کی دوسروں سے زیادہ ضرورت ہے اور منافقین اس طرح آنکھوں سے اشارے اور زبان سے ایسی باتیں بھی کرتے چلتے تھے اور ان کے مالدار اور غریب سب اس انتظار میں تھے کہ ان صدقات میں سے انہیں بھی کچھ مل جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا وقت قریب آگیا تو منافق بہت زیادہ اجازت مانگنے لگے اور انہوں نے گرمی کی بھی شکایت کی اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ اس سفر میں گئے تو انہیں آزمائش میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے اور اپنی جھوٹی باتوں پر اللہ کی قسم بھی کھاتے تھے۔ حضورؐ ان کو اجازت دیتے رہے آپ کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے دلوں میں کیا ہے؟ ان میں سے ایک گروہ نے مسجدِ نفاق بھی بنائی جس میں بیٹھ کر وہ ابو عامر فاسق اور کنانہ بن عَبد یالیل اور علقمہ بن عُلاثہ عامری کا انتظار کر رہے تھے۔ ابو عامر ہرقل کے پاس گیا ہوا تھا۔ (ابو عامر ہرقل کو حضورؐ کے خلاف فوج کشی پر آمادہ کرنے کے لیئے گیا تھا اور یہ مسجد مسلمانوں کے خلاف مشورے کرنے کے لیئے بنائی تھی) اور انہی کے بارے میں سورت برأت تھوڑی تھوڑی نازل ہو رہی تھی اور اس میں ایک ایسی آیت نازل ہوئی جس کے بعد کسی کے لیئے جہاد سے رہ جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اِنْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا آیت نازل فرمائی کہ "تم ہلکے ہو یا بھاری۔ ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلو۔" تو مخلص اور پکے مسلمان جو کمزور اور بیمار اور غریب تھے انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں آکر شکایت کی کہ اب تو اس غزوہ میں نہ جانے

کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اور منافقین کے بہت سے گناہ ابھی تک چھپے ہوئے تھے جو بعد میں ظاہر ہوئے اور بہت سے (منافق) لوگ اس غزوہ میں رہ گئے۔ نہ انہیں (خدا پر) یقین تھا اور نہ کسی قسم کی بیماری تھی۔ یہ سورت بڑی تفصیل کے ساتھ آپ پر نازل ہو رہی تھی اور آپ کا ساتھ دینے والوں کا سارا حال بتا رہی تھی۔ یہاں تک کہ آپ تبوک پہنچ گئے اور وہاں سے حضرت عَلقمہ بن مُجَزِّز مُدلِجی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو فلسطین اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دُومۃ الجَندَل حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بھیجا۔ اور (حضرت خالد سے) حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم جلدی جاؤ تم (دُومۃ الجَندَل کے بادشاہ کو) باہر نکل کر شکار کرتا ہوا پاؤ گے تو اسے پکڑ لینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت خالد نے اسے پایا اور اسے پکڑ لیا۔ جب (مسلمانوں کی طرف سے) کوئی تکلیف اور مشقت کی خبر آتی تو منافق مدینہ میں لوگوں کو خوب پریشان کرتے۔ چنانچہ انہیں جب یہ خبر ملتی کہ مسلمانوں کو بڑی مشقت اور مجاہدہ برداشت کرنا پڑا تو ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے اور بہت خوش ہوتے اور کہتے ہیں تو یہ پہلے سے معلوم تھا کہ اس سفر میں بڑی مشقت اُٹھانی پڑے گی) اور اسی وجہ سے ہم اس سفر میں جانے سے رُک بھی رہے تھے۔ اور جب انہیں مسلمانوں کی خیریت اور سلامتی کی خبر ملتی تو بڑے غمگین ہو جاتے۔ منافقوں کے جتنے دشمن مدینہ میں موجود تھے ان سب کو منافقوں کی اس دلی کیفیت کا یعنی نفاق اور مسلمانوں سے کدورت کا اچھی طرح سے پتہ چل گیا۔ اور ہر دیہاتی اور غیر دیہاتی منافق کوئی نہ کوئی خفیہ طور پر ناپاک حرکت کر رہا تھا۔ بالآخر یہ سب کچھ کھل کر سامنے آگیا۔ اور ہر معذور اور بیمار مسلمان کی حالت یہ تھی کہ وہ اس انتظار میں تھا کہ اللہ تعالیٰ جو آیتیں اپنی کتاب میں نازل فرما رہے ہیں ان آیتوں میں (مدینہ میں رہنے کی اجازت کی) گنجائش والی آیت بھی نازل ہو جائے۔ سورت براءت تھوڑی تھوڑی اُترتی رہی (اور اس میں ایسے مضامین نازل ہوتے رہے جن کی وجہ سے) لوگ مسلمانوں کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے اور مسلمان اس بات سے ڈرنے لگے کہ توبہ کے ذیل میں ان کے ہر چھوٹے بڑے گناہ کے بارے میں اس سورت میں ضرور کوئی نہ کوئی سزا نازل ہو جائے گی یہاں تک کہ سورت براءت پوری ہو گئی اور عمل کرنے والے ہر کارکن (مسلمان اور منافق) کے بارے میں اس سورت میں واضح کر دیا گیا کہ وہ ہدایت پر ہے یا گمراہی پر ہے [1]

---

[1] اخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۰۵) وذکرہ فی کنز العمال (ج ۱ ص ۲۴۹) عن ابن عساکر د ابن عائذ بطولہ

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزمؒ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ غزوہ میں جس طرف جانے کا ارادہ ہوتا (اس کا اظہار نہ فرماتے) بلکہ ایسا انداز اختیار کرتے جس سے کسی اور طرف جانے کا ارادہ معلوم ہو لیکن غزوۂ تبوک میں (آپ نے یہ انداز اختیار نہ کیا بلکہ) صاف طور سے فرمایا اے لوگو! اس دفعہ روم والوں سے لڑنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا ارادہ صاف صاف ظاہر فرما دیا اس وقت لوگ بڑے نادار تھے۔ گرمی سخت پڑ رہی تھی اور سارے علاقہ میں قحط سالی تھی اور پھل پک چکے تھے اور لوگ (تیار پھلوں کو کاٹنے کے لئے) اپنے باغات میں (اور شدت گرمی سے بچنے کے لئے) اپنی سایہ دار جگہوں میں رہنا چاہتے تھے اور ان جگہوں کو چھوڑ کر (گرمی میں سفر پر) جانا بالکل پسند نہیں تھا۔ اس غزوہ کی تیاری فرماتے ہوئے حضورؐ نے ایک دن جد بن قیس (منافق) کو کہا اے جد! بنو اصفر (رومیوں) سے لڑنے کا تمہارا بھی خیال ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے (یہاں رہنے کی) اجازت دیدیں اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ عورتوں سے متاثر ہونے والا کوئی نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ بنو اصفر (رومیوں) کی عورتوں کو دیکھ کر میں کہیں فتنہ میں نہ پڑ جاؤں۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیدیں۔ آپ نے اس سے منہ پھیرتے ہوئے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ

ترجمہ: "بعضے ان میں کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال۔ سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں۔" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رومیوں کی عورتوں کے فتنہ سے ڈر کر یہ مدینہ رہنا چاہتا ہے اور حضورؐ کے ساتھ جانا نہیں چاہتا ہے یہ مدینہ میں اس وقت رہ جانا اور حضورؐ کے ساتھ نہ جانا خود بڑا فتنہ اور زبردست گمراہی ہے جس میں وہ مبتلا ہو چکا ہے۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: "اور بیشک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔" یہاں کافر سے وہ منافق مراد ہیں جو بہانہ بنا کر پیچھے رہ جانا چاہتے تھے۔ ایک منافق نے کہا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ مت کوچ کرو گرمی میں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝

"تو کہہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے۔ اگر ان کو سمجھ ہوتی۔" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

سفر کی زور شور سے تیاری کرنے لگے اور لوگوں کو اللہ کے راستے میں جان دینے کو کہا اور مالدار لوگوں کو اللہ کے راستے میں سواریاں دینے اور خوب خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ مالدار لوگوں نے ثواب لینے کے شوق میں خوب سواریاں دیں اور اس غزوہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اتنا زیادہ خرچ کیا کہ ان سے زیادہ کوئی نہ کر سکا اور دو سو اونٹ سواری کے لئے دیئے [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضورؐ نے غزوۂ تبوک کے لیے جانے کا ارادہ فرمایا تو جد بن قیس سے کہا، بنو اصفر رومیوں سے لڑنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں تو بہت سی عورتوں والا ہوں۔ (ان کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں) میں تو رومیوں کی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ کیا آپ مجھے یہاں رہ جانے کی اجازت دیدیں گے؟ مجھے (ساتھ لے جاکر) فتنہ میں نہ ڈالیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا [2]

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبیلوں اور اہل مکہ کی طرف آدمی بھیجے جو ان سے دشمن کے مقابلے میں جانے کا مطالبہ کریں۔ چنانچہ حضرت بُریدہ بن حُصَیب رضی اللہ عنہ کو قبیلہ اسلم کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا فُرع بستی تک پہنچ جانا اور حضرت ابورُہم غفاری رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور ان سے فرمایا کہ اپنی قوم کو ان کے علاقہ میں جمع کرلیں اور حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف گئے اور حضرت ابوجَعد ضمری رضی اللہ عنہ ساحلِ سمندر پر اپنی قوم کی طرف گئے اور حضورؐ نے حضرت رافع بن مَکِیث اور حضرت جُندب بن مَکِیث رضی اللہ عنہما کو قبیلہ جُہَینہ کی طرف بھیجا اور حضرت نُعَیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قبیلہ اشجع کی طرف بھیجا اور حضورؐ نے قبیلہ بنو کعب بن عمرو میں حضرت بُدَیل بن وَرقاء اور حضرت عمرو بن سالم اور حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہم کی جماعت کو بھیجا اور قبیلہ سُلیم کی طرف چند صحابہؓ کو بھیجا جن میں حضرت عباس بن

---

[1] اخرجہ البیہقی من طریق ابن اسحاق کذا فی التاریخ لابن عساکر (ج ۱ ص ۱۰۸) واخرجہ البیہقی فی السیر (ج ۹ ص ۳۳) عن عروۃ رضی اللہ عنہ مختصراً وذکرہ فی البدایۃ (ج ۵ ص ۳) عن ابن اسحاق عن الزہری و یزید بن رومان وعبداللہ بن ابی بکر وعاصم بن عمر بنحوہ

[2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۰) وفیہ یحیٰی الحمانی وہو ضعیف

مرداس رضی اللہ عنہ بھی تھے حضورؐ نے مسلمانوں کو جہاد میں جانے کی خوب ترغیب دی اور انہیں (اللہ کے راستے میں) مال خرچ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرات صحابہؓ نے بھی بہت دل کھول کر خوب خرچ کیا اور سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لائے اور وہ اپنا سارا مال لائے تھے جو کہ چار ہزار درہم تھا تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا ہاں اللہ اور اس کے رسول کو (گھر چھوڑ کر آیا ہوں) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لے کر آئے۔ ان سے حضورؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنے گھر والوں کے لیئے کچھ چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جتنا لایا ہوں اس کا آدھا (چھوڑ کر آیا ہوں لیکن دوسری روایت میں یہ ہے کہ جتنا لایا ہوں اتنا ہی چھوڑ کر آیا ہوں) حضرت ابوبکر صدیق جو مال لے کر آئے جب اس کی خبر حضرت عمر کو ملی تو حضرت عمر نے فرمایا کہ جب بھی کسی نیکی میں ہمارا آپس میں مقابلہ ہوا تو ہمیشہ حضرت ابوبکر اس نیکی میں مجھ سے آگے نکلے ہیں۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال حضورؐ کی خدمت میں لے کر آئے اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں دو سو اوقیہ چاندی یعنی آٹھ ہزار درہم لائے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی بہت سارا مال لائے اور اسی طرح حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بھی اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے نوّے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من) کھجور دی اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تہائی لشکر کا پورا سامان دیا اور صحابہ میں سے سب سے زیادہ انہوں نے خرچ کیا یہاں تک کہ تہائی لشکر کے لیئے تمام ضروری سامان دیا ۔۔۔۔ حتیٰ کہ یہ کہا گیا کہ اب ان کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے یہاں تک کہ مشکیزوں کی سلائی کے لیے موٹی سوئی کا بھی انتظام کیا۔ چنانچہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد عثمان کچھ بھی کرلیں ان کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ مالداروں نے مال خرچ کرنے کی نیکی میں خوب ذوق شوق سے حصہ لیا اور انہوں نے یہ سب کچھ محض اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے شوق میں کیا اور جو حضرات ان مالداروں سے مال میں کم تھے انہوں نے بھی اپنے سے زیادہ کم مال والوں کی خوب مدد کی اور ان کی قوت کا ذریعہ بنے۔ یہاں تک کہ بعض اپنا اونٹ لا کر ایک دو آدمیوں کو دے دیتے کہ تم دونوں اس پر باری باری سوار ہوتے رہنا اور دوسرا آدمی

کچھ خرچ لاتا اور اس غزدہ میں جانے والے کو دیدیتا یہاں تک کہ عورتیں بھی اپنی طاقت اور ہمّت کے مطابق ان نکلنے والوں کی مدد کر رہی تھیں۔ چنانچہ حضرت اُمّ سِنان اسلمیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کپڑا بچھا ہوا ہے جس پر کنگن، بازوبند، پازیب، بالیاں، انگوٹھیاں اور بہت سے زیور رکھے ہوئے ہیں۔ اور اس غزدہ کی تیاری کے لیے عورتوں نے جانے والوں کی مدد کے لیے جو زیورات بھیجے تھے ان سے وہ کپڑا بھرا ہوا تھا۔ لوگ ان دنوں سخت تنگی میں تھے اور اس وقت پھل بالکل پک چکے تھے اور سایہ دار جگہیں بڑی مرغوب ہو گئی تھیں۔ لوگ گھروں میں رہنا چاہتے تھے اور ان حالات کی بنا پر گھروں سے جانے پر بالکل راضی نہیں تھے اور حضورؐ نے اور زیادہ زور شور سے تیاری شروع فرمادی اور ثَنِیّۃ الوداع میں جاکر آپ نے اپنے لشکر کا پڑاؤ ڈال دیا۔ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کسی ایک رجسٹر میں سب کے نام آنہیں سکتے تھے۔ اور جو بھی اس غزدہ سے غائب ہونا چاہتا تھا اسے معلوم تھا کہ اس کے غائب ہونے کا اس وقت تک کسی کو پتہ نہیں چلے گا جب تک کہ اس کے بارے میں اللہ کی طرف سے وحی نازل نہ ہو۔ چنانچہ جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے سفر شروع کرنے کا پختہ عزم فرمالیا تو آپ نے مدینہ میں حضرت سِباع بن عُرْفُطہ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرّر فرمایا بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت محمد بن مَسْلَمہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔

اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جوتے زیادہ مقدار میں ساتھ لے کر چلو کیونکہ جب تک آدمی جوتی پہنے رہتا ہے وہ گویا کہ سوار ہی رہتا ہے۔ جب حضورؐ نے سفر شروع فرمادیا تو ابن اُبَیّ (منافق) اور منافقین کو لے کر پیچھے رہ گیا اور یوں کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بنو اَصْفَر رومیوں سے لڑنا چاہتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی بُری حالت ہو رہی ہے اور گرمی سخت پڑ رہی ہے اور یہ سفر بہت دُور کا ہے اور مقابلہ بھی ایسے لشکر سے ہے جن سے لڑنے کی حضورؐ میں طاقت نہیں ہے کیا محمد یہ سمجھتے ہیں کہ بنو اَصْفَر رومیوں سے لڑنا کھیل ہے؟ اور اس کے منافق ساتھیوں نے بھی اسی طرح کی باتیں کیں اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے بارے میں پریشان کُن خبریں پھیلانے کے لئے اس نے یہ کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو دیکھ رہا ہوں کہ حضورؐ کے تمام صحابہؓ کل کو رسیوں میں بندھے ہوئے ہوں گے جب حضورؐ نے ثَنِیّۃ الوَدَاع سے سفر شروع فرمایا اور چھوٹے اور بڑے جھنڈ دل

کو لہرایا تو چھوٹے جھنڈوں میں سے سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر کو اور بڑے جھنڈوں میں سے سب سے بڑا جھنڈا حضرت زُبیرؓ رضی اللہ عنہ کو دیا اور قبیلہ اَوس کا جھنڈا حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ کو اور قبیلہ خَزرج کا جھنڈا حضرت ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ خزرج کا جھنڈا حضرت حُبَاب بن مُنذِر رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضورؐ کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا اور دس ہزار گھوڑے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ہر خاندان کو حکم دیا کہ اپنے چھوٹے اور بڑے جھنڈے لے لیں۔ اور عرب کے دوسرے قبائل کے بھی اپنے اپنے چھوٹے اور بڑے جھنڈے تھے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مرض الوفات میں حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ (کے لشکر) کو بھیجنے کا اہتمام فرمانا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے ابتداءِ خلافت کے زمانہ میں ان کو بھیجنے کا زیادہ اہتمام فرمانا

حضرت اُسامہ بن زَید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (فلسطین کے) مقامِ اُبْنیٰ والوں پر صبح صبح حملہ کر دینے اور ان کے گھروں کے جلا دینے کا حکم دیا۔ پھر حضورؐ نے حضرت اُسامہ سے فرمایا اللہ کا نام لے کر چلو۔ چنانچہ حضرت اُسامہ (حضورؐ کے دیئے ہوئے) اپنے جھنڈے کو لہراتے ہوئے باہر نکلے اور وہ جھنڈا انہوں نے حضرت بُریدہ بن حُصَیب اَسلمی رضی اللہ عنہ کو دیا وہ اسے لے کر حضرت اُسامہ کے گھر آئے۔ اور حضورؐ کے فرمانے پر حضرت اُسامہ نے مقامِ جُرُف پر پڑاؤ ڈالا اور انہوں نے اپنا لشکر وہاں ٹھہرایا جہاں آج سقایہ سلیمان بنا ہوا ہے لوگ نکل نکل کر وہاں آنے لگے جو اپنی ضروریات سے فارغ ہو جاتا وہ اپنے لشکر کی اس قیام گاہ کو آ جاتا اور جو فارغ نہ ہوتا وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں لگا رہتا۔ مہاجرین اوّلین میں سے ہر آدمی اس غزوہ میں شریک ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابو عُبَیدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص

---

[1] ذکرہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۱۰) انتہٰی بحذف لیسیر

حضرت ابو الاعور سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل رضی اللہ عنہم اور دیگر مہاجرین اور انصار کی بہت سارے تھے۔ حضرت قتادہ بن نعمان اور حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات کچھ مہاجرین نے جن میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے اور بڑے زوروں میں تھے۔ کہا اس لڑکے کو (اسامہ) کو مہاجرین اوّلین کا امیر بنایا جا رہا ہے چنانچہ اس بارے میں گفتگو کا خاصہ چرچا ہوا۔ حضرت عمر بن خطاب نے جب اس طرح کی کچھ بات سنی تو انہوں نے بولنے والے کی فوراً تردید کی اور حضورؐ کی خدمت میں آکر یہ ساری بات بتا دی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غصہ آیا۔ آپ نے (بیماری کی وجہ سے) اپنے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی اور چادر اوڑھ رکھی تھی۔ (چنانچہ آپ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے) پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر آپ نے فرمایا اَمّا بعد! اے لوگو! میں نے اسامہ کو جو امیر بنایا ہے اس بارے میں آپ لوگوں میں سے کچھ لوگوں کی طرف سے کچھ بات پہنچی ہے وہ کیا بات ہے؟ اللہ کی قسم! آج تم نے میرے اسامہ کو امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے والد (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کو میرے امیر بنانے کے بارے میں اعتراض کر چکے ہو۔ حالانکہ اللہ کی قسم! وہ امیر بننے کے قابل تھا اور اب ان کے بعد ان کا بیٹا امیر بننے کے قابل ہے اور جیسے وہ (حضرت اسامہ کے والد) مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے ایسے ہی یہ (اسامہ) لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور یہ دونوں (باپ بیٹا) ہر خیر کے کام کے بالکل مناسب ہیں تم اس (اسامہ) کے بارے میں میری طرف سے خیر اور بھلے کی وصیت قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے پسندیدہ اور منتخب لوگوں میں سے ہے۔ پھر حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا اور ربیع الاوّل کی دس تاریخ تھی۔ حضرت اسامہ کے ساتھ جانے والے مسلمان حضورؐ سے الوداعی ملاقات کے لیے آنے لگے ان میں حضرت عمر بن خطاب بھی تھے۔ حضورؐ (ہر ایک سے) یہی فرماتے جاتے تھے کہ اسامہ کا لشکر روانہ کرو۔ (حضرت اسامہ کی والدہ) حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسولَ اللہ! اپنے رو بصحت ہونے تک اسامہ کو اپنی اسی چھاؤنی (جُرف) میں ہی رہنے دیں (اور ابھی ان کو روانہ نہ کریں) اگر وہ اسی حالت میں چلے گئے تو وہ کچھ کر نہیں سکیں گے (ان کی ساری توجہ آپ کی بیماری کا حال معلوم کرنے کی طرف لگی رہے

گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو بھی) فرمایا اسامہ کا لشکر روانہ کرو۔ چنانچہ تمام لوگ (جُرُف کی) چھاؤنی کو چلے گئے اور سب نے وہاں اتوار کی رات گزاری۔ اتوار کے دن حضرت اسامہ (مزاج پُرسی کے لیے) حضورؐ کی خدمت میں مدینہ آئے اور حضورؐ کی طبیعت بڑی نڈھال تھی اور آپ پر غشی طاری تھی۔ یہ وہی دن ہے جس میں گھر والوں نے حضورؐ کو دوا پلائی تھی۔ جب حضرت اسامہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی آنکھوں میں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور ازواج مطہرات آپ کے اِرد گرد تھیں۔ حضرت اسامہ نے جُھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا۔ حضورؐ بول نہیں سکتے تھے۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر حضرت اسامہ پر رکھ رہے تھے۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ حضورؐ میرے لیئے دعا فرما رہے ہیں۔ میں وہاں سے اپنے لشکر کی قیام گاہ کو واپس آگیا۔ پیر کے دن حضورؐ کو کچھ افاقہ ہوا۔ حضرت اسامہ اپنے لشکر کی قیام گاہ سے پھر حضورؐ کی خدمت میں صبح کو حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اللہ (تمہارے سفر میں) برکت فرمائے تم روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہ حضورؐ سے رُخصت ہوئے۔ حضورؐ کو اس وقت افاقہ تھا اور آپ کے آرام کی خوشی میں ازواج مطہرات ایک دوسرے کی کنگھی کرنے لگیں۔ حضرت ابوبکر نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! بحمد اللہ آج آپ کو افاقہ ہے۔ آج (میری بیوی) بنت خارجہ کا دن ہے مجھے (اس کے ہاں جانے کی) اجازت دیدیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ (عوالی مدینہ میں) سُنح محلہ (میں اپنے گھر) چلے گئے۔ حضرت اسامہ سوار ہو کر اپنے لشکر کی قیام گاہ کو چلے اور اپنے ساتھیوں میں اعلان کر دیا کہ سب وہاں پہنچ جائیں۔ لشکر کی قیام گاہ میں پہنچ کر حضرت اسامہ سواری سے اترے اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا دن چڑھ چکا تھا۔ حضرت اسامہ سوار ہو کر جُرُف سے روانہ ہونا ہی چاہتے تھے کہ ان کے پاس ان کی والدہ حضرت اُمّ اَیمن رضی اللہ عنہا کا قاصد پہنچا کہ حضورؐ دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت اسامہ مدینہ کو چل پڑے۔ ان کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب یہ حضرات حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو حضورؐ کے آخری لمحات تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بارہ ربیع الاوّل پیر کے دن زوال کے قریب ہوا۔ جُرُف میں جتنے مسلمان (جانے کے لیئے تیار ہو کر) ٹھہرے ہوئے تھے وہ سب مدینہ آگئے۔ حضرت بُریدہ بن حُصیب نے

حضرت اُسامہ کا جھنڈا حضور صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دروازے کے قریب زمین میں گاڑ دیا جب حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہوگئی تو انہوں نے حضرت بُرَیدہ کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا حضرت اُسامہ کے گھر لے جائیں اور جب تک حضرت اسامہ مسلمانوں کو لے کر غزوہ میں نہ چلے جائیں اس جھنڈے کو نہ کھولیں، حضرت بُرَیدہ فرماتے ہیں کہ میں جھنڈا لے کر حضرت اُسامہ کے گھر گیا پھر اس جھنڈے کو لے کر ملکِ شام حضرت اُسامہ کے ساتھ گیا۔ پھر میں اسے لے کر (شام سے) حضرت اُسامہ کے گھر واپس آیا اور وہ جھنڈا اسی طرح ان کے گھر میں یونہی بندھا رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ جب عربوں کو حضورؐ کے انتقال کی خبر ملی۔ اور بہت سے عرب اسلام سے مُرتد ہوگئے تو حضرت ابوبکر نے حضرت اسامہ سے کہا تمہیں حضورؐ نے جہاں جانے کا حکم دیا تم (اپنا لشکر لے کر) وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ لوگ پھر (مدینہ سے) نکلنے لگے اور اپنی پہلی جگہ جا کر پڑاؤ ڈالنے لگے۔ اور حضرت بُرَیدہ بھی جھنڈا لے کر آئے اور پہلی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر کا حضرت اُسامہ کے لشکر کو بھیجنا بڑے بڑے مہاجرین اولین کو بڑا شاق گزرا چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت عثمان، حضرت ابوعبیدہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے خلیفۂ رسول اللہ! ہر طرف عرب کے لوگ آپ کی اطاعت کو چھوڑ بیٹھے ہیں (ان حالات میں) آپ اس پھیلے ہوئے بڑے لشکر کو بھیج کر اور اپنے سے جُدا کر کے کچھ نہیں کر سکیں گے (آپ اس لشکر کو یہاں ہی رکھیں) اور ان سے مُرتدین کے فتنہ کو ختم کرنے کا کام لیں۔ ان کو مرتدین کے مقابلہ کے لئے بھیجیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں مدینہ پر اچانک حملہ کا خطرہ ہے۔ اور یہاں (مسلمانوں کی) عورتیں اور بچے ہیں، ابھی آپ روم کی لڑائی کو رہنے دیں۔ جب اسلام اپنی پہلی حالت پر آکر مضبوط ہو جائے اور مرتدین یا تو اسلام میں واپس آجائیں جس سے اب وہ نکل گئے ہیں یا تلوار سے ان کا خاتمہ ہو جائے تو پھر آپ حضرت اُسامہؓ کو (روم) بھیج دیں۔ ہمیں پورا اطمینان ہے کہ رومی (اس وقت) ہماری طرف نہیں آرہے (لہٰذا ان کے روکنے کے لئے حضرت اُسامہؓ کے لشکر کو ابھی بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے) جب حضرت ابوبکرؓ نے ان کی پوری بات سُن لی تو فرمایا کیا تم میں کوئی کچھ اور کہنا چاہتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ہماری بات اچھی طرح سُن لی ہے۔ آپ نے کہا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان

ہے اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ (اگر میں اس لشکر کو بھیجوں گا تو) درندے مجھے مدینہ میں آکر کھا جائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ (اور خلیفہ بننے کے بعد میں سب سے پہلے یہی کام کرنا چاہتا ہوں) اس سے پہلے میں کوئی اور کام نہیں کرنا چاہتا ہوں اور (اس لشکر کو جانے سے) کیسے (روکا جا سکتا ہے) جب کہ حضورؐ پر آسمان سے وحی اُترتی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو۔ ہاں ایک بات ہے جو میں اسامہؓ سے کرنا چاہتا ہوں کہ عمر (نہ جائیں اور) ہمارے پاس رہ جائیں کیونکہ ہمارا ان کے بغیر کام نہیں چل سکتا ہمیں ان کی یہاں ضرورت ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ ایسا کریں گے یا نہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اللہ کی قسم میں ان کو مجبور نہیں کروں گا۔ آنے والے حضرات سمجھ گئے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ کے لشکر کو بھیجنے کا پختہ ارادہ کر رکھا ہے اور حضرت ابو بکرؓ چل کر حضرت اسامہؓ سے ملنے ان کے گھر گئے اور حضرت عمر کو (مدینہ میں) چھوڑ جانے کے بارے میں ان سے بات کی جس پر وہ راضی ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے یہ بھی کہا کہ کیا آپ نے (عمر کو یہاں رہنے کی) خوشی خوشی اجازت دی ہے؟ حضرت اسامہؓ نے کہا جی ہاں۔ باہر آکر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دے کہ میری طرف سے اس بات کی پوری تاکید ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی میں جو بھی حضرت اسامہ کے ساتھ ان کے اس لشکر میں جانے کے لیے تیار ہو گیا تھا اب وہ ہرگز اس لشکر سے پیچھے نہ رہے (ضرور ساتھ جائے) اور ان میں سے جو اس لشکر کے ساتھ نہ گیا اور وہ میرے پاس لایا گیا تو میں اس کو یہ سزا دوں گا کہ اسے پیدل چل کر اس لشکر میں شامل ہونا ہوگا اور جن حضرات مہاجرین نے حضرت اسامہؓ کی امارت کے بارے میں گفتگو کی تھی انھیں بلایا اور ان پر سختی کی اور ان کے (اس لشکر کے ساتھ) جانے کو ضروری قرار دیا۔ چنانچہ ایک بھی انسان لشکر سے پیچھے نہ رہا اور حضرت ابو بکرؓ حضرت اسامہؓ اور مسلمانوں کو رخصت کرنے کے لئے نکلے۔ اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی اور ان میں ایک ہزار گھوڑے تھے جب حضرت اسامہؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنی سواری پر جُرف سے سوار ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ تھوڑی دیر حضرت اسامہؓ کے ساتھ چلے پھر (مسافر کو رخصت کرنے کی دُعا پڑھی)

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکَ

اور فرمایا (اس سفر میں جانے کا) تمہیں حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ تم حضورؐ کے ارشاد کی وجہ سے جاؤ۔ نہ میں نے تم کو اس کا حکم دیا ہے اور نہ میں تمہیں اس سے روک سکتا ہوں حضورؐ جس کام کا حکم دے گئے تھے میں تو وہ کام پورا کروا رہا ہوں۔ پھر حضرت اسامہؓ تیزی سے روانہ ہوئے اور ان کا ایسے علاقوں سے گزر ہوا جو پرسکون تھے اور وہاں کے لوگ مرتد نہیں ہوئے تھے جیسے قضاعہ کے جُہینہ وغیرہ قبیلے۔ جب حضرت اسامہؓ وادی قُریٰ پہنچے تو انہوں نے بنو عذرہ کے حُریث نامی آدمی کو اپنا جاسوس بنا کر آگے بھیجا جو اپنی سواری پر سوار ہو کر حضرت اسامہؓ سے پہلے روانہ ہوا اور چلتے چلتے (مطلوبہ شہر) اُبنیٰ تک پہنچ گیا۔ اس نے وہاں کے حالات کو غور سے دیکھا اور لشکر کے لئے) مناسب راستہ تلاش کیا۔ پھر وہ تیزی سے واپس لوٹا اور اُبنیٰ سے دو راتوں کی مسافت پہلے وہ حضرت اسامہؓ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے انہیں بتایا کہ لوگ بالکل غافل ہیں (انہیں مسلمانوں کے لشکر کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہے) اور ان کا لشکر بھی جمع نہیں ہوا اور انہیں مشورہ دیا کہ اب (لشکر کو لے کر) تیزی سے چلیں تاکہ ان کے لشکروں کے جمع ہونے سے پہلے ہی ان پر اچانک حملہ کیا جا سکے۔ [1]

حضرت حسن بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انتقال سے پہلے اہل مدینہ اور اس کے اطراف سے ایک لشکر تیار فرمایا جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس لشکر کا امیر بنایا ان حضرات نے ابھی خندق بھی پار نہیں کی تھی کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسامہؓ لوگوں کو لے کر ٹھہر گئے اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے پاس واپس جائیں اور ان سے (ہمارے لئے واپس آنے کی) اجازت لیں کہ وہ مجھے اجازت دیں تو سب لوگ مدینہ واپس چلے جائیں کیونکہ میرے ساتھ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ لشکر میں ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں مشرکین خلیفہ رسول اللہ پر اور حضورؐ کے گھر والوں اور مسلمانوں کے گھر والوں پر اچانک حملہ نہ کر دیں اور انصار نے کہا اگر حضرت ابوبکرؓ ہمارے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۳۰) من طریق الزہری عن عروۃ کذا فی مختصر ابن عساکر وقد ذکرہ فی کنز العمال (ج ۵ ص ۳۱۲) عن ابن عساکر من طریق الواقدی عن اسامۃ رضی اللہ عنہ و اشار الیہ الحافظ فی فتح الباری (ج ۸ ص ۱۰۷)

جانے کا ہی فیصلہ کریں تو ان کو ہماری طرف سے یہ پیغام دیکر مطالبہ کریں کہ وہ ہمارا امیر ایسے آدمی کو بنا دیں جو عمر میں حضرت اسامہؓ سے بڑا ہو۔ چنانچہ حضرت عمر حضرت اسامہؓ کا یہ پیغام لے کر گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو جا کر حضرت اسامہؓ کی ساری بات بتا دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیئے مجھے اُچک لیں (مجھے مدینہ سے اٹھا کر لے جائیں یا مجھے پھاڑ ڈالیں) تو بھی میں حضورؐ کے فیصلہ کو واپس نہیں لے سکتا ہوں۔ پھر حضرت عمر نے کہا مجھے انصار نے کہا تھا کہ میں آپ کو ان کا یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کا امیر ایسے آدمی کو بنا دیں جو عمر میں حضرت اسامہؓ سے بڑا ہو۔ حضرت ابوبکرؓ بیٹھے ہوئے تھے یہ سُن کر ایک دم جھپٹے اور حضرت عمر کی داڑھی پکڑ کر کہا اے ابن الخطاب! تیری ماں تجھے گم کرے (یعنی تم مر جاؤ) حضورؐ نے تو ان کو امیر بنایا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں ان کو امارت سے ہٹا دوں۔ حضرت عمر وہاں سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیا کر آئے؟ حضرت عمر نے کہا چلو اپنا سفر شروع کرو۔ تمہاری مائیں تمہیں گم کریں آج تو مجھے تمہاری وجہ سے خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے بہت کچھ برداشت کرنا پڑا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ خود ان لوگوں کے پاس آئے۔ اور ان لوگوں کو خوب ہمت دلائی اور ان کو اس طرح رخصت کیا کہ حضرت ابوبکرؓ خود پیدل چل رہے تھے اور حضرت اسامہؓ سوار تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کی سواری کی لگام پکڑ کر چل رہے تھے حضرت اسامہؓ نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اُتر کر پیدل چلتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اللہ کی قسم! نہ تم اُترو گے اور اللہ کی قسم! نہ میں سوار ہوں گا۔ اس میں کیا حرج ہے کہ میں تھوڑی دیر اپنے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود کر لوں کیونکہ غازی جو قدم بھی اُٹھاتا ہے اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند کئے جاتے ہیں اور اس کے سات سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ ان کو رخصت کر کے واپس آنے لگے تو انہوں نے حضرت اسامہؓ سے کہا اگر آپ مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو میری مدد کے لئے یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے حضرت عمر کو مدینہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہ جانے کی اجازت دیدی۔[1]

[1] اخرجہ ابن عساکر ایضاً کذا فی مختصر ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۱۷) و کنز العمال (ج ۵ ص ۱۴۲) و ذکرہ فی البدایہ (ج ۶ ص ۳۰۵) عن سیف عن الحسن مختصراً

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صحابہؓ (حضرت ابوبکرؓ کی) بیعت سے فارغ ہو گئے اور سب پوری طرح مطمئن ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اُسامہؓ کو فرمایا تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا تم وہاں چلے جاؤ۔ کچھ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو کی اور کہا آپ حضرت اسامہؓ اور ان کے لشکر کو روک لیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ حضورؐ کی وفات کا سُن کر تمام عرب ہم پر ٹوٹ پڑیں گے حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہؓ میں معاملات کے اعتبار سے سب سے زیادہ سمجھدار اور مضبوط تھے۔ انہوں نے کہا کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بھیجا تھا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہو گی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا تھا۔ اے اُسامہؓ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کر لڑنے کا حضورؐ نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جا کر اہلِ مؤتہ سے لڑو۔ تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ ان کیلئے کافی ہیں لیکن اگر تم مناسب سمجھو تو حضرت عمرؓ کو یہاں رہنے کی اجازت دے دو۔ میں ان سے مشورہ لیتا رہوں گا اور مدد لیتا رہوں گا کیونکہ ان کی رائے بڑی عمدہ ہوتی ہے اور وہ اسلام کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ چنانچہ حضرت اُسامہؓ نے اجازت دیدی اور اکثر عرب اور اکثر اہلِ مشرق اور قبیلہ غَطفان والے اور قبیلہ بنو اَسد والے اور اکثر قبیلہ اَشجَع والے اپنے دین کو چھوڑ گئے۔ البتہ قبیلہ بَنُو طَےُ اسلام کو تھامے رہے اور اکثر صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا حضرت اُسامہؓ اور ان کے لشکر کو روک لو۔ قبیلہ غُطفان اور باقی عرب کے جو لوگ مرتد ہو گئے ہیں ان کو ان کے فتنہ کو ختم کرنے کے لئے بھیج دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اُسامہؓ اور ان کے لشکر کو روکنے سے انکار کر دیا اور صحابہ سے کہا تم جانتے ہو کہ حضورؐ کے زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ جن اُمور میں نہ تو حضورؐ کی سُنّت ہمیں معلوم ہو اور نہ ان کے بارے میں قرآن میں کوئی صاف حکم آیا ہو تو ان اُمور کے بارے میں ہم لوگ مشورہ کیا کرتے تھے۔ تم لوگوں نے اپنا مشورہ دیدیا اب میں تمہیں اپنا مشورہ دیتا ہوں۔ جو تمہیں زیادہ بہتر نظر آئے اسے تم لوگ اختیار کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہرگز گمراہی پر اکٹھا نہیں ہونے دیں گے اس ذات کی قسم جس کے

قبضہ میں میری جان ہے. میرے خیال میں سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ حضورؐ کو جو آدمی زکوٰۃ میں جانوروں کے ساتھ رسّی دیا کرتا تھا اب وہ (جانور تو دے لیکن) رسّی نہ دے تو بھی اس کے ساتھ جہاد کیا جائے. تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو قبول کر لیا اور سب نے دیکھ لیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے ان کی رائے سے بہتر ہے. چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اسامہؓ بن زید کو وہاں بھیجا جہاں جانے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا اس غزوے کے بارے میں حضرت ابوبکر نے بالکل صحیح فیصلہ کیا تھا. اللہ تعالیٰ نے حضرت اسامہؓ اور ان کے لشکر کو خوب مال غنیمت دیا اور انہیں صحیح سالم اس غزوہ سے واپس فرمایا. جب حضرت اسامہؓ روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ (مرتدین کے مقابلہ کے لیے) مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو لے کر چلے. سارے دیہاتی عرب اپنے بال بچوں کو لے کر بھاگ گئے. جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ دیہاتی عرب اپنے بال بچوں کو لے کر بھاگ گئے تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بات کی اور کہا کہ اب آپ مدینہ بچوں اور عورتوں کے پاس واپس چلیں اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو لشکر کا امیر بنا دیں اور اپنی ذمہ داری اس کے سپرد کر دیں. مسلمان حضرت ابوبکرؓ کو کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ مدینہ واپسی کے لیے تیار ہو گئے اور لشکر کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا اور ان سے فرمایا کہ عرب کے لوگ جب مسلمان ہو جائیں اور زکوٰۃ دینے لگ جائیں پھر تم میں سے جو واپس آنا چاہے وہ واپس آجائے. اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مدینہ واپس ہو گئے. [1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئی اور انصار نے جس امر خلافت کے بارے میں اختلاف کیا تھا وہ سب اس پر متفق ہو گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر (کی روانگی) کا کام مکمل ہو جانا چاہیئے. عرب کے لوگ مُرتد ہو گئے کوئی سارا قبیلہ مُرتد ہو گیا کسی قبیلے کے کچھ لوگ مُرتد ہو گئے اور نِفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیت اور نصرانیت سر اٹھا کر دیکھنے لگی اور چونکہ مسلمانوں کے نبی کا ابھی انتقال ہوا تھا اور ان کی تعداد کم تھی اور ان کے دشمن کی تعداد زیادہ تھی اس

---

[1] اخرجه ابن عساكر ايضا كذا فى مختصر ابن عساكر (ج ١ ص ١١٨) وذكره فى الكنز (ج ٥ ص ٣١٤)

وجہ سے مسلمانوں کی حالت اس بکری جیسی تھی جو کہ سردی کی رات میں بارش میں بھیگ گئی ہو۔ تو لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ لے دے کر بس یہی مسلمان ہیں اور جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپ کی اطاعت چھوڑ دی ہے اس لئے آپ کے لئے مناسب نہیں ہے کہ مسلمانوں کی اس جماعت (لشکر اسامہؓ) کو اپنے سے جدا کر کے بھیج دیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہؓ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا اور آبادی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا۔[1] حضرت قاسم اور حضرت عَمرۃَ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصال ہوا تو سارے ہی عرب مرتد ہو گئے اور نفاق سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اللہ کی قسم میرے والد پر (اس وقت) ایسی مصیبت پڑی تھی کہ اگر وہ مضبوط پہاڑوں پر پڑتی تو وہ ان کو بھی پاش پاش کر دیتی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ بکری جو رات کے اندھیرے میں بارش میں بھیگ رہی ہو اور درندوں سے بھرے ہوئے علاقہ میں حیران و پریشان ہو۔ اللہ کی قسم! (اس موقع پر) جس بات میں بھی صحابہؓ کا اختلاف ہوتا میرے والد اس کے بگاڑ کو ختم کرتے اور اس کی لگام کو تھام کر مناسب فیصلہ کر دیتے (جس سے سارا اختلاف ختم ہو جاتا۔)[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اگر (حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد) حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت (دنیا میں) نہ ہوتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے دوبارہ یہ بات فرمائی اور پھر تیسری مرتبہ فرمائی تو لوگوں نے ان سے کہا اے ابو ہریرہ (ایسی بات کہنے سے) آپ رک جائیں۔ انہوں نے فرمایا (میں یہ بات اس وجہ سے کہہ رہا ہوں) کہ حضور صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے سات سو آدمیوں کا لشکر

---

[1] وقد ذکرہ فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۰۴) عن سیف بن عمر عن ہشام بن عروۃ قال ابن کثیر وقد روی ہذا عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ [2] وقد اخرجہ الطبرانی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا بنحوہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۵۰) رواہ الطبرانی من طرق ورجال احدہا ثقات

دے کر حضرت اُسامہؓ کو ملک شام روانہ فرمایا (مشہور روایت تین ہزار کی ہے اس لیئے بظاہر یہ سات سو کا لشکر قریش میں سے ہوگا) جب حضرت اُسامہؓ ذی خُشُب مقام پر (مدینہ سے باہر) پہنچے تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصال ہوگیا اور مدینہ کے اطراف کے عرب مُرتد ہوگئے تو حضورؐ کے صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس جمع ہو کر کہا اے ابوبکر! اس لشکر کو واپس بلالیں آپ ان کو روم بھیج رہے ہیں حالانکہ مدینہ کے اردگرد کے عرب مُرتد ہو رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! اگر کتے حضورؐ کی ازواجِ مُطہّرات کی ٹانگوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جسے حضورؐ نے روانہ فرمایا ہے اور میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا ہوں جسے حضورؐ نے باندھا ہے۔
چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت اُسامہؓ کا لشکر روانہ فرمایا (اور اسے واپس نہ بلایا) جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لشکر جس قبیلہ کے پاس سے گزرتا جن کا مرتد ہونے کا ارادہ ہوتا وہ قبیلہ والے کہتے اگر مسلمانوں کی (بڑی) قوت نہ ہوتی تو اُن کے پاس سے اتنا بڑا لشکر نکل کر نہ آتا۔ ابھی ہم ان مسلمانوں کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کو رومیوں سے لڑنے دو (پھر دیکھیں گے) چنانچہ اس لشکر نے رومیوں سے لڑائی کی اور ان کو شکست دی اور انہیں قتل کیا اور صحیح سالم واپس آگیا اور یوں (راستہ کے) تمام عرب قبیلے اسلام پر جمے رہے [1]

حضرت سَیف روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے شام روانہ ہونے کے بعد بیمار ہوگئے اور چند ماہ کے بعد اسی بیماری میں ان کا اِنتقال ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کا وقت قریب آچکا تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت طے کر چکے تھے کہ اتنے میں (ملکِ شام سے) حضرت مُثنّیٰ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو تمام حالات بتلائے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا عمر کو میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۰۵) واخرجہ ایضاً الصابونی فی المأتین کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۲۹) وابن عساکر کما فی المختصر (ج ۱ ص ۱۲۴) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ بنحوہ قال ابن کثیر عباد بن کثیر ای فی اسنادہ ھذا اظنہ البرمکی لروایۃ الفریابی عنہ وہو متقارب الحدیث فاما البصری الثقفی فمتروک الحدیث انتہی وقال فی کنز العمال وسندہ ای حدیث ابی ہریرۃ حسن انتہی۔

حضرت عمرؓ آگئے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے عمر! جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو اور پھر اس پر عمل کرو۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ میں آج انتقال کر جاؤں گا اور یہ پیر کا دن تھا اگر میں ابھی مر جاؤں تو شام سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنیٰؓ کے ساتھ (ملکِ شام) جانے کے لیے ترغیب دیکر تیار کر لینا اور اگر میں رات تک زندہ رہوں اور رات کو میرا انتقال ہو تو صبح ہونے سے پہلے پہلے لوگوں کو حضرت مثنیٰؓ کے ساتھ (ملکِ شام) جانے کے لیے ترغیب دے کر تیار کر لینا اور کوئی بھی مصیبت چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو تمہیں تمہارے دینی کام سے اور تمہارے رَبّ کی وصیّت سے روک نہ سکے تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں نے حضورؐ کے انتقال کے موقع پر کیا کیا تھا؟ حالانکہ اتنی بڑی مصیبت انسانوں پر کبھی نہیں آئی تھی۔ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی بات سے ذرا بھی پیچھے ہٹ جاتا تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد چھوڑ دیتے اور ہمیں سزا دیتے اور سارا مدینہ آگ میں جل جاتا [1]

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا مُرتَدّین اور مَانِعِین زکوٰۃ سے جنگ کا اِہتمام کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصال ہوا تو مدینہ میں نِفاق سر اٹھا کر دیکھنے لگا اور عرب کے لوگ مُرتد ہونے لگے اور عجم کے لوگ ڈرانے دھمکانے لگے اور انہوں نے آپس میں نِہاوند میں جمع ہونے کا معاہدہ کر لیا اور یہ کہا کہ یہ آدمی مر گیا ہے جس کی وجہ سے عربوں کی مدد ہو رہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مُہاجرین اور انصار کو جمع کر کے فرمایا عربوں نے زکوٰۃ کی بکریاں اور اونٹ روک لیے ہیں اور اپنے دین سے منہ موڑ گئے ہیں ان عجم والوں نے تم سے جنگ کرنے کے لئے نِہاوند میں اکٹھا ہونا آپس میں طے کر لیا ہے اور وہ یوں سمجھتے ہیں کہ جس ذات اقدس کی وجہ سے تمہاری مدد کی جا رہی تھی وہ دُنیا سے رخصت ہو گئی۔ اب آپ لوگ مجھے مشورہ دیں (کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے) کیونکہ میں بھی تم میں کا ایک آدمی ہوں اور اس

---

[1] اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۴ ص ۴۴)

آزمائش کا تم سب سے زیادہ بوجھ مجھ پر ہے۔ چنانچہ وہ حضرات بہت دیر تک گردن جھکا کر سوچتے رہے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بولے کہ اللہ کی قسم! اے خلیفہ رسول اللہ! میرا خیال یہ ہے کہ آپ عربوں سے نماز قبول کر لیں اور زکوٰۃ کو ان پر چھوڑ دیں۔ کیونکہ وہ ابھی ابھی جاہلیت چھوڑ کر آئے ہیں۔ اسلام نے ان کو ابھی پوری طرح تیار نہیں کیا (ان کی دینی تربیت کا پورا موقع نہیں مل سکا) پھر یا تو اللہ تعالیٰ انہیں خیر کی طرف واپس لے آئیں گے، یا اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت عطا فرمائیں گے تو ہم میں ان سے لڑنے کی طاقت پیدا ہو جائے گی۔ ان بقیہ مہاجرین اور انصار میں تمام عرب اور عجم سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف التفات فرمایا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ حضرات مہاجرین نے بھی ایسی ہی رائے دی پھر حضرت ابوبکر نے حضرات انصار کی طرف التفات فرمایا انہوں نے بھی یہی رائے دی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا اَمّا بعد! جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا تو اس وقت حق بہت کم اور بے سہارا تھا اور اسلام بالکل اجنبی اور ٹھکرایا ہوا تھا۔ اس کی رسّی کمزور ہو چکی تھی، اس کے ماننے والے بہت کم تھے۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے ذریعہ سے جمع فرمایا اور ان کو باقی رہنے والی سب سے افضل اُمّت بنایا۔ اللہ کی قسم! میں اللہ کی بات کو لے کر کھڑا رہوں گا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرما دے اور اپنے عہد کو ہمارے لیے وفا فرما دے۔ چنانچہ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید ہو کر جنت میں جائے گا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا خلیفہ بن کر اور اللہ کی عبادت کا وارث بن کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ

ترجمہ: وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے، جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں، جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو!" اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے وہ رسّی دینے سے انکار کر دیں جسے وہ حضورؐ کو دیا کرتے

تھے اور پھر درخت اور پتھر اور تمام انسان اور جنات ان کے ساتھ مل کر مقابلہ پر آ جائیں تو بھی میں ان سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ میری روح اللہ سے جا ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے نہیں کیا کہ پہلے نماز اور زکوٰۃ کو الگ الگ کر دیا ہو پھر ان دونوں کو اکٹھا کر دیا ہو۔ (لہٰذا میں یہ کیسے کر سکتا ہوں کہ عرب کے لوگ صرف نماز پڑھیں اور زکوٰۃ نہ دیں اور میں انہیں کچھ نہ کہوں) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے دل میں ان (مانعینِ زکوٰۃ) سے جنگ کرنے کا پختہ عزم پیدا فرما دیا ہے تو اب مجھے بھی یقین ہو گیا ہے کہ یہی حق ہے [1]۔

حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد) جب ارتداد پھیلنے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور پھر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہدایت دی اور وہی کافی ہو گیا۔ (کسی اور سے ہدایت لینے کی ضرورت نہیں) اور جس نے اتنا دیا کہ کسی سے لینے کی ضرورت نہ رہی غنی بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں مبعوث فرمایا تھا کہ (اللہ والا) علم بے سہارا تھا اور اسلام اجنبی اور ٹھکرایا ہوا تھا، اس کی رسی کمزور ہو چکی تھی اور اسلام کا زمانہ پرانا ہو چکا تھا (اب اس کا نام لینے والا کوئی نہ رہا تھا) اور اسلام والے اسلام سے بھٹک چکے تھے اور اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب پر ناراض تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو بھی خیر دی تھی وہ ان کی کسی خوبی کی وجہ سے نہیں دی تھی اور چونکہ ان کے پاس (برائیاں ہی برائیاں) اور شر ہی شر تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے برے حالات کو نہیں ہٹایا تھا اور انہوں نے اللہ کی کتاب کو بدل دیا تھا اور اس میں بہت سی باہر کی باتیں شامل کر دی تھیں اور اَن پڑھ عرب اللہ سے بالکل بے تعلق تھے۔ نہ وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور نہ اس سے دعا کرتے تھے وہ سب سے زیادہ تنگ معیشت والے تھے اور ان کا دین سب سے زیادہ گمراہی والا تھا۔ وہ سخت اور بیکار زمین کے رہنے والے تھے (یہ حالات تھے اور) حضور کے ساتھ صحابہؓ کی ایک جماعت تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی برکت

---

[1] اخرجہ الخطیب فی رواۃ مالک کذا فی کنز العمال (ج ۳ ص ۱۴۲)

سے جمع فرما دیا اللہ ان کو سب سے افضل امت بنا دیا اور ان کا اتباع کرنے والوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اور دوسروں پر ان کو غالب فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں بلا لیا اور اب ان عربوں پر شیطان اسی جگہ سوار ہونا چاہتا ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اسے اتارا تھا وہ ان کے ہاتھ پکڑ کر انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے اور یہ آیت پڑھی ۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئْنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

ترجمہ: " اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں، ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول۔ پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا، تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں، اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں، تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو۔" تمہارے آس پاس کے عربوں نے زکوٰۃ کی بکریاں اور اونٹ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ آج اپنے پہلے دین کی طرف واپس چلے گئے ہیں لیکن پہلے بھی ان کا اپنے دین کی طرف میلان اتنا ہی تھا جتنا کہ آج ہے اور آج اگرچہ تم اپنے نبی کی برکتوں سے محروم ہو چکے ہو لیکن تم اپنے دین پر اتنا ہی پختہ ہو جتنا کہ تم (ان کی موجودگی میں) پختہ تھے (پہلے کوئی آج سے زیادہ پختہ نہیں تھے اور اگرچہ تمہارے نبی چلے گئے لیکن) وہ تمہیں اس اللہ کے حوالے کر کے گئے ہیں جو ہر طرح کفایت فرمانے والے ہیں اور وہ سب سے پہلے تھے جنہوں نے حضورؐ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو حضورؐ کو (شریعت کا) راستہ دکھایا اور جنہوں نے حضورؐ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے اس نے تمہیں اس (میں گرنے) سے بچا لیا۔ اللہ کی قسم! میں اللہ کے لئے لڑوں گا اور اس لڑنے کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کر دے اللہ ہم سے اپنے عہد کو وفا کردے۔ ہم میں سے جو مارا جائے گا وہ شہید اور جنتی ہوگا اور ہم میں سے جو باقی رہے گا وہ اللہ کا خلیفہ بن کر اس کی زمین میں اس کا وارث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو مضبوط فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف نہیں ہو سکتا اور ان کا فرمان یہ ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

یہ فرماکر منبر سے نیچے اتر آئے۔ ۱؎

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عرب کے لوگ مرتد ہوگئے اور تمام مہاجرین کی ایک ہی رائے تھی اور میں بھی اس رائے میں ان کے ساتھ تھا (کہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ نہ کی جائے) تو ہم نے عرض کیا یا خلیفۂ رسول اللہ! آپ لوگوں کو چھوڑ دیں کہ وہ نماز پڑھتے رہیں اور زکوٰۃ نہ دیں (آپ ان سے جنگ نہ کریں) کیونکہ جب ایمان ان کے دلوں میں داخل ہو جائے گا تو وہ زکوٰۃ کا بھی اقرار کرلیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس چیز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی ہے میں اسے چھوڑ دوں اس سے زیادہ مجھے یہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے (زمین پر) گر پڑوں۔ لہٰذا میں تو اس چیز پر ضرور جنگ کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے (زکوٰۃ نہ دینے پر) عربوں سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ پورے اسلام کی طرف واپس آگئے۔ حضرت عمر نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابوبکر کا یہ ایک دن خاندان عمر (کی زندگی بھر کے اعمال سے بہتر ہے۔ ۲؎

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو عرب کے بہت سے لوگ مرتد ہوگئے اور کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ میں نے حضرت ابوبکر کی خدمت میں آکر عرض کیا یا خلیفۂ رسول اللہ! آپ لوگوں کے ساتھ تالیف کا معاملہ کریں اور ان کے ساتھ نرمی برتیں کیونکہ یہ لوگ وحشی جانوروں کی طرح سے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا مجھے تو امید تھی کہ تم میری مدد کروگے لیکن تم تو میری مدد چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو تم جاہلیت میں تو بڑے زوردار تھے اسلام میں بڑے بودے اور کمزور ہوگئے ہو۔ مجھے کس چیز کا ڈر ہے کہ میں من گھڑت اشعار اور گھڑے ہوئے جادو کے ذریعے سے ان (منکرین زکوٰۃ) کی تالیف کروں؟ افسوس صد افسوس۔ حضورؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اللہ کی قسم! جب تک میرے ہاتھ میں

۱؎ اخرجہ ابن عساکر قال ابن کثیر فیہ انقطاع بین صالح بن کیسان والصدیق لکنہ لیشھد لنفسہ بالصحۃ لجزالۃ الفاظہ وکثرۃ مالہ من الشواہد کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۲) وقد ذکرہ فی البدایۃ (ج ۶ ص ۳۱۱) عن ابن عساکر بنحوہ

۲؎ اخرجہ العدنی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۱)

تلوار پکڑنے کی طاقت ہے میں ان سے ایک رسی کے روکنے پر بھی ضرور جہاد کروں گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو اپنے سے زیادہ قوتِ نفاذ والا اپنے سے زیادہ پختہ عزم والا پایا اور انہوں نے لوگوں کو کام کرنے کے ایسے بہترین طریقے بتلائے اور ان کو اس طرح ادب سکھایا کہ جب میں خلیفہ بنا تو لوگوں کے بہت سے دشوار کام مجھ پر آسان ہوگئے [1]

حضرت ضَبّہ بن مِحْصَن عَنَزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں؟ یہ سن کر حضرت عمر رو پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! ابوبکر کی ایک رات اور ان کا ایک دن عمر اور عمر کے خاندان (کی زندگی بھر کے اعمال) سے بہتر ہے کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ان کی وہ رات اور ان کا وہ دن بتا دوں؟ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! ضرور۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کی رات تو وہ ہے جس رات حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکہ والوں سے بھاگ کر نکلے تھے اور حضرت ابوبکر حضورؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ آگے وہ حدیث ذکر کی جو ہجرت کے باب میں صفحہ ۴۳۶ پر گزر چکی۔ پھر فرمایا اور ان کا دن وہ ہے جس دن حضورؐ کا وصال ہوا اور عرب کے لوگ مرتد ہوگئے ان میں سے کچھ کہنے لگے ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں دیں گے اور کچھ کہنے لگے ہم نہ نماز پڑھیں گے اور نہ زکوٰۃ دیں گے۔ چنانچہ میں حضرت ابوبکر کی خدمت میں آیا اور میرے جذبہ خیر خواہی میں کچھ کمی نہ تھی اور میں نے کہا اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ لوگوں کے ساتھ تالیف کا معاملہ کریں۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا [2]

حضرت ابوہُریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور بہت سے عرب کافر ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر! آپ لوگوں سے کیسے جنگ کرتے ہیں جب کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہہ لیں۔ چنانچہ جو بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لے گا وہ مجھ سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کرلے گا ہاں اسلام کے حقوق واجبہ اس کے مال اور جان سے لیے

---

[1] عند الاسماعیلی کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۰) [2] اخرجہ الدینوری فی المجالسۃ وابوالحسن بن بشران فی فوائدہ والبیہقی فی الدلائل واللالکائی فی السنۃ کما فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۳۴۸)

جائیں گے۔ اور اس کا حساب اللہ کے حوالہ ہوگا۔ (کہ وہ دل سے مسلمان ہوا تھا یا نہیں یہ اللہ کو معلوم ہے وہی اس کے ساتھ اس کے مطابق معاملہ فرمائیں گے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ جو آدمی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے کہ نماز جان کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسّی حضورؐ کو تو دیا کرتے تھے اور اب مجھے نہیں دیں گے تو میں اس رسّی کی وجہ سے بھی ان سے جنگ کروں گا (دین میں ایک رسّی کے برابر کمی بھی نہیں برداشت کر سکتا ہوں) حضرت عمر فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ان کے یہ کہتے ہی مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ نے (مانعین زکوٰۃ سے) جنگ کرنے کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ کا پوری طرح شرح صدر فرما رکھا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی سمجھ آگیا کہ یہ (جنگ کرنا) ہی حق ہے [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اللہ کے راستہ میں لشکروں کے بھیجنے کا اہتمام کرنا اور ان کا جہاد کے بارے میں ترغیب دینا اور روم سے جہاد کے بارے میں ان کا صحابہؓ سے مشورہ فرمانا۔

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لمبی حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ تو اللہ کی حمد بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہر کام کے لیے کچھ اُصول و قواعد ہوا کرتے ہیں جو ان کی پابندی کرے گا اس کے لیے یہ اُصول و قواعد کافی ہوں گے اور جو اللہ عزّ وجلّ کے لیے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح کفایت فرمائیں گے۔ تم پوری طرح محنت کرو اور اعتدال سے چلو کیونکہ اعتدال سے چلنا انسان کو مقصود تک جلدی پہنچا دیتا ہے۔ ذرا غور سے سنو! جس کے پاس ایمان نہیں ہے اس کے پاس دین نہیں ہے اور جس کی نیت ثواب کی نہیں اس کیلئے (اللہ کی طرف سے) کوئی اجر نہیں ہے اور جس کی نیت (صحیح) نہیں اس کے عمل کا کوئی اعتبار نہیں۔ غور سے سنو! اللہ کی کتاب میں جہاد فی سبیل اللہ کا اتنا ثواب بتایا گیا ہے کہ اتنے ثواب کے لئے تو ہر مسلمان کے دل میں جہاد

[1] عند الامام احمد والشیخین واخرجہ ایضا الاربعۃ الا ابن ماجہ وابن حبان والبیہقی کما فی الکنز (ج ۳ ص ۳۰۱)

کے لئے وقف ہو جانے کی تمنا ہونی چاہیئے۔ جہاد ہی وہ تجارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتائی ہے اور جس کے ذریعہ اللہ نے (مسلمانوں کو) رسوائی سے نجات عطا فرمائی ہے اور جس کے ساتھ اللہ نے دنیا و آخرت کے شرف کو جوڑا ہے [۱]

حضرت ابن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ جب جنگِ یمامہ سے فارغ ہو گئے اور ابھی وہ یمامہ ہی میں تھے تو ان کو حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے یہ خط لکھا:

" یہ خط اللہ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ابوبکرؓ کی طرف سے خالد بن ولید اور ان کے ساتھ جتنے مہاجرین اور انصار اور تابعی حضرات ہیں ان سب کے نام ہے۔ سلامٌ علیکم۔ میں آپ لوگوں کے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں اَمّا بعد! تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے دوست کو عزت دی اور اپنے دشمن کو ذلیل کیا اور اکیلا تمام لشکروں پر غالب آگیا جس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی نے (قرآن میں) یہ فرمایا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ آگے ساری آیت لکھی۔

ترجمہ: " وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں انہوں نے نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے"۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا وعدہ ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ج

ترجمہ: " فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بُری لگتی ہے تم کو۔" اور آیات بھی لکھیں

---

[۱] اخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۳۲) کذا فی المختصر و ذکرہ فی الکنز (ج ۸ ص ۲۰۷) مثلہ و اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۴ ص ۳۰) عن القاسم بن محمد بمثلہ

تم وہ محنت اور اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لیئے اپنے وعدے کو پورا فرما دے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر جو جہاد فرض کیا ہے اس میں تم اس کی اطاعت کرو۔ چاہے اس کے لیئے تمہیں بڑی مشقت اٹھانی پڑے اور بڑی مصیبت بدرجہ کمال سہنی پڑے اور دور دراز کے سفر کرنے پڑیں اور مال اور جان کے نقصان کی تکلیف اٹھانی پڑے کیونکہ اللہ کی طرف سے ملنے والے اجرِ عظیم کے مقابلے میں یہ تمام مشقتیں اور تکلیفیں کچھ بھی نہیں ہیں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تم ہلکے ہو یا بھاری۔ ہر حال میں اللہ کے راستہ میں نکلو اور اپنے مال اور جان کو لے کر جہاد کرو اس مضمون کی ساری آیت لکھی۔ سن لو میں نے خالد بن ولید کو عراق جانے کا حکم دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ جب تک میں نہ کہوں وہ عراق سے کہیں اور نہ جائیں تم سب بھی ان کے ساتھ عراق جاؤ اور اس میں سستی بالکل نہ کرو۔ کیونکہ اس راستہ میں جو بھی اچھی نیت سے اور پورے ذوق شوق سے چلے گا اللہ تعالیٰ اسے بڑا اجر عطا فرمائیں گے جب تم عراق پہنچ جاؤ تو میرے حکم کے آنے تک تم سب بھی وہیں رہنا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری تمام دنیاوی اور اخروی مہمات کی ہر طرح کفایت فرمائے والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور بدر میں شریک ہونے والے اور شریک نہ ہونے والے بڑے بڑے مہاجر اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلایا وہ سب حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی ان میں تھا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے تمام اعمال اس کی نعمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں لہٰذا تمام تعریفیں اسی کے لیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کلمہ کو جمع فرما دیا اور تمہارے اندر اتفاق پیدا کر دیا اور تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور شیطان کو تم سے دُور فرما دیا۔ اب شیطان کو نہ تو اس بات کی امید ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو گے اور نہ اس بات کی

---

[1] اخرجہ البیہقی فی سننہ (ج ۹ ص ۱۷۹) انتہیٰ

امید ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی اور کو معبود بناؤ گے۔ چنانچہ آج تمام عرب ایک ماں باپ کی اولاد کی طرح ہیں۔ میرا یہ خیال ہو رہا ہے کہ میں مسلمانوں کو رومیوں سے لڑنے کیلئے شام بھیج دوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی تائید فرمائے اور اپنے کلمہ کو بلند فرمائے اور اس میں مسلمانوں کو بہت بڑا حصّہ (شہادت کا اور اجر و ثواب کا) ملے گا۔ کیونکہ ان میں سے جو اس لڑائی میں مارا جائے گا وہ شہید ہو کر مرے گا اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہتر ہے اور جو زندہ رہے گا وہ دین کا دفاع کرتے ہوئے زندگی گزارے گا۔ اور اسے اللہ کی طرف سے مجاہدین کا ثواب ملے گا۔ یہ تو میری رائے ہے۔ اب آپ میں سے ہر آدمی اپنی رائے بتلائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہیں کسی خیر کے ساتھ خصوصیت سے نواز دیں۔ اللہ کی قسم! جب بھی کسی نیکی کے کام میں ہم نے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی آپ ہم سے ہمیشہ اس نیکی میں بڑھ گئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتے ہیں اسے عطا فرماتے ہیں اور اللہ بڑے فضل والے ہیں۔ میرے دل میں بھی یہی خیال آیا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ میں آپ سے ملاقات کر کے آپ سے اس کا ذکر کروں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہی مقدّر فرما رکھا تھا کہ آپ ہی اس کا پہلے ذکر کریں۔ آپ کی رائے بالکل ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ رُشد و ہدایت کے راستہ پر چلائے۔ آپ گھوڑے سواروں کی جماعتیں آگے پیچھے مسلسل بھیجیں اور پیدل دستوں کو بھی مسلسل بھیجیں غرضیکہ لشکر کے پیچھے لشکر روانہ فرمائیں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی ضرور مدد فرمائیں گے اور اسلام اور اہلِ اسلام کو ضرور عزّت عطا فرمائیں گے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے خلیفۂ رسولِ اللہ! یہ رومی ہیں اور یہ بنو الاَصفر ہیں یہ تیز دھار والے لوہے اور مضبوط ستون کی طرح ہیں میں اسے مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ ہم سب ان میں بے سوچے سمجھے ایک دم گھس جائیں۔ بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ ہم گھوڑے سواروں کی ایک جماعت بھیجیں جو ان کے ملک کے اطراف پر اچانک شب خون ماریں اور پھر آپ کے پاس واپس آجائیں جب وہ اس طرح کئی دفعہ کریں گے تو اس طرح وہ رومیوں کا کافی نقصان بھی کر چکے ہوں گے اور ان کے کنارے کے بہت سے علاقوں پر قبضہ بھی کر لیں گے۔ اس طرح وہ رومی اپنے دشمنوں یعنی مسلمانوں سے تھک ہار کر بیٹھ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ آدمی بھیج کر

یمن کے اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے آخری علاقوں کے مسلمانوں کو اپنے ہاں جمع کریں اس کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس لشکر کو لے کر آپ خود رومیوں پر حملہ آور ہوں یا ان کو کسی کے ساتھ بھیج دیں (اور خود مدینہ میں ٹھہرے رہیں) اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن خاموش ہوگئے، اور باقی لوگ بھی خاموش رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر فرمایا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اس پر حضرت عثمانؓ بن عفان نے کہا میری رائے یہ ہے کہ آپ اس دین اسلام والوں کے بڑے خیر خواہ ہیں اور ان کیلئے بڑے شفیق ہیں۔ جب آپ کو اپنی رائے میں عام مسلمانوں کے لیئے فائدہ نظر آ رہا ہے تو آپ بے کھٹک اس پر پوری طرح عمل کریں کیونکہ آپ کے بارے میں ہم میں سے کسی کو کوئی بدگمانی نہیں ہے اس پر حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ، حضرت سعد، حضرت ابوعبیدہؓ حضرت سعید بن زید اور جو مہاجرین و انصار اس مجلس میں موجود تھے ان سب نے کہا کہ حضرت عثمانؓ درست فرما رہے ہیں۔ جو آپ کی رائے ہے آپ اس پر ضرور عمل کریں کیونکہ ہم نہ تو آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ آپ پر کوئی الزام لگا سکتے ہیں اور اسی طرح کی اور باتیں کہیں۔ ان لوگوں میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے لیکن وہ خاموش تھے انہوں نے ابھی تک کچھ نہیں کہا تھا۔ تو حضرت ابوبکر نے ان سے فرمایا اے ابوالحسن! تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا میری رائے یہ ہے کہ چاہے آپ خود ان کے پاس جائیں چاہے کسی اور کو ان کے پاس بھیج دیں انشاء اللہ کامیابی آپ ہی کو ہوگی۔ آپ کی مدد ضرور ہوگی۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں خیر کی بشارت دے۔ یہ تمہیں کہاں سے پتہ چل گیا (کہ جیتنا تو ہمیں ہی ہے اور ہماری مدد ضرور ہوگی؟) حضرت علی نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دین اپنے دشمنوں پر غالب آکر رہے گا۔ یہاں تک کہ یہ دین مضبوطی سے کھڑا ہو جائے گا اور دین والوں کو غلبہ مل جائے گا۔ حضرت ابوبکر نے تعجب سے فرمایا سبحان اللہ! یہ حدیث کتنی عمدہ ہے۔ تم نے یہ حدیث سنا کر مجھے خوش کر دیا۔ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔ پھر حضرت ابوبکر لوگوں میں بیان کے لیئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مناسب حمد و ثنا بیان کی اور حضورؐ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمتِ اسلام عطا فرمائی اور جہاد کا حکم دے کر تمہیں اعزاز بخشا اور یہ دین دے کر تمہیں تمام دینوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اے اللہ کے بندو! شام میں جا کر رومیوں سے غزوہ کرنے کے لیئے تیار ہو جاؤ۔ میں تمہارے لیے بہت سے امیر مقرر کروں گا اور انہیں الگ الگ جھنڈے باندھ کر دوں گا۔ تم اپنے رب

کی اطاعت کرو اور اپنے امیروں کی مخالفت نہ کرو۔ نیت اور کھانا پینا ٹھیک رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور ہر نیکی کو اچھی طرح کریں (یہ ترغیبی بیان سن کر) لوگ خاموش رہے اور اللہ کی قسم! انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اے مسلمانوں کی جماعت! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگ خلیفۂ رسول اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے ہو؟ حالانکہ انہوں نے تمہیں اس چیز کی دعوت دی ہے جس میں تمہاری زندگی ہے۔ اگر بغیر محنت کے مال غنیمت کے ملنے کی امید ہوتی یا تھوڑا اور آسان سفر ہوتا تو تم جلدی سے قبول کر لیتے (اس موقع پر حضرت عمر نے عَرَضًا قَرِيبًا اَوْ سَفَرًا قَاصِدًا کے الفاظ استعمال کیے جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے لیے استعمال فرمائے ہیں) اس پر حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے ابن الخطاب! کیا تم ہمارے بارے میں منافقوں والی مثالیں استعمال کرتے ہو؟ تم جو ہم پر اعتراض کر رہے ہو کہ ہم نے حضرت ابوبکر کی دعوت کو قبول نہیں کیا؟ تو تم نے ان کی دعوت قبول کرنے میں پہل کیوں نہیں کی؟ حضرت عمر نے کہا کہ حضرت ابوبکر کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اگر یہ مجھے دعوت دیتے تو میں ضرور قبول کر لیتا اور اگر یہ مجھے غزوہ میں بھیجتے تو میں ضرور چلا جاتا حضرت عمرو بن سعید نے کہا اگر ہم غزوہ میں جائیں گے تو تمہاری وجہ سے نہیں جائیں گے ہم تو اللہ کے لیے جائیں گے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق عطا فرمائے تم نے بہت عمدہ بات کہی۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمرو سے فرمایا آپ بیٹھ جائیں اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ تم نے حضرت عمر سے جو الفاظ سُنے ہیں اس سے حضرت عمر کی مراد کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا ڈانٹنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ سست ہو کر زمین سے چمٹے جا رہے ہیں ان میں جہاد کے لیے جانے کا ابھار اور شوق پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ خلیفۂ رسول اللہ ٹھیک کہہ رہے ہیں اے میرے بھائی (عمرو بن سعید) تم بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ وہ بیٹھ گئے۔ پھر حضرت خالد نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار لگے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے وعدہ کو ظاہر اور غالب کرنے والا اور اپنے دشمن کو ہلاک کرنے والا ہے۔ نہ ہم (آپ کی) مخالفت کرنے والے ہیں اور نہ ہمارا آپس

میں کوئی اختلاف ہے۔ آپ بڑے خیر خواہ اور شفیق والی ہیں۔ آپ ہمیں جب نکلنے کو کہیں گے ہم اسی وقت نکل جائیں گے۔ اور جب آپ ہمیں کوئی حکم دیں گے ہم آپ کے اس حکم کو مانیں گے۔ حضرت ابوبکر حضرت خالد کی اس بات سے بڑے خوش ہوئے اور ان سے فرمایا اے بھائی اور دوست! جزاک اللہ خیرا۔ تم اپنے شوق سے مسلمان ہوئے، تم نے ثواب کی نیت سے ہجرت کی، تم اپنا دین لے کر کافروں سے بھاگے تاکہ اللہ اور اس کے رسول راضی ہو جائیں اور ان کا کلمہ بلند ہو جائے اور اب تم ہی لوگوں کے امیر ہو گے۔ اللہ تم پر رحمت نازل کرے۔ تم چلو یہ کہہ کر حضرت ابوبکر (منبر سے) نیچے تشریف لے آئے اور حضرت خالد بن سعید نے واپس آکر (سفر کی) تیاری شروع کر دی۔ حضرت ابوبکر نے حضرت بلال سے کہا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے لوگو! شام میں رومیوں سے جہاد کے لیئے چل پڑو اور لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے امیر حضرت خالد بن سعید ہیں۔ ان کی امارت میں کسی کو شک نہیں تھا اور حضرت خالد سب سے پہلے لشکر گاہ پہنچ گئے۔ پھر روزانہ دس، بیس، تیس، چالیس، پچاس اور سو سو ہو کر لوگ لشکر گاہ میں جمع ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ کافی بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ حضرت ابوبکر چند صحابہؓ کو ساتھ لے کر اس لشکر کے پاس تشریف لائے۔ انہیں وہاں مسلمانوں کی اچھی تعداد نظر آئی لیکن انہوں نے رومیوں سے جنگ کے لیئے اس تعداد کو کافی نہ سمجھا۔ اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا اگر میں مسلمانوں کی اتنی ہی تعداد کو رومیوں سے مقابلہ کے لیئے شام بھیج دوں تو اس بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ حضرت عمر نے کہا میں تو بَنُو الْاَصْفَر رومیوں کے لشکروں کے لیئے اتنی تعداد کو کافی نہیں سمجھتا ہوں حضرت ابوبکر نے دوسرے حضرات سے پوچھا آپ لوگوں کا اس بارے میں کیا خیال ہے ان سب نے کہا حضرت عمر نے جو کہا ہمارا بھی وہی خیال ہے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کیا میں یمن والوں کو خط نہ لکھ دوں جس میں ہم انہیں جہاد کی دعوت دیں اور اس کے ثواب کی ترغیب دیں۔ حضرت ابوبکر کے تمام ساتھیوں نے اسے مناسب سمجھا اور حضرت ابوبکر سے کہا۔ جی ہاں جو آپ کی رائے ہے آپ اس پر ضرور عمل کریں۔ چنانچہ انہوں نے یہ خط لکھا:۔

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب کے لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یمن والوں کے نام خط

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے ان تمام مومنوں اور مسلمانوں کے نام خط ہے جن کے سامنے میرا یہ خط پڑھا جائے۔ سلام علیکم۔ میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اما بعد! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد کو فرض فرمایا اور انہیں ہر حال میں نکلنے کا حکم دیا، چاہے ہلکے ہوں یا بھاری۔ اور اللہ کے راستے میں مال و جان لے کر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ جہاد ایک زبردست فریضۂ خداوندی ہے جس کا ثواب اللہ کے ہاں بہت بڑا ملتا ہے ہم نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ ملک شام میں جا کر رومیوں سے جہاد کریں۔ اس کے لیئے وہ جلدی سے تیار ہو گئے اور اس میں ان کی نیت بڑی عمدہ ہے (کہ وہ اللہ کو راضی کرنے کیلئے جا رہے ہیں) اور (اس سفرِ جہاد میں جا کر) اللہ سے ثواب لینے کی ان کی نیت بہت بڑی ہے تو اے اللہ کے بندو! جیسے یہاں کے مسلمانوں نے جلدی سے تیاری کر لی تم بھی (اس سفرِ جہاد کی) تیاری جلدی سے کر لو لیکن اس سفر میں آپ لوگوں کی نیت ٹھیک ہونی چاہیئے۔ تمہیں دو خوبیوں میں سے ایک خوبی تو ضرور ملے گی۔ یا تو شہادت یا فتح اور مالِ غنیمت کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ وہ صرف باتیں کریں اور عمل نہ کریں۔ اللہ کے دشمنوں سے جہاد کیا جاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ دینِ حق کو اختیار کر لیں اور کتاب اللہ کے فیصلہ کو مان لیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دین کی حفاظت فرمائے اور تمہارے دلوں کو ہدایت عطا فرمائے اور تمہارے اعمال کو پاکیزہ فرمائے اور جم کر مقابلہ کرنے والے مہاجرین کا ثواب تمہیں عطا فرمائے۔"

اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے کر (یمن) بھیجا[1]

---

[1] اخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۲۶) عن الزہری کذا فی المختصر (ج ۲ ص ۱۲۶) والکنز (ج ۳ ص ۱۴۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن جُبَیرؒ رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حبشہ والوں کی جماعت بھیجنے لگے تو ان میں کھڑے ہو کر ان کے سامنے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر انہیں شام جانے کا حکم دیا اور ان کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ ملکِ شام فتح کر کے انہیں دیں گے اور وہ وہاں مسجدیں بنائیں گے اور یہ بات سامنے نہ آئے کہ تم وہاں کھیل کود کے لئے گئے ہو۔ شام میں نعمتوں کی کثرت ہے تمہیں وہاں کھانے کو خوب ملے گا لہٰذا تکبر سے بچ کر رہنا (کیونکہ کھانے اور مال کی کثرت سے انسان میں اکڑ پیدا ہو جاتی ہے) رَبِّ کعبہ کی قسم! تم میں ضرور تکبر پیدا ہوگا اور تم ضرور اِتراؤ گے۔ غور سے سنو! میں تمہیں دس باتوں کا حکم دیتا ہوں کسی بوڑھے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ آگے اور حدیث ذکر کی۔ [1]

حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ کا جہاد اور نَفر فی سبیل اللہ کے لئے ترغیب دینا اور اس بارے میں ان کا صحابہؓ سے مشورہ فرمانا۔

حضرت قاسم بن محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مُثنّٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو! فارس کی طرف جانے کو تم لوگ مشکل اور بھاری کام نہ سمجھو۔ ہم نے فارس کی سرسبز اور شاداب زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور عراق کے دو ٹکڑوں میں سے بہترین ٹکڑا ہم نے ان سے لے لیا ہے اور ہم نے ان سے آدھا ملک لے لیا ہے اور ہم نے ان کو خوب نقصان پہنچایا ہے اور ہمارے آدمی ان پر جَری ہو گئے ہیں اور انشاء اللہ بعد والا علاقہ بھی ہمیں مل جائے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا سرزمینِ حجاز تمہارے رہنے کی اصلی جگہ نہیں ہے وہ تو تمہیں جہاں گھاس ملتا ہے وہاں جا کر تم کچھ دن رہ لیتے ہو اور حجاز والے اس سرزمین میں اسی طرح ہی گزارا کر سکتے ہیں جو مہاجرین اللہ

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۳)

کے دین کے لیئے ایک دم دوڑ کر آیا کرتے تھے اور آج اللہ کے وعدے سے کہاں دُور جا پڑے ہیں ؟ تم اس سرزمین میں جہاد کے لیئے چلو جس کے بارے میں اللہ نے تم سے (قرآن میں) وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اس زمین کا وارث بنائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط

ترجمہ؛ "تاکہ اللہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کردے۔" اور اللہ اپنے دین کو ضرور غالب کریں گے اور اپنے مددگار کو عزت دیں گے اور اپنے دین والوں کو تمام قوموں کی میراث کا وارث بنائیں گے۔ اللہ کے نیک بندے کہاں ہیں ؟ اس دعوت پر سب سے پہلے حضرت ابوعُبَیدبن مَسعود رَضِیَ اللہُ عَنہ نے لبیک کہی پھر سعد بن عُبَید یا سَلِیط بن قَیس رَضِیَ اللہُ عنہما نے (یوں ایک ایک کر کے بڑا لشکر تیار ہو گیا) جب یہ تمام حضرات جمع ہو گئے تو حضرت عمر سے کہا گیا کہ مہاجرین اور انصار میں سے کسی پرانے کو ان کا امیر بنا دیں۔ فرمایا نہیں اللہ کی قسم (آج) میں ایسے نہیں کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بلندی اس وجہ سے دی تھی کہ تم ہر نیکی میں سبقت کرتے تھے اور دشمن کی طرف تیزی سے چلتے تھے لہذا جب تم بزدل بن گئے ہو اور دشمن سے مقابلہ تمہیں بُرا لگنے لگا ہے تو اب تم سے زیادہ امیر بننے کا حقدار وہ آدمی ہے جو دشمن کی طرف جانے میں سبقت لے جائے اور جانے کی دعوت کو پہلے قبول کرے لہذا میں ان کا امیر اسی کو بناؤں گا جس نے (میری دعوت پر) سب سے پہلے لبیک کہی تھی۔ پھر حضرت ابوعُبَید، حضرت سَلِیط اور حضرت سعد کو بلا کر کہا تم دونوں اگر (دعوت پر لبیک کہنے میں) ابوعبید سے سبقت لے جاتے تو میں تم دونوں کو امیر بنا دیتا، پرانے ہونے کی صفت تو تمہیں حاصل ہے ہی، اس طرح تمہیں امارت بھی مل جاتی۔ چنانچہ حضرت عمر نے اس لشکر کا حضرت ابوعُبَید کو امیر بنایا اور ان سے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی بات ضرور سننا اور ان کو مشورہ میں شریک رکھنا اور جب تک تحقیق کر کے تسلی نہ کر لو کسی کام کے فیصلہ میں جلد بازی سے کام نہ لینا۔ کیونکہ یہ جنگ ہے اس میں وہی آدمی ٹھیک چل سکتا ہے جو سنجیدہ دِھیما اور موقع شناس ہو اسے معلوم ہو کہ کب دشمن پر حملہ کرنا چاہیئے اور کب رُک جانا چاہیئے [1] شَعبی نے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۴ ص ۶۱)

کہا گیا کہ ان کا امیر ایسے آدمی کو بنائیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (قدیمی) صحبت حاصل ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا (پرانے) صحابہؓ کو فضیلت اس وجہ سے حاصل تھی کہ وہ دشمن کی طرف تیزی سے جاتے تھے اور منکرین اسلام کے لیئے کافی ہو جاتے تھے۔ لہٰذا اگر اب کوئی اور ان کی یہ خصوصی صفات اختیار کر لے اور ان جیسے کارنامے انجام دینے لگ جائے اور خود (پرانے) صحابہؓ ڈھیلے اور سست پڑ جائیں تو ہلکے ہوں یا بھاری ہر حال میں نکلنے والے (دوسرے) لوگ اس امارت کے صحابہ سے زیادہ حقدار ہو جائیں گے اس لیے اللہ کی قسم امیں ان کا امیر اسے بناؤں گا جس نے دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو عُبَید کو امیر بنایا اور انہیں اپنے لشکر کے بارے میں ہدایات دیں [1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عُبَید بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کی اور فارس والوں کے آلِ کسریٰ میں سے کسی ایک آدمی پر مجتمع ہو جانے کی خبر ملی تو انہوں نے مہاجرین اور انصار میں (جہاد کا) اعلان کرایا (کہ سب مدینہ سے باہر صِرار مقام پر جمع ہو جائیں) اور پھر حضرت عمر مدینہ سے چل کر صِرار مقام پر پہنچ گئے اور حضرت طلحہ بن عُبَید اللہ رضی اللہ عنہ کو مقام اَعْوَص تک جانے کے لیئے آگے بھیج دیا اور لشکر کے میمنہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اور مَیسَرہ پر حضرت زُبَیر بن عوّام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو مقرر فرمایا اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور لوگوں سے (اپنے فارس جانے کے بارے میں) مشورہ فرمایا تمام لوگوں نے فارس چلنے کا مشورہ دیا اور صرار پہنچنے سے پہلے انہوں نے اس بارے میں کوئی مشورہ نہ کیا۔ اتنے میں حضرت طلحہ بھی (اعوص مقام سے) واپس آگئے۔ پھر اہلِ شوریٰ سے مشورہ فرمایا حضرت طلحہ نے بھی عام لوگوں کی طرح (فارس جانے کی) رائے دی۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عمر کو (فارس جانے سے) روکنے والوں میں تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ اس دن سے پہلے اور نہ اس دن کے بعد کسی پر اپنے ماں باپ کو قربان کرنے کے الفاظ کہے (بس اس دن حضرت عمر کے بارے میں یہ الفاظ کہے) چنانچہ میں نے کہا۔ اے امیر المومنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ یہ کام میرے حوالے کر دیں اور خود (مدینہ) ٹھہر جائیں

[1] اخرجہ الطبری ایضاً (ج ۴ ص ۶۱)

اور لشکر کو روانہ کریں۔ میں نے (آج تک) یہی دیکھا ہے کہ ہمیشہ اللہ کا فیصلہ آپ کے لشکروں کے حق میں ہوتا ہے لیکن آپ کے لشکر کو شکست ہو جانا خود آپ کے شکست کھا جانے (کی طرح نقصان دہ) نہیں ہے۔ کیونکہ اگر شروع ہی میں آپ شہید ہو گئے یا آپ کو شکست ہو گئی تو مجھے ڈر ہے کہ مسلمان ہمیشہ کے لیئے اللہ اکبر کہنا اور لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا چھوڑ دیں گے۔ (ان کے حوصلے ہمیشہ کے لیئے پست ہو جائیں گے۔ حضرت عمر نے حضرت عبد الرحمٰن کے مشورے کو قبول فرمایا اور خود مدینہ ٹھہر جانے اور لشکر کو روانہ کرنے کا فیصلہ فرمایا) اور حضرت عمر (امارت کے لیئے کسی مناسب) آدمی کو تلاش کرنے لگ گئے کہ اتنے میں مشورہ کے فوراً بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خط آیا جو اہلِ نجد سے صدقات کی وصولیابی پر مامور تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا مجھے (امیر بنانے کے لیئے) کسی آدمی کا مشورہ دو۔ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا مجھے امارت کے مناسب آدمی مل گیا۔ حضرت عمر نے کہا وہ کون؟ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا وہ پنجوں والا طاقتور شیر سعد بن مالک ہیں۔ تمام اہلِ شوریٰ نے حضرت عبد الرحمٰن کی رائے سے اتفاق کیا [1]

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کا جہاد کی ترغیب دینا

حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! میں نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک حدیث سنی تھی لیکن اب تک آپ لوگوں سے چھپا رکھی تھی تاکہ (اس حدیث میں اللہ کے راستے میں جانے کی زبردست فضیلت کو سن کر) آپ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے نہ جائیں۔ لیکن اب میرا یہ خیال ہوا کہ وہ حدیث آپ لوگوں کو سنا دوں تاکہ ہر آدمی اپنے لیئے اسے اختیار کرے جو اسے مناسب معلوم ہو (میرے پاس مدینہ رہنا یا اللہ کی راہ میں مدینہ سے چلے جانا)۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن سرحد کی حفاظت کے لیئے پہرہ دینا اور جگہوں کے ہزار دن سے بہتر ہے [2]

---

[1] اخرجہ الطبری ایضاً (ج ۴ ص ۸۳) [2] اخرجہ الامام احمد (ج ۱ ص ۶۵)

حضرت مُصعَب بن ثابت بن عبد اللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے منبر پر بیان کرتے ہوئے فرمایا میں آج تمہیں ایسی حدیث سناؤں گا جسے میں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنا ہے اور میں نے آج تک تمہیں صرف اس لیے نہیں سنائی تھی کہ میں چاہتا تھا کہ تم لوگ میرے پاس ہی رہو (مجھے چھوڑ کر چلے نہ جاؤ) میں نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک رات کا پہرہ دینا ان ہزار راتوں سے بہتر ہے جن میں رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کی جائے اور دن میں روزہ رکھا جائے۔ [1]

حضرت علی بن اَبی طالب کرّم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ کا جہاد کی ترغیب دینا

حضرت زَید بن وَہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا تمام تعریفیں اس ذات کے لیئے ہیں کہ وہ جسے توڑے اسے کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جسے وہ جوڑے اسے سارے توڑنے والے مل کر توڑ نہیں سکتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کی مخلوق میں سے دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا اور نہ ہی پوری اُمت میں کسی بات پر جھگڑا ہوتا اور نہ ہی کم درجہ والا زیادہ درجہ والے کی فضیلت کا انکار کرتا۔ تقدیر نے ہی ہمیں اور ان لوگوں کو یہاں کھینچ کر اکٹھا کر دیا ہے۔ اللہ ہماری ہر بات کو دیکھتے اور سنتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو دنیا میں ہی سزا جلد دے دیتے۔ جس سے ایسی تبدیلی آجاتی کہ اللہ تعالیٰ ظالم کے غلط ہونے کو ظاہر فرما دیتے اور یہ واضح کر دیتے کہ حق کہاں ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دارُالعمل بنایا ہے اور آخرت کو ہمیشہ اپنے پاس رہنے کی جگہ بنایا ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا ہے۔

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۝

ترجمہ: "تاکہ وہ بدلہ دے، برائی والوں کو ان کے کیے کا۔ اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی سے۔" غور سے سنو! کل کو تمہارا ان لوگوں سے مقابلہ ہوگا۔ لہٰذا رات کو (نماز میں)

---

[1] اخرجہ الامام احمد ایضاً (ج ۱ ص ۶۱)

قیام لمبا کرو، قرآن کی کثرت سے تلاوت کرو، اللہ تعالیٰ سے مدد اور صبر کی توفیق مانگو اور ان لوگوں سے مقابلہ میں پورا زور لگاؤ اور احتیاط سے کام لو اور سچے اور ثابت قدم رہنا اس کے بعد حضرت علی تشریف لے گئے۔ لہ

حضرت ابوعمرہ انصاری وغیرہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ترغیب دی۔ تو فرمایا اللہ عزّوجل نے تم لوگوں کو ایسی تجارت بتائی ہے جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ اور جو تمہیں خیر کے قریب کر دے اور وہ تجارت ہے اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں گناہوں کو معاف کر دیں گے اور جنتِ عدن میں عمدہ عمدہ محلّات دیں گے۔ پھر مَیں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں صف بنا کر اس طرح لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں لہٰذا تم اپنی صفیں اس طرح سیدھی بنانا جیسے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے اور جن لوگوں نے زرہ پہن رکھی ہے انہیں آگے رکھنا اور جنہوں نے نہیں پہن رکھی ہے انہیں پیچھے رکھنا اور مضبوطی سے جمے رہنا ۔ ۲ه

حضرت ابوالوداک ہمدانی کہتے ہیں کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے (کوفہ کے قریب) نُخَیلہ مقام پر پڑاؤ ڈالا اور خوارج سے ناامید ہو گئے تھے تو کھڑے ہو کر انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ جس نے اللہ کے راستے کا جہاد چھوڑ دیا اور اللہ کے دین میں مداہنت اختیار کی (یعنی دنیاوی اغراض کی وجہ سے دین میں کسی غلط بات پر راضی ہو گیا) تو وہ ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گیا۔ اللہ ہی اپنے فضل سے اسے بچالے تو بچ سکتا ہے لہٰذا اللہ سے ڈرو۔ ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ سے دشمنی کرتے ہیں اور وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور وہ خطاکار، گمراہ، ظالم اور مجرم ہیں جو نہ قرآن کو پڑھنے والے ہیں اور نہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس تفسیر کا علم ہے اور نہ ہی وہ اسلام میں سبقت رکھنے کی وجہ سے اس امر (خلافت) کے اہل ہیں اللہ کی قسم! اگر ان کو تمہارا والی بنا دیا جائے تو وہ تمہارے ساتھ کسریٰ اور ہرقل والا معاملہ کریں گے لہٰذا

لہ اخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۹) ۲ه اخرجہ الطبری ایضاً (ج ۴ ص ۱۱)

تم اہلِ مغرب کے اپنے دشمنوں سے لڑنے کی تیاری کرو۔ ہم نے تمہارے بصرہ والے بھائیوں کے پاس پیغام بھیجا ہے کہ وہ تمہارے پاس آجائیں لہٰذا جب وہ آجائیں اور تم سب اکٹھے ہو جاؤ تو پھر ہم اِنشاء اللہ (خوارج کے مقابلہ کے لئے) نکلیں گے۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ۔ؔ

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ نہروان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیان میں فرمایا اے لوگو! اس دشمن کی طرف جانے کی تیاری کرو جس سے جہاد کرنے میں اللہ کا قُرب حاصل ہوگا اور اللہ کے ہاں بڑا درجہ ملے گا اور یہ لوگ حیران و پریشان ہیں کیونکہ حق ان پر واضح نہیں ہے۔ کتابُ اللہ سے ہٹے ہوئے ہیں اور دین سے ہٹے ہوئے ہیں اور سرکشی میں سرگرداں ہیں اور گمراہی کے گڑھے میں اُلٹے پڑے ہوئے ہیں۔ تم قوت کے ذریعہ اور گھوڑوں کے ذریعہ ان کے مقابلہ کی جتنی تیاری کر سکتے ہو ضرور کرو، اللہ پر بھروسہ کرو، اور اللہ ہی کام بنانے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہیں۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ لوگوں نے نہ کوئی تیاری کی اور نہ نکلے۔ تو حضرت علی نے ان کو چند دن چھوڑے رکھا یہاں تک کہ جب وہ ان کے کچھ کرنے سے نااُمید ہو گئے تو ان کے سرداروں اور بڑوں کو بلا کر ان کی رائے معلوم کی۔ کہ یہ لوگ دیر کیوں کر رہے ہیں؟ ان میں سے کچھ نے اپنے عذر بیماری وغیرہ کا ذکر کیا اور کچھ نے اپنی مجبوریاں بتائیں۔ تھوڑے ہی لوگ خوشدلی سے جانے کے لئے تیار ہوئے چنانچہ حضرت علی ان میں بیان فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا اے اللہ کے بندو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں جب تمہیں اللہ کے راستہ میں نکلنے کا حکم دیتا ہوں تو تم بوجھل ہو کر زمین سے لگے جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی پر اور عزت کے مقابلہ میں ذلت اور خواری پر راضی ہو گئے ہو؟ کیا ہوا؟ جب بھی میں تم سے جہاد میں جانے کا مطالبہ کرتا ہوں تو تمہاری آنکھیں ایسے گھومنے لگ جاتی ہیں جیسے کہ تم موت کی بے ہوشی میں ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارے دل ایسے بدحواس ہو گئے ہیں کہ تمہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے اور تمہاری آنکھیں ایسی اندھی ہو گئی ہیں کہ تمہیں کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ اللہ کی قسم! جب راحت و آرام کا موقع ہوتا ہے تو تم شَریٰ جنگل کے شیر کی طرح بہادر بن جاتے ہو اور جب تمہیں لڑنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم مکار لومڑی بن جاتے ہو۔ تم پر سے میرا اعتماد ہمیشہ کے لیے اُٹھ گیا اور تم لوگ ایسے شہسوار

لہ اخرجہ ایضاً (ج ۴ ص ۷۵)

بھی نہیں ہو کہ تمہیں ساتھ لے کر کسی پر حملہ کر دیا جائے اور تم ایسے عزت والے بھی نہیں کہ تمہاری پناہ حاصل کی جائے۔ اللہ کی قسم! تم لڑائی میں بہت کمزور اور بالکل بیکار ہو اور تمہارے خلاف دشمن کی چال کامیاب ہو جاتی ہے اور تم دشمن کے خلاف کوئی چال نہیں چل سکتے ہو۔ تمہارے اعضاء کاٹے جا رہے ہیں اور تم ایک دوسرے کو بچاتے نہیں ہو اور تمہارا دشمن سوتا نہیں ہے اور تم غفلت میں بے خبر پڑے ہوئے ہو۔ جنگ جو آدمی تو بیدار اور سمجھدار ہوتا ہے اور جو جھک کر صلح کرتا ہے وہ ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ آپس میں جھگڑنے والے مغلوب ہو جاتے ہیں اور جو مغلوب ہو جاتا ہے اسے خوب دبایا جاتا ہے اور اس کا سب کچھ چھین لیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اَمّا بعد! میرا تم پر حق ہے اور تمہارا مجھ پر حق ہے تمہارا حق مجھ پر یہ ہے کہ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں تمہارا بھلا چاہتا رہوں اور تمہارا مالِ غنیمت بڑھاتا رہوں اور تمہیں سکھاتا رہوں تاکہ تم جاہل نہ رہو اور تمہیں ادب اور اَخلاق سکھاتا رہوں تاکہ تم سیکھ جاؤ اور میرا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تم میری بیعت کو پورا کرو میرے سامنے اور میرے پیچھے میرے خیر خواہ بن کر رہو۔ اور جب میں تمہیں بلاؤں تو تم میری آواز پر لبیک کہو اور جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو تم اسے پورا کرو اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرما رہے ہیں تو ان کاموں کو چھوڑ دو جو مجھے پسند نہیں ہیں اور ان کاموں کی طرف لوٹ آؤ جو مجھے پسند ہیں اس طرح تم جو کچھ چاہتے ہو اسے پالو گے اور جن چیزوں کی اُمید لگائے بیٹھے ہو انہیں حاصل کر لو گے۔ [1]

حضرت عبدالواحد دمشقی بیان کرتے ہیں کہ جنگِ صفّین کے دن حَوشَب حِمیَری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکار کر کہا اے ابوطالب کے بیٹے! آپ ہمارے ہاں سے واپس چلے جائیں۔ ہم آپ کو اپنے اور آپ کے خون کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں (کہ آپ جنگ کا ارادہ ترک کر دیں) ہم آپ کے لیے عراق چھوڑ دیتے ہیں آپ ہمارے لیے شام چھوڑ دیں اور اس طرح مسلمانوں کے خون کی حفاظت کر لیں۔ حضرت علی نے فرمایا اے اُمِّ ظَلِیم کے بیٹے! ایسے کہاں ہو سکتا ہے، اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اللہ کے دین میں مُداہنت کرنے کی گنجائش ہے تو میں ضرور کر لیتا اور اس طرح میری مشکلات آسان ہو جاتیں۔

---

[1] اخرجہ الطبری ایضاً (ج ۴ ص ۶۷) من طریق ابی مخنف

لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ جب اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو اور قرآن والے اس سے روکنے کی اور غلبۂ دین کے لئے جہاد کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور پھر قرآن والے خاموش رہیں اور مداہنت سے کام لیں۔ [1]

حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ کا جہاد کے لیے ترغیب دینا

حضرت محمد حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جنگِ قادسیہ کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا چنانچہ انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ حق ہیں اور بادشاہت میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ ان کی کسی بات کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

ترجمہ: "اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے۔ کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔" یہ زمین تمہاری میراث ہے اور تمہارے رب نے تمہیں یہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور تین سال سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین کو استعمال کرنے کا موقع دیا ہوا ہے۔ تم خود بھی اس میں سے کھا رہے ہو اور دوسروں کو بھی کھلا رہے ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو قتل کر رہے ہو اور ان کا مال سمیٹ رہے ہو اور آج تک ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر رہے ہو۔ غرضیکہ گزشتہ تمام جنگوں میں تمہارے ناموروں نے ان کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ اور اب تمہارے سامنے ان کا یہ بہت بڑا لشکر جمع ہو کر آ گیا ہے (اس لشکر کی تعداد دو لاکھ بتائی جاتی ہے) اور تم عرب کے سردار اور معزز لوگ ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنے قبیلہ کا بہترین آدمی ہے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والوں کی عزت تم سے ہی وابستہ ہے۔ اگر تم دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کا شوق اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت دونوں دے دیں گے۔ اور دشمن سے لڑنے سے موت قریب نہیں آجاتی۔ اگر تم بزدل بن گئے اور تم نے کمزوری دکھائی تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم اپنی آخرت برباد کر لو گے۔ ان کے بعد حضرت

---

[1] اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۲۹۱) واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۵) مثلہ

عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یہ عراق وہ علاقہ ہے کہ جس کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مغلوب کر دیا ہے اور تین سال سے تم ان کا جتنا نقصان کر رہے ہو وہ تمہارا اتنا نہیں کر سکے ہیں۔ اور تم ہی بلند ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم جمے رہے اور تم نے اچھی طرح تلوار اور نیزے کو چلایا تو تمہیں ان کے مال اور ان کے بیوی بچے اور ان کے علاقے سب کچھ مل جائیں گے اور اگر تم نے کمزوری دکھائی اور بزدل بنے۔ اللہ تمہاری ان باتوں سے حفاظت فرمائے۔ تو اس لشکر والے تم میں سے ایک کو بھی اس ڈر کی وجہ سے زندہ نہیں چھوڑیں گے کہ تم ان پر دوبارہ حملہ کر کے ان کو ہلاک نہ کر دو، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، اور گزشتہ جنگوں کو اور ان جنگوں میں جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسے یاد کرو۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تمہارے پیچھے سرزمینِ عرب تو بس بیابان اور چٹیل میدان ہی ہے۔ نہ تو اس میں کوئی ایسی سایہ کی جگہ ہے جس میں پناہ لی جا سکے اور نہ کوئی ایسی پناہ گاہ ہے جس کے ذریعہ اپنی حفاظت کی جا سکے تم تو اپنا مقصود آخرت کو بناؤ۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جہاد کرنے کا اور اللہ کے راستہ میں نکلنے کا شوق

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو اُمامہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے تو ان سے ان کے ماموں حضرت ابو بُردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنی والدہ کے پاس ٹھہرو، حضرت ابو امامہ نے کہا نہیں آپ اپنی بہن کے پاس ٹھہریں حضور ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے حضرت ابو اُمامہ کو اپنی والدہ کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا اور حضرت ابو بُردہ آپ کے ساتھ (غزوہ بدر میں) تشریف لے گئے۔ جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو اس وقت حضرت ابو اُمامہ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تین باتیں نہ ہوتیں تو میں اس بات کی تمنا کرتا کہ اللہ سے جا ملوں۔ اللہ کے راستے میں پیدل چلنا اور سجدے میں اللہ کے سامنے مٹی میں اپنی پیشانی

---

[1] اخرجہ ابن جریر الطبری (ج ۴ ص ۴۴) من طریق سیف

[2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۲۷)

رکھنا اور ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جو عمدہ باتوں کو ایسے چنتے ہیں جیسے عمدہ کھجوریں چنی جاتی ہیں [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ حج کیا کرو کیونکہ یہ وہ عمل صالح ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے لیکن جہاد اس سے بھی افضل ہے۔[2] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جنگِ بدر کے دن مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا لیکن حضورؐ نے مجھے چھوٹا سمجھ کر قبول نہ فرمایا اس جیسی سخت رات مجھ پر کبھی نہیں آئی تھی حضورؐ کے قبول نہ فرمانے کی وجہ سے مجھے بڑا غم تھا اور میں ساری رات جاگتا رہا اور روتا رہا۔ اگلے سال پھر مجھے حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے مجھے قبول فرما لیا میں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! جس دن دونوں فوجیں مقابلہ میں آئی تھیں (یعنی جنگِ اُحد کے دن) کیا اس دن آپ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو معاف فرما دیا اس پر اللہ کا بڑا شکر ہے [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا اے امیر المؤمنین! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں آپ مجھے سواری دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی سے کہا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیت المال میں لے جاؤ۔ وہاں سے جو چاہے لے لے۔ چنانچہ اس آدمی نے بیت المال میں جا کر دیکھا کہ وہاں تو چاندی اور سونا رکھا ہوا ہے اس نے کہا یہ کیا ہے؟ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے میں تو زادِ سفر اور سواری لینا چاہتا ہوں۔ لوگ اسے حضرت عمرؓ کے پاس واپس لے آئے اور اس نے جو کہا تھا وہ حضرت عمرؓ کو بتایا۔ تو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے زادِ سفر اور سواری دی جائے (چنانچہ اسے دیا گیا تو) حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ سے اس کی سواری پر کجاوہ باندھا۔ جب یہ آدمی اس سواری پر سوار ہو گیا تو اس نے ہاتھ اٹھایا اور حضرت عمرؓ نے اس آدمی کے ساتھ جو حسن سلوک کا معاملہ کیا اور اسے دیا اس پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد وثنا بیان کی اور حضرت عمرؓ اس تمنا میں اس کے پیچھے چلنے لگے کہ وہ حضرت عمرؓ کے لیے دُعا کر دے۔ جب وہ حمد وثنا سے فارغ ہو گیا تو اس نے کہا اے اللہ! عمرؓ کو تو اور بہترین جزا عطا فرما [4]

---

[1] اخرجہ الامام احمد فی الزہد وسعید بن منصور و ابن ابی شیبۃ وغیرہم. کذا فی الکنز [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۸۸)، [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۲۲۱)
[4] اخرجہ ہناد کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۸۸)

حضرت ارطاۃ بن مُنذر کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے پاس بیٹھنے والوں سے فرمایا۔ لوگوں میں سب سے زیادہ اَجر و ثواب والا کون ہے؟ لوگ نماز اور روزے کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے امیر المؤمنین کے بعد فلاں اور فلاں (زیادہ اَجر و ثواب والے ہیں) حضرت عمر نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتا دوں جس کا اَجر و ثواب ان سے بھی زیادہ ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے اور امیر المؤمنین سے بھی زیادہ ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور بتائیں۔ آپ نے فرمایا یہ وہ ایک چھوٹا سا آدمی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر شام میں پیدل چل رہا ہے جو مسلمانوں کے اجتماعی مرکز (مدینہ منوّرہ) کی حفاظت کر رہا ہے (تاکہ شامی فوج مدینہ پر حملہ کرنے نہ جا سکے) اسے یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کیا اسے کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا یا کوئی زہریلا جانور اسے ڈس لے گا یا کوئی دشمن اس پر قابو پالے گا۔ اس آدمی کا اَجر و ثواب ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جن کا تم نے ذکر کیا ہے اور امیر المؤمنین سے بھی زیادہ ہے ۔[1]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت مُعاذ رضی اللہ عنہ ملکِ شام کی طرف روانہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مُعاذ کے شام جانے سے مدینہ والوں کو فقہی مسائل میں اور فتویٰ لینے میں بڑی دقّت پیش آرہی ہے کیونکہ حضرت مُعاذ مدینہ میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکر سے ' اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے ' یہ بات کی تھی کہ وہ حضرت مُعاذ کو مدینہ میں روک لیں کیونکہ (فتویٰ میں) لوگوں کو ان کی ضرورت ہے لیکن انہوں نے مجھے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ایک آدمی اس راستہ میں جا کر شہید ہونا چاہتا ہے تو میں اسے نہیں روک سکتا ہوں۔ تو میں نے کہا اللہ کی قسم! جو آدمی اپنے گھر میں رہ کر شہر والوں کے بڑے بڑے (دینی) کام کر رہا ہے وہ اگر اپنے بستر پر بھی مر جائے گا تو بھی وہ شہید ہوگا۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں حضرت مُعاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں بھی مدینہ میں لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے ۔[2]

حضرت نوفل بن عمارہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام اور حضرت سُہیل بن

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۸۹) [2] اخرجہ ابن سعد من طریق الواقدی کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۸۷)

عمرو رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت عمرؓ ان دونوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرات مہاجرین اوّلین حضرت عمر کے پاس آنے لگے۔ (ان میں سے جب بھی کوئی آتا تو) حضرت عمر فرماتے اے سُہیل! ادھر ہو جاؤ اور اے حارث! ادھر ہو جاؤ۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو پاس بٹھا لیا اور ان دونوں کو ان سے پیچھے کر دیا۔ پھر حضرات انصار حضرت عمرؓ کے پاس آنے لگے، حضرت عمرؓ ان دونوں کو انصار سے بھی پیچھے کر دیتے۔ ہوتے ہوتے یہ دونوں لوگوں کے بالکل آخر میں پہنچ گئے۔ جب یہ دونوں حضرت عمر کے پاس سے باہر آئے تو حضرت حارث بن ہشام نے حضرت سُہیل بن عمرو سے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمر نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ تو حضرت سہیل نے ان سے کہا ہم حضرت عمر کو ملامت نہیں کر سکتے ہمیں تو اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیئے۔ ان لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دی گئی تھی انہوں نے جلدی سے قبول کر لی۔ ہمیں بھی دعوت دی گئی تھی ہم نے دیر سے قبول کی۔ جب حضرات مہاجرین و انصار حضرت عمر کے پاس سے کھڑے ہو کر باہر آ گئے تو ان دونوں نے حضرت عمر کی خدمت میں آکر کہا اے امیر المومنین! آپ نے آج ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے ہم نے اسے خوب دیکھا ہے اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے ساتھ آج جو کچھ ہوا ہے یہ ہماری اپنی غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے لیکن کیا ایسی کوئی چیز ہے جسے کر کے ہم آئندہ وہ قدر و منزلت حاصل کر لیں جو ہم ابھی تک حاصل نہیں کر سکے؟ حضرت عمر نے فرمایا ایسا کام تو اب بس ایک ہی ہے کہ تم ادھر چلے جاؤ اور ہاتھ سے روم کی سرحد کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ وہ دونوں حضرات شام کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی ان حضرات کا انتقال ہو گیا[1]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر کچھ لوگ آئے جن میں حضرت سُہیل بن عمرو، حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہما اور بہت سے قریش کے بڑے سردار تھے۔ حضرت عمر کا دربان باہر آیا اور حضرت صہیب حضرت بلال اور حضرت عمّار رضی اللہ عنہم جیسے بدری صحابہؓ کو اجازت دینے لگا۔ اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۱۳۶) واخرجہ ایضا الزبیر عن عمہ مصعب عن نوفل بن عمارۃ بنحوہ کما ذکرہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۱۱)

خود بدری تھے اور بدریوں سے بڑی محبت کرتے تھے اور ان کا خاص خیال رکھنے کی اپنے ساتھیوں کو تاکید کر رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوسفیانؓ نے کہا آج جیسا دن تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ دربان ان غلاموں کو اجازت دے رہا ہے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں، ہمیں دیکھتا بھی نہیں ہے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سُہیل بن عَمروؓ بڑے اچھے اور سمجھدار آدمی تھے۔ انہوں نے کہا اے لوگو! میں تمہارے چہروں میں ناگواری کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم نے ناراض ہونا ہی ہے تو اپنے اوپر ناراض ہو۔ ان لوگوں کو بھی دعوت دی گئی تھی اور تمہیں بھی دعوت دی گئی تھی انہوں نے دعوت جلدی مان لی تم نے دیر سے مانی۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم تم (امیر المومنین کے) اس دروازے میں ایک دوسرے سے زیادہ حرص کر رہے ہو اور یہ دروازہ تمہارے لئے آج کھلا بھی نہیں۔ تو اس دروازے کے ہاتھ میں نہ آنے سے زیادہ سخت تو (دعوتِ اسلام کو قبول کر لینے اور دینی محنت میں لگنے کی) فضیلت سے محروم ہونا ہے جس فضیلت کی وجہ سے وہ تم سے آگے نکل گئے ہیں اور یہ لوگ جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو تم سے آگے نکل گئے ہیں اور اللہ کی قسم! تم سے آگے بڑھ کر انہوں نے جو درجہ پالیا ہے اب تم وہ کسی طرح حاصل نہیں کر سکتے ہو لہٰذا اب تم جہاد کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس میں مسلسل لگے رہو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد اور شہادت کا مرتبہ نصیب فرما دے پھر حضرت سُہیل بن عَمروؓ کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے اور (جہاد کے لیے) ملک شام چلے گئے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں حضرت سُہیل نے سچ فرمایا۔ اللہ کی قسم! جو بندہ اللہ کی طرف (چلنے میں) جلدی کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ دیر کرنے والے کی طرح نہیں بناتے ہیں [1]

حضرت ابوسعد بن فُضالہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت سُہیل بن عَمرو رضی اللہ عنہ دونوں اکٹھے شام گئے۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ زندگی میں سے ایک گھڑی کسی کا اللہ کے راستہ میں کھڑا

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۸۲) من طریق ابن المبارک عن جریر بن حازم وہکذا ذکرہ فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۱۱۰) واخرجہ الطبرانی ایضاً عن الحسن بمعناہ مطولا قال الہیثمی (ج ۸ ص ۴۶) رجالہ رجال الصحیح الا ان الحسن لم یسمع من عمر انتہی واخرجہ البخاری فی تاریخہ والباوردی من طریق حمید عن الحسن بمعناہ مختصراً کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۴)

ہونا اس کے اپنے گھر والوں میں عمر بھر کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت سہیل نے کہا میں اب اسلامی سرحد کی حفاظت میں یہاں مرتے دم تک لگا رہوں گا اور مکہ واپس نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ وہ ملکِ شام میں ہی ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ان کا طاعونِ عمواس میں انتقال ہو گیا۔[1]

حضرت ابو نوفل بن ابی عقرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ (ملک شام جانے کے لیے) مکہ سے روانہ ہونے لگے تو تمام مکہ والے (ان کے یوں ہمیشہ کے لیے چلے جانے کی وجہ سے) بڑے غمگین اور پریشان تھے۔ دودھ پینے والے بچوں کے علاوہ باقی سب چھوٹے بڑے ان کو رخصت کرنے ان کے ساتھ شہر مکہ سے باہر آئے جب وہ بطحاء مقام کی اونچی جگہ یا اس کے قریب پہنچے۔ تو وہ رُک گئے اور تمام لوگ ان کے اردگرد رُک گئے اور تمام لوگ رو رہے تھے۔ جب انہوں نے ان لوگوں کی یہ پریشانی دیکھی تو کہا اے لوگو! اللہ کی قسم! میں اس وجہ سے نہیں جا رہا ہوں کہ مجھے اپنی جان تمہاری جان سے زیادہ پیاری ہے یا میں نے تمہارے شہر (مکہ) کو چھوڑ کر کوئی اور شہر اختیار کر لیا ہے بلکہ اس وجہ سے جا رہا ہوں کہ (اسلام لانے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی) بات چلی تھی تو اس وقت قریش کے بہت سے ایسے آدمیوں نے نکلنے میں پہل کر لی، جو نہ تو قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور نہ وہ قریش کے اعلیٰ خاندانوں میں سے تھے۔ (قریش کے بڑے لوگ تو ہم تھے اور ہمارے خاندان اعلیٰ تھے) اب ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ اللہ کی قسم! اگر ہم مکہ کے پہاڑوں کے برابر سونا اللہ کے راستے میں خرچ کر دیں تو بھی ہم ان کے ایک دن کے ثواب کو نہیں پا سکتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ دنیا میں ہم سے آگے نکل گئے ہیں تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ کم از کم ہم آخرت میں تو ان کے برابر ہو جائیں۔ عمل کرنے والے کو (اپنے عمل کے بارے میں) اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ ملکِ شام روانہ ہو گئے اور ان کے تمام متعلقین بھی ان کے ساتھ گئے۔ اور وہاں وہ شہید ہو گئے۔ اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔[2]

---

[1] اخرجہ ابن سعد (ج ۵ ص ۳۳۵) کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۹۴) و اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۸۲) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ مثلہ [2] اخرجہ ابن المبارک عن الاسود بن شیبان کذا فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۳۱۰) و اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۷۸) من طریق ابن المبارک نحوہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام حضرت زیاد کہتے ہیں کہ حضرت خالدؓ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا کہ جو رات سخت سردی والی ہو جس میں پانی جم جائے اور میں مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ ہوں اور صبح کو دشمن پر حملہ کروں روئے زمین پر کوئی رات مجھے اس رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے لہٰذا تم لوگ جہاد کرتے رہنا۔[۱] حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس رات میرے گھر میں نئی دلہن آئے جس سے مجھے محبت بھی ہو اور مجھے اس سے لڑکے کے ہونے کی بشارت بھی اس رات مل جائے یہ رات مجھے اس رات سے زیادہ محبوب نہیں ہے جس رات میں پانی جما دینے والی سخت سردی پڑ رہی ہو اور میں مہاجرین کی ایک جماعت میں ہوں اور صبح کو دشمن پر حملہ کرنا ہو۔[۲]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ (کی مشغولی کی وجہ سے) میں زیادہ قرآن نہ پڑھ سکا۔[۳] ایک روایت میں ہے حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جہاد کی وجہ سے بہت سا قرآن نہیں سیکھ سکا۔[۴]

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں تمنا تھی کہ میں اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاؤں لہٰذا جن جگہوں میں جانے سے شہادت مل سکتی تھی میں ان تمام جگہوں میں گیا لیکن میرے لئے بستر پر مرنا ہی مقدر تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد میرے نزدیک سب سے زیادہ امید والا عمل یہ ہے کہ میں نے ایک رات اس حال میں گزاری تھی کہ ساری رات صبح تک بارش ہوتی رہی اور میں ساری رات سر پر ڈھال لئے کھڑا رہا اور صبح کو ہم نے کافروں پر اچانک حملہ کر دیا پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تو میرے ہتھیار اور گھوڑے کو ذرا خیال کر کے جمع کر لینا اور انہیں اللہ کے راستہ میں بطور سامان جنگ کے دیدینا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جنازے کے لئے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ خاندان ولید کی عورتیں حضرت خالد کے انتقال پر آنسو بہا سکتی ہیں، نہ تو گریبان پھاڑیں نہ چیخیں چلائیں۔[۵]

---

[۱] اخرجہ ابن سعد کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۴) [۲] اخرجہ ابو یعلی عن قیس بن ابی حازم کذا فی المجمع (ج ۹ ص ۳۵۰) وقال رجالہ رجال الصحیح [۳] اخرجہ ابو یعلی ایضا عن قیس بن ابی حازم قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۵۰) رجالہ رجال الصحیح [۴] ذکرہ فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۴) عن ابی یعلی [۵] اخرجہ ابن المبارک فی کتاب الجہاد عن عاصم بن بہدلۃ کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۱۵) وقال فہذا یدل علی انہ مات بالمدینۃ ولکن الاکثر علی انہ مات بحمص انتہی واخرجہ الطبرانی ایضا عن

بقیہ اگلے صفحہ پر

حضرت عبداللہ بن محمد، عمر بن حفص اور حضرت عمار بن حفص ان سب کے والد ان سب کے دادائوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا اے خلیفۂ رسولِ اللہ! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومنوں کا سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے اس لیئے میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ میں موت تک اللہ کے راستہ میں رہوں گا حضرت ابوبکر نے فرمایا اے بلال! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا اور اپنی عزت کا اور اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور میری قوتیں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے جانے کا وقت قریب آگیا ہے (اس لیئے تم نہ جاؤ) چنانچہ حضرت بلال رُک گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رہتے رہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت بلال نے حضرت عمرؓ سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر نے حضرت ابوبکرؓ جیسا جواب دیا لیکن حضرت بلال رُکنے کے لیے تیار نہ ہوئے تو حضرت عمر نے فرمایا اے بلال! اذان کے لیئے کسے مقرر کروں؟ حضرت بلال نے کہا حضرت سعد (قرظ) کو کیونکہ وہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں قُبا میں اذان دیتے رہے ہیں چنانچہ حضرت عمر نے حضرت سعد کو اذان کے لیئے مقرر فرمایا اور یہ فیصلہ کر دیا کہ اس کے بعد ان کی اولاد اذان دے گی [1]

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وصال ہوگیا تو حضورؐ کے دفن ہونے سے پہلے حضرت بلال نے اذان دی۔ جب انہوں نے (اذان میں) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ کہا تو مسجد میں تمام لوگ رو پڑے جب حضورؐ دفن ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اذان دو۔ تو حضرت بلال نے کہا اگر آپ نے مجھے اس لیئے آزاد کیا تھا تاکہ میں آپ کے ساتھ (زندگی بھر) رہوں۔ تو پھر تو ٹھیک ہے (آپ کے فرمانے پر میں آپ کے ساتھ رہا کروں گا اور اذان دیتا رہوں گا) لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیئے آزاد کیا تھا تو مجھے اس ذات کے لیئے یعنی اللہ کے لیئے چھوڑ دیں جس کے لیئے آپ نے مجھے آزاد کیا تھا حضرت ابوبکر نے کہا میں نے تو تمہیں

بقیہ ۵۸۲ ابی وائل بنحوہ مختصراً قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۵۰) واسنادہ حسن انتہی

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۷۴) وفیہ عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار وھو ضعیف انتہی واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۸) ایضاً بہذا الاسناد بنحوہ

محض اللہ ہی کے لیئے آزاد کیا تھا۔ حضرت بلال نے عرض کیا کہ حضورؐ کے بعد میں اب کسی کے لیئے اذان دینا نہیں چاہتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اس کا تمہیں اختیار ہے۔ پھر حضرت بلال مدینہ ٹھہر گئے، جب شام کی طرف لشکر جانے لگے تو حضرت بلال بھی ان کے ساتھ چلے گئے اور ملک شام پہنچ گئے۔ حضرت سعید بن مُسَیَّب کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے تو ان سے حضرت بلال نے کہا اے ابوبکر! حضرت ابوبکر نے فرمایا لَبَّیْک۔ حضرت بلال نے کہا آپ نے مجھے اللہ کے لیئے آزاد کیا تھا یا اپنے لیئے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا اللہ کے لیئے۔ حضرت بلال نے کہا آپ مجھے اللہ کے راستے میں جانے کی اجازت دے دیں۔ حضرت ابوبکر نے انہیں اجازت دے دی چنانچہ وہ ملک شام چلے گئے اور وہاں ہی ان کا انتقال ہوا [۱]

حضرت ابو یزید مکی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب اور حضرت مِقداد رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ہر حال میں (اللہ کے راستہ میں) نکلیں اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا والی آیت کی وہ یہی تفسیر بیان کیا کرتے تھے [۲]

حضرت ابو راشد حُبرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسوار حضرت مِقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ملا وہ حمص میں صَرّاف کے ایک صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ جسم بھاری ہو چکا تھا اس لیے ان کا جسم تابوت سے باہر نکلا ہوا تھا (اور اس حال میں بھی) ان کا اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیئے جانے کا ارادہ تھا۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے انہوں نے فرمایا سورت بحوث کی آیت اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا نے ہمارے ہر طرح کے عذر ختم کر دیئے ہیں [۳]

حضرت جُبَیر بن نُفَیر کہتے ہیں کہ ہم لوگ دمشق میں حضرت مِقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ایک صندوق پر بیٹھے ہوئے تھے صندوق کی کوئی جگہ

---

[۱] اخرجہ (ای ابن سعد) عن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم التیمی واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۵۰) عن سعید بنحوہ [۲] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۹ ص ۴۷) [۳] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۷۶) واخرجہ الطبرانی عن ابی راشد بنحوہ قال الہیثمی (ج ۷ ص ۳۰) وفیہ بقیۃ بن الولید وفیہ ضعف وقد وثق وبقیۃ رجالہ ثقات انتہیٰ واخرجہ الحاکم وابن سعد (ج ۳ ص ۱۱۵) عن ابی راشد بنحوہ وقال الحاکم (ج ۳ ص ۳۴۹) ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ انتہیٰ

خالی نہیں تھی (ان کا جسم اتنا بھاری ہو چکا تھا کہ ان کے جسم سے سارا صندوق بھی بھر گیا تھا بلکہ ان کے جسم کا کچھ حصہ صندوق سے باہر بھی تھا) ان سے ایک آدمی نے کہا کہ اس سال آپ جہاد میں نہ جائیں (گھر میں ہی رہ جائیں) انہوں نے فرمایا سورت بُحُوث یعنی سورت توبہ ہمیں ایسا کرنے سے روکتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا میں تو اپنے آپ کو ہلکا ہی پاتا ہوں۔ (لہٰذا جانا ضروری ہے) [1]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے سورت بَرَاءت پڑھنی شروع کی جب اللہ تعالیٰ کے اس قول اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا پر پہنچے۔ تو فرمایا مجھے تو یہی نظر آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ہم جوان ہوں یا بوڑھے، دونوں حالتوں میں (اللہ کے راستے میں) نکلیں۔ اے میرے بیٹو! (اللہ کے راستے میں جانے کے لئے) مجھے تیار کرو، مجھے تیار کرو۔ ان کے بیٹوں نے ان سے کہا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ جہاد میں شریک رہے یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا (آپ تو اللہ کے راستے میں بہت جا چکے ہیں۔ اب آپ نہ جائیں) آپ ہمیں اپنی طرف سے جہاد میں جانے دیں۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ تم لوگ مجھے (جہاد میں جانے کے لئے) تیار کرو۔ چنانچہ جہاد میں انہوں نے سمندر کا سفر کیا اور سمندر ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور سات دن کے بعد ان کے ساتھیوں کو ایک جزیرہ ملا جس میں انہیں دفن کیا (اتنے دن گزرنے کے باوجود) ان کے جسم میں ذرا بھی فرق نہیں پڑا تھا (ان کا جسم گلنے سے محفوظ رہا یہ ان کی کرامت ہے) [2]

حضرت محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اَبُو اَیُّوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اس کے بعد وہ مسلمانوں

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۱) [2] ذکرہ ابن عبدالبرفی لاستیعاب (ج ۱ ص ۵۵۰) عن حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی وعلی بن زید واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۶۶) من طریق ثابت وعلی عن انس بنحوہ مطولاً وقد اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۱) والحاکم (ج ۳ ص ۳۵۳) من طریق حماد عن ثابت وعلی عن انس بمعناہ مختصراً قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ واخرجہ ایضاً ابویعلی کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۱۲) مختصراً وقال رجالہ رجال الصحیح

کے ہر غزوہ میں شریک ہوتے رہے لیکن ایک سال لشکر کا امیر ایک نوجوان کو بنا دیا گیا اس وجہ سے وہ اس سال غزوہ میں نہ گئے۔ لیکن اس سال کے بعد وہ ہمیشہ افسوس کرتے رہے اور تین مرتبہ فرمایا کرتے کہ مجھے اس سے کیا غرض کہ میرا امیر کس کو بنایا گیا ہے؟ (میری غرض تو مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جانا ہے۔) چنانچہ اس کے بعد وہ ایک غزوہ میں گئے (جس میں) وہ بیمار ہو گئے اور لشکر کا امیر یزید بن مُعاوِیہ تھا وہ ان کی عیادت کے لئے ان کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو کسی سواری پر رکھ دینا اور جہاں تک ہو سکے مجھے دشمن کے علاقہ میں لے جانا اور جب آگے لے جانے کا راستہ نہ ملے تو وہاں مجھے دفن کر دینا اور وہاں سے تم واپس آجانا چنانچہ جب ان کا اِنتقال ہو گیا تو یزید نے ان کی لاش کو ایک سواری پر رکھا اور دشمن کے علاقہ میں لے کر گیا اور جب آگے لے جانے کا راستہ نہ ملا تو ان کو وہاں دفن کر دیا اور وہاں سے واپس ہو گیا اور حضرت ابو ایوبؓ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا تم ہلکے ہو یا بھاری۔ ہر حال میں (اللہ کی راہ میں) نکلو۔ لہٰذا میں اپنے آپ کو ہلکا پاؤں یا بوجھل (مجھے ہر حال میں نکلنا چاہیئے) [1]

حضرت اَبُو اَیُّوب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضرت مُعاوِیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانے میں ایک غزوہ میں گئے اور بیمار ہو گئے جب زیادہ بیمار ہو گئے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے سواری پر لے چلنا۔ جب تم دشمن کے سامنے صفیں باندھنے لگو تو اپنے قدموں میں مجھے دفن کر دینا۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔ آگے اور حدیث بھی ہے [2]

حضرت اَبُو ظَبیان کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ یزید بن مُعَاوِیَہ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے حضرت ابو ایوب نے فرمایا جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کی زمین میں لے جانا اور جہاں تم دشمن سے مقابلہ کرنے لگو وہاں مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کر

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۵۸) واخرجہ ایضاً ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹) عن محمد بنحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۴۰۵) وقال ورواہ ابو اسحاق الفزاری عن محمد وسمی الشاب عبد الملک بن مروان انتہیٰ

[2] اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۴۰۴) عن ابی ظبیان عن اشیاخہ

دنیا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اس حال میں مرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں کر رہا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ [1]

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (غزوۂ تبوک میں) تشریف لے جانے کے چند دن بعد حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس آئے۔ اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے باغ میں ان کی دو بیویاں اپنے اپنے چھپر کے اندر ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے چھپر میں چھڑکاؤ کر رکھا ہے اور ہر ایک نے ان کے لیئے ٹھنڈا پانی اور کھانا تیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ جب یہ اندر گئے تو چھپر کے دروازے پر کھڑے ہو کر انہوں نے اپنی بیویوں پر اور ان تمام نعمتوں پر نظر ڈالی جو ان کی بیویوں نے تیار کر رکھی تھیں اور یوں کہا کہ حضورؐ تو دھوپ میں اور لو میں اور سخت گرمی میں ہوں اور ابوخیثمہ ٹھنڈے سائے اور تیار کھانے اور خوبصورت بیویوں میں ہو اور اپنے مال و متاع میں ٹھہرا ہوا ہو۔ یہ ہرگز انصاف کی بات نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا اللہ کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہیں ہوں گا۔ میں تو سیدھا حضورؐ کی خدمت میں جاؤں گا تم دونوں میرے لیئے زادِ سفر تیار کر دو۔ چنانچہ انہوں نے تیار کر دیا۔ پھر اپنی اونٹنی کے پاس آئے اور اس پر کجاوہ کسا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چل پڑے اور حضورؐ جب تبوک پہنچے ہی تھے تو یہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ راستہ میں حضرت عُمیر بن وَہب جُمَحی رضی اللہ عنہ کی ان سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی حضورؐ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ وہاں سے آگے یہ دونوں حضرات اکٹھے چلتے رہے۔ تبوک کے قریب آ کر حضرت ابوخیثمہ نے حضرت عمیر بن وہب سے کہا مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے اس لیئے میں حضورؐ کی خدمت میں جلدی حاضر ہونا چاہتا ہوں (اور چونکہ تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے اس لیئے اگر) تم ٹھہر کر آؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (اس لیئے مجھے پہلے جانے دو) چنانچہ انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ تبوک میں ٹھہرے ہوئے تھے لوگوں نے کہا یہ راستہ میں ایک سوار آ رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا خدا کرے یہ ابوخیثمہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم واقعی یہ ابوخیثمہ ہیں۔ جب یہ اپنی سواری بٹھا چکے تو انہوں نے آ کر حضورؐ کو سلام کیا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا اے ابوخیثمہ

---

[1] اخرجہ الامام احمد کما فی البدایۃ (ج ۸ ص ۵۹)، واخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۴۹) نحو سیاق ابن عبد البر

تیرا ناس ہو پھر انہوں نے حضورؐ کو ساری بات بتائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں کلماتِ خیر فرمائے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی [1]

حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پیچھے رہ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکا ایک دن میں باغ میں آیا۔ میں نے دیکھا کہ چھپر میں پانی چھڑکا ہوا ہے اور وہاں میری بیوی موجود ہے۔ میں نے کہا یہ تو انصاف نہیں ہے کہ حضورؐ تو لو اور گرم ہوا میں ہوں اور میں اس سایہ اور ان نعمتوں میں۔ میں کھڑے ہو کر اپنی اونٹنی کی طرف گیا اور اس پر کجاوے کے پیچھے سامانِ سفر باندھا اور کھجوروں کا توشہ لیا۔ میری بیوی نے پکار کر پوچھا اے ابوخیثمہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا ارادہ ہے چنانچہ میں اس ارادہ سے چل پڑا۔ میں ابھی راستہ میں تھا کہ حضرت عمیر بن وہب سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا تم بہادر آدمی ہو اور مجھے وہ جگہ معلوم ہے حضورؐ جہاں ہیں اور میں گناہ گار آدمی ہوں تم تھوڑا پیچھے رہ جاؤ تاکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں مل لوں۔ حضرت عمیرؓ پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ میں جب لشکر کے قریب پہنچا تو لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور حضورؐ نے فرمایا خدا کرے یہ ابوخیثمہ ہو۔ میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو ہلاک ہو چلا تھا اور پھر میں نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے میرے بارے میں کلماتِ خیر فرمائے اور میرے لیے دعا فرمائی [2]

اللہ کے راستہ میں نکلنے اور مال خرچ کرنے کی طاقت نہ رکھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غمگین ہونا۔

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن یامین نضری رضی اللہ عنہ کی حضرت ابولیلیٰ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی وہ دونوں حضرات رو رہے تھے۔ ابن یامین نے پوچھا آپ دونوں کیوں رو رہے ہیں؟ ان دونوں

---

[1] وقد ذکر عروۃ بن الزبیر وموسیٰ بن عقبۃ قصۃ ابی خیثمۃ رضی اللہ عنہم بنحوہ من سیاق ابن اسحاق و ابسط و ذکر ان خروجہ الی تبوک کان فی زمن الخریف کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۷)

[2] اخرجہ الطبرانی کما فی المجمع (ج ۶ ص ۱۹۲) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۹۲) وفیہ یعقوب بن محمد الزہری وہو ضعیف انتہی

حضرات نے فرمایا کہ ہم حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تھے تاکہ آپ ہمیں (اللہ کے راستہ میں جانے کے لیے) سواری دے دیں۔ لیکن ہم نے آپؐ کے پاس کوئی سواری نہ پائی جو آپ ہمیں دے دیتے اور حضورؐ کے ساتھ جانے کے لیے ہمارے پاس بھی کچھ نہیں تھا۔ (چونکہ حضورؐ کے ساتھ جانے کے لیے ہمارا کوئی انتظام نہیں ہو سکا اس وجہ سے ہم لوگ رو رہے ہیں) چنانچہ حضرت ابن یامین نے ان حضرات کو اپنی اونٹنی دے دی اور سفر کے لیے کچھ کھجوروں کا توشہ بھی دیا ان دونوں نے اس اونٹنی پر کجاوہ کسا اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ یونس بن بُکَیر نے ابن اسحاق سے روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت عُلبہ بن زید رضی اللہ عنہ (کا حضورؐ کے ساتھ جانے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تو) رات کو نکلے اور کافی دیر تک رات میں نماز پڑھتے رہے۔ پھر رو پڑے اور عرض کیا اے اللہ! آپ نے جہاد میں جانے کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے پھر آپ نے نہ مجھے اتنا دیا کہ میں اس سے جہاد میں جا سکوں اور نہ اپنے رسول کو سواری دی جو مجھے (جہاد میں جانے کے لیے) دے دیتے۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان نے مال یا جان یا عزت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا ہو وہ معاف کر دیتا ہوں اور اس معاف کرنے کا اجر و ثواب تمام مسلمانوں کو صدقہ کر دیتا ہوں۔ اور پھر یہ صبح لوگوں میں جا ملے۔ حضورؐ نے فرمایا آج رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ تو کوئی نہ کھڑا ہوا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ کھڑا ہو جائے چنانچہ حضرت عُلبہ نے کھڑے ہو کر حضورؐ کو اپنا سارا واقعہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خوش خبری ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تمہارا یہ صدقہ مقبول خیرات میں لکھا گیا ہے۔ [1]

حضرت ابو عَبس بن جَبر کہتے ہیں کہ حضرت عُلبہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے ہیں۔ جب حضورؐ نے صدقہ کرنے کی ترغیب دی تو ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق جو اس کے پاس تھا وہ لانے لگا حضرت عُلبہ بن زید نے کہا اے اللہ! میرے پاس صدقہ کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اے اللہ! تیری مخلوق

[1] کذا فی البدایۃ (ج ۵ ص ۵) قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۵۰۰) ذکر ابن اسحاق الحدیث بغیر اسناد وقد ورد مسندا موصولا من حدیث مجمع بن جاریۃ ومن حدیث عمرو بن عوف وابی عبس بن جبر و من حدیث علبۃ بن زید وقتیبۃ وقد روی ذلک ابن مردویہ عن مجمع بن جاریۃ۔

ہیں سے جس نے بھی میری آبرو ریزی کی ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں (یعنی اسے معاف کرتا ہوں) حضورؐ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے یہ اعلان کیا کہ کہاں ہے وہ آدمی جس نے گزشتہ رات اپنی آبرو کا صدقہ کیا؟ اس پر حضرت عُلْبہ کھڑے ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا صدقہ قبول ہوگیا۔ [1]

اللہ کے راستہ میں نکلنے میں دیر کرنے پر اظہار ناپسندیدگی

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوۂ مُوتہ کے لیئے ایک جماعت کو بھیجا جن کا امیر حضرت زید کو بنایا اور فرمایا کہ اگر حضرت زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر امیر ہوں گے اور اگر حضرت جعفر شہید ہو جائیں تو حضرت ابن رَوَاحہ امیر ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم۔ حضرت ابن رَوَاحہ ٹھہر گئے اور حضورؐ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی حضورؐ نے انہیں دیکھا تو فرمایا۔ تم کیوں ٹھہر گئے اور اپنی جماعت سے پیچھے رہ گئے؟ انھوں نے کہا آپ کے ساتھ جمعہ پڑھنے کی وجہ سے اس پر آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام لگا دینا دُنیا وَمَا فِیہا سے بہتر ہے۔ [2]

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابن رَوَاحہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو ایک لشکر میں بھیجا۔ اس لشکر کی روانگی جمعہ کے دن ہوئی تو حضرت ابن رَوَاحہ نے اپنے ساتھیوں کو آگے بھیج دیا اور کہا میں ذرا پیچھے رُک جاتا ہوں۔ حضورؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ جمعہ پڑھ کر پھر اس لشکر سے جا ملوں گا۔ حضورؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں

---

[1] رواہ ابن مندہ و روی البزار عن علبۃ بن زید رضی اللہ عنہ نفسہ قال حث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصدقۃ فذکر الحدیث قال البزار علبۃ ہذا رجل مشہور من الانصار ولا نعلم لہ غیر ہذا الحدیث وروی ابن ابی الدنیا و ابن شاہین من طریق کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ نحوہ انتہی مختصراً و اخرجہ ابن النجار عن علبۃ بن زید مختصراً کما فی کنز العمال (ج ۷ ص ۸۰)

[2] اخرجہ الامام احمد کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۲) و اخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ عن ابن عباس نحوہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۹)

گئے؟ انہوں نے کہا میں نے یہ سوچا کہ آپ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ لوں، پھر اپنے لشکر سے جا ملوں گا۔ آپ نے فرمایا جو کچھ زمین میں ہے اگر تم وہ سارا بھی خرچ کر دو تو بھی تم ان کی اس صبح (کے ثواب) کو نہیں پا سکتے ہو [1]

حضرت مُعَاذ بن اَنس رَضِیَ اللہُ عَنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے اپنے صحابہؓ کو ایک غزوہ میں جانے کا حکم دیا، تو ایک آدمی نے اپنے گھر والوں سے کہا میں ذرا ٹھہر جاتا ہوں تاکہ حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھ لوں، پھر آپ کو سلام اور آپ کو الوداع کہہ کر چلا جاؤں گا تو ہو سکتا ہے حضورؐ میرے لئے کوئی ایسی دُعا فرما دیں جو قیامت کے دن پہلے سے پہنچ کر کام آنے والی چیز ہو۔ جب حضورؐ نماز پڑھ چکے تو یہ صحابی آپ کو سلام کرنے کے لئے آگے بڑھے حضورؐ نے ان سے فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے ساتھی تم سے کتنا آگے نکل گئے؟ انہوں نے کہا جی ہاں، وہ لوگ آج صبح گئے ہیں یعنی آدھے دن کے بقدر مجھ سے آگے نکلے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ وہ اَجر و ثواب کے اعتبار سے فضیلت میں تم سے اس سے بھی زیادہ آگے نکل گئے ہیں جتنا کہ مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ ہے [2]

حضرت ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ایک لشکر کو جانے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم ابھی رات کو چلے جائیں یا فرمائیں تو رات یہاں ٹھہر کر صبح چلے جائیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ تم جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ میں یہ رات گزارو [3]

حضرت ابوزُرعہ بن عَمرو بن جَریرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ عَنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اس میں حضرت مُعَاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب وہ لشکر

---

[1] اخرجہ الامام احمد ایضا و ہذا الحدیث قد رواہ الترمذی ثم علله بما حکاہ عن شعبۃ انہ قال لم یسمع الحکم عن مقسم الا خمسۃ احادیث ولیس ہذا منہا کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۲) [2] اخرجہ الامام احمد ایضا قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۸۴) وفیہ زبان بن فائد وثقہ ابو حاتم وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات انتہی [3] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۵۸) واخرجہ الطبرانی ایضا عن ابی ہریرۃ نحوہ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۷۶) وشیخہ بکر بن سہل الدمیاطی قال الذہبی مقارب الحدیث وقال النسائی ضعیف وفیہ ابن لہیعۃ ایضا انتہی

چلا گیا تو حضرت عمر کی حضرت معاذ پر نگاہ پڑی۔ ان سے پوچھا تم یہاں کیوں رک گئے؟ انہوں نے کہا میں نے یہ سوچا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر چلا جاؤں گا (اور لشکر کو جا ملوں گا) حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ نہیں سنا کہ اللہ کے راستہ میں ایک صبح یا ایک شام دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے[۱]

اللہ کے راستے سے پیچھے رہ جانے اور اس میں کوتاہی کرنے پر عتاب

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے علاوہ اور کسی غزوہ میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (کے ساتھ جانے) سے پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا لیکن اس غزوہ سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کسی پر عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ حضور تو صرف ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کا مقابلہ کرنے (اور اس سے مالِ تجارت لے لینے) کے ارادے سے نکلے تھے۔ (جنگ کرنے کا ارادہ ہی نہیں تھا) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا دشمن سے اچانک مقابلہ کرا دیا' پہلے سے جنگ کا کوئی ارادہ اور پروگرام نہیں تھا اور میں عقبہ کی اس رات کو حضورؐ کے ساتھ تھا جس رات حضورؐ سے ہم نے اسلام پر چلنے کا پختہ عہد کیا تھا اور مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ عقبہ کی یہ رات مجھے نہ ملتی اور اس کے بدلے میں غزوۂ بدر میں میں شریک ہو جاتا۔ اگرچہ لوگوں میں غزوۂ بدر کی شہرت اس رات سے زیادہ ہے اور (غزوۂ تبوک میں) میرا قصہ (یعنی میرے شریک نہ ہونے کا قصہ) یہ ہے کہ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں میں اتنا قوی اور مالدار نہیں تھا جتنا کہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے وقت تھا۔ اللہ کی قسم اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس دو اونٹنیاں ہونے کی نوبت نہیں آئی اور اس غزوہ میں میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس طرف کی لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہ فرماتے بلکہ ہمیشہ دوسری طرف کے حالات وغیرہ معلوم کرتے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ دوسری طرف جانا چاہتے ہیں۔ مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا اور راستہ میں

---

[۱] اخرجہ ابن راھویہ والبیھقی کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۸۹)

بیابان اور جنگل پڑتے تھے اور دشمن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی اس لیئے آپؐ نے صاف اعلان فرمادیا (کہ تبوک جانا ہے) تاکہ لوگ اس سفر کی پوری تیاری کرلیں اور جہاں کا آپ کا ارادہ تھا وہ آپ نے صاف بتا دیا اور حضورؐ کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد بھی بہت تھی کہ رجسٹر میں ان کا نام لکھنا دشوار تھا (اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے) کوئی شخص چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں اور کسی کو پتہ نہ چلے تو یہ دشوار نہیں تھا اور وہ یہ سمجھتا کہ یہ معاملہ اس وقت تک پوشیدہ رہے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ کی طرف سے وحی نہ نازل ہوجائے آپؐ اس غزوہ میں اس وقت تشریف لے گئے جب کہ پھل بالکل پک رہے تھے اور سایہ میں بیٹھنا ہر ایک کو اچھا لگ رہا تھا۔ حضورؐ اور آپ کے ساتھ مسلمان تیاری کر رہے تھے۔ میں صبح جاتا تاکہ مسلمانوں کے ساتھ میں بھی تیاری کر لوں لیکن جب واپس آتا تو کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا کہ مجھے قدرت و وسعت حاصل ہے (جب ارادہ کروں گا تیار ہو کر نکل جاؤں گا) میرا معاملہ یوں ہی لمبا ہوتا رہا اور تیاری میں دیر ہوتی رہی۔ لوگ خوب زور شور سے تیاری کرتے رہے اور آخر حضورؐ مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوگئے اور میری ابھی کچھ بھی تیاری نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ایک دو دن میں تیار ہو جاؤں گا اور اس لشکر سے جا ملوں گا۔ چنانچہ لشکر کی روانگی کے بعد میں صبح تیار ہونے گیا لیکن واپس آیا تو کسی قسم کی تیاری نہیں ہوئی تھی پھر میں اگلی صبح تیار ہونے گیا لیکن واپس آیا تو کوئی تیاری نہ ہوئی تھی میرے ساتھ ایسے ہی ہوتا رہا اور مسلمان بہت تیزی سے اس غزوہ میں چلے اور آخر غزوہ میں شریک ہونے کا وقت میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور میں نے ارادہ بھی کیا کہ روانہ ہو جاؤں اور لشکر سے جا ملوں۔ اور کاش میں ایسا کر لیتا۔ لیکن ایسا کرنا میرے مقدر میں نہیں تھا۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکل کر لوگوں میں گھومتا پھرتا تو اس بات سے بڑا دکھ ہوتا کہ مجھے صرف وہی لوگ نظر آتے جن پہ نفاق کا دھبہ لگا ہوا ہوتا یا جن کمزوروں کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہوا تھا۔ تبوک پہنچنے تک حضورؐ نے میرا تذکرہ نہ فرمایا۔ تبوک میں پہنچنے کے بعد آپ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کعب کا کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! مال و جمال کی اکڑ نے اسے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ

نے کہا تم نے غلط بات کہی یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے۔ حضورؐ خاموش ہو گئے۔ جب مجھے یہ خبر ملی کہ حضورؐ واپس تشریف لا رہے ہیں۔ تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا' دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آنے لگے اور میں کہتا تھا کہ کل کو کون سا عذر بیان کر کے میں حضورؐ کے غصہ سے جان بچالوں اور اس بارے میں میں نے اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار آدمی سے مشورہ لیا۔ جب مجھے یہ کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بس آنے ہی والے ہیں تو ادھر ادھر کے سب غلط خیال چھٹ گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ جھوٹ بول کر میں اپنی جان نہیں بچا سکتا ہوں اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ حضورؐ کی خدمت میں سچی بات عرض کروں گا۔ چنانچہ آپ تشریف لے آئے۔ جب آپ سفر سے واپس تشریف لایا کرتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لئے بیٹھ جاتے۔ چنانچہ حسب معمول نماز سے فارغ ہو کر آپ جب مسجد میں بیٹھ گئے تو اس غزوہ سے پیچھے رہ جانے والے لوگ آپ کی خدمت میں آئے اور قسمیں کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ ان کی تعداد اسّی سے زیادہ تھی۔ حضورؐ نے ان کے ظاہر حال کو قبول فرما لیا اور ان کو بیعت فرمایا اور ان کے لئے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا۔ چنانچہ میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ناراضگی کے انداز میں تبسّم فرمایا پھر فرمایا "آؤ" چنانچہ میں چل کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے مجھ سے فرمایا تم پیچھے کیوں رہ گئے؟ کیا تم نے سواریاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم! اگر میں دنیا والوں میں سے کسی اور کے پاس اس وقت ہوتا تو میں اس کے غصہ سے معقول عذر کیساتھ جان بچا لیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زوردار بات کرنے کا سلیقہ عطا فرما رکھا ہے لیکن اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ اگر آج میں آپ سے غلط بیانی کر کے آپ کو راضی کر لوں تو اللہ تعالیٰ (آپ کو اصل حقیقت بتا کر) عنقریب مجھ سے ناراض کر دیں گے اور اگر میں آپ سے سچ بول دونگا تو اگرچہ آپ اس وقت مجھ سے ناراض ہو جائیں گے لیکن مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے معاف کر دیں گے۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور اللہ کی قسم! میں اس دفعہ جو آپ سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں جتنا قوی اور مالدار تھا اس سے پہلے کبھی اتنا نہیں تھا۔ حضورؐ نے فرمایا اس آدمی نے سچ

کہا ہے اور آپ نے فرمایا اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ اب اللہ تعالیٰ ہی خود کریں گے۔ چنانچہ میں وہاں سے اٹھا تو (میرے قبیلہ) بنو سلمہ کے بہت سے لوگ ایک دم اٹھے اور میرے پیچھے ہو لئے اور انہوں نے مجھ سے کہا ہمیں تو نہیں معلوم کہ تم نے اس سے پہلے گناہ کیا ہو اور تم سے اتنا نہیں ہو سکا کہ جیسے اور پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کئے تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عذر پیش کر دیتے۔ تو حضورؐ کا تمہارے لیئے استغفار فرمانا تمہارے گناہ کے لیئے کافی ہو جاتا۔ اللہ کی قسم وہ لوگ مجھے ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا ارادہ ہو گیا کہ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس جا کر اپنی پہلی بات کی تکذیب کر دوں لیکن میں نے ان سے پوچھا کیا ایسا معاملہ میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ بھی پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور دو آدمیوں کے ساتھ بھی پیش آیا ہے' انہوں نے بھی وہی بات کہی ہے جو تم نے کہی ہے اور ان سے بھی وہی کہا گیا ہے جو تم سے کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا مُرارہ بن رَبیع عَمری اور ہلال بن اُمیہ وَاقِفی۔ چنانچہ انہوں نے میرے سامنے ایسے دو نیک آدمیوں کا نام لیا جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے وہ دونوں میرے شریکِ حال ہیں۔ جب ان لوگوں نے ان دونوں کا میرے سامنے نام لیا تو میں وہاں سے چلا گیا حضورؐ نے ساتھ نہ جانے والوں میں سے' ہم تینوں سے بات کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا چنانچہ لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور سارے لوگ ہمارے لیئے بدل گئے۔ یہاں تک کہ مجھے زمین بدلی ہوئی نظر آنے لگی کہ یہ وہ زمین نہیں ہے جسے میں پہلے سے پہچانتا ہوں۔ ہم نے پچاس دن اسی حال میں گزارے میرے دونوں ساتھی تو عاجز بن کر گھر بیٹھ گئے اور وہ روتے رہتے تھے۔ میں ان سب میں جوان اور زیادہ طاقتور تھا اس لیئے میں باہر آتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں چلتا پھرتا تھا اور کوئی مجھ سے بات نہیں کرتا تھا۔ میں حضورؐ کی خدمت میں آکر آپ کو سلام کرتا۔ آپ نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور میں دل میں کہتا تھا کہ میرے سلام کے جواب میں حضورؐ کے ہونٹ ہلے ہیں یا نہیں۔ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور نظر چرا کر آپ کو دیکھتا رہتا (کہ آپ بھی مجھے دیکھتے ہیں یا نہیں) جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا تو آپ مجھے دیکھنے لگ جاتے اور جب

میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو دوسری طرف منہ پھیر لیتے۔ جب لوگوں کو اس طرح اعراض کرتے ہوئے بہت عرصہ گزر گیا تو (تنگ آکر ایک دن) میں چلا اور حضرت ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھے ان سے سب سے زیادہ محبت تھی؟ میں نے ان کو سلام کیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہؓ! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ وہ خاموش رہے میں نے ان کو دوبارہ اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا وہ پھر خاموش رہے۔ جب میں نے ان سے تیسری مرتبہ پوچھا تو انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا یہاں تک کہ پھر دیوار پر (واپسی کے لئے) چڑھا۔ اسی دوران میں ایک دن مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نبطی کو جو ملکِ شام سے مدینہ غلّہ بیچنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کون مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتائے گا؟ لوگ میری طرف اشارہ کرنے لگے وہ میرے پاس آیا اور غسّان کے بادشاہ کا خط مجھے دیا جو ایک ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اس میں لکھا ہوا تھا "امّا بعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے، اللہ تمہیں ذلّت کی جگہ نہ رکھے اور تمہیں ضائع نہ کرے، تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہارا ہر طرح خیال کریں گے۔" جب میں نے خط پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت آ گئی (کہ مجھے اسلام سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں)، میں نے اس خط کو لے جا کر ایک تنور میں پھونک دیا۔ پچاس میں سے چالیس دن اسی حال میں گزرے کہ حضور کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے کہا اسے طلاق دے دوں یا کچھ اور کروں؟ اس نے کہا نہیں (طلاق نہ دو) بلکہ اس سے الگ رہو۔ اس کے قریب نہ جاؤ۔ حضورؐ نے میرے دونوں ساتھیوں کے پاس یہی پیغام بھیجا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا تو اپنے میکے چلی جا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ نہ فرمائیں وہیں رہنا۔ حضرت ہلال بن امیہؓ کی بیوی نے حضورؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! ہلال بن امیّہ بالکل بوڑھے شخص ہیں ان کا کوئی خادم بھی نہیں ہے (اگر میں انہیں چھوڑ کر چلی گئی تو) وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ کیا آپ اسے ناگوار سمجھتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں؟ آپ نے فرمایا "نہیں" بس

وہ تمہارے قریب نہ آئیں۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! اس کی طرف تو انہیں میلان بھی نہیں۔ جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ مجھ سے بھی میرے خاندان کے بعض لوگوں نے کہا کہ جیسے ہلال بن اُمیّہ نے اپنی بیوی کی خدمت کی اجازت حضورؐ سے لے لی ہے تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو۔ میں نے کہا نہیں میں حضورؐ سے اس کی اجازت نہیں لوں گا کیا پتہ میں اس کی اجازت لوں تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا فرما دیں اور میں جوان آدمی ہوں (میں اپنے کام خود کر سکتا ہوں) اس حال میں دس دن اور گزر رہے ہم سے بات چیت چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز پڑھ کر میں اپنے ایک گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا وہ حال تھا جس کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے زندگی دوبھر ہو رہی تھی اور کشادگی کے باوجود زمین مجھ پر تنگ ہو چکی تھی کہ اتنے میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جو سَلع پہاڑی پر چڑھ کر اونچی آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب! تمہیں خوشخبری ہو۔ میں ایک دم سجدہ میں گر گیا اور سمجھ گیا کہ کشادگی آگئی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فجر کی نماز پڑھ کر لوگوں میں ہماری توبہ کے قبول ہونے کا اعلان فرمایا لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے چل پڑے اور بہت سے لوگوں نے میرے دونوں ساتھیوں کو جا کر خوشخبری دی۔ ایک آدمی گھوڑا دوڑاتا ہوا میرے پاس آیا (یہ حضرت زُبَیر بن عوام رضی اللہ عنہ تھے) قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے تیزی سے دوڑ کر پہاڑی سے آواز دی اور آواز گھوڑے سے پہلے پہنچ گئی۔ (یہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ تھے) اور جس آدمی کی میں نے آواز سنی تھی جب وہ مجھے خوشخبری دینے آیا تو میں نے اسے اپنے دونوں کپڑے اتار کر (خوشخبری دینے کی خوشی میں) دے دیئے اور اللہ کی قسم! اس وقت میرے پاس ان کے علاوہ اور کوئی کپڑے نہیں تھے۔ چنانچہ میں نے کسی سے دو کپڑے مانگے اور انہیں پہن کر حضورؐ کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ راستہ میں لوگ مجھے فوج در فوج ملتے اور توبہ قبول ہونے کی مبارک باد دیتے اور کہتے کہ تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی جب میں مسجد میں پہنچا تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ارد گرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر حضرت طلحہ بن عُبَیداللہ رضی اللہ عنہ میری طرف لپکے۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! مہاجرین

میں سے ان کے علاوہ اور کوئی بھی میری طرف کھڑے ہو کر نہیں آیا اور حضرت طلحہ کا یہ انداز میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ جب حضورؐ کو میں نے سلام کیا اور خوشی سے آپؐ کا چہرہ چمک رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ جب سے تم پیدا ہوئے ہو اس وقت سے لے کر اب تک جو سب سے بہترین دن تمہارے لیئے آیا ہے میں تمہیں اس کی خوشخبری دیتا ہوں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جب حضورؐ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چمکنے لگ جاتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کے چہرے سے ہی ہمیں آپ کی خوشی کا پتہ چل جاتا تھا۔ جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یارسولُ اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری ساری جائیداد اللہ اور اس کے رسول کے نام پر صدقہ ہے اس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھوں گا۔ آپ نے فرمایا' نہیں اپنے پاس بھی کچھ رکھ لو۔ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا میرا جو حصہ خیبر میں ہے میں وہ اپنے پاس رکھ لیتا ہوں اور میں نے کہا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے لہٰذا میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا ہمیشہ سچ بولوں گا جب سے میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے سامنے سچ بولا ہے اسوقت سے لے کر اب تک میرے علم کے مطابق کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ایسا بہترین انعام کیا ہو جیسا بہترین مجھ پر کیا ہے اور جب سے میں نے حضورؐ سے سچ بولنے کا عہد کیا ہے اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے بچائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اس موقع پر یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ سے لیکر وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ○ تک۔ ترجمہ: "اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر"..... سے لے کر... اور رہو ساتھ سچوں کے" تک۔ اللہ کی قسم! ہدایتِ اسلام کی نعمت کے بعد میرے نزدیک اللہ کی سب سے بڑی نعمت مجھے یہ نصیب ہوئی کہ میں نے حضورؐ کے سامنے سچ بولا اور جھوٹ نہیں بولا اگر میں جھوٹ بول دیتا تو میں بھی دوسرے جھوٹ بولنے والوں کی طرح ہلاک ہو جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی اترتے وقت جھوٹ بولنے والوں کے متعلق

بڑے سخت کلمات ارشاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
سَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ط سے لے کر
فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ تک

ترجمہ: "اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے۔ جب تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ سوتم درگزر کرو ان سے بے شک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، بدلہ ہے ان کے کاموں کا۔ وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ سو اگر تم راضی ہو گئے ان سے، تو اللہ راضی نہیں ہوتا نافرمان لوگوں سے۔" حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضورؐ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے جھوٹے اَعذار بیان کیئے اور حضورؐ نے انہیں قبول کر لیا اور ان کو بیعت بھی فرمایا اور حضورؐ نے ان کے لیئے اِستغفار بھی فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں سے مؤخّر فرما دیا۔ یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ ہی نے فیصلہ فرمایا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ط اس سے مراد ہم تینوں کا غزوہ سے پیچھے رہ جانا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضورؐ کے سامنے قسمیں کھائیں اور آپ کے سامنے جھوٹے عذر رکھے اور حضورؐ نے ان کو قبول فرما لیا ان کا فیصلہ تو اسی وقت ہو گیا اور ہم تینوں کے معاملہ کو حضورؐ نے مؤخّر فرما دیا اور ہمارا فیصلہ بعد میں ہوا[1]

جہاد کو چھوڑ کر گھر بار اور کاروبار میں لگ جانے والوں کو دھمکی

حضرت ابو عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ قُسطُنطُنیہ میں تھے اور مصر والوں کے امیر حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے اور شام والوں کے امیر حضرت فَضَالہ بن عُبَید رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ (قسطنطنیہ) شہر سے رومیوں کی ایک بہت

---

[1] اخرجہ البخاری ہکذا رواہ مسلم وابن اسحاق ورواہ الامام احمد بزیادات لیسیرۃ کذافی البدایۃ (ج ۵ ص ۲۳) واخرجہ ایضا ابوداؤد والنسائی بنحوہ مفرقا مختصرا روی الترمذی قطعۃ من اولہ ثم قال وذکر الحدیث کذافی الترغیب (ج ۴ ص ۳۶۶) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۳۳) لبطولہ

بڑی فوج باہر نکلی۔ ہم ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہوگئے۔ ایک مسلمان نے رومیوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ ان میں گھس گیا اور پھر ان میں سے نکل کر ہمارے پاس واپس آگیا۔ یہ دیکھ کر لوگ چلّائے اور (قرآن مجید کی آیت وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ کو سامنے رکھ کر) کہنے لگے سُبْحَانَ اللّٰہ! اس آدمی نے اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال دیا۔ اس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابی حضرت اَبُو اَیُّوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کھڑے ہو کر فرمانے لگے اے لوگو! تم اس آیت کا یہ مطلب سمجھتے ہو (کہ دشمنوں میں گھس جانا ہلاکت ہے) یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرما دی اور اس کے مددگاروں کی تعداد بہت ہو گئی تو ہم لوگوں نے حضورؐ سے چھپ کر آپس میں یہ کہا کہ ہماری زمینیں خراب ہو گئیں اب ہمیں کچھ عرصہ مسلسل (مدینہ میں) ٹھہر کر اپنی خراب شدہ زمینوں کو ٹھیک کر لینا چاہیئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس ارادے پر رَدّ فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔

ترجمہ۔ "اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان ہلاکت میں۔" اس لئے ہلاکت تو اس میں تھی کہ ہم زمینوں میں ٹھہر کر انہیں ٹھیک کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ہمیں اللہ کے راستے میں نکلنے اور غزوہ میں جانے کا حکم دیا گیا اور حضرت ابو ایوب اللہ کے راستہ میں غزوہ فرماتے رہے یہاں تک کہ اسی راستہ میں ان کا انتقال ہوا[1]

حضرت ابو عمران رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم قُسْطُنْطُنیہ شہر دشمن سے لڑنے گئے اور جماعت کے امیر حضرت عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید تھے اور رومی لشکر شہر کی دیوار سے کمر لگائے ہوئے کھڑا تھا ایک مسلمان نے دشمن پر زور سے حملہ کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا رُک جاؤ۔ رُک جاؤ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ آدمی اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اس پر حضرت اَبُو اَیُّوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد فرمائی اور اسلام کو غالب فرما دیا تو ہم نے آپس میں کہا آؤ ہم اپنی زمینوں میں ٹھہر کر انہیں ٹھیک کر لیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ج

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۵)

تو ہمارا اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم زمینوں میں ٹھہر کر انھیں ٹھیک کرنے میں لگ جاتے اور جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دیتے۔ حضرت ابو عمران فرماتے ہیں کہ حضرت اَبُوایّوب (زندگی بھر) اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے [1]

حضرت ابو عمران رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک صاحب نے قسطنطنیہ میں دشمن کی صف پر ایسا زوردار حملہ کیا کہ اسے چیر کر پار چلے گئے اور ہمارے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ بھی تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس آدمی نے تو اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا ہم اس آیت کو (تم لوگوں سے) زیادہ جانتے ہیں کیوں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہم حضورؐ کے ساتھ رہے ہم آپ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے اور ہم نے آپ کی بھرپور نصرت کی۔ جب اسلام پھیل گیا اور غالب ہو گیا تو اسلامی محبت کے اظہار کے لیئے ہم انصار جمع ہوئے اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت میں رہنے اور آپ کی نصرت کرنے کی دولت سے نوازا۔ یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور اسلام والے زیادہ ہو گئے اور ہم نے آپ کو اپنے خاندان اہل وعیال، مال واولاد سب سے آگے رکھا اور اب لڑائیوں کا سلسلہ بھی بند ہو گیا ہے اب ہم اپنے اہل وعیال میں واپس جاتے ہیں اور ان میں رہا کریں گے (اور ہم اللہ کے راستہ میں باہر کچھ عرصہ نہیں جائیں گے) چنانچہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ

لہٰذا گھر بار اور کاروبار مال واولاد میں ٹھہر جانے اور جہاد چھوڑ دینے میں ہلاکت تھی [2]

---

[1] اخرجہ ایضاً البیھقی (ج ۹ ص ۹۹) من وجہ اٰخر

[2] اخرجہ ابوداؤد والترمذی والنسائی واخرجہ ایضا عبد بن حمید فی تفسیرہ وابن ابی حاتم وابن جریر وابن مردویہ وابو یعلی فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ وقال الترمذی حسن صحیح غریب وقال الحاکم علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۱ ص ۲۲۹)

جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی میں مشغول ہو جانے والوں کو دھمکی اور وعید

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت عبداللہ بن حُر عنسی رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام میں کھیتی کا کام شروع کر دیا ہے تو حضرت عمرؓ نے ان سے وہ زمین لے لی اور دوسروں کو دے دی اور فرمایا جو ذلّت اور خواری ان بڑے لوگوں کی گردن میں پڑی ہوئی تھی تم نے جا کر وہ اپنی گردن میں ڈال لی[1]

حضرت یحییٰ بن عمرو شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے یمن کے کچھ آدمی گزرے اور انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اس آدمی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان ہوا اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا۔ پھر اس نے ہجرت کی اور اس کی ہجرت بھی بڑی عمدہ ہوئی۔ پھر اس نے بہترین طریقہ سے جہاد کیا۔ پھر یمن اپنے والدین کے پاس آکر ان کی خدمت میں اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک میں لگ گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ اُلٹے پاؤں پھر گیا ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ یہ تو جنّت میں جائے گا۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اُلٹے پاؤں پھرنے والا کون ہے؟ یہ وہ آدمی ہے کہ جو مسلمان ہوا اور اس کا اسلام بہت اچھا ثابت ہوا اور اس نے ہجرت کی اور اس کی ہجرت بڑی عمدہ ہوئی پھر اس نے بہترین طریقہ سے جہاد کیا۔ پھر اس نے نَبطی کافر سے زمین لینے کا ارادہ کیا اور وہ نبطی کافر زمین کا جتنا خراج دیا کرتا تھا اور اسلامی فوج کے لیے جتنا ماہانہ خرچہ دیا کرتا تھا اس نے وہ زمین بھی لے لی اور یہ خراج اور خرچہ بھی اپنے ذِمّہ لے لیا اور پھر اس زمین کو آباد کرنے میں لگ گیا اور جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا۔ یہ آدمی اُلٹے پاؤں پھرنے والا ہے[2]

---

[1] اخرجہ ابن عائذ فی المغازی کذا فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۸۸)

[2] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۹۱)

فتنہ ختم کرنے کے لئے اللہ کے راستہ میں خوب تیزی سے چلنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ایک لشکر میں ایک غزوہ میں گئے ہوئے تھے ایک مہاجری نے ایک انصاری کی پیٹھ پر مکا مار دیا۔ انصاری نے کہا اے انصار! میری مدد کے لئے آؤ اور مہاجری نے بھی کہا اے مہاجرین! میری مدد کے لئے آؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آوازیں سن لیں اور فرمایا یہ زمانۂ جاہلیت والی باتیں کیوں ہو رہی ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک مہاجری نے ایک انصاری کی پیٹھ پر مکا مار دیا۔ آپ نے فرمایا ان باتوں کو چھوڑو، یہ تو بدبودار باتیں ہیں۔ عبداللہ بن اُبیّ (منافق) نے یہ باتیں سن کر کہا کیا ان مہاجرین نے ہمارے آدمی کو دبا کر اپنے آدمی کو اُوپر کیا ہے؟ غور سے سنو اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس چلے گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ حضورؐ کو یہ بات پہنچ گئی تو حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اُڑا دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسے رہنے دو (اسے قتل کرنے سے) کہیں لوگوں میں یہ مشہور نہ ہو جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ جب مہاجرین شروع میں مدینہ آئے تھے اس وقت انصار کی تعداد مہاجرین سے زیادہ تھی۔ بعد میں مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی [1]

حضرت عُروہ بن زُبیر اور حضرت عمرو بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ مُریسیع میں تشریف لے گئے۔ یہ وہی غزوہ ہے جس میں آپ نے مَنات بت کو گرایا تھا یہ بت قفا مُشلّل مقام اور سمندر کے درمیان تھا چنانچہ حضورؐ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور انہوں نے جا کر مَنات بُت توڑا تھا۔ اس غزوہ میں دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے۔ ایک مہاجرین میں سے تھے اور دوسرے قبیلہ بَہز کے تھے۔ یہ قبیلہ انصار کا حلیف تھا۔ مہاجری اس بَہزی کو گرا کر اس پر چڑھ بیٹھے۔

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ ایضا مسلم والامام احمد والبیہقی عن جابر رضی اللہ عنہ بنحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۴ ص ۳۷۰)

اس جُہنی آدمی نے کہا اے جماعتِ انصار! اس پر کچھ انصاری حضرات اس کی مدد کو آئے اور اس مہاجری نے بھی کہا اے جماعتِ مہاجرین! اس پر کچھ مہاجرین اس کی مدد کو آئے اس طرح ان مہاجرین اور انصار کے درمیان کچھ لڑائی سی ہو گئی پھر لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ پھر سارے منافقین اور دلوں میں کھوٹ رکھنے والے لوگ عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق کے پاس جا کر کہنے لگے پہلے تو تم سے بڑی اُمیدیں وابستہ ہوتی تھیں اور تم ہماری طرف سے دفاع کیا کرتے تھے اب تم ایسے ہو گئے ہو کہ کسی کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ نفع۔ ان جلابیب یعنی ایرے غیرے لوگوں نے ہمارے خلاف ایک دوسرے کی خوب مدد کی منافقین ہر نئے ہجرت کر کے آنے والے کو جلابیب یعنی ایرا غیرا کہا کرتے تھے۔ اللہ کے دشمن عبداللہ بن اُبی نے کہا۔ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس چلے گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ منافقوں میں سے مالک بن دُخشُن نے کہا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر خرچ نہ کرو تاکہ یہ سب اِدھر اُدھر بکھر جائیں۔ یہ باتیں سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آدمی لوگوں کو فتنہ میں ڈال رہا ہے۔ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اُڑا دوں۔ یہ بات حضرت عمرؓ عبداللہ بن اُبی کے بارے میں کہہ رہے تھے حضورؐ نے حضرت عمر سے فرمایا اگر میں تمہیں اس کو قتل کرنے کا حکم دوں تو کیا تم اسے قتل کر دو گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم! اگر آپ مجھے اس کے قتل کا حکم دیں تو میں اس کی ضرور گردن اڑا دوں گا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر انصار کے قبیلہ بنو عبدالاشہل کے ایک انصاری حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آدمی لوگوں کو فتنہ میں ڈال رہا ہے، آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اُڑا دوں حضورؐ نے ان سے پوچھا اگر میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دوں تو کیا تم اسے قتل کر دو گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم اگر آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیں تو میں اس کے کانوں کے بندوں کے نیچے گردن پر تلوار کی کاری ضرب ضرور لگاؤں گا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ اب یہاں سے چلیں۔ چنانچہ آپ دوپہر کے وقت لوگوں کو لے کر چل پڑے اور سارا دن اور ساری رات چلتے رہے اور اگلے روز بھی دن چڑھے تک چلتے رہے۔ پھر ایک جگہ آرام فرمانے کے لیئے

ٹھہرے پھر دوپہر کے وقت لوگوں کو لے کر چل پڑے۔ جب تقامُشَلّل سے چلے ہوئے تیسرا دن ہو گیا تب اس دن صبح کے وقت آپ نے پڑاؤ ڈالا۔ جب آپ مدینہ پہنچ گئے تو آپ نے آدمی بھیج کر حضرت عمرؓ کو بلایا اور (ان کے آنے پر ان سے) فرمایا اے عمر! اگر میں تمہیں اسے قتل کرنے کا حکم دے دیتا تو کیا تم اسے قتل کر دیتے؟ حضرت عمرؓ نے کہا جی ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم اسے اس دن قتل کر دیتے تو (چونکہ واقعہ تازہ پیش آیا تھا اس وجہ سے) اس وقت (انصار کے) بہت سے لوگ اس میں اپنی ذلّت محسوس کرتے اور اب (چونکہ مسلسل سفر کرنے کی وجہ سے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے ہیں اس لئے) اگر آج میں انہی لوگوں کو اسے قتل کرنے کا حکم دوں تو وہ اسے ضرور قتل کر دیں گے (اور اگر میں اسے وہاں قتل کرا دیتا) تو لوگ یہ کہتے کہ میں اپنے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا ہوں اور (انہیں گھروں سے نکال کر اللہ کے راستہ میں لے جاتا ہوں اور وہاں) انہیں باندھ کر قتل کر دیتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا سے لے کر يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ تک

ترجمہ: "وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہؐ کے، یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں۔ ..... سے لے کر ..... کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو" [1] ابن اسحاق نے اس قصہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کو لے کر سارا دن چلتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی اور ساری رات چلتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اگلے دن بھی چلتے رہے یہاں تک کہ جب لوگوں کو دھوپ کی وجہ سے تکلیف ہونے لگی تو آپ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اترتے ہی (زیادہ تھکن کی وجہ سے) سب ایک دم سو گئے اور آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ ایک دن پہلے عبداللہ بن اُبَی نے جو (فتنہ انگیز) بات کہی تھی لوگوں کو اس کے بارے میں بات کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ [2]

---

[1] اخرجہ ابن ابی حاتم قال ابن کثیر فی تفسیرہ (ج ۴ ص ۳۷۲) ہذا سیاق غریب وفیہ اشیاء نفیسۃ لا توجد الا فیہ انتہیٰ وقال ابن حجر فی فتح الباری (ج ۸ ص ۴۵۸) وہو مرسل جید انتہیٰ

[2] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۸۸)

اللہ کے راستہ میں چلّہ پورا نہ کرنے والوں پر نکیر

حضرت یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر نے اس سے پوچھا۔ تم کہاں تھے؟ اس نے کہا میں سرحد کی حفاظت کرنے گیا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا تم نے وہاں کتنے دن لگائے؟ اس نے کہا تیس دن۔ حضرت عمر نے فرمایا تم نے چالیس دن کیوں نہیں پورے کر لیئے [1]

اللہ کے راستہ میں تین چلّے کے لئے جانا

حضرت ابن جُریج فرماتے ہیں کہ یہ بات مجھے ایسے شخص نے بتائی جسے میں سچا سمجھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (ایک رات مدینہ کی گلیوں میں) گشت کر رہے تھے کہ آپ نے ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهٗ وَاَرَّقَنِيْ اَنْ لَّا حَبِيْبَ اُلَاعِبُهٗ

یہ رات لمبی ہوگئی ہے اور اس کے کنارے کالے پڑگئے اور مجھے اس وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے، کہ میرا کوئی محبوب نہیں، جس سے میں کھیلوں۔

فَلَوْلَا حِذَارُ اللّٰهِ لَا شَيْءَ مِثْلُهٗ لَزُعْزِعَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهٗ

اگر اس اللہ کا ڈر نہ ہوتا، جس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے، تو اس تخت کے تمام کنارے حرکت کر رہے ہوتے۔

حضرت عمر نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ چند مہینوں سے میرا خاوند سفر میں گیا ہوا ہے اور میں اس کی بہت زیادہ مشتاق ہو چکی ہوں۔ حضرت عمر نے کہا کہیں تیرا برائی کا ارادہ تو نہیں؟ اس عورت نے کہا اللہ کی پناہ۔ حضرت عمر نے کہا اپنے آپ کو قابو میں رکھو، میں ابھی اس کے پاس ڈاک کا آدمی بھیج دیتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر نے اسے بلانے کے لیے آدمی بھیج دیا اور خود (اپنی بیٹی) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے کہا میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ تم میری وہ پریشانی دور کر دو۔ اور وہ یہ ہے کہ کتنے

---

[1] کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۵۷)

عرصہ میں عورت اپنے خاوند کی مشتاق ہو جاتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور ان کو شرم آگئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا حق بات کو بیان کرنے سے اللہ نہیں شرماتے ہیں حضرت حفصہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تین مہینے ورنہ چار مہینے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے (تمام علاقوں میں) یہ خط بھیجا کہ لشکروں کو (گھر سے باہر) چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے۔ (اگر اجازت لیں) [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ رات کے وقت باہر نکلے۔ انہوں نے ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

تَطَاوَلَ هٰذَا اللَّيْلُ وَاسْوَدَّ جَانِبُهٗ وَاَرَّقَنِيْ اَنْ لَّا حَبِيْبَ اُلَاعِبُهٗ

یہ رات لمبی ہو گئی ہے اور اس کے کنارے کالے پڑ گئے اور مجھے اس وجہ سے نیند نہیں آرہی ہے کہ میرا کوئی محبوب نہیں ہے جس سے میں کھیلوں۔ حضرت عمرؓ نے (اپنی بیٹی) حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ عورت زیادہ سے زیادہ کتنے عرصہ تک اپنے خاوند سے صبر کر سکتی ہے؟ حضرت حفصہ نے کہا چھ مہینے تک یا چار مہینے تک۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آئندہ کسی لشکر کو اس سے زیادہ (گھر سے باہر) نہیں روکوں گا۔ [2]

صحابہ کرامؓ کا اللہ کے راستہ کی گرد و غبار برداشت کرنے کا شوق

حضرت ربیع بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ راستہ کے درمیان میں درمیانی رفتار سے تشریف لے جا رہے تھے کہ اتنے میں آپ نے ایک قریشی نوجوان کو دیکھا جو راستہ سے ہٹ کر چل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا یہ فلاں آدمی نہیں ہے؟ صحابہؓ نے کہا جی ہاں وہی ہے۔ آپ نے فرمایا اسے بلاؤ۔ چنانچہ وہ آئے۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تم راستہ سے ہٹ کر چل رہے ہو؟ اس نوجوان نے کہا مجھے یہ گرد و غبار اچھا نہیں لگتا۔ آپ نے فرمایا۔ ارے! اس گرد و غبار سے

---

[1] اخرجہ عبد الرزاق کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۳۰۸)

[2] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۹) من طریق مالک عن عبد اللہ بن دینار

خود کو نہ بچاؤ کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ غبار تو جنّت کی (خاص قسم کی) خوشبو ہے۔ [1]

حضرت ابُو المُصَبِّح مُقْرَئِی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ روم کے علاقہ میں ایک جماعت کے ساتھ چلے جا رہے تھے جس کے امیر حضرت مالک بن عبد اللہ خثعمیؒ تھے کہ اتنے میں حضرت مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس سے گزرے جو کہ اپنے خچر کو آگے سے پکڑے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ان سے حضرت مالک نے کہا اے ابو عبد اللہ! آپ سوار ہو جائیں، اللہ نے آپ کو سواری دی ہے۔ حضرت جابر نے کہا میں نے اپنی سواری کو ٹھیک حالت میں رکھا ہوا ہے اور مجھے اپنی قوم سے سواری لینے کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ پر حرام کر دیں گے۔ حضرت مالک وہاں سے آگے چل دیئے۔ جب اتنی دور پہنچ گئے جہاں سے حضرت جابر کو آواز سنائی دے تو حضرت مالک نے بلند آواز سے کہا اے ابو عبد اللہ! آپ سوار ہو جائیں کیونکہ اللہ نے آپ کو سواری دی ہے۔ حضرت جابرؓ حضرت مالک کا مقصد سمجھ گئے (کہ حضرت مالک چاہتے ہیں کہ حضرت جابر بلند آواز سے جواب دیں تاکہ جماعت کے تمام لوگ سُن لیں) اس پر حضرت جابرؓ نے بلند آواز سے جواب دیا کہ میں نے اپنی سواری کو ٹھیک حالت میں رکھا ہوا ہے اور مجھے اپنی قوم سے سواری لینے کی ضرورت نہیں لیکن میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جس آدمی کے دونوں قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ پر حرام کر دیں گے۔ یہ سنتے ہی تمام لوگ اپنی سواریوں سے کود کر نیچے اُتر آئے۔ میں نے کبھی لوگوں کو اس دن سے زیادہ تعداد میں پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا [2]۔ ابو یعلی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت جابر نے فرمایا میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کے دونوں قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ان دونوں قدموں پر آگ کو حرام فرما دیں گے۔ یہ سنتے ہی حضرت مالک بھی اور تمام لوگ بھی اپنی سواریوں سے نیچے اُتر کر

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۸۷) رواه الطبرانی ورجاله ثقات انتهی [2] اخرجه ابن حبان فی صحیحه ورواه ابو یعلی باسناد جید الا انه قال عن سلیمان بن موسیٰ قال بینما نحن نسیر فذکره بنحوه وقال فیه

پیدل چلنے لگ پڑے اور کسی دن بھی لوگوں کو اس دن سے زیادہ تعداد میں پیدل چلتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔[1]

اللہ کے راستہ میں نکل کر خدمت کرنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم لوگوں میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور کچھ بغیر روزے کے تھے۔ ہم لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اس دن گرمی بہت زیادہ تھی ہم میں سب سے زیادہ سایہ والا وہ تھا جس نے چادر سے سایہ کیا ہوا تھا۔ بعض لوگ اپنے ہاتھ کے ذریعہ دھوپ سے بچاؤ کر رہے تھے۔ پڑاؤ ڈالتے ہی روزے دار تو گر گئے اور جن کا روزہ نہیں تھا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر خیمے لگائے اور سواریوں کو پانی پلایا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا جنہوں نے روزہ نہیں رکھا وہ آج سارا ثواب لے گئے[2] حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدسؐ کے ساتھ تھے۔ ہم میں سے سب سے زیادہ سائے والا وہ تھا جو اپنی چادر سے سایہ کر رہا تھا۔ جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا وہ تو کچھ نہ کر سکے اور جنہوں نے روزہ نہیں رکھا تھا انہوں نے سواریوں کو (پانی پینے اور چرنے کے لئے) بھیجا اور خدمت والے کام کئے اور مشقت والے بھاری بھاری کام کئے۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا وہ آج سارا ثواب لے گئے[3]

حضرت ابو قلابہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کچھ صحابہ ایک سفر سے واپس آکر اپنے ایک ساتھی کی بڑی تعریف کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ ہم نے فلانے جیسا کوئی آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ جب تک یہ چلتے رہتے قرآن پڑھتے رہتے اور جب ہم کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو یہ اترتے ہی نماز شروع کر دیتے۔ آپ نے پوچھا اس کے کام کاج

---

[1] کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۲۹۶) قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۸۶) رواہ ابو یعلی ورجالہ ثقات انتہی وقال فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۶) وہذا الحدیث قد اخرجہ ابو داؤد الطیالسی فی مسندہ لسندہ المذکور ای عن ابی المصبح فقال فیہ اذمر جابر بن عبداللہ وکذا اخرجہ ابن المبارک فی کتاب الجہاد و ہو فی مسند الامام احمد وصحیح ابن حبان من طریق ابن المبارک انتہی واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۶۲) من طریق ابی المصبح بنحوہ [2] اخرجہ مسلم (ج ۱ ص ۳۵۶) [3] اخرجہ البخاری

کون کرتا تھا؟ بہت سی باتیں اور پوچھیں اور یہ بھی پوچھا کہ اس کے اونٹ یا سواری کو چارہ کون ڈالتا تھا؟ ان صحابہؓ نے عرض کیا ہم یہ سارے کام کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم سب اس سے بہتر ہو۔ (اس کی خدمت کر کے تم نے اس کے تمام نیک اعمال کا ثواب لے لیا ہے) [1]

حضرت سعید بن جمہان کہتے ہیں میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے ان کے نام کے بارے میں پوچھا کہ یہ نام کس نے رکھا ہے؟ انہوں نے کہا میں تمہیں اپنے نام کے بارے میں بتاتا ہوں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرا نام سفینہ رکھا۔ میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام سفینہ کیوں رکھا؟ انہوں نے فرمایا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک دفعہ سفر میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی تھے۔ صحابہ کو اپنا سامان بھاری لگ رہا تھا حضورؐ نے مجھ سے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے بچھا دی۔ حضورؐ نے اس چادر میں صحابہؓ کا سامان باندھ کر اسے میرے اُوپر رکھ دیا، اور فرمایا۔ ارے اسے اٹھا لو تم تو بس سُفینہ یعنی کشتی ہی ہو۔ حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں کہ اگر اس دن میرے اوپر ایک یا دو تو کیا پانچ یا چھ اونٹوں کا بھی بوجھ رکھ دیا جاتا تو وہ مجھے بھاری نہ لگتا [2]

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت اُحمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے ایک نالے پر سے ہم لوگوں کا گزر ہوا تو میں لوگوں کو وہ نالہ پار کرانے لگا۔ اسے دیکھ کر حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تم تو آج سفینہ (کشتی) بن گئے ہو [3] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ جب میں سواری پر سوار ہونے لگتا تو وہ میرے پاس آکر میری رکاب پکڑ لیتے اور جب میں سوار ہو جاتا تو وہ میرے کپڑے ٹھیک کر دیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ وہ میرے پاس (اسی کام کیلئے) آئے تو میں نے کچھ ناگواری کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا اے مجاہد تم بڑے تنگ اخلاق ہو گئے [4]

اللہ کے راستہ میں نکل کر روزہ رکھنا

حضرت ابو الدرداء رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم لوگ حضور اکرم

---

[1] اخرجہ ابو داؤد فی مراسیلہ کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۱۷۲) [2] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۶۹)
[3] اخرجہ الحسن بن سفیان و ابن مندہ والمالینی و ابو نعیم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۹۴)
[4] اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۳ ص ۲۸۵)

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے اس دن سخت گرمی تھی اور سخت گرمی کی وجہ سے بعض لوگ اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور اس دن صرف حضورؐ نے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے روزہ رکھا ہوا تھا[1] دوسری روایت میں حضرت ابو الدّرداء رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رمضان کے مہینے میں سخت گرمی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (اللہ کے راستہ میں) نکلے۔ اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا[2] حضرت ابوسعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رمضان کے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں جایا کرتے تھے۔ تو ہمارے کچھ ساتھی روزہ رکھ لیتے اور کچھ ساتھی نہ رکھتے۔ تو نہ روزہ دار روزہ نہ رکھنے والوں کو ناراض ہوتے اور نہ روزہ نہ رکھنے والے روزہ داروں کو ناراض ہوتے سب یہ سمجھتے تھے کہ جو اپنے میں قوت وہمت سمجھتا ہے اور اس نے روزہ رکھ لیا اس کے لئے ایسا کرنا ہی ٹھیک ہے اور جو اپنے میں کمزوری محسوس کرتا ہے اور اس نے روزہ نہیں رکھا اس نے بھی ٹھیک کیا[3]

حضرت ابنِ عمر رضیَ اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں جنگِ یمامہ کے دن حضرت عبداللہ بن مَخرمہ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ کے پاس آیا وہ زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر پڑے ہوئے تھے، میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا، تو انہوں نے کہا اے عبداللہ بن عمر! کیا روزہ کھولنے کا وقت ہو گیا؟ مَیں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا لکڑی کی اس ڈھال میں پانی لے آؤ تاکہ مَیں اس سے روزہ کھول لوں۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں (پانی لینے) حوض پر گیا، حوض پانی سے بھرا ہوا تھا، میرے پاس چمڑے کی ایک ڈھال تھی میں نے اسے نکالا اور اس کے ذریعہ حوض میں سے پانی لے کر (حضرت ابن مخرمہ) کی لکڑی والی ڈھال میں ڈالا پھر وہ پانی لے کر میں حضرت ابن مَخرمہ کے پاس آیا۔ آکر دیکھا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)[4]

حضرت مُدرِک بن عوف اَحمسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت نعمان بن مُقرِّن رضی اللہ عنہ کا قاصد

---

[1] اخرجہ مسلم (ج ۱ ص ۳۵۷) عن ام الدردا قالت [2] فی روایۃ اخری لہ عن ام الدرداء

[3] واخرجہ مسلم ایضاً (ج ۱ ص ۳۵۶) [4] اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۳۱۶) واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ کمافی الاصابۃ (ج ۲ ص ۳۶۶) قال واخرجہ ابن المبارک فی الجہاد من وجہ آخر عن ابن عمر اتم منہ

ان کے پاس آیا۔ اس سے حضرت عمر نے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے شہید ہونے والے مسلمانوں کا تذکرہ کیا اور یوں کہا کہ فلاں اور فلاں شہید ہو گئے اور بہت سے ایسے لوگ بھی شہید ہو گئے جن کو ہم نہیں جانتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا لیکن اللہ تو ان کو جانتا ہے۔ لوگوں نے کہا ایک آدمی نے یعنی حضرت عوف بن ابی حَیَّہ اَحْمَسی ابوشُبَیل رضی اللہ عنہ نے تو اپنے آپ کو خرید ہی لیا۔ حضرت مُدرک بن عوف نے کہا اے امیرالمومنین! لوگ میرے اس ماموں کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالدیا۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ اس آدمی نے تو دنیا دے کر آخرت کے اعلیٰ درجات کو خریدا ہے۔ حضرت عوفؓ اس دن روزہ سے تھے اور اسی حال میں زخمی ہوئے۔ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ انہیں میدانِ جنگ سے اٹھا کر لایا گیا۔ پانی پینے سے انہوں نے انکار کر دیا اور یونہی (روزہ کی حالت میں) جان دے دی۔[1]

صفحہ (۴۱۹) پر سخت پیاس کے برداشت کرنے کے باب میں حضرت محمد بن حَنَفِیَّہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت محمد بن حَنَفِیَّہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعَمْرو انصاری جنگِ بدر میں اور بیعتِ عَقَبہ ثانیہ میں اور جنگِ اُحُد میں شریک ہوئے تھے میں نے ان کو (ایک میدانِ جنگ میں) دیکھا کہ انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور پیاس سے بے چین ہو رہے ہیں اور وہ اپنے غلام سے کہہ رہے ہیں کہ تیرا بھلا ہو مجھے ڈھال دے دو۔ غلام نے ان کو ڈھال دے دی۔ پھر انہوں نے تیر پھینکا (جسے کمزوری کی وجہ سے) زور سے نہ پھینک سکے۔ آگے پوری حدیث بیان کی جس میں یہ ہے چنانچہ وہ سورج ڈوبنے سے پہلے ہی شہید ہو گئے۔

اللہ کے راستہ میں نکل کر نماز پڑھنا

حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن حضرت مِقداد رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے علاوہ ہم میں اور کوئی بھی سواری پر سوار نہیں تھا اور میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ ہم میں سے ہر آدمی سویا ہوا تھا۔ بس حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جاگ رہے تھے۔ آپ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔[2]

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ لبسند صحیح عن قیس بن ابی حازم کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۱۲۲)

[2] اخرجہ ابن خزیمۃ کذا فی الترغیب (ج ۱ ص ۳۱۶)

حضرت ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ عَنْہُما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مقامِ عُسفان پر حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھے اور مشرکین کا لشکر ہمارے سامنے آیا اور ان کے سپہ سالار حضرت خالدبن ولید تھے۔ مشرکین کا یہ لشکر ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ حضورؐ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، مشرکین نے آپس میں بات کی کہ مسلمان تو ابھی ایسی غفلت اور بے خبری کی حالت میں تھے کہ ہم ان پر حملہ کر سکتے تھے۔ تو اس موقع سے ہم فائدہ اٹھا لیتے تو اچھا تھا پھر کہنے لگے کہ اب ان کی ایسی نماز کا وقت آنے والا ہے جو انہیں اپنی اولاد اور اپنی جان سے زیادہ محبوب ہے حضرت ابنِ عبّاس فرماتے ہیں کہ (کافر عصر کی نماز میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا ہی رہے تھے کہ) ظہر اور عصر کے درمیان حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلام یہ آیات لے کر نازل ہوگئے جن میں نمازِ خوف کا ذکر ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ

ترجمہ: "جب تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے" [1] اور امام مسلم نے حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ مشرکین نے آپس میں کہا کہ عنقریب ایسی نماز آنے والی ہے جو مسلمانوں کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے [2]

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ مقامِ نخل کی جانب غزوۂ ذاتُ الرِّقاع کے لئے نکلے، ایک مسلمان نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا (یا اسے قید کر لیا) جب حضورؐ وہاں سے واپس آرہے تھے اس عورت کا شوہر آیا جو کہ کہیں گیا ہوا تھا۔ جب اسے بیوی کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے صحابہؓ کا خون نہیں بہالے گا اس وقت تک وہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ ایک مہاجری اور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پہرہ کے لئے پیش کیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم (پہرہ دیں گے) آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اس وادی کی گھاٹی کے سرے پر چلے جاؤ۔ یہ دونوں، حضرت عمّار بن یاسر اور حضرت عبّاد بن بشر رَضِیَ اللہُ عَنْہُم تھے۔ چنانچہ یہ دونوں گھاٹی کے سرے پر پہنچے تو انصاری نے مہاجری سے کہا ہم دونوں باری باری پہرہ دیتے ہیں۔

---

[1] اخرجہ الامام احمد [2] کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۸۱)

ایک پہرہ دے اور دوسرا سو جائے. اب تم بتاؤ کہ میں کب پہرہ دوں شروع رات میں یا آخر رات میں؟ مہاجری نے کہا نہیں. تم شروع رات میں پہرہ دو چنانچہ مہاجری لیٹ کر سو گئے اور انصاری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے. چنانچہ وہ آدمی آیا (جس کی بیوی قتل ہوئی تھی) جب اس نے دُور سے ایک آدمی کھڑا ہوا دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ یہ (مسلمانوں کے) لشکر کا جاسوس ہے. چنانچہ اس نے ایک تیر مارا جو ان انصاری کو آکر لگا. انصاری نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز میں کھڑے رہے. اس نے دوسرا تیر مارا وہ بھی آکر ان کو لگا. انہوں نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا اور نماز میں کھڑے رہے. اس آدمی نے تیسرا تیر مارا. وہ بھی آکر ان کو لگا. انہوں نے اسے بھی نکال کر پھینک دیا اور پھر رکوع اور سجدہ کر کے (نماز پوری کی اور) اپنے ساتھی کو جگایا اور اس سے کہا اُٹھ بیٹھو، مَیں تو زخمی ہو گیا ہوں وہ مہاجری جلدی سے اٹھے. اس آدمی نے جب (ایک کی جگہ) دو کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ ان دونوں حضرات کو اس کا پتہ چل گیا ہے چنانچہ وہ تو بھاگ گیا. جب مہاجری نے انصاری کے جسم میں سے کئی جگہ خون بہتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا سبحان اللہ! جب اس نے آپ کو پہلا تیر مارا تو آپ نے مجھے اس وقت کیوں نہیں اٹھایا؟ انصاری نے کہا مَیں ایک سورت پڑھ رہا تھا تو میرا دل نہ چاہا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے چھوڑ دوں لیکن جب اس نے لگاتار مجھے تیر مارے تو میں نے نماز ختم کر کے آپ کو بتا دیا. اور اللہ کی قسم جس جگہ کے پہرے کا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے حکم دیا تھا اگر اس جگہ کے پہرے کے رہ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں جان دے دیتا اور سورت کو بیچ میں نہ چھوڑتا.[1] امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عمّار بن یاسر سو گئے اور حضرت عبّاد بن بشر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور حضرت عبّاد نے کہا کہ میں سورت کہف نماز میں پڑھ رہا تھا میرا دل نہ چاہا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے رکوع کر لوں.

حضرت عبد اللہ بن اُنیس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ خالد بن سفیان بن نُبَیح ہُذَلی مجھ پر چڑھائی

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق ورواہ ابو داؤد (ج ۱ ص ۲۹) من طریقہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۸۵) واخرجہ ایضا ابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک وصححہ والدارقطنی والبیہقی فی سننہا وعلقہ البخاری فی صحیحہ کما فی نصب الرایۃ (ج ۱ ص ۴۳)

کرنے کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے اس وقت وہ عُرَنہ مقام پر ہے تم جا کر اسے قتل کر دو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے اس کا حلیہ بتا دیں۔ تاکہ میں اسے پہچان لوں۔ حضورؐ نے فرمایا جب تم اسے دیکھو گے تو تمہیں اپنے جسم میں کپکپی محسوس ہوگی چنانچہ میں گلے میں اپنی تلوار لٹکا کر چل پڑا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنی بیویوں کے ساتھ عُرَنہ مقام پر تھا اور اپنی بیویوں کے لیے ٹھہرنے کی جگہ تلاش کر رہا تھا اور عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو جیسے حضورؐ نے بتایا تھا واقعی مجھے اپنے جسم میں کپکپی محسوس ہوئی۔ میں اس کی طرف چل پڑا۔ اور مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں ایسے نہ ہو کہ اسے قتل کرنے کی کوشش میں کچھ دیر لگ جائے اور نمازِ عصر جاتی رہے۔ چنانچہ میں نے نماز شروع کر دی۔ میں اس کی طرف چلتا بھی جا رہا تھا اور اشارے سے رکوع سجدہ بھی کرتا جا رہا تھا۔ میں جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے کہا یہ آدمی کون ہے؟ میں نے کہا میں عرب کا ایک آدمی ہوں جس نے یہ سنا ہے کہ تم لوگوں کو اس آدمی پر (یعنی حضورؐ پر) چڑھائی کرنے کے لیے جمع کر رہے ہو اس وجہ سے تمہارے پاس آیا ہوں اس نے کہا ہاں میں اسی میں لگا ہوا ہوں چنانچہ میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلا جب مجھے اس پر پوری طرح قابو حاصل ہو گیا تو میں نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا پھر میں وہاں سے چل پڑا اور اس کی پردہ نشین عورتیں اس پر جھکی ہوئی تھیں۔ جب میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا یہ چہرہ کامیاب ہو گیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اسے قتل کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔ پھر حضورؐ میرے ساتھ کھڑے ہوئے اور مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھے ایک لاٹھی دے کر فرمایا اے عبداللہ بن اُنیس اسے اپنے پاس سنبھال کر رکھنا۔ میں لاٹھی لے کر لوگوں کے پاس باہر آیا۔ لوگوں نے پوچھا یہ لاٹھی کیا ہے؟ میں نے کہا یہ لاٹھی حضورؐ نے مجھے دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے سنبھال کر رکھوں۔ لوگوں نے کہا کہ تم واپس جا کر کیوں نہیں حضورؐ سے اس کے بارے میں پوچھ لیتے۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں واپس گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے یہ لاٹھی کیوں دی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ قیامت کے دن میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہوگی کیونکہ اس دن لاٹھی والے لوگ بہت کم ہوں گے (یا نیک اعمال کا سہارا لینے والے بہت کم ہوں گے) چنانچہ

حضرت عبداللہ نے اس لاٹھی کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور وہ لاٹھی زندگی بھر ان کے ساتھ رہی۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی وصیت کے مطابق وہ لاٹھی ان کے کفن میں رکھ دی گئی اور اسے بھی ان کے ساتھ دفن کیا گیا [1]

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگِ یرموک کے دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو (رومی سپہ سالار) قُبُقلار نے ایک عربی آدمی کو (جاسوسی کے لیے) بھیجا۔ اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ قُبُقُلار نے اس (جاسوس) سے پوچھا وہاں کیا دیکھ کر آئے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ مسلمان رات میں عبادت گزار ہیں اور دن میں شہسوار ہیں [2]

حضرت ابو اسحاق سے ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں یہ ہے کہ ہرقل نے (اپنے لوگوں کو) کہا پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہمیشہ شکست کھاتے ہو؟ تو ان کے بڑے سرداروں میں سے ایک بوڑھے نے کہا کہ ہم اس وجہ سے شکست کھا جاتے ہیں کہ وہ (مسلمان) رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں [3]

اور یہ احادیث تائیداتِ غیبیہ کے اسباب کے باب میں آئندہ اِنشاءاللہ آئیں گی۔ اور صفحہ ۳۲۰ پر عورتوں کی بیعت کے باب میں ابنِ مَندہ کی بیان کردہ حضرت ہند بنتِ عُتبہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ہند نے (اپنے خاوند حضرت ابوسُفیان سے) کہا کہ میں محمد (علیہ السلام) سے بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ حضرت ابوسُفیان نے کہا کہ میں نے تو اب تک یہ دیکھا ہے کہ تم ہمیشہ سے (محمد علیہ السلام کی بات کا) انکار کرتی رہی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! (تمہاری یہ بات ٹھیک ہے) لیکن اللہ کی قسم آج رات سے پہلے میں نے اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ اللہ کی قسم! مسلمانوں نے ساری رات نماز پڑھتے ہوئے قیام اور رکوع اور سجدے میں گزاری۔

اللہ کے راستہ میں نکل کر ذِکر کرنا

حضرت سعید بن مُسیّب فرماتے ہیں کہ جب مسلمان مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہو گئے

---

[1] اخرجہ الامام احمد کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۴۰) [2] اخرجہ الطبری (ج ۲ ص ۶۱۰)

[3] اخرجہ احمد بن مروان المالکی واخرجہ ابن عساکر (ج ۱ ص ۱۴۴) عن ابن اسحاق

تو صبح تک فتح کی یہ رات مسلمانوں نے تکبیر و تہلیل اور بیت اللہ کے طواف میں گزاری تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے کہا کیا تم دیکھ رہی ہو یہ سب اللہ کی طرف سے ہے؟ حضرت ہند نے کہا ہاں، یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر صبح کو حضرت ابوسفیان حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ہند سے کہا تھا کہ کیا تم دیکھ رہی ہو یہ سب اللہ کی طرف سے ہے؟ تو ہند نے جواب میں کہا تھا ہاں۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت ابوسفیان نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کی ابوسفیان قسم کھایا کرتا ہے، میری یہ بات ہند کے علاوہ اور کسی نے نہیں سنی تھی۔[1]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر پورا فرمالیا یا جب آپ غزوۂ خیبر کے لیے جانے لگے تو راستہ میں لوگ ایک وادی میں پہنچ کر زور زور سے اللہ اکبر اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا (اے مسلمانو) اپنی جانوں پر نرمی کرو (انہیں خواہ مخواہ مشقت میں نہ ڈالو) تم کسی بہرے یا غائب اور غیر موجود خدا کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم ایسی ذات کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور تم سے بہت قریب ہے اور وہ (ہر وقت) تمہارے ساتھ ہے۔ میں حضور کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ رہا تھا۔ حضورؐ نے جب مجھے یہ پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میں تمہیں جنت کے خزانے کا کلمہ نہ بتا دوں؟ میں نے کہا ضرور بتائیں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم اوپر کو چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب ہم نیچے کو اترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ بخاری میں حضرت جابر کی دوسری

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۰۴) واخرجہ ابن عساکر عن سعید مثلہ کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۹۷) وقال سندہ صحیح [2] اخرجہ البخاری وقد رواہ لبقیۃ الجماعۃ والصواب انہ کان مرجعہم من خیبر فان ابا موسیٰ انما قدم بعد فتح خیبر کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۱۳)

روایت یہ ہے کہ جب ہم اُوپر کو چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب ہم نیچے کو اترتے تھے تو سُبحان اللہ کہتے تھے۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوہ میں جانے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اللہ کے راستہ میں نکل کر اللہ کا ذکر بہت کرتے ہیں اور اللہ کا دھیان خوب رکھتے ہیں۔ اور چلنے میں فساد نہیں مچاتے ہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کی مالی مدد اور ہمدردی کرتے ہیں اور اپنا مرغوب اور عمدہ مال خرچ کرتے ہیں اور ان کو جتنی دنیا ملتی ہے اس سے زیادہ وہ اس مال پر خوش ہوتے ہیں جسے وہ خرچ کرتے ہیں اور یہ لوگ جب لڑائی کے میدان میں ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اس بات پر شرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چلے کہ ان لوگوں کے دلوں میں شک ہے یا انہوں نے مسلمانوں کی مدد چھوڑ دی اور جب انہیں مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کا موقع ملتا ہے تو اپنے دلوں کو اور اپنے اعمال کو خیانت سے پاک رکھتے ہیں تو نہ تو شیطان انہیں فتنہ میں مبتلا کر سکا اور نہ ان کے دل میں فتنہ کا وُسوسہ ہی ڈال سکا۔ ایسے لوگوں کی وجہ سے اللہ اپنے دین کو عزت عطا فرماتے ہیں اور اپنے دشمن کو ذلیل کرتے ہیں اور دوسرے لوگ وہ ہیں جو غزوہ میں تو نکلے لیکن نہ اللہ کا ذکر زیادہ کرتے ہیں اور نہ انہیں اللہ کا کچھ دھیان ہے اور نہ وہ فساد مچانے سے بچتے ہیں اور مال خرچ کرنا پڑ جائے تو بڑی ناگواری سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو مال خرچ کرتے بھی ہیں اسے اپنے اُوپر تاوان سمجھتے ہیں اور ایسی باتیں ان سے شیطان کہتا ہے۔ اور یہ لوگ جب لڑائی کے میدان میں ہوتے ہیں تو سب سے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں اور مدد نہ کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر پناہ لیتے ہیں اور وہاں سے دیکھتے ہیں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں جب اللہ مسلمانوں کو فتح دے دیتے ہیں تو یہ سب سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں (اور اپنے فرضی کارنامے بیان کرنے لگ جاتے ہیں) اور انہیں جب مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کا موقع ملتا ہے تو بڑی جرأت سے اللہ کے مالِ غنیمت میں خیانت کرتے ہیں اور شیطان ان سے یہ کہتا ہے کہ یہ تو مالِ غنیمت سے ہے۔ جب آسودہ حال ہوتے ہیں تو اترانے لگ جاتے ہیں اور جب انہیں کوئی رکاوٹ پیش آتی ہے تو شیطان انہیں (مخلوق کے سامنے اپنی حاجتیں) پیش کرنے کے فتنہ میں ڈال دیتا

---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ ایضا النسائی فی الیوم واللیلۃ عن جابر بنحوہ کما فی العینی (ج ص ۳۶)

ہے۔ ان لوگوں کو مسلمانوں کے ثواب میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں ان کے جسم مسلمانوں کے جسموں کے ساتھ ہیں اور انہی کے ساتھ چل رہے ہیں لیکن ان کی نیتیں اور ان کے عمل مسلمانوں سے مختلف ہیں۔ قیامت کے دن ان کو اللہ تعالیٰ اکٹھا فرمائیں گے اور پھر ان دو طرح کے لوگوں کو الگ الگ کر دیں گے [1]

اللہ کے راستہ میں نکل کر دعاؤں کا اہتمام کرنا

حضرت محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ارادے سے اللہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے مکہ سے چل پڑے تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ جس نے مجھے پیدا فرمایا حالانکہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اے اللہ! دنیا کی گھبراہٹ اور زمانے کے شرور اور دن رات آنے والے مصائب پر میری مدد فرما۔ اے اللہ! اس سفر میں تو میرا ساتھی ہو جا اور میرے گھر میں تو میرا خلیفہ بن جا۔ اور جو تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت نصیب فرما۔ مجھے اپنے سامنے تواضع کرنے والا بنا دے اور عمدہ و نیک اخلاق پر تو مجھے جما دے اور مجھے اپنا محبوب بنا لے اور مجھے عام لوگوں کے سپرد نہ فرما۔ اے کمزوروں کے رب! تو میرا بھی رب ہے۔ میں تیرے اس کریم چہرے کے طفیل جس سے سارے آسمان اور زمین روشن ہو گئے اور جس سے اندھیرے چھٹ گئے اور جس سے پہلوں کے کام درست ہو گئے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو مجھ پر غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو اور تیری نعمت کے زائل ہونے اور تیری ناگہانی سزا سے اور تیری عطا کردہ عافیت کے چلے جانے اور تیرے ہر قسم کے غصے سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں جتنے اعمال کر سکتا ہوں ان میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر تجھے راضی کرنا اور منانا ہے۔ گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکیوں کے کرنے کی قوت تجھ سے ہی ملتی ہے [2]

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۰)

[2] اخرجہ ابو نعیم من طریق ابراہیم بن سعد کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۱۷۸)

بستی میں داخل ہونے کے وقت دُعا کرنا

حضرت ابو مَروان اَسلمی کے دادا فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم خیبر کے قریب پہنچ گئے اور خیبر ہمیں نظر آنے لگا تو حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ ٹھہر گئے۔ پھر حضورؐ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! جو رَبّ ہے ساتوں آسمانوں کا اور ان تمام چیزوں کا جن پر ساتوں آسمان سایہ کئے ہوئے ہیں اور جو رَبّ ہے ساتوں زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا جن کو ساتوں زمینوں نے اُٹھایا ہوا ہے اور جو رَبّ ہے تمام شیاطین کا اور ان لوگوں کا جن کو شیاطین نے گمراہ کیا ہے اور جو رَبّ ہے ہواؤں کا اور ان تمام چیزوں کا جن کو ہواؤں نے اڑایا ہے۔ ہم تجھ سے اس لبستی کی اور اس بستی والوں کی اور اس لبستی میں جو کچھ ہے اس کی خیر مانگتے ہیں اور تجھ سے اس لبتی کے اور اس لبستی والوں کے اور اس لبتی میں جو کچھ ہے اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ (اور پھر فرمایا) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر آگے بڑھو۔[1] طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ آپ ہر لبستی میں داخلہ کے وقت یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

جنگ شروع کرتے وقت دُعا کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگِ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کی طرف دیکھا تو وہ تین سو سے کچھ زیادہ تھے اور جب مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ہزار سے زیادہ تھے۔ تو آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ایک لنگی باندھی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! آپ نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! اگر اہلِ اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر ان کے بعد روئے زمین پر تیری عبادت کبھی نہیں ہو سکے گی۔ حضورؐ مسلسل اپنے رَبّ سے مدد مانگتے رہے اور دُعا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی چادر

[1] اخرجہ البیہقی عن ابی مروان الاسلمی عن ابیہ عن جدہ واخرجہ ابن اسحاق من طریق ابی مروان عن ابی معتب کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۸۳) واخرجہ الطبرانی عن ابی معتب بن عمرو نحوہ قال الہیثمی (ج ۱۰ ص ۱۳۵) وفیہ راو لم یسم وبقیۃ رجالہ ثقات

(زمین پر) گر گئی، حضرت ابوبکرؓ نے چادر اُٹھا کر آپ کے اُوپر ڈال دی، پھر وہ پیچھے سے حضورؐ کو چمٹ گئے اور پھر کہا یا رسول اللہ! آپ نے جو اپنے رب سے زور شور سے مانگا ہے آپ کا اتنا مانگنا کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ⑨

ترجمہ: "جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے، تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے لگاتار آنے والے" [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین سو پندرہ آدمیوں کو لے کر نکلے۔ جب آپ بدر پہنچے تو آپ نے یہ دُعا مانگی اے اللہ! یہ لوگ بغیر جوتیوں کے ننگے پاؤں اور پیدل چل رہے ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ اور اے اللہ یہ ننگے بدن ہیں تو ان کو کپڑے عطا فرما اور اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں تو ان کو پیٹ بھر کر کھانا عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنگِ بدر کے دن فتح عطا فرمائی اور جب یہ لوگ جنگِ بدر سے واپس ہوئے تو ہر ایک کے پاس ایک یا دو اونٹ تھے اور انہوں نے کپڑے بھی پہن رکھے تھے اور پیٹ بھر کر کھانا بھی کھا رکھا تھا [2]

حضرت ابنِ مسعودؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی زور دار دُعا کرتے ہوئے دیکھا ہے اتنی زور دار دُعا کرتے ہوئے میں نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے اے اللہ! میں تجھے تیرے وعدہ اور تیرے عہد کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر تیری عبادت کبھی نہ ہو سکے گی، پھر آپ (ہماری طرف) متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے کی جانب (خوشی کے مارے) چاند کی طرح چمک رہی تھی اور آپ نے فرمایا گویا کہ میں اب دیکھ رہا ہوں کہ

---

[1] اخرجہ الامام احمد وقد رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی وابن جریر وغیرھم وصحح علی بن المدینی والترمذی کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۵)، واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ وابوعوانۃ وابن حبان وابونعیم وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ وابن مردویہ والبیہقی کما فی الکنز (ج ۵ ص ۲۶۶) [2] اخرجہ ابوداؤد کذا فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۳۸) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۵۷) مثلہ وابن سعد (ج ۲ ص ۱۳) بنحوہ

شام کو یہ کہاں کہاں گرے ہوئے پڑے ہوں گے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد کے دن فرما رہے تھے اے اللہ (ہماری مدد فرما) اگر تو ہماری مدد نہ کرنا چاہے تو پھر روئے زمین پر کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس موقع پر پڑھنے کے لئے کوئی دعا ہے جسے ہم پڑھیں کیونکہ کلیجے منہ کو آچکے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِنَا

ترجمہ۔ "اے اللہ! تو ہمارے جملہ عیوب کی پردہ پوشی فرما۔ اور ہمارے خوف کو امن وامان سے بدل دے۔" حضرت ابو سعید فرماتے ہیں (کہ ہم نے یہ دعا پڑھنی شروع کردی جس کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے سخت ہوا بھیج کر اپنے دشمنوں کے چہروں کو پھیر دیا [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد احزاب تشریف لے گئے اور اپنی چادر رکھ کر کھڑے ہوگئے اور ہاتھ اٹھا کر ان (کافروں) کے خلاف بددعا کرنے لگے اور (اس موقع پر) آپ نے کوئی (نفل) نماز نہ پڑھی۔ آپ پھر دوبارہ وہاں تشریف لائے اور ان کے لئے بددعا کی اور نماز پڑھی [4] اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے لئے ان الفاظ سے بددعا فرمائی' اے کتاب کو اتارنے والے اور جلدی حساب لینے والے اللہ! ان احزاب (گروہوں) کو شکست دے دے۔ اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان کے قدموں کو اکھیڑ دے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اے اللہ! انہیں شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اور بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنے لشکر

[1] اخرجہ النسائی کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۶) واخرجہ الطبرانی بنحوہ قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۲) ورجالہ ثقات الا ان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیہ [2] اخرجہ الامام احمد ورواہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸)
[3] اخرجہ الامام احمد واخرجہ ابن ابی حاتم [4] اخرجہ الامام احمد

کو عزت دی۔ اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلا ہی تمام اَحزاب پر غالب آگیا اس کے بعد کوئی چیز نہیں [1]

جنگ کے وقت دُعا کرنا

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں تھوڑی دیر لڑنے کے بعد جلدی سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھنے گیا کہ آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں سر رکھے ہوئے فرما رہے ہیں "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" ان کلمات کے علاوہ مزید اور کچھ نہیں فرما رہے ہیں۔ میں واپس جا کر پھر لڑنے لگ گیا۔ پھر دوبارہ میں حضورؐ کی خدمت میں آیا تو آپ اسی طرح سجدے میں سر رکھے ہوئے وہی الفاظ فرما رہے تھے۔ میں پھر لڑنے چلا گیا۔ اس کے بعد میں پھر تیسری مرتبہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سجدے میں سر رکھے ہوئے انہی کلمات کو دُہرا رہے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں فتح عطا فرما دی [2]

(جنگ کی) رات میں دُعا کرنا

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جنگ بدر کی اس رات میں نماز پڑھتے رہے اور یہ دُعا فرماتے رہے اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر تیری عبادت نہ ہو سکے گی اور اس رات مسلمانوں پر بارش بھی ہوئی تھی (جس سے کافروں کی سخت زمین میں کیچڑ ہو گیا اور مسلمانوں کی ریتلی زمین جم گئی اور اس پر چلنا آسان ہو گیا) [3] حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جس دن صبح کو جنگ بدر ہوئی اس دن کی ساری رات آپ نے عبادت میں گزاری حالانکہ آپ سفر کر کے آئے تھے اور آپ مسافر تھے۔ [4]

---

[1] کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۱۱) [2] اخرجہ البیہقی وقد رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ کذافی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۷۵) واخرجہ ایضا البزار وابویعلی والفریابی والحاکم بسند کمافی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۶۷) [3] اخرجہ ابن مردویہ وسعید بن منصور [4] عند ابی یعلی وابن حبان کذافی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۶۷)

(جنگ سے) فارغ ہو جانے کے بعد دُعا کرنا

حضرت رِفاعہ زُرَقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگِ اُحُد کے دن مشرکین واپس چلے گئے تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سیدھے کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں اپنے پروردگار کی حمد و ثنا بیان کروں چنانچہ صحابہ کرامؓ آپ کے پیچھے صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے تو آپ نے یہ دُعا فرمائی اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں جسے تو وسعت عطا فرمائے اس پر کوئی تنگی کرنے والا نہیں اور جس پر تو تنگی فرمائے اسے کوئی وسعت دینے والا نہیں اور جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے تو ہدایت دیدے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جو چیز تو روک لے (اور نہ دے) اسے کوئی دینے والا نہیں اور جو چیز تو دیدے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دُور کرنے والا نہیں اور اے اللہ تو ہم پر اپنی برکتیں اور اپنی رحمت اور اپنا فضل اور اپنا رزق وسیع فرما دے اور اے اللہ میں تجھ سے وہ دائمی نعمت مانگتا ہوں جو نہ کبھی بدلے اور نہ اس پر کبھی زوال آئے اور اے اللہ میں تجھ سے فقر و محتاجگی کے دن نعمت اور خوف کے دن امن و امان مانگتا ہوں اور اے اللہ جو تو نے ہم کو دیا ہے اس کے شر سے بھی اور جو تو نے ہم سے روکا ہے (اور ہمیں نہیں دیا ہے) اس کے شر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ تو ایمان کو ہمارا محبوب بنا دے اور اس کو ہمارے دلوں کی زینت بنا دے اور کفر اور فسق و فجور اور نافرمانی کی ہمارے دلوں میں نفرت ڈال دے۔ اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل فرما دے۔ اے اللہ ہمیں دُنیا سے اسلام پر اُٹھانا اور ہمیں اسلام پر زندہ رکھنا اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ ملا دینا۔ نہ ہم رُسوا ہوں اور نہ ہم فتنوں میں گرفتار ہوں۔ اے اللہ تو ان کافروں کو ہلاک کر دے جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے راستے سے روکتے ہیں اور تو ان پر اپنا قہر و عذاب نازل فرما۔ اے اللہ ان کافروں کو ہلاک فرما جن کو کتاب دی گئی۔ اے برحق معبود [1] اور صفحہ ۲۵۵ پر اہلِ طائف پر دعوت پیش

[1] اخرجہ الامام احمد و رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸) و اخرجہ ایضا البخاری فی الادب والطبرانی والبغوی والباوردی و ابو نعیم فی الحلیۃ والحاکم والبیہقی قال الذہبی الحدیث (باقی آگے)

کرنے سے فارغ ہونے کے بعد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعوت اِلی اللہ کی وجہ سے تکلیفیں برداشت کرنے کے باب میں گزر چکی ہے۔

اللہ کے راستہ میں نکل کر تعلیم کا اہتمام کرنا

حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہما فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا ○

ترجمہ: "لے لو اپنے ہتھیار اور پھر نکلو جُدی جُدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا ترجمہ: "نکلو ہلکے اور بوجھل"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا

ترجمہ: "اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک" (ان آیات میں ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلنا ضروری قرار دیا) پھر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو منسوخ کر دیا اور اس کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ

ترجمہ: اور ایسے تو نہیں کہ مسلمان کوچ کریں سارے۔" (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ (کبھی) ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں جلئے اور ایک جماعت گھروں میں ٹھہری رہے (اور کبھی ایک جماعت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ گھروں میں ٹھہری رہے اور ایک جماعت آپ کے بغیر اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے چلی جائے)۔ چنانچہ جو حضورؐ کے ساتھ ٹھہر جائیں گے وہ (حضورؐ سے) دین کا علم اور دین کی سمجھ حاصل کرتے رہیں گے اور جب ان کی قوم کے لوگ غزوہ سے ان کے پاس واپس آئیں گے تو یہ ان کو ڈرائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اور فرائض اور حدود نازل فرمائے ہیں یہ ان کے بارے میں چوکنے رہیں[1]

حضرت اَحوص بن حکیم بن عُمیر عنسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہ

سابقہ صفحہ: مع نظافۃ اسنادہ منکر اخاف ان یکون موضوعًا کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۶) وقال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۲۲) بعد ما ذکر الحدیث رواہ الامام احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحیح انتہی

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۷)

عنہ نے لشکروں کے امیروں کو یہ خط لکھا کر دین میں سمجھ حاصل کرتے رہو (کیونکہ اب اسلام پھیل گیا ہے اور سکھانے والے اب بہت ہیں لہٰذا اب جہالت کوئی عذر نہیں رہا اس لئے) اب اگر کوئی باطل کو حق سمجھ کر اختیار کرلے گا یا حق کو باطل سمجھ کر چھوڑ دے گا تو وہ معذور شمار نہیں ہوگا (بلکہ اسے نہ سیکھنے کی وجہ سے سزا دی جائے گی۔)[1]

حضرت حطّان بن عبداللہ رقاشی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک لشکر میں دریائے دجلہ کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اتنے میں نماز (ظہر) کا وقت ہوگیا تو مؤذن نے نمازِ ظہر کے لئے اذان دی اور لوگ وضو کے لئے کھڑے ہوگئے۔ حضرت ابوموسیٰ نے بھی وضو کر کے لشکر کو نماز پڑھائی اور پھر سب حلقے لگا کر بیٹھ گئے۔ پھر جب عصر کا وقت آیا تو مؤذن نے عصر کی اذان دی۔ سب لوگ پھر وضو کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اس پر حضرت ابوموسیٰ نے اپنے مؤذن سے کہا کہ یہ اعلان کردو۔ (اے لوگو) غور سے سنو! صرف وہی آدمی وضو کرے جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو اور فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب علم چلا جائے گا اور جہالت غالب آجائے گی۔ یہاں تک کہ آدمی جہالت کی وجہ سے اپنی ماں کو تلوار ماردے گا۔[2]

اللہ کے راستے میں نکل کر خرچ کرنا

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نکیل پڑی ہوئی اونٹنی لے کر آیا اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ (یا رسول اللہ) یہ اونٹنی اللہ کے راستہ میں (دیتا ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں قیامت کے دن اس کے بدلے میں ایسی سات سو اونٹنیاں ملیں گی کہ ان سب کی نکیل پڑی ہوئی ہوگی۔[3]

حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ان کو سالانہ وظیفہ ملا۔ ان کے ساتھ ان کی ایک باندی تھی۔

---

[1] اخرجہ آدم بن ابی ایاس فی العلم کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۲۸) [2] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۴۱) واخرجہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار (ج ۱ ص ۲۷) مختصراً [3] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۳۷) واخرجہ ایضاً النسائی کما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۳)

وہ ان کی ضرورتیں پوری کرنے لگ گئی اور ان میں وہ مال خرچ کرنے لگ گئی اس کے پاس سات درہم بچ گئے۔ حضرت ابوذرؓ نے اسے حکم دیا کہ ان کے پیسے بنوا لو۔ میں نے ان سے عرض کیا اگر آپ ان سات درہموں کو آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے لئے یا اپنے کسی آنے والے مہمان کے لئے رکھ لیتے (تو زیادہ اچھا تھا) حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ میرے خلیل یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ جو سونا یا چاندی کسی تھیلے وغیرہ میں باندھ کر رکھ لیا جائے گا تو وہ اپنے مالک کے لئے انگارہ ہوگا جب تک کہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کر دے۔ امام احمد اور طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ جو سونے چاندی کو باندھ کر رکھے اور اسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہ کرے تو قیامت کے دن یہ سونا چاندی آگ کا انگارہ بن جائے گا جس سے اسے داغا جائے گا یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔ [1]

حضرت قیس بن سلع انصاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے بھائیوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آکر ان کی شکایت کی اور یہ کہا کہ یہ اپنا مال فضول خرچ کرتے ہیں اور ان کا ہاتھ بہت کھلا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کھجوروں میں سے اپنا حصہ لے لیتا ہوں اور اس کو اللہ کے راستہ میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہوں۔ حضورؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور تین مرتبہ فرمایا تم خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر خرچ کریں گے اس کے بعد جب میں اللہ کے راستہ میں نکلا تو میرے پاس سواری کا اونٹ بھی تھا اور آج تو میں اپنے خاندان میں سب سے زیادہ مالدار ہوں (یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان بھائیوں سے بھی زیادہ مال دے رکھا ہے) [2]

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اس شخص کے لئے خوشخبری ہو جو اللہ کے راستہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرے کیونکہ اسے ہر کلمہ کے بدلہ ستر ہزار نیکیاں ملیں گی اور ان میں سے ہر نیکی

---

[1] اخرجہ الامام احمد ورجالہ رجال الصحیح کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۶۸) [2] اخرجہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۱۷۳) واخرجہ ایضا ابن مندہ وہو عند البخاری من ہذا الوجہ باختصار کما فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۲۵۰)

دس گنا ہوگی اور اس کے علاوہ مزید بھی اللہ کے ہاں اسے ملے گا۔حضورؐ سے پوچھا گیا، یارسول اللہ! اور خرچہ (کا کیا ثواب ہوگا) آپ نے فرمایا خرچ کا ثواب بھی اتنا ہی ہوگا۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے کہا خرچ کا ثواب تو سات سو گنا ہے۔حضرت مُعاذ نے فرمایا تیری سمجھ تو تھوڑی ہے۔ یہ ثواب تو اس وقت ملتا ہے جب آدمی خود اپنے گھر ٹھہرا ہوا ہو اور غزوہ میں نہ گیا ہو اور (دوسروں پر) خرچ کیا ہو۔جب آدمی خود غزوہ میں جا کر خرچ کرتا ہے تو اللہ نے اس کے لئے اپنی رحمت کے وہ خزانے چھپا رکھے ہیں جن تک بندوں کا علم پہنچ نہیں سکتا اور نہ بندے ان کا وصف بیان کر سکتے ہیں یہی لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور اللہ کی جماعت ہی غالب آکر رہتی ہے۔[1]

حضرت علی، حضرت ابو دَرداء، حضرت ابوہُریرہ، حضرت ابواُمامہ، حضرت ابن عَمرو بن العاص حضرت جابر اور حضرت عِمران بن حُصَین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم فرماتے ہیں کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ کے راستہ میں خرچ بھیج دے اور خود اپنے گھر ٹھہرا رہے تو اسے ہر درہم کے بدلے سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جو خود اللہ کے راستہ میں غزوہ کے لئے جائے اور اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرے تو اس کو ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی۔

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

ترجمہ: "اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے۔"[2] اور صفحہ ۵۲۹ پر حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جہاد میں جان لگانے اور مال خرچ کرنے کے لئے ترغیب دینے کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عَوف، حضرت عَبّاس، حضرت سعد بن عُبادہ حضرت محمد بن مَسلمہ اور حضرت عاصم بن عَدِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اَجْمَعِین نے کتنا کتنا خرچ کیا۔ اور صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اَجْمَعِین کے خرچ کرنے کے باب میں یہ قصے اور تفصیل سے آئیں گے۔

---

[1] اخرجه الطبرانی قال الهیثمی (ج ۵ ص ۲۸۲) وفیه رجل لم یسم انتهى [2] قد اخرجه القزوینی بمجهول وارسال كما فی جمع الفوائد (ج ۲ ص ۳) عن الحسن۔

اللہ کے راستہ میں اخلاص نیت کے ساتھ نکلنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) پوچھا یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد میں اس نیت سے جاتا ہے کہ اسے دنیا کا کچھ سامان مل جائے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اسے کچھ اجر نہ ملے گا لوگوں نے اس بات کو بہت بڑا سمجھا اور اس آدمی سے کہا تم حضورؐ کی خدمت میں جاکر دوبارہ حضورؐ سے پوچھو۔ شاید تم اپنی بات حضورؐ کو سمجھا نہیں سکے ہو۔ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ایک آدمی جہاد میں اس نیت سے جاتا ہے کہ وہ دنیا کا کچھ سامان حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ لوگوں نے اس بات کو بہت بڑا سمجھا اور اس آدمی سے کہا جاؤ پھر حضورؐ سے پوچھو۔ چنانچہ اس نے تیسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ میں اس نیت سے جانا چاہتا ہے کہ اسے دنیا کا کچھ سامان مل جائے حضورؐ نے فرمایا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا [1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ ذرا یہ بتائیے کہ ایک آدمی غزوہ میں شریک ہوکر ثواب بھی حاصل کرنا چاہتا ہے اور لوگوں میں شہرت بھی۔ تو اسے کیا ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اس آدمی نے اپنا سوال تین مرتبہ دہرایا۔ حضورؐ ہر دفعہ اسے یہی جواب دیتے رہے کہ اسے کچھ نہیں ملے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتے ہیں جو خالص ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو [2]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں میں ایک پردیسی آدمی رہتا تھا اسے کوئی جانتا نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ لوگ اسے قزمان کہتے تھے۔ جب بھی اس کا تذکرہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ تو دوزخ والوں میں سے ہے۔ جنگ احد کے دن اس نے خوب زور شور سے لڑائی کی اور اس نے اکیلے ہی سات آٹھ مشرکوں کو قتل کر ڈالا اور وہ بڑا جنگجو اور بہادر تھا۔ آخر وہ زخموں سے نڈھال

---

[1] اخرجہ ابو داؤد و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم باختصار وصححہ کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۴۱۹)

[2] عند ابی داؤد والنسائی کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۴۲۱)

ہو گیا۔ تو اسے بنو ظفر کے محلہ میں اٹھا کر لایا گیا تو بہت سے مسلمان اسے کہنے لگے۔ اے قُزمان! آج تو تم بڑی بہادری سے لڑے ہو۔ تمہیں خوشخبری ہو۔ اس نے کہا مجھے کس چیز کی خوشخبری ہو؟ اللہ کی قسم! میں نے تو صرف اپنی قوم کی ناموری کے لیئے یہ لڑائی لڑی ہے۔ اگر میرا مقصد یہ نہ ہوتا تو میں ہرگز نہ لڑتا۔ چنانچہ جب اس کے زخموں کی تکلیف بڑھ گئی تو اس نے اپنی ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اس سے خودکشی کر لی۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایسا آدمی بتاؤ جو جنت میں تو جائے گا لیکن اس نے نماز کوئی نہیں پڑھی؟ جب لوگ اس کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتے تو ان سے پوچھتے کہ وہ کون ہے؟ تو وہ فرماتے کہ وہ بنو عبدالاشہل کے اُصیرِم ہیں جن کا نام عمرو بن ثابت بن وقش ہے حضرت حُصَین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمود بن لبید سے پوچھا کہ حضرت اُصیرم کا کیا قصہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ان کی قوم ان کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھی لیکن یہ ہمیشہ انکار کر دیتے۔ جنگِ اُحُد کے دن ایک دم ان کے دل میں اسلام لانے کا خیال پیدا ہوا اور وہ مسلمان ہو گئے اور اپنی تلوار لے کر چل پڑے اور ایک کنارے سے مجمع میں جا کر لڑائی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ (لڑائی کے بعد) قبیلہ بنو عبدالاشہل کے لوگ میدانِ جنگ میں شہید ہونے والے اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگے تو ان کی نگاہ حضرت اُصیرم پر پڑی تو وہ کہنے لگے اللہ کی قسم! یہ تو اُصیرم ہیں۔ یہ یہاں کیسے آگئے؟ ہم تو ان کو (مدینہ میں) چھوڑ کر آئے تھے اور یہ تو ہمیشہ (اسلام کی) اس بات کا انکار کیا کرتے تھے تو ان لوگوں نے حضرت اُصیرم سے پوچھا اے عمرو! آپ یہاں کیسے آئے؟ اپنی قوم کی ہمدردی میں یا اسلام کے شوق میں؟ انہوں نے کہا نہیں اسلام کے شوق میں۔ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور مسلمان ہو گیا پھر میں اپنی تلوار پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا اور میں نے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں اتنا زخمی ہو گیا۔ اتنا کہنے کے تھوڑی دیر بعد ہی ان کے ہاتھوں میں حضرت اُصیرم کا انتقال ہو گیا۔ ان لوگوں نے جا کر حضورؐ سے ان کا سارا واقعہ ذکر کیا حضورؐ نے فرمایا وہ جنت والوں میں سے ہیں (لہذا

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۶)

انہیں اسلام لانے کے بعد ایک نماز پڑھنے کا بھی موقع نہیں ملا) [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن اُقیش رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں سود پر قرض دیا ہوا تھا، وہ اسلام لانے کے لیے تیار تو ہو گئے تھے لیکن سود کا مال وصول کرنے سے پہلے مسلمان ہونا نہیں چاہتے تھے غزوہ اُحد کے دن وہ آئے اور انہوں نے پوچھا کہ میرے چچا زاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو (اس وقت) اُحد میں ہیں۔ انہوں نے کہا اُحد میں۔ وہ زرہ پہن کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور پھر اپنے چچا زاد بھائیوں کی طرف چل پڑے جب مسلمانوں نے ان کو (آتے ہوئے) دیکھا تو (ان سے) کہا اے عمرو! ہم سے پرے رہو۔ انہوں نے کہا میں تو ایمان لاچکا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے (کافروں سے) خوب زور شور سے جنگ کی یہاں تک کہ زخمی ہو گئے پھر ان کو زخمی حالت میں اٹھا کر ان کے گھر والوں کے پاس پہنچایا گیا۔ وہاں ان کے پاس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے ان کی بہن سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ (یہ غزوۂ اُحد میں) اپنی قوم کی حمایت میں (شریک ہوئے تھے) یا اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے غصہ میں آکر۔ انہوں نے کہا نہیں" اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے غصہ میں آکر (غزوۂ اُحد میں شریک ہوا تھا) اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور یہ جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ ان کو اللہ کے لیے ایک بھی نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا [2]

حضرت شداد بن ہاد فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ پر ایمان لایا اور آپ کی پوری طرح اتباع کی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں بھی ہجرت کر کے آپ کے ساتھ رہوں گا۔ جب غزوہ خیبر میں حضورؐ کو مالِ غنیمت ملا تو آپ نے وہ صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔ آپ نے اس مالِ غنیمت میں سے اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دیدیا وہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا جب

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۷) قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۵۲۶) ہٰذا اسناد حسن رواہ جماعۃ من طریق ابن اسحاق انتہیٰ و اخرجہ ایضاً ابونعیم فی المعرفۃ بمثلہ کما فی الکنز (ج ۷، ص ۸) و الامام احمد بمثلہ کما فی المجمع (ج ۹ ص ۳۶۲) وقال ورجالہ ثقات۔

[2] اخرجہ ابوداؤد والحاکم من وجہ آخر قال فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۵۲۶) ہٰذا اسناد حسن واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۶۷) بہٰذا السیاق بنحوہ

وہ واپس آیا تو ساتھیوں نے اس کا حصہ دیا تو اس نے کہا یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا یہ تمہارا حصہ ہے جو حضورؐ نے تمہارے لئے دیا ہے۔ اس نے (حضورؐ کی خدمت میں جاکر) عرض کیا۔ میں نے اس (مال لینے) کے لئے تو آپ کا اِتّباع نہیں کیا تھا۔ میں نے آپ کا اِتّباع اس لئے کیا تھا تاکہ مجھے (گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہاں تیر لگے اور میں مر جاؤں اور میں جنت میں چلا جاؤں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اگر تمہاری نیّت سچی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرما دیں گے۔ پھر صحابہؓ دشمن سے لڑنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ (یہ دیہاتی بھی لڑائی میں شریک ہوئے اور زخمی ہو گئے) اور ان کو اُٹھا کر حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ اور جہاں اس نے اشارہ کرکے بتایا تھا وہاں ہی اسے تیر لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ وہی ہے؟ صحابہؓ نے کہا "جی ہاں"۔ آپ نے فرمایا اس کی نیّت سچی تھی اس لئے اللہ نے پوری کر دی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے اپنے جُبّہ میں کفن دیا۔ اور اس کا جنازہ آگے رکھ کر آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور نمازِ جنازہ میں اس کے لئے دُعا کرتے ہوئے آپ کے یہ الفاظ ذرا اونچی آواز سے سنے گئے۔ اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے۔ تیرے راستہ میں ہجرت کرکے نکلا تھا۔ اور اب یہ شہید ہو کر قتل ہوا ہے اور میں اس کا گواہ ہوں [1]

حضرت اَنس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں کالے رنگ کا آدمی ہوں۔ میرا چہرہ بدصورت ہے اور میرے پاس مال بھی کچھ نہیں ہے اگر میں ان کفار سے لڑتے ہوئے مر جاؤں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ (یہ سن کر) وہ آگے بڑھا اور کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حضورؐ اس کے پاس تشریف لے گئے وہ شہید ہو چکے تھے تو آپ نے فرمایا اب تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا چہرہ خوبصورت بنا دیا ہے اور تجھے خوشبودار بنا دیا ہے اور تمہارا مال زیادہ کر دیا ہے اور فرمایا کہ میں نے حُور العین میں سے اس کی دو بیویاں دیکھی ہیں۔ جو اس کے جسم اور اس کے جُبّہ

---

[1] اخرجہ البیہقی و قد رواہ النسائی نحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۹۱) و اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۵۹۵) بنحوہ

کے درمیان داخل ہونے کے لیے جھگڑ رہی ہیں [1]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس یہ پیغام بھیجا کہ کپڑے پہن کر اور ہتھیار لگا کر میرے پاس آجاؤ۔ چنانچہ میں (تیار ہو کر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت بھی رکھے گا اور تمہیں مالِ غنیمت بھی دے گا اور میں بھی اس مال میں سے تمہیں عمدہ مال دوں گا۔ اس پر میں نے کہا میں تو مال کی وجہ سے اسلام نہیں لایا۔ بلکہ مسلمان بننے کے شوق میں مَیں نے اسلام کو قبول کیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! بھلے آدمی کے لیے عمدہ مال بہترین چیز ہے [2] طبرانی نے اوسط اور کبیر میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں تو دو وجہ سے اسلام لایا ہوں ایک تو مجھے مسلمان بننے کا شوق تھا اور دوسرے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن عمدہ مال بھلے آدمی کے لیے بہترین چیز ہے [3]

حضرت ابوالبختری طائی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مختار بن ابی عُبید کے والد حضرت ابوالمختار کے پاس کوفہ میں جسرِ ابی عُبید پر جمع تھے (جہاں حضرت ابو عُبید ثقفی ۱۳ھ اپنے لشکر سمیت شہید ہوئے تھے اور حضرت ابو عُبید کے لشکر کے) تمام آدمی شہید کر دیئے گئے تھے۔ صرف دو یا تین آدمی بچے تھے۔ انہوں نے اپنی تلواریں لیکر اس زور سے دشمن پر حملہ کیا کہ ان کی صفیں چیر کر باہر نکل آئے۔ اور یوں بچ گئے۔ اور پھر یہ تینوں حضرات مدینہ آئے۔ ایک مرتبہ یہ تینوں حضرات ان شہید ہونے والوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور انہوں نے کہا کہ مجھے بتاؤ تم لوگ ان کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا ہم ان کے بارے میں استغفار کر رہے تھے اور ان کے لیے دعا کر رہے تھے حضرت عمر نے فرمایا یا تو تم نے ان کے بارے میں جو کہا تھا وہ مجھے بتا دو۔ ورنہ میں تمہیں سخت سزا دوں گا انہوں نے کہا ہم نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا اور جس کے

---

[1] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۹۱) واخرجہ الحاکم ایضا بنحوہ وقال صحیح علی شرط مسلم کما فی الترغیب (ج ۲ ص ۲۴۴) [2] اخرجہ الامام احمد بسند حسن کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۳)
[3] کذا فی المجمع (ج ۹ ص ۳۵۳) وقال رجال احمد وابی یعلی رجال الصحیح انتہیٰ

حکم کے بغیر قیامت قائم نہیں ہو گی۔ اللہ کے نبی کے علاوہ اور کسی بھی مرنے والے کو اللہ کے ہاں کیا ملا ہے۔ اسے کوئی بھی زندہ انسان نہیں جانتا ہے البتہ اللہ کے نبی کے بارے میں یقیناً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اس ذات کی قسم جس نے حق اور ہدایت دے کر محمد (عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام) کو بھیجا۔ جس کے حکم کے بغیر قیامت قائم نہ ہو گی۔ کوئی آدمی ریاء اور شہرت کی وجہ سے لڑتا ہے کوئی آدمی قومی غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی دنیا حاصل کرنے کے لیئے لڑتا ہے اور کوئی مال لینے کے لیے اور ان تمام لڑنے والوں کو اللہ کے ہاں وہی ملے گا جو ان کے دلوں میں ہے [1]

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگوں نے ایک لشکر کا تذکرہ کیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اللہ کے راستہ میں شہید ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم میں سے کسی نے تو یہ کہا کہ یہ سب اللہ کے لئے کام کرنے والے تھے اور اللہ کے راستہ میں نکلے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو ضرور اجر و ثواب عطا فرمائیں گے اور کسی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن اسی نیت پر اٹھائیں گے جس پر اللہ نے ان کو موت دی ہے۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ ان کو اسی نیت پر اٹھائیں گے جس پر اللہ نے ان کو موت دی ہے کیونکہ کوئی آدمی تو دکھلاوے اور شہرت کے لیئے لڑتا ہے اور کوئی دنیا لینے کے لیئے لڑتا ہے اور کسی کو جنگ سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا ہے اس لیئے وہ مجبور ہو کر لڑتا ہے اور کوئی اللہ سے ثواب لینے کے لیئے لڑتا ہے اور ہر طرح کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔ یہ (ثواب کے لیے لڑنے والے) ہی شہید ہیں۔ لیکن مجھے بھی معلوم نہیں ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا۔ ہاں اتنی بات مجھے ضرور معلوم ہے کہ اس قبر والے یعنی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں [2]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شہیدوں کا تذکرہ آیا تو حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا تم شہید کسے سمجھتے ہو؟

---

[1] اخرجہ الحارث کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۲) وقال قال الحافظ ابن حجر رجالہ ثقات الا انہ منقطع انتہیٰ [2] اخرجہ تمام

لوگوں نے کہا اے امیرالمومنین! ان جنگوں میں جو مسلمان قتل ہوئے ہیں وہ سب شہید ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا پھر تو تمہارے شہداء بہت ہو جائیں گے۔ میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں۔ بہادری اور بزدلی لوگوں کی طبعی چیزیں ہیں۔ اللہ جس کی طبیعت جیسی چاہیں بنا دیں۔ بہادر آدمی تو جذبہ سے لڑتا ہے اور اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانے کی پرواہ بھی نہیں کرتا اور بزدل آدمی اپنی بیوی کی وجہ سے (میدانِ جنگ سے) بھاگ جاتا ہے اور شہید وہ ہے جو اللہ سے اجر و ثواب لینے کی نیت سے اپنی جان پیش کرے اور (کامل) مہاجر وہ ہے جو ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے روکا ہے۔ اور (کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے سارے مسلمان محفوظ رہیں [1]

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنی والدہ (حضرت اسماء رضی اللہ عنہا) کے پاس پیغام بھیجا کہ تمام لوگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور یہ (میرے مخالف) لوگ مجھے صلح کی دعوت دے رہے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر تم اللہ کی کتاب کو اور اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے نکلے تھے تو پھر تمہیں اسی حق بات پر جان دے دینی چاہئے اور اگر تم دنیا لینے کے لئے نکلے تھے تو پھر نہ تمہارے زندہ رہنے میں خیر ہے اور نہ مر جانے میں [2]

جہاد کے لیے اللہ کے راستہ میں نکل کر امیر کا حکم ماننا

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ چنانچہ ہم لوگ روانہ ہوگئے اور ایک منزل پر پڑاؤ ڈالا ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اپنی سواری کی زین کسی۔ میں نے اس سے کہا تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں چارہ لانا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا جب تک ہم اپنے امیر سے

---

[1] عند ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۹۲) [2] اخرجہ نعیم بن حماد فی الفتن کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۵۷)

پوچھ نہ لیں تم ایسا نہ کرو چنانچہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (غالباً حضرت ابو موسیٰ لشکر کے کسی ایک حصہ کے امیر ہوں گے) ہم نے ان سے تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے کہا شاید تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانا چاہتے ہو۔ اس آدمی نے کہا نہیں۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا "نہیں"۔ تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا اچھا تم جاؤ اور ہدایت والے راستہ پر چلو۔ چنانچہ وہ آدمی چلا گیا اور کافی رات گزار کر واپس آیا۔ تو حضرت ابو موسیٰ نے اس سے کہا شاید تم اپنے گھر والوں کے پاس گئے تھے اس نے کہا "نہیں" حضرت ابو موسیٰ نے کہا دیکھ لو تم کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں (میں گیا تھا)۔ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا تو آگ میں چل کر اپنے گھر گیا اور (وہاں جتنی دیر بیٹھا رہا) تو آگ میں بیٹھا رہا اور آگ میں چل کر واپس آیا۔ لہٰذا اب تو نئے سرے سے عمل کر (تاکہ تیرے اس گناہ کا کفارہ ہو جائے) [1]

اللہ کے راستہ میں نکل کر اکٹھے مل کر رہنا

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالا کرتے تھے تو بکھر جایا کرتے تھے اور گھاٹیوں اور وادیوں میں پھیل جایا کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس فرمان کے بعد مسلمان جہاں بھی ٹھہرتے اکٹھے ہو کر مل جل کر رہتے [2] بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے (کہ اس کے بعد صحابہ اتنے قریب قریب رہنے لگے کہ) یوں کہا جانے لگا کہ اگر ان مسلمانوں پر ایک چادر ڈالی جائے تو وہ ان سب پر ہی آجائے [3]

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں غزوہ میں گیا۔ (ایک جگہ ہم لوگوں نے پڑاؤ ڈالا۔ لوگ بکھر گئے جس سے)

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۹) [2] اخرجہ ابو داؤد والنسائی کذا فی الترغیب (ج ۵ ص ۴۰) [3] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۵۲) نحوہ وہکذا اخرجہ ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۳ ص ۱۴۲) ولفظہ حتی لو بسط علیہم ثوب لعمہم

لوگوں کے لئے ٹھہرنے کی جگہ تنگ پڑ گئی اور راستے بند ہو گئے۔ اس پر حضورؐ نے ایک منادی کو بھیجا جو لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ جس نے ٹھہرنے کی جگہ تنگ کی یا راستہ بند کیا اس کا کوئی جہاد نہیں یعنی اسے جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔ ؎

اللہ کے راستہ میں نکل کر پہرہ دینا

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ غزوۂ حنین کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور خوب زیادہ چلے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ چنانچہ میں نے حضورؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ تو ایک سوار نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ لوگوں کے آگے چلا۔ یہاں تک کہ فلاں پہاڑ پر چڑھ گیا تو میں نے وہاں دیکھا کہ قبیلہ ہوازن اپنے والد کے پانی لاتے والے اونٹ اور اپنی عورتیں اور جانور اور بکریاں لے کر سارے کے سارے حنین میں اکٹھے ہو چکے ہیں۔ حضورؐ نے مسکرا کر فرمایا انشاء اللہ یہ سب کچھ کل مسلمانوں کا مالِ غنیمت بن جائے گا۔ پھر آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہما نے فرمایا یا رسول اللہ! میں (پہرہ دوں گا) حضورؐ نے فرمایا اچھا سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا سامنے اس گھاٹی کی طرف چلے جاؤ اور اس گھاٹی کی سب سے اونچی جگہ پہنچ جاؤ۔ (وہاں پہرہ دینا اور خوب ہشیار ہو کر رہنا) کہیں دشمن آج رات تمہیں دھوکہ دے کر تمہاری طرف سے نہ آ جائے۔ جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کی جگہ پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں اپنے سوار کا کچھ پتہ لگا۔ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں پھر نماز کی اقامت ہوئی اور نماز کے دوران حضورؐ کی توجہ گھاٹی کی طرف رہی جب حضورؐ نے نماز پوری فرما کر سلام پھیرا تو فرمایا تمہیں خوشخبری ہو تمہارا سوار آ گیا ہے۔ ہم لوگوں نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان دیکھنا شروع کیا۔ تو وہ سوار آ رہا تھا۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور کہا کہ میں (کل یہاں سے) چلا اور چلتے چلتے اس گھاٹی

؎ اخرجہ البیہقی ایضا (ج ۹ ص ۱۵۲) واخرجہ ایضا ابوداؤد بمثلہ کما فی المشکاۃ (ص ۳۳۲)

کی سب سے اونچی جگہ پہنچ گیا جہاں جانے کا مجھے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا تھا (میں رات بھر وہاں پہرہ دیتا رہا) صبح کو میں نے دونوں گھاٹیوں کی طرف جھانک کر غور سے دیکھا مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ حضورؐ نے اس سوار سے پوچھا کیا تم رات کو کسی وقت اپنی سواری سے نیچے اترے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ صرف نماز پڑھتے اور قضاء حاجت کے لئے اترا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا تم نے (آج رات پہرہ دے کر اللہ کے فضل سے اپنے لئے جنّت) واجب کر لی ہے (پہرہ کے) اس عمل کے بعد اگر تم کوئی بھی (نفلی) عمل نہ کرو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے (اس پہرہ سے تمہیں بہت ثواب ملا ہے) لے

حضرت ابو عَطِیّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے آپ کو بتایا گیا کہ ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اس کو خیر کا کوئی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ ایک آدمی نے کہا جی ہاں۔ ایک رات میں نے اس کے ساتھ اللہ کے راستہ میں پہرہ دیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے اور آپ کے ساتھیوں نے کھڑے ہو کر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ جب اسے قبر میں رکھ دیا گیا تو حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے اس پر مٹی ڈالی۔ پھر فرمایا تمہارے ساتھی تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ تم دوزخ والوں میں سے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جنّت والوں میں سے ہو۔ پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے فرمایا تم لوگوں کے (بُرے) اعمال کے بارے میں نہ پوچھو بلکہ تم فطرت (والے اسلامی اعمال) کے بارے میں پوچھا کرو۔ لے

حضرت ابو عَطِیّہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں ایک آدمی کا انتقال ہوا تو کچھ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اسے (کوئی نیک عمل کرتے ہوئے) دیکھا ہے؟ پھر آگے پوری حدیث بیان کی ؎ حضرت ابن عائذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک آدمی کے جنازے کے لیے باہر تشریف لائے۔ جب وہ جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ

لے اخرجہ ابوداؤد واخرجہ البیہقی ایضا بمثلہ (ج ۹ ص ۱۴۹) واخرجہ ابونعیم عن سہل بن الحنظلیۃ نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۳۴۲) ؎ اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۸۸) ابراہیم بن محمد بن عرق الحمصی شیخ الطبرانی ضعفہ الذہبی اھ ؎ اخرجہ ایضا ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۱)

نہ پڑھیں کیونکہ یہ بدکار آدمی ہے۔ حضورؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اس کو (کوئی نیک عمل کرتے ہوئے) دیکھا ہے؟ آگے پچھلی حدیث کی طرح مضمون بیان کیا [۱] صفحہ ۴۲۱ پر سخت سردی برداشت کرنے کے باب میں حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ میں اس کے لیے ایسی دعا کروں گا جو اس کے حق میں ضرور قبول ہو گی۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! میں (پہرہ دوں گا) آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اس نے کہا فلاں۔ آپ نے فرمایا قریب آجاؤ۔ چنانچہ وہ انصاری قریب آئے۔ حضورؐ نے اس کے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر دعا کرنی شروع کی۔ جب میں نے (وہ دعا) سنی تو میں نے کہا میں بھی تیار ہوں۔ آپ فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا ابو ریحانہ۔ آپ نے میرے لیئے بھی دعا فرمائی لیکن میرے ساتھی سے کم۔ پھر آپ نے فرمایا جو آنکھ اللہ کے راستہ میں پہرہ دے اس آنکھ پر آگ حرام کر دی گئی ہے [۲] اور اللہ کے راستہ میں نکل کر نماز پڑھنے کے باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا آج رات ہمارا پہرہ کون دے گا؟ ایک مہاجری اور ایک انصاری نے اپنے آپ کو پہرے کے لئے پیش کیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم (پہرہ دیں گے) آپ نے فرمایا کہ تم دونوں اس وادی کی گھاٹی کے سرے پر چلے جاؤ۔ یہ دونوں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہم تھے۔ اس کے بعد آگے حدیث ذکر کی ہے [۳]

جہاد کے لیئے اللہ کے راستہ میں نکل کر بیماریاں برداشت کرنا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی مسلمان کے جسم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ (یہ فضیلت سن کر) حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی اے

---

[۱] اخرجہ البیہقی فی شعب الایمان کما فی المشکاۃ (ص ۳۲۸) [۲] اخرجہ الامام احمد و النسائی والطبرانی والبیہقی [۳] اخرجہ ابن اسحاق وغیرہ

اللہ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو اُبیؓ بن کعب کے جسم پر ایسا بخار چڑھا دے جو تیری ملاقات کے وقت تک یعنی موت تک چڑھا رہے۔ (یعنی ساری زندگی بخار چڑھا رہے) لیکن بخار اتنا کم ہو کہ ان کو نماز، روزے، حج، عمرہ اور تیرے راستہ میں جہاد سے نہ روکے۔ چنانچہ ان کو اسی وقت بخار چڑھ گیا جو مرتے دم تک چڑھا رہا۔ اکثر انہیں اور وہ اس بخار کی حالت میں ہی نماز با جماعت پڑھا کرتے تھے روزے رکھا کرتے تھے اور حج اور عمرے کیا کرتے تھے اور سفرِ غزوہ میں جایا کرتے تھے [1]

حضرت ابو سعیدؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسولَ اللہ ! آپ یہ بتائیں کہ یہ بیماریاں جو ہمارے اوپر آتی ہیں ہمیں ان کے بدلے میں کیا ملے گا ؟ آپ نے فرمایا یہ بیماریاں گناہوں کو مٹانے والی ہیں۔ اس پر حضرت اُبیؓ نے حضورؐ سے پوچھا اگرچہ وہ بیماری بہت تھوڑی ہو؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ اگرچہ وہ کانٹا (لگنا) ہی ہو یا اس سے بھی کم درجہ کی تکلیف ہو۔ چنانچہ حضرت اُبیؓ نے اپنے لیے یہ دعا مانگی کہ ان کو ایسا بخار چڑھے جو ان کو موت تک نہ چھوڑے (ہمیشہ چڑھا ہی رہے) لیکن ان کو حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور نماز با جماعت سے بھی نہ روکے (ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور) موت تک ان کی یہ کیفیت رہی کہ جو انسان بھی انہیں ہاتھ لگاتا وہ بخار کی حرارت محسوس کرتا [2]

اللہ کے راستہ میں نیزے یا کسی اور چیز سے زخمی ہونا

حضرت جُندُب بن سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پیدل جا رہے تھے کہ اچانک ایک پتھر سے آپ کو ٹھوکر لگی جس سے آپ کی انگلی مبارک خون آلود ہوگئی۔ آپ نے یہ شعر پڑھا :

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ مَا لَقِيْتِ

---

[1] اخرجہ ابن عساکر [2] عند ابن عساکر و عند الامام احمد و ابی یعلی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۱۵۳) قال فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۰) رواہ الامام احمد و ابو یعلی و ابن ابی الدنیا و صححہ ابن حبان و رواہ الطبرانی من حدیث ابی بن کعب بمعناہ و اسنادہ حسن انتہی و اخرجہ ابن عساکر کما فی الکنز (ج ۷ ص ۲) و ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۲۵۵) عن ابی بن کعب بمعناہ

تُو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہوگئی ہے اور تجھے جو تکلیف آئی ہے یہ اللہ کے راستہ میں ہی آئی ہے [1] اور صفحہ ۳۵۷ پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سختیوں اور تکلیفوں کے برداشت کرنے کے باب میں حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی حدیث گزر چکی ہے کہ جنگِ اُحُد کے دن حضورؐ کا رُباعی دندانِ مبارک شہید ہوگیا تھا اور آپ کا سر مبارک زخمی ہوگیا تھا۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے [2]

اور صفحہ ۳۵۸ پر حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی حدیث گزر چکی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جنگِ اُحُد کا ذکر فرماتے تو یہ ارشاد فرماتے کہ یہ دن سارے کا سارا حضرت طلحہ کے حساب میں ہے۔ پھر تفصیل سے بیان کرتے۔ آگے اور حدیث بھی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہم دونوں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کا رُباعی دندان مبارک شہید ہو چکا ہے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہے اور خَود کی دو کڑیاں آپ کے رخسار مبارک میں گھس گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے ساتھی طلحہ کی خبر لو۔ جو زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے۔ آگے اور حدیث بھی ہے جس میں یہ ہے کہ ہم حضورؐ کی خدمت سے فارغ ہو کر حضرت طلحہ کے پاس آئے وہ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر نیزے اور تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹ گئی تھی۔ ہم نے ان کی دیکھ بھال کی۔

حضرت ابراہیم بن سعد کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو جنگِ اُحُد کے دن اکیس زخم آئے تھے اور ان کا ایک پاؤں بھی زخمی ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلا کرتے تھے [3]

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میرے چچا حضرت انس بن نَضر بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے مشرکین سے جو سب سے پہلی لڑائی لڑی میں اس میں شریک نہیں ہو سکا۔ اب آئندہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے لڑائی میں شریک ہونے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ جنگِ اُحُد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو انہوں نے کہا اے اللہ! صحابہؓ نے جو کچھ کیا، میں تجھ سے اس کی معذرت چاہتا

---

[1] اخرجہ البخاری علی (ص ۹۰۸) [2] اخرجہ الشیخان وغیرھما [3] اخرجہ ابو نعیم کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۷۷)

ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے تو سامنے سے حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ ان کو آتے ہوئے ملے تو انہوں نے کہا اے سعد بن معاذ! (میرے باپ) نضر کے رب کی قسم! اُحُد پہاڑ کے پیچھے سے مجھے جنّت کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت سعد نے (بعد میں یہ قصّہ بیان کرتے ہوئے حضورؐ سے کہا یا رسولَ اللہ! حضرت انس نے جو کر دکھایا (اور جس بہادری سے وہ لڑے) وہ میں نہ کر سکا۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے جسم پر تلوار اور نیزے اور تیر کے اسّی سے زیادہ زخم پائے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں اور مشرکوں نے ان کے کان ناک وغیرہ بھی کاٹ رکھے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی ان کو نہ پہچان سکا۔ صرف ان کی بہن نے ان کو ان کے ہاتھ کے پوروں سے پہچانا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت انس اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔　مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ

ترجمہ: "ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے" [۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا (حضرت انس بن نضر) جن کے نام پر میرا نام انس رکھا گیا وہ غزوۂ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں ہوئے تھے اور یہ شریک نہ ہونا ان پر بڑا گراں تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا غزوہ ہوا ہے اور میں اس میں شریک نہیں ہو سکا۔ اگر آئندہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضورؐ کے ساتھ کسی غزوہ میں شریک ہونے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ مزید کچھ اور کہنے کی ان کو ہمت نہ ہوئی چنانچہ وہ حضورؐ کے ساتھ غزوۂ اُحُد میں شریک ہوئے۔ (جنگ کے دوران) ان کو حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ سامنے سے آتے ہوئے ملے۔ تو حضرت انس نے ان سے کہا اے ابو عمرو! تم کہاں ہو؟ واہ واہ۔ جنّت کی خوشبودار ہوا کیا ہی عمدہ ہے جو مجھے اُحُد کے پیچھے سے آرہی ہے۔ پھر انہوں نے کافروں سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور ان کے جسم میں تلوار اور نیزے اور تیر کے اسّی سے زیادہ زخم پائے گئے

---

[۱] اخرجہ البخاری واللفظ لہ ومسلم والنسائی کذا فی الترغیب (ج ۲ ص ۳۴۶) واخرجہ ایضا الامام احمد والترمذی عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ

ان کی بہن میری پھوپھی ربیع بنت نضر فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو صرف ان کے پوروں سے ہی پہچان سکی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ صلے وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

ترجمہ: "ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں، کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے، پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ۔ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا اور بدلا نہیں ذرہ۔" حضرت انس فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کا خیال یہ تھا کہ یہ آیت حضرت انس بن نضر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے [1]

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوہ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو امیر بنا کر بھیجا اور آپ نے فرمایا اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ حضرت عبداللہ (ابن عمر) فرماتے ہیں میں بھی اس غزوہ میں مسلمانوں کے ساتھ گیا تھا۔ (لڑائی کے بعد) ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو تلاش کرنا شروع کیا تو ہم نے ان کو شہیدوں میں پایا اور ہم نے ان کے جسم میں تلوار اور تیر کے نوے سے زیادہ زخم پائے اور ان کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ان میں سے ایک بھی زخم ان کی پشت پر نہیں تھا (بلکہ سارے زخم ان کے اگلے حصّہ میں تھے) [2]

حضرت عمرو بن شرحبیلؒ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو تیر لگا۔ تو ان کا خون حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر گرنے لگا۔ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آکر کہنے لگے۔ ہائے کمر ٹوٹ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا خاموش رہو۔ پھر حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آئے اور انہوں نے (حضرت سعد کی حالت دیکھ کر) کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [3]

---

[1] عند الامام احمد ایضاً من وجہ آخر ورواہ الترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۱) واخرجہ ایضاً الطیالسی وابن سعد وابن ابی شیبۃ والحارث وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ کما فی الکنز (ج ۱ ص ۱۵) وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۲۱) والبیہقی (ج ۹ ص ۴۴) [2] اخرجہ البخاری کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۵) واخرجہ الطبرانی ایضاً عن ابن عمر نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۳۸) وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۷) وابن سعد (ج ۴ ص ۲۶) [3] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الکنز (ج ۸ ص ۱۲۲)

حضرت سعید بن عبید ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ طائف کے دن میں نے حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو ابویعلی کے باغ میں دیکھا کہ بیٹھے ہوئے کچھ کھا رہے ہیں۔ میں نے ان کو تیر مارا جو ان کی آنکھ میں لگا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میری آنکھ ہے جو اللہ کے راستے میں ضائع ہو گئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کر دوں جس سے تمہاری آنکھ تمہیں واپس مل جائے اور اگر تم چاہو تو (تم صبر کر لو اور) تمہیں جنت مل جائے۔ حضرت ابوسفیان نے عرض کیا مجھے تو جنت چاہیئے (آنکھ نہیں چاہیئے) [1]

حضرت قتادہ بن نعمانؓ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن ان کی آنکھ زخمی ہو گئی اور آنکھ کی پتلی ان کے رخسار پر لٹک گئی لوگوں نے اسے کاٹنا چاہا۔ آگے پوری حدیث بیان کی جو کہ آگے صحابہ کی تائید غیبی کے باب میں آئے گی۔ انشاءاللہ۔ [2]

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر لوگ اُمیہ بن خلف کے پاس جمع ہو گئے ہم بھی اس کے پاس گئے۔ میں نے دیکھا کہ اس کی زرہ کا ایک ٹکڑا اس کی بغل کے نیچے سے ٹوٹا ہوا ہے۔ میں نے اس پر تلوار زور سے ماری جنگِ بدر کے دن مجھے ایک تیر لگا جس سے میری آنکھ پھوٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب مبارک لگایا اور میری آنکھ کے لیے ٹھیک ہونے کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد مجھے کوئی تکلیف نہ رہی [3]

صفحہ ۴۲۹ پر یحییٰ بن عبدالحمید کی حدیث گزر چکی ہے کہ ان کی دادی بیان کرتی ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو چھاتی میں ایک تیر لگا اور صفحہ ۴۲۷ پر حضرت ابوالسائبؓ کی حدیث دعوت الی اللہ کی وجہ سے زخموں اور بیماریوں کے برداشت کرنے کے باب میں گزر چکی ہے کہ بنو عبدالاشہل کے ایک آدمی نے کہا کہ میں اور میرا بھائی غزوہ اُحد میں شریک ہوئے، ہم دونوں (وہاں سے) زخمی ہو کر واپس ہوئے۔ پھر آگے حدیث بیان کی جس میں یہ ہے کہ اللہ کی قسم! ہمارے پاس سوار ہونے کے لیے کوئی سواری نہیں تھی اور

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۷) واخرجہ ایضا الزبیر بن بکار نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۱۴۸)
[2] اخرجہ البغوی وابو یعلی عن عاصم بن عمر بن قتادۃ [3] اخرجہ البزار والطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۲) وفیہ عبدالعزیز بن عمران وھو ضعیف انتہی

ہم دونوں بھائی بہت زیادہ زخمی اور بیمار تھے۔ بہر حال ہم دونوں حضورؐ کے ساتھ چل دیئے میں اپنے بھائی سے کم زخمی تھا جب چلتے چلتے میرا بھائی ہمت ہار جاتا تھا تو بس کچھ دیر کے لیے اسے اُٹھا لیتا پھر کچھ دیر وہ پیدل چلتا۔ (ہم دونوں اس طرح چلتے رہے اور میں بھائی کو بار بار اُٹھاتا رہا) یہاں تک کہ ہم بھی وہاں پہنچ گئے جہاں باقی مسلمان پہنچے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ (کذاب) سے جنگ کے دن اپنے آپ کو باغ والوں پر پھینک دیا (مسیلمہ کے ساتھی ایک باغ میں داخل ہو گئے تھے اور اندر سے انہوں نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ باغ کے چاروں طرف دیوار تھی۔ حضرت براء اس دیوار کو پھلانگ کر اندر داخل ہوتے تھے) چنانچہ اندر جا کر انہوں نے اکیلے ہی لڑنا شروع کیا (اور اتنے زور سے حملہ کیا کہ دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔) اور انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ انہیں تیر اور تلوار کے اسّی سے زیادہ زخم آ چکے تھے۔ پھر ان کو اٹھا کر علاج کے لیے ان کی قیام گاہ پر پہنچایا گیا اور حضرت خالدؓ (ان کی تیمارداری اور علاج کے لیے) ایک مہینہ ان کے پاس ٹھہرے رہے [1]

حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی ملک عراق میں حریق مقام پر دشمن کے ایک قلعہ کے پاس تھے۔ دشمن کے آدمی گرم زنجیروں میں آنکڑے باندھ کر پھینک رہے تھے (مسلمانوں میں سے) جو آدمی اس آنکڑے میں پھنس جاتا اسے وہ اپنی طرف کھینچ لیتے چنانچہ انہوں نے حضرت انس کے ساتھ بھی ایسے ہی کیا (انہیں آنکڑے میں پھنسا لیا) تو حضرت براءؓ آگے بڑھے اور دیوار کی طرف دیکھتے رہے (جیسے ہی انہیں موقع ملا) انہوں نے ہاتھ سے اس زنجیر کو پکڑ لیا اور جب تک اس آنکڑے کی (پیچھے والی) رسی نہ کاٹ لی اس وقت تک اس گرم زنجیر کو ہاتھ سے پکڑے رکھا۔ اس کے بعد جب انہوں نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا تو ہاتھوں کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں اور گوشت جل کر ختم ہو چکا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بچا لیا۔ [2]

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک آنکڑا حضرت انس بن مالکؓ پر آ گرا جس

---

[1] اخرجہ خلیفۃ واخرجہ ایضا بقی بن مخلد فی مسندہ عن خلیفۃ باسنادہ مثلہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۴۳) [2] اخرجہ الطبرانی کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۴۳)

میں وہ پھنس گئے) دشمن نے حضرت انسؓ کو کھینچنا شروع کیا یہاں تک کر ان کو زمین سے اُٹھا لیا۔ (ان کے بھائی) حضرت براءؓ دشمن سے لڑ رہے تھے تو ان کو لوگوں نے آکر کہا کہ اپنے بھائی کو بچالو۔ چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے آئے اور دیوار پر کود کر چڑھ گئے پھر اپنے ہاتھ سے اس گرم زنجیر کو پکڑ لیا وہ زنجیر گھوم رہی تھی۔ زنجیر کو پکڑ کر اسے کھینچتے رہے اور (گرم زنجیر کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کی کھال اور گوشت جلنے لگا اور پھر) ان کے ہاتھوں سے دھواں نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے (زنجیر کی) رسّی کاٹ ڈالی۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے [1]

شہادت کی تمنّا اور اس کے لیئے دُعا کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر کچھ مومن ایسے نہ ہوتے جن کو میرے سے پیچھے رہ جانا بالکل پسند نہیں ہے اور میرے پاس اتنی سواریاں بھی نہیں ہیں جن پر میں ان کو سوار کرا کر ہر سفر میں ساتھ لے جاؤں تو میں اللہ کے راستہ میں غزوہ کے لیے جانے والی کسی جماعت سے پیچھے نہ رہتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری یہ دلی آرزو ہے کہ مجھے اللہ کے راستہ میں شہید کیا جائے۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر شہید کیا جائے پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر شہید کیا جائے پھر مجھے زندہ کیا جائے۔ پھر مجھے شہید کیا جائے۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے راستے میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کی ضمانت لیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ نکلنا صرف میرے راستہ میں جہاد کرنے اور مجھ پر ایمان رکھنے اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے ہو تو یہ میرے ذمہ ہے کہ یا تو میں اسے جنّت میں داخل کروں گا یا اسے اجر و ثواب اور مالِ غنیمت دے کر اس کے اس گھر کو واپس کروں گا جس میں سے اب نکل کر آیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو زخم بھی مسلمان کو اللہ کے راستہ میں لگتا ہے قیامت کے دن وہ زخم اسی حالت

---

[1] ذکرہ فی المجمع عن الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۲۵) واسنادہ حسن انتہی [2] اخرجہ البخاری

میں ہوگا جو حالت زخمی ہونے کے وقت تھی۔ اس کا رنگ تو خون والا ہوگا اور اس کی خوشبو مشک والی ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جان ہے (سواری نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والے) مسلمانوں پر میرا (انہیں مدینہ چھوڑ کر) غزوہ میں جانا گراں نہ ہوتا تو میں اللہ کے راستہ میں جانے والی کسی جماعت سے پیچھے نہ رہتا لیکن (کیا کروں)، نہ تو میرے پاس ان کو سواری دینے کی گنجائش ہے اور نہ اس کی ان کے پاس گنجائش ہے اور میرے سے پیچھے رہ جاتے پر انہیں بہت زیادہ گرانی ہوتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جان ہے، یہ میری دلی آرزو ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جاؤں اور مجھے قتل کر دیا جائے پھر میں اللہ کے راستہ میں جاؤں اور مجھے قتل کر دیا جائے پھر میں اللہ کے راستہ میں جاؤں اور مجھے قتل کر دیا جائے۔ [1]

حضرت قیس بن ابی حازم فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور بیان میں یہ بات کہی کہ جنّاتِ عدن میں ایک محل ہے جس کے پانچ سو دروازے ہیں، اور ہر دروازے پر پانچ ہزار آہو چشم حوریں ہیں اس میں (صرف تین قسم کے آدمی داخل ہوں گے ایک تو) نبی داخل ہو گا پھر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والے! آپ کو مبارک ہو۔ پھر فرمایا یا صدّیق داخل ہو گا پھر حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی قبر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر! تمہیں مبارک ہو۔ پھر فرمایا یا شہید داخل ہو گا پھر اپنی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے عمر! تمہیں شہادت کا درجہ کہاں مل سکتا ہے؟ پھر فرمایا جس اللہ نے مجھے مکّہ سے نکال کر مدینہ کی ہجرت کی سعادت نصیب فرمائی وہ اس بات پر قادر ہے کہ شہادت کو کھینچ کر میرے پاس لے آئے۔ [2] اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ نے فرمایا کہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بدترین انسان کے ہاتھوں آپ کو شہادت نصیب فرمائی جو کہ حضرت مغیرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کا غلام تھا۔ [3]

حضرت اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ!

---

[1] اخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۳۳) واخرج الحدیث ایضا الامام احمد والنسائی کما فی کنز العمال (ج ۲ ص ۲۵۵)
[2] اخرجہ الطبرانی وابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۲۷۵) [3] زادہ فی مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۵۵) عن الطبرانی قال الہیثمی رجالہ رجال الصحیح غیر شریک النخعی وہو ثقۃ وفیہ خلاف اھ

مجھے اپنے راستے کی شہادت اور اپنے رسولؐ کے شہر کی موت نصیب فرما [1] حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! مجھے اپنے راستہ کی شہادت اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی موت نصیب فرما۔ میں نے کہا یہ (ان دو باتوں کا جمع ہونا) کیسے ہو سکتا ہے؟ تو حضرت عمر نے فرمایا اللہ چاہے گا تو ایسے کر دے گا [2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگِ اُحد کے دن کہا کیا تم اللہ سے دعا نہیں مانگتے ہو؟ اس پر وہ دونوں حضرات ایک کونے میں گئے اور پہلے حضرت سعد نے یہ دعا مانگی اے میرے رب! کل کو جب میں دشمن سے لڑنے جاؤں تو میرے مقابلہ میں ایسے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا اور بہت غصہ والا ہو۔ میں اس پر زوردار حملہ کروں اور وہ مجھ پر سخت حملہ کرے۔ پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما۔ یہاں تک کہ میں اسے قتل کر کے اس کا مالِ غنیمت لے لوں۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے آمین کہی۔ پھر انہوں نے یہ دعا مانگی' اے اللہ! کل کو میدانِ جنگ میں ایک بہادر سے میرا مقابلہ کرا جو بہت غصہ والا اور سخت حملہ والا ہو۔ میں اس پر تیری وجہ سے حملہ کروں اور وہ مجھ پر زوردار حملے کرے پھر وہ مجھے پکڑ کر میرے ناک اور کان کاٹ دے۔ پھر کل جب تیرے حضور میں میری پیشی ہو تو' تو کہے کہ تیرے ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں تیری اور تیرے رسول کی وجہ سے۔ پھر تو کہے کہ ہاں تم نے ٹھیک کہا۔ حضرت سعد فرماتے ہیں اے میرے بیٹے! حضرت عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ چنانچہ میں نے دن کے آخری حصے یعنی شام کو دیکھا کہ ان کے ناک اور کان ایک دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں۔ [3]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی' اے اللہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ کل جب میں دشمن

---

[1] اخرجہ البخاری [2] واخرجہ الاسماعیلی کذا فی فتح الباری (ج ۴ ص ۱) [3] اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی (ج ۹ ص ۳۰۲) رجالہ رجال الصحیح اھ وہکذا اخرجہ البغوی کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۸۷) وابن وہب کما فی الاستیعاب (ج ۲ ص ۲۸۴) والبیہقی (ج ۶ ص ۲۰۷) مثلہ وہکذا اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۹) الا انہ لم یذکر دعاء سعد واقتصر علی دعاء عبداللہ

سے ملوں تو وہ مجھے قتل کر کے میرے پیٹ کو پھاڑ دے اور میرے ناک اور کان کاٹ دے پھر تو مجھ سے پوچھے یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ تو میں کہوں (یہ سب کچھ) تیرے لیے ہوا۔ حضرت سعید بن مُسَیّب فرماتے ہیں کہ جیسے اللہ نے ان کی قسم کا شروع والا حصہ پورا کر دیا ایسے ہی قسم کا آخری حصہ بھی ضرور پورا کریں گے۔ [1]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا بہت سے دو پرانی چادروں والے ایسے ہیں کہ ان کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں کرتا (لیکن) اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دے اور ان لوگوں میں سے ایک حضرت بَرَاء بن مالک رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بھی ہیں۔ چنانچہ جب جنگ تُستَر کے دن مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو لوگوں نے کہا اے بَرَاء! اللہ کو قسم دے کر (فتح کی) دعا کرو۔ چنانچہ حضرت بَرَاء نے کہا اے میرے رَبّ! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ تو دشمن کے کندھے ہمارے ہاتھوں میں دے دے اور مجھے اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملا دے۔ (یعنی مجھے شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کو فتح عطا فرما) حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت بَرَاء اسی دن شہید ہو گئے۔ [2]

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خود بھی کمزور ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان کو کمزور سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس اوڑھنے کے لیے صرف دو پرانی چادریں ہوتی ہیں لیکن اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دے اور ان لوگوں میں سے حضرت بَرَاء بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت بَرَاء کا مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ مقابلہ ہوا اور اس دن مشرکوں نے مسلمانوں کو سخت جانی نقصان پہنچایا تھا تو مسلمانوں نے کہا اے بَرَاء! رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ اگر آپ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ آپ کی قسم کو ضرور پورا کر دیں گے اس لیے (آج مسلمانوں

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۰) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین لولا ارسال فیہ وقال الذہبی مرسل صحیح اھ وہکذا اخرجہ ابن شاہین وابن المبارک فی الجہاد کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۸۷) وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۰۹) وابن سعد (ج ۳ ص ۶۳) [2] اخرجہ ابو نعیم کذا فی الکنز (ج ۷ ص ۱۱) واخرجہ الترمذی نحوہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۴۳)

کو شکست سے بچانے اور فتح دلوانے کے لئے) آپ اپنے رَبّ پر قسم کھائیں۔ تو حضرت بَرَاءؓ نے کہا اے میرے رَبّ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو دشمن کے کندھے ہمارے ہاتھوں میں دے دے (چنانچہ اس دن مسلمانوں کو فتح ہوگئی) اس کے بعد پھر سُوس شہر کے پل پر مسلمانوں کا مشرکوں سے مقابلہ ہوا۔ مشرکوں نے اس دن بھی مسلمانوں کو سخت جانی نقصان پہنچایا۔ اس پر مسلمانوں نے حضرت بَرَاءؓ سے کہا اے بَرَاء! آپ اپنے رَبّ پر قسم کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا اے میرے رَبّ! میں تجھے اس بات کی قسم دیتا ہوں کہ تو دشمن کے کندھے ہمارے ہاتھوں میں دے دے اور مجھے اپنے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ملا دے۔ چنانچہ مسلمانوں کو مشرکوں پر فتح ہوئی اور حضرت بَرَاءؓ خود شہید ہوگئے۔ [1]

حضرت حُمَیْد بن عبدالرحمٰن حِمْیَریؒ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ میں سے ایک صحابی کا نام حُمَمَہؓ تھا وہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے زمانے میں اُصبہان کے جہاد میں شریک ہوئے تو انہوں نے دعا مانگی اے اللہ! حُمَمَہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ تیری ملاقات کو یعنی مرنے کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے۔ اے اللہ! اگر وہ (اپنے اس دعوے میں) سچا ہے تو تُو اس کی سچائی کی وجہ سے اسے اس کی ہمّت و قوت نصیب فرما۔ (کہ وہ خوشی خوشی تیرے راستہ میں شہادت کو گلے لگا لے) اور اگر وہ (اپنے اس دعوے میں) جھوٹا ہے تو چاہے وہ اسے پسند نہ کرے لیکن تو اسے اپنے راستہ کی موت دے۔ آگے حدیث اور بھی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ وہ اس دن شہید ہوگئے اور حضرت ابو موسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا کہ بے شک یہ شہید ہیں۔ [2]

امام احمدؒ کی اسی روایت میں یہ مضمون بھی مزید ہے کہ حضرت حُمَمَہؓ کی دُعا میں یہ بھی تھا کہ اگر یہ حُمَمَہ تیری ملاقات یعنی تیرے راستے کی موت کو ناگوار سمجھتا ہے، تو چاہے یہ ناگوار سمجھے، تو اسے اپنے راستہ کی موت دے دے۔ اے اللہ! حُمَمَہ اپنے سفر سے اپنے گھر واپس نہ جا سکے۔ چنانچہ انہیں اسی سفر میں اللہ کے راستہ میں موت آگئی۔ حضرت عفّانؒ راوی کبھی یہ بیان کرتے تھے کہ ان کو پیٹ کی بیماری ہوگئی تھی جس سے وہ اصفہان میں فوت ہوگئے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۱) قال الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۲) ہٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۷) نحوہ [2] اخرجہ ابو داؤد د مسدد و الحارث و ابن ابی شیبۃ و ابن المبارک کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۳۵۵)

تھے (ان کے انتقال کے بعد) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! جو کچھ ہم نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور جہاں تک ہمارا علم ہے اس کے مطابق حضرت حممہ شہید ہی ہیں [1]

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہرمزان (ایرانی لشکر کا سپہ سالار جو مسلمانوں سے شکست کھا کر حضرت عمر کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا) سے مشورہ فرمایا کہ میں جہاد کہاں سے شروع کروں؟ فارس سے یا آذربائی جان سے یا اصفہان سے؟ تو ہرمزان نے کہا کہ فارس اور آذربائی جان تو دو پر ہیں اور اصفہان سر ہے اگر تم ایک پر کاٹ دو گے تو دوسرا کام دیتا رہے گا اور اگر تم سر کاٹ دو گے تو دونوں پر بیکار ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ سر سے یعنی اصفہان سے شروع کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے وہاں حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم کو اپنا عامل بنانا چاہتا ہوں۔ تو حضرت نعمانؓ نے فرمایا کہ مال جمع کرنے والا عامل تو میں بننا نہیں چاہتا ہوں البتہ جان دینے والا عامل بننے کو تیار ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا جان دینے والا عامل بنانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر نے ان کو اصفہان (لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ آگے اور حدیث ذکر کی پھر یہ مضمون ہے کہ حضرت مغیرہ نے حضرت نعمان سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ لوگوں پر (دشمن کی طرف سے) تیزی سے (تیر آ رہے ہیں۔ اس لئے آپ (دشمن پر جوابی) حملہ کر دیں۔ حضرت نعمان نے کہا اللہ کی قسم! آپ تو بہت سے فضائل و مناقب والے ہیں میں کئی جنگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا ہوں۔ (تو آپ کی عادت شریفہ یہ تھی) کہ جب دن کے شروع میں لڑائی شروع نہ فرماتے تو پھر لڑائی کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا۔ ہوائیں چل پڑتیں اور مدد اترنے لگتی۔ پھر حضرت نعمان نے فرمایا میں اپنے جھنڈے کو تین مرتبہ ہلاؤں گا جب پہلی مرتبہ ہلاؤں تو ہر آدمی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کر لے اور جب دوسری مرتبہ ہلاؤں تو ہر آدمی اپنے ہتھیار اور تسمے وغیرہ کو دیکھ کر ٹھیک کر لے۔ پھر جب تیسری مرتبہ ہلاؤں تو تم سب حملہ کر دینا اور کوئی بھی کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ حتیٰ کہ اگر نعمان بھی قتل ہو جائے تو کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا

---

[1] اخرجہ ایضا الامام احمد قال الہیثمی (ج ۹ ص ۴۰۰) رجالہ رجال الصحیح غیر داؤد بن عبد اللہ الاودی وہو ثقۃ وفیہ خلاف انتہی اخرجہ ایضا ابو نعیم نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۷۰)

کروں گا تم میں سے ہر آدمی اس پر ضرور آمین کہے۔ اس کی میری طرف سے پوری تاکید ہے پھر یہ دُعا مانگی۔ اے اللہ! آج نعمان کو شہادت کی موت نصیب فرما اور مسلمانوں کی مدد فرما اور انہیں فتح نصیب فرما۔ پھر اپنا جھنڈا پہلی مرتبہ ہلایا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری مرتبہ ہلایا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد تیسری مرتبہ ہلایا۔ پھر اپنی زرہ پہنی۔ پھر انہوں نے حملہ کر دیا اور سب سے پہلے زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ حضرت مَعْقِل فرماتے ہیں کہ میں ان کے پاس گیا لیکن مجھے ان کی تاکید یاد آ گئی۔ اس لئے میں ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا البتہ ان کے پاس ایک نشانی رکھ کر چلا گیا اور جب ہم (دشمن کے) کسی آدمی کو قتل کرتے تو اس کے ساتھی ہم سے لڑنا چھوڑ کر اسے اُٹھا کر لے جانے میں لگ جاتے اور دشمن کا سردار ذوالحاجبین اپنے خچر سے بُری طرح گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی پھر میں حضرت نعمان کے پاس آیا۔ ابھی کچھ جان ان میں باقی تھی اور میرے پاس ایک برتن میں پانی تھا جس سے میں نے ان کے چہرے سے مٹی کو دھویا تو انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا مَعْقِل بن یسار۔ پھر انہوں نے پوچھا مسلمانوں کا کیا ہوا؟ میں نے کہا اللہ نے ان کو فتح نصیب فرما دی۔ انہوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (اللہ کا شکر ہے) یہ بات حضرت عمر رضی اللہ کو لکھ کر بھیج دو اور پھر ان کی روح پرواز کر گئی۔[1] حضرت جُبَیر رضی اللہ عنہ جنگِ نہاوند کا واقعہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت نُعمان نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سفرِ جہاد میں تشریف لے جاتے اور شروع دن میں لڑائی نہ شروع فرماتے تو پھر جلدی نہ فرماتے (بلکہ انتظار فرماتے) یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو جاتا اور ہوائیں چلنے لگ پڑتیں اور جنگ عمدہ شکل اختیار کر سکتی (تو پھر آپ لڑائی شروع فرماتے) میں اب حضورؐ کی اس عادت شریفہ کی وجہ سے لڑائی شروع نہیں کر رہا ہوں۔ پھر یہ دُعا مانگی' اے اللہ میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میری آنکھوں کو آج ایسی فتح سے ٹھنڈا فرما جس میں اسلام کی عزت ہو اور کافروں کی ذلت ہو۔ پھر اس کے بعد مجھے شہادت دے کر اپنے پاس بلا لے۔ (لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا) تم سب آمین کہو' اللہ تم سب پر رحم فرمائے چنانچہ ہم سب نے آمین کہی اور ہم سب رو پڑے۔[2]

---

[1] اخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۲۴۹) [2] عند الطبری (ج ۴ ص ۲۳۵) ایضاً عن زیاد بن جبیر عن ابیہ وقد اخرج الطبرانی حدیث معقل بن یسار رضی اللہ بطولہ بمثل ماروی الطبری قال الہیثمی (ج ۶ ص ۲۱۷) رجالہ رجال الصحیح غیر علقمۃ بن عبداللہ المزنی وہو ثقۃ انتہی واخرجہ الحاکم ایضا (ج ۳ ص ۲۹۲) عن معقل بطولہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ کے راستے میں مرنے اور جان دینے کا شوق

حضرت سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ دونوں نے حضورؐ کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حضورؐ کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا دونوں میں سے ایک جائے (چونکہ رُکنے پر کوئی راضی نہیں ہے اس لیئے) دونوں قرعہ ڈال لو۔ حضرت خیثمہ بن حارث نے اپنے بیٹے سعد سے کہا اب ہم دونوں میں سے ایک کا یہاں رہنا تو ضروری ہو گیا ہے لہٰذا تم اپنی عورتوں کے پاس ٹھہر جاؤ۔ حضرت سعد نے کہا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی تو میں (حضورؐ کے ساتھ جانے میں) آپ کو اپنے سے آگے رکھتا۔ میں اپنے اس سفر میں شہادت کی اُمید لگائے ہوئے ہوں چنانچہ دونوں نے قرعہ اندازی کی جس میں حضرت سعد کا نام نکل آیا۔ چنانچہ حضرت سعد حضورؐ کے ساتھ بدر گئے اور عمرو بن عبدِ وُد نے ان کو شہید کیا۔[1]

حضرت محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر کے دن عتبہ نے اپنے مقابلہ کے لیئے (مسلمانوں کو) للکارا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ولید بن عتبہ کے مقابلہ کے لیئے کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں نوجوان برابر کے جوڑ والے تھے۔ راوی نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ہتھیلی کو زمین کی طرف اُٹھا کر بتایا کہ اس طرح حضرت علی نے ولید کو قتل کر کے زمین پر گرا دیا۔ پھر کافروں میں سے شیبہ بن ربیعہ باہر نکلا اس کے مقابلہ کے لیئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں بھی برابر کے جوڑ والے تھے اور اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ اونچا اشارہ کر کے بتایا کہ حضرت حمزہ نے شیبہ کو قتل کر کے زمین پر گرا دیا پھر کافروں کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ کھڑا ہوا۔ اس کے مقابلہ کے لیئے حضرت عُبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اُٹھے وہ دونوں ان دو ستونوں کی طرح تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کیئے۔ چنانچہ حضرت عُبیدہ

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۸۹) واخرجہ ایضا ابن المبارک عن سلیمان وموسیٰ بن عقبۃ عن الزہری کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۵)

نے عُتبہ کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کا بایاں کندھا لٹک گیا۔ پھر عُتبہ نے قریب آکر حضرت عُبیدہ کی ٹانگ پر تلوار کا وار کیا جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت حمزہ اور حضرت علی دونوں عُتبہ کی طرف لپکے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اور وہ دونوں حضرت عُبیدہ کو اُٹھا کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں چھپر میں لے آئے۔ حضورؐ نے ان کو لٹایا اور ان کا سر اپنی ٹانگ پر رکھا اور ان کے چہرے سے غبار صاف کرنے لگے۔ حضرت عُبیدہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اگر ابو طالب مجھے اس حال میں دیکھ لیتے تو وہ یقین کر لیتے کہ میں ان کے اس شعر کا ان سے زیادہ حقدار ہوں (جو انہوں نے حضورؐ کی حمایت میں کہا تھا)

وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَہٗ وَنَذْھَلَ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِلِ

ترجمہ: "ہم اپنے بیوی بچوں سے غافل ہو کر ان کی حفاظت میں آخر دم تک لگے رہیں گے یہاں تک کہ ہم زخمی ہو کر ان کے اِرد گرد زمین پر پڑے ہوئے ہوں گے" (اور ساتھ ہی یہ عرض کیا) کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا بے شک تم شہید ہو اور میں اس بات میں تمہارا گواہ ہوں۔ پھر حضرت عُبیدہ کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے ان کو وادی صفراء میں دفن فرمایا اور آپ ان کی قبر میں اُترے اور (اس سے پہلے) آپ کسی اور کی قبر میں نہیں اُترے تھے[1]

حضرت زُہری کہتے ہیں کہ عُتبہ اور حضرت عُبیدہ نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کیے اور ہر ایک نے اپنے مقابل کو سخت زخمی کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت حمزہ اور حضرت علی دونوں عُتبہ پر جھپٹے اور اس کو قتل کیا اور دونوں نے اپنے ساتھی حضرت عُبیدہ کو اُٹھایا اور ان کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لے آئے۔ ان کی ٹانگ کٹ چکی تھی، اس میں سے گُودا بہہ رہا تھا جب وہ حضرت عُبیدہ کو حضورؐ کی خدمت میں لے آئے تو حضرت عُبیدہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ تم یقیناً شہید ہو۔ حضرت عُبیدہ نے کہا کہ اگر ابو طالب آج زندہ ہوتے تو وہ یقین کر لیتے کہ میں ان کے اس شعر کا ان سے زیادہ حقدار ہوں۔

وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَہٗ وَنَذْھَلَ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحَلَائِلِ[2]

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۲)

[2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۸۸)

غزوۂ اُحُد کا دن

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحُد کے دن اپنے بھائی سے کہا اے میرے بھائی! تم میری زِرہ لے لو۔ ان کے بھائی نے کہا (میں نہیں لینا چاہتا ہوں) جیسے آپ شہید ہونا چاہتے ہیں ایسے ہی میں بھی شہید ہونا چاہتا ہوں چنانچہ دونوں نے وہ زِرہ چھوڑ دی۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگِ اُحُد کے دن لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے گئے اور ان کو شکست ہوگئی تو میں نے حضورؐ کو مقتولین میں دیکھا لیکن آپ مجھے ان میں نظر نہ آئے تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ حضورؐ بھاگنے والے تو ہیں نہیں اور آپ مجھے مقتولین میں بھی نظر نہیں آرہے ہیں اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے فعل سے ناراض ہو کر اپنے نبی کو اُٹھا لیا ہے۔ اس لئے اب میرے لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ میں دشمن سے لڑنے لگ جاؤں یہاں تک کہ جان دے دوں۔ چنانچہ میں نے اپنی تلوار کی میان توڑ دی اور پھر کافروں پر زور سے حملہ کیا تو کافر میرے سامنے سے ہٹ گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ ان کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔[2]

قبیلہ بنو عدی بن نجار کے حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس پہنچے تو یہ دونوں حضرات دیگر مہاجر اور انصاری حضرات کے ساتھ (لڑائی سے) ہاتھ روک کر (پریشان) بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ آپ لوگ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضورؐ کے بعد تم زندہ رہ کر

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۹۸) رجالہ رجال الصحیح انتہی و اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۵) و ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۶۷) نحوہ [2] اخرجہ ابویعلی و ابن ابی عاصم والبورقی وسعید بن منصور۔ کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۴) قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۱۲) و رواہ ابویعلی و فیہ محمد بن مروان العقیلی وثقہ ابوداؤد و ابن حبان وضعفہ ابوزرعۃ وغیرہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح انتہی۔

کیا کرو گے ؟ اٹھو اور جس چیز پر حضورؐ نے جان دے دی ہے تم بھی اسی پر جان دے دو۔ چنانچہ حضرت اَنس بن نَضر کافروں کی طرف بڑھے اور لڑنا شروع کر دیا، بالآخر شہید ہو گئے[1]

حضرت عبداللہ بن عمار خطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن حضرت ثابت بن دَحداحہ رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے۔ اور مسلمان الگ الگ ٹولیوں میں حیران و پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ تو یہ بلند آواز سے کہنے لگے اے جماعتِ انصار! میرے پاس آؤ، میرے پاس آؤ، میں ثابت بن دَحداحہ ہوں۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ شہید ہو گئے ہیں (تو کیا بات ہے) اللہ تعالیٰ تو زندہ ہیں انہیں موت نہیں آتی ہے۔ لہٰذا تم اپنے دین کو بچانے کے لیئے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہیں غالب فرمائیں گے اور تمہاری مدد کریں گے۔ کچھ انصار کھڑے ہو کر ان کے پاس آ گئے۔ جو مسلمان ان کے ساتھ ہو گئے تھے ان کو لے کر انہوں نے کافروں پر حملہ کر دیا۔ ہتھیاروں سے مُسلح اور مضبوط دستہ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس دستہ میں کافروں کے سردار خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار بن خطاب تھے چنانچہ آپس میں خوب زور کی جنگ ہوئی۔ خالد بن ولید نے نیزہ لے کر حضرت ثابت بن دَحداحہ پر حملہ کیا اور ان کو اس زور سے نیزہ مارا کہ آر پار ہو گیا۔ چنانچہ وہ شہید ہو کر گر پڑے اور ان کے ساتھ جتنے انصار تھے وہ سب بھی شہید ہو گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس دن یہی لوگ سب سے آخر میں شہید ہوئے[2]

حضرت ابو نجیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن ایک مہاجر صحابی ایک انصاری کے پاس سے گزرے، وہ انصاری خون میں لت پت تھے۔ اس مہاجری نے ان سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں؟ تو انصاری نے کہا کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں تو وہ اللہ کا پیغام پہنچا چکے ہیں (جس کام کے لیئے اللہ نے ان کو بھیجا تھا وہ کام انہوں نے پورا کر دیا ہے) لہٰذا تم اپنے دین کو بچانے کے لیئے (کافروں) سے جنگ کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔[3]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۴)، [2] اخرجہ الواقدی کذا فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۱۹۵)

ترجمہ: "اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہیں[1]"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن مجھے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کے لئے بھیجا اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان کو دیکھ لو تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم سے پوچھ رہے ہیں کہ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت زید فرماتے ہیں کہ میں (انہیں تلاش کرنے کے لئے) مقتولین میں چکر لگانے لگا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو ان کے آخری سانس تھے اور ان کے جسم پر نیزے اور تلوار اور تیر کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا اے سعد! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سلام کہتے ہیں اور تم سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ تم اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کے رسول کو اور آپ کو سلام ہو۔ تم حضورؐ سے کہہ دینا کہ یا رسول اللہ! میرا حال یہ ہے کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اور میری قوم انصار سے کہہ دینا کہ تم میں ایک بھی جھپکنے والی آنکھ موجود ہو یعنی تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہو اور کافر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہو گا۔ اتنا کہنے کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے[2] حضرت عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون دیکھ کر مجھے بتائے گا کہ حضرت سعد ربیع کا کیا ہوا؟ رضی اللہ عنہ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ اور پھر یہ مضمون ہے کہ حضرت سعد نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دو کہ میں جنگ میں شہید ہو جانے والوں میں پڑا ہوں۔ اور حضورؐ کو میرا سلام کہنا اور ان سے عرض کرنا کہ سعد کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور ساری امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے[3]

---

[1] اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ من طریق ابن ابی نجیح عن ابیہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۱) [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۱) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح [3] اخرجہ الحاکم من طریق ابن اسحاق ان عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعۃ حدثہ عن ابیہ قال الذہبی مرسل اھ۔ وقد ذکر فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۹) روایۃ ابن اسحاق بتمامہا وذکرہ مالک فی الموطا (ص ۱۷۵) عن یحیی بن سعید بمعناہ مختصراً وہکذا اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۵۲۳) عن معن عن مالک عن یحییٰ مختصراً۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے جنگ اُحد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس وقت آپ کے ساتھ سات انصاری اور ایک قریشی صحابی تھے۔ تو آپ نے فرمایا جو ان کو ہم سے پیچھے ہٹائے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا چنانچہ ایک انصاری صحابی نے آکر ان کافروں سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ جب مشرکوں نے حضورؐ کو پھر گھیر لیا تو آپ نے پھر فرمایا جو ان کو ہم سے پیچھے ہٹائے گا وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔ (اس طرح ایک ایک کر کے) ساتوں انصاری شہید ہو گئے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ہم نے اپنے (انصاری) ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔ (یا ہمارے ساتھیوں نے ہم سے انصاف نہیں کیا کہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے)[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوگئی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چلے گئے اور آپ کے ساتھ گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ بن عُبید اللہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ حضورؐ پہاڑ پر چڑھنے لگے کہ پیچھے سے مشرکین ان تک پہنچ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا ان (کے روکنے) کے لئے کوئی نہیں ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا یا رسول اللہ! میں ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اے طلحہ! تم جیسے ہو ویسے ہی رہو۔ ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ! میں ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ان کافروں سے جنگ شروع کر دی۔ حضورؐ باقی صحابہؓ کو لے کر پہاڑ کے اور اوپر چڑھ گئے پھر وہ انصاری شہید ہو گئے اور کافر حضورؐ تک پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا کیا ان (کو روکنے) کے لئے کوئی مرد نہیں ہے؟ حضرت طلحہ نے اپنی پہلی بات دُہرائی حضورؐ نے ان کو وُہی جواب دیا۔ تو ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ! میں ہوں' اور انہوں نے ان کافروں سے جنگ شروع کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہؓ پہاڑ پر اور اُوپر چڑھنے لگے۔ اتنے میں وہ انصاری صحابی شہید ہو گئے اور کافر پھر حضورؐ تک پہنچ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ اپنا وہی فرمان ارشاد فرماتے۔ حضرت طلحہ ہر مرتبہ عرض کرتے یا رسول اللہ! میں ہوں۔ حضورؐ انہیں روک دیتے۔ پھر کوئی انصاری ان کافروں سے لڑنے کی اجازت مانگتا حضورؐ اسے اجازت دے دیتے۔ اور وہ اپنے سے پہلے والے کی طرح خوب زور سے لڑتا اور شہید ہو جاتا۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ باقی رہ گئے تو مشرکین نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ حضورؐ نے

---

[1] اخرجہ الامام احمد ورواہ مسلم ایضا

فرمایا ان سے مقابلے کے لئے کون تیار ہے؟ حضرت طلحہ نے کہا میں (حضور نے اس مرتبہ ان کو اجازت دے دی) چنانچہ ان سے پہلے والوں نے سب نے جتنی جنگ کی انہوں نے اکیلے ان سب کے برابر جنگ کی (لڑتے لڑتے) ان کے ہاتھوں کے پورے بہت زخمی ہو گئے۔ تو انہوں نے کہا حس (جیسے اُردو میں ایسے موقع پر ہائے کہا جاتا ہے) حضورؐ نے فرمایا اگر تم بسم اللہ کہتے تو فرشتے تمہیں اُوپر اُٹھا لیتے اور تمہیں لے کر آسمان میں داخل ہو جاتے اور لوگ تمہیں دیکھ رہے ہوتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑی پر چڑھ کر اپنے صحابہؓ کے پاس پہنچ گئے جو وہاں جمع تھے[1]

حضرت محمود بن لَبِید فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُحد تشریف لے گئے تو حضرت حُذیفہ کے والد حضرت یمان بن جابر اور حضرت ثابت بن وقش بن زعوراء رضی اللہ عنہما عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعہ پر چڑھ گئے۔ یہ دونوں حضرات بوڑھے تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تیرا باپ نہ رہے ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم میں سے ہر ایک کی اتنی عمر باقی رہ گئی ہے جتنی ایک گدھے کی پیاس۔ (تمام جانوروں میں گدھا سب سے کم پیاس برداشت کر سکتا ہے) یعنی بہت تھوڑی عمر باقی رہ گئی ہے ہم آج یا کل مر جائیں گے۔ کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر حضورؐ کے ساتھ (لڑائی میں) شریک ہو جائیں چنانچہ یہ دونوں حضرات مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے اور مسلمان ان کو پہچانتے نہیں تھے۔ حضرت ثابت بن وقش کو تو مشرکین نے قتل کر دیا اور حضرت ابو حُذیفہ پر مسلمانوں کی تلواریں چلیں اور مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا کیونکہ مسلمان ان کو پہچانتے نہیں تھے چنانچہ حضرت حُذیفہ نے پکارا یہ میرے والد ہیں یہ میرے والد ہیں (انہیں نہ مارو مارنے والے) مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم ان کو پہچانتے نہیں تھے اور یہ حضرات اپنی اس بات میں سچے تھے۔ اس پر حضرت حُذیفہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ حضورؐ نے حضرت حُذیفہ کو ان کے والد کا خون بہا دینا چاہا لیکن انہوں نے مسلمانوں کو خون بہا معاف کر دیا۔ اس سے حضورؐ کے نزدیک حضرت حُذیفہ کا مرتبہ اور بڑھ گیا[2] اور ابو نُعیم کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ (ان دونوں

[1] عند البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۶) [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۰۲) قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ انتہٰی۔

حضرات، حضرت ابوحذیفہ اور حضرت ثابت نے یہ بھی کہا کہ) ہم دونوں جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتے ہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؐ کے ساتھ شہادت نصیب فرمادے۔ چنانچہ وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوگئے اور کسی کو ان کے آنے کا پتہ نہ چلا۔ اور اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ (اس معاف کردینے سے) حضورؐ کے نزدیک حضرت حذیفہ کا مرتبہ اور بڑھ گیا۔[1]

غزوۂ رجیع کا دن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس جماعت کا امیر بنایا۔ یہ (ثابت) حضرت عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات روانہ ہوئے جب یہ عسفان اور مکہ کے درمیان (ہدأۃ مقام پر) پہنچ گئے تو ہذیل کے قبیلہ بنو لحیان سے اس جماعت کا لوگوں نے تذکرہ کیا تو بنو لحیان تقریباً سو تیرانداز لوگ لے کر ان کا پیچھا کرنے کے لئے چلے۔ اور ان کے نشاناتِ قدم پر چلتے چلتے اس جگہ پہنچے جہاں اس جماعت نے پڑاؤ کیا تھا۔ یہ حضرات مدینہ سے جو کھجوروں کا زادِ سفر لے کر چلے تھے ان کی گٹھلیاں بنو لحیان کو اس جگہ ملیں (جسے دیکھ کر) بنو لحیان نے کہا۔ یہ تو یثرب (مدینہ) کی کھجوریں ہیں۔ چنانچہ بنو لحیان ان کے پیچھے چلتے چلتے ان تک پہنچ گئے۔ جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کو اس کا پتہ چلا تو وہ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور بنو لحیان نے آکر ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور ان سے کہا کہ ہم تم سے پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم ہمارے پاس نیچے اتر آؤ گے تو ہم تم میں سے ایک آدمی کو بھی قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم نے کہا کہ میں تو کسی کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتا ہوں اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! ہماری طرف سے اپنے نبی کو خبر پہنچا دے اس پر بنو لحیان نے اس جماعت سے جنگ شروع کردی۔ اور حضرت عاصم کو ان کے سات ساتھیوں سمیت تیروں سے شہید کردیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید اور ایک اور صحابی زندہ رہ گئے۔ بنو لحیان نے ان کو پھر عہد و پیمان دیا جس پر یہ تینوں نیچے اتر آئے

[1] اخرجہ ابونعیم عن محمود نحوہ کما فی المنتخب (ج ۵ ص ۱۶۷)

جب بنو لحیان نے ان تینوں پر قابو پالیا تو ان لوگوں نے ان کی کمانوں کی تانت اُتار کر ان کو تانت سے باندھ دیا۔ اس پر اس تیسرے صحابی نے کہا کہ یہ پہلی بد عہدی ہے اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کافروں نے انہیں ساتھ لے جانے کے لئے بہت کھینچا اور زور لگایا لیکن یہ نہ مانے آخر انہوں نے ان کو شہید کر دیا۔ اور حضرت خُبَیب اور حضرت زَید کو لے جاکر مکہ میں بیچ دیا۔ حارث بن عامر بن نوفل کی اولاد نے حضرت خُبیب کو خرید لیا۔ حضرت خُبیب نے ہی حارث بن عامر کو جنگ بدر کے دن قتل کیا تھا۔ یہ کچھ عرصہ ان کے پاس قید میں رہے۔ یہاں تک کہ جب ان لوگوں نے حضرت خُبیب کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تو حضرت خُبیب نے حارث کی ایک بیٹی سے زیرِ ناف بال صاف کرنے کے لئے اُسترا مانگا۔ اس نے ان کو اُسترا دے دیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میری بے خیالی میں میرا ایک بیٹا چلتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ میں نے جب اسے یوں بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں بہت گھبرا گئی کہ ان کے ہاتھ میں اُسترا ہے (کہیں یہ میرے بیٹے کو قتل نہ کر دیں)، وہ میری گھبراہٹ کو بھانپ گئے۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا تمہیں یہ ڈر ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ میں یہ کام بالکل نہیں کروں گا وہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے حضرت خُبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگور کے ایک خوشے میں سے کھا رہے تھے حالانکہ اس دن مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ خود لوہے کی زنجیر میں بندھے ہوئے تھے (جس کی وجہ سے وہ کہیں سے جاکر لا بھی نہیں سکتے تھے) وہ تو اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو (اپنے غیب سے) رزق عطا فرمایا تھا چنانچہ ان کو قتل کرنے کے لئے وہ لوگ ان کو حرم سے باہر لے چلے۔ انہوں نے کہا ذرا مجھے چھوڑو، میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر ان کے پاس واپس آئے اور ان سے کہا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے گھبرا گیا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا۔ قتل کے وقت دو رکعت پڑھنے کی سُنّت کی ابتداء سب سے پہلے حضرت خُبیب نے کی۔ پھر انہوں نے یہ بد دعا کی کہ اے اللہ! ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ پھر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

وَمَا اِنْ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا   عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

جب مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہے تو اب مجھے اس کی کوئی پرواہ

نہیں ہے کہ میں اللہ کے لیئے قتل ہو کر کس کروٹ گروں گا۔

وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَأْ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

اور میرا یہ قتل ہونا اللہ کی ذات کی وجہ سے ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ میرے جسم کے کٹے ہوئے حصّوں میں برکت ڈال سکتا ہے۔

پھر عُقبہ بن حارث نے کھڑے ہو کر ان کو قتل کر دیا۔ حضرت عاصمؓ نے جنگِ بدر کے دن قریش کے ایک بڑے سردار کو قتل کیا تھا۔ اس لیئے قریش نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ وہ ان کے جسم کا کچھ حصّہ کاٹ کر لے آئیں جس سے وہ ان کو پہچان سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک غول ان کے جسم پر بھیج دیا۔ جنہوں نے ان لوگوں کو قریب نہ آنے دیا۔ چنانچہ وہ ان کے جسم میں سے کچھ نہ لے جا سکے لہ

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحُد کے بعد قبیلہ عَضَل اور قبیلہ قَارہ کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم لوگوں میں اسلام آچکا ہے، آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ صحابہؓ بھیج دیں جو ہمیں دین کی باتیں سمجھائیں اور ہمیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کے احکام ہمیں سکھائیں چنانچہ حضورؐ نے ان کے ساتھ اپنے ساتھیوں میں سے چھ آدمی بھیج دیئے اور راوی نے ان چھ آدمیوں کا تذکرہ بھی کیا۔ چنانچہ یہ حضرات اس جماعت کے ساتھ چل پڑے۔ جب یہ مقام رجیع پر پہنچے یہ قبیلہ ہُذَیل کا ایک چشمہ ہے جو حجاز کے ایک کنارے پر ہداۃ مقام کے شروع میں ہے تو اس جماعت نے ان صحابہؓ سے غدّاری کی اور انہوں نے قبیلہ ہُذَیل کو ان کے خلاف مدد کے لیئے بلا لیا۔ یہ حضرات صحابہ (اطمینان سے) اپنی قیام گاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک ان کو ہاتھوں میں تلواریں لیئے ہوئے بہت سے آدمیوں نے گھیر لیا تو یہ حضرات گھبرا گئے۔ حضرات صحابہؓ نے ان سے لڑنے کے لیئے اپنی تلواریں ہاتھوں میں پکڑ لیں تو کافروں نے ان سے کہا اللہ کی قسم! ہم تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ ہم تو تمہارے بدلہ میں مکہ والوں سے کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں اللہ کا عہد و پیمان

لہ اخرجہ البخاری واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۴۵) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ نحوہ وہکذا اخرجہ عبد الرزاق عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کما فی الاستیعاب (ج ۳ ص ۱۳۲) وقال احسن اسانیدہ خبرہ فی ذلک ما ذکرہ عبد الرزاق فذکرہ وابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۲) نحوہ۔

دیتے ہیں کہ ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ حضرت مرثد اور حضرت خالد بن بُکیر اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہم کسی مشرک کا عہد و پیمان کبھی قبول نہیں کریں گے اور حضرت عاصم بن ثابت نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے :۔

مَا عِلَّتِيْ وَاَنَا جَلْدٌ نَابِلٌ وَالْقَوْسُ فِيْهَا وَتَرٌ عُنَابِلٌ

میں بیمار نہیں ہوں بلکہ میں تو طاقتور تیر انداز ہوں اور (میری) کمان میں مضبوط تانت لگا ہوا ہے۔

تَزِلُّ عَنْ صَفْحَتِهَا الْمَعَابِلُ اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَّالْحَيَاةُ بَاطِلُ

لمبے اور چوڑے پھل والے تیر اس کمان کے اوپر سے پھسل جاتے ہیں۔ موت حق ہے اور زندگی باطل یعنی فانی ہے۔

وَكُلُّ مَا حَمَّ الْاِلٰهُ نَازِلُ بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَيْهِ آئِلُ

اِنْ لَّمْ اُقَاتِلْكُمْ فَاُمِّيْ هَابِلُ

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا ہے وہ آدمی کے ساتھ ہو کر رہے گا اور آدمی اسی کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اگر میں تم لوگوں سے جنگ نہ کروں تو میری ماں مجھے گم کر دے (یعنی میں مر جاؤں)

اور حضرت عاصم نے یہ اشعار بھی پڑھے :

اَبُوْ سُلَيْمَانَ وَرِيْشُ الْمُقْعَدِ وَضَالَةٌ مِّثْلُ الْجَحِيْمِ الْمُوْقَدِ

میں ابو سُلیمان ہوں اور میرے پاس تیر ساز مُقعد کے بنائے ہوئے تیر ہیں اور میرے پاس دہکتی ہوئی آگ کی طرح کمان ہے۔

اِذَا النَّوَاجِيْ افْتُرِشَتْ لَمْ اُرْعَدِ وَمُجْنَأٌ مِّنْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَجْرَدِ

وَمُؤْمِنٌ بِمَا عَلٰى مُحَمَّدِ

تیز رفتار اونٹوں پر سوار ہو کر جب بہادر آدمی آئیں تو میں کپکپی محسوس نہیں کرتا ہوں (کیونکہ بہادر ہوں بُزدل نہیں ہوں) اور میرے پاس ایسی ڈھال ہے جو کم بال والے بیل کی کھال سے بنی ہوئی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ آسمان سے نازل ہوا ہے میں اس پر ایمان لانے والا ہوں۔ اور یہ شعر بھی پڑھا :۔

اَبُوْ سُلَيْمَانَ وَمِثْلِيْ رَامَا وَكَانَ قَوْمِيْ مَعْشَرًا كِرَامًا

میں ابو سلیمان ہوں اور میرے جیسا بہادر ہی تیر چلاتا ہے اور میری قوم ایک معزز قوم ہے۔

پھر حضرت عاصم نے ان کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور ان کے دونوں ساتھی بھی شہید ہو گئے۔ جب حضرت عاصم شہید ہو گئے تو قبیلہ ہُذَیل نے ان کا سر کاٹنا چاہا تاکہ یہ سر سُلافہ بنت سعد بن شُہَید کے ہاتھ بیچ دیں کیونکہ جب حضرت عاصم نے سُلافہ کے بیٹے کو جنگ اُحُد کے دن قتل کیا تھا تو سُلافہ نے یہ منّت مانی تھی کہ اگر اُسے حضرت عاصم کا سر مل گیا تو وہ ان کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی (جب قبیلہ ہُذَیل کے لوگ ان کا سر کاٹنے کے لیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک غول بھیج دیا جس نے حضرت عاصم کے جسم کو ہر طرف سے گھیر لیا) اور ان مکھیوں نے قبیلہ ہُذَیل کے لوگوں کو ان کے قریب نہ آنے دیا۔ جب یہ مکھیاں ان کے اور حضرت عاصم کے درمیان حائل ہو گئیں تو ان لوگوں نے کہا ان کو ایسے ہی رہنے دو۔ جب شام کو یہ مکھیاں چلی جائیں گی تو پھر ہم آکر ان کا سر کاٹ لیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کی ایسی رَو بھیجی جو ان کی نعش کو بہا کر لے گئی۔ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہُوا تھا کہ وہ کبھی کسی مشرک کو ناپاک ہونے کی وجہ سے ہاتھ نہیں لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک ان کو ہاتھ لگا سکے۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ شہد کی مکھیوں نے ان کافروں کو قریب نہ آنے دیا تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کی ایسے ہی حفاظت فرمایا کرتے ہیں۔ حضرت عاصم نے تو اپنی زندگی کے لیئے یہ نذر مانی تھی کہ انہیں کوئی مشرک ہاتھ نہ لگا سکے اور نہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے لیکن جیسے وہ زندگی میں مشرکوں سے بچے رہے ایسے ہی ان کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی مشرکوں سے حفاظت فرمائی۔

اور حضرت خُبَیب، حضرت زَید بن دَثِنَہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم نرم پڑ گئے اور زندہ رہنے کو ترجیح دی اور خود کو ان کافروں کے ہاتھوں میں دے دیا یعنی ان کے حوالے کر دیا۔ ان لوگوں نے ان تینوں کو قیدی بنا لیا۔ پھر وہ انہیں مکہ جا کر بیچنے کے لیئے لے کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب یہ لوگ مقام ظَہران پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ کسی طرح رَسی سے نکال لیا اور پھر انہوں نے اپنی تلوار پکڑ لی۔ اور وہ کافران سے پیچھے ہٹ گئے اور ان کو پتھر مارنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کو (پتھر مار مار کر) شہید کر دیا چنانچہ ان کی قبر ظَہران میں ہے۔ اور وہ کافر حضرت خُبَیب اور حضرت زَید کو لے کر مکہ آئے۔

اور قبیلہ ہذیل کے دو آدمی مکہ میں قید تھے۔ ان کافروں نے ان دونوں حضرات کو اپنے دو قیدیوں کے بدلے میں قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔ حضرت خُبیب کو حجیر بن ابی اہاب تمیمی نے خریدا اور حضرت زید بن دثنہ کو صفوان بن اُمیّہ نے اس لئے خریدا تاکہ انہیں اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر سکے۔ چنانچہ صفوان نے نسطاس نامی اپنے غلام کے ساتھ ان کو تنعیم بھیجا اور قتل کرنے کے لئے ان کو حرم مکہ سے باہر نکالا۔ قریش کا ایک مجمع جمع ہو گیا جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے۔ جب حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے آگے کیا گیا تو ان سے ابوسفیان نے کہا اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو یہ پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت ہمارے پاس ہوں اور ہم تمہاری جگہ ان کی گردن مار دیں اور تم اپنے اہل وعیال میں رہو؟ تو حضرت زید نے جواب میں کہا کہ اللہ کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جہاں ہیں وہاں ہی ان کو ایک کانٹا چبھے اور اس تکلیف کے بدلہ میں میں اپنے اہل وعیال میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو محمد سے ہے پھر حضرت زید کو نسطاس نے قتل کر دیا۔ راوی کہتے ہیں حضرت خبیب بن عدی کے بارے میں مجھے حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے یہ بتایا کہ انہیں یہ بتایا گیا کہ حجیر بن ابی اہاب کی باندی ماریہ جو کہ بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں نے بیان کیا کہ حضرت خبیب کو میرے پاس میرے گھر میں قید کیا گیا تھا ایک دن میں نے ان کو جھانک کر دیکھا تو ان کے ہاتھ میں آدمی کے سر کے برابر انگور کا ایک خوشہ تھا جس سے وہ کھا رہے تھے اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اس وقت روئے زمین پر کھانے کے قابل انگور کہیں نہیں تھا۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور حضرت عبداللہ بن ابی نجیح نے کہا کہ حضرت ماریہ نے یہ بیان کیا کہ جب حضرت خبیب کے قتل ہونے کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے ایک اُسترا دے دو تاکہ میں صفائی کر کے قتل کے لئے تیار ہو جاؤں۔ میں نے قبیلہ کے ایک لڑکے کو اُسترا دیا اور اس سے کہا کہ اس مکان میں جا کر یہ اُسترا اس آدمی کو دے آؤ۔ حضرت ماریہ کہتی ہیں کہ جونہی وہ لڑکا اُسترا لے کر ان کی طرف چلا تو میں نے کہا میں نے یہ کیا کیا؟ اللہ کی قسم! اس آدمی نے تو اپنے خون کا بدلہ پا لیا، یہ اس لڑکے کو قتل کر دے گا اور اس طرح اپنے خون کا بدلہ لے لے گا

اور یوں آدمی کے بدلے آدمی قتل ہوگا۔ جب لڑکے نے ان کو وہ اُسترا دیا تو انہوں نے اس کے ہاتھ سے اُسترا لیا۔ اور پھر اس لڑکے سے کہا کہ تیری عمر کی قسم! جب تیری ماں نے تجھے یہ اُسترا دے کر میرے پاس بھیج دیا تو اسے یہ خطرہ نہ گزرا کہ میں تمہیں دھوکہ سے قتل کردوں گا۔ پھر اس لڑکے کو جانے دیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لڑکا حضرت ماریہ کا اپنا بیٹا تھا۔

حضرت عاصم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں پھر وہ کافر حضرت خُبَیب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو لے کر (حرم سے) باہر آئے اور ان کو لے کر سُولی دینے کے لئے مقام تَنعیم پہنچے۔ تو حضرت خُبَیب نے ان کافروں سے کہا اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ انہوں نے کہا، لو نماز پڑھ لو۔ چنانچہ انہوں نے نہایت عمدہ طریقے سے دو رکعت نماز مکمل طور سے ادا کی۔ پھر ان کافروں کی طرف مُتوجّہ ہو کر فرمایا غور سے سُنو! اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے نماز لمبی کر رہا ہوں تو میں اور نماز پڑھتا۔ اور قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کی سُنّت کو حضرت خُبَیب نے مسلمانوں کے لئے سب سے پہلے شروع کیا پھر کافروں نے ان کو سُولی کے تختہ پر لٹکا دیا۔ جب انہوں نے ان کو اچھی طرح باندھ دیا۔ تو انہوں نے فرمایا اے اللہ! ہم نے تیرے رسُول کا پیغام پہنچا دیا ہے اور ہمارے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کی ساری خبر کل اپنے رسُول کو کر دینا۔ پھر انہوں نے یہ بد دعا کی اے اللہ! ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑنا اور ان کو ایک ایک کر کے مار دینا اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑنا۔ پھر ان کافروں نے ان کو قتل کر دیا۔ حضرت مُعاویہ بن ابی سُفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی اس دن اپنے والد ابوسُفیان کے ساتھ دیگر کافروں کی ہمراہی میں وہاں موجود تھا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ حضرت خُبَیب کی بد دعا کے ڈر سے مجھے زمین پر لٹا رہے تھے کیونکہ اس زمانے میں لوگ کہا کرتے تھے کہ جس کے خلاف بد دعا ہو رہی ہو وہ اپنے پہلو پر لیٹ جائے تو وہ بد دعا اُسے نہیں لگتی بلکہ اس سے پھسل جاتی ہے۔ مَغازی مُوسیٰ بن عُقبہ میں یہ مضمون ہے کہ حضرت خُبَیب اور حضرت زَید بن دَثِنہ رضی اللہ عنہما دونوں ایک دن شہید کئے گئے اور جس دن یہ حضرات قتل کئے گئے اس دن سُنا گیا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرما رہے تھے وعلیکما السلام یا وعلیک السلام، خُبَیب کو قریش نے قتل کر دیا اور آپ نے یہ بتایا کہ جب کافروں نے

حضرت خُبَیب کو سُولی پر چڑھا دیا تو ان کو ان کے دین سے ہٹانے کے لئے کافروں نے ان کو تیر مارے لیکن اس سے ان کا ایمان اور تسلیم اور بڑھا۔ حضرت عُروہ اور حضرت موسیٰ بن عُقبہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کافر حضرت خُبَیب کو سُولی پر چڑھانے لگے تو انہوں نے بلند آواز سے ان کو قسم دے کر پوچھا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ (حضرت) مُحَمَّد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) تمہاری جگہ ہوں (اور ان کو سُولی دے دی جائے) حضرت خُبَیب نے فرمایا نہیں عظیم اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میرے بدلے میں ان کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چُبھے۔ اس پر وہ لوگ ہنسنے لگے۔ ابن اسحاق نے اس بات کو حضرت زَید بن دَثِنہ کے قصّہ میں ذکر کیا ہے فَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔[1]

طَبرانی نے حضرت عُروہ بن زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما کی لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ جو مشرکین جنگِ بدر کے دن قتل کئے گئے تھے ان کی اولاد نے حضرت خُبَیب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو قتل کیا۔ جب مُشرکوں نے ان کو سُولی پر چڑھا کر (مارنے کے لیئے) ان پر ہتھیار تان لیے تو بلند آواز سے حضرت خُبَیب کو قسم دے کر پوچھنے لگے۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ (حضرت) محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) تمہاری جگہ ہوں؟ انہوں نے فرمایا نہیں عظیم اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میرے بدلے میں ان کے پاؤں میں ایک کانٹا چُبھے۔ اس پر وہ کافر ہنس پڑے۔ جب مُشرک حضرت خُبَیب کو سُولی پر لٹکانے لگے تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوْا قَبَائِلَھُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا کُلَّ مَجْمَعٖ

میرے اِرد گرد کافروں کے گروہ جمع ہیں اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو بھی جمع کیا ہُوا ہے اور اِدھر اُدھر کے سب لوگ پوری طرح جمع ہیں۔

وَقَدْ جَمَّعُوْا اَبْنَاۤءَھُمْ وَنِسَاۤءَھُمْ وَقُرِّبْتُ مِنْ جِذْعٍ طَوِیْلٍ مُّمَنَّعٖ

اور انہوں نے اپنے بیوی بچّوں کو بھی جمع کیا ہُوا ہے اور مجھے سُولی پر لٹکانے کے لیئے ایک لمبے اور مضبوط کھجور کے تنے کے قریب کر دیا گیا ہے۔

اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْ غُرْبَتِیْ ثُمَّ کُرْبَتِیْ وَمَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ

میں وطن سے دوری کی اور اپنے رنج و غم کی اور ان چیزوں کی اللہ ہی سے شکایت کرتا ہوں جو ان گروہوں نے میرے قتل ہونے کی جگہ پر میرے لیئے تیار کر رکھی ہیں۔

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۶۳)

فَذَا الْعَرْشِ صَبِّرْنِیْ عَلٰی مَا یُرَادُ بِیْ فَقَدْ بَضَعُوْا لَحْمِیْ وَقَدْ بَانَ مَطْمَعِیْ

اے عرش والے! یہ کافر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں اس پر مجھے صبر عطا فرما۔ ان لوگوں نے میرا گوشت کاٹ ڈالا ہے اور میری اُمید ختم ہو گئی ہے۔

وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاْ یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

اور یہ سب کچھ اللہ کی ذات کی وجہ سے (میرے ساتھ) ہو رہا ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ میرے جسم کے کٹے ہوئے حصوں میں برکت ڈال سکتا ہے۔

لَعَمْرِیْ مَا اَحْفِلُ اِذَا مِتُّ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ حَالٍ کَانَ لِلّٰہِ مَضْجَعِیْ

میری عمر کی قسم! جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں مر رہا ہوں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ کس حالت میں مَیں اللہ کے لئے جان دے رہا ہوں[1] اور ابن اسحاق نے ان اشعار کو ذکر کیا ہے اور پہلے شعر کے بعد یہ شعر بھی ذکر کیا ہے۔

وَکُلُّھُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَۃِ جَاھِدٌ عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وَثَاقٍ بِمَضْیَعِ

اور یہ سب دشمنی ظاہر کر رہے ہیں اور میرے خلاف پوری طرح کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ مَیں بیڑیوں میں ہلاکت کی جگہ میں ہوں اور پانچویں شعر کے بعد ابن اسحاق نے یہ اشعار بھی ذکر کئے ہیں۔

وَقَدْ خَیَّرُوْنِی الْکُفْرَ وَالْمَوْتُ دُوْنَہٗ وَقَدْ ھَمَلَتْ عَیْنَایَ مِنْ غَیْرِ مَجْزَعِ

ان لوگوں نے مجھے موت اور کفر کے درمیان اختیار دیا حالانکہ موت اس سے بہتر ہے۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں لیکن یہ کسی گھبراہٹ کی وجہ سے نہیں بہہ رہے ہیں۔

وَمَا بِیْ حِذَارُ الْمَوْتِ اِنِّیْ لَمَیِّتٌ وَلٰکِنْ حِذَارِیْ جَحْمُ نَارٍ مُلَفَّعِ

مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں ہے کیونکہ میں نے مرنا تو ضرور ہے مجھے تو لپیٹ مارنے والی آگ کی لپیٹ کا ڈر ہے۔

فَوَاللّٰہِ مَا اَرْجُوْ اِذَا مِتُّ مُسْلِمًا عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَضْجَعِیْ

اللہ کی قسم! جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں مر رہا ہوں تو اس بات کا مجھے کوئی ڈر نہیں ہے کہ مجھے اللہ کے لئے کس پہلو پر لیٹنا ہو گا۔

---

[1] قال الھیثمی (ج ۶ ص ۲۰۰) رواہ الطبرانی وفیہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن وفیہ ضعف انتھی۔

فَلَسْتُ بِمُبْدٍ لِلْعَدُوِّ تَخَشُّعًا وَلَا جَزَعًا اِنِّیْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعِیْ

مَیں دشمن کے سامنے عاجزی اور گھبراہٹ ظاہر کرنے والا نہیں ہوں کیونکہ مجھے تو اللہ کے ہاں لَوٹ کر جانا ہے۔ [1]

بیرِ مَعُونہ کا دن

حضرت مُغیرہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عَمرو بن حزم وغیرہ دیگر حضرات اہلِ علم فرماتے ہیں کہ نیزہ بازی کا ماہر ابو بَراء عامر بن مالک بن جعفر مدینہ حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آیا۔ حُضورؐ نے اس کے سامنے اسلام پیش فرمایا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ تو نہ تو وہ اسلام لایا اور نہ اسلام سے دوری کو ظاہر کیا۔ اور اس نے کہا اے محمد! اگر آپ اپنے چند صحابہؓ نجد والوں کے پاس بھیج دیں۔ اور وہ ان کو آپ کے دین کی دعوت دیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کی بات مان لیں گے حُضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اپنے صحابہؓ کے بارے میں نَجد والوں کی طرف سے خطرہ ہے۔ ابو بَراء نے کہا مَیں ان لوگوں کو پناہ دیتا ہوں آپ انہیں بھیج دیں تاکہ وہ لوگوں کو آپ کے دین کی دعوت دیں۔ چنانچہ حُضورؐ نے بنو ساعدہ کے مُنذِر بن عَمرو کو جن کا لقب اَلْمُعْنِقُ لِیَمُوْت تھا (اس کا ترجمہ ہے موت کی طرف جلدی سے لپکنے والا) اپنے صحابہؓ میں سے ستر بہترین مسلمانوں کے ساتھ بھیجا۔ جن میں حضرت حارث بن صِمَّہ، بنو عَدِی بن نجار کے حضرت حَرام بن مِلحان، حضرت عُروہ بن اسماء بن صَلت سُلَمی، حضرت نافع بن بُدَیل بن ورقا، خُزاعی، حضرت ابوبکر کے غلام حضرت عامر بن فُہَیرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اور دیگر بہت سے بہترین مسلمان تھے۔ یہ حضرات مدینہ سے چل کر بیرِ مَعُونہ پہنچے۔ یہ کنواں بنو عامر کی زمین اور بنو سُلَیم کے پتھریلے میدان کے درمیان ہے۔ ان حضرات نے جب یہاں پڑاؤ ڈال لیا تو حضرت حرام بن مِلحان کو حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خط دے کر عامر بن طُفَیل کے پاس بھیجا۔ حضرت حَرام عامر کے پاس پہنچے تو اس نے خط کی طرف دیکھا ہی نہیں بلکہ حضرت حرام پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ پھر اس نے حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف بنو عامر قبیلہ سے مدد مانگی۔ لیکن اس کی بات ماننے سے بنو عامر نے انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ ابو بَراء ان مسلمانوں

[1] کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۷۰)

کو پناہ دے چکا ہے۔ ہم اس کے معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتے ہیں۔ پھر عامر نے بنو سُلَیم کے قبائل عُصَیّہ اور رِعل اور ذَکوان سے ان حضرات کے خلاف مدد مانگی۔ انہوں نے اس کی بات مان لی۔ چنانچہ یہ تمام قبائل اکٹھے ہو کر آئے اور جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا وہاں آکر سب طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ جب مسلمانوں نے ان قبائل کو دیکھا تو انہوں نے اپنی تلواریں نکال لیں اور ان کافروں سے لڑنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سب کے سب ہی شہید ہو گئے۔ اللہ ان حضرات پر رحم فرمائے۔ بس بنو دینار بن نجّار کے حضرت کعب بن زید ہی زندہ بچے۔ ابھی ان میں جان باقی تھی کہ کافر انہیں چھوڑ کر چلے گئے انہیں مقتولین کے درمیان سے اٹھا کر لایا گیا۔ اس کے بعد یہ زندہ رہے اور جنگِ خندق کے دن یہ شہید ہوئے اور حضرت عَمرو بن اُمیّہ ضَمری اور قبیلہ بنو عَمرو بن عوف کے ایک انصاری صحابی یہ دو حضرات مسلمانوں کے جانور لے کر چرانے گئے ہوئے تھے۔ انہیں مسلمانوں کے شہید ہونے کا پتہ اس طرح چلا کہ انہوں نے دیکھا کہ جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تھا وہاں مردار خور پرندے اُڑ رہے ہیں اور آسمان میں چکر لگا رہے ہیں۔ تو ان حضرات نے کہا اللہ کی قسم! ان پرندوں کے یوں آسمان میں چکر لگانے میں ضرور کوئی بات ہے۔ وہ دونوں حضرات دیکھنے کے لئے آئے۔ آکر دیکھا تو سارے مسلمان خون میں لت پت تھے اور جن گھوڑے سواروں نے ان مسلمانوں کو قتل کیا تھا وہ وہاں کھڑے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر انصاری صحابی نے حضرت عَمرو بن اُمیّہ سے کہا تمہارا کیا خیال ہے؟ حضرت عَمرو نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر کریں۔ انصاری نے کہا کہ میں تو جان بچانے کے لئے اس جگہ کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا ہوں۔ جہاں حضرت مُنذر بن عَمرو (جیسے آدمی) کو شہید کر دیا گیا ہو۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں زندہ رہوں اور لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر سناتا رہوں۔ چنانچہ انہوں نے ان کافروں سے جنگ شروع کر دی اور آخر شہید ہو گئے۔ ان کافروں نے حضرت عَمرو بن اُمیّہ کو قیدی بنا لیا۔ جب انہوں نے کافروں کو بتایا کہ وہ قبیلہ مُضر کے ہیں تو عامر بن طُفَیل نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور عامر کی ماں کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا تھا تو اس نے اپنی ماں کی طرف سے ان کو آزاد کر دیا۔[1]

[1] اخرجه ابن اسحاق کذا فی البدایة (ج ۴ ص ۷۳)، واخرجه الطبرانی ایضا من طریق ابن اسحاق قال الهیثمی (ج ۶ ص ۱۲۹) ورجاله ثقات الی ابن اسحاق انتهی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سُلَیم رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو ستر سواروں کی جماعت کے ساتھ بھیجا اس علاقہ کے مشرکوں کے سردار عامر بن طُفیل نے حضور ؐ کو تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنے کا موقع دیا تھا اور اس نے کہا کہ یا تو دیہات والے آپ کے ہو جائیں اور شہروں والے میرے یا پھر آپ کے بعد مجھے آپ کا خلیفہ بنایا جائے یا پھر میں غطفان کے ہزاروں آدمی لے کر آپ سے جنگ کروں گا۔ عامر اُمّ فلاں ایک عورت کے گھر میں تھا وہ وہاں طاعون میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے کہا مجھے تو طاعون کا ایسا پھوڑا نکلا ہے جیسے اُونٹ کے نکلتا ہے۔ آلِ فلاں کی عورت کے گھر میں (سفر کی حالت میں ایک معمولی عورت کے گھر میں بے کسی و بے بسی کی موت کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہوئے کہا) میرا گھوڑا لاؤ۔ اس پر سوار ہو کر چلا اور گھوڑے کی پُشت پر ہی اس کی موت ہوئی۔ حضرت اُمّ سُلَیم کے بھائی حضرت حرام اور ایک اور لنگڑے صحابی اور بنو فلاں کے ایک آدمی یہ تینوں حضرات چلے۔ حضرت حرام نے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ میں ان لوگوں کے پاس جاتا ہوں تم دونوں ذرا قریب رہنا اگر ان لوگوں نے مجھے امن دے دیا تو تم قریب ہی ہو گے اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو اپنے ساتھیوں کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ وہاں جا کر حضرت حرام نے ان لوگوں سے کہا کہ کیا تم لوگ مجھے امن دیتے ہو تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا سکوں یہ ان لوگوں سے بات کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے پیچھے سے آ کر ان کو نیزہ مارا۔ ہمام راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آگے یہ الفاظ تھے کہ ایسا نیزہ مارا جو کہ پار ہو گیا اس پر حضرت حرام نے فرمایا کہ ربّ کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت حرام کے دونوں ساتھی مسلمانوں سے جا ملے اور لنگڑے صحابی کے علاوہ باقی تمام ساتھی شہید کر دیئے گئے اور وہ لنگڑے صحابی ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے ہوئے تھے۔ ان شہید ہونے والوں کے بارے میں ہمارے سامنے یہ آیت نازل ہوئی جو بعد میں منسوخ کر دی گئی:۔

اِنَّا لَقَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا

ترجمہ: بے شک ہم اپنے ربّ سے جا ملے وہ ہم سے راضی ہوا اور اس نے ہمیں راضی کیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس دن رِعل اور ذکوان اور بنو لحیان اور عُصَیّہ قبیلوں کے خلاف بد دعا فرمائی۔ یہ قبیلے وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول

کی نافرمانی کی [1] بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ان کے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو بیرِ معونہ کے دن نیزہ مارا گیا تو وہ اپنا خون لے کر اپنے منہ اور سر پر ڈالنے لگے پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ جس آدمی نے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا تھا وہ جبّار بن سُلمی کلابی ہیں. جب جبّار نے پوچھا کہ (حضرت حرام تو قتل ہو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ) میں کامیاب ہو گیا، اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ جنت ملنے کی کامیابی ہے. پھر جبّار نے کہا اللہ کی قسم! حضرت حرام نے سچ فرمایا اور یہ جبّار اسی وجہ سے اس کے بعد مسلمان ہو گئے [2]

غزوۂ مُوتہ کا دن

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے آٹھویں سال جُمادی الاُولیٰ میں ایک لشکر مُوتہ بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور فرمایا اگر حضرت زید شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر لوگوں کے امیر حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ ہوں گے. لوگ سامان سفر لے کر نکلنے کے لئے تیار ہو گئے. اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی. جب یہ لوگ (مدینہ سے) روانہ ہونے لگے. تو (مدینہ کے) لوگوں نے حضورؐ کے مقرر کردہ امیروں کو رخصت کیا اور انہیں الوداعی سلام کیا. اس الوداعی ملاقات پر حضرت عبداللہ بن رَواحہ رو پڑے تو لوگوں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں، اے ابن رَواحہ؟ انہوں نے کہا غور سے سنو! اللہ کی قسم! نہ تو میرے دل میں دنیا کی محبت ہے اور نہ تم لوگوں سے تعلق اور لگاؤ بلکہ میں نے حضورؐ کو قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا جس میں دوزخ کی آگ کا تذکرہ ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰی رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾

ترجمہ: "اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر. ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر" . اب مجھے معلوم نہیں کہ اس آگ پر پہنچنے کے بعد واپسی کس طرح ہوگی. اس

---

[1] اخرجہ البخاری [2] کذافی البدایۃ (ج ۵ ص ۱۷)

پر مسلمانوں نے کہا اللہ تمہارے ساتھ رہے اور تم سے تکلیفوں اور پریشانیوں کو دور رکھے اور تمہیں صحیح سالم ہمارے پاس واپس لائے۔ تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے یہ اشعار پڑھے۔

لٰكِنَّنِيْ اَسْاَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

لیکن میں تو رحمان (یعنی اللہ) سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور تلوار کا ایسا چوڑا وار چاہتا ہوں جس سے خوب جھاگ دار خون نکلے۔

اَوْطَعْنَةً بِيَدَيْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْاَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

یا کسی پیاسے دشمن کے ہاتھوں برچھے کا ایسا وار ہو جو میرا کام تمام کر دے اور جو آنتوں اور جگر میں پار ہو جائے

حَتّٰى يُقَالَ اِذَا مَرُّوْا عَلٰى جَدَثِيْ اَرْشَدَهُ اللّٰهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

تاکہ جب لوگ میری قبر پر گزریں تو یہ کہیں کہ اللہ اس غازی کو ہدایت دے اور یہ تو ہدایت والا تھا۔

پھر جب لوگ نکلنے کے لئے تیار ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کو الوداع کہا۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنٍ تَثْبِيْتَ مُوْسٰى وَنَصْرًا كَالَّذِيْ نُصِرُوْا

اللہ تعالیٰ نے جتنی بھلائیاں آپ کو دے رکھی ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ ایسے باقی رکھے جیسے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ثابت قدم رکھا تھا اور آپ کی ایسی مدد کرے جیسی اللہ نے ان کی کی تھی۔

اِنِّيْ تَفَرَّسْتُ فِيْكَ الْخَيْرَ نَافِلَةً اللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ ثَابِتُ الْبَصَرِ

مجھے آپ میں خیر بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر بالکل ٹھیک ہے۔

اَنْتَ الرَّسُوْلُ فَمَنْ يُّحْرَمْ نَوَافِلَهٗ وَالْوَجْهَ مِنْهُ فَقَدْ اَزْرٰى بِهِ الْقَدَرُ

آپ رسول ہیں جو آپ کے عطایا اور توجہ خاص سے محروم رہ گیا تو واقعی اس کی تقدیر کھوٹی ہے۔

پھر سارا لشکر روانہ ہو گیا اور حضورؐ بھی ان کو رخصت فرمانے کے لیے (مدینہ

سے باہر تشریف لائے۔ چنانچہ آپ جب لشکر کو رخصت فرما کر واپس لوٹے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے یہ شعر پڑھا۔

خَلَفَ السَّلَامُ عَلَى امْرِئٍ وَدَّعْتُهُ فِي النَّخْلِ خَيْرَ مُشَيِّعٍ وَخَلِيلِ

"سلام رہے اس ذاتِ اقدس پر جن کو میں نے کھجوروں کے باغ میں رخصت کیا ہے وہ بہترین رخصت کرنے والے اور بہترین دوست ہیں"۔ پھر یہ لشکر روانہ ہو گیا اور ملکِ شام کے شہر مَعان پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ ہرقل ایک لاکھ رومی فوج لے کر ملک شام کے علاقہ بلقاء کے شہر مآب میں ٹھہرا ہوا ہے اور لخم اور جذام اور قَین اور بہراء اور بلی قبیلوں کے ایک لاکھ آدمی جمع ہو کر ہرقل کے پاس پہنچ چکے ہیں اور ان کا سردار قبیلہ بلی کا ایک آدمی ہے جو اس کے قبیلہ اراشہ سے تعلق رکھتا ہے اور اسے مالک بن زافلہ کہا جاتا ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی تو وہ مَعان میں دو رات ٹھہر کر اپنے اس معاملہ میں غور کرتے رہے اور پھر یہ کہا کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر اپنے دشمن کی تعداد بتاتے ہیں پھر یا تو آپ ہماری مدد کے لیئے اور آدمی بھیج دیں گے یا کسی اور مناسب بات کا ہمیں حکم فرمائیں گے جسے ہم پورا کریں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لوگوں کی ہمت بڑھائی اور انہیں حوصلہ دلایا اور کہا اے میری قوم! اللہ کی قسم، جس شہادت کو تم ناپسند سمجھ رہے ہو (حقیقت میں) تم اسی کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہم لوگوں سے جنگ، تعداد اور طاقت اور کثرت کی بنیاد پر نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم تو لوگوں سے جنگ، اس دین کی بنیاد پر کرتے ہیں جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا چلو، دو کامیابیوں میں سے ایک کامیابی تو ضرور ملے گی یا تو دشمن پر غلبہ یا اللہ کے راستہ کی شہادت۔ اس پر لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! ابن رواحہ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ چنانچہ لوگ وہاں سے آگے بڑھے تو جب بلقاء علاقہ کی سرحد پر پہنچے تو ہرقل کے رومی اور عربی لشکر بلقاء کی مشارف نامی بستی میں مسلمانوں کو ملے۔ پھر دشمن قریب آگیا اور مسلمان مُوتہ نامی بستی میں اکٹھے ہو گئے اور وہاں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے دشمن سے لڑنے کے لیئے اپنے لشکر کو ترتیب دی اور مسلمانوں کے لشکر کے مَیمنہ پر بنو عُذرہ کے قطبہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ کو اور مَیسرہ پر عبایہ بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری صحابی کو امیر مقرر کیا۔ پھر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور بڑے زور کی جنگ ہوئی۔ حضرت زید بن حارثہ

رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے جھنڈے کو لے کر بہادری سے لڑتے رہے۔ آخر دشمن کے نیزوں سے زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس جھنڈے کو لے لیا اور دشمن سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور مسلمانوں میں سب سے پہلے آدمی حضرت جعفر ہیں جنہوں نے اپنے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے[1] طبرانی میں اس جیسی حدیث حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈے کو لے لیا اور جب گھمسان کی لڑائی ہوئی تو وہ اپنے سرخ گھوڑے سے نیچے اترے اور اس کے پاؤں کاٹ دیئے اور دشمن سے لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور حضرت جعفر پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے جنگ میں گھوڑے کے پاؤں کاٹے[2]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد فوت ہو چکے تھے اور میں یتیم تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھا۔ وہ سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر اپنے اس سفر میں مجھے بھی ساتھ لے گئے تھے۔ اللہ کی قسم! ایک رات وہ چل رہے تھے کہ میں نے ان کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا۔

اِذَا اَدْنَیْتِنِیْ وَحَمَلْتِ رَحْلِیْ مَسِیْرَۃَ اَرْبَعٍ بَعْدَ الْحِسَاءِ

(اے میری اونٹنی) جب تو مجھے قریب کر دے گی اور مقام حسا کے بعد چار دن کی مسافت تک تو میرے کجاوے کو اٹھا کر لے جائے گی۔

فَشَاْنُکِ اَنْعُمٌ وَخَلَاکِ ذَمٌّ وَلَا اَرْجِعْ اِلٰی اَھْلِیْ وَرَائِیْ

تو پھر تو نعمتوں میں آرام سے رہنا اور تیری مذمت نہ ہوا کرے گی (کیونکہ میں تو وہاں جا کر دشمنوں سے لڑائی میں شہید ہو جاؤں گا اس لئے سفر میں تجھے لے جانے کی مجھے ضرورت نہ رہے گی) اور خدا کرے کہ میں پیچھے اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاؤں۔

وَجَاءَ الْمُسْلِمُوْنَ وَغَادَرُوْنِیْ بِاَرْضِ الشَّامِ مُسْتَنْھَی الثَّوَاءِ

اور وہاں سے مسلمان واپس آجائیں گے اور مجھے سرزمین شام میں وہاں چھوڑ آئیں گے جہاں میرا آخری قیام ہو گا۔

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۱) [2] قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۵۷) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات الی عروۃ انتہی واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۸) عن عروۃ رضی اللہ عنہ مختصرا۔

وَرَدَّكَ كُلُّ ذِي نَسَبٍ قَرِيبٍ إِلَى الرَّحْمٰنِ مُنْقَطِعَ الْإِخَاءِ

اور (میرے شہید ہو جانے کے بعد) تجھے میرے وہ رشتہ دار واپس لے جائیں گے جو رحمان کے تو قریب ہوں گے لیکن مجھ سے ان کا بھائی چارہ (میرے مرنے کی وجہ سے) ختم ہو چکا ہوگا۔

هُنَالِكَ لَا أُبَالِي طَلْعَ بَعْلٍ وَلَا نَخْلٍ أَسَافِلُهَا رِوَاءُ

اور اس وقت مجھے نہ تو خود رُو درخت کے پھل کی پرواہ رہے گی اور نہ پانی سے سیراب ہونے والی کھجوروں کے پھل کی پرواہ رہے گی۔

حضرت زید بن اَرقم فرماتے ہیں کہ میں نے جب ان سے یہ اشعار سُنے (جن میں تمنائے شہادت کا اظہار تھا) تو میں رو پڑا۔ اس پر انہوں نے مجھے کوڑا مارا اور کہنے لگے او کمینے! اللہ اگر مجھے شہادت نصیب فرما دے تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ (میں شہید ہو جاؤں گا) تم میرے کجاوہ پر بیٹھ کر (مدینہ) واپس چلے جانا۔[1]

حضرت عبّاد بن عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے رضاعی باپ جو کہ قبیلہ بنو عَمرو بن عوف کے تھے انہوں نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لے لیا اور پھر جھنڈا لے کر اپنے گھوڑے پر آگے بڑھے۔ وہ (دشمن سے لڑنے کے لیے) گھوڑے سے نیچے اُترنا چاہتے تھے لیکن طبیعت میں اس بارے میں کچھ تردد محسوس کیا تو یہ اشعار پڑھ کر اپنی طبیعت کو آمادہ کیا۔

أَقْسَمْتُ يَا نَفْسُ لَتَنْزِلِنَّهْ لَتَنْزِلِنَّ أَوْ لَتُكْرَهِنَّهْ

اے میرے نفس! تجھے قسم دے کر کہہ رہا ہوں کہ تجھے نیچے اُترنا ہوگا۔ خوشی سے اُتر یا ناگواری سے۔

إِنْ أَجْلَبَ النَّاسُ وَشَدُّوا الرَّنَّهْ مَالِي أَرَاكِ تَكْرَهِينَ الْجَنَّهْ

اگر کافر لوگ جمع ہو گئے ہیں اور وہ لڑنے کے زور میں اُونچی آوازیں نکال رہے ہیں تو تُو بزدل مت بن۔ کیا ہوا ہیں دیکھ رہا ہوں کہ تو جنت میں جانے کو پسند نہیں کر رہا ہے۔

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۳) واخرجہ ایضا ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۹) والطبرانی من طریق ابن اسحاق عن زید کما فی المجمع (ج ۶ ص ۱۵۸)

قَدْ طَالَ مَا كُنْتِ مُطْمَئِنَّةً هَلْ أَنْتِ إِلَّا نُطْفَةٌ فِي شَنَّهْ

اور تجھے اطمینان کی زندگی گزارتے ہوئے بڑا لمبا زمانہ ہو گیا ہے اور تو مشکیزے کے تھوڑے سے پانی کی طرح ہے (کہ نا معلوم کب ختم ہو جائے) اور یہ اشعار بھی پڑھے۔

يَا نَفْسُ إِنْ لَا تُقْتَلِي تَمُوتِي هٰذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صُلِيْتِ

اے میرے نفس! اگر تو قتل نہیں ہو گا تو (ایک نہ ایک دن) مرنا تو پڑے گا اور یہ موت کا تقدیر میں لکھا ہوا فیصلہ ہے جس میں تجھے داخل کر دیا گیا ہے۔

وَمَا تَمَنَّيْتِ فَقَدْ أُعْطِيْتِ إِنْ تَفْعَلِي فِعْلَهُمَا هُدِيْتِ

تو نے جس چیز کی تمنا کی تھی وہ تمہیں دے دی گئی ہے۔ اگر تو ان دونوں (حضرت زید اور حضرت جعفر) جیسا کام کرے گا تو تو ہدایت پا لے گا۔

پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ گھوڑے سے اُتر گئے اور پھر انہیں ان کے ایک چچازاد بھائی نے ہڈی والا گوشت لا کر دیا اور ان سے کہا کہ اس کے ذریعہ اپنی کمر کو مضبوط کر لو۔ کیونکہ تمہیں ان دنوں بہت تکلیف اور بھوک برداشت کرنی پڑی ہے۔ انہوں نے ان کے ہاتھ سے وہ گوشت لے کر ایک دفعہ دانتوں سے توڑ کر کھایا کہ اتنے میں انہوں نے لشکر کے ایک کونے سے لوگوں کے اکٹھے ہو کر ہلہ بولنے کی آواز سُنی تو (اپنے آپ کو مخاطب کر کے) انہوں نے کہا کہ (یہ لوگ تو جان کی بازی لگا رہے ہیں) اور تو دنیا میں لگا ہوا ہے پھر اپنے ہاتھ سے گوشت کا ٹکڑا پھینک دیا اور اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے اور کافروں سے جنگ شروع کر دی آخر شہید ہو گئے۔[1]

حضرت عبّاد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے رضاعی باپ نے جو کہ بنو مُرّہ بن عَوف کے تھے اور وہ اس غزوہ مُوتہ میں شریک ہوئے تھے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہا ہوں جبکہ وہ اپنے سُرخ گھوڑے سے اُترے اور پھر اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور پھر کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

---

[1] اخرجه ابن اسحاق كذا في البداية (ج ۴ ص ۲۴۵) واخرجه ايضا ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص ۱۲۰) والطبراني ورجاله ثقات كما قال الهيثمي (ج ۶ ص ۱۶۰)

یَاحَبَّذَا الْجَنَّۃُ وَاقْتِرَابُھَا طَیِّبَۃٌ وَّبَارِدٌ شَرَابُھَا

اے لوگو! کیا ہی اچھی چیز ہے جنّت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا۔ جنّت بہت ہی عمدہ چیز ہے اور اس کا پانی خوب ٹھنڈا ہے۔

وَالرُّوْمُ رُوْمٌ قَدْ دَنَا عَذَابُھَا کَافِرَۃٌ بَعِیْدَۃٌ اَنْسَابُھَا

عَلَیَّ اِذَا لَاقَیْتُھَا ضِرَابُھَا

رومیوں کے عذاب کا وقت قریب آگیا۔ یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ جب میدانِ جنگ میں ان کا سامنا ہو گیا ہے تو اب ان کو تلوار سے سے مارنا مجھ پر ضروری ہو گیا ہے۔[1]

جنگِ یمامہ کا دن

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن خطاب جنگِ یمامہ کے دن مسلمانوں کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو (شروع میں) شکست ہوگئی اور (مسیلمہ کذاب کا قبیلہ) حنیفہ مسلمانوں کی پیادہ فوج پر غالب آگیا۔ حضرت زید بن خطاب (مسلمانوں سے) کہنے لگے۔ اپنی قیام گاہوں کو واپس نہ جاؤ کیونکہ پیادہ فوج کو شکست ہوگئی ہے۔ پھر بلند آواز سے زور زور سے کہنے لگے۔ اے اللہ! میں آپ کے سامنے اپنے ساتھیوں کے بھاگنے کی معذرت پیش کرتا ہوں۔ اور مسیلمہ اور محکم بن طفیل نے جو فتنہ اٹھا رکھا ہے میں اس سے بالکل بری ہوں پھر جھنڈے کو مضبوطی سے تھام کر آگے بڑھے اور دشمن میں گھس کر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ۔ اور جھنڈا گرنے لگا تو اسے حضرت ابوحذیفہ کے غلام حضرت سالم نے اٹھا لیا مسلمانوں نے کہا کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر تمہاری طرف سے کافر حملہ کریں گے تو انہوں نے کہا کہ اگر میری جانب سے کافر تم پر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں بہت برا حامل قرآن ہوں (یعنی میں کافروں کے تمام حملے روکوں گا اور ادھر

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۴) واخرجہ ابو داؤد من ہذا الوجہ کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۲۳۸) وابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۱۱۸)

سے انہیں آگے نہیں آنے دوں گا) اور حضرت زید بن خطاب ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔[1]

حضرت بنت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہا ایک حدیث بیان فرماتی ہیں جس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے یمامہ اور مسیلمہ کذاب کے مرتدین سے لڑنے کے لئے نکلنے کا مطالبہ کیا تو (اس مطالبہ پر تیار ہونے والے) مسلمانوں کو لے کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ چلے جب مسلمانوں کا مسیلمہ اور بنو حنیفہ سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کو تین مرتبہ شکست ہوئی۔ اس پر حضرت ثابت اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام، حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر تو ہم اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے اور پھر انہوں نے اپنے لئے ایک گڑھا کھودا اور ان دونوں نے اس میں داخل ہو کر کافروں سے لڑنا شروع کر دیا۔ اور شہید ہونے تک لڑتے رہے (گڑھے میں اس لئے داخل ہوئے تاکہ میدان جنگ سے بھاگ نہ سکیں)۔[2]

حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر تو ایسے نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنے لئے ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑے ہو گئے اور اس دن مہاجرین کا جھنڈا ان کے پاس تھا پھر انہوں نے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ ان کی شہادت جنگ یمامہ کے دن ۱۲ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔[3]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابوسعید! آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میرے لئے کھولا گیا۔ میں اس کے اندر داخل ہو گیا پھر وہ آسمان بند کر دیا گیا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۲۷) عن عمر بن عبدالرحمن من ولد زید بن خطاب اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۲۷۴) عن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مثلہ [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۲۲) وبنت ثابت بن قیس لم اعرفہا وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح والظاہر ان بنت ثابت بن قیس صحابیۃ فانہا قالت سمعت ابی انتہی واخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۱۹۴) نحوہ واخرجہ البغوی ایضاً بہذا الاسناد کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۹۶) [3] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۸۸)۔

انشاء اللہ مجھے شہادت نصیب ہوگی۔ میں نے ان سے کہا اللہ کی قسم! تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے چنانچہ میں نے جنگ یمامہ کے دن دیکھا کہ حضرت عباد بن بشر بلند آواز سے انصار کو کہہ رہے تھے کہ اپنی تلواروں کی میانیں توڑ دو (کیونکہ اب اتنی زور دار لڑائی کرنی ہے جس سے تلواریں ٹوٹ جائیں گی) اور دوسرے لوگوں سے الگ ہو جاؤ۔ تم ہم انصار کو اوروں سے الگ کر دو۔ تم ہم انصار کو اوروں سے الگ کر دو (تاکہ دوسرے لوگ بھی ہماری امتیازی بہادری اور جان دینے کے جذبہ کو دیکھ کر ہمت کریں) چنانچہ انصار کے چار سو آدمی ایک طرف الگ ہو کر جمع ہو گئے اور ان میں اور کوئی بھی نہیں تھا حضرت عباد بن بشر، حضرت ابو دُجانہ اور حضرت بَراء بن مالک رضی اللہ عنہم ان چار سو کے آگے آگے چل رہے تھے۔ چنانچہ چلتے چلتے یہ اس باغ کے دروازے تک پہنچ گئے (جس کے اندر مسیلمہ کذاب اپنا لشکر لے کر ٹھہرا ہوا تھا) وہاں پہنچ کر ان حضرات نے زبردست جنگ کی اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ چنانچہ میں ان کے چہرے سے ان کو نہ پہچان سکا کہ چہرے پر زخم بہت زیادہ تھے البتہ ان کے جسم میں ایک اور نشانی تھی جس سے میں نے ان کو پہچانا۔[1]

حضرت جعفر بن عبداللہ بن اسلم ہمدانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت ابو عقیل اُنیفی رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے۔ ان کو تیر کندھوں اور دل کے درمیان لگا تھا جو الگ کر ٹیڑھا ہو گیا جس سے شہید نہ ہوئے۔ پھر وہ تیر نکالا گیا اور ان کی بائیں جانب اس تیر کے لگنے کی وجہ سے کمزور ہو گئی تھی یہ شروع دن کی بات ہے۔ پھر انہیں اُٹھا کر ان کے خیمہ میں لایا گیا۔ جب لڑائی گھمسان کی ہونے لگی اور مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے اپنی قیام گاہوں سے بھی گزر گئے۔ اور ابو عقیل اپنے زخم کی وجہ سے کمزور پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت مَعن بن عدی رضی اللہ عنہ کی آواز سُنی وہ انصار کو بلند آواز سے لڑنے کے لیئے اُبھار رہے تھے کہ اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ پر بھروسہ کرو اور اپنے دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ اور حضرت مَعن لوگوں کے آگے آگے تیزی سے چل رہے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ انصار کہہ رہے تھے کہ ہم انصار کو دوسروں سے الگ کر دو۔ ہم انصار کو دوسروں الگ کر دو۔ چنانچہ ایک ایک کر کے انصار ایک طرف

[1] اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۴۴۱)

جمع ہو گئے (اور مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جم کر لڑیں گے اور بہادری سے آگے بڑھیں گے اور دشمن پر جا کر حملہ کریں گے۔ اس سے تمام مسلمانوں کے قدم جم جائیں گے اور حوصلے بڑھ جائیں گے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابو عُقیل انصار کے پاس جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا اے ابو عُقیل! آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ میں لڑنے کی طاقت تو ہے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس منادی نے میرا نام لے کر آواز لگائی ہے میں نے کہا وہ تو کہہ رہا ہے اے انصار! لڑنے کے لئے واپس آؤ۔ وہ زخمیوں کو واپس بلانا نہیں چاہتا ہے (وہ تو ان لوگوں کو بلا رہا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں) حضرت ابو عُقیل نے کہا (کہ انہوں نے انصار کو بلایا ہے اور میں چاہے زخمی ہوں لیکن) میں بھی انصار میں سے ہوں اس لئے میں ان کی پکار پر ضرور جاؤں گا چاہے مجھے گھٹنوں کے بل جانا پڑے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عُقیل نے اپنی کمر باندھی اور اپنے دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار لی۔ اور پھر یہ اعلان کرنے لگے کہ اے انصار! جنگِ حُنین کی طرح دشمن پر دوبارہ حملہ کرو۔ چنانچہ حضرات انصار جمع ہو گئے اللہ ان پر رحم فرمائے اور پھر مسلمانوں سے آگے آگے بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے یہاں تک کہ دشمن کو میدانِ جنگ چھوڑ کر باغ میں گھس جانے پر مجبور کر دیا۔ مسلمان اور دشمن ایک دوسرے میں گھس گئے اور ہمارے اور ان کے درمیان تلواریں چلنے لگیں۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عُقیل کو دیکھا کہ ان کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ کر زمین پر گرا ہوا تھا اور ان کے جسم میں چودہ زخم تھے جن میں سے ہر زخم جان لیوا تھا اور اللہ کا دشمن مُسیلمہ قتل ہو گیا۔ حضرت ابو عُقیل زمین پر زخمی پڑے ہوئے تھے اور ان کے آخری سانس تھے۔ میں نے جھک کر ان سے کہا اے ابو عُقیل! انہوں نے کہا لبیک حاضر ہوں اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پوچھا کہ فتح کس کو ہوئی ہے؟ میں نے کہا آپ کو خوشخبری ہو (کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی ہے) اور میں نے بلند آواز سے کہا اللہ کا دشمن قتل ہو چکا ہے۔ اس پر انہوں نے اللہ کی حمد بیان کرنے کے لئے آسمان کی طرف اُنگلی اٹھائی اور انتقال فرما گئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ مدینہ واپس آنے کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی ساری کارگزاری سنائی۔ تو حضرت عمر نے فرمایا اللہ ان پر رحم فرمائے۔ وہ ہمیشہ شہادت مانگا کرتے تھے اور جہاں

لہ اخرجہ ابن سعد ایضاً (ج ۳ ص ۴۷۴)

تک مجھے معلوم ہے وہ ہمارے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بہترین صحابہؓ میں سے تھے۔ اور شروع میں اسلام لائے تھے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگِ یمامہ کے دن مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ خوشبو لگا کر میدانِ جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا اے چچا جان! کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں (کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مسلمان شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں) انہوں نے کہا ہم حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ جا کر اس طرح جنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ تم لوگوں نے (شکست کھا کھا کر) اپنے مقابل دشمن کو بہت بُری عادت ڈال دی ہے۔ اے اللہ! ان (مُرتدین) نے جو فتنہ کھڑا کیا ہے میں اس سے بھی بری ہوں اور ان (مسلمانوں) نے جو کیا ہے (کہ شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں) میں اس سے بھی بری ہوں۔ پھر کافروں سے لڑائی شروع کر دی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔[2] فتح الباری میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب جنگِ یمامہ کے دن مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ان مرتدین سے بیزار ہوں اور یہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں ان سے بھی بیزار ہوں اور میں مسلمانوں سے بھی بیزار ہوں اور مسلمان جو کچھ کر رہے ہیں (کہ شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں) میں اس سے بھی بیزار ہوں۔ اور ایک آدمی باغ کی دیوار میں ایک شگاف والی جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور پھر خود بھی شہید ہو گئے۔[3]

جنگِ یرموک کا دن

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ جنگ (یعنی جنگِ یرموک) کے دن (شہادت کے شوق میں سواری سے اُتر کر) پیدل

[1] اخرجہ الطبرانی کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۹۵) قال وھو فی البخاری مختصراً قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۲۳) رجالہ رجال الصحیح اھ واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۳۵) وصححہ علی شرط مسلم [2] وفی مرسل عکرمۃ عن ابن سعد باسناد صحیح کما فی فتح الباری (ج ۶ ص ۴۰۵)، واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۴) عن انس رضی اللہ عنہ بمعناہ۔

چلنے لگ پڑے تو ان سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے عکرمہ ایسے نہ کرو۔ کیونکہ تمہارا قتل ہو جانا مسلمانوں پر بڑا شاق ہوگا۔ حضرت عکرمہ نے کہا اے خالد! مجھے چھوڑ دو۔ اس لئے کہ تمہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام کو پھیلانے کے لئے بہت کچھ کرنے کا موقع ملا ہے اور میں اور میرا باپ ہم دونوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں میں سب سے زیادہ مخالف تھے اور سب سے زیادہ تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے اور یہ کہہ کر حضرت عکرمہ پیدل آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔[1]

حضرت ابو عثمان غسانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کئی میدانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی ہے تو کیا میں آج تم لوگوں سے (شکست کھا کر) بھاگ جاؤں گا۔ (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) پھر بلند آواز سے کہا کہ مرنے پر کون بیعت ہوتا ہے؟ چنانچہ ان کے چچا حضرت حارث بن ہشام اور حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہما نے چار سو مسلمان سرداروں اور شہسواروں سمیت بیعت کی اور انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے کے سامنے خوب زوردار لڑائی کی اور سارے ہی زخموں سے چور ہو گئے لیکن وہ سارے اپنی جگہ جمے رہے۔ کوئی اپنی جگہ سے ہلا نہیں اور ان میں سے ایک بڑی مخلوق شہید ہو گئی جن میں حضرت ضرار بن ازور بھی تھے۔[2]

حضرت سیف کی روایت بھی اس جیسی ہی ہے لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ وہ چار سو مسلمان اکثر شہید ہو گئے۔ کچھ ان میں سے بچ گئے۔ جن میں حضرت ضرار بن ازور بھی تھے صبح کو حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے بیٹے حضرت عمرو دونوں حضرت خالد رضی اللہ عنہم کے پاس لائے گئے۔ یہ دونوں خوب زخمی تھے۔ حضرت خالد نے حضرت عکرمہ کا سر اپنی ران پر اور حضرت عمرو کا سر اپنی پنڈلی پر رکھا اور وہ ان دونوں کے چہرے کو صاف کر رہے تھے اور ان کے حلق میں تھوڑا تھوڑا پانی ڈال رہے تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ ابن حنتمہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا تھا کہ ہم لوگ شہید نہیں ہوں گے (لیکن اللہ نے ہمیں شہادت عطا فرما دی۔[3]

---

[1] اخرجہ یعقوب بن ابی سفیان و ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۷، ص ۵۱)، واخرجہ البیہقی عن ثابت رضی اللہ عنہ نحوہ (ج ۹ ص ۴۴)، [2] عند سیف بن عمر عن ابی عثمان الغسانی کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۱۱) [3] قد اخرجہ الطبری (ج ۴ ص ۳۶) عن السری عن شعیب عن سیف باسنادہ نحوہ الا انہ قال۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اللہ کے راستہ میں شوقِ شہادت کے قصے

حضرت ابُوالبختری اور حضرت مَیسرہ فرماتے ہیں کہ جنگِ صِفّین کے دن حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ لڑ رہے تھے لیکن شہید نہیں ہو رہے تھے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر کہتے اے امیرالمؤمنین! یہ فلاں دن ہے (یعنی حضورؐ نے مجھے جس دن شہید ہونے کی خوشخبری دی تھی وہ دن یہی ہے) حضرت علی جواب میں فرماتے، اسے اپنے اس خیال کو جانے دو۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ پھر ان کے پاس دودھ لایا گیا جسے انہوں نے پی لیا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دودھ ہی وہ چیز ہے جسے میں دنیا سے جاتے وقت سب سے آخر میں پیوں گا پھر کھڑے ہو کر جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو سنان دُؤلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے غلام سے پینے کی کوئی چیز منگوائی۔ وہ ان کے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا۔ چنانچہ انہوں نے وہ دودھ پیا اور پھر فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا آج میں اپنے محبوب انسانوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے (شہید ہو کر) ملوں گا۔ آگے مزید حدیث ذکر کی۔[2]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو جنگِ صِفّین کے دن جس دن وہ شہید ہوئے اُونچی آواز سے یہ کہتے ہوئے سُنا۔ میں جبّار یعنی اللہ تعالیٰ سے ملوں گا اور حورعین سے شادی کروں گا۔ آج ہم اپنے محبوب انسانوں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری توشہ دودھ کی لسّی ہو گی۔ (اور وہ میں پی چکا ہوں اور میں اب دنیا سے جانے والا ہوں)[3]

---

[1] اخرجہ الطبرانی وابو یعلی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۹۷) رواہ الطبرانی وابو یعلی باسانید وفی بعضہا عطاء بن السائب وقد تغیر وبقیۃ رجالہ ثقات وبقیۃ الاسانید ضعیفۃ انتہی [2] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۹۸) واسنادہ حسن [3] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۹۶) رواہ الطبرانی فی الاوسط والامام احمد باختصار ورجالہما رجال الصحیح ورواہ البزار بنحوہ باسناد ضعیف وفی روایۃ عند الامام احمد انہ لما اتی باللبن ضحک انتہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ کچھ گنگنا رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا اللہ نے تمہیں ان اشعار کے بدلہ ان سے بہتر چیز یعنی قرآن عطا فرمایا ہوا ہے (تم قرآن پڑھو) انہوں نے کہا کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ میں اپنے بستر پر مر جاؤں گا؟ نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ مجھے اس (نعمت شہادت) سے محروم نہیں فرمائیں گے۔ میں اکیلا سو کافروں کو قتل کر چکا ہوں۔ اور جن کو میں نے دوسروں کے ساتھ مل کر قتل کیا ہے وہ ان کے علاوہ ہیں[1]

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب جنگ عقبہ کے دن فارس میں مسلمان شکست کھا کر ایک کونے میں سمٹ آئے تھے تو حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک آدمی اسے پیچھے سے ہانک رہا تھا پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ تم نے اپنے مقابلہ والوں کو بُری عادت ڈال دی ہے۔ (کہ ہر دفعہ ان سے شکست کھا لیتے ہو) یہ کہہ کر انہوں نے دشمن پر ایسا حملہ کیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی اور وہ خود اس دن شہید ہو گئے۔

حضرت عُبید اللہ بن عبداللہ بن عُتبہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا طبعی موت سے انتقال ہوا اور انہیں شہادت کی موت نہ ملی تو ان کا مقام میری نگاہ میں بہت کم ہو گیا۔ اور میں نے کہا کہ اس آدمی کو دیکھو کہ یہ دنیا سے بہت زیادہ کنارہ کش تھا اور یوں مر گیا ہے اور اسے شہادت نصیب نہیں ہوئی ہے۔ تو ان کا درجہ میری نگاہ میں یوں ہی کم رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی وصال ہو گیا (اور انہیں شہادت نہ ملی) تو میں نے کہا کہ تیرا ناس ہو ہمارے بہترین لوگ یونہی (شہادت کے بغیر) وفات پا رہے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بھی یونہی انتقال ہوا۔ تو میں نے کہا کہ تیرا ناس ہو ہمارے بہترین لوگ یونہی وفات پا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان کا میری نگاہ میں وہی درجہ ہو گیا جو ان کا پہلے تھا[2]

[1] اخرجہ البغوی باسناد صحیح کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۴۳) واخرجہ الطبرانی بمعناہ قال الہیثمی (ج ۹ ص ۳۲۴) ورجالہ رجال الصحیح اھ واخرجہ الحاکم ایضا (ج ۳ ص ۲۹۱) بمعناہ وقال ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۳۵۰) نحوہ [2] اخرجہ ابن سعد و ابوعبید فی الغریب کذا فی المنتخب (ج ۵ ص ۲۴۰)۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہادری

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! مجھے بتاؤ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ میں جس دشمن کے مقابلہ کے لئے نکلا ہوں اس سے میں نے اپنا حق پورا لیا ہے (یعنی ہمیشہ اپنے دشمن کو شکست دی ہے میں پورا بہادر نہیں ہوں) لیکن تم مجھے بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ پھر ہم تو نہیں جانتے۔ آپ ہی بتائیں کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھپر بنایا۔ تو ہم نے کہا کہ کون حضورؐ کے ساتھ رہے گا؟ تاکہ کوئی مشرک آپ کی طرف نہ آسکے۔ اللہ کی قسم! اس وقت کوئی بھی حضورؐ کے ساتھ رہنے کی ہمت نہ کر سکا (دشمن کا خوف بہت ہی زیادہ تھا) بس ایک حضرت ابوبکر ہی ایسے تھے جو تلوار سونت کر حضورؐ کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے جب کوئی بھی حضورؐ کی طرف آنے کا ارادہ کرتا حضرت ابوبکر فوراً لپک کر اس کی طرف جاتے۔ یہ (حضرت ابوبکر) ہی تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر ہیں آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے علم کے مطابق ہر ایک نے ہجرت چھپ کر کی۔ صرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایسے ہیں جنہوں نے علی الاعلان ہجرت کی۔ چنانچہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اپنی تلوار گلے میں لٹکائی۔ اور اپنی کمان کندھے پر ڈالی۔ اور کچھ تیر (ترکش سے) نکال کر اپنے ہاتھ میں

---

[1] اخرجہ البزار کذا فی المجمع (ج ۹ ص ۴۶)

پکڑ لئے اور بیت اللہ کے پاس آئے وہاں صحن میں قریش کے کچھ سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے پھر مقام ابراہیم کے پاس جاکر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر مشرکین کی ایک ایک ٹولی کے پاس آئے اور فرمایا یہ تمام چہرے بدشکل ہو جائیں۔ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کی ماں اس سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اس کی اولاد یتیم ہو جائے اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھ سے اس وادی کی پرلی جانب آکر ملے۔ (پھر آپ وہاں سے چل پڑے) ایک بھی آپ کے پیچھے نہ جا سکا۔[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ اُحد کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یہ شعر پڑھے:

اَفَاطِمُ اِھَاکِ السَّیْفَ غَیْرَ ذَمِیْمٍ فَلَسْتُ بِرِعْدِیْدٍ وَلَا بِلَئِیْمٍ

اے فاطمہ! یہ تلوار لے لو جس میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ تو (ڈر کی وجہ سے) مجھ پر کبھی کپکپی طاری ہوتی ہے۔ اور نہ میں کمینہ ہوں۔

لَعَمْرِیْ لَقَدْ اَبْلَیْتُ فِیْ نَصْرِ اَحْمَدٍ وَمَرْضَاۃِ رَبٍّ بِالْعِبَادِ عَلِیْمٍ

میری عمر کی قسم! حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور اس رب العزت کی خوشنودی کی خاطر میں نے پوری کوشش کی ہے جو بندوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے عمدہ طریقہ سے جنگ کی ہے تو حضرت سہل بن حُنیف اور حضرت ابن الصمہ نے بھی خوب عمدہ طریقے سے جنگ کی ہے اور حضورؐ نے ایک اور صحابی کا بھی نام لیا جسے مُعلّی راوی بھول گئے۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا اے محمد! آپ کے والد کی قسم! یہ غمخواری کا موقع ہے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا اے جبرائیلؑ یہ علی تو مجھ سے ہیں حضرت جبرائیل نے عرض کیا، میں آپ دونوں کا ہوں۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۴ ص ۳۸۷) [2] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۲۲) وفیہ معلی بن عبدالرحمن الواسطی وہو ضعیف جدا وقال ابن عدی ارجو انہ لا باس بہ انتہی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا یہ تلوار لے لو۔ اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے اچھی طرح سے جنگ کی ہے تو حضرت سہل بن حُنیف رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو دُجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے بھی خوب اچھی طرح جنگ کی ہے۔[1]

حضرت عُبیداللہ بن کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن عَمرو بن عبدِ وُد بہادروں کی نشانی لگا کر جنگ میں اپنے موجود ہونے کو بتانے کے لیے نکلا۔ جب وہ اور اس کے گھوڑے سوار ساتھی کھڑے ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اے عَمرو! تم نے قریش کے لیے اللہ سے عہد کیا تھا کہ جب بھی تمہیں کوئی آدمی دو باتوں کی دعوت دے گا تم ان دو میں سے ایک کو ضرور اختیار کر لوگے۔ اس نے کہا ہاں (میں نے یہ عہد کیا تھا) حضرت علی نے کہا میں تمہیں اللہ اور اس کے رسُول کی اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ عَمرو نے کہا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ میں مقابلہ کے لیے میدان میں اُترنے کی تم کو دعوت دیتا ہوں عَمرو نے کہا اے میرے بھتیجے! (مجھے) کیوں (میدان میں مقابلے کے لیے اُترنے کی دعوت دے رہے ہو کیونکہ) اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا لیکن میں تو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر عَمرو آگ بگولہ ہوگیا اور حضرت علی کی طرف بڑھا۔ دونوں اپنی سواریوں سے اُترے۔ اور دونوں نے میدان کا کچھ چکر لگایا۔ (پھر لڑائی شروع ہوگئی) آخر حضرت علی نے عَمرو کو قتل کر دیا۔[2]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عَمرو بن عبدِ وُد ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہو کر باہر نکلا اور بلند آواز سے پکارا مقابلہ کے لیے کون آتا ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا نبی اللہ! میں اس کے مقابلہ کے لیے جاتا ہوں آپ نے فرمایا یہ عَمرو ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ پھر عَمرو زور سے پکارا۔ کیا ہے کوئی مرد۔ جو میرے مقابلہ کے لیے میدان میں آئے اور مسلمانوں کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا، کہاں گئی تمہاری وہ

---

[1] عند الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۲۳) رجالہ رجال الصحیح انتہی [2] اخرجہ ابن جریر من طریق ابن اسحاق عن یزید بن رومان کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۸۱)

جنت جس کے بارے میں تم لوگ یہ کہتے ہو کہ تم میں سے جو مارا جاتا ہے وہ اس جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ تم لوگ میرے مقابلہ کے لیئے ایک آدمی بھی نہیں بھیج سکتے؟ حضرت علی نے پھر کھڑے ہو کر کہا یا رسُولَ اللہ! میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، تم بیٹھ جاؤ۔ عمرو نے تیسری مرتبہ پھر بلند آواز سے مقابلہ کے لیئے آنے کی دعوت دی اور راوی نے اس کے اشعار کا بھی تذکرہ کیا۔ پھر حضرت علی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسُولَ اللہ! میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ عمرو ہے۔ حضرت علی نے کہا چاہے عمرو ہو۔ (میں جلنے کو تیار ہوں) چنانچہ حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے اس کی طرف چلے۔

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَاكَ مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزْ

ہرگز جلدی نہ کر کیونکہ تیری آواز کا جواب دینے والا آگیا ہے، جو عاجز نہیں ہے۔

فِيْ نِيَّةٍ وَبَصِيْرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِيْ كُلِّ فَائِزْ

یہ آنے والا سوچ سمجھ کر اور پکے ارادے کے ساتھ آیا ہے (یہ بات میں تم سے سچی کہہ رہا ہوں کیونکہ) سچ ہی ہر کامیاب ہونے والے کے لیئے نجات کا ذریعہ ہے۔

اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِيْمَ عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزْ

مجھے پوری اُمید ہے کہ مردوں پر نوحہ کرنے والیوں کو میں تیرے اوپر (نوحہ کرنے کے لیئے) کھڑا کر دوں گا۔

مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقٰى ذِكْرُهَا عِنْدَ الْهَزَاهِزْ

میں تجھے (تلوار کی) ایسی لمبی چوڑی ضرب لگاؤں گا جس کا تذکرہ بڑی بڑی لڑائیوں میں بھی باقی رہے گا۔

عمرو نے حضرت علی سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں علی ہوں عمرو نے کہا کہ کیا تم عبدِ مناف (یہ ابوطالب کا نام ہے) کے بیٹے ہو؟ انہوں نے کہا (ہاں)، میں علی بن ابی طالب ہوں۔ عمرو نے کہا اے میرے بھتیجے! (میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے مقابلے کے لیئے) تمہاری جگہ تمہارے چچاؤں میں سے کوئی چچا آئے جو عمر میں تم سے بڑا ہو۔ کیونکہ مجھے تمہارا خون بہانا پسند نہیں ہے۔ حضرت علی نے کہا۔ لیکن اللہ کی قسم! میں تمہارے خون بہانے کو بُرا نہیں سمجھتا ہوں۔ وہ غضبناک ہو کر اپنے گھوڑے سے نیچے اُترا اور اپنی تلوار سونت لی وہ تلوار آگ کے شعلے کی طرح چمکدار تھی۔ پھر وہ غصہ میں بھرا ہوا حضرت علیؓ

کی طرف بڑھا۔ حضرت علی کھال والی ڈھال لے کر اس کے سامنے آئے۔ عمرو نے حضرت علی کی ڈھال پر تلوار کا ایسا زوردار وار کیا کہ تلوار ڈھال کو کاٹ کر ان کے سر تک جا پہنچی جس سے سر زخمی ہو گیا۔ حضرت علی نے اس کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری جس سے وہ زمین پر گر گیا اور (اس کے گرنے سے بہت سا) غبار اُڑا۔ اور حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زور سے اللّٰہُ اکبر کہنے کی آواز سنی جس سے ہم لوگ سمجھ گئے کہ حضرت علی نے عمرو کو قتل کر دیا ہے اس وقت حضرت علی یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اَعَلَیَّ تَقْتَحِمُ الْفَوَارِسُ هٰكَذَا عَنِّیْ وَعَنْهُمْ اَخِّرُوْا اَصْحَابِیْ

کیا گھوڑے سواریوں اچانک مجھ پر حملہ کر دیں گے؟ اے میرے ساتھیو! تم سب کو مجھ سے اور مجھ پر اچانک حملہ کرنے والوں سے پیچھے ہٹا دو (میں اکیلا ہی ان سے نمٹ لوں گا)

اَلْيَوْمَ يَمْنَعُنِی الْفِرَارَ حَفِيْظَتِیْ وَمُصَمِّمٌ فِی الرَّأْسِ لَيْسَ بِنَابِیْ

میدانِ جنگ میں مجھے جو غصہ آتا ہے اس نے آج مجھے بھاگنے سے روکا ہوا ہے اور اس تلوار نے روکا ہے جس کا وار سر کاٹ کر آتا ہے اور خطا نہیں ہوتا ہے پھر یہ اشعار پڑھے:

عَبَدَ الْحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهٖ وَعَبَدْتُّ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِیْ

اس نے اپنی احمقانہ رائے سے پتھروں کی عبادت کی اور میں نے اپنی درست رائے سے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رب کی عبادت کی۔

فَصَدَرْتُ حِيْنَ تَرَكْتُهٗ مُتَجَدِّلًا كَالْجِذْعِ بَيْنَ دَكَادِكٍ وَّرَوَابِیْ

جب میں اس کا کام تمام کر کے واپس آیا تو وہ زمین پر ایسے پڑا ہوا تھا جیسے کھجور کا تنا سخت زمین اور ٹیلوں کے درمیان پڑا ہوا ہو۔

وَعَفَفْتُ عَنْ اَثْوَابِهٖ وَلَوْ اَنَّنِیْ كُنْتُ الْمُقَطَّرَ بَزَّنِیْ اَثْوَابِیْ

میں نے اس کے کپڑے نہیں لیئے اور یوں میں پاکدامن رہا اور اگر میں گر جاتا تو وہ میرے کپڑے چھین لیتا۔

لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ خَاذِلَ دِيْنِهٖ وَنَبِيِّهٖ يَا مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

اے (کافروں کی) جماعتو! یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی اور اپنے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد چھوڑ دیں گے۔

پھر حضرت علی حضورؐ کی طرف چل پڑے اور ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم نے اس (عمرو بن عبدِ ود) کی زرہ کیوں نہیں لے لی۔ کیونکہ عربوں کے پاس اس زرہ سے بہتر زرہ نہیں ہے۔ حضرت علی نے کہا کہ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ اس نے اپنی شرمگاہ کے ذریعہ مجھ سے بچاؤ کیا۔ یعنی اس کی شرمگاہ کھل گئی اس وجہ سے مجھے شرم آئی کہ میں اپنے چچا زاد بھائی کی اس حال میں زرہ اُتار لوں[1]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں وہ غزوہ بنو فزارہ سے واپسی کا تذکرہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ واپس آکر ابھی ہم لوگ تین دن ٹھہرے ہی تھے کہ ہم لوگ خیبر کی طرف نکل پڑے۔ اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ میں گئے تھے اور وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

وَاللہِ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

اللہ کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے (یعنی آپ کا فضل نہ ہوتا) تو ہم ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

وَنَحْنُ مِنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَیْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِیْنَةً عَلَیْنَا

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

ہم تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں تو ہم پر سکینہ اور اطمینان کو ضرور نازل فرما۔ اور جب ہم دشمن سے مقابلہ کریں تو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ان اشعار کو پڑھنے والا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عامر۔ حضورؐ نے فرمایا (اے عامر) تیرا رب تیری مغفرت فرمائے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب بھی حضورؐ نے کسی کو یہ دعا دی ہے وہ ضرور شہید ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے (یہ دعا سُن کر) انہوں نے کہا آپ نے ہمیں حضرت عامر سے اور فائدہ اُٹھانے دیا ہوتا (یعنی آپ یہ دعا حضرت عامر کو نہ دیتے تو وہ

---

[1] ذکرہ فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۶) من طریق البیہقی۔

اور زندہ رہتے۔ اب تو وہ شہید ہو جائیں گے) پھر ہم لوگ خیبر پہنچے۔ تو (یہود کا پہلوان) مرحب اپنی تلوار فخر سے لہراتا ہوا اور یہ شعر پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبُ   شَاكِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبُ
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

سارے خیبر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں اور ہتھیاروں سے لیس ہوں اور تجربہ کار بہادر ہوں (میری بہادری اس وقت ظاہر ہوتی ہے) جب کہ شعلہ زن لڑائیاں سامنے آتی ہیں۔

حضرت عامرؓ مرحب کے مقابلے کے لئے یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ عَامِرٌ   شَاكِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّغَامِرٌ

سارے خیبر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں عامر ہوں اور ہتھیاروں سے لیس ہوں اور مہلک مقامات میں گھسنے والا بہادر ہوں۔

ان دونوں کے آپس میں تلوار سے دو دو ہاتھ ہوئے۔ مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال میں گھس گئی۔ حضرت عامر نے مرحب کے نچلے حصہ پر حملہ کیا۔ حضرت عامر کی تلوار آکر خود ان کو ہی لگ گئی جس سے شہ رگ کٹ گئی اور اسی سے یہ شہید ہو گئے حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عامر کا سارا عمل رائیگاں گیا۔ کیونکہ انہوں نے خودکشی کی ہے میں روتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے مجھے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر کا سارا عمل رائیگاں گیا۔ حضورؐ نے پوچھا یہ بات کس نے کہی؟ میں نے کہا آپ کے چند صحابہؓ نے۔ حضورؐ نے کہا ان لوگوں نے غلط کہا۔ عامر کو تو دوگنا اجر ملے گا۔ حضورؐ نے حضرت علی کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ اور ان کی آنکھ دکھ رہی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا آج میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ میں حضرت علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے لے کر آیا۔ آپ نے ان کی آنکھ پر لعاب مبارک لگایا وہ فوراً ٹھیک ہو گئی۔ حضورؐ نے ان کو جھنڈا دیا مرحب پھر وہی اپنے اشعار پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبُ   شَاكِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبُ

اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

اس کے مقابلہ کے لئے حضرت علی یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہْ

اُوْفِیْہِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَہْ

"میں وہ شخص ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام حیدر یعنی شیر رکھا۔ میں جنگل کے ہولناک منظر والے شیر کی طرح ہوں میں دشمنوں کو پورا پورا ناپ کر دوں گا جیسے کہ کھلے پیمانے میں پورا پورا دیا جاتا ہے۔" (یعنی میں دشمن میں وسیع پیمانے پر خون ریزی کر دوں گا) چنانچہ حضرت علی نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ مَرحَب کا سر پھاڑ کر اسے قتل کر دیا۔ اور اس طرح خیبر فتح ہو گیا۔ اس روایت میں اسی طرح آیا ہے کہ ملعون مَرحَب یہودی کو حضرت علی نے ہی قتل کیا ہے اور ایسے ہی امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب میں نے مَرحَب کو قتل کیا تو میں اس کا سر لے کر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن مُوسیٰ بن عقبہ نے امام زُہری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مَرحَب کو قتل کرنے والے حضرت محمد بن مَسلَمہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اسی طرح محمد بن اسحاق نے اور واقدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات سے نقل کیا ہے [1]

رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔ حضورؐ نے ان کو اپنا جھنڈا دے کر بھیجا تھا۔ جب حضرت علی قلعہ کے قریب پہنچے تو قلعہ والے لڑنے کے لئے قلعہ سے نکل کر باہر آگئے۔ چنانچہ حضرت علی نے ان سے جنگ شروع کر دی۔ ان یہودیوں میں سے ایک آدمی نے حضرت علی پر تلوار کا زوردار حملہ کیا جس سے حضرت علی کے ہاتھ سے ڈھال نیچے گر گئی۔ حضرت علی نے فوراً قلعہ کا دروازہ اکھیڑ کر اسے اپنی ڈھال بنالیا۔ اور دروازے کو ہاتھ میں پکڑ کر حضرت علی لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب فرمائی پھر انہوں نے اس دروازے کو زمین پر ڈال دیا۔ پھر میں نے سات اور آدمیوں کو لے کر کوشش کی کہ اس دروازے کو پلٹ دیں لیکن ہم آٹھ آدمی اسے پلٹ نہ سکے [2]

---

[1] اخرجہ مسلم والبیہقی واللفظ لہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۸۷) [2] وفی ہذا الخبر جہالۃ وانقطاع ظاہر۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر کے دن (قلعہ کا) دروازہ اُٹھالیا مسلمان اس کے اُوپر چڑھ کر قلعہ کے اندر چلے گئے۔ اور اس طرح اس کو فتح کرلیا۔ بعد میں لوگوں نے تجربہ کیا تو چالیس آدمی لے سے نہ اُٹھا سکے[1] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ستر آدمیوں نے اپنا پورا زور لگایا تب دروازے کو واپس اس کی جگہ لگا سکے۔[2] حضرت جابر بن سَمُرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر کے دن (قلعہ کا) دروازہ اُٹھالیا تھا۔ اسی پر چڑھ کر مسلمانوں نے خیبر قلعہ کو فتح کیا تھا، بعد میں تجربہ کیا گیا تو چالیس آدمی ہی اسے اُٹھا سکے۔[3]

حضرت طلحہ بن عُبَید اللہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن میں یہ رَجزیہ اَشعار پڑھ رہا تھا۔

نَحْنُ حُمَاةُ غَالِبٍ وَّمَالِكٌ نَذُبُّ عَنْ رَسُولِنَا الْمُبَارَكُ

ہم قبیلہ غالب اور قبیلہ مالک کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہم اپنے مبارک رسُول کی طرف سے دِفاع کر رہے ہیں۔

نَضْرِبُ عَنْهُ الْقَوْمَ فِي الْمَعَارِكِ ضَرْبَ صِفَاحِ الْكُوْمِ فِي الْمَبَارِكِ

اور میدانِ جنگ میں ہم دشمنوں کو تلواریں مار مار کر حضورؐ سے پیچھے ہٹا رہے ہیں اور ہم ایسے مار رہے ہیں جیسے کہ اونچے کوہان والی موٹی اونٹنیوں کو بیٹھنے کی جگہ میں کناروں پر مارا جاتا ہے (یعنی جب انہیں ذبح کر کے گوشت بنایا جاتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد سے واپس ہوتے ہی حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم طلحہ کی تعریف میں کچھ اَشعار کہو چنانچہ حضرت حسّان نے یہ اَشعار کہے۔

وَطَلْحَةُ يَوْمَ الشِّعْبِ آسٰى مُحَمَّدًا عَلٰى سَاعَةٍ ضَاقَتْ عَلَيْهِ وَشَقَّتِ

اور گھاٹی کے دن طلحہ نے تنگی اور مشکل کی گھڑی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] رواه الحافظ البيهقي والحاكم من طريق ابي جعفر الباقر وفيه ضعف ايضا [2] هذا رواية ضعيفة كذا في البداية (ج ۴ ص ۱۸۹) [3] قد اخرجه ابن ابي شيبة كذا في منتخب كنز العمال (ج ۵ ص ۴۴) وقال حسن انتهى۔

پوری طرح غم خواری کی اور ان پر جان نثاری کی۔

یَقِیْہِ بِکَفَّیْہِ الرِّمَاحَ وَ اَسْلَمَتْ اَشَاجِعُہٗ تَحْتَ السُّیُوْفِ فَشَلَّتِ

اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعہ وہ حضورؐ کو نیزوں سے بچاتے رہے۔ اور (حضورؐ کو بچانے کے لئے) انہوں نے اپنے ہاتھوں کے پورے تلواروں کے نیچے کر دیئے جس سے وہ پورے شل ہو گئے۔

وَکَانَ اِمَامَ النَّاسِ اِلَّا مُحَمَّدًا اَقَامَ رَحَی الْاِسْلَامِ حَتّٰی اسْتَقَلَّتِ

حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے آگے تھے اور انہوں نے اسلام کی چکی کو ایسا کھڑا کیا کہ وہ مستقل چلنے لگی۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (حضرت طلحہ کی تعریف میں) یہ اشعار کہے:

حَمٰی نَبِیَّ الْھُدٰی وَالْخَیْلُ تَتْبَعُہٗ حَتّٰی اِذَا مَا لَقُوْا حَامٰی عَنِ الدِّیْنِ

طلحہ نے ہدایت والے نبیؐ کی حفاظت کی حالانکہ سوار آپ کا پیچھا کر رہے تھے یہاں تک کہ جب وہ سوار قریب آجاتے تو یہ دین کی خوب حفاظت کرتے۔

صَبْرًا عَلَی الطَّعْنِ اِذْ وَلَّتْ حُمَاتُھُمْ وَالنَّاسُ مِنْ بَیْنِ مَھْدِیٍّ وَّ مَفْتُوْنِ

جب لوگوں کی حفاظت کرنے والے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے اس وقت انہوں نے نیزوں پر صبر کیا۔ اور اس دن لوگ دو طرح کے تھے ہدایت یافتہ مسلمان اور فتنہ میں مبتلا کافر۔

یَا طَلْحَۃَ بْنَ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَدْ وَجَبَتْ لَکَ الْجِنَانُ وَ زُوِّجْتَ الْمَھَا الْعِیْنِ

اے طلحہ بن عُبَیْدُاللہ! تمہارے لیئے جنت واجب ہوگئی اور خوبصورت اور آہو چشم حوروں سے تمہاری شادی ہوگئی اور (ان کی تعریف میں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:

حَمٰی نَبِیَّ الْھُدٰی بِالسَّیْفِ مُنْصَلِتًا لَمَّا تَوَلّٰی جَمِیْعُ النَّاسِ وَ انْکَشَفُوْا

جب تمام لوگوں نے پشت پھیر لی اور شکست کھا گئے اس وقت طلحہ نے ننگی تلوار سے ہدایت والے نبی کی حفاظت کی۔

اس پر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے عمر! تم نے سچ کہا۔[1] اور حضرت طلحہ کے جنگ کرنے کے واقعات صفحہ ۳۵۹ پر گزر چکے ہیں۔

حضرت زُبیر بن عوّام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ کی بہادری

حضرت سعید بن مُسیّب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ اللہ کی خاطر سب سے پہلے تلوار سونتنے والے حضرت زُبیر بن عوّام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ ہیں ایک دن وہ دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے (یعنی آرام کر رہے تھے) کہ اچانک انہوں نے یہ آواز سُنی کہ رسُولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قتل کر دیا گیا ہے۔ (یہ سنتے ہی فوراً) سُتی ہوئی ننگی تلوار لے کر باہر نکلے۔ یہ اور حضورؐ دونوں ایک دوسرے کو بالکل آمنے سامنے آکر ملے۔ حضورؐ نے پوچھا اے زُبیر! تمہیں کیا ہو گیا؟ انہوں نے عرض کیا میں نے سُنا کہ آپ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ حضورؐ نے پوچھا پھر تمہارا کیا کرنے کا ارادہ تھا؟ انہوں نے عرض کیا میرا یہ ارادہ تھا کہ میں (آنکھ بند کر کے) مکہ والوں پر ٹوٹ پڑوں۔ حضورؐ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ انہی کے بارے میں اسدی شاعر نے یہ اشعار کہے ہیں۔

هٰذَاكَ اَوَّلُ سَيْفٍ سُلَّ فِيْ غَضَبٍ ۔۔۔ لِلّٰهِ سَيْفُ الزُّبَيْرِ الْمُرْتَضٰى اَنَفًا

حضرت زُبیر مرتضیٰ سردار کی تلوار ہی وہ تلوار ہے جو اللہ کی خاطر غصہ کرنے میں سب سے پہلے سونتی گئی ہے۔

حَمِيَّةٌ سُبِقَتْ مِنْ فَضْلِ نَجْدَتِهٖ ۔۔۔ قَدْ يَحْبِسُ النَّجَدَاتِ الْمُحْبِسُ الْاَرْفَا

یہ دینی حمیت ہے جو ان کے زیادہ بہادر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہے اور کبھی زیادہ سُننے والا کئی قسم کی بہادریوں کو جمع کر لیا کرتا ہے۔[2]

حضرت عُروہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ فرماتے ہیں کہ حضرت زُبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد یہ شیطانی آواز سُنی کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گرفتار کر لیئے گئے

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۶۸) وفیہ سلیمان بن ایوب الطلحی اھ قال ابن عدی عامۃ احادیثہ لا یتابع علیہا وذکرہ ابن حبان فی الثقات کما فی اللسان (ج ۳ ص ۷۷)

[2] اخرجہ ابن عساکر۔

ہیں۔ اس وقت حضرت زُبیرؓ کی عمر بارہ سال تھی۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنی تلوار سونت لی اور (حضورؐ کی تلاش میں) گلیوں میں بھاگنے لگے۔ حضورؐ اس وقت مکہ کے بالائی حصہ میں تھے یہ وہاں ہاتھ میں تلوار لیئے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ بات سُنی کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے حضورؐ نے پوچھا تم کیا کرنے لگے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کو گرفتار کرنے والوں کو اپنی اس تلوار سے مارنے لگا تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیئے اور آپ کی تلوار کے لیئے دعا فرمائی۔ اور ان سے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ یہ سب سے پہلی تلوار ہے جو اللہ کے راستہ میں سونتی گئی تھی[1]

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جنگِ اُحُد کے دن طلحہ بن ابی طلحہ عبدری مشرکوں کا جھنڈا اُٹھائے ہوئے تھا اس نے مسلمانوں کو اپنے مقابلہ پر میدان میں نکلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ لوگ ایک دفعہ تو اس کے ڈر کی وجہ سے رُک گئے (اس کے مقابلہ کے لیئے جانے پر کسی نے ہمت نہ کی) پھر حضرت زُبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیئے نکلے اور چھلانگ لگا کر اس کے اُونٹ پر اس کے ساتھ جا بیٹھے۔ (اور اُونٹ پر ہی لڑائی شروع ہوگئی) حضرت زُبیرؓ نے طلحہ کو اوپر سے نیچے زمین پر پھینک کر اسے اپنی تلوار سے ذبح کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ ہر نبی کا کوئی (جان نثار) حواری ہوا کرتا ہے میرے حواری زُبیر ہیں۔ اور فرمایا چونکہ میں نے دیکھا تھا کہ لوگ اس کے مقابلہ میں جانے سے رُک گئے تھے اس وجہ سے اگر یہ زُبیر اس کے مقابلہ میں نہ جاتے تو میں خود جاتا[2]

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ نوفل بن عبداللہ بن مُغیرہ مخزومی نے غزوۂ خندق کے دن دشمن کی صف سے باہر نکل کر مسلمانوں کو اپنے مقابلہ کے لیئے نکلنے کی دعوت دی چنانچہ اس کے مقابلہ کے لیئے حضرت زُبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نکلے اور اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس کی وجہ سے ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے۔ اور وہ واپس آتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

---

[1] عند ابن عساکر ایضا و ابی نعیم فی الحلیۃ (ج ۱ ص ۸۹) کذا فی منتخب کنز العمال (ج ۵ ص ۶۹) و اخرجہ الزبیر بن بکار کما فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۵۴۵) و اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل (ص ۲۲۶) عن سعید بن المسیب بمعناہ [2] ذکرہ یونس کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۰)

اِنِّی امْرُؤٌ اَحْمِی وَاَحْتَمِی عَنِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی الْاُمِّی

میں ایسا آدمی ہوں کہ (دشمن سے) اپنی بھی حفاظت کرتا ہوں اور نبی اُمّی حضرت مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بھی حفاظت کرتا ہوں[1]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتی ہیں کہ ایک مشرک ہتھیار لگائے ہوئے آیا اور ایک اُونچی جگہ چڑھ کر کہنے لگا کہ میرے مقابلے کے لئے کون آئے گا؟ حضورؐ نے لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کیا تم اس کے مقابلہ کے لئے جاؤ گے؟ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ کی منشاء ہو تو (میں جانے کے لئے تیار ہوں) حضرت زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (حضور کے چہرہ کی طرف) جھانک کر دیکھنے لگے۔ حضورؐ نے ان کی طرف دیکھا اور ان سے فرمایا (میری پھوپھی) صفیہ کے بیٹے، تم (مقابلہ کے لئے) کھڑے ہو جاؤ حضرت زُبیر اس کی طرف چل پڑے اور جا کر اس کے برابر کھڑے ہو گئے۔ پھر دونوں ایک دوسرے پر تلوار کے وار کرنے لگے پھر دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ پھر دونوں نیچے کو لڑھکنے لگے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا جو بھی گڑھے میں پہلے گرے گا وہی مارا جائے گا۔ چنانچہ حضورؐ نے اور مسلمانوں نے (حضرت زُبیر کے لئے) دعا کی۔ چنانچہ وہ کافر (گڑھے میں) پہلے گرا۔ پھر حضرت زُبیر اس کے سینے پر جا گرے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا[2]

حضرت عبداللہ بن زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعہ میں رکھا گیا اور میرے ساتھ عمر بن ابی سلمہ بھی تھے (یہ دونوں بچے تھے) وہ میرے سامنے جھک کر کھڑے ہو جاتے اور میں ان کی کمر پر چڑھ کر (قلعہ سے باہر لڑائی کا منظر) دیکھنے لگ جاتا۔ چنانچہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ کبھی یہاں حملہ کرتے اور کبھی وہاں۔ جو چیز بھی ان کے سامنے آتی وہ لپک کر اس کی طرف جاتے۔ شام کو جب وہ ہمارے پاس قلعہ میں آئے تو میں نے کہا اے اباجان آج آپ جو کچھ کرتے رہے میں اسے دیکھتا رہا۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! کیا تم نے مجھے دیکھا؟ میں نے کہا جی ہاں انہوں نے کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں[3]

---

[1] ذکرہ یونس کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۷)، [2] قد اخرجہ ابن جریر کذا فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۶۹)
[3] اخرجہ البیہقی کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۷)

حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے غزوہ یرموک کے دن حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کیا تم (کافروں پر) حملہ نہیں کرتے ہو تاکہ ہم بھی تمہارے ساتھ حملہ کریں۔ حضرت زُبیرؓ نے کہا اگر میں نے حملہ کیا تو تم اپنی بات پوری نہیں کر سکو گے اور میرا ساتھ نہیں دے سکو گے۔ انہوں نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے (بلکہ آپ کا ساتھ دیں گے) چنانچہ حضرت زُبیرؓ نے کافروں پر اس زور سے حملہ کیا کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے اور صحابہؓ میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں تھا۔ پھر وہ اسی طرح دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے واپس آئے تو کافروں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر ان کے کندھے پر تلوار کے دو وار ایسے کئے جو ان کو جنگِ بدر والے زخم کے دائیں بائیں لگے۔ حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا اور ان زخموں کے نشانات میں انگلیاں دے کر کھیلا کرتا تھا اور (غزوہ یرموک کے) اس دن حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ تھے اور ان کی عُمر اس وقت دس سال تھی اور حضرت زُبیرؓ نے ان کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا تھا[1] البدایۃ میں اس جیسی روایت ہے جس میں یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ دوبارہ وہی درخواست لے کر حضرت زُبیرؓ کے پاس آئے تو انہوں نے وہی کارنامہ کر دکھایا جو پہلے دکھایا تھا[2]

حضرت سَعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت زُہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاز کے علاقہ رابغ کی جانب ایک جماعت کو بھیجا جس میں حضرت سَعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ تھے مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس دن حضرت سَعد نے اپنے تیروں سے مسلمانوں کی خوب حفاظت کی اور حضرت سَعد سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے میں تیر چلایا اور یہ اسلام کی سب سے پہلی جنگ تھی اور حضرت سَعد نے اپنے تیر چلانے

---

[1] اخرجہ البخاری [2] ذکرہ فی البدایۃ (ج ۷، ص ۱۱) بمعناہ

کے بارے میں یہ اشعار کہے۔

اَلَا هَلْ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنِّىْ حَمَيْتُ صَحَابَتِىْ بِصُدُوْرِ نَبْلِىْ

ذرا غور سے سنو! کیا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی ہے؟

اَذُوْدُ بِهَا عَدُوَّهُمْ ذِيَادًا بِكُلِّ حُزُوْنَةٍ وَبِكُلِّ سَهْلٍ

ہر سخت اور ہر نرم زمین میں میں نے مسلمانوں کے دشمن کو تیروں کے ذریعہ خوب اچھی طرح بھگایا ہے۔

فَمَا يُعْتَدُّ رَامٍ فِىْ عَدُوٍّ بِسَهْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَبْلِىْ

یا رسول اللہ! کوئی بھی مسلمان مجھ سے پہلے دشمن پر تیر چلانے والا شمار نہیں کیا جاتا (کیونکہ میں نے سب سے پہلے تیر چلایا ہے)[1]

حضرت ابن شہاب رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے غزوہ اُحُد کے دن ایک تیر سے تین کافروں کو قتل کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ دشمن نے ان کی طرف تیر پھینکا انہوں نے وہ تیر کافروں پر چلایا اور ایک کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر پھر ان پر چلایا۔ انہوں نے اس تیر کو لے کر کافروں پر دوبارہ چلا دیا اور ایک اور کافر کو قتل کر دیا۔ کافروں نے وہ تیر ان پر تیسری مرتبہ چلایا انہوں نے پھر وہ تیر لے کر ان کافروں پر چلایا اور تیسرے کافر کو قتل کر دیا۔ حضرت سعد کے اس کارنامے سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور بڑے حیران ہوئے۔ حضرت سعد نے بتایا کہ یہ تیر مجھے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیا تھا۔ (کافروں کی طرف سے آیا ہوا یہ تیر حضور نے ان کو پکڑایا ہوگا) راوی کہتے ہیں کہ (اس دن) حضورؐ نے حضرت سعد سے فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں[2]

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ کبھی سوار ہو کر لڑتے اور کبھی پیادہ یا یہ مطلب ہے کہ وہ تھے تو پیادہ لیکن دوڑتے سوار کی طرح تھے[3]

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذافی المنتخب (ج ۵ ص ۷۲)، عن ابن عساکر [2] اخرجہ ابن عساکر کذافی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۷۲)، [3] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۲) رواہ البزار باسنادین احد ہما متصل والاخر مرسل ورجالہما ثقات انتہیٰ۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطّلب رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت حارث تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن حضرت حمزہ بن عبدالمطّلب رضی اللہ عنہ نے شتر مُرغ کے پَر کی نشانی لگا رکھی تھی۔ ایک مشرک نے پوچھا کہ یہ شتر مرغ کے پر کی نشانی والا آدمی کون ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ حضرت حمزہ بن عبدالمطّلب ہیں تو اس مشرک نے کہا یہی تو وہ آدمی ہے جنہوں نے ہمارے خلاف بڑے بڑے کارنامے کیے ہیں [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُمیّہ بن خلف نے مجھ سے کہا اے اللہ کے بندے! غزوہ بدر کے دن جس آدمی نے اپنے سینے پر شتر مرغ کے پر کا نشان لگا رکھا تھا وہ کون تھا؟ میں نے کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطّلب رضی اللہ عنہ تھے۔ اُمیّہ نے کہا انہوں نے ہی تو ہمارے خلاف بڑے بڑے کارنامے کر رکھے ہیں [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب غزوہ اُحد کے دن لوگ لڑائی سے واپس آ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں میں نہ پایا۔ تو ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ان کو اس درخت کے پاس دیکھا تھا۔ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ میں اللہ کا شیر ہوں اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔ اے اللہ! یہ ابو سفیان اور اس کے ساتھی جو کچھ فتنے لے کر آئے ہیں میں تیرے سامنے ان سب سے بَری ہونے کا اظہار کرتا ہوں اور مسلمانوں نے جو شکست کھائی ہے میں اس سے بھی بَری ہونے کا اظہار کرتا ہوں۔ حضورؐ اس طرف تشریف لے گئے۔ جب (شہادت کی حالت میں) حضورؐ نے ان کی پیشانی دیکھی تو آپ رو پڑے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کے کان ناک وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہیں تو آپ سسکیاں لے کر رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا کوئی کفن ہے؟ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر ایک کپڑا ان پر ڈال دیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۱) واسنادہ منقطع [2] عند البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۸۱) رواہ البزار من طریقین فی احد اہما شیخہ علی بن الفضل الکرابیسی ولم اعرفہ وبقیہ رجالہا رجال الصحیح والاخری ضعیفۃ اھ۔

شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔[1]

حضرت جعفر بن عمرو بن اُمیہ ضمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عُبَیداللہ بن عدی بن خیار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں باہر نکلے پھر آگے باقی حدیث ذکر کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ یہاں تک کہ ہم لوگ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے پاس جا بیٹھے اور ہم نے ان سے کہا کہ ہم آپ کے پاس اس لیئے آئے ہیں تاکہ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کیسے شہید کیا تھا؟ حضرت وحشی نے فرمایا میں تمہیں یہ قصہ اسی طرح سنا دوں گا جیسا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر حضورؐ کو سنایا تھا۔ میں حضرت جُبیر بن مُطعم کا غلام تھا۔ ان کا چچا طُعیمہ بن عدی غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا۔ جب قریش جنگِ اُحد کے لیئے چلے تو جُبیر نے مجھ سے کہا اگر تم میرے چچا کے بدلے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو گے تو تم آزاد ہو اور میں ایک حبشی آدمی تھا اور حبشیوں کی طرح نیزہ پھینکا کرتا تھا اور میرا نشانہ بہت کم خطا جاتا تھا میں بھی کافروں کے ساتھ اس سفر میں گیا۔ جب دونوں لشکروں میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو میں حضرت حمزہ کو دیکھنے کے لیئے نکلا اور میں بڑے غور سے انہیں دیکھتا رہا یعنی تلاش کرتا رہا۔ بالآخر میں نے ان کو لشکر کے کنارے پر دیکھ لیا (ان کے جسم پر گرد و غبار خوب پڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے) وہ خاکستری رنگ کے اُونٹ کی طرح نظر آرہے تھے اور وہ لوگوں کو اپنی تلوار سے اس زور سے ہلاک کر رہے تھے کہ ان کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اللہ کی قسم! میں ان کے لیئے تیار ہو رہا تھا انہیں قتل کرنا چاہتا تھا اور کسی درخت یا بڑے پتھر کے پیچھے چھپتا پھر رہا تھا تاکہ وہ میرے قریب آجائیں کہ اتنے میں سباع بن عبد العُزّٰی مجھ سے آگے ہو کر ان کی طرف بڑھا۔ جب حضرت حمزہ نے اس کو دیکھا تو اس سے کہا او عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے! اور یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ایک دم سر تن سے جُدا کر دیا ایسے نظر آیا کہ بلا ارادہ ہی سر کاٹ دیا۔ پھر میں نے اپنے نیزے کو ہلایا اور جب مجھے اطمینان ہو گیا (کہ نیزہ نشانے پر جا کر لگے گا) تو میں نے ان کی طرف نیزہ پھینکا جو ان کی ناف کے نیچے جا کر اس زور سے

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۱۹۹) قال الحاکم ہٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔

لگا کہ دونوں ٹانگوں کے درمیان میں سے پیچھے نکل آیا۔ وہ میری طرف اُٹھنے لگے لیکن ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر میں نے ان کو اور نیزے کو اسی حال پر چھوڑ دیا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر میں ان کے قریب گیا اور اپنا نیزہ لے لیا اور پھر اپنے لشکر میں واپس آگیا اور جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کے علاوہ مجھے اور کوئی کام نہیں تھا اور میں نے ان کو اس لیئے قتل کیا تھا تاکہ میں آزاد ہو جاؤں۔ چنانچہ جب میں مکہ آیا تو میں آزاد ہو گیا۔ پھر میں وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب حضور ؐ نے مکہ کو فتح کر لیا تو میں بھاگ کر طائف چلا گیا اور وہاں جا کر ٹھہر گیا۔ پھر جب طائف کا وفد مسلمان ہونے کے لیئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں گیا تو سارے راستے مجھ پر بند ہو گئے اور میں نے کہا کہ شام چلا جاؤں یا یمن یا کسی اور جگہ۔ میں ابھی اسی سوچ میں تھا کہ ایک آدمی نے مجھ سے کہا تیرا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! جو بھی کلمہ شہادت پڑھ کر حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دین میں داخل ہو جاتا ہے حضرت محمد ؐ اسے قتل نہیں کرتے ہیں۔ جب اس آدمی نے یہ بات مجھے بتائی تو میں (طائف سے) چل پڑا یہاں تک کہ میں مدینہ حضور ؐ کی خدمت میں پہنچ گیا (حضور ؐ کو میرے آنے کا پتہ نہ چلا بلکہ) جب میں آپ کے سرہانے کھڑا ہو کر کلمہ شہادت پڑھنے لگا تو آپ ایک دم چونکے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو کیسے قتل کیا تھا؟ چنانچہ میں نے سارا واقعہ حضور ؐ کو اسی طرح سنایا جس طرح میں نے تم دونوں سے بیان کیا۔ جب میں سارا واقعہ بیان کر چکا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تیرا بھلا ہو تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لو میں تمہیں آئندہ کبھی نہ دیکھوں (یعنی تم سامنے مت آیا کرو۔ اس سے میرے چچا کے قتل کا غم تازہ ہو جاتا ہے) چنانچہ حضور ؐ جہاں ہوا کرتے تھے میں وہاں سے ہٹ جایا کرتا تھا تاکہ حضور ؐ کی نظر مجھ پر نہ پڑے اور حضور ؐ کی وفات تک میں ایسے ہی کرتا رہا۔ جب مسلمان یمامہ والے مُسیلمہ کذّاب سے مقابلے کے لیئے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ گیا اور میں نے اپنے جس نیزے سے حضرت حمزہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو شہید کیا تھا اس نیزے کو بھی ساتھ لے لیا۔ جب دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی تو میں نے دیکھا کہ مُسیلمہ کھڑا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور میں اس کو پہچانتا نہیں تھا۔ میں اسے مارنے کی تیاری کرنے لگا اور دوسری طرف سے ایک انصاری آدمی بھی اسے مارنے کی تیاری کرنے لگا۔

ہم دونوں اسی کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ میں نے اپنے نیزے کو حرکت دی اور جب مجھے پورا اطمینان ہو گیا کہ نیزہ نشانے پر لگے گا تو وہ نیزہ میں نے اس کی طرف پھینکا جو اُسے جا کر لگا اور انصاری نے بھی اس پر حملہ کیا اور اس پر تلوار کا بھرپور وار کیا۔ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ ہم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے۔ اگر میں نے اسے قتل کیا ہے تو پھر میں نے ایک تو وہ آدمی قتل کیا ہے جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بہترین تھا اور ایک وہ آدمی قتل کیا ہے جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بُرا ہے[۱] اسی جیسی حدیث امام بُخاری نے حضرت جعفر بن عَمرو سے روایت کی ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جب دونوں لشکر جنگ کے لئے صف بنا کر کھڑے ہو گئے تو سباع لشکر سے باہر نکلا اور بلند آواز سے کہا کہ کوئی میرے مقابلہ پر آنے کے لئے تیار ہے؟ چنانچہ اس کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہ بن عبدالمطّلب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے لشکر سے باہر نکلے اور اس سے کہا کہ اے سباع اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت اُمّ اُنمار کے بیٹے! کیا تم اللہ اور اس کے رسُول سے جنگ کر رہے ہو؟ پھر حضرت حمزہ نے سباع پر ایک زوردار حملہ کر کے اسے ایسے مٹا دیا جیسے کہ گزرا ہُوا دن ہوتا ہے۔

حضرت عبّاس بن عبدالمطّلب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی بہادری

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت حنظلہ بن رَبیع رضی اللّٰہ عنہ کو غزوۂ طائف کے دن طائف والوں کے پاس بھیجا۔ چنانچہ حضرت حنظلہ نے ان طائف والوں سے بات کی۔ طائف والے انہیں پکڑ کر اپنے قلعہ میں لے جانے لگے حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو ان آدمیوں سے حضرت حنظلہ کو چھڑا کر لائے؟ جو چھڑا کر لائے گا اسے ہمارے اس غزوے جیسا پورا اجر ملے گا۔ اس پر صرف حضرت عبّاس بن عبدالمطّلب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کھڑے ہوئے اور طائف والے حضرت حَنظلہ کو لے کر قلعہ میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ حضرت عبّاس ان تک پہنچ گئے۔ حضرت عبّاس بڑے طاقتور آدمی تھے۔ ان لوگوں سے چھین کر انہوں نے حضرت حَنظلہ کو گود میں اُٹھا لیا ان لوگوں نے قلعہ سے حضرت

---

[۱] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۸)

عبّاس پر پتھروں کی بارش شروع کردی۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت عبّاس کے لئے (خیریت سے واپس پہنچ جانے کی) دعا کرنے لگے۔ آخر حضرت عبّاس حضرت حنظلہ کو لے کر حضورؐ تک پہنچ گئے۔[1]

حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما کی بہادری

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں (لڑنے والوں کی) صف میں کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے کھڑے ہیں مجھے خیال ہوا کہ میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے میرے دونوں جانب بچے ہیں یہ میری کیا مدد کر سکیں گے، اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا چچا جان! تم ابوجہل کو بھی جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔ تمہاری کیا غرض ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گالیاں بکتا ہے۔ اس پاک ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک وہ نہ مر جائے یا میں نہ مر جاؤں۔ مجھے اس کے سوال اور جواب پر تعجب ہوا۔ اتنے میں دوسرے نے بھی ہاتھ پکڑ کر یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا۔ اتنے میں میدان میں ابوجہل دوڑتا ہوا نظر آیا میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارے میں تم سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے۔ دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا پھر وہ دونوں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس واپس آئے اور حضورؐ کو قصہ سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا تم دونوں میں سے اسے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا تم دونوں نے اپنی تلواریں پونچھ لی ہیں؟

---

[1] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۳۰۷)۔

انہوں نے کہا نہیں۔ پھر حضورؐ نے ان دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا کہ تم دونوں نے اُسے قتل کیا ہے اور ابوجہل کے سامان کا حضرت مُعاذ بن عَمرو بن جَمُوح رَضِیَ اللہُ عَنہُ کو دینے کا فیصلہ فرمایا اور دوسرے نوجوان حضرت مُعاذ بن عَفراء رَضِیَ اللہُ عَنہُ تھے [1]

بخاری میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رَضِیَ اللہُ عَنہُ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ بدر میں صف میں کھڑا ہوا تھا جب میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں دو نوعمر لڑکے کھڑے ہوئے ہیں تو میں ان کے یہاں ہونے سے مطمئن نہ ہُوا۔ اتنے میں ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے چھُپ کر مجھ سے کہا۔ اے چچاجان! مجھے ابوجہل دکھا دیں (کہ وہ کہاں ہے) مَیں نے کہا اے میرے بھتیجے تم اس کا کیا کروگے؟ اس نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہے کہ اگر مَیں اس کو دیکھ لوں تو میں اسے قتل کر دوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا دوسرے نے بھی اپنے ساتھی سے چھُپ کر مجھے وہی بات کہی۔ (مَیں ان دونوں کی بہادری والی باتوں سے بڑا متاثر ہُوا) اور میری یہ تمنا دہ رہی کہ میں ان دونوں کی بجائے دو اور مضبوط آدمیوں کے درمیان ہوتا۔ پھر مَیں نے ان دونوں کو ابوجہل کی طرف اشارہ کر کے بتایا پھر ان دونوں نے شکرے کی طرح ابوجہل پر حملہ کیا اور اس پر تلوار کے وار کیئے۔ یہ دونوں عَفراء کے بیٹے (مُعاذ اور مُعَوِّذ) تھے (بظاہر ان دونوں کے ساتھ حضرت مُعاذ بن عَمرو بن جَمُوح بھی ابوجہل کے قتل میں شریک ہوئے ہیں)

حضرت ابن عبّاس اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رَضِیَ اللہُ عَنہُم فرماتے ہیں کہ بنو سلمہ کے حضرت مُعاذ بن عَمرو بن جَمُوح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوجہل (غزوہ بدر کے دن) درختوں کے جھُنڈ جیسے لشکر میں تھا (اس کے چاروں طرف کافر ہی کافر تھے وہ بالکل محفوظ تھا) مَیں نے لوگوں کو سُنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ابوالحکم (یعنی ابوجہل) تک کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ جب مَیں نے یہ بات سُنی تو اس تک پہنچ کر اسے قتل کرنے کو میں نے اپنا مقصد بنا لیا اور میں ابوجہل کے ارادے سے چل پڑا۔ جب وہ میرے نشانے پر آگیا تو میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے ایسی تلوار ماری کہ اس کا پاؤں آدھی پنڈلی سے اُڑ گیا۔ اللہ

---

[1] اخرجہ الشیخان واخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۲۵)، والبیھقی (ج ۶ ص ۳۰۵) عن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بنحوہ۔

کی قسم! وہ پاؤں ایسے اُڑ کر گیا جیسے کُوٹتے ہوئے پتھر کے نیچے سے گٹھلی اُڑ کر جاتی ہے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار مار کر اسے کاٹ دیا لیکن بازو کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا لڑائی کے زور میں مجھے ہاتھ کی یہ تکلیف محسوس نہ ہوئی اور سارا دن میں ہاتھ پیچھے لٹکائے ہوئے لڑتا رہا۔ لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے تکلیف ہونے لگی تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا جس سے وہ کھال ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا[1]

حضرت ابودُجانہ سماک بن خرشہ انصاری رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے دن ایک تلوار لے کر فرمایا کہ یہ تلوار کون لے گا؟ کچھ لوگ تلوار لے کر اسے دیکھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا (دیکھنے کے لئے نہیں دینا چاہتا ہوں بلکہ) تلوار لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ یہ سُن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت ابودجانہ سماک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسے لے کر اس کا حق ادا کروں گا۔ چنانچہ (انہوں نے وہ تلوار لی) اور اس سے مشرکوں کے سر پھاڑنے لگے[2]

حضرت زُبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے ایک تلوار پیش کی اور فرمایا اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسے لے کر اس کا حق ادا کروں گا۔ اس کا حق کیا ہے؟ حضورؐ نے ان کو وہ تلوار دے دی۔ وہ (تلوار لے کر) نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ چنانچہ وہ جس چیز کے پاس سے گزرتے اسے پھاڑ دیتے اور اسے ہلاک کر دیتے۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے دامن میں چند (کافر) عورتوں کے پاس پہنچے۔ ان عورتوں کے ساتھ ہند بھی تھی جو (اپنے مردوں

---

[1] عند ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۸۷)، [2] اخرجہ الامام احمد و اخرجہ مسلم کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۵) و ابن سعد (ج ۳ ص ۱۰۱) عن انس رضی اللہ عنہ بمعناہ۔

کو لڑائی پر اُبھارنے کے لئے) یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٖ نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقٖ

ہم طارق کی بیٹیاں ہیں۔ ہم گدّوں پر چلتی ہیں۔

وَالْمِسْکُ فِی الْمَفَارِقٖ اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقٖ

اور (ہمارے سروں کی) مانگوں میں مشک کی خوشبو لگی ہوئی ہے۔ اگر تم (میدانِ جنگ میں) آگے بڑھو گے تو ہم تمہیں گلے لگائیں گی۔

اَوْتُدْبِرُوْا نُفَارِقٖ فِرَاقَ غَیْرِ وَامِقٖ

اور اگر تم (میدانِ جنگ سے) پیٹھ پھیرو گے تو پھر ہم تمہیں ایسے چھوڑ جائیں گی جیسے محبت نہ کرنے والا چھوڑ جاتا ہے کہ پھر واپس نہیں آتا۔

حضرت ابودُجانہ فرماتے ہیں کہ میں نے ہند پر حملہ کرنا چاہا تو اس نے (اپنی مدد کے لئے) میدان کی طرف زور سے آواز لگائی تو کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو میں اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت زُبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابودُجانہ سے کہا میں آپ کے سارے کام دیکھتا رہا ہوں اور مجھے آپ کے سارے کام پسند آئے ہیں لیکن مجھے یہ پسند نہیں آیا کہ آپ نے اس عورت کو قتل نہیں کیا۔ حضرت ابودُجانہ نے کہا اس عورت نے (اپنی مدد کے لئے) آواز لگائی تھی۔ لیکن کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں آیا۔ تو مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تلوار سے ایسی عورت کو قتل کروں جس کا کوئی مدد کرنے والا نہ ہو[1]

حضرت زُبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوہ اُحُد کے دن ایک تلوار پیش کی اور فرمایا کہ اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللّٰہ! میں۔ آپ نے مجھ سے اعراض فرما لیا اور پھر فرمایا اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ میں نے پھر عرض کیا یا رسُول اللّٰہ! میں۔ آپ نے پھر مجھ سے اعراض فرما لیا اور پھر فرمایا اس تلوار کو لے کر کون اس کا حق ادا کرے گا؟ اس پر حضرت ابودُجانہ سماک بن خرشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسُول اللّٰہ! میں

---

[1] اخرجہ البزار قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۰۹) رجالہ ثقات انتہٰی

اسے لے کر اس کا حق ادا کروں گا۔ لیکن اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ تم اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرو اور تم اسے لے کر کسی کافر سے (پیٹھ پھیر کر نہ) بھاگو۔ چنانچہ حضورؐ نے وہ تلوار ان کو دے دی اور حضرت ابو دُجانہ جب لڑائی کا ارادہ کرلیتے تو (سُرخ) پٹی بطور نشانی کے باندھ لیتے۔ حضرت زُبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کہا کہ میں آج ابو دُجانہ کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ کیا کرتے ہیں چنانچہ (میں نے دیکھا کہ) جو چیز بھی ان کے سامنے آتی وہ اسے پھاڑ دیتے اور اسے رُسوا کر دیتے۔ آگے مضمون پچھلی حدیث جیسا ہے[1]

حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار مانگی اور آپ نے مجھے نہ دی اور حضرت ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ تو مجھے اس پر بڑا غصہ آیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہوں اور (حضورؐ کے قبیلہ) قریش میں سے ہوں اور میں نے ابو دُجانہ سے پہلے کھڑے ہو کر حضورؐ سے تلوار مانگی تھی پھر آپ نے ابو دُجانہ کو وہ تلوار دے دی اور مجھے ایسے ہی چھوڑ دیا ہے اللہ کی قسم! میں بھی ضرور دیکھوں گا کہ ابو دُجانہ (تلوار لے کر) کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ انہوں نے اپنی سُرخ پٹی نکال کر اپنے سر پر باندھ لی۔ اس پر انصار نے کہا کہ ابو دُجانہ نے موت کی پٹی نکالی ہے اور حضرت ابو دُجانہ جب بھی سُرخ پٹی باندھا کرتے تو انصار یوں ہی کہا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے۔

اَنَا الَّذِیْ عَاھَدَنِیْ خَلِیْلِیْ　　وَنَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَی النَّخِیْلِ

جب ہم پہاڑ کے دامن میں کھجور کے درختوں کے پاس تھے تو مجھ ہی سے میرے خلیل نے یہ عہد لیا تھا۔

اَنْ لَّا اَقُوْمَ الدَّھْرَ فِی الْکَیُّوْلِ　　اَضْرِبُ بِسَیْفِ اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ

کہ میں زندگی میں کبھی بھی میدانِ جنگ کی آخری صف میں کھڑا نہیں ہوں گا اور اب میں اللہ اور رسول کی تلوار سے (کافروں کو) خوب ماروں گا۔

جو کافر ان کو ملتا وہ اس تلوار سے اسے قتل کر دیتے۔ مشرکوں میں ایک آدمی تھا جس کا کام ہی یہ تھا کہ وہ (تلاش کر کے) ہمارے ہر زخمی کو مار دیتا تھا حضرت ابو دُجانہ اور

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۳۰) قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذہبی صحیح۔

یہ مشرک ایک دوسرے کے قریب آنے لگے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ دونوں کی آپس میں مڈ بھیڑ کرا دے۔ چنانچہ دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کے وار کئے۔ اس مشرک نے حضرت ابو دجانہ پر تلوار کا وار کیا جسے انہوں نے اپنی ڈھال پر روکا۔ اور اپنا بچاؤ کر لیا اور اس کی تلوار ڈھال میں گڑ گئی اور نکل نہ سکی۔ پھر حضرت ابو دجانہ نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت ابو دجانہ نے ہند بنت عُتبہ کے سر کے اُوپر تلوار اُٹھا رکھی ہے لیکن پھر تلوار اس سے ہٹالی (اور اسے قتل نہ کیا) حضرت زُبیرؓ فرماتے ہیں کہ (میں نے حضرت ابو دجانہ کی بہادری کے یہ کارنامے دیکھے تو) میں نے کہا اللہ اور اس کے رسُول زیادہ جانتے ہیں (کہ کون اس تلوار کا زیادہ حقدار تھا) [1]

مُوسیٰ بن عُقبہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس تلوار کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے وہ تلوار مانگی۔ حضورؐ نے ان سے اعراض فرما لیا۔ پھر حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے وہ تلوار مانگی حضورؐ نے ان سے بھی اعراض فرما لیا تو ان دونوں حضرات نے اسے محسوس کیا۔ حضورؐ نے تیسری مرتبہ اسی تلوار کو پیش کیا۔ تو حضرت ابو دجانہ نے حضورؐ سے وہ تلوار مانگی۔ حضورؐ نے ان کو تلوار دے دی۔ انہوں نے تلوار لے کر واقعی اس کا حق ادا کر دیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ اس جنگ میں گیا تھا جب میں نے دیکھا کہ مشرکوں نے مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے ناک کان کاٹ ڈالے ہیں تو میں کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد آگے بڑھا تو میں نے ایک مشرک کو ہتھیار لگائے ہوئے دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ رہا ہے اے مسلمانو! جیسے بکریاں (ذبح ہونے کے لئے) اکٹھی ہو جاتی ہیں تم بھی (قتل ہونے کے لئے) اکٹھے ہو جاؤ۔ ادھر ایک مسلمان ہتھیار لگائے ہوئے اس کافر کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر میں وہاں سے چلا اور اس مسلمان کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دیکھ کر اس کافر اور اس مسلمان کا اندازہ لگانے لگا تو یہی نظر آیا کہ کافر کے ہتھیار اور اس کی لڑائی کے لئے تیاری زیادہ ہے۔ میں دونوں کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا اور مسلمان نے اس کافر کے کندھے پر اس زور سے تلوار ماری جو اسے چیرتی ہوئی اس کے سرین تک چلی

---

[1] عند ابن ہشام کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۶) قال حدثنی غیر واحد من اہل العلم۔

گئی اور وہ کافر دو ٹکڑے ہو گیا۔ پھر مسلمان نے اپنے چہرے سے (نقاب) ہٹا کر کہا اے کعب! تم نے کیا دیکھا؟ میں ابو دُجانہ ہوں[1]

حضرت قتادہ بن نُعمان رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت قتادہ بن نُعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں ایک کمان ملی آپ نے وہ کمان اُحد کے دن مجھے دے دی۔ میں اس کمان کو لے کر حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر خوب تیر چلاتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا سرا ٹوٹ گیا میں برابر حضورؐ کے چہرے کے سامنے کھڑا رہا اور میں اپنے چہرے پر تیروں کو لیتا رہا جب بھی کوئی تیر آپ کے چہرے کی طرف مڑ جاتا تو میں اپنے سر کو گھما کر تیر کے سامنے لے آتا اور حضورؐ کے چہرے کو بچا لیتا (چونکہ میری کمان ٹوٹ چکی تھی اس لئے) میں تیر تو چلا نہیں سکتا تھا۔ پھر آخر میں مجھے ایک تیر ایسا لگا جس سے میری آنکھ کا ڈیلا ہاتھ پر آ گرا۔ میں اسے ہتھیلی پر رکھے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب آپ نے آنکھ کا ڈیلا میری ہتھیلی میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے یہ دعا دی اے اللہ! قتادہ نے اپنے چہرے کے ذریعہ آپ کے نبی کے چہرہ کو بچایا ہے لہٰذا تو اس کی اس آنکھ کو زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز بنا دے۔ چنانچہ ان کی وہ آنکھ دوسری سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نظر والی ہو گئی[2] دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ اُحد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے چہرہ سے حضورؐ کے چہرہ کی حفاظت کرتا رہا اور حضرت ابو دُجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ اپنی پُشت سے حضورؐ کی پُشت مبارک کی حفاظت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کی پُشت تیروں سے بھر گئی اور یہ بھی غزوۂ اُحد کے دن ہوا تھا[3]

---

[1] عند موسیٰ بن عقبۃ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۷)، [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۱۳) وفیہ من لم اعرفہ [3] عندہ ایضاً قال الہیثمی وفیہ من لم اعرفہ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صلح حدیبیہ کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ آئے۔ پھر میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ دونوں حضورؐ کے اونٹوں کو لے کر باہر نکلے اور میں حضرت طلحہ بن عُبید اللہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا لے کر نکلا تاکہ اس کو بھی ان اونٹوں کے ساتھ چرا لاؤں اور پانی پلا لاؤں ابھی صبح ہو چکی تھی لیکن کچھ اندھیرا باقی تھا کہ عبدالرحمٰن بن عُیینہ نے حضورؐ کے اونٹوں کو (کافروں کے مجمع کے ساتھ) لوٹ لیا اور اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اپنے گھوڑے سوار ساتھیوں سمیت ان اونٹوں کو ہانک کرلے گیا۔ میں نے کہا اے رباح! تم اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ اور حضرت طلحہ بن عُبید اللہ کو یہ گھوڑا جاکر دے دو اور حضورؐ کو بتا دو کہ ان کے اونٹوں کو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ میں نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر مدینہ کی طرف منہ کیا اور تین مرتبہ زور سے یہ آواز لگائی یا صباحاہ (اے لوگو! دشمن نے لوٹ لیا ہے۔ مدد کے لئے آؤ) پھر میں اپنی تلوار اور تیر لے کر ان کافروں کا پیچھا کرنے لگا۔ اور تیر چلا کر ان کے سواری کے جانوروں کو مارنے لگا اور مجھے ان پر تیر چلانے کا موقع اس وقت ملتا جب گھنے درخت آجاتے۔ جب کوئی سوار میری طرف واپس ہوتا تو میں کسی درخت کی آڑ میں بیٹھ جاتا اور تیر چلاتا۔ چنانچہ جو سوار بھی میری طرف واپس آیا میں نے اس کے جانور کو ضرور زخمی کیا۔ میں ان کو تیر مارتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

اَنَا ابْنُ الْاَکْوَعْ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعْ

میں اکوع کا بیٹا (سلمہ) ہوں۔ آج کا دن کمینوں (کی ہلاکت) کا دن ہے۔

پھر میں ان میں سے کسی ایک کے قریب ہو جاتا اور وہ سواری پر ہوتا تو میں اسے تیر مارتا۔ وہ تیر اس آدمی کو لگ جاتا اور میں اس کے کندھے کو تیر سے چھید دیتا اور میں اس سے کہتا۔

خُذْھَا وَاَنَا ابْنُ الْاَکْوَعْ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعْ

اس تیر کو لے۔ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کا دن کمینوں اور کنجوسوں (کی ہلاکت) کا دن ہے۔ پھر جب میں درختوں کی اوٹ میں ہوتا تو میں تیروں سے ان کو بھون ڈالتا۔

جب کہیں تنگ گھاٹیاں آتیں تو میں پہاڑ پر چڑھ کر ان پر پتھر برساتا. میرا ان کے ساتھ یہی رویہ رہا۔ میں ان کا پیچھا کرتا رہا اور رجزیہ اشعار پڑھتا رہا. یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اونٹ میں نے ان سے چھڑا لیئے اور وہ اونٹ میرے پیچھے رہ گئے. پھر میں ان پر تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ وہ تیس سے زیادہ برچھے اور تیس سے زیادہ چادریں چھوڑ گئے. اس طرح وہ اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے تھے مجھے ان میں سے جو چیز ملتی تو میں نشانی کے طور پر اس پر کوئی نہ کوئی پتھر رکھ دیتا. اور حضورؐ کے راستہ پر ان کو جمع کرتا جاتا. یہاں تک کہ جب دھوپ پھیل گئی یا چاشت کا وقت ہو گیا تو کافر اس وقت تنگ گھاٹی میں تھے کہ عُیَینہ بن بدر فزاری ان کافروں کی مدد کے لیئے آدمی لے کر آیا. پھر میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور ان سے اونچا ہو گیا تو عُیَینہ نے کہا یہ آدمی کون دکھائی دے رہا ہے. انہوں نے کہا ہمیں ساری تکلیف اس (نوعمر بچے) کے ہاتھوں اُٹھانی پڑی ہے. اس نے صبح سے اب تک ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا ہے اور اس نے ہماری ہر چیز لے لی ہے اور ساری چیزیں اپنے پیچھے رکھ آیا ہے. عُیَینہ نے کہا کہ اگر اس کا خیال یہ نہ ہوتا کہ اس کے پیچھے کمک (آرہی) ہے تو تمہارا پیچھا چھوڑ جاتا تم میں سے کچھ آدمی کھڑے ہو کر اس کے پاس چلے جائیں. چنانچہ چار آدمی کھڑے ہوئے اور پہاڑ پر چڑھنے لگے جب وہ اتنے قریب آگئے کہ میری آواز ان تک پہنچ سکتی تھی تو میں نے ان سے کہا کیا تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں ابن اکوع ہوں. اور اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت عطا فرمائی! تم میں سے کوئی بھی مجھے بھاگ کر نہیں پکڑ سکتا اور میں بھاگوں تو تم میں سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا ہے. ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میرا بھی یہی گمان ہے. میں اپنی جگہ ایسے ہی بیٹھا رہا. یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار درختوں کے بیچ میں سے چلے آرہے ہیں اور ان میں سب سے آگے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ تھے ان کے پیچھے حضورؐ کے شہسوار حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ تھے. وہ (چاروں) مشرک پشت پھیر کر بھاگ گئے اور میں نے پہاڑ سے نیچے اُتر کر حضرت اخرم کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور میں نے ان سے کہا ان لوگوں سے بچ کر رہو. مجھے خطرہ ہے کہ یہ تمہارے ٹکڑے کر دیں گے. اس لیئے ذرا انتظار کر لو. یہاں تک کہ حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ آجائیں. حضرت اخرم نے کہا اے سلمہ! اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان

رکھتے ہو اور تمہیں یقین ہے کہ جنت حق ہے اور دوزخ کی آگ حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ میں نے ان کے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور وہ عبدالرحمٰن بن عُیَینہ پر حملہ آور ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے مڑ کر حملہ کیا دونوں نے ایک دوسرے کو نیزے مارے حضرت اَخرَم نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں تو عبدالرحمٰن نے (گھوڑے سے گرتے ہوئے) حضرت اَخرَم کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور حضرت اَخرَم کے گھوڑے پر جا بیٹھا۔ اتنے میں حضرت ابوقَتادہ عبدالرحمٰن کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نیزے کے دو دو ہاتھ کیئے۔ عبدالرحمٰن نے حضرت ابوقتادہ کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے حضرت ابوقتادہ نے عبدالرحمٰن کو قتل کر دیا اور حضرت اَخرَم کا گھوڑا اس سے لے کر خود اس پر بیٹھ گئے پھر میں ان مشرکوں کے پیچھے دوڑنے لگا (اور دوڑتے دوڑتے اتنا آگے نکل گیا) کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ کے چلنے سے اُڑنے والا گرد و غبار مجھے نظر نہیں آر ہا تھا اور وہ لوگ سورج ڈوبنے سے پہلے ایک گھاٹی میں داخل ہوئے جس میں پانی تھا۔ اس پانی کو ذُوقَرَد کہا جاتا تھا۔ ان مشرکوں نے اس پانی میں سے پینا چاہا کہ اتنے میں انہوں نے مجھے اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس لیئے وہ اس پانی کو چھوڑ کر ذی بشر گھاٹی پر چڑھ گئے اور سورج ڈوب گیا۔ میں ایک آدمی کے قریب پہنچ گیا اور اس کو میں نے تیر مارا اور ساتھ یہ رجزیہ شعر پڑھا۔

خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

اس آدمی نے کہا "ہائے اَکوَع کی ماں کا صبح سویرے اپنے بچے کو گم کرنا" میں نے کہا ہاں اور اپنی جان کے دشمن! یہ وہی آدمی تھا جسے میں نے صبح تیر مارا تھا اور اب اسے ہی دوسرا مارا تھا اور دونوں تیر اس میں پیوست ہو گئے تھے۔ اسی دوران ان مشرکوں نے دو گھوڑے پیچھے چھوڑ دیئے۔ میں ان دونوں کو ہانکتا ہوا حضورؐ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ اس وقت ذِی قَرَد پانی پر تشریف فرما تھے جہاں سے میں نے ان مشرکوں کو بھگایا تھا۔ اور حضورؐ کے ساتھ پانچ سو صحابہؓ تھے اور جو اونٹ میں چھوڑ گیا تھا حضرت بلال ان میں سے ایک کو ذبح کر کے ان کی کلیجی اور کوہان حضورؐ کے لئے بھون رہے تھے میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے صحابہؓ میں سے سو آدمی چُن کر لے جاؤں اور جا کر رات کے اندھیرے میں ان کافروں

پر حملہ کر دوں اس طرح (وہ سب ختم ہو جائیں گے) اور ان کی خبر دینے والا بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔ حضورؐ نے فرمایا اے سلمہ! کیا تم ایسا کر گزرو گے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت عطا فرمائی ہے۔ اس پر آپ اتنے زور سے ہنسے کہ آگ کی روشنی میں آپ کے دانت مجھے نظر آنے لگے پھر آپ نے فرمایا اس وقت تو ان کافروں کی قبیلہ بنو غطفان کے علاقے میں مہمانی تیار کی جا رہی ہے۔ چنانچہ غطفان کے آدمی نے آکر بتایا کہ ان کا فلاں غطفانی آدمی پر گزر ہوا۔ اس نے ان کے لیئے اونٹ ذبح کیا لیکن جب وہ لوگ اس کی کھال اُتار رہے تھے تو انہوں نے غبار اُڑتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس اونٹ کو اسی حال میں چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئے۔ اگلے دن صبح کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہمارے سواروں میں سب سے بہترین حضرت ابو قتادہ ہیں اور ہمارے پیادوں میں سب سے بہترین حضرت سلمہ ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے مجھے (مال غنیمت میں سے) سوار کا حصہ بھی دیا اور پیدل چلنے والے کا بھی اور مدینہ واپس جاتے ہوئے حضورؐ نے مجھے عضباء اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا لیا جب ہمارے اور مدینہ کے درمیان اتنا فاصلہ رہ گیا جو سورج نکلنے سے لے کر چاشت تک کے وقت میں طے ہو سکے۔ تو انصار کے ایک تیز دوڑنے والے ساتھی جن سے کوئی آگے نہیں نکل سکتا تھا۔ انہوں نے دوڑنے کے مقابلہ کی دعوت دی اور بلند آواز سے کہا، ہے کوئی دوڑ میں مقابلہ کرنے والا؟ ہے کوئی آدمی جو مدینہ تک میرے ساتھ دوڑ لگائے؟ اور یہ اعلان انہوں نے کئی بار کیا۔ میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس آدمی سے کہا کیا تم کسی کریم آدمی کا اکرام نہیں کرتے ہو؟ کیا تم شریف آدمی سے ڈرتے نہیں ہو؟ اس آدمی نے کہا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علاوہ نہ میں کسی کا اکرام کرتا ہوں اور نہ میں کسی سے ڈرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے اجازت دیں میں اس آدمی سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں نے اس آدمی سے کہا میں تمہارے مقابلہ کے لیئے آ رہا ہوں۔ وہ آدمی کود کر اپنی سواری سے نیچے آگیا۔ میں نے بھی پاؤں موڑ کر اونٹنی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ (اور ہم دونوں نے دوڑنا شروع کر دیا) شروع میں ایک دو دوڑوں تک میں نے اپنے آپ کو روکے رکھا یعنی زیادہ تیز نہیں دوڑا (جس سے وہ مجھ سے آگے نکلتا جا رہا تھا) پھر میں تیزی سے دوڑا اور اس تک جا پہنچا اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان میں نے اپنے دونوں ہاتھ مارے اور

میں نے اس سے کہا اللہ کی قسم! میں تم سے آگے نکل گیا ہوں۔ راوی کو شک ہے کہ یہی الفاظ کہے تھے یا ان جیسے الفاظ کہے تھے۔ اس پر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا اب میرا بھی خیال ہے۔ پھر ہم دونوں دوڑتے رہے یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے۔ امام مُسلم کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ میں اس سے پہلے مدینہ پہنچا اس کے بعد ہم لوگ مدینہ تین دن ہی ٹھہرے تھے کہ غزوۂ خیبر کے لیئے روانہ ہوگئے[1]

حضرت ابوحَدْرَد یا حضرت عبداللہ بن اَبی حَدْرَدْ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی بہادری

حضرت ابن ابی حَدْرَدْ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کی عورت سے نکاح کیا اور اس کا مہر دو سو درہم مقرر کیا پھر حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں مہر میں امداد لینے کے لیئے حاضر ہُوا۔ آپ نے فرمایا تم نے کتنا مہر مقرر کیا ہے؟ میں نے کہا دو سو درہم۔ آپ نے (اس مقدار کو میری حیثیت سے زیادہ سمجھتے ہوئے) فرمایا سُبْحَانَ اللہ! اگر تم وادی کی کسی عورت سے نکاح کرتے تو تمہیں اتنا زیادہ مہر نہ دینا پڑتا (تم نے اپنی قوم میں شادی کی ہے اس لیئے اتنا زیادہ مہر دینا پڑ رہا ہے جو تمہاری حیثیت سے زیادہ ہے) اللہ کی قسم! تمہاری مدد کرنے کے لیئے اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں چند دن (انتظار میں) ٹھہرا رہا۔ پھر قبیلہ جُشَم بن مُعَاوِیہ کا ایک آدمی آیا جس کا نام رِفَاعہ بن قَیس یا قَیس بن رِفَاعہ تھا وہ قبیلہ جُشَم کے بڑے خاندان کو ساتھ لے کر آیا اور (مدینہ کے قریب) مقام غابہ میں اپنی قوم اور ساتھیوں کو لے کر ٹھہر گیا وہ قبیلہ قَیس کو حُضورؐ سے لڑنے کے لیئے جمع کرنا چاہتا تھا اور قبیلہ جُشَم میں اس کا بڑا نام اور اونچا مقام تھا۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے اور دو اور مسلمانوں کو بلایا اور فرمایا تم لوگ جاؤ اور اس آدمی کے بارے میں پورے حالات معلوم کرکے آؤ۔ حُضورؐ نے ہمیں ایک دُبلی اور بوڑھی اُونٹنی عطا فرمائی۔ ہمارا ایک آدمی اس پر سوار ہوا۔ تو اللہ کی قسم! وہ کمزوری کی وجہ سے اسے لے کر کھڑی نہ ہو سکی تو کچھ آدمیوں

---

[1] اخرجہ الامام احمد کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۵۲)

نے اسے پیچھے سے سہارا دیا تب وہ کھڑی ہوئی ورنہ خود سے تو کھڑی نہ ہو سکتی تھی۔ اور آپ نے فرمایا اسی پر بیٹھ کر تم وہاں پہنچ جاؤ (چنانچہ حضورؐ کے اس ارشاد کی برکت سے ان حضرات نے اسی اونٹنی پر یہ سفر پورا کر لیا۔ اللہ نے اس کمزور اونٹنی کو اتنی طاقت عطا فرما دی) چنانچہ ہم چل پڑے اور ہم نے اپنے ہتھیار تیر اور تلوار وغیرہ ساتھ لے لیئے اور عین غروب کے وقت ان لوگوں کی قیام گاہ کے قریب پہنچے۔ میں ایک کونے میں چھپ گیا اور میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا تو وہ بھی ان کی قیام گاہ کے دوسرے کونے میں چھپ گئے اور میں نے ان سے کہا جب تم دونوں سنو کہ میں نے زور سے اللہُ اکبر کہہ کر اس لشکر پر حملہ کر دیا ہے تو تم دونوں بھی زور سے اللہُ اکبر کہہ کر حملہ کر دینا۔ اللہ کی قسم! ہم اسی طرح چھپے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ کب ہم انہیں غافل پا کر ان پر حملہ کر دیں یا کوئی اور موقع مل جائے۔ رات ہو چکی تھی اور اس کی تاریکی بڑھ چکی تھی۔ اس قبیلہ کا ایک چرواہا صبح سے جانور لے کر گیا ہوا تھا اور ابھی تک واپس نہیں آیا تھا تو انہیں اس کے بارے میں خطرہ ہوا۔ ان کا سردار رِفاعہ بن قیس کھڑا ہوا اور تلوار لے اپنے گلے میں ڈال لی اور کہا اللہ کی قسم! میں اپنے چرواہے کے بارے میں پکی بات معلوم کر کے آتا ہوں اسے ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ اس کے چند ساتھیوں نے کہا آپ نہ جائیں۔ اللہ کی قسم! آپ کی جگہ ہم جائیں گے اس نے کہا نہیں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جائے گا۔ ساتھیوں نے کہا ہم آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہیں جائے گا اور وہ چل پڑا۔ یہاں تک کہ میرے پاس سے گزرا جب میں نے دیکھا کہ وہ عین میرے نشانے پر آگیا ہے تو میں نے اسے تیر مارا جو اس کے دل کو جا کر لگا اور اللہ کی قسم اس کی زبان سے کوئی بات نہ نکلی میں نے چھلانگ مار کر اس کا سر کاٹ لیا اور میں نے لشکر اس کے اس کونے پر اللہ اکبر زور سے کہہ کر حملہ کر دیا اور میرے دونوں ساتھیوں نے بھی زور سے اللہ اکبر کہہ کر لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے وہ لوگ گھبرا گئے اور سب یہی کہنے لگے کہ اپنے آپ کو بچاؤ۔ اپنے آپ کو بچاؤ اور عورتیں اور بچے اور ہلکا پھلکا سامان جو لے جا سکتے تھے وہ لے کر وہ لوگ بھاگ گئے اور بہت سارے اونٹ اور بکریاں ہمارے ہاتھ آئیں جنہیں لے کر ہم لوگ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے اس کا سر بھی اپنے ساتھ لا کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے مجھے مہر ادا کرنے کے لیئے اس مالِ غنیمت میں سے تیرہ اونٹ عطا فرمائے۔ اس

طرح میں مہر ادا کر کے اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آیا۔[1]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ مُوتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں اور میرے ہاتھ میں صرف ایک تلوار رہ گئی تھی جو یمن کی بنی ہوئی اور چوڑی تھی۔[2]

حضرت اوس بن حارثہ بن لام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہُرمُز سے زیادہ (مسلمان) عربوں کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ جب ہم مُسَیلمہ اور اس کے ساتھیوں (کو ختم کرنے) سے فارغ ہوئے تو ہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو مقام کاظمہ پر ہمیں ہُرمُز ملا جو بہت بڑا لشکر لے کر آیا ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لئے میدان میں نکلے اور اسے اپنے مقابلہ کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ مقابلہ کے لئے میدان میں آگیا۔ حضرت خالد نے اسے قتل کر دیا۔ یہ خوشخبری حضرت خالد نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھی۔ جواب میں حضرت ابوبکر نے لکھا کہ ہُرمُز کا تمام سامان ہتھیار کپڑے گھوڑا وغیرہ حضرت خالد کو دے دیا جائے۔ چنانچہ ہُرمُز کے ایک تاج کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ کیونکہ اہل فارس جسے اپنا سردار بناتے اسے لاکھ درہم کا تاج پہناتے تھے۔[3]

حضرت ابوالزِّناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ میں اتنی اتنی (یعنی بہت زیادہ) جنگوں میں شریک ہوا ہوں اور میرے جسم میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں ہوگی جس میں تلوار یا نیزے یا تیر کا زخم نہ ہو اور دیکھو اب میں اپنے بستر پر ایسے مر رہا ہوں جیسے کہ اونٹ مرا کرتا ہے۔ یعنی مجھے شہادت کی موت نصیب نہ ہوئی اللہ کرے

---

[1] اسندہ ابن اسحاق کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۲۳) و اخرجہ ایضا الامام احمد وغیرہ الاان عندہ عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کما فی الاصابۃ (ج ۲ ص ۲۹۵) [2] اخرجہ البخاری واخرجہ ابن ابی شیبۃ کما فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۴۰۸) والحاکم (ج ۳ ص ۴۲) و ابن سعد (ج ۴ ص ۲) [3] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۹۹)

بزدلوں کی آنکھوں میں کبھی نیند نہ آئے[1]

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے دن حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کہا اے براء! کھڑے ہو جاؤ یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ پھر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد فرمایا اے مدینہ والو! آج تمہارا مدینہ سے کوئی تعلق نہ رہے (یعنی مدینہ واپسی کا خیال دل سے نکال دو اور بے جگری سے مر جانے کے ارادے سے آج جنگ کرو) آج تو اللہ وحدہٗ کی زیارت کرنی ہے اور جنت میں جانا ہے پھر انہوں نے دشمن پر زور سے حملہ کیا اور ان کے ساتھ اسلامی لشکر نے بھی حملہ کیا۔ پھر یمامہ والوں کو شکست ہو گئی۔ حضرت براء کو (مسیلمہ کے لشکر کا سپہ سالار) محکم الیمامہ ملا۔ حضرت براء نے اس پر تلوار کا حملہ کر کے اسے زمین پر گرا دیا اور اس کی تلوار لے کر اسے چلانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ تلوار ٹوٹ گئی[2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن مسیلمہ سے لڑائی ہوئی اس دن مجھے ایک آدمی ملا جسے یمامہ کا گدھا کہا جاتا تھا وہ بہت موٹا تھا اور اس کے ہاتھ میں سفید تلوار تھی۔ میں نے اس کی ٹانگوں پر تلوار سے وار کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ غلطی سے لگ گئی اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ گدی کے بل گر گیا میں نے اس کی تلوار لے لی اور اپنی تلوار میان میں رکھ لی اور میں نے اس تلوار سے ایک ہی وار کیا جس سے وہ تلوار ٹوٹ گئی[3]

حضرت ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے دن مسلمان آہستہ آہستہ مشرکوں کی طرف بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور اسی باغ میں اللہ کا دشمن مسیلمہ بھی تھا یہ دیکھ کر حضرت براء نے کہا اے مسلمانو! مجھے اٹھا کر ان دشمنوں پر پھینک دو۔ چنانچہ ان کو اٹھایا گیا۔ جب وہ دیوار پر چڑھ گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو اندر گرا دیا اور باغ میں ان سے لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت براء نے

---

[1] اخرجہ الواقدی کذا فی البدایۃ (ج ۷، ص ۱۱۴) [2] اخرجہ السراج فی تاریخہ [3] عند البغوی کذا فی الاصابۃ (ج ۱ ص ۱۴۳)

مسلمانوں کے لیئے اس باغ کا دروازہ کھول دیا اور مسلمان اس باغ میں داخل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مُسیلمہ کو بھی قتل کرا دیا۔[1]

حضرت محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمان اس باغ تک پہنچے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ اندر سے بند کیا جا چکا ہے اور اندر مشرکوں کا لشکر تھا۔ تو حضرت بَراء رضی اللہ عنہ ایک ڈھال پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا تم لوگ اپنے نیزوں سے اُوپر اُٹھا کر مجھے ان مشرکوں پر پھینک دو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت بَراء کو اپنے نیزوں پر اُٹھا کر باغ کے پیچھے کی طرف سے باغ میں پھینک دیا۔ (باغ کا دروازہ کھُل جانے کے بعد) مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت بَراء مشرکوں میں سے دس آدمی قتل کر چکے ہیں۔[2]

حضرت ابنِ سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے خط لکھا کہ حضرت بَراء بن مالک رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے کسی لشکر کا ہرگز امیر نہ بنانا۔ کیونکہ یہ ہلاکت ہی ہلاکت ہیں۔ اپنی جان کی بالکل پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ امیر بن کر یہ مسلمانوں کو بھی ان جگہوں میں لے جائیں گے جہاں ہلاکت کا خطرہ زیادہ ہو گا۔[3]

حضرت ابو مِحجَن ثقفی رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت ابن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو مِحجَن ثقفی رضی اللہ عنہ کو شراب پینے کی وجہ سے کوڑے لگا کرتے تھے۔ جب بہت زیادہ پینے لگے تو مسلمانوں نے انہیں باندھ کر قید کر دیا۔ جب جنگِ قادسیہ کے دن یہ مسلمانوں کو دشمن سے لڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ تو انہیں یہ محسوس ہُوا کہ مشرکوں نے مسلمانوں کو بھاری نقصان پہنچایا ہے تو انہوں نے (مسلمانوں کے امیر) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اُمّ وَلَد یا ان کی بیوی کے پاس پیغام بھیجا کہ ابو مِحجَن یہ کہہ رہا ہے کہ اسے جیل خانہ میں سے رہا کر دو اور اسے یہ گھوڑا اور یہ ہتھیار دے دو وہ جا کر دشمن سے جنگ کرے گا اور پھر وہ تمام مسلمانوں سے پہلے تمہارے پاس واپس آجائے گا۔ تم اسے پھر جیل خانہ میں باندھ دینا۔ ہاں اگر ابو مِحجَن وہاں شہید ہو گیا تو پھر اور بات ہے اور یہ اشعار پڑھنے لگے:

---

[1] عند ابن عبدالبر فی الاستیعاب (ج ۱ ص ۱۳۸) [2] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۴۴) [3] اخرجہ ابن سعد کما فی منتخب الکنز (ج ۵ ص ۱۴۴)

كَفٰى حُزْنًا اَنْ تَلْتَقِى الْخَيْلُ بِالْقَنَا وَاُتْرَكُ مَشْدُوْدًا عَلَىَّ وَثَاقِيَا

رنج وغم کے لئے اتنا کافی ہے کہ سوار تو نیزے لے کر لڑ رہے ہیں اور مجھے بیڑیوں میں باندھ کر جیل خانہ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

اِذَا قُمْتُ عَنَّانِى الْحَدِيْدُ وَغُلِّقَتْ مَصَارِعُ دُوْنِىْ قَدْ تُصِمُّ الْمُنَادِيَا

جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو لوہے کی بیڑیاں میرے قدم روک لیتی ہیں اور میرے شہید ہونے کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور میری طرف سے پکارنے والے کو بہرا کر دیا گیا ہے۔

اس باندی نے جا کر حضرت سعد کی بیوی کو ساری بات بتائی۔ چنانچہ حضرت سعد کی بیوی نے ان کی بیڑیاں کھول دیں اور گھر میں ایک گھوڑا تھا وہ ان کو دے دیا اور ہتھیار بھی دے دیئے۔ تو گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے نکلے اور مسلمانوں سے جا ملے وہ جس آدمی پر بھی حملہ کرتے اسے قتل کر دیتے اور اس کی کمر توڑ دیتے۔ جب حضرت سعد نے ان کو دیکھا تو ان کو بڑی حیرانی ہوئی اور وہ پوچھنے لگے یہ سوار کون ہے؟ بس تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دے دی اور حضرت ابو محجن نے واپس آکر ہتھیار واپس کر دیئے اور اپنے پیروں میں پہلے کی طرح بیڑیاں ڈال لیں۔ جب حضرت سعد اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو ان کی بیوی یا ان کی اُمّ وَلَد نے کہا آپ کی لڑائی کیسی رہی؟ حضرت سعد لڑائی کی تفصیل بتانے لگے اور کہنے لگے ہمیں ایسے ایسے شکست ہونے لگی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سفید سیاہ گھوڑے پر ایک آدمی کو بھیج دیا۔ اگر میں ابو محجن کو بیڑیوں میں بندھا ہوا چھوڑ کر نہ گیا ہوتا تو میں یقین کر لیتا کہ یہ ابو محجن کا کارنامہ ہے تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم! یہ ابو محجن ہی تھے اور پھر ان کا سارا واقعہ سنایا۔ حضرت سعد نے حضرت ابو محجن کو بلا کر ان کی بیڑیاں کھول دیں اور ان سے فرمایا کہ (تم نے آج مسلمانوں کی شکست کو فتح میں بدل دیا ہے اس لئے اب) آئندہ تمہیں شراب پینے کی وجہ سے کبھی کوڑے نہیں ماریں گے۔ اس اس پر حضرت ابو محجن نے کہا اللہ کی قسم! میں بھی اب آئندہ کبھی شراب نہیں پیوں گا۔ چونکہ آپ مجھے کوڑے مار لیتے تھے اس لئے میں شراب چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو محجن نے کبھی شراب نہ پی[1]

---

[1] اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۱۸۴) وسندہ صحیح کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۱۷۴)

حضرت محمد بن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو محجنؓ وہاں سے گئے اور مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے وہ جس طرف بھی حملہ کرتے اللہ تعالیٰ اس طرف والوں کو شکست دے دیتے لوگ ان کے زوردار حملوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو کوئی فرشتہ ہے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے وہ کہنے لگے کہ اس گھوڑے کی چھلانگ تو میرے گھوڑے بلقاء جیسی ہے اور اس آدمی کے حملہ کرنے کا انداز تو ابو محجن جیسا ہے لیکن ابو محجن تو بیڑیوں میں قید پڑا ہوا ہے۔ جب دشمن کو شکست ہو گئی تو حضرت ابو محجنؓ نے واپس جاکر بیڑیوں میں پاؤں ڈال کر باندھ لیئے۔ پھر حضرت بنت خصفہ نے حضرت سعد کو حضرت ابو محجنؓ کی ساری بات بتائی۔ اس پر حضرت سعد نے فرمایا کہ جس آدمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا اکرام فرمایا میں آئندہ اسے کبھی حدِ شرعی نہیں لگاؤں گا۔ اور یہ کہہ کر انہیں چھوڑ دیا اس پر حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چونکہ مجھ پر حد قائم کی جاتی تھی اور مجھے گناہ سے پاک کر دیا جاتا تھا اس وجہ سے میں شراب پی لیتا تھا اب جبکہ مجھے سزا نہ دینے کا فیصلہ ہو گیا ہے تو اللہ کی قسم! اب میں کبھی شراب نہیں پیوں گا۔[1] اور اسی واقعہ کو حضرت سیف نے فتوح میں ذکر کیا ہے اور کافی لمبا کر کے بیان کیا ہے اور مزید اشعار بھی ذکر کیے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت ابو محجنؓ نے خوب زوردار لڑائی لڑی، وہ زور سے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کرتے تو ان کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکتا تھا اور وہ اپنے زوردار حملوں سے دشمن کے آدمیوں کو خوب مارتے چلے جا رہے تھے۔ مسلمان انہیں دیکھ کر بہت حیران ہو رہے تھے لیکن کوئی بھی انہیں پہچان نہ سکا۔[2]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے جنگِ یمامہ کے دن حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک چٹان پر دیکھا جس پر کھڑے ہو کر وہ زور زور سے مسلمانوں کو آواز دے رہے تھے اے مسلمانو! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر

---

[1] اخرجہ ایضا ابو احمد الحاکم واخرجہ ایضا ابن ابی شیبۃ بہذا السند وفیہا انہم ظنوہ ملکا من الملائکۃ ومن طریقہ اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب (ج ۴ ص ۱۸۷)، [2] کذا فی الاصابۃ۔

ہوں، میری طرف آؤ اور میں ان کے کان کو دیکھ رہا تھا کہ وہ کٹا ہُوا تھا اور ہل رہا تھا اور وہ پورے زور سے جنگ کر رہے تھے (انہیں کان کی تکلیف کا احساس بھی نہیں تھا)[1]

حضرت ابو عبدالرحمٰن سُلمی رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے اور ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیئے دو آدمی مقرر کیئے تھے جب ساتھیوں میں غفلت اور سستی آجاتی تو حضرت علی مخالفوں پر حملہ کر دیتے اور تلوار کو خون میں اچھی طرح رنگ کر ہی واپس آتے اور فرماتے اے مسلمانو! مجھے معذور سمجھو کیونکہ میں اسی وقت واپس آتا ہوں جب میری تلوار کند ہو جاتی ہے (اور مزید کاٹنا چھوڑ دیتی ہے) حضرت ابو عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمّار اور حضرت ہاشم بن عُتبہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں صفوں کے درمیان دوڑ رہے تھے (یہ دیکھ کر) حضرت عمّار رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ نے فرمایا اے ہاشم! اللہ کی قسم ان کے حکم کی خلاف ورزی کی جائے گی اور ان کے لشکر کی مدد چھوڑ دی جائے گی۔ پھر کہا اے ہاشم! جنت ان چمکدار تلواروں کے نیچے ہے۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اور ان کی جماعت سے (شہید ہو کر) ملاقات کروں گا۔ اے ہاشم! تو کانا ہے اور کانے آدمی میں خیر نہیں ہُوا کرتی ہے، وہ لڑائی کے میدان پر چھا نہیں سکتا۔ (حضرت عمّار کی ترغیب پر حضرت ہاشم جوش میں آگئے) اور انہوں نے جھنڈا ہلایا اور یہ اشعار پڑھے۔

اَعۡوَرُ یَبۡغِیۡ اَھۡلَہٗ مَحَلاَّ قَدۡ عَالَجَ الۡحَیَاۃَ حَتّٰی مَلاَّ

لَا بُدَّ اَنۡ یَّفُلَّ اَوۡ یُفَلاَّ

یہ کانا اپنے گھر والوں کے لیئے رہنے کی جگہ تلاش کرتا رہا ہے۔ اس تلاش میں ساری زندگی گزار ڈالی اور اب وہ اس سے اُکتا گیا ہے۔ اب یہ کانا یا تو دشمن کو شکست دے گا یا پھر شکست کھائے گا یعنی فیصلہ کُن جنگ کرے گا۔ پھر صفین کی ایک وادی میں چلے گئے۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن سُلمی راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے صحابہؓ کو دیکھا کہ وہ سب حضرت عمّار کے پیچھے پیچھے چلتے تھے گویا کہ حضرت عمّار ان کے لیئے جھنڈا تھے[2]

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۳۸۵) و اخرجہ ایضاً ابن سعد (ج ۳ ص ۲۵۴) [2] اخرجہ الحاکم ایضاً (ج ۳ ص ۳۹۴)

دوسری روایت میں حضرت ابو عبدالرحمٰن سُلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ صفین کی جس وادی میں جاتے تو وہاں جتنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہوتے وہ سب ان کے پیچھے چل پڑتے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ حضرت ہاشم بن عُتبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت ہاشم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اُٹھا رکھا تھا۔ حضرت عمار نے فرمایا۔ اے ہاشم آگے بڑھو۔ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے اور موت نیزوں کے کنارے میں ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جا چکے ہیں اور موٹی آنکھوں والی حوریں آراستہ ہو چکی ہیں۔ آج میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملوں گا۔ پھر حضرت عمار اور حضرت ہاشم رضی اللہ عنہما دونوں نے زوردار حملہ کیا اور دونوں شہید ہو گئے۔ اللہ دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ایک آدمی کی طرح اکٹھے حملہ کیا اور حضرت عمار اور حضرت ہاشم ان تمام لشکر والوں کے لئے گویا جھنڈے کی طرح تھے [1]

حضرت عمرو بن معدیکرب زُبیدی رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت مالک بن عبداللہ خثعمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آدمی سے زیادہ شرافت والا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو جنگ یرموک کے دن (مسلمانوں کی طرف سے) مقابلہ کے لئے میدان میں نکلا ایک بڑا مضبوط عجمی کافر ان کے مقابلے کے لئے آیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر کفار شکست کھا کر بھاگ اُٹھے۔ انہوں نے ان کافروں کا پیچھا کیا اور پھر اپنے ایک بڑے اُونی خیمے میں واپس آئے اور اس میں داخل ہو کر (کھانے کے) بڑے بڑے پیالے منگوائے اور آس پاس کے تمام لوگوں کو (کھانے کے لئے) بلا لیا۔ یعنی وہ بہادر بھی بہت تھے اور سخی بھی بہت۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون تھے؟ حضرت مالک نے فرمایا یہ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ تھے [2]

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوا

---

[1] اخرجہ ابن جریر ایضا کما فی البدایۃ (ج ۷، ص ۲۷۰) واخرجہ ایضا الطبرانی وابو یعلی بطولہ والامام احمد باختصار قال الہیثمی (ج ۷، ص ۲۴۱) رجال احمد وابی یعلی ثقات [2] اخرجہ ابن عائذ فی المغازی۔

مسلمانوں کے لشکر کے امیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عَمرو بن مَعدیکرب رضی اللہ عنہ صفوں کے سامنے سے گزرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے اے جماعت مہاجرین! زور آور شیر بن جاؤ (اور حملہ ایسا کرو کہ مقابل سوار اپنا نیزہ پھینک دے) کیونکہ سوار آدمی جب نیزہ پھینک دیتا ہے تو نا اُمید ہو جاتا ہے۔ اتنے میں اہلِ فارس کے ایک سردار نے انہیں تیر مارا جو ان کی کمان کے کنارے پر آ لگا۔ حضرت عَمرو نے اس پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ جس سے اس کی کمر توڑ دی۔ اور نیچے اُتر کر اس کا سامان لے لیا[1]۔ ابن عساکر نے اسی واقعہ کو اس سے زیادہ لمبا بیان کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ اچانک ایک تیر حضرت عَمرو کی زین کے اگلے حصہ کو آ لگا۔ انہوں نے تیر پھینکنے والے پر حملہ کیا اور اسے ایسے پکڑ لیا جیسے کسی لڑکی کو پکڑا جاتا ہے اور اسے (مسلمانوں اور کافروں کی) دو صفوں کے بیچ میں رکھ کر اس کا سر کاٹ ڈالا اور اپنے ساتھیوں کو فرمایا ایسے کیا کرو۔ واقدی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ خیاط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگِ قادسیہ کے دن حضرت عَمرو بن مَعدیکرب رضی اللہ عنہ نے اکیلے ہی دشمن پر حملہ کر دیا اور ان پر خوب تلوار چلائی۔ پھر بعد میں مسلمان بھی ان تک پہنچ گئے۔ تو دیکھا کہ دشمنوں نے حضرت عَمرو کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور وہ اکیلے ان کافروں پر تلوار چلا رہے ہیں پھر مسلمانوں نے ان کافروں کو حضرت عَمرو سے ہٹایا طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت محمد بن سلام جُمَحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ میں تمہاری مدد کے لئے دو ہزار آدمی بھیج رہا ہوں۔ ایک حضرت عَمرو بن مَعدیکرب رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت طلحہ بن خُوَیلد رضی اللہ عنہ (ان دونوں میں سے ہر ایک، ایک ہزار کے برابر ہے)

حضرت ابو صالح بن وَجیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سن اکیس ہجری میں جنگِ نہاوند میں حضرت نعمان بن مُقرّن رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ پھر مسلمانوں کو شکست ہوگئی تھی۔ پھر حضرت عَمرو بن مَعدیکرب رضی اللہ عنہ ایسے زور سے لڑے کہ شکست فتح میں تبدیل ہوگئی اور خود زخموں سے چُور ہو گئے۔ آخر رُوذہ نامی بستی میں ان کا انتقال ہو گیا[2]

---

[1] اخرجہ ابن ابی شیبۃ و ابن عائذ و ابن السکن و سیف بن عمرو الطبرانی وغیرہم بسند صحیح [2] اخرجہ الدولابی کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۱۹ - ۲۰)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بہادری

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما نے یزید بن مُعاویہ کی اطاعت سے انکار کر دیا اور یزید کو علی الاعلان بُرا بھلا کہنے لگے۔ یہ بات یزید کو پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ حضرت عبداللہ بن زُبیر کو میرے پاس گلے میں طوق ڈال کر لایا جائے۔ ورنہ میں ان کی طرف لشکر بھیجوں گا۔ حضرت ابن زُبیر سے عرض کیا گیا کہ آپ یزید کی قسم پوری کردیں اور آپ کے مرتبہ کے مطابق اس کی صورت یہ ہے کہ ہم آپ کے لئے چاندی کے طوق بنالیتے ہیں ان کو آپ کے گلے میں ڈال دیں گے۔ اور ان کے اوپر آپ کپڑے پہن لیں۔ اس طرح آپ اس کی قسم پوری کرلیں گے اور پھر آپ کی اس سے صلح ہو جائے گی اور اس سے صلح کرلینا ہی آپ کی شان کے زیادہ مناسب ہے۔ حضرت عبداللہ نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ اس کی قسم کبھی پوری نہ کرے اور یہ شعر پڑھا۔

وَلَا اَلِیْنُ لِغَیْرِ الْحَقِّ اَسْأَلُہٗ حَتّٰی یَلِیْنَ لِضِرْسِ الْمَاضِغِ الْحَجَرُ

اور جس ناحق بات کا مجھ سے مطالبہ کیا جارہا ہے میں اس کے لئے اس وقت تک نرم نہیں ہوسکتا ہوں جب تک چبانے والے کی داڑھ کے لئے پتھر نرم نہ ہوجائے یعنی میرا نرم پڑجانا محال ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم! عزت کے ساتھ تلوار کی مار مجھے ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار سے زیادہ پسند ہے۔ پھر انہوں نے مسلمانوں کو اپنی خلافت پر بیعت کرنے کی دعوت دی اور یزید بن مُعاویہ کی مخالفت کا اظہار کیا۔ اس پر یزید بن مُعاویہ نے اہل شام کا لشکر دے کر مُسلم بن عُقبہ مُرّی کو بھیجا اور اسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ مُسلم جب اہل مدینہ سے جنگ سے فارغ ہوجائے تو مکہ کی طرف روانہ ہوجائے چنانچہ مُسلم بن عُقبہ لشکر لے کر مدینہ داخل ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے صحابہؓ وہاں باقی تھے وہ سب مدینہ سے چلے گئے مُسلم نے مدینہ والوں کی توہین کی اور انہیں خوب قتل کیا۔ وہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ مُسلم مرگیا مُسلم نے حُصین بن نُمیر کِندی کو مرنے سے پہلے اپنا نائب مقرر کیا اور کہا اے گدھے کی پالان والے! قریش

کی مکاریوں سے بچ کر رہنا اور پہلے ان سے لڑنا اور پھر انہیں چن چن کر قتل کرنا. چنانچہ وہاں سے حُصَین چلا اور مکہ پہنچ گیا اور کئی دن تک حضرت ابن زُبیرؓ سے مکہ میں لڑتا رہا. آگے مزید حدیث بھی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حُصَین بن نُمیر کو یزید بن مُعاویہ کے مرنے کی خبر ملی تو حُصَین بن نُمیر بھاگ گیا. جب یزید بن مُعاویہ کا انتقال ہو گیا تو مَروان بن حَکَم خلیفہ بن گیا اور اس نے لوگوں کو اپنی خلافت کی اور اپنے سے بیعت ہونے کی دعوت دی. آگے حدیث اور ہے. جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر مروان بھی مر گیا اور عبدالملک خلیفہ بن گیا اور اس نے اپنے سے بیعت ہونے کی دعوت دی اس کی دعوت کو شام والوں نے قبول کر لیا اور اس نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اس نے کہا تم میں سے کون ابن زُبیرؓ کو ختم کرنے کے لیئے تیار ہے؟ حَجّاج نے کہا اے امیر المومنین! میں. عبدالملک نے اسے خاموش کر دیا. پھر حَجّاج کھڑا ہوا. تو اسے عبدالملک نے پھر خاموش کر دیا. پھر تیسری مرتبہ حَجّاج نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین میں تیار ہوں کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زُبیرؓ سے جُبّہ چھین کر پہن لیا ہے اس پر عبدالملک نے حَجّاج کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے لشکر دے کر مکہ بھیجا. اس نے مکہ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ سے جنگ شروع کر دی. حضرت ابن زُبیرؓ نے مکہ والوں کو ہدایت کی اور ان سے فرمایا کہ ان دو پہاڑوں کو اپنی حفاظت میں رکھو کیونکہ جب تک وہ ان دو پہاڑوں پر چڑھ نہیں جاتے اس وقت تک تم خیریت کے ساتھ غالب رہو گے. تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حَجّاج اور اس کے ساتھی ابو قُبَیس پہاڑ پر چڑھ گئے اور اس پر انہوں نے مَنجَنیق نصب کر دی اور اس سے حضرت ابن زُبیرؓ اور ان کے ساتھیوں پر مسجد حرام میں پتھر پھینکنے لگے. جس دن حضرت ابن زُبیرؓ شہید ہوئے اس دن صبح کو وہ اپنی والدہ حضرت اَسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم کے پاس گئے. اس وقت حضرت اَسماء کی عمر سو سال تھی. لیکن نہ ان کا کوئی دانت گرا تھا اور نہ ان کی نگاہ کمزور ہوئی تھی. انہوں نے اپنے بیٹے حضرت ابن زُبیرؓ کو یہ نصیحت فرمائی کہ اے عبداللہ! تمہاری جنگ کا کیا بنا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ فلاں فلاں جگہ پہنچ چکے ہیں اور وہ ہنس کر کہنے لگے کہ موت سے راحت ملتی ہے. حضرت اَسماء نے کہا اے بیٹے ہو سکتا ہے کہ تم میرے لیئے موت کی تمنا کر رہے ہو؟ لیکن میں چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے تمہاری محنت کا نتیجہ دیکھ لوں کہ یا تو تم بادشاہ بن جاؤ اور اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں یا تمہیں قتل کر دیا جائے

اور میں اس پر صبر کر کے اللہ سے ثواب کی اُمید رکھوں۔ پھر حضرت ابنِ زُبیرؓ اپنی والدہ سے رخصت ہونے لگے تو ان کو والدہ نے یہ وصیت کی کہ قتل کے ڈر سے کسی دینی معاملہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ پھر حضرت ابنِ زُبیرؓ مسجد حرام تشریف لے گئے اور منجنیق سے بچنے کے لیئے انہوں نے حجرِ اسود پر دو کواڑ لگا لیئے۔ وہ حجرِ اسود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے آکر ان سے عرض کیا کیا ہم آپ کے لیئے کعبہ کا دروازہ نہ کھول دیں تاکہ آپ (سیڑھی کے ذریعہ) چڑھ کر اس کے اندر داخل ہو جائیں (اور یوں منجنیق کے پتھروں سے بچ جائیں) حضرت ابنِ زُبیرؓ نے اس پر ایک نگاہ ڈال کر فرمایا تم اپنے بھائی کو موت کے علاوہ ہر چیز سے بچا سکتے ہو اگر (اس کی موت کا وقت آگیا ہے تو کعبہ کے اندر بھی آجائے گی) اور کیا کعبہ کی حُرمت اس جگہ سے زیادہ ہے؟ (یعنی جب وہ اس جگہ کا احترام نہیں کر رہے ہیں تو کعبہ کے اندر کا احترام بھی نہیں کریں گے) اللہ کی قسم اگر وہ تم کو کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہُوا بھی پائیں گے تو بھی تمہیں ضرور قتل کر دیں گے پھر ان سے عرض کیا گیا، کیا آپ ان سے صُلح کے بارے میں گفتگو نہیں فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ کیا یہ صُلح کی بات کرنے کا وقت ہے؟ اگر تم ان کو کعبہ کے اندر بھی مل گئے تو وہ تم سب کو ذبح کر دیں گے اور پھر یہ شعر پڑھے۔

وَلَسْتُ بِمُبْتَاعِ الْحَيَاةِ بِسُبَّةٍ وَلَا مُرْتَقٍ مِنْ خَشْيَةِ الْمَوْتِ سُلَّمَا

اور میں کوئی عار والی چیز اختیار کر کے اس کے بدلہ میں زندگی کو خریدنے والا نہیں ہوں اور نہ موت کے ڈر سے کسی سیڑھی پر چڑھنے والا ہوں۔

أُنَافِسُ سَهْمًا إِنَّهُ غَيْرُ بَارِحٍ مُلَاقِي الْمَنَايَا أَيَّ حَرْفٍ تَيَمَّمَا

مجھے ایسے تیر کا شوق ہے جو اپنی جگہ سے نکل نہ سکے اور کیا موت سے ملاقات کو چاہنے والا کسی اور طرف کا ارادہ کر سکتا ہے؟ اور پھر آلِ زُبیرؓ کی طرف مُتوجہ ہو کر ان کو نصیحت فرمانے لگے اور کہنے لگے کہ ہر آدمی اپنی تلوار کی ایسے حفاظت کرے جیسے اپنے چہرہ کی حفاظت کرتا ہے کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے۔ ورنہ عورت کی طرح ہاتھ سے اپنا بچاؤ کرے گا۔ میں نے ہمیشہ اپنے لشکر کے اگلے حصّے میں شامل ہو کر دشمن سے مقابلہ کیا ہے اور مجھے زخم لگنے سے کبھی درد نہیں ہُوا۔ اگر ہُوا ہے تو زخم پر دوا لگانے سے ہُوا ہے۔ یہ لوگ آپس میں اس طرح باتیں کر رہے تھے کہ اچانک کچھ لوگ باب بنی جمح سے اندر داخل ہوئے جن میں کالے رنگ کا ایک آدمی تھا۔ حضرت ابنِ زُبیرؓ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ حمص والے

پس اس پر حضرت ابنِ زُبیرؓ نے دو تلواریں لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ مقابلہ میں سب سے پہلے وہ کالا آدمی ہی آیا۔ انہوں نے تلوار مار کر اس کی ٹانگ اُڑا دی۔ اس نے تکلیف کی شدت سے وجہ سے کہا ہائے۔ اے بدکار عورت کے بیٹے! (نعوذ باللہ من ذالک) حضرت ابن زبیر نے فرمایا دفع ہو۔ اے حام کے بیٹے! کالے لوگ حضرت نوح علیہ السّلام کے بیٹے حام کی نسل میں شمار ہوتے ہیں) کیا حضرت اسماء بدکار ہو سکتی ہیں؟ پھر ان سب کو مسجد سے نکال کر واپس آئے۔ اتنے میں کچھ لوگ باب بنی سہم سے داخل ہوئے۔ انہوں نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ کسی نے کہا یہ اُردن والے ہیں تو یہ شعر پڑھتے ہوئے ان پر حملہ کیا۔

لَاعَهْدَ لِيْ بِغَارَةٍ مِّثْلِ السَّيْلِ ۔۔۔ لَايَنْجَلِيْ غُبَارُهَا حَتَّى اللَّيْلِ

مَیں نے سیلاب جیسی غارت گری نہیں دیکھی کہ جس کا غبار رات تک صاف نہ ہو اور ان کو مسجد سے نکال دیا اتنے میں کچھ لوگ باب بنی مخزوم سے داخل ہوئے تو ان پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا۔

لَوْكَانَ قِرْنِيْ وَاحِدًا كَفَيْتُهُ

اگر میرا مقابل ایک ہوتا تو میں اس سے نمٹنے کے لئے کافی تھا۔

مسجدِ حرام کی چھت پر ان کے مددگار کھڑے تھے جو (داخل ہونے والے) ان کے دشمن پر اُوپر سے اینٹیں وغیرہ پھینک رہے تھے۔ جب حضرت ابنِ زُبیرؓ نے ان داخل ہونے والوں پر حملہ کیا تو ان کے سر کے بیچ میں ایک اینٹ آ کر لگی جس سے ان کا سر پھٹ گیا تو کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔

وَلَسْنَا عَلَى الْاَعْقَابِ تُدْمٰى كُلُوْمُنَا ۔۔۔ وَلٰكِنْ عَلٰى اَقْدَامِنَا تَقْطُرُ الدِّمَا

ہمارے زخموں کا خون ہماری ایڑیوں پر نہیں گرا کرتا ہے بلکہ ہمارے قدموں پر گرا کرتا ہے یعنی ہم بہادر ہیں ہمیں جسم کے اگلے حصے پر زخم آتا ہے پچھلے حصے پر نہیں آتا ہے۔

اس کے بعد وہ گر گئے۔ تو ان کے دو غلام ان پر یہ کہتے ہوئے جھکے کہ غلام اپنے آقا کی حفاظت کرتا ہے اور اپنی بھی حفاظت کرتا ہے۔ پھر دشمن کے لوگ چل کر ان کے قریب آ گئے اور انہوں نے ان کا سر کاٹ لیا[1]

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۷، ص ۲۵۵) رواہ الطبرانی وفیہ عبدالملک بن عبدالرحمن الذماری وثقہ ابن حبان وغیرہ وضعفہ ابوزرعۃ وغیرہ انتہی واخرجہ ایضاً ابن عبدالبر فی الاستیعاب (بقیہ صفحہ ۳ پر)

حضرت اسحاق بن ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما مسجد حرام میں شہید کیے گئے۔ میں وہاں موجود تھا (میں نے دیکھا کہ) لشکر مسجد حرام کے دروازے سے داخل ہونے لگے جب بھی کسی دروازے سے کچھ لوگ داخل ہوتے تو ان پر حضرت ابن زبیرؓ اکیلے حملہ کر کے ان کو مسجد حرام سے نکال دیتے۔ وہ اسی طرح بہادری سے لڑ رہے تھے کہ اتنے میں مسجد کے کنگروں میں سے ایک کنگرا ان کے سر پر آگرا جس سے نڈھال ہو کر وہ زمین پر گر پڑے اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اَسْمَاءُ اِنْ قُتِلْتُ لَا تَبْکِیْنِیْ لَمْ یَبْقَ اِلَّا حَسَبِیْ وَدِیْنِیْ

وَصَارِمٌ لَانَتْ بِہٖ یَمِیْنِیْ

اے میری اماں جان حضرت اسماءؓ! اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو آپ مجھے بالکل نہ روئیں کیونکہ میری خاندانی شرافت اور میرا دین محفوظ اور باقی ہے اور وہ کاٹنے والی تلوار باقی رہ گئی ہے جس کو پکڑنے سے میرا دایاں ہاتھ کمزور اور نرم پڑتا جا رہا ہے[1]

اللہ کے راستے سے بھاگ جانے والے پر نکیر

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کی بیوی سے کہا کیا ہوا حضرت سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کے ساتھ نماز (باجماعت) میں شریک ہوتے ہوئے مجھے نظر نہیں آتے؟ ان کی بیوی نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ (گھر سے) باہر نکل نہیں سکتے کیونکہ جب بھی وہ باہر نکلتے ہیں لوگ شور مچا دیتے ہیں اے بھگوڑے! کیا تم اللہ عزّ وجل کے راستے سے بھاگے تھے؟ اس وجہ سے وہ اپنے گھر ہی میں بیٹھ گئے اور باہر نہیں نکلتے تھے اور یہ غزوۂ مؤتہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اور میرے چچا زاد بھائی کے درمیان

از صـ ۷۲۹ (ج ۲ ص ۳۶۲) مطولا و ابو نعیم فی الحلیۃ (ج ا ص ۳۳۱) بنحوہ مختصرا و الحاکم فی المستدرک (ج ۳ ص ۵۵۰) قطعۃ من اولہ [1] اخرجہ ابو نعیم و الطبرانی ایضا قال الہیثمی (ج ۷ ص ۲۵۶) رواہ الطبرانی وفیہ جماعۃ لم اعرفہم [2] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۴۲) قال الحاکم ووافقہ الذہبی ۔ ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ واخرجہ ابن اسحاق مثلہ کما فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۹)

بات بڑھ گئی اس نے کہا کیا تم غزوۂ موتہ میں بھاگے نہیں تھے ؟ مجھے کچھ سمجھ نہ آیا کہ میں اُسے کیا جواب دوں ؟[1]

اللہ کے راستے سے بھاگنے پر ندامت اور گھبراہٹ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے کے لیئے ایک جماعت بھیجی میں بھی اس میں تھا۔ کچھ لوگ میدان جنگ سے پیچھے ہٹے۔ میں بھی ان ہٹنے والوں میں تھا (واپسی پر) ہم نے کہا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے ؟ ہم تو دشمن کے مقابلہ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو لے کر واپس لوٹ رہے ہیں پھر ہم نے کہا کہ ہم لوگ مدینہ جاکر رات گزار لیں گے (پھر اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے) پھر ہم نے کہا (نہیں) ، ہم سیدھے جاکر حضورؐ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر دیں گے اگر ہماری توبہ قبول ہو گئی تو ٹھیک ہے ورنہ ہم (مدینہ چھوڑ کر کہیں اور) چلے جائیں گے۔ ہم فجر کی نماز سے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (ہماری خبر ملنے پر) آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ لوگ کون ہیں ؟ ہم نے کہا کہ ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والوں میں سے ہو۔ میں تمہارا اور مسلمانوں کا مرکز ہوں (تم میرے پاس آگئے ہو اس لیئے تم بھگوڑے نہیں ہو) پھر ہم نے آگے بڑھ کر حضورؐ کے دست مبارک کو چوما۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا۔ جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو ہمیں پہلے ہی حملہ میں شکست ہو گئی تو ہم چند ساتھی رات کے وقت مدینہ آکر چھپ گئے پھر ہم نے کہا بہتر یہ ہے کہ ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں جاکر اپنا عذر پیش کر دیں۔ چنانچہ ہم لوگ حضورؐ کی خدمت میں گئے۔ جب ہماری آپ سے ملاقات ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو میدان جنگ کے بھگوڑے ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارا مرکز ہوں۔ اَسوَد راوی نے یہ الفاظ نقل کیئے ہیں اور میں ہر مسلمان کا مرکز ہوں۔[3]

---

[1] اخرجہ الحاکم (ج ۳ ص ۲۴۲) من طریق الواقدی [2] اخرجہ الامام احمد [3] عند الامام احمد ایضاً کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۴۸)

بیہقی میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے اسی جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم تو میدانِ جنگ کے بھگوڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ تم تو پیچھے ہٹ کر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا یا نبی اللہ! ہم نے تو یہ ارادہ کر لیا تھا کہ ہم مدینہ نہ آئیں بلکہ سمندر کا سفر کر کے کہیں اور چلے جائیں (ہم تو اپنے بھاگنے پر بڑے شرمندہ تھے) آپ نے فرمایا ایسے نہ کرو کیونکہ میں ہر مسلمان کا مرکز ہوں۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جب واپس آئے تو میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زور سے یہ فرماتے ہوئے سنا اے عبداللہ بن زید! کیا خبر ہے؟ اس وقت حضرت عمر مسجد کے اندر تھے اور حضرت عبداللہ بن زید میرے حجرے کے دروازے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا اے عبداللہ بن زید! تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ انہوں نے کہا اے امیرالمومنین! میں خبر لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔ جب وہ حضرت عمر کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے مسلمانوں کے سارے حالات سنائے۔ میں نے کسی واقعہ کی ان سے زیادہ اچھی اور زیادہ تفصیلی کارگزاری سنانے والا نہیں سنا۔ جب شکست کھائے ہوئے مسلمان آئے اور حضرت عمر نے دیکھا کہ میدانِ جنگ سے بھاگ آنے کی وجہ سے مہاجرین اور انصار مسلمان گھبرائے ہوئے ہیں تو فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! تم نہ گھبراؤ۔ میں تمہارا مرکز ہوں تم میرے پاس بھاگ کر آئے ہو (یہ میدانِ جنگ سے بھاگنا نہیں ہے بلکہ یہ تو تیاری کر کے دوبارہ میدانِ جنگ میں جانے کے لئے ہے)۔[2]

حضرت محمد بن عبدالرحمن بن حصین وغیرہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو نجار کے حضرت معاذ قاری رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جو جسرِ ابی عبید کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ جب وہ یہ آیت پڑھا کرتے تو رو پڑتے۔

وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۷۷) واخرجہ ایضا ابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ بنحو روایۃ الامام احمد کما فی التفسیر لابن کثیر (ج ۲ ص ۲۹۴) وابن سعد (ج ۴ ص ۱۰۷) بنحوہ

[2] اخرجہ ابن جریر (ج ۴ ص ۷۰)

ترجمہ: اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ اس دن، مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں، سو وہ پھرا اللہ کا غضب لے کر اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا بُرا ٹھکانہ ہے۔" حضرت عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ان سے فرماتے اے مُعاذ! نہ روؤ۔ میں تمہارا مرکز ہوں۔ تم بھاگ کر میرے پاس آئے ہو۔[1]

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبَید رضی اللہ عنہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہؓ میں سے تھے اور جس دن حضرت ابوعُبَید رَضِیَ اللہُ عنہ شہید ہوئے تھے اس دن یہ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے تھے اور ان کو قاری کہا جاتا تھا۔ اور حضورؐ کے صحابہؓ میں سے اور کسی کو قاری نہیں کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عُبَید سے فرمایا کیا آپ شام جانا چاہتے ہیں؟ کیونکہ وہاں مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اور دشمن ان پر جَری ہو گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ شام جا کر اپنے بھاگنے کا گناہ دھولیں۔ حضرت سعد نے کہا نہیں۔ میں تو اسی علاقہ میں جاؤں گا جہاں سے بھاگ کر آیا تھا اور اسی دشمن کے مقابلہ میں جاؤں گا جس نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا (جس سے میں بھاگنے پر مجبور ہو گیا)، چنانچہ حضرت سعد قادسیہ چلے گئے اور وہاں جا کر شہید ہو گئے۔[2]

اللہ کے راستے میں جانے والے کو تیار کرنا اور اس کی مدد کرنا

حضرت جَبَلہ بن حارثہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود غزوہ میں تشریف نہ لے جاتے تو اپنے ہتھیار حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ یا حضرت اُسامہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو دے دیتے۔[3]

حضرت اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن تیاری کے لئے میرے پاس مال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں انصاری کے پاس جاؤ، اس نے جہاد کی تیاری کی

---

[1] اخرجہ ابن جریر ایضاً (ج ۹ ص ۷)، [2] اخرجہ ابن سعد (ج ۳ ص ۳۰۰)، [3] اخرجہ الامام احمد والطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۸۳) و رجال احمد ثقات۔

ہوتی تھی اب وہ بیمار ہو گئے ہیں۔ اس سے کہنا کہ اللہ کے رسولؐ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور اس سے یہ بھی کہنا کہ تم نے جہاد کے لیئے جو سامان تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو۔ چنانچہ وہ نوجوان اس انصاری کے پاس گیا اور ساری بات اس سے کہہ دی تو اس انصاری نے اپنی بیوی سے کہا اے فلانی! تم نے جو سامان میرے لیئے تیار کیا تھا وہ ان کو دے دو اور اس سامان میں سے کوئی چیز نہ رکھنا کیونکہ اللہ کی قسم! تم اس میں سے جو چیز بھی رکھو گی اس میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں فرمائیں گے[1]

حضرت ابو مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری سواری ہلاک ہو گئی ہے آپ مجھے سواری دے دیں آپ نے فرمایا اس وقت تو میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ میں انہیں ایسا آدمی بتاتا ہوں جو ان کو سواری دے دے گا۔ آپ نے فرمایا جو آدمی کسی کو خیر کا راستہ بتلائے تو بتانے والے کو کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔[2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ غزوہ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے فرمایا اے مہاجرین اور انصار کی جماعت! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ مال ہے اور نہ ان کا کوئی خاندان ہے (جو ان کو مال دے) لہٰذا تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھ ایسے دو یا تین آدمیوں کو ملا لے۔ (چنانچہ ہر سواری والے نے اپنے ساتھ ایسے نادار دو، تین ساتھی لے لیئے) اور ہم سواریوں والے بھی انہی کی طرح صرف اپنی باری میں سوار ہوتے (یعنی سواری کے مالک اور دوسروں کے سوار ہونے کی باری برابر ہوتی تھی) حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے ساتھ دو یا تین نادار ساتھی لے لیئے اور ان میں سے ہر ایک کے سوار ہونے کی جتنی باری ہوتی تھی میری بھی اتنی ہی ہوتی تھی[3]

حضرت واثلہ بن اسقع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوۂ تبوک

---

[1] اخرجہ ابو داؤد واخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۳۷) والبیہقی (ج ۹ ص ۲۸) ایضاً عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ [2] واخرجہ مسلم (ج ۲ ص ۱۳۷) واخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۲۸) عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ بنحوہ
[3] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۷۲) والحاکم (ج ۲ ص ۹۰) وصححہ۔

کی تیاری کا اعلان فرمایا میں اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور وہاں سے واپس آیا تو حضورؐ کے صحابہؓ کی پہلی جماعت جا چکی تھی تو میں مدینہ میں یہ اعلان کرنے لگا کہ ہے کوئی جو ایک آدمی کو سواری دے اور سواری والے کو اس آدمی کے مالِ غنیمت کا حصہ سارا مل جائے گا۔ تو ایک انصاری بڑے میاں نے کہا کہ ہم اس کے مالِ غنیمت کا حصہ اس شرط پر لیں گے (کہ اس کو مستقل سواری نہیں دیں گے بلکہ) باری پر ہم اس کو سوار کریں گے اور وہ کھانا بھی ہمارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا پھر اللہ کا نام لے کر چلو۔ میں اس اچھے ساتھی کے ساتھ چل پڑا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں مالِ غنیمت دیا تو میرے حصہ میں کچھ جوان اُونٹ آئے۔ میں وہ اونٹ ہانک کر اپنے اس ساتھی کے پاس لے گیا وہ باہر آیا اور ایک اُونٹ کے پیچھے کے تھیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا ان اونٹوں کو پیچھے لے جاؤ (میں پیچھے لے گیا) پھر اس نے کہا ان کو آگے لے جاؤ (میں ان کو آگے لے گیا) پھر اس نے کہا مجھے تو تمہارے یہ جوان اونٹ بڑے عمدہ نظر آرہے ہیں۔ میں نے کہا یہی تو وہ مالِ غنیمت ہے جس کے دینے کا میں نے اعلان کیا تھا اس بڑے میاں نے کہا تم اپنے یہ جوان اونٹ لے جاؤ اے میرے بھتیجے! ہمارا ارادہ تو تمہارے مالِ غنیمت کے علاوہ کچھ اور لینے کا تھا امام بیہقی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے بدلہ میں ہم دنیا میں مزدوری لینا نہیں چاہتے بلکہ ہمارا ارادہ تو اجر و ثواب میں شریک ہونے کا تھا [1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے راستہ میں کسی کو کوڑا دوں یہ مجھے ایک حج کے بعد دوسرا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے [2]

اُجرت لے کر جہاد میں جانا

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں بھیجا۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر جاتا ہوں کہ آپ میرے لیئے مالِ غنیمت میں سے ایک مقدار مقرر کر دیں پھر وہ کہنے لگا اللہ کی

---

[1] اخرجہ البیہقی ایضاً (ج ۹ ص ۲۸) [2] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۸۴) رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات۔

قسم! مجھے پتہ نہیں۔ تمہیں مالِ غنیمت ملے گا یا نہیں۔ اس لیئے آپ میرے حصّہ کی مقدار مقرّر کردیں۔ میں نے اس کے لیئے تین دینار مقرّر کر دیئے۔ ہم غزوہ میں گئے اور ہمیں خوب مالِ غنیمت ملا۔ میں نے اس آدمی کو دینے کے بارے میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا حضورؐ نے اس کے بارے میں فرمایا مجھے تو اسے دنیا و آخرت میں بس یہی تین دینار ملتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ جو اس نے لے لیئے ہیں (اور اسے ثواب نہیں ملے گا) [1]

حضرت عبداللہ بن دُیلمی رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ سے روایت ہے کہ حضرت یعلی بن مُنیہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوہ میں جانے کے لیئے اعلان فرمایا۔ میں بہت بوڑھا تھا اور میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا۔ میں مزدوری پر غزوہ میں جانے والا آدمی تلاش کرنے لگا کہ میں اسے مالِ غنیمت میں سے اس کا پورا حِصّہ دوں گا تو مجھے ایک آدمی مل گیا جب غزوہ میں جانے کا وقت قریب آیا تو وہ میرے پاس آکر کہنے لگا کہ پتہ نہیں مالِ غنیمت کے کتنے حِصّے بنیں گے اور میرا کتنا حِصّہ ہوگا اس لیئے کچھ مقدار مقرّر کردو۔ پتہ نہیں مالِ غنیمت ملے گا یا نہیں؟ چنانچہ میں نے اس کے لیئے تین دینار مقرّر کر دیئے۔ جب مالِ غنیمت آیا تو میں نے اسے اس کا پورا حِصّہ دینا چاہا لیکن مجھے وہ (تین) دینار یاد آگئے۔ چنانچہ میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس آدمی کی ساری بات میں نے آپ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا میرے خیال میں تو اسے اس غزوہ کے بدلہ میں دنیا اور آخرت میں صرف وہ دینار ہی ملیں گے جو اس نے مقرّر کیئے تھے (نہ ثواب ملے گا اور نہ مالِ غنیمت کا حِصّہ) [2]

دُوسرے کے مال پر غزوہ میں جانے والا

حضرت مَیمُونہ بنت سَعد رَضِیَ اللہُ عَنْہا نے عرض کیا یا رسولَ اللہ! ہمیں اس آدمی کے بارے میں بتائیں جو خود غزوہ میں نہ جائے اور اپنا مال دوسرے کو دے دے تاکہ وہ اس مال کو لے کر غزوہ میں چلا جائے۔ تو اس دینے والے کو ثواب ملے گا یا غزوہ میں جانے والے

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲۳) وفیہ لقیۃ وقد صرح بالسماع۔ انتہی [2] اخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۳۱)

کو ملے گا؟ آپ نے فرمایا دینے والے کو اس کے مال کا ثواب ملے گا اور جانے والا جیسی نیت کرے گا اسے ویسا ملے گا (اگر ثواب کی نیت کرے گا تو ثواب ملے گا ورنہ صرف مال ملے گا ثواب نہیں ملے گا)[1]

اپنے بدلے میں دوسرے کو بھیجنا

حضرت علی بن ربیعہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بیٹے کو غزوہ میں اپنی جگہ بھیجنے کے لیئے لایا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے غزوہ میں جانے سے زیادہ پسند ہے[2]

اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لئے مانگنے پر نکیر

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک طاقتور نوجوان مسجد میں آیا اس کے ہاتھ میں لمبے لمبے تیر تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے راستے میں جانے کے لیئے کون میری مدد کرے گا؟ حضرت عمرؓ نے اسے بلایا لوگ اسے لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے کھیت میں کام کرانے کے لیئے کون اسے مجھ سے مزدوری پر لیتا ہے؟ ایک انصاری نے کہا اے امیرالمؤمنین! میں لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہر مہینہ اسے کتنی تنخواہ دوگے؟ اس انصاری نے کہا اتنی دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لو اسے لے جاؤ۔ چنانچہ اس نوجوان نے اس انصاری کے کھیت میں کئی مہینے کام کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس انصاری سے پوچھا کہ ہمارے مزدور کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اے امیرالمؤمنین! وہ بہت نیک آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے بھی میرے پاس لے آؤ اور اس کی جتنی تنخواہ جمع ہوگئی ہے وہ بھی میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ انصاری اس نوجوان کو بھی لائے اور اس کے ساتھ درہموں کی ایک تھیلی بھی لائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا لو یہ تھیلی۔ اب اگر تم چاہو تو (ان دراہم کو لے کر غزوہ میں چلے جاؤ اور اگر چاہو تو (گھر) بیٹھ جاؤ[3]

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲۳) وفیہ من لم اعرفہم [2] اخرجہ البیہقی وغیرہ کذا فی الکنز (ج ۳ ص ۱۶۴) [3] اخرجہ البیہقی کذا فی الکنز (ج ۲ ص ۲۱۷)

اللہ کے راستے میں جانے کے لئے قرض لینا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر کہا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں کے بارے میں کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر رکھ دی گئی ہے۔ اللہ کے بھروسے پر خریدو اور اللہ کے بھروسے پر قرض لو کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! ہم اللہ کے بھروسے پر کیسے خریدیں اور اللہ کے بھروسے پر کیسے اُدھار لیں؟ آپ نے فرمایا تم قرض دینے والے سے یہ کہو کہ ہمیں قرض ابھی دے دو جب مال غنیمت میں سے ہمارا حصہ ہمیں ملے گا تو ہم اس وقت قرض ادا کر دیں گے اور بیچنے والے سے یہ کہو کہ چیز ہمیں ابھی بیچ دو جب اللہ تعالیٰ ہمیں فتح اور مالِ غنیمت دے دے گا ہم اس وقت قیمت ادا کر دیں گے۔ اور جب تک تمہارا جہاد سرسبز و شاداب رہے گا تم خیر پر رہو گے اور آخر زمانے میں لوگ جہاد میں شک کرنے لگ جائیں گے تو ان کے زمانے میں تم جہاد بھی کرنا اور پھر غزوہ میں اپنی جان بھی پیش کر دینا کیونکہ غزوہ میں جانا اس دن بھی سرسبز ہو گا (اس پر آج کی طرح اللہ کی مدد بھی آئے گی اور مالِ غنیمت بھی ملے گا)۔[1]

مجاہد فی سبیل اللہ کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ جانا اور اسے الوداع کہنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو (کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے) بھیجا تو (ان کو رخصت کرنے کے لئے) حضورؐ ان کے ساتھ چل کر بقیع غرقد تک گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ (اور یہ دعا دی) اے اللہ ان کی مدد فرما۔[2] حضرت محمد بن کعب قُرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

---

[1] اخرجہ ابو یعلی عن عبید اللہ بن عبد اللہ قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۸۰) وفیہ بقیۃ وہو مدلس وبقیۃ رجالہ ثقات۔ انتہی [2] اخرجہ الحاکم (ج ۲ ص ۹۸) قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ کو کھانے کے لیئے بلایا گیا۔ جب وہ آئے تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو یہ فرماتے :۔

اَستَودِعُ اللّٰہَ دِینَکُم وَ اَمَانَتَکُم وَخَوَاتِیمَ اَعمَالِکُم۔

ترجمہ :۔ میں تمہارے دین کو اور تمہاری امانتوں اور تمہارے اعمال کے خاتمہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں [1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنے کی حدیث کو بیان کرتے ہیں جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور اس لشکر کے پاس گئے اور ان کو روانہ فرمایا اور ان کو اس طرح رخصت کیا کہ حضرت ابوبکر خود پیدل چل رہے تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سوار تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر کی سواری کی لگام پکڑ کر چل رہے تھے۔ تو حضرت اسامہ نے ان سے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ! یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ میں بھی سواری سے نیچے اتر آتا ہوں۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اللہ کی قسم! نہ تم اترو گے اور اللہ کی قسم! نہ میں سوار ہوں گا۔ اس میں میرا کیا حرج ہے کہ میں تھوڑی دیر اپنے پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود کر لوں کیونکہ غازی جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے لیئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سات سو درجے بلند کیئے جاتے ہیں اور اس کے سات سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر ان کو رخصت کر کے واپس آنے لگے تو انہوں نے حضرت اسامہ سے کہا اگر تم مناسب سمجھو تو حضرت عمر کو میری مدد کے لیئے یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے حضرت عمر کو مدینہ حضرت ابوبکر کے پاس رہ جانے کی اجازت دے دی [2]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام (چار) لشکر بھیجے ان میں سے ایک لشکر کے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ حضرت ابوبکر حضرت یزید بن ابی سفیان کو رخصت کرنے کے لیئے ان کے ساتھ پیدل چلنے لگے۔ حضرت یزید نے حضرت ابوبکر سے کہا یا تو آپ بھی

---

[1] اخرجہ الحاکم ایضاً (ج ۲ ص ۹۷) [2] اخرجہ ابن عساکر من طریق سیف کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۳۱۴)

سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی سواری سے نیچے اُتر تا ہوں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا تمہیں نیچے اُترنے کی اجازت نہیں اور میں خود سوار نہیں ہوں گا کیونکہ میرے جو قدم اللہ کے راستے میں پڑ رہے ہیں مجھے ان پر اللہ سے ثواب کی اُمید ہے آگے حدیث اور بھی ہے[1] حضرت جابر رُعینی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ایک لشکر کو رخصت کرنے کے لئے اس کے ساتھ پیدل گئے اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس کے راستہ میں ہمارے پاؤں غبار آلود ہوئے۔ حضرت ابو بکر سے کسی نے پوچھا ہمارے پاؤں (اللہ کے راستے میں) کیسے غبار آلود ہو گئے؟ ہم تو ان کو رخصت کرنے آئے ہیں (اللہ کے راستہ میں تو نہیں نکلے) حضرت ابو بکر نے فرمایا ہم نے ان کو تیار کیا اور ان کو (یہاں تک) رخصت کرنے آئے اور ان کے لئے دعا کی (لہٰذا ہمارے یہ قدم بھی اللہ کے راستہ میں ہیں)[2]

حضرت مُجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیں رخصت کرنے کے لئے ہمارے ساتھ گئے۔ جب ہمیں رخصت کر کے واپس جانے لگے تو فرمایا آپ دونوں کو دینے کے لئے اس وقت میرے پاس کچھ ہے نہیں لیکن میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب کسی چیز کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اس لئے میں آپ لوگوں کے دین کو اور امانت کو اور آپ لوگوں کے اعمال کے خاتمہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں[3]

جہاد سے واپس آنے والے غازیوں کا استقبال کرنا

حضرت سائب بن یزید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غزوہ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور میں نے بھی بچوں کے ساتھ ثَنِیَّۃُ الوَدَاع جا کر حضورؐ کا استقبال کیا[4]

حضرت سائب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غزوہ تبوک

---

[1] اخرجہ مالک، واخرجہ البیہقی عن صالح بن کیسان نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۹۵)، [2] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۷۳)، واخرجہ ابن ابی شیبۃ نحوہ کما فی الکنز (ج ۲ ص ۲۸۸) واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن قیس نحو حدیث مالک مختصراً [3] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۷۳)، [4] اخرجہ ابو داؤد۔

سے واپس تشریف لائے تو لوگ آپ کا استقبال کرنے کے لئے ثَنِیّۃُ الوَدَاع تک آئے۔ میں نوعمر بچہ تھا۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آگیا اور ہم نے آپ کا استقبال کیا۔[1]

رمضان شریف میں اللہ کے راستے میں نکلنا

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ غزوہ بدر اور فتح مکہ کا سفر رمضان شریف میں کیا۔[2]

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے دو غزووں کا سفر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ رمضان شریف میں کیا۔ ایک غزوہ بدر کا اور دوسرے فتح مکہ کا اور ہم نے دونوں میں روزہ نہیں رکھا تھا۔[3]

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے صحابہؓ تین سو تیرہ تھے۔ جن میں مہاجرین چھہتر تھے اور کفار کو بدر میں سترہ رمضان کو جمعہ کے دن شکست ہوئی تھی۔[4] امام بزار نے بھی یہی روایت ذکر کی ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ اہل بدر تین سو دس سے کچھ زیادہ تھے اور ان میں انصار دو سو چھتیس تھے اور اس دن مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔[5]

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُما فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے سفر میں تشریف لے گئے اور حضرت ابو رُہم کلثوم بن حُصَین بن عُتبہ بن خَلَف غفاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنا کر گئے اور دس رمضان کو حضورؐ نے یہ سفر شروع فرمایا۔ آپ نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ اور آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ جب آپ عُسفان اور مقام اُمج کے درمیان کُدَید چشمہ پر پہنچے تو آپ نے روزہ افطار فرما دیا۔ پھر وہاں سے چل کر آپ مَرّ الظّہران جا کر ٹھہرے آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ تھے۔[6]

---

[1] اخرجہ البیہقی (ج ۹ ص ۱۷۵) [2] اخرجہ الترمذی کذا فی الفتح (ج ۴ ص ۱۳۱) [3] اخرجہ ایضاً ابن سعد والامام احمد وھو حسن کذا فی الکنز (ج ۴ ص ۳۲۹) [4] عند الامام احمد کذا فی البدایۃ (ج ۳ ص ۲۶۹) [5] قال الہیثمی (ج ۶ ص ۹۳) رواہ الطبرانی کذلک وفیہ الحجاج بن ارطاۃ وھو مدلس انتہی [6] اخرجہ ابن اسحاق وروی البخاری نحوہ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۸۵) واخرجہ الطبرانی مثلہ فی حدیث طویل قال الہیثمی (ج ۶ ص ۱۶۷) رجالہ رجال الصحیح۔ انتہی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال (فتح مکہ کے لیئے) رمضان شریف میں تشریف لے گئے اور مقام کدید پہنچنے تک آپ نے روزہ رکھا (اور وہاں پہنچ کر کھول دیا[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان شریف میں تشریف لے گئے اور آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور راستہ میں ٹھیک دوپہر کے وقت مقام قُدَید پر آپ کا گزر ہوا۔ لوگوں کو پیاس لگ گئی اور لوگ (پانی کی تلاش میں) گردنیں لمبی کرنے لگے اور وہ پانی پینے کے لیئے بیتاب ہو گئے۔ اس پر حضورؐ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ سب لوگوں نے وہ پیالہ دیکھ لیا پھر آپ نے پانی پیا اور باقی سب لوگوں نے بھی پانی پیا[2]

اللہ کے راستے میں نکلنے والے کا نام لکھنا

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مرد (نامحرم) عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ ملے اور نہ ہی کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے۔ تو ایک آدمی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا گیا ہے اور ادھر میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے (اب میں کیا کروں جہاد میں جاؤں یا بیوی کے ساتھ حج کرنے جاؤں؟) آپ نے فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے جاؤ۔

جہاد سے واپسی پر نماز پڑھنا اور کھانا پکانا

بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے چاشت کے وقت واپس تشریف لاتے تو مسجد میں تشریف

---

[1] عند عبدالرزاق و ابن ابی شیبۃ [2] عند عبدالرزاق ایضا کذا فی کنز العمال (ج ۴ ص ۳۰۳)، واخرج الحدیث ایضا البخاری ومسلم والنسائی ومالک من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کما فی جمع الفوائد (ج ۱ ص ۱۵۹)

لے جاتے اور بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے۔ بخاری میں دوسری روایت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ تھا جب ہم مدینہ واپس آئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ عَنہما سے بخاری میں ایک اور حدیث ہے کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اُونٹ یا گائے ذبح فرمائی مُعاذ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت مُحارب کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سُنا کہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے ایک اُونٹ دو اُوقیہ اور ایک درہم یا دو درہم کے بدلے میں خریدا۔ جب آپ صِرار کنوئیں پر پہنچے تو آپ کے فرمانے پر ایک گائے ذبح کی گئی اور لوگوں نے اس کا گوشت کھایا جب آپ مدینہ پہنچ گئے تو مجھے حکم دیا کہ میں مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھوں اور آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت تول کر دی۔

عورتوں کا جہاد فی سبیل اللہ میں نکلنا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہا فرماتی ہیں کہ جب حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سفر میں جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواجِ مُطہرات کے درمیان قُرعہ اندازی فرماتے۔ جس کا نام قُرعہ اندازی میں نکل آتا اس کو حُضورؐ اپنے ساتھ لے جاتے۔ جب غزوہ بنی مُصطلق پیش آیا تو اپنی عادت شریفہ کے مطابق اپنی ازواجِ مُطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمائی جس میں حُضورؐ کے ساتھ جانے کے لیئے میرا نام نکل آیا۔ چنانچہ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے ساتھ لے کر اس سفر میں تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں عورتیں گزارے کے بقدر بہت کم کھایا کرتی تھیں جس کی وجہ سے گوشت کم ہوتا تھا اور جسم بھاری نہیں ہوا کرتا تھا۔ جب لوگ میرے اونٹ پر کجاوہ باندھنے لگتے تو میں اپنے ہودج میں بیٹھ جاتی۔ پھر وہ لوگ آتے جو میرے اُونٹ پر کجاوہ باندھتے اور ہَودَج کو نیچے سے پکڑ کر مجھے اُٹھاتے اور اُونٹ کی پُشت پر رکھ کر اسے رَسّی سے باندھ دیتے۔ پھر اونٹ کی رَسّی کو آگے سے پکڑ کر لے چلتے۔ جب حُضورؐ کا یہ سفر پورا ہو گیا تو آپ نے واپسی میں مدینہ کے قریب ایک جگہ

بڑاؤ ڈالا اور رات کا کچھ حصہ وہاں گزارا۔ پھر مُنادی نے لوگوں میں وہاں سے کُوچ کرنے کا اعلان کیا۔ چنانچہ لوگ وہاں سے چل پڑے۔ میں اس وقت قضائے حاجت کے لیئے باہر گئی ہوئی تھی۔ میرے گلے میں ایک ہار تھا جو یمن کے (قبیلہ حمیرؓ کے شہر) ظفار کی کوڑیوں کا بنا ہُوا تھا۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر اُٹھی تو وہ میرے گلے سے گر گیا اور مجھے پتہ نہ چلا۔ جب میں کجاوے کے پاس پہنچی تو میں نے اس ہار کو اپنی گردن میں تلاش کیا تو وہ مجھے نہ ملا اور لوگوں نے وہاں سے چلنا شروع کر دیا۔ میں جس جگہ گئی تھی وہاں جا کر میں نے اسے تلاش کیا۔ مجھے وہاں مل گیا۔ جو لوگ میرے اونٹ کا کجاوہ باندھا کرتے تھے وہ کجاوہ باندھ چکے تھے۔ وہ میرے بعد آئے اور یہ سمجھے کہ میں اپنی عادت کے مطابق ہَودَج میں ہوں۔ اس لیئے انہوں نے ہَودَج اُٹھا کر اونٹ پر باندھ دیا (انہیں ہودج کے ہلکا ہونے کا احساس بھی نہ ہُوا کیونکہ میرا جسم بہت ہلکا تھا) اور انہیں میرے اس میں نہ ہونے کا شک بھی نہ گزرا پھر وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلے گئے۔ میں جب لشکر کی جگہ واپس آئی تو وہاں کوئی نہیں تھا، سب لوگ جا چکے تھے۔ میں اپنی چادر میں لپٹ گئی اور اسی جگہ لیٹ گئی اور مجھے یقین تھا کہ میں جب نہیں ملوں گی تو لوگ مجھے تلاش کرنے یہاں واپس آئیں گے۔ اللہ کی قسم! میں وہاں لیٹی ہوئی تھی کہ حضرت صَفوان بن مُعطّل سُلمی رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ وہ اپنی کسی ضرورت سے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اس لیئے انہوں نے یہ رات لوگوں کے ساتھ نہ گزاری۔ انہوں نے جب میرا وجود دیکھا تو آکر میرے پاس کھڑے ہو گئے اور پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے وہ مجھے دیکھا کرتے تھے۔ اس لیئے انہوں نے جب مجھے دیکھا تو (مجھے پہچان لیا اور) کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ حالانکہ میں کپڑوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ حضرت صَفوان نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ کیسے پیچھے رہ گئی ہیں؟ فرماتی ہیں میں نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر انہوں نے اونٹ میرے قریب لا کر کہا اس پر سوار ہو جاؤ اور خود میرے سے دور چلے گئے۔ چنانچہ میں سوار ہو گئی۔ اور انہوں نے اُونٹ کی نکیل پکڑ کر لوگوں کی تلاش میں تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ صبح تک ہم لوگوں تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی لوگوں کو میرے نہ ہونے کا پتہ چل سکا۔ ان لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ جب وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے تو اتنے میں یہ (حضرت صَفوان) مجھے اونٹ پر بٹھائے اُونٹ کی نکیل

پکڑے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ اس پر اِفک والوں نے (تہمت باندھنے والوں نے) جو بات بنائی تھی وہ بنا کر کہنی شروع کر دی۔ اور سارے لشکر میں بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اللہ کی قسم! مجھے کسی بات کی خبر نہیں تھی۔ پھر ہم مدینہ آ گئے وہاں پہنچتے ہی میں بہت زیادہ بیمار ہو گئی اور لوگوں میں جو باتیں ہو رہی تھیں ان میں سے کوئی بات بھی مجھ تک نہ پہنچ سکی۔ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والدین تک ساری بات پہنچ چکی تھی۔ لیکن کسی نے مجھ سے کسی قسم کا تذکرہ نہ کیا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ میں نے حضورؐ کی وہ پہلے والی عنایت نہ دیکھی۔ میں جب بیمار ہو جاتی تھی تو آپ مجھ پر بہت شفقت اور مہربانی فرماتے تھے۔ آپ نے میری اس بیماری میں وہ کچھ بھی نہ کیا۔ مجھے آپ کی اس بات سے کچھ کھٹک محسوس ہوئی۔ آپ جب گھر میں داخل ہوتے اور میرے پاس آتے اور میرے پاس میری والدہ کو تیمار داری میں مشغول دیکھتے تو بس اتنا فرماتے کہ اب اس کا کیا حال ہے؟ اس سے زیادہ کچھ نہ فرماتے۔ آپ کی اس بے رُخی کو دیکھ کر مجھے بڑی پریشانی ہوئی اور اس بے رُخی کو دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنی والدہ کے پاس چلی جاتی ہوں وہ میری تیمارداری بھی کرتی رہیں گی۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے، تم جا سکتی ہو۔ چنانچہ میں اپنی والدہ کے پاس چلی گئی اور جو کچھ مدینہ میں ہو رہا تھا مجھے اس کی کچھ خبر نہیں تھی۔ بیس دن سے زیادہ گزرنے کے بعد میری صحت ٹھیک ہوئی لیکن ابھی کمزوری باقی تھی اور ہم لوگ اپنے گھروں میں بیت الخلاء نہیں بنایا کرتے تھے جیسے عجمی لوگ بناتے تھے بلکہ گھروں میں بیت الخلاء کو بُرا سمجھتے تھے، قضائے حاجت کے لیئے ہم لوگ مدینہ کے صحرا میں جایا کرتے تھے اور عورتیں قضائے حاجت کے لیئے رات کو جایا کرتی تھیں۔ ایک رات میں قضائے حاجت کے لیئے باہر نکلی اور میرے ساتھ حضرت اُمِّ مسطح بنت ابی رُہم بن مُطّلب بھی تھیں اللہ کی قسم! وہ میرے ساتھ جا رہی تھیں کہ ان کا پاؤں چادر میں اٹکا اور وہ گر گئیں تو انہوں نے کہا مسطح برباد ہو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم نے بُرا کیا۔ ایک مہاجری جو کہ غزوۂ بدر میں شریک ہوا اس کو تم نے کیا کہہ دیا۔ حضرت اُمِّ مسطح نے کہا اے ابو بکر کی بیٹی! کیا ابھی تک تمہیں خبر نہیں پہنچی؟ میں نے کہا کیسی خبر؟ اس پر انہوں نے مجھے اہلِ اِفک کی ساری بات بتائی۔ میں نے کہا ایسی بات وہ کہہ چکے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! یہ بات انہوں نے کہی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اللہ

کی قسم! (یہ بات سُن کر میری حالت تو ایسی ہوگئی کہ) میں قضائے حاجت پوری نہ کرسکی۔ اور میں واپس آگئی۔ اللہ کی قسم! پھر تو میں روتی رہی اور مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ زیادہ رونے کی وجہ سے میرا جگر پھٹ جائے گا۔ اور میں نے اپنی والدہ سے کہا اللہ آپ کی مغفرت فرمائے لوگوں نے تو اتنی باتیں بنالیں اور آپ نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔ انہوں نے کہا اے میری بیٹی! تم زیادہ پریشان نہ ہو اللہ کی قسم! جب کسی آدمی کی کوئی خوبصورت بیوی ہو اور وہ اس سے محبت بھی کرتا ہو اور اس عورت کی اور سوکن عورتیں بھی ہوں تو یہ سوکن عورتیں اور دوسرے لوگ اس کے عیب کے بارے میں زیادہ باتیں ضرور کریں گے۔ حضورؐ نے کھڑے ہوکر لوگوں میں بیان فرمایا اور مجھے اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور ان پر ناحق الزام لگاتے ہیں؟ اللہ کی قسم! مجھے تو اپنے گھر والوں کے بارے میں ہمیشہ بھلائی ہی نظر آتی ہے۔ اور اللہ کی قسم! جس مرد پر الزام لگا رہے ہیں اس میں ہمیشہ بھلائی ہی نظر آتی ہے جب بھی وہ میرے کسی گھر میں داخل ہوا ہے وہ میرے ساتھ ہی داخل ہوا ہے۔ اس بہتان کے اُٹھانے اور بڑھانے میں سب سے زیادہ حصہ عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول منافق نے لیا تھا اور قبیلہ خزرج کے کئی آدمیوں اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا حضرت حمنہ کے دلچسپی لینے کی وجہ یہ تھی کہ ان کی بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا حضورؐ کی زوجہ محترمہ تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب ہی حضورؐ کے ہاں قدر ومنزلت میں میری برابری کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو ان کی دینداری کی برکت سے محفوظ رکھا۔ اس لئے انہوں نے میرے بارے میں بھلائی کی بات ہی کہی۔ لیکن حضرت حمنہ نے اپنی بہن کی وجہ سے میری ضد میں آکر اس بات کو بہت اُچھالا اور پھیلایا۔ اس لئے وہ گناہ لے کر بدبخت بنیں۔ جب حضورؐ نے یہ بات فرمائی تو حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر وہ الزام لگانے والے (ہمارے قبیلہ) اوس میں سے ہیں تو آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ اور اگر وہ ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہیں تو آپ ان کے بارے میں جو ارشاد فرمائیں ہم ویسے ہی کریں گے۔ اللہ کی قسم! ان کی تو گردن اُڑا دینی چاہیئے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے۔ اور انہیں اس سے پہلے نیک اور بھلا آدمی سمجھا جاتا

تھا۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تم نے غلط کہا۔ ان لوگوں کی گردن نہیں اڑائی جاسکتی۔ اللہ کی قسم! تم نے یہ بات صرف اس وجہ سے کہی ہے کہ تمہیں پتہ ہے کہ وہ لوگ خزرج میں سے ہیں۔ اگر وہ تمہاری قوم میں سے ہوتے تو تم یہ بات ہرگز نہ کہتے۔ حضرت اُسید بن حُضیر نے کہا اللہ کی قسم! تم غلط کہہ رہے ہو۔ تم خود منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو۔ اس پر لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور اَوس و خزرج کے دونوں قبیلوں میں لڑائی ہونے ہی والی تھی۔ (لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کرادیا) حضورؐ منبر سے اُتر کر میرے پاس تشریف لائے اور وحی آنہیں رہی تھی اس لئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو بلاکر ان سے اپنے گھر والوں کو (یعنی حضرت عائشہ کو) چھوڑنے کے بارے میں مشورہ لیا۔ حضرت اُسامہ نے تو حضورؐ کے گھر والوں کے بارے میں تعریف ہی کی اور خیر کی بات ہی کہی۔ پھر کہا یا رسُولَ اللہ! آپ اپنے گھر والوں کو رکھیں کیونکہ ہم نے ان سے ہمیشہ خیر اور بھلا ہی دیکھا ہے اور یہ بہتان سب جھوٹ اور غلط ہے۔ اور حضرت علی نے کہا یا رسولَ اللہ! عورتیں بہت ہیں۔ آپ ان کی جگہ کسی اور کو لانے پر قادر ہیں اور آپ باندی سے پوچھ لیں وہ آپ کو ساری سچی بات بتا دے گی۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت بُریرہ رضی اللہ عنہا کو پوچھنے کے لئے بلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت بُریرہ کی خوب پٹائی کی اور کہا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے سچی بات کہنا۔ تو حضرت بُریرہ نے کہا اللہ کی قسم! مجھے ان کے (حضرت عائشہ کے) بارے میں نیکی اور بھلائی کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ اور مجھے ان میں اور کوئی عیب نظر نہیں آتا ہے صرف یہ عیب نظر آتا ہے کہ میں انہیں آٹا گوندھ کر دیتی ہوں اور ان سے کہتی ہوں کہ اس آٹے کو سنبھال کر رکھنا۔ یہ بے خیالی میں سو جاتی ہیں۔ بکری آکر آٹے کو کھا جاتی ہے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر حضورؐ میرے پاس تشریف لائے۔ میرے والدین بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ایک انصاری عورت بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں بھی رو رہی تھی اور وہ عورت بھی رو رہی تھی۔ حضورؐ بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے عائشہ! لوگ جو کہہ رہے ہیں وہ بات تم تک پہنچ چکی ہے۔ اس لئے تم اللہ سے ڈرو۔ اور لوگ جو کہہ رہے ہیں اگر واقعی تم سے کوئی بُرا کام ہو گیا ہے تو تم اللہ سے توبہ کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! آپ کے یہ فرماتے ہی میرے آنسو ایک دم رُک گئے

اس کے بعد ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ میں نے کچھ دیر انتظار کیا کہ میرے والدین میری طرف سے حضورؐ کو جواب دیں لیکن وہ دونوں کچھ نہ بولے۔ اللہ کی قسم! میں اپنا درجہ اتنا بڑا نہیں سمجھتی تھی کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ مستقل آیات نازل فرما دیں گے جن کی تلاوت کی جاتی رہے گی اور جن کو نماز میں پڑھا جاتا رہے گا لیکن مجھے اس کی اُمید تھی کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کوئی ایسا خواب دیکھیں گے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے اس الزام سے بری کر دیں گے کیونکہ اللہ کو تو معلوم ہے کہ میں اس الزام سے بالکل پاک و صاف اور بَری ہوں۔ میرے بارے میں قرآن نازل ہو جائے میں اپنا درجہ اس سے کم سمجھتی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ میرے والدین جواب دینے کے لئے بول نہیں رہے ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ آپ دونوں حضورؐ کو جواب کیوں نہیں دیتے ہیں؟ دونوں نے کہا! اللہ کی قسم ہمیں پتہ نہیں ہے کہ ہم حضورؐ کو کیا جواب دیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے کوئی ایسے گھر والے معلوم نہیں ہیں کہ جن کو اتنی پریشانی آئی ہو جتنی ان دنوں حضرت ابوبکرؓ کے خاندان والوں کو آئی تھی۔ جب میرے والدین نے میرے بارے میں کچھ نہیں کہا تو میرے آنسو نکل آئے اور میں رو پڑی۔ پھر میں نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے جو فرمایا ہے میں اس سے کبھی توبہ نہیں کروں گی (کیونکہ یہ کام میں نے کیا ہی نہیں ہے) اللہ کی قسم! کیونکہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ لوگ جو کہہ رہے ہیں اگر میں اس کا اقرار کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں اس سے بَری ہوں تو میں ایسی بات کا اقرار کروں گی جو ہوئی نہیں ہے۔ اور لوگ جو کہہ رہے ہیں اگر میں اس کا انکار کروں تو آپ لوگ مجھے سچا نہیں مانیں گے۔ پھر میں نے حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلام کا نام لینا چاہا لیکن اس وقت مجھے یاد نہ آیا۔ تو میں نے کہا کہ اب میں بھی وہی کہتی ہوں جو حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلام کے والد نے کہا تھا یعنی؛

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

ترجمہ: "اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! حضورؐ اپنی مجلس سے ابھی اُٹھے نہیں تھے کہ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہونے لگی اور حسب سابق آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ آپ کو آپ کے کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا اور چمڑے کا ایک تکیہ آپ کے سر کے نیچے رکھ دیا گیا۔ میں نے جب (وحی نازل ہونے کا) یہ منظر دیکھا تو نہ میں گھبرائی اور نہ میں نے اس کی

پرواہ کی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میں بے قصور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائیں گے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عائشہ کی جان ہے، میرے والدین پر اس وقت سخت پریشانی کی حالت تھی اور ابھی حضورؐ کی وہ حالت دور نہیں ہوئی تھی کہ مجھے یقین ہوگیا کہ اس ڈر سے میرے والدین کی جان نکل جائے گی کہ کہیں اللہ کی طرف سے لوگوں کی بات کی تصدیق نہ آجائے۔ پھر جب آپ کی حالت ٹھیک ہوگئی تو آپ بیٹھ گئے تو حالانکہ سردی کا موسم تھا لیکن آپ کے چہرہ مبارک سے موتیوں کی مانند پسینہ ڈھلک رہا تھا۔ آپ اپنے چہرہ سے پسینہ پونچھتے ہوئے فرمانے لگے۔ اے عائشہ! تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ عزّ وجلّ نے تمہاری براءت نازل فرمادی ہے۔ میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! پھر آپ لوگوں کے پاس باہر تشریف لے گئے اور ان میں بیان فرمایا اور اس بارے میں جو قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا وہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ پھر حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں حکم فرمایا۔ جس پر انہیں حد لگائی گئی۔ ان حضرات نے اس بے حیائی کی بات کے پھیلانے میں حصہ لیا تھا[1]

امام احمد نے یہی حدیث بہت لمبی بیان کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ (جب حضورؐ نے میری براءت کی آیت سنائی تو) میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ کھڑی ہو کر حضورؐ کے پاس جاؤ (اور حضورؐ کا شکریہ ادا کرو) میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں کھڑی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاؤں گی اور میں تو صرف اللہ عزّ وجلّ ہی کی تعریف کروں گی جس نے میری براءت نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے:

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ۔

سے دس آیتیں نازل فرمائیں۔ ترجمہ۔ "جو لوگ لائے ہیں یہ طوفان، تمہیں میں ایک جماعت ہیں"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح پر رشتہ دار ہونے یا غریب ہونے کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری براءت کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں تو حضرت ابوبکر نے کہا کہ اللہ کی قسم! جب اس مسطح نے عائشہ کے

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق وہذا الحدیث مخرج فی الصحیحین عن الزہری وہذا السیاق فیہ فوائد جمۃ کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۶۰)

بارے میں اتنی بڑی بات کہہ دی ہے تو اب اس کے بعد میں اس پر کبھی خرچ نہیں کروں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

ترجمہ : "اور قسم نہ کھائیں بڑے درجے والے تم میں سے، اور کشائش والے اس پر کہ دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔" (اس آیت کو سن کر) حضرت ابوبکر نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ پھر حضرت مسطح کو جو خرچہ دیا کرتے تھے وہ دینا شروع کر دیا اور فرمایا اللہ کی قسم! میں ان کا خرچ کبھی نہیں روکوں گا[1]

قبیلہ بنو غفار کی ایک عورت فرماتی ہیں کہ میں بنو غفار کی عورتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ غزوۂ خیبر میں تشریف لے جا رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بھی آپ کے ساتھ اس سفر میں جانا چاہتی ہیں۔ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی اور جتنا ہو سکا ہم مسلمانوں کی مدد کریں گی۔ آپ نے فرمایا اللہ برکت دے۔ چلو۔ ہم بھی آپ کے ساتھ گئیں میں نو عمر لڑکی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کجاوے کے پیچھے کے تھیلے پر مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اللہ کی قسم! حضورؐ صبح کے قریب نیچے اُترے اور اُونٹنی بٹھا دی تو میں بھی کجاوے کے تھیلے سے اُتر گئی۔ تو میں نے دیکھا کہ تھیلے کو میرا خون لگا ہوا ہے۔ اور یہ مجھے پہلا حیض آیا تھا مجھے شرم آگئی اور میں سمٹ کر اونٹنی کی طرف چلی گئی۔ جب حضورؐ نے مجھے اس حال میں دیکھا تو آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ شاید تمہیں حیض آگیا ہے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اپنی حالت درست کر لو۔ پھر ایک برتن میں پانی لے کر اس میں نمک ڈال لو۔ پھر کجاوہ کے تھیلے کو جہاں خون لگا ہوا ہے وہ دھو لو۔ پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کیا تو حضورؐ نے ہمیں بھی مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دیا۔ اور یہ ہار جو تم میرے گلے میں دیکھ رہی ہو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا تھا اور اپنے

---

[1] کذا فی التفسیر لابن کثیر (ج ۳ ص ۲۷۰) واخرجہ ایضاً الطبرانی مطولاً جداً کما فی المجمع (ج ۹ ص ۲۳۲)

ہاتھ سے میرے گلے میں ڈالا تھا۔ اللہ کی قسم! یہ ہار کبھی بھی میرے جسم سے الگ نہ ہوگا۔ چنانچہ انتقال تک وہ ہار ان کے گلے میں رہا۔ پھر انہوں نے (مرتے وقت) وصیت کی کہ یہ ہار ان کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جائے اور وہ جب بھی حیض سے پاک ہوتیں تو وہ غسل کے پانی میں نمک ضرور ڈالتیں اور مرتے وقت یہ وصیت بھی کی کہ ان کے غسل کے پانی میں نمک ضرور ڈالا جائے [1]

حضرت حُمَید بن ہلال رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ قبیلہ طُفَاوہ کے ایک شخص جن کی گزرگاہ ہماری طرف تھی (وہ آتے جاتے ہوئے) ہمارے قبیلہ سے ملتے اور ان کو حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ کہا کہ میں ایک مرتبہ اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ مدینہ گیا وہاں ہم نے اپنا سامان بیچا۔ پھر میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں اس آدمی یعنی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جاتا ہوں اور ان کے حالات دیکھ کر اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو جا کر بتاؤں گا۔ جب میں حضورؐ کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے ایک گھر دکھا کر فرمایا اس گھر میں ایک عورت تھی وہ مسلمانوں کے ساتھ ایک سریہ میں گئی اور وہ گھر میں بارہ بکریاں اور اپنا ایک کپڑا بُننے کا برش جس سے وہ کپڑے بُنا کرتی تھی چھوڑ کر گئی تو اس کی ایک بکری اور وہ برش گم ہوگیا۔ وہ عورت کہنے لگی یا رَبّ! جو آدمی تیرے راستہ میں نکلے اس کی ہر طرح حفاظت کا تو نے ذمہ لیا ہوا ہے (اور میں تیرے راستہ میں گئی تھی۔ پیچھے) میری بکریوں میں سے ایک بکری اور کپڑا بُننے والا برش گم ہوگیا ہے۔ میں تجھے اپنی بکری اور برش کے بارے میں قسم دیتی ہوں (کہ مجھے واپس فرما دے) راوی کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس طُفَاوی آدمی کو بتانے لگے کہ اس عورت نے کس طرح اپنے رَبّ سے جوش و خروش سے دعا کی۔ حضورؐ نے فرمایا اس کی وہ بکری اور اس جیسی ایک اور بکری اور اس کا وہ برش اور اس جیسا ایک اور برش اس کو (اللہ کے غیبی خزانہ سے) مل گیا۔ یہ ہے وہ عورت۔ اگر تم چاہو تو جا کر اس سے پوچھ لو۔ اس طُفَاوی آدمی نے کہا کہ میں نے حضورؐ سے عرض کیا نہیں (مجھے اس عورت سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے) بلکہ میں آپ سے سُن کر اس کی تصدیق کرتا ہوں (مجھے آپ کی بات پر پورا یقین ہے) [2]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق وہکذا رواہ الامام احمد و ابو داود من حدیث ابن اسحاق ورواہ الواقدی باسنادہ عن امیۃ بنت ابی الصلت رضی اللہ عنہا کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۲۰۴) [2] اخرجہ الامام احمد قال الہیثمی (ج ۵ ص ۲۷۷) رواہ الامام احمد ورجالہ رجال الصحیح۔ انتہی

بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت (اُمِّ حرام) بنت مِلْحان رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے ہاں جا کر ٹیک لگا کر سو گئے اور مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا (میں نے خواب دیکھا ہے) کہ میری اُمت کے کچھ لوگ اللہ کے راستہ میں سمندر کا سفر کریں گے۔ اور وہ ایسے ہوں گے جیسے بادشاہ تخت پر (بیٹھے) ہوتے ہیں۔ حضرت بنت مِلْحان نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ! اللہ سے دعا فرما دیں کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرما دے۔ حضورؐ نے دعا فرمائی اے اللہ! اسے ان لوگوں میں شامل فرما دے۔ آپ نے دو بارہ آرام فرمایا اور مسکراتے ہوئے اُٹھے۔ حضرت بنت مِلْحان نے آپ سے پھر وہی کہا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا (کہ اس مرتبہ خواب میں اُمت کی دوسری جماعت دیکھی ہے) حضرت بنت مِلْحان نے پھر عرض کیا کہ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں بھی شامل فرما دے۔ آپ نے فرمایا تم پہلی جماعت میں سے ہو گی دوسری جماعت میں نہیں ہو گی۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت بنت مِلْحان نے حضرت عُبادہ بن صامت رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے شادی کی (اور ان کے ساتھ جماعت میں گئیں) اور (حضرت مُعاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی اہلیہ) حضرت بنت قُرظہ کی معیت میں سمندر کا سفر کیا۔ واپسی میں اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں۔ وہ جانور بدکا یہ اس سے گر گئیں۔ اور وہاں (جزیرہ قُبرص میں) ان کا انتقال ہو گیا۔

اللہ کے راستہ میں نکل کر عورتوں کا خدمت کرنا

حضرت اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ غزوہ میں جایا کرتی تھیں۔ بیماروں کو پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں[1]

امام مُسلم اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت اُمِّ سُلَیم کو اور ان کے ساتھ انصار کی کچھ عورتوں کو غزوہ میں ساتھ لے جاتے تھے۔ یہ عورتیں پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

---

[1] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲۴) رجالہ رجال الصحیح

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت رُبَیّع بنت مُعوِّذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جایا کرتیں، پانی پلایا کرتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتیں اور شہید ہونے والوں کو واپس لاتیں۔ بخاری میں ان ہی سے دوسری روایت میں یہ ہے کہ ہم عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جاکر لوگوں کو پانی پلاتیں اور ان کی خدمت کرتیں اور شہید ہونے والوں کو اور زخمیوں کو مدینہ واپس لاتیں (جب کہ غزوہ مدینہ کے قریب ہوتا)۔[1] مسند احمد اور مسلم اور ابن ماجہ میں حضرت اُمّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں سات غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی (یہ حضرات تو میدانِ جنگ میں چلے جاتے) میں پیچھے ان کی قیام گاہوں میں رہتی اور ان کے لئے کھانا تیار کرتی اور زخمیوں کی دوا دارو کرتی اور مستقل بیماروں کی خدمت کرتی۔[2]

حضرت لیلیٰ غفاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں جاکر زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے دن مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ رہ سکے۔ میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ دونوں نے چادریں اوپر چڑھائی ہوئی ہیں اور مجھے ان کی پنڈلیوں کے پازیب نظر آرہے تھے۔ وہ مشکیزے لئے ہوئے تیزی سے دوڑتی ہوئی آتیں۔ دوسرے راوی نے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ یہ دونوں اپنی کمر پر مشکیزے اُٹھا کر لاتیں اور زخمی لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں پھر واپس چلی جاتیں۔ پھر مشکیزے بھر کر لاتیں اور زخمی لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں۔[4]

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مدینہ کی عورتوں میں اُونی چادریں تقسیم فرمائیں تو ایک چادر بچ گئی تو ایک آدمی جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا اے امیر المؤمنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی جو آپ کے نکاح میں ہے یہ چادر اسے دے دیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی

---

[1] اخرجہ الامام احمد ایضا کما فی المنتقی [2] کذا فی المنتقی [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲۴) وفیہ القاسم بن محمد بن ابی شیبۃ وہو ضعیف۔ انتہی [4] اخرجہ البخاری واخرجہ ایضا مسلم والبیہقی (ج ۹ ص ۳۰) عن انس رضی اللہ عنہ بنحوہ۔

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت اُمّ سلیط رضی اللہ عنہا اس چادر کی زیادہ حقدار ہیں اور حضرت اُمّ سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت اُمّ سلیط غزوہ اُحد میں ہمارے لئے مشکیزے لا لاکر تی تھیں یا سیا کرتی تھیں[1]

ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ حضرت حَشرج بن زیاد کی دادی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں گئی تھیں۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے عورتوں سے اس غزوہ میں جانے کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیوں ساتھ جارہی ہیں؟ تو ان عورتوں نے کہا ہم اس لیئے ساتھ نکلی ہیں کہ ہم بالوں کی رسیاں بنائیں گی جس سے اللہ کے راستے میں نکلنے میں مدد کریں گی۔ اور ہم زخمیوں کا علاج کریں گی اور تیر پکڑائیں گی اور ستو گھول کر پلائیں گی۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں جایا کرتی تھیں لڑنے والوں کو پانی پلایا کرتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں[2]

عورتوں کا اللہ کے راستے میں نکل کر لڑائی کرنا

حضرت سعید بن ابی زید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُمّ سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما فرمایا کرتی تھیں کہ میں حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور میں نے ان سے کہا اے خالہ جان! مجھے اپنی بات بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں دن کے شروع میں صبح صبح نکل کر دیکھنے لگی کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں میرے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا میں چلتے چلتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ آپ اپنے صحابہ کے بیچ میں تھے اس وقت مسلمان غالب آرہے تھے اور ان کے قدم جمے ہوئے تھے پھر جب مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو میں سمٹ کر حضورؐ کے پاس آگئی اور (آپ کے سامنے) کھڑے ہو کر لڑنے لگی اور تلوار کے ذریعے کافروں کو حضورؐ سے دُور ہٹانے لگی اور کمان سے تیر بھی چلانے لگی، مجھے بھی بہت سے زخم لگے۔ حضرت اُمّ سعد فرماتی ہیں

---

[1] اخرجہ البخاری واخرجہ ایضاً ابو نعیم وابو عبید کما فی الکنز (ج ۷، ص ۹۷) [2] عند عبد الرزاق کذا فی فتح الباری (ج ۶ ص ۵۱)

کہ میں نے ان کے کندھے پر ایک زخم دیکھا جو اندر سے بہت گہرا تھا۔ میں نے حضرت اُمِّ عُمارہ سے پوچھا کہ یہ زخم آپ کو کس نے لگایا تھا؟ انہوں نے کہا ابن قمئہ کافر نے۔ اللہ اسے ذلیل کرے اس کی صورت یہ ہوئی کہ جب مسلمان حضورؐ کو چھوڑ کر بھاگنے لگے تو ابن قمئہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ مجھے بتاؤ کہ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کہاں ہیں؟ اگر وہ بچ گئے تو پھر میں نہیں بچ سکتا ہوں (یعنی یا وہ نہیں یا میں نہیں) پھر میں اور حضرت مُصعب بن عُمیرؓ اور کچھ اور صحابہ جو آپ کے ساتھ جمے ہوئے تھے اس کے سامنے آگئے۔ اس وقت اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا تھا جس سے مجھے یہ زخم آگیا تھا۔ میں نے بھی اس پر تلوار کے کئی وار کیئے تھے لیکن اللہ کے دشمن نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں [1]

حضرت عُمارہ بنت غزیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا سے روایت ہے کہ ان کی والدہ حضرت اُمِّ عُمارہ نے غزوہ اُحُد کے دن ایک گھوڑے سوار مشرک کو قتل کیا تھا۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جنگِ اُحُد کے دن دائیں بائیں جس طرف بھی میں منہ کرتا مجھے اُمِّ عُمارہ بچانے کے لیئے اس طرف لڑتی ہوئی نظر آتی [2]

حضرت حمزہ بن سعید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پاس چند اُونی چادریں لائی گئیں۔ ان میں ایک بہت عُمدہ اور بڑی چادر تھی کسی نے کہا کہ اس کی قیمت تو اتنی ہوگی یعنی بہت زیادہ قیمت بتائی۔ آپ اسے (اپنے بیٹے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی حضرت صَفیّہ بنت ابی عُبید رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیں۔ ان دنوں حضرت صَفیّہ نکاح کے بعد حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہما کے گھر نئی نئی آئی تھیں (یعنی ابھی رُخصتی ہوئی تھی وہ دُلہن تھیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں یہ چادر ایسی عورت کے پاس بھیجوں گا جو ابن عُمر کی بیوی سے زیادہ اس کی حقدار ہے اور وہ ہیں اُمِّ عُمارہ نُسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا۔ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ (جنگِ اُحُد کے دن) میں دائیں بائیں جس طرف بھی منہ کرتا مجھے اُمِّ عُمارہ بچانے کے لیئے اس طرف لڑتی ہوئی نظر آتی [3]

---

[1] ذکرہ ابن ہشام کذا فی البدایۃ (ج ۴ ص ۳۴) واخرجہ ایضًا الواقدی من طریق ابن ابی صعصعۃ عن ام سعد بنت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہا کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۷۹)، [2] اخرجہ الواقدی کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۷۹)، [3] اخرجہ ابن سعد من طریق الواقدی کذا فی کنز العمال (ج ۷ ص ۹۸)

حضرت ہشام اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوگئی تو حضرت صَفِیّہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا جسے وہ مسلمانوں کے چہرے پر مار کر واپس کر رہی تھیں۔ اس پر حضورؐ نے (حضرت صَفِیّہ کے صاحبزادے حضرت زُبیرؓ سے) کہا اے زُبیرؓ! اس عورت کی حفاظت کرو (یہ تمہاری والدہ ہیں)۔[1]

حضرت عَبّاد رَحمۃُ اللہ عَلَیہ فرماتے ہیں کہ (غزوہ خندق کے موقع پر) حضرت صَفِیّہ بنت عبد المُطَّلِب رَضِیَ اللہُ عَنہا حضرت حَسّان بن ثابت رَضِیَ اللہُ عَنہ کے فارِغ نامی قلعہ میں تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حَسّان بھی اس قلعے میں ہم عورتوں اور بچوں کے ساتھ تھے۔ ایک یہودی مرد ہمارے پاس سے گزرا اور وہ قلعہ کا چکر لگانے لگا۔ بنو قُرَیظہ یہودیوں نے بھی (حضورؐ سے) جنگ کر رکھی تھی اور حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے تعلقات توڑ رکھے تھے ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کوئی مسلمان مرد نہیں تھا جو ہمارا دفاع کرتا۔ حُضور صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اور مسلمان دشمن کے سامنے پڑے ہوئے تھے۔ انہیں چھوڑ کر ہمارے پاس نہیں آسکتے تھے۔ اتنے میں ایک یہودی ہماری طرف آیا۔ میں نے کہا اے حَسّان! جیسے تم دیکھ رہے ہو یہ یہودی قلعہ کا چکر لگا رہا ہے۔ اور اللہ کی قسم! مجھے اس کا خطرہ ہے کہ کہیں یہ ہمارے اندر کے حالات معلوم کر کے ان دوسرے یہودیوں کو نہ بتا دے جو ہمارے پیچھے ہیں جب کہ حُضورؐ اور آپ کے صحابہؓ (کفار سے جنگ میں) مشغول ہیں۔ آپ نیچے اُتر کر جاؤ اور اسے قتل کر دو حضرت حَسّان نے کہا اے بنت عبد المُطَّلِب! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اللہ کی قسم! آپ جانتی ہیں کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا ہوں۔ جب حضرت حَسّان نے مجھے یہ جواب دیا اور مجھے ان میں کچھ ہمت نظر نہ آئی تو میں نے اپنی کمر کسی، پھر میں نے خیمہ کا ایک بانس لیا۔ پھر میں قلعہ سے اُتر کر اس یہودی کی طرف گئی اور وہ بانس مار مار کر اسے قتل کر دیا۔ جب میں اس سے فارغ ہوگئی تو میں قلعہ میں واپس آگئی۔ پھر میں نے کہا اے حَسّان! نیچے جاؤ اور اس کا سامان اور کپڑے اُتار لاؤ۔ چونکہ یہ نامحرم مرد تھا اس لیئے میں نے اس کے کپڑے نہیں اُتارے۔ تو حضرت حَسّان نے کہا اے بنت عبد المُطَّلِب! مجھے

---

[1] اخرجہ ابن سعد کذا فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۴۹)

اس کے کپڑے وغیرہ اُتارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔[1] ہشام بن عُروہ کی روایت میں یہ ہے حضرت صفیہ وہ سب سے پہلی مسلمان عورت ہیں جنہوں نے کسی مشرک مرد کو قتل کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ غزوۂ حُنین کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسانے کے لئے آئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپ نے اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا؟ ان کے پاس ایک خنجر ہے۔ حضورؐ نے حضرت اُمّ سُلیم سے کہا اے اُمّ سُلیم! تم خنجر سے کیا کرنا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا اگر ان کافروں میں سے کوئی میرے قریب آیا تو میں اسے یہ خنجر مار دوں گی۔[2] مُسلم کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا نے ایک خنجر تیار کیا جو ان کے پاس تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اُمّ سُلیم کے پاس خنجر ہے۔ حضورؐ نے اُمّ سُلیم سے پوچھا یہ خنجر کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے اس لئے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں یہ خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی۔ یہ سن کر حضورؐ ہنسنے لگے۔

حضرت مہاجر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ کی چچازاد بہن حضرت اَسماء بنت یزید بن سَکَن رضی اللہ عنہا نے خیمے کے بانس سے جنگِ یرموک کے دن نو رومی کافر قتل کئے تھے۔[3]

---

[1] اخرجہ ابن اسحاق کذافی البدایۃ (ج ۴ ص ۱۰۸)، واخرجہ البیہقی (ج ۶ ص ۳۰۸) من طریق ابن اسحاق عن یحیٰی بن عباد بن عبداللہ بن الزبیر عن ابیہ رضی اللہ عنہما بنحوہ ثم اخرج من طریق ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن صفیۃ رضی اللہ عنہم مثلہ وزاد فیہ قال ہی اول امرءۃ قتلت رجلا من المشرکین واخرجہ ایضًا ابن ابی خیثمۃ وابن مندہ من روایۃ ام عروۃ بنت جعفر بن الزبیر عن ابیہا عن جدتہا صفیۃ رضی اللہ عنہا وابن سعد من طریق ہشام عن ابیہ کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۳۴۹) واخرجہ ابن عساکر من حدیث صفیۃ والزبیر رضی اللہ عنہما بمعناہ کما فی الکنز (ج ۷ ص ۹۹) واخرجہ ایضًا الطبرانی عن عروۃ وابویعلی والبزار عن الزبیر رضی اللہ عنہ واسنادہما ضعیف کما فی مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۱۳۳)، [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی کنز العمال (ج ۵ ص ۳۰۷) واخرجہ ایضًا ابن سعد بسند صحیح کما فی الاصابۃ (ج ۴ ص ۴۶۱) [3] اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی (ج ۹ ص ۲۶۰) ورجالہ ثقات انتہٰی

عورتوں کے جہاد میں جانے پر نکیر

قبیلہ بنو قُضاعہ کے خاندان عُذرہ کی حضرت اُمّ کبشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں فلاں لشکر میں چلی جاؤں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے میں تو چاہتی ہوں کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کروں اور بیماروں کا علاج کروں یا ان کو پانی پلا دوں۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ عورتوں کا جنگ میں جانا مستقل سُنت بن جائے گا اور کہا جائے گا کہ فلاں عورت بھی تو گئی تھی (اس لئے ہم بھی جنگ میں جائیں گی حالانکہ ہر عورت کا جہاد میں جانا مناسب نہیں ہے) تو میں تمہیں ضرور اجازت دے دیتا۔ اس لئے تم گھر بیٹھی رہو۔[1]

بزار میں روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں عورتوں کی طرف سے آپ کی خدمت میں نمائندہ بن کر آئی ہوں۔ یہ جہاد تو اللہ تعالیٰ نے مردوں پر فرض کیا ہے۔ اگر جہاد کر کے آئیں تو انہیں اجر ملتا ہے اور اگر یہ شہید ہو جائیں تو یہ زندہ ہوتے ہیں اور انہیں ان کے رب کے پاس خوب روزی دی جاتی ہے اور ہم عورتیں ان مردوں کی ساری خدمتیں کرتی ہیں تو ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جو عورت تمہیں ملے اسے یہ بات پہنچا دینا کہ خاوند کی فرمانبرداری اور اس کے حقوق کو پہچاننا اس کو جہاد کے برابر ثواب دلاتا ہے۔ لیکن تم میں سے بہت تھوڑی عورتیں ایسی ہیں جو اس طرح کرتی ہوں۔ طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں عورتوں کی طرف سے آپ کی خدمت میں قاصد بن کر آئی ہوں۔ جس عورت کو میرے یہاں آنے کی خبر ہے یا نہیں ہر ایک عورت یہ چاہتی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کے رب ہیں اور ان سب کے معبود ہیں اور آپ مردوں اور عورتوں سب کے لئے اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں پر جہاد فرض کیا اگر وہ جہاد کر کے آئیں تو مالِ غنیمت لے کر آتے ہیں اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اور انہیں وہاں خوب روزی دی جاتی ہے۔ تو عورتوں کا کون سا عمل مردوں کے ان اعمال کا ثواب دلا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا خاوندوں کی فرمانبرداری اور

[1] اخرجه الطبرانی قال الہیثمی (ج ۵ ص ۳۲۳) رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط و رجالہما رجال الصحیح۔ انتہی

ان کے حقوق کو پہچانتا۔ لیکن تم میں سے بہت تھوڑی عورتیں ایسی ہیں جو اس طرح کرتی ہوں۔[1]

بچوں کا اللہ کے راستہ میں نکل کر جنگ کرنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے جنگ اُحد کے دن اپنے بیٹے کو ایک تلوار دی جسے وہ اُٹھا نہیں سکتا تھا تو اس عورت نے چمڑے کے تسمے سے وہ تلوار اس کے بازو کے ساتھ مضبوط باندھ دی۔ پھر اسے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرا یہ بیٹا آپ کی طرف سے لڑائی کرے گا۔ پھر آپ نے اس بچہ سے کہا اے میرے بیٹے! یہاں حملہ کرو۔ اے میرے بیٹے! یہاں حملہ کرو۔ بالآخر وہ زخمی ہو کر گر گیا۔ پھر اسے حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! شاید تم گھبرا گئے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! نہیں۔[2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُمیر بن ابی وقاص کو چھوٹا سمجھ کر غزوۂ بدر میں جانے سے روک دیا۔ تو حضرت عُمیر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی تلوار کے تسمے میں گرہیں لگائیں اور میں خود بھی جنگِ بدر میں شریک ہوا اور اس وقت میرے چہرے پر صرف ایک بال تھا جسے میں ہاتھ میں پکڑ لیا کرتا تھا۔[3]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حضرت عُمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہونے سے پہلے دیکھا کہ وہ چھپتے پھر رہے تھے۔ میں نے کہا اے میرے بھائی تمہیں کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ حضورؐ مجھے دیکھ لیں گے اور مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس فرما دیں گے اور میں اللہ کے راستہ میں نکلنا چاہتا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرما دے۔ چنانچہ جب ان کو حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضورؐ نے ان کو واپس فرما دیا جس پر وہ رونے لگے۔ تو حضورؐ نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت سعد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عُمیر چھوٹے تھے اس لیے میں نے ان کی تلوار کے تسمے میں گرہیں باندھی تھیں اور وہ سولہ سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔[4]

محمد احسان الحق مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور ○ پاکستان

---

[1] کذا فی الترغیب (ج ۴ ص ۳۳۶) [2] اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی کنز العمال (ج ۵ ص ۲۷۷) [3] اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز (ج ۵ ص ۲۷۰) واخرجہ ایضاً الحاکم (ج ۳ ص ۱۸۸) والبغوی بمعناہ۔ [4] اخرجہ ابن سعد کذا فی الاصابۃ (ج ۳ ص ۱۳۵) واخرجہ البزار ورجالہ ثقات کما فی المجمع (ج ۶ ص ۶۹)